

اذکارِ ابرار

اُردو ترجمہ

گلزارِ ابرار

جہانگیری عہد کے ایک غیر مطبوعہ تذکرے کا نایاب ترجمہ

مُصَنَّف

محمد غوثی شطاری ماہڑویؒ

مترجمہ

فضل احمد جویری

ناشر

سید احمد شہید اکادمی

نفیس مکینل

۳/۱۷۷ کریم پارک ○ لاہور

فون ۷۷۲۸۱۹۰



نام کتاب	گلزارِ ابرار (فارسی)
مصنف	محمد غوثی شطاری ماندوی
سن تصنیف	۱۰۱۴ ھ
اردو ترجمہ	اذکارِ ابرار
مترجم	فضل احمد جیوری
سن اشاعت	۱۳۲۷ ھ
ناشر	دارالشفائش
مطبع	اولمپیاء آرٹ پریس
صفحات	۶۷۲
قیمت مجلد	





اولیاء اللہ قدست اسرارِ ہم کے مقدس حالات کا تذکرہ یعنی
گلزارِ ابرار کا اردو ترجمہ موسوم بہ

آذکارِ ابرار

حسبِ مالیش جنابِ نشی الہ یار خان صاحبِ سیرِ جبین
محمد قادر علی خان صوفی کے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حرفِ نفیس

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده
برصغیر پاک و ہند میں مشائخ کرام کے جو تذکرے لکھے گئے ان میں حسب ذیل تذکرے
نہایت درجہ معلومات افزا ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ نظام الدین لویا کے ملفوظات: "قواعد الفوائد"

مرتبہ امیر حسن علی سبزی ۷۰۷ھ-۷۱۳ھ

۲۔ اکابر مشائخ چشت کے حالات و ملفوظات: "سیر الاولیاء"

مرتبہ امیر غرود کانی ۷۹۰ھ

۳۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے ملفوظات: "خیر المباحس"

مرتبہ حمید شاعر

۴۔ حضرت خواجہ برہان الدین غریب کے ملفوظات: "نفائس الانفاس"

۵۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری کے ملفوظات: "جامع العلوم"

۶۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز کے ملفوظات: "جامع الکلم"

مرتبہ سید محمد اکبر حسینی ۸۰۱ھ تا ۸۰۴ھ

۷۔ سوانح حضرت خواجہ گیسو دراز: "سیر محمدی"

از مولانا محمد علی سمانی ۸۳۱ھ

۸۔ "تالیخ حبیبی و تذکرہ مرشدی"

از علامہ عبدالعزیز ملک شیر و اعظمی تالیف ۸۴۹ھ

۹۔ ”محبت نامہ“ ملفوظات شاہ ید اللہ (م ۸۵۲ھ) نسیرہ خواجہ گیسو دراز

جمع کردہ سید محمود فضل اللہ

۱۰۔ ”شوال الجمل در شامل الکمل“ ملفوظات: خواجہ ابوالفیض شاہ من اللہ حسینی (م ۸۷۹ھ)

نسیرہ: حضرت خواجہ گیسو دراز

۱۱۔ سید محمد اشرف جہانگیر سنائی کے حالات و ملفوظات: ”طائف اشرفی“

۱۲۔ ”سیر العارفين“ مرتبہ مولانا جمالی ۹۳۷ھ۔ ۱۵۳۰ء

۱۳۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ”اخبار الاشیار“ ۹۹۹ھ۔ ۱۵۹۰ء

۱۴۔ محمد عوثی مائٹوی شکاری کی ”گلزار ابرار“

”گلزار ابرار“ کا نقش اول ۹۹۸ھ۔ ۱۵۹۰ء میں تیار ہوا پھر ۱۰۱۰ھ۔ ۱۶۰۲ء

تک اس میں اصلاح و اضافہ ہو کر اس کی دوسری صورت تیار ہوئی۔

”گلزار ابرار“ کے مترجم جناب فضل احمد نے ۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۸ء میں اسے اردو زبان

میں ڈھالا، ترجمہ کی زبان سلیس اور لائق تحسین ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ”ادکار ابرار“ کے نام

سے ۱۳۲۶ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا، دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۵ھ میں لاہور سے

شائع ہوا۔ اب پیش نظر نسخہ ۱۴۲۷ھ میں مکتبہ سلطان عالمگیر، اردو بازار لاہور سے شائع ہو رہا

ہے۔

فہرست اذکار ابرار

مضامین کی فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	بیان در التزام صحبت و انایان فنون	۱۳	۱۳	بیان در التزام صحبت و انایان فنون	۱۳
۲	دیباچہ مترجم	۱۴	۱۴	بیان در تقسیم و ترتیب کتاب	۱۸
۳	حد و لغت	۱۵	۱۵	بیان در تعین انقاب مشائخ ..	۲۰
۴	اتسی اسما کی جنگ	۱۶	۱۶	آغاز چین اول در بیان حالات علما	۲۳
۵	تمہید اور تصنیف کتاب کا باعث	۱۷	۱۷	عرفا - سالکان و مجذوبان پنجم صدی	۲۳
۶	کتاب کا عنوان بنام شہنشاہ جہانگیر	۱۸	۱۸	خاتمہ چین اول ..	۲۴
۷	بنوید غیبی	۱۹	۱۹	ابتداء چین دوم در بیان حالات	۲۵
۸	دولت جہانگیری کی تعریف اور زمانہ کی	۲۰	۲۰	علماء - عرفا - سالکان و مجذوبان ششم صدی	۲۷
۹	آراستگی کا بیان بہ برکات در جہانگیری	۲۱	۲۱	خاتمہ چین دوم ..	۲۸
۱۰	دعا نیہ اور تقدس و برتری کے کلمات	۲۲	۲۲	ابتداء چین سوم در بیان حالات	۲۹
۱۱	ہمراہ نام مشائخ نہ لکھنے کی معذرت	۲۳	۲۳	علماء - عرفا - سالکان و مجذوبان ہفتم صدی	۳۱
۱۲	اور اولیاء اللہ کو بصیغہ واحد یاد کرنے	۲۴	۲۴	وجہ تسمیہ لفظ احرار ..	۳۲
۱۳	کی وجہ	۲۵	۲۵	خاتمہ چین سوم ..	۳۳
۱۴	کردار اور رفتار کے انجام کا بیان	۲۶	۲۶	ابتداء چین چہارم در بیان حالات	۳۴
۱۵	تسری کتاب	۲۷	۲۷	علماء - عرفا - سالکان و مجذوبان دہم صدی	۳۶
۱۶	گفتار در بیان آنکہ معنی ہر عالم را صورتی	۲۸	۲۸	تاسیس یک ہزار و بیست و دو ..	۳۷
۱۷	سنت مناسب آن	۲۹	۲۹	سلسلہ شطاریہ کی ابتدا - اور	۳۸
۱۸	بیان در تشبیہ و تعجیل الہیات	۳۰	۳۰	وجہ تسمیہ	۳۹

نمبر شمار	مضمون	صفحه	نمبر شمار	مضمون	صفحه
۲۵	معذرت در باب ننوشتن حالات			خاک و حصول توفیق تحریر حالات	
	اکثر اصحاب - - -	۲۹۱		زنده دلان بساط زندگانی -	۵۰۶
۲۶	ترانه شکر گذاری بابت حصول		۲۷	ضمیمه کتاب متضمن حالات مصنف	
	فراغ از تحریر حالات آسودگان			بشمول دیگر زندگان - -	۵۷۶



اصحاب ذکر کی اسم و از فہرست

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
الف				۱۷	سولانا ابوسعید ادبی	-	۱۷۵
۱	ابوالحسن علی بن ابوعلی	لاہور	۲۵	۱۸	شاہ ابدال	رنت ہنبو	۱۹۵
۲	سولانا احمد حافظ دہلوی	ص	۵۵	۱۹	شیخ ابوالفتح بدیع السمرت		
۳	شیخ الہداد احمد آبادی	-	۶۲	۲۰	ابن شیخ قاضی شطاری	حاجی پور	۲۲۳
۴	شیخ احمد نردالہ	برالون	۷۱		شیخ ابوبکر قریشی	جوگی پور	
۵	امام الدین ابدال دہلوی	-	۷۲	۲۱	شیخ احمد ناردولی	اقصا آگرہ	۲۲۶
۶	خواجہ ابوبکر صاحب درید			۲۲	شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی	برہان پور	۲۳۶
۷	نظام الاولیا - -	دہلی	۸۷	۲۳	شیخ احمد مدنی گوشہ گزین		
۸	امیر خسرو -	دہلی	۹۱		نانوتہ - -		۲۴۴
۹	امیر حسن علا سبخری -	دیوگیر دکن	۹۳	۲۴	شیخ امین الدین -		۲۴۵
۱۰	خواجہ ابوبکر مصلی بردار	-	۱۱۰	۲۵	شیخ احمد بن نعمتہ السد	قلعہ حسین	۲۵۷
۱۱	شیخ ابراہیم امام شیخ			۲۶	شیخ امان السد بانی پتی	پانی پت	۲۶۶
	جراغ دہلی - -	کاپلی	۱۱۶	۲۷	شیخ آدہو حصاری	قلعہ فیروزہ	۲۷۲
	بی بی آرام حضور ہمشیرہ			۲۸	شیخ ابراہیم کلہوڑا سندھی	-	۲۷۲
	سید حسین نردالہ	نردالہ	۱۱۸	۲۹	سید ابوسعید ابن سید راجو	کاپلی	۲۷۲
۱۲	سید احسن -	ایرج	۱۲۵	۳۰	خطیب ابوالفضل شیرازی	-	۲۷۳
۱۳	مخدوم قاضی اسحق -	مانڈو	۱۲۷	۳۱	شیخ ادہن ابن شیخ بھلا		
۱۴	سولانا محمد امین -	-	۱۲۸		جونپوری - -	جونپور	۳۱۲
۱۵	بابا اسحق مغربی -	-	۱۳۵	۳۲	شیخ ابوالنصر طبلا دی مہری	مصر	۳۳۹
۱۶	سید اشرف جب انگیر	کچھوچہ	۱۴۵				

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۳۳	شیخ ابو حیو ابن خضر	قلعہ آسیر	۳۴۲	۵۰	شیخ اسحق قلندر سندی	-	۴۲۵
۳۴	شیخ اولیا ابن شیخ سراج	مکہ معظمہ	۳۴۷	۵۱	شیخ افضل محمد	آگرہ	۱۱
۳۵	شیخ احمد ابن شیخ جلال			۵۲	قاضی ابراہیم ابن قاضی محمد	بنوری	۴۳۴
	جانپانیری - -	بڑودہ	۳۴۸	۵۳	شیخ الہ بخش لیستوری	لیستور علیہ	
۳۶	شیخ ابراہیم قاری شطاری				سازنگپور مالوہ	۴۴۰	
	سندی - -	برہان پور	۳۵۹	۵۴	خواجہ اسحق ابن مولانا		
۳۷	شیخ اولیا مرید شیخ شاکر				خواجہ سگی -	سمرقند	۴۴۶
	عارف - -	.	۳۶۹	۵۵	شیخ ابوالفتح ابن جمال الدین		
۳۸	شیخ میان بابا ابراہیم نام	برہان پور	۳۸۴		اکمی عباسی -	آگرہ	۴۴۸
۳۹	حاجی ابراہیم سرسندی	رنت بنور	۳۸۴	۵۶	شیخ ابوالفیض نصیعی فناہی	.	۴۵۳
۴۰	شیخ احمد متوکل الجبیتی	الجبین	۳۸۷	۵۷	شیخ ابوسعید ابن شیخ جبکن		
۴۱	مولانا اسماعیل سندھی	.	۳۸۹		کسندوتی -	کاپی	۴۶۶
۴۲	سید ابراہیم بکری	برہان پور	۳۹۲	۵۸	شیخ امین ابن احمد نذر اللہ	برہان پور	۴۸۳
۴۳	شیخ ابوزید ابن شیخ			۵۹	مہبائی اسحق حضور -	میسرہ	۴۸۵
	شکر محمد عارف -	.	۳۹۳	۶۰	شیخ ابوالفتح دہلوی -	.	۴۹۱
۴۴	شیخ الہداد مارہرہ ..	.	۳۹۹	۶۱	شیخ الہداد صالح	.	۴۹۴
۴۵	شیخ الہ بخش حشتی	.	۴۰۱	۶۲	مولانا اسماعیل مرید میر عبد اللہ	لاہور	۴۹۸
۴۶	شیخ آدم صوفی -	.	۴۱۵	۶۳	مولانا الہداد مولانا شمس الدین	.	۱۱
۴۷	شیخ امان الہ ابن شیخ			۶۴	شیخ احمد سہرندی -	.	۵۰۰
	کمال الدین سلیمانی	.	۴۲۰	۶۵	شیخ اختیار الدین سارانی		۵۰۱
۴۸	حاجی ابراہیم محدث قادری	آگرہ	۴۲۳	۶۶	شیخ احمد ابن شیخ عبد اللہ	.	۵۳۷
۴۹	شیخ امان الہ افغان	.	۴۲۴	۶۷	سید ابراہیم نوری	.	۵۵۵

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۶۸	شیخ الہداد ساکن مانڈو	•	۵۷۱	۸۲	قطب عالم سید برہان الدین	•	۱۴۷
۶۹	شیخ ادیس بن غوث الہادی	•	۶۰۶	۸۳	نیرہ مخدوم جہانیاں سید	•	۱۷۳
				۸۴	جلال بخاری	•	۱۹۲
۷۰	شیخ بہاء الدین محمد سیکری	•	۵۵	۸۵	مولانا برہان الدین خٹلانی	•	۲۰۸
	وال زسل شیخ فرید الدین	•		۸۶	شیخ بہار الدین گنج روان محمد آباد قریب	•	۲۱۲
	گنج شکر - -	•	۵۵	۸۷	کاپی	•	۲۲۴
۷۱	شیخ بہاء الدین زکریا	•		۸۸	شیخ بدین شطاری	•	۲۴۷
	ابن مولانا وجیہ الدین	•		۸۹	شیخ بہار الدین شاہ جہاں برہان پور	•	۲۵۶
	خوارزمی - -	ملتان	۵۵	۹۰	شیخ بختو - -	•	۳۰۵
۷۲	شیخ بہر و ملتان از نسل	•		۹۱	شیخ بول مرید شیخ ظہور	•	۳۱۲
	ہسائیہ - -	کرہ	۵۸	۹۲	حاجی حمید حضور - -	قصیبہ	۳۱۷
۷۳	شیخ برہان الدین محمود	دہلی حوض		۹۳	خواجہ بہاء الدین محمد ابن	•	۳۶۰
	ابن ابی النجیر اسعد بلخی	شمسی	۸۱	۹۴	مولانا خواجگی کاشانی	•	۳۶۱
۷۴	شیخ برہان الدین غریب	•	۹۰	۹۵	پیر باجر مانڈو والہ	•	۳۷۵
۷۵	شیخ بدر الدین سمرقندی	دہلی	۹۶	۹۶	شیخ برہان الضاری	کاپی	۳۷۷
۷۶	شیخ بدر الدین عزیزی	•	۹۸	۹۷	مولانا پاسبندہ - -	•	۳۸۷
۷۷	مولانا برہان الدین صوفی	•		۹۸	شیخ بہاء الدین مفتی ابن	•	۳۸۷
۷۸	ابن جمال الادلیا ہنسوی	•	۱۰۸	۹۹	شیخ شمس الدین محبوب طیبانی	آگرہ	۳۸۷
۷۹	شیخ بابو چشتی - کنایت	•	۱۱۰	۱۰۰	شیخ برہان مرید شیخ	•	۳۶۰
۸۰	شیخ برہان الدین نندوالہ	•	۱۲۳	۱۰۱	صدر الدین محمد ذاکر - -	اجمیر	۳۶۱
۸۱	مخدوم قاضی برہان الدین	مانڈو	۱۲۶	۱۰۲	شیخ بازید شہر وانی	آگرہ	۳۷۵
	شیخ بنان برہان پور - -	بانار برہان پور	۱۳۰	۱۰۳	مخدوم بازید لاکھ	•	۳۷۷

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۹۷	مخدوم بلال سندھی	•	۳۷۵	۱۱۷	شاد تاجو ابن شیخ کمال	•	۲۴۹
۹۸	سید بدرالدین ابن سید جلال	آگرہ	۳۸۳	۱۱۸	سید تاج الدین قادری نرہ	پٹن	۴۴۲
۹۹	شیخ بیارہ نور ظہور -	اجین	۳۹۱	۱۱۹	شیخ تاج الدین ابن شیخ		
۱۰۰	شیخ بھول مجذوب	•	۳۹۹		بہار الدین زکریا -	•	۴۵۲
۱۰۱	سید پیر ابن سید علی	قلعہ خانیس	۴۳۹	۱۲۰	شیخ تاج العاشقین ابن		
۱۰۲	شیخ بابو جیو ابن شیخ جیو	پٹن	۴۴۱		عبداللہ سندھی -	لاہور	۴۶۵
۱۰۳	بابا بہرنگ -	مانڈو	۴۴۴	۱۲۱	شیخ تاج زاد بوم فتح آباد	•	۵۶۹
۱۰۴	شیخ برہان علوی -	برہانپور	۴۵۴	<div>ش</div>			
۱۰۵	شیخ پیر محمد ابن عبدالحکیم	برہان پور	۴۶۹				
۱۰۶	مولانا بدرالدین اسحق	•	۴۹۶	۱۲۲	میان شمسید -	چانگلی نواح	۷۰
۱۰۷	شیخ بدرالدین سہرندی	•	۴۹۹	<div>ج</div>			
۱۰۸	شیخ بابو ابن جیون -	•	۵۶۵				
۱۰۹	شیخ برخوردار گجراتی -	•	۵۷۲	۱۲۳	شیخ جمال الدین احمد		
۱۱۰	شیخ بابو سندھی	برہان پور	۵۹۱	۵۴	خطیب ہانسوی -	•	۵۴
۱۱۱	شیخ بدھا طیب بہاری	•	۵۹۳	۵۷	سید جلال سرخ بخاری اچھ	اچھ	۵۷
۱۱۲	شیخ بدھا حقان جوہوری	•	۵۹۴	۱۲۵	شیخ جلال الدین تبریزی	دیو محل	
<div>ت</div>				۶۶	دار الملک ننگا		
				۸۷	مولانا جمال الدین	•	۸۷
۱۱۳	توغان شمسید -	قصبہ بویلا		۱۲۷	مولانا جلال الدین اودھی	•	۸۷
۱۱۴	خواجہ تقی الدین نوح	•	۱۱۰	۱۲۸	شیخ جلال الدین جد شیخ		
۱۱۵	سید تاج الدین سوہی نرہ	•	۱۴۷	۱۰۵	حسام الدین -	•	۱۰۵
۱۱۶	شیخ تاج الدین محمد دہلوی	•	۱۹۷	۱۲۹	مخدوم جہانیاں سید جلال		
				۱۱۲	بخاری -	•	۱۱۲

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۱۳۰	شیخ جلال الدین مجذرتستانی	.	۱۲۴	۱۵۰	قاضی جلال الدین ملتانی	بیجا پور کن	۴۰۹
۱۳۱	شیخ جلال بن شیخ عبدالعزیز	آگرہ	۲۹۸ و ۳۱	۱۵۱	میان جموجی ابن ملک چاند	عادلپور	
۱۳۲	مخدوم شیخ جمال الدین احمد کٹو	احمد آباد	۱۴۳		برہانپور	۴۳۸	
۱۳۳	مولانا جعفر - -	.	۱۴۳	۱۵۲	شیخ چندن لاہوری	.	۵۶۷
۱۳۴	شیخ جمجوا سادلی	.	۱۹۱	۱۵۳	شیخ جمال سیابانی	.	۵۷۰
۱۳۵	شیخ جبار اللہ کی	مکہ معظمہ	۲۱۰	۱۵۴	شیخ جلال محمد تانمیری	.	۵۷۹
۱۳۶	شیخ جلال متو -	برہان پور	۲۱۸	۱۵۵	شیخ جلال دھل کا پوری	.	۵۹۱
۱۳۷	شیخ چندن قریشی -	آگرہ	۲۲۶	ح			
۱۳۸	شیخ جلال محمد قادری دہلوی	برہان پور	۱۱				
۱۳۹	شیخ جمال شہری -	احمد آباد	۲۳۰	۱۵۶	شیخ حمید الدین دہلوی	.	۳۷
۱۴۰	ملک چاند والد میان جموجی	مکہ معظمہ	۲۴۲	۱۵۷	قاضی حمید الدین ناگوری		
۱۴۱	شیخ چندن مند سوری	مند سوری	۲۶۰	۱۵۸	ابن خواجہ عطاء اللہ	دہلی	۴۷
۱۴۲	شیخ حکیم کسندوتی -	کسندوت		۱۵۹	شیخ حسین کاہر	ملتان	۵۸
۱۴۳	شیخ جلال بن طیب جانی	برہان پور	۲۶۸		شیخ حمید الدین صوفی		
۱۴۴	امیر سید جلال ابن سید	.	۲۷۸		سعیدی ناگوری سولی		
۱۴۵	صمد الدین -	آگرہ	۲۷۹	۱۶۰	ملقب بے سلطان اتارکین	ناگور	۶۳
۱۴۶	شیخ جمال بن شیخ الاسلام	مانڈو	۳۴۶	۱۶۱	ذکر اولاد سلطان اتارکین	.	۶۵
۱۴۷	شیخ چاند ابن عمر شہتی	مانڈو	۳۵۱	۱۶۲	مولانا حسام الدین ملتانی	نہروالہ	۱۰۲
۱۴۸	مخدوم جعفر - -	موضع کوٹ	۳۷۴	۱۶۳	مولوی حسام الدین نہروالہ	نہروالہ	۱۰۳
۱۴۹	شیخ جنیب مفتی -	آگرہ	۳۹۰	۱۶۴	مولانا حسام الدین بانک پوری	.	۱۰۶
۱۵۰	سید جمال مدرس مسجد	برہانپور	۳۹۹	۱۶۵	شیخ حمید -	.	۱۰۹
					شیخ حسن محمد اساولی	احمد آباد محلہ	
					اساول	۱۵۳	

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۱۶۶	شیخ حبیب تاجر تاشقندی	۰	۱۷۷	۱۸۱	سید حبیب	۰	۳۹۵
۱۶۷	سید حامد حسنی چشتی	مزدور	۱۷۸	۱۸۲	شیخ حمزہ ابن شیخ سدا	ویسا پور لودھ	۴۲۰
	برادر زادہ سید حسین نردالہ		۱۹۴	۱۸۳	شیخ حمید پسا	۰	۴۸۳
۱۶۸	بابا حیدر ابدال	۰	۲۱۰	۱۸۴	شیخ حاجی چراغ ہنسہ		
۱۶۹	شیخ ظہور حاجی حمید			۱۸۵	سید اسد الدین	۰	۴۹۴
	حضور گوالیاری	بہار و سار	۲۲۰		مولانا حسام الدین سبزو		
۱۷۰	شیخ حسین	انڈوے ۱۲ کوس پر موضع کرارہ	۲۲۵		مولانا حسام الدین سرخ	لاہور	۴۹۶
	شیخ حسن خطاط ابن شیخ			۱۸۶	شیخ حسن ابن موسی پدر مصنف	۰	۶۰۸
۱۷۱	محمود انصاری	آگرہ	۲۶۵	۱۸۷	مولانا خواجہ ابن شیخ		
۱۷۲	شیخ حسن بدہ دہلوی	دہلی	۲۷۷		جلال الدین	۰	۱۰۵
۱۷۳	شیخ حسین ابن ملک محمد	سکندرہ بفاصلہ		۱۸۸	خواجہ خانون علا تاج ناگڑی	گوالیار	۲۲۳
	شیخ حسین بغدادی	احمد آباد	۳۱۰	۱۸۹	مخدوم اعظم مولانا خواجہ جگی		
۱۷۴	شیخ حسن محمد ابن میاں جی احمد	رسول آباد	۳۱۳	۱۹۰	احمد ابن جلال الدین	۰	۲۵۹
۱۷۵	شیخ حمید لار	برہان پور	۳۲۱		خواجہ کلان ابن خواجہ		
۱۷۶	شیخ حسن محمد خواہر زادہ		۳۲۵	۱۹۱	جوئباری	۰	۳۷۳
	شیخ صدر الدین محمد ذاکر	جانپانیر	۳۵۲	۱۹۲	خواجہ عالم	بیرپور	۴۰۳
۱۷۸	شیخ حسن ابن شیخ عبداللہ	کالیپی	۳۵۳		خواجہ وہبیدی ابن مولانا		
۱۷۹	شیخ حسن چشتی	۰	۳۷۱	۱۹۳	خواجہ جگی	بخارا	۴۳۹
۱۸۰	سید حیدر	۰	۳۷۹		خواجہ کلان ابن مولانا		
					خواجہ جگی	بلخ	۴۴۲
				۱۹۴	شیخ خدا بخش منڈوی	۰	۵۴۵

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
	و						
۱۹۵	شیخ دودہن شمس	حدود پٹنہ	۷۱	۲۰۹	خواجہ رفیع الدین باردن	•	۱۱۰
۱۹۶	شیخ داؤد اساولی	•	۱۹۵	۲۱۰	شیخ رکن الدین سودو دکان	•	۱۲
۱۹۷	شیخ داؤد ابن فیض اللہ	شیرگڑھ و پٹنہ	•	۲۱۱	مولانا رکن الدین خوانی	•	۱۳۶
۱۹۸	شیخ دانش مند (بیارد)	لاہور	۲۰۷	۲۱۲	شیخ رحمۃ اللہ ابن شیخ عزیز اللہ	•	۲۰۴
۱۹۹	ابن کبیر - -	مانڈو	۲۷۱	۲۱۳	مولانا روح اللہ -	•	۲۱۱
۲۰۰	ملادوست صحافت -	بلخ	۳۸۹	۲۱۴	شیخ راجے محمد عینی ابن	•	•
۲۰۱	شیخ داؤد بربری -	مانڈو	۲۴۹	۲۱۵	شیخ خان - -	اجین	۳۱۸
۲۰۲	شیخ داؤد خلاج -	سانہر	۴۷۵	۲۱۶	مولانا روح الدین -	برہانپور	۳۵۲
۲۰۳	شیخ دولت گجراتی -	•	۴۸۰	۲۱۷	شیخ رکن الدین ابن محمود	مانڈو	۳۷۰
۲۰۴	شیخ درویش قاسم	•	۵۸۰	۲۱۸	شیخ راجے محمد طرودہ -	•	۳۸۳
۲۰۵	شیخ دولت ابن عبدالملک	•	•	۲۱۹	مولانا زین الدین تاجبادی	•	۱۹۸
۲۰۶	منیری - -	منیر	۵۹۵	۲۲۰	سید زہید ابن شاہ بدایا	•	۲۶۲
۲۰۷	شیخ داؤد شطاری ابن	•	•	۲۲۱	شیخ زائر اللہ ابن شیخ عمر	•	•
۲۰۸	شیخ خان محمد -	•	۶۰۵	۲۲۲	مانڈو والہ - -	مانڈو	۳۴۱
	ب			۲۲۳	شیخ زکریا -	دہار	۳۴۹
۲۰۹	بابا حاجی رتن ابن نصر	•	•	۲۲۴	شیخ زین الدین ابن شیخ نواز	آگرہ	۴۱۳
۲۱۰	ہندی - -	سراندیپ	۲۶	۲۲۵	زندہ حاجی - -	•	۵۶۶
۲۱۱	شیخ رکن الدین ابوالفتح	•	•		س		
۲۱۲	ابن شیخ صدر الدین -	•	۵۸	۲۲۳	سید محمد کرانی -	•	۷۸
۲۱۳	شیخ رکن الدین فردوسی	دہلی	۹۷	۲۲۵	مولانا سراج منہاج -	•	۷۹

تبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	تبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۲۶	شیخ سراج الدین عثمان	بنگالہ	۱۰۳	۲۲۵	شیخ سعد بن بدین		
۲۲۷	امیر سید احمد بن سید محمد کرانی		۱۱۴		خیر آبادی		۲۸۳
۲۲۸	سید حسین نروال	نروال	۱۱۶	۲۲۶	شیخ سراج ابن شیخ		
۲۲۹	شیخ سالار		۱۲۹		عبدالملک		۳۰۳
۲۳۰	مولانا سید احمد بن محمد تانیری	کاپی	۱۳۶	۲۲۰	شیخ سعد الدین دہلوی حشتی	برہان پور	۳۷۸
۲۳۱	سید محمد گیسو دراز	گلبرگ	۱۳۹	۲۲۸	سید حسین زاد بوم سون بتا	اجمیر	۴۱۴
۲۳۲	شیخ سراج خوستہ	کاپی	۱۴۶	۲۲۹	شیخ سراج محمد بینانی	خاندیس	۴۵۹
۲۳۳	سید احمد ابن محمود	نروال	۱۵۵	۲۵۰	سید حسین ابن شیخ جمال	محمد پور پکار	
۲۳۴	مولانا سعد الدین کاشغری		۱۶۱		سازنگ پور		۴۵۹
۲۳۵	مولانا حسین		۱۶۱	۲۵۱	مولانا سمار الدین جوینوری		۴۹۳
۲۳۶	مولانا سلطان		۱۶۶	۲۵۲	سید حسین شہیدی	ہرویچ گجرات	۵۰۲
۲۳۷	حاجی شیخ سلیمان بنی اسکرل		۱۹۹	۲۵۳	سید شیخ ابن شیخ عبداللہ		۵۰۳
۲۳۸	امیر سید علی قوام	جوینور	۲۰۸	۲۵۴	سید احمد افغان ابن شیخ محمد		۵۴۹
۲۳۹	شیخ سمار الدین دہلوی ابن			۲۵۵	سید احمد قادری		۵۶۴
	شیخ فخر الدین	دہلی	۲۰۹	۲۵۶	سید حسن حسینی		۵۶۴
۲۴۰	شیخ سالار ناگوری		۲۳۰		ش		
۲۴۱	سید حسینی	منڈیور	۲۳۱	۲۵۷			
۲۴۲	شیخ سلیمان ابن عفان				شیخ شہاب الدین حق گو		
	حاجی مانڈوالہ	دہلی خوشی	۲۴۳	۲۵۸	ابن شیخ فخر الدین زراہدی	کنہ دہلی	۴۶
۲۴۳	سید حسین ابن سید محمد	محمود آباد			شیخ شمس الدین دادو		
		بغاصد پور			کاپی		۵۵
		کرودہ از احمد آباد	۲۵۲	۲۵۹	مولانا شہاب الدین امام		
۲۴۴	سید محمد ابن سید معظم	کاپی	۲۷۰		سلطان نظام الاولیاء		۹۱

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۶۰	شیخ شرف ابن شیخ یحییٰ	بہار مسجد کابلہ	۹۷	۲۷۸	سید شاہ میر	آگرہ	۲۸۰
۲۶۱	شیخ شرف بانی بقی ابراہیم قلندر	-	۱۰۰	۲۷۹	شیخ شاہ علی احمد آبادی	احمد آباد	۳۰۶
۲۶۲	شیخ شمس الدین محمد	-	۱۰۷	۲۸۰	شیخ شکر	بہمدی	۳۰۷
۲۶۳	مولانا شیخ مانک پوری	-	۱۰۷	۲۸۱	شیخ جوہاری	-	۳۲۱
۲۶۴	مولانا شمس الدین یحییٰ	-	۱۰۸	۲۸۲	شیخ شمس الدین زندہ دل	-	-
۲۶۵	شیخ شمس اوتادہ	دہلی	۱۰۹	۲۸۳	شیرازی	بیجا پور کن	۳۵۴
۲۶۶	خواجہ شمس الدین دہلوی خواہر	-	-	۲۸۴	شیخ عربی دیانہ سندھی	-	۳۷۸
۲۶۷	زادہ امیر سرد	-	۱۱۱	۲۸۵	شیخ شہاب الدین واسل	-	۴۰۰
۲۶۸	سید شمس الدین خاموش	-	۱۱۲	۲۸۶	شرف شیخ	احمد آباد	۵۰۴
۲۶۹	شیخ شہاب الدین عاشق	دہلی	۱۲۴	۲۸۷	شیخ شرف محمد	-	۵۰۶
۲۷۰	شیخ شہر الدین شیخ غریزہ	-	۱۳۰	۲۸۸	شیخ شمس الدین جالندھری	-	۵۸۸
				ص			
۲۷۱	قاضی شہاب الدین عمر زبالی	-	-	۲۸۸	شیخ صفی الدین ابراہیم ولد	-	-
۲۷۲	دولت آبادی جوہوری	جوہور	۱۲۴	۲۸۹	عبداللہ رازی	-	۳۸
۲۷۳	شیخ الاسلام چالیدہ نام	مانڈو	۱۲۸	۲۹۰	شیخ صوفی بدینی	-	-
۲۷۴	ملک شرف الدین شاہ شہباز	-	۱۵۱	۲۹۱	باشندہ کپیتل	-	۶۷
۲۷۵	شاہ عالم گجراتی ابن قطب عالم	احمد آباد	-	۲۹۰	شیخ صدر الدین عارف	-	-
۲۷۶	مولانا شیخ	محکمہ رسول آباد	۱۶۰	۲۹۱	ابن شیخ بہا الدین زکریا	-	۷۹
۲۷۷	مولانا شمس الدین	-	۱۷۴	۲۹۲	شیخ صدر الدین ذاکر ابن	-	-
۲۷۸	مولانا شمس الدین محمد ترک	-	۲۲۴	۲۹۳	شیخ شمس	بڑودہ	۳۷۹
۲۷۹	شاہ محمد ابن حسن طاہر	-	-	۲۹۴	شیخ صدیق بڑودہ	بڑودہ	۳۷۶
۲۸۰	قادری	-	۲۷۶	۲۹۵	قاضی صدر الدین لاہوری	بروج	۴۱۰

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۹۴	شیخ صدر جهان ابن			۳۰۸	مولانا علاء الدین سیلی	دہلی	۸۶
	الوافع		۴۸۰	۳۰۹	خواجہ شیخ علی شاہ ابن شیخ		
۲۹۵	شیخ صالح حافظ ابن خاتم		۵۶۳		محمود جاندار		۸۹
۲۹۶	امیر سید ضیاء الدین ہرچی	مدینہ منورہ	۵۸۶	۳۱۰	شیخ عمر اسعد لاہوری	پنڈوہ	۱۰۴
ض				۳۱۱	خواجہ غریب الدین ابن خواجہ		
۲۹۷	مولانا ضیاء الدین حامد بلخی		۳۷		ابوبکر		۱۱۱
۲۹۸	خواجہ ضیاء الدین برنی		۱۳۷	۳۱۲	قاضی علم الدین ابن قاضی	ص	
۲۹۹	شیخ ضیاء الدین چشتی	مسند سور	۴۵۰		عین الدین		۱۲۲
ط				۳۱۳	شیخ عماد الدین دہلوی		۱۲۴
۳۰۰	میرزا انجیب شاہ طیب		۱۹۸	۳۱۴	مولانا عالم الدین شرف جہان		۱۳۰
۳۰۱	شیخ طیب	برہان پور	۳۷۷	۳۱۵	شیخ عبد الملک قاری	آگرہ	۱۳۱
۳۰۲	شیخ طاہر ابن یوسف	برہان پور	۴۲۶	۳۱۶	شیخ علی پرواہ ابن احمد	ہمایم	۱۳۱
ظ				۳۱۷	خواجہ عبد السلام امی صفہانی		۱۳۲
۳۰۳	شیخ ظہور الدین محمود ابن			۳۱۸	خواجہ علاء الدین غجدوانی		۱۳۸
	جلال		۳۸۰	۳۱۹	سید علاء الدین راٹھی	راٹھ مکر	
ع				۳۲۰	شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ	کابل	۱۳۸
۳۰۴	شیخ عبد العزیزی		۳۸		ابن شیخ یحییٰ		۱۵۸
۳۰۵	شیخ عارف ملتانی	حجاز	۵۴	۳۲۱	فرزندان شیخ عزیز اللہ		۲۰۵
۳۰۶	شیخ عماد الدین اسمعیل			۳۲۲	قاضی عطاء اللہ چشتی	مانڈو	۱۶۰
۳۰۷	ملتانی ابن شیخ صدر الدین		۶۱	۳۲۳	شاہ عبد اللہ شطاری ابن		
	شیخ علم الہدی برادر عم زاد				حسام الدین	مانڈو	۱۶۱
	شیخ رکن الدین ابوالفتح		۶۲				

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۳۲۴	میر عبدالاول -	-	۱۷۲	۳۲۹	شیخ علاء الدین دہلوی ابن		
۳۲۵	مولانا خواجہ علی تاشقندی	•	۱۷۷		شیخ نور الدین -	قلعہ دہلی	۲۴۷
۳۲۶	محمد عبدالعزت مولانا زادہ			۳۳۰	شیخ علاء الدین ابن شیخ		
	اترازی -	•	۱۷۸		بدر الدین سلیمان -	اجودہ	۲۴۸
۳۲۷	مولانا علاء الدین محمد			۳۳۱	شاہ عبدالرزاق جنبہ انوی	•	۲۴۸
	مکتب دار -	•	۱۹۰	۳۳۲	شیخ علاء الدین مجذوب		
۳۲۸	مولانا عبداللہ -	•	۱۹۰		مشورہ علاء الاول -	آگرہ	۲۵۴
۳۲۹	شاہ عبداللہ ابن شاہ یوسف	•	۱۹۷	۳۳۳	شیخ عبدالملک قاری		
۳۳۰	شیخ محمد علاء بنگالی عزت			۳۳۴	ابن شیخ عبداللہ -	آگرہ	۲۶۴
	شیخ قاضی شطاری -	•	۲۰۳	۳۳۵	شیخ عبدالحکیم ابن شاہ	روضہ شاہ	
۳۳۱	مولانا عبدالرحمن کاروگر	•	۲۰۸		باجن -	باجن پانچ	۲۶۵
۳۳۲	میر علانی آہیری ابن مولانا			۳۳۶	مولانا حامد طارمی -	•	۲۷۴
	نظام الدین حسین -	•	۲۱۵	۳۳۷	سید عبدالاول دولت آبادی	دولت آباد	۲۷۵
۳۳۳	شیخ عطن -	•	۲۲۵	۳۳۸	شیخ عبدالوہاب عزت شیخ بنا		
۳۳۴	شیخ عبدالسببانی ابن			۳۳۹	ابن شیخ ابوالفتح مکی -	آگرہ	۲۸۴
	شیخ سہار الدین دہلوی	مانڈو کرتہ	۲۲۵	۳۴۰	شیخ عبدالمومن ابن شیخ محمد	آگرہ	۳۰۲
۳۳۵	شیخ عبدالوہاب بخاری			۳۴۱	مخدوم عباس ابن جلال ندوی	سندھ	۳۰۶
	ملتان -	پرائی دہلی	۲۳۰	۳۴۲	شیخ علی شیر بنگالی -	احمد آباد	۳۰۸
۳۳۶	شیخ علاء الدین عیسیٰ دہلوی	•	۲۳۲	۳۴۳	شیخ عبدالملک بنیانی -	احمد آباد	۳۱۱
۳۳۷	مولانا عبدالکرم ابن عطا	•	۲۳۷		شیخ عبدالغفر بنقہ بہ		
۳۳۸	شیخ عبدالقدوس حنفی	کنکو پکار			عزیز الحق ابن شیخ کمال الحق		
		دہلی	۲۳۹		جونپوری -	دہلی	۳۱۱

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب فکر کا نام	مدفن	صفحہ
۳۵۳	شیخ عبدالحکیم -	کالپی	۳۱۷	۳۶۷	شیخ عبدالمقدیمی نام		
۳۵۴	حافظ عبدالحکیم بصیر -	آگرہ	۳۲۰	۳۶۸	بیکہ جی -	مانڈو	۳۹۳
۳۵۵	شیخ عبدالرزاق عرف			۳۶۹	شیخ عبدالحلیل ناگوری		۳۹۵
	شیخ لہرہ -		۳۲۲		شیخ عبدی ساکن آگرہ		۴۰۰
۳۵۶	سید عبداللہ آندی	بٹریہ قریب		۳۷۰	شیخ عبدالملک ابن شیخ		
	ملتان -	دیپال پور	۳۲۴		ابراہیم -	کالپی	۴۰۱
۳۵۷	فقیر علی -	بندر سوت	۳۲۵	۳۷۱	شیخ علی تقی ابن		
۳۵۸	قاضی عبدالقادر ابن علی	کاتہ علاقہ		۳۷۲	حسام الدین جونپوری -	مکھنڈ	۴۰۲
		دیپال پور	۳۲۶		شیخ عبدالحی عرف		
۳۵۹	خواجہ محمد عبدالسدر عرف خواجہ			۳۷۳	شیخ جیوا -	بدولی	۴۰۴
	کا خواجہ - ابن خواجہ				شیخ عبدالغفور ابن		
	احرار الاولیاء -	تاشقند	۳۲۶	۳۷۴	داؤد -	اُجین	۴۱۲
۳۶۰	انجمن فرزندان خواجہ محمد			۳۷۵	شیخ عبدالرحیم -	عادل پور	
	عبداللہ -		۳۲۹		شیخ عبدالکریم ابن شاہ	قریب پور	۴۱۳
۳۶۱	خواجہ عبدالشہید ابن			۳۷۵	شہباز -		
	خواجہ محمد عبداللہ -	سمرقند	۳۳۳	۳۷۶	شیخ علار الدین ثانی		
۳۶۲	شیخ علی تہسی -		۳۳۹	۳۷۷	محبوب -	آگرہ	۴۲۰
۳۶۳	مولانا عبدالحلیل جونپوری		۳۵۳	۳۷۸	حکیم عثمان ابن شیخ عیسیٰ	حد خانہ	۴۲۵
۳۶۴	شیخ عبدالوہاب افغان	مانڈو	۳۵۶	۳۷۸	شیخ عثمان ابن لادن	مانڈو	۴۲۷
۳۶۵	شیخ عبدالرحمن صوفی			۳۷۹	قاضی عبدالغنی	برہان پور	۴۵۱
	سرہندی -		۳۷۶	۳۸۰	شیخ عبدالرزاق طائی	پٹن	۴۵۱
۳۶۶	شیخ عبداللہ کتھواسن	آگرہ	۳۸۹				

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۳۸۱	شیخ عبدالسدصوفی شطاری				و شیخ خیر الدین سارنی		۵۰۰
	ابن کمال الدین ببلول -	آگرہ	۴۵۴	۳۹۶	شیخ عبدالمعطی -		۵۰۴
۳۸۲	قاضی عبدالقادر ابن			۳۹۷	شیخ عبدالسد شیخ متا	شیخ عبدالسد مدینہ مظفر	۵۰۴
	قاضی محمود -	سازنگ پور مالوہ	۴۶۱	۳۹۸	سید عطاء محمد -	احمد آباد پور	۵۰۴
۳۸۳	شیخ علم الدین مجذوب			۳۹۹	شیخ عیسیٰ ابن شیخ قاسم		
	ساکن رہتک -	رہتک	۴۶۳		بسندهی -		۵۰۸
۳۸۴	شیخ علی افغان -	اُجین	۴۶۳	۴۰۰	شیخ عبدالقادر ابن ابی محمد		۵۴۸
۳۸۵	شیخ عبداللطیف ابن			۴۰۱	شیخ عبداللطیف ابن		۵۴۸
	ملک شاہ غوری -	پڑودہ	۴۶۸		شیخ نور محمد -		۵۵۷
۳۸۶	شیخ عبدالسد ابن شیخ وجیہ الدین			۴۰۲	شیخ عبدالستار ابن شیخ		
	احمد آبادی -		۴۷۰		عیسیٰ بیچ الاولیا -		۵۶۰
۳۸۷	شیخ عبدالواحد تارک الما	منہ سور	۴۸۷	۴۰۳	شیخ عبدالسد مجذوب		
۳۸۸	شیخ عبداللہ عرف شیخ				قادری بغدادی -		۵۶۶
	بدایا ابن غوث الاولیا -	گوالیار	۴۸۷	۴۰۴	شاہ عمر خوش گری -		۵۷۰
۳۸۹	مولانا عالم دہلوی -		۴۹۲	۴۰۵	سید عبدالواحد ابن سید		
۳۹۰	مولانا عبدالسد ابن مولانا				ابراہیم -		۵۸۶
	شمس الدین انصاری لاہوری	احمد آباد	۴۹۵	۴۰۶	شیخ عبدالحق حقی دہلوی		۵۹۸
۳۹۱	مولانا عبدالرحمن -	لاہور	۴۹۵	۴۰۷	خواجہ علی مسیحی ابن حسین		
۳۹۲	مولانا عبدالسلام -	لاہور	۴۹۶		رومی -		۶۰۳
۳۹۳	میاں علی شیر سہرندی -		۴۹۹		غ		
۳۹۴	شیخ عبدالاحد سہرندی		۵۰۰	۴۰۸	مولانا غیاث الدین احمد		
۳۹۵	شیخ علاء الدین سارنی				ابن مولانا محمد مکتب دار		۲۱۵

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۴۰۹	شیخ غیاث الدین انکوری	•	۲۱۵	۴۲۳	شیخ فخر الدین ابن شیخ		
۴۱۰	مولانا غوثی حسن مصنف				داؤد • •	آگرہ	۲۸۱
	گلزار • • •		۶۱۱	۴۲۴	شیخ فضل اللہ ابن		
				ف			
۴۱۱	شیخ فخر الدین حسین زنجانی	لاہور	۲۵	۴۲۵	شیخ فتح السراج گدڑی	مانڈو	۳۰۸
۴۱۲	شیخ فخر الدین احمد امیری	•	۳۸	۴۲۶	شیخ فتح السد بڑوچی	•	۳۲۳
۴۱۳	شیخ فخر الدین زاہدی	میرٹھ	۴۵	۴۲۷	شیخ فیض السد نارٹول	•	۴۳۵
۴۱۴	شیخ زریا الدین گنجشکر ابن			۴۲۸	شیخ فرید ابن شیخ	•	۵۶۱
	سلیمان • •	پٹن	۴۸		عبدالحکیم • •	•	۶۰۳
۴۱۵	انجمن فرزندان و خلفاء			ق			
	شیخ زریا الدین گنجشکر	•	۴۹	۴۲۹	خواجہ قطب الدین بختیار		
	شمار خلفاء گنجشکری	•	۵۲		کاکا اوشی ابن شیخ کمال اللہ		
۴۱۶	شیخ فخر الدین ثانی ابن				موسی • •	دہلی	۳۹
	شیخ شہاب الدین حق گو	•	۵۷	۴۳۰	انجمن فرزندان و خلفاء		
۴۱۷	مولانا فصیح الدین	•	۸۵		خواجہ قطب الدین بختیار	•	۴۲
۴۱۸	مولانا فخر الدین مروزی	•	۹۰	۴۳۱	شیخ قطب الدین سنور		
۴۱۹	مولانا فخر الدین زراوی	•	۱۰۹		ابن شیخ برہان الدین	شہر ٹنسی	۹۶
۴۲۰	مولانا فتح السد	•	۱۵۷	۴۳۲	مولانا قاسم • •	•	۱۷۲
۴۲۱	شیخ فخر الدین گنج اسرار			۴۳۳	مولانا قاضی خان ابن		
	جونپوری • •	جونپور	۱۹۱		یوسف ناصحی • •	•	۲۶۲
۴۲۲	شیخ فضل السد			۴۳۴	قاضی قاضی سنہری	•	۲۷۵
	جراتی • •	رہٹک	۲۴۰	۴۳۵	قاضی قطب مجذوب		

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۳۶	ابن قاضی کدن -	•	۳۰۳	۲۵۲	شیخ کمال محمد عباسی	انجین	۴۶۴
۲۳۷	قاضی قطب مجرد -	محبہ	۳۰۴	۲۵۳	شیخ کبیر برہنہ مالوی دیپال دولت آباد		
۲۳۸	شیخ قطب جہان ڈاکٹر	•	۳۱۸	۲۵۴	پوری - - -	قریب بیالپور	۴۶۶
۲۳۹	شیخ قاسم - -	•	۳۶۰	۲۵۵	شیخ کلیم الدین موسیٰ گجراتی احمد آباد	۵۰۵	
			۳۹۰	۲۵۶	شیخ گدائی پانی پتی -	•	۵۴۱
					شیخ کمال الدین کمال		
۲۴۰	خواجہ کریم الدین سمرقندی	•	۸۸		مالوہ - -	دہلی	۵۸۱
۲۴۱	شیخ کمال الدین یعقوب			۲۵۷	شیخ کاجا السداد نام	•	۶۰۴
	نہروالہ - - -	نہروالہ	۹۱				
۲۴۲	مولانا کمال الدین زاہد	•	۹۹		مولانا لطف اللہ خٹلانی		
۲۴۳	شیخ کالو - -	کرہ	۱۰۷		مرید خواجہ عبد اللہ احرار	•	۱۷۴
۲۴۴	شیخ کمال الدین حسین ابن			۲۵۹	مولانا لطیف اللہ مرید مولانا		
	خالد اجیری ناگوری -	•	۱۹۳		خواجگی کاشانی -	•	۲۷۳
۲۴۵	شیخ کبیر - -	•	۲۱۹		شیخ لشکر محمد عارف ابن		
۲۴۶	شیخ کمال الدین قریشی	•	۲۵۷		ملک راجن - -	برہان پور	۳۶۱
۲۴۷	شیخ کمال الدین ابن سلیمان	مانڈو	۳۰۷	۲۶۱	شیخ لا وجیو سندھی	برہان پور	۴۴۳
۲۴۸	شیخ کتین لاکہ -	•	۳۷۹				
۲۴۹	شیخ کرم اللہ مرید سید			۲۶۲	خواجہ معین الدین حسن		۷
	جمن جتی - -	مانڈو	۴۳۶		حسینی سنجرى اجیری -	اجیری	۲۷
۲۵۰	شیخ کرم اللہ ملتانی -	•	۵۷۱	۲۶۳	انجمن فرزندان و خلفاء		
۲۵۱	شیخ کمال ابن شیخ				خواجہ معین الدین حسن	•	۳۱ و ۲۹
	ابراہیم - -	پایان قلم کبیر	۴۵۰	۲۶۴	شیخ محمد الدین سنجرى -	•	۳۸

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۶۵	شیخ محمود نروال -	نروال گجرات	۲۴	۲۸۴	مولانا محمد قاضی	.	۱۷۶
۲۶۶	حاجی محمد الدین جاجرمی	.	.	۲۸۵	مولانا محمد رومی	.	۱۹۱
۲۶۷	دلوی - - -	.	۲۴	۲۸۶	درویش منصور سبزواری	.	۱۹۱
۲۶۸	شیخ موسی باشندہ دتہ	.	۶۳	۲۸۷	مولانا محمد تابا دکانی	.	۲۰۶
۲۶۸	شیخ محمد ترک نارنولی -	نارنول	۶۸	۲۸۸	مولانا محمد حیرانی	.	۲۰۸
۲۶۹	مولانا معین الدین عمرانی	.	۶۹	۲۸۹	خواجہ مرتضی تائبادی	.	۲۱۰
۲۷۰	سید معروف شہید -	سندھ پور	۷۰	۲۹۰	مولانا معین الدین واعظ	.	.
۲۷۱	سید مولہ عرب زاد دہلی	.	۷۲	۲۹۱	مولانا محمد کما تگر ابن کتب دار	.	۲۱۱
۲۷۲	شاہ مارلقب بیدیع الدین	کمن پور	۷۴	۲۹۲	شیخ میر جان	.	۲۱۸
۲۷۳	انجمن خلفائے شاہ مدار	.	۷۵	۲۹۳	شاہ میا بنجو چشتی ابن	.	.
۲۷۴	شیخ مبارک گوپاموسی -	.	۸۷	۲۹۴	شیخ نجم الدین	مانڈو	۲۱۹
۲۷۵	خواجہ سدید الدین کرنی -	.	۸۸	۲۹۵	شیخ محمد ابن خواجہ	.	.
۲۷۶	خواجہ سدید الدین ثانی -	دہلی	۱۰۲	۲۹۶	تاج الدین محمد	احمد آباد	۲۳۳
۲۷۷	مولانا مغیث الدین دہلوی	انجمن	۱۱۱	۲۹۷	شیخ محمد سودو داری	پانی پت	۲۳۳
۲۷۸	شیخ محمد نروال معروف	.	.	۲۹۸	سید معظم	کالپی	۲۳۵
۲۷۹	شیخ حاجی -	نروال	۱۱۹	۲۹۹	شیخ مبارک بالادست	جنجھانہ	۲۳۶
۲۸۰	سید معین الدین ایرمی	.	۱۲۵	۳۰۰	قاضی محمود ابن چایلدہ	نقشبہ بریلو	.
۲۸۱	خواجہ سدید ہستہ	.	۱۲۸	۳۰۱	مولانا محمد مجید	دہلی	۲۶۰
۲۸۱	شیخ محمد ابن شیخ ابراہیم	.	.	۳۰۲	سید محمود ابن سید سما خورو	برمان پور	۲۶۳
۲۸۲	ملتان - -	.	۱۳۸	۳۰۳	شیخ محمد ابن عیسی	احمد آباد	۲۶۴
۲۸۳	سید محمود ابن سید سما خورو	مانڈو	۱۴۰				
۲۸۴	شیخ محمد ابن عیسی -	.	۱۵۰				

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۵۰۲	قاضی نیا ابن یوسف		۲۵۲		مبارک - -		۲۵۲
	مانڈو والہ - -		۲۶۶	۵۱۸	شیخ منور ابن شیخ نور اللہ	آگرہ	۲۵۶
۵۰۳	مبارک خان ہروی -	مہوبہ سرکار		۵۱۹	قاضی محمود سوہی -		۲۶۹
	کالی		۲۶۹	۵۲۰	شیخ محمد حیات -		۲۷۱
۵۰۴	شیخ محمود چشتی رنت بنوری کجھاون		۲۷۸	۵۲۱	شاہ منجم ابن عبداللہ	قصبہ شیش	۲۷۱
۵۰۵	انجمن اصحاب سلسلہ شطاری		۲۸۶	۵۲۲	مولانا کاسہ کرانی -		۲۷۴
۵۰۶	شیخ محمد غوث گوالیاری			۵۲۳	مولانا خرد دیوانہ -	بلخ	۲۷۵
	شطاری - -	گوالیار	۲۹۰	۵۲۴	شیخ محسن کمانہ -	کمانہ	۲۷۹
۵۰۷	شیخ مبارک سندھی -	برہانپور	۳۱۵	۵۲۵	شیخ محبت - -	سازنگاپور	۲۸۱
۵۰۸	سید مرشد الدین ولد			۵۲۶	شیخ معروف ابن قاضی		
	میر رفیع الدین -	آگرہ	۳۱۷		سعد اللہ - -	خاک شیر	۲۸۷
۵۰۹	میرزا شاہ -		۳۲۱	۵۲۷	شیخ مبارک مجذوب -	آگرہ	۲۹۴
۵۱۰	شیخ محمد ابن طاہر نروال	نروال	۳۳۲	۵۲۸	ملک محمود بیارہ -	احمد آباد	۲۹۶
۵۱۱	شیخ محمد ابن شیخ عبداللہ	آگرہ	۳۳۰	۵۲۹	سید مصطفیٰ محبوب اللہ	احمد آباد	۲۹۷
۵۱۲	شیخ محمد ابن ابی اللطف	قدس خلیل	۳۳۷	۵۳۰	شیخ محمد نابلسی -	مصر	۲۹۷
۵۱۳	شیخ معروف ابن شیخ عثمان	صیت پور		۵۳۱	شیخ محمود نیجارہ		۲۰۰
	سرحدستان		۳۴۰	۵۳۲	ملک شیر خلوتی -	بودور	۲۱۱
۵۱۴	شیخ محمد فقیہ - -		۳۴۰	۵۳۳	شیخ محمد ابن شیخ ابوالحسن		۲۱۵
۵۱۵	میان میانجی ابن داؤد			۵۳۴	شیخ محمود ابن عبداللہ	برہان پور	۲۳۳
	خال مصنف گلزار -		۳۴۱	۵۳۵	شیخ ماکو - -	برہان پور	۲۵۸
۵۱۶	شیخ مہدی باشندہ اجین		۳۴۴	۵۳۶	شیخ مبارک صدیقی		
۵۱۷	اسبجہ سید مصطفیٰ ابن سید				شطاری -	مانڈو	۲۶۲

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۵۲۷	شیخ مرتضیٰ ابن سید			۵۵۱	انجمن خلفائے سلطان		
۵۲۸	محی الدین - -	برہان پور	۴۶۶	۵۵۲	نظام الاولیا - -	.	۸۴
۵۲۹	شیخ منور ابن عبد المجید	لاہور	۴۷۲	۵۵۳	شیخ نظام الدین ابوالموید		
۵۳۰	مولانا خواجہ محمد باقی ابن			۵۵۴	نبیرہ شمس العارفین - -	.	۹۵
۵۳۱	قاضی عبدالسلام -	دہلی	۴۷۷	۵۵۵	شیخ نجیب الدین فردوسی	حوض شمس	۹۷
۵۳۲	شیخ محمود ابن سید ملک	تصدیہ تعلیم		۵۵۶	شیخ نظام الدین شیرازی	دہلی	۶۰۱
۵۳۳	شیخ محمد ابن شیخ عارف	قریب ماٹو	۴۸۴	۵۵۷	شیخ نور قطب عالم -	پنڈوہ	۱۰۴
۵۳۴	شیخ محمد جی برہنہ سر -	احمد آباد گجرات	۴۸۶	۵۵۸	شیخ نصیر الدین محمود دہلی		
۵۳۵	مولانا مسعود بیگ -	.	۴۹۱	۵۵۹	جراغ دہلی - -	.	۱۱۵
۵۳۶	شیخ محمد ابن شیخ عارف			۵۶۰	سید نور الدین مبارک		
۵۳۷	چشتی - -	.	۵۸۲	۵۶۱	ابن سید محمد کرمان -	.	۱۱۸
۵۳۸	شیخ محمد ابن فضل اللہ	.	۵۹۷	۵۶۲	مولانا نظام الدین خاموش	.	۱۴۲
۵۳۹	مولانا محمد رضا شکیبی تخلص	.	۶۰۰	۵۶۳	مولانا نظام الدین نروال	.	۱۵۰
۵۴۰	میرزا خان خانانان -	.	۶۲۴	۵۶۴	شاد نجم الدین منڈوی ابن	تصدیہ تعلیم	
ن				۵۶۵	سید نظام الدین - -	قریب ماٹو	۱۵۳
۵۴۱	شیخ نظام ناگوری -	.	۳۸	۵۶۶	خواجہ ناصر الدین عبید اللہ		
۵۴۲	شیخ نور الدین دہلوی -	.	۶۷	۵۶۷	عرفت خواجہ احرار -	.	۱۶۶
۵۴۳	شیخ نور الدین ملک یار			۵۶۸	انجمن ضفای احرار -	.	۱۷۱
۵۴۴	پران - -	دہلی	۸۰	۵۶۹	مولانا نور الدین تاشقندی	.	۱۷۵
۵۴۵	سلطان نظام الدین اولیا			۵۷۰	مولانا ناصر الدین اتراری	.	۱۷۸
۵۴۶	ابن احمد ابن علی بخاری			۵۷۱	مولانا نور الدین عبدالرحمن		
۵۴۷	برایونی - -	دہلی	۸۲	۵۷۲	جامی - -	.	۱۷۹

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۵۶۵	شیخ نور الدین احمد			۵۸۱	ابراہیم - - -	برہان پور	۴۵۱
۵۶۶	مٹھوی - -	ٹانڈر	۱۹۵	۵۸۲	شیخ نصیر خان ابن قریش		
۵۶۷	شاہ نعمان - -	تحت قلعہ	۱۹۶	۵۸۳	خان - - -		۴۶۴
۵۶۸	شاہ نعمت اللہ چشتی -	آگرہ	۱۹۷	۵۸۴	شیخ نور محمد خلیل جانی پوری	احمد آباد	۴۹۰
۵۶۹	مولانا نظام الدین حسین			۵۸۵	شیخ نور الدین و شیخ		
۵۷۰	ابن مولانا علاء الدین			۵۸۶	شمس الدین - -		۴۹۸
۵۷۱	مکتب دار - -		۲۱۲	۵۸۷	شیخ نصیر جمال - -	نوساری	۵۰۵
۵۷۲	مولانا نور اللہ ابن مولانا			۵۸۸	شیخ نعمت اللہ شیخ پوری		۵۶۲
۵۷۳	حسین واعظ - -		۲۱۷	۵۸۹	شیخ نظام انبیسی -	انبیسیٹ	۵۷۷
۵۷۴	شیخ نصیر الدین تنیمی			۵۹۰	شیخ نظام تانیسری		۵۸۰
۵۷۵	انصاری - -	آگرہ	۲۲۱	و			
۵۷۶	شیخ نصیر الدین ہندوئی		۲۲۲				
۵۷۷	سید نظام متوطن ٹانڈر	ٹانڈر	۲۵۱	۵۸۸	شیخ وجیہ الدین بھٹی دہلی	دہلی	۴۵
۵۷۸	مولانا صرقتی - -		۳۱۲	۵۸۹	مولانا وجیہ الدین پالمی -	دہلی	۸۷
۵۷۹	شیخ نجم الحق جالیدہ		۳۲۲	۵۹۰	شیخ وجیہ الدین یوسف		
۵۸۰	شیخ ناہر سیانی -	مندسور	۳۲۳	۵۹۱	چندیری - - -	چندیری	۱۰۱
۵۸۱	شیخ نظام نارولی -	نارنول	۳۹۰	۵۹۲	مولانا ولی میان کاپی -		۲۷۴
۵۸۲	مخدوم نوح مالاکندی -		۳۹۵	۵۹۳	شیخ و بیان سندھی -	برہان پور	۳۰۷
۵۸۳	شیخ نظام مجذوب -	آگرہ	۳۹۵	۵۹۴	شیخ ولی محمد - -	برہان پور	۳۲۵
۵۸۴	شیخ نور الدین ضیاء اللہ			۵۹۵	شیخ دو داس شطاری		
۵۸۵	ابن غوث الاولیا -	لاہور	۴۲۱	۵۹۶	ابن شیخ معروف -		۳۸۵
۵۸۶	شیخ نظام مرید سید			۵۹۷	میان وجیہ سندھی -		۳۸۶
۵۸۷				۵۹۸	شیخ وجیہ الدین احمد علوی	احمد آباد گڑھ	۴۰۵

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۵۹۷	شیخ ولی ابن ملک شاہ	چرتھادی	۲۳۵	۶۰۴	شیخ یحییٰ ابن شیخ اسرئیل	منیر	۷۸
۵۹۸	شیخ ولی محمد ابن قاضی زلہ بران پور	خاندریں	۲۵۸	۶۰۵	خواجہ یعقوب ابن خواجہ	۶۰	
					ابن خواجگی	نرفالہ	۱۲۱
		۵		۶۰۶	شیخ یوسف بدما ایرچی	ایرج	۱۲۱
۵۹۹	سید پتہ الد عرف			۶۰۷	مولانا یونس لاکہ	.	۲۷۴
	شاہیر	احمد آباد	۲۳۰	۶۰۸	شیخ یوسف بنگالی	بران پور	۲۵۸
۶۰۰	شیخ ہانسا بخاری	احمد آباد	۲۱۹	۶۰۹	شیخ یوسف قادری	.	۳۷۰
۶۰۱	سید ہمتہ اللہ مرید خواجہ			۶۱۰	شیخ یوسف ابن شیخ		
	حسن	چولی میسر	۲۳۴		عبداللہ	آگرہ	۳۷۳
۶۰۲	شیخ ہمایون محبوب	.	۵۶۹	۶۱۱	شیخ یوسف ننگ ابن شیخ		
					داؤد ملتانی	آگرہ	۴۱۴
۶۰۳	شاہ یوسف ملتانی	.	۲۳۳	۶۱۲	شیخ یحییٰ کبیر بختیار	.	۵۰۲



مصنف کے مختصر حالات اصل کتاب موسوم بہ گلزار ابرار کے مصنف کا نام مولوی محمد غوثی ابن حسن
 ابن موسیٰ شطاری ہے مصنف نے کتاب کے آخرین حصہ میں جہان پر اپنے والد ماجد شیخ حسن کا بیان
 لکھا ہے۔ وہیں بلکہ اُسی ضمن میں اپنے حالات اور واقعات بھی۔ بالتفصیل تحریر فرمائے ہیں۔ مگر اجمالاً بیان
 اس طرح پر ہے۔ کہ مولانا ہجری سنہ ۸۵۰ ہجری میں قصبہ مائندو کے اندر پیدا ہوئے تھے۔ مائندو کو زمانہ قدیم میں منندو
 کر کے بولتے اور لکھتے تھے۔ یہیں پرورش پائی۔ اور یہیں بودوباش بھی رکھی تحصیل علوم میں شیخ وجیہ الدین احمد
 علوی احمد آبادی کے شاگرد تھے۔ اور طریقت میں سلسلہ بیعت غوث الاولیاء شیخ محمد غوث گوالیاری قدس سرہ
 تک پہنچتا ہے۔ اکبری سلطنت کا خاتمہ۔ اور جہانگیری عہد کا آغاز۔ آپ کے ہی زمانہ میں ہوا ہے چونکہ
 یہ زمانہ۔ علم۔ فضل۔ معرفت۔ ثروت۔ اور اعزاز و وقار کے اعتبار سے اہل اسلام کے حق میں گویا
 خورشید نصف النہار تھا۔ اس واسطے فقرا۔ صلیحا۔ اولیا۔ علما۔ فضلا۔ اور امرا وغیرہ وغیرہ بڑے
 اچھے اچھے لوگ اس بے نظیر قدر شناس زمانہ میں رونق بخش بزم حیات تھے مصنف کا علمی تیج معمولی
 اور صرف عقلی و نقلی علوم میں منحصر نہ تھا۔ بلکہ عرفانی و وجدانی کمالات بھی حاصل تھے۔ اگر کوئی اندازہ شناس
 طبیعت مصنف کا زور قلم و عرفانی و وجدانی معلومات کا صحیح اندازہ دریافت کرنا چاہے۔ تو اس کو
 اصل کتاب گلزار کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کیونکہ صنّاع کی دستگاہ کا صحیح اندازہ۔ خود صنعت سے ہی ہو سکتا
 ہے۔ تاہم اس کی کچھ جہلک۔ ناظرین ترجمہ گلزار سے بھی دیکھ سکیں گے۔

مصنف کے مسکن مانڈو کسی زمانہ میں مانڈو ایک عجیب پر نفا شاہی اور اولیا اللہ کا شہر رہ چکا ہے۔ یہ
 کے مختصر حالات - بستی ملک مالوہ میں شہر دہار سے بارہ کوس کے فاصلہ پر جنوبی سمت میں واقع ہے
 زمانہ قدیم۔ اسی بستی کے قلعہ میں ایک مدت دراز تک سلاطین خلجی اور غوری کا پایہ تخت رہا تھا کہتے
 ہیں۔ آب بے شمار بڑی بڑی عالیشان عمارتیں۔ اس اٹری ہوئی بستی میں دیران پڑی ہوئی بہائین
 بہائین کر رہی ہیں۔ اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔ بیت

از نقش و نگار و دیوار شکستہ آثار پدیدست صنایع عجیبہ را

تمام بستی میں اب چند مفلس بے سر سامان آدمی آباد ہیں۔ افسوس۔ وہ ذی ثروت اصحاب کمان گئے
 جنہوں نے یہ محلات اپنے اور اپنی جانشین اولاد کے آباد رہنے۔ اور عیش و آرام پانے کے واسطے
 بے شمار روپیہ لگا کر تعمیر کرائے تھے۔ اب نہ وہ لوگ ہیں۔ نہ اُن کی اولاد ہے۔ اور نہ کوئی اور نام لیا ہے
 واہ عجیب خداوند جل شانہ کی شان بے نیازی ہے۔ کیسی آباد اور سرسبز بستی۔ کس تباہ حالت میں جا چکی

کتاب کے مختصر حالات اس کتاب کا اصلی نسخہ فارسی زبان میں ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ اور ایکسٹریٹ
 کے درمیان میں یہ کتاب تصنیف ہوئی تھی۔ اُس وقت میں جہانگیری سلطنت کا دور دورہ تھا۔ اسی مرحوم
 شاہنشاہ کے نامی نام پر کتاب معنون بھی کی گئی ہے اولیا اللہ کے حالات میں یہ عجیب و غریب کتاب
 ہے۔ اولیا اللہ کے تذکرے اور بھی موجود زمانہ ہیں۔ مگر یہ کتاب بھی کتاب ہے۔ اس کے اندر ضمن
 حالات۔ جابجا تقریب تقریب اور موقع موقع سے تصوف کے نکات بلکہ وحدۃ وجود کے اقوال
 بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف نے حمد و لغت کے بعد۔ الہی اسماء کی جنگ کی داستان عجیب
 دل چسپی کے ساتھ لکھی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی مقدس ذات۔ قدیم ہے۔ نہ اُس کی
 ابتداء ہے۔ نہ انتہا ہے۔ ہمیشہ سے تھی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ (ابدالاً بابد) تک رہے گی۔ اور جس طرح اُس کی ذات قدیم
 ہے۔ اُسی طرح اُس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ اس بنیاد پر مصنف نے ثابت کیا ہے۔ کہ زمین۔ آسمان۔
 شمس۔ قمر۔ نیز دیگر کواکب۔ حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ غرض کہ تمام عالم کا طور و کچھ یہی ہوا ہے۔ باقضا
 کمالات اسمائی ہوا ہے۔ اور اس داستان میں ظاہر۔ باطن۔ قابض۔ باسط۔ اول۔ آخر۔ ضار۔ نافع۔ رحیم
 کریم۔ عدل وغیرہ وغیرہ اسماء کے افعال نہایت خوش نماشان میں بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب سن اولہ الی آخرہ
 انوکھے استعارات اور اچوتی تشبیہات سے مالا مال ہے۔ سچ ہے۔ بیت

خوشتر آن باشد کہ سردلبان | گفتہ آید در حدیث دیگران

یہ کہنا غالباً نامردوں نہیں ہے۔ کہ اس کتاب کی جان یا روح جو کچھ ہیں۔ یہ استعارات اور تشبیہات ہی ہیں۔ ایک تو اولیاء اللہ کے حالات۔ دوسرے ان حالات کے اداکار رنگ۔ بالکل زمانہ سے نرالا جس نے اصلی کتاب کا حسن دوبالا کر دیا ہے۔ آج کل کا تو کیا ذکر ہے۔ غالباً اپنے زمانہ تصنیف میں ہی یہ کتاب اپنی آپ ہی نظر ہوگی۔ اس کتاب میں ہجری ساتویں صدی کے آغاز سے لیکر سنہ ایک ہزار بائیس تک چار سو بائیس برس کے اولیاء اللہ کے حالات۔ جہاں تک بھی مصنف کو بھم ہو چکے ہیں۔ چارچین اور ایک ضمیمہ (خاتمہ) میں طبع کئے ہیں۔ ہر ایک صدی کے حالات جداگانہ چیمین میں اور بائیس برس کے حالات کچھ تو چوتھے چیمین میں شامل کئے ہیں۔ اور کچھ ضمیمہ میں۔ انہیں میں وہ بزرگ بھی ہیں۔ جن کے مبارک وجود سے زمانہ تصنیف بزم حیات میں زیب و زینت تھی۔

ترجمہ کا خیال پیدا ہونے کی بنیاد۔ ۔ ۔ ۔ یہ کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی۔ بلکہ روز تصنیف سے آج تک سوائے معدودے چند قلمی نسخوں کے۔ نقل کے ذریعہ سے ہی اس کی اشاعت کا ہونا پایا نہیں جاتا ہے۔ اور بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ ایسی بے نظیر کتاب۔ اس طرح کچھ گناہی میں پڑی رہے اتفاق وقت سے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ تقریباً دو سو برس کا لکھا ہوا۔ مکرمی و محترمی مجمع خوبی ہائے بیکران خان ذی شان جناب منشی محمد الہ یار خان صاحب عام فیضہ کو دستیاب ہوا۔ منشی الہ یار خان صاحب۔ اور منشی خدا یار خان صاحب دونوں حقیقی بہا کی شہر اُجین کے دولت مند امرا میں سے ہیں۔ صاحب اخلاق۔ صاحب ہروت۔ عالی درجات۔ ستودہ صفات۔ سراپا نیک۔ اور نیک سیرت ہیں۔ ان دونوں بہائیوں کو اگر نیرین برج سعادت کما جاوے۔ تو نامزدوں نہیں ہے۔ اور شہر اُجین وہی پرانی اُجین نگری ہے۔ جو زمانہ قدیم میں راجہ راجگان بکراجیت کا پایہ تخت رہ چکی ہے۔ غرض کہ جب اس کتاب کا قلمی نسخہ۔ منشی الہ یار خان صاحب کو دستیاب ہوا۔ تو صاحب مدح نے ازراہ دریا دلی و عام فیض رسانی چاہا۔ کہ یہ کتاب طبع کر اگر عام طور پر شائع کی جاوے۔ لیکن چونکہ اس کی دقیق عبارت۔ زمانہ قدیم کے رنگ میں بلاغت اور فصاحت کے حسن سے سرشار ہے۔ اور زمانہ حال کی جدت پسند طبیعتیں اس رنگ سے مانوس نہیں۔

اس واسطے ارباب مطالع کے انکار پر یہ خیال میں آیا۔ کہ چونکہ عام طور پر سب لوگ اصل کتاب سے
حفاظت نہیں اٹھا سکتے ہیں۔ لہذا اس کا اردو ترجمہ ہو کر شایع کیا جاوے۔ اس بنیاد پر خان صاحب
مدوح نے ازراہ حسن و ظن۔ ترجمہ کے واسطے یہ کتاب حوالہ فقیر مترجم کی۔

ترجمہ کے آغاز اور انجام کا بیان یہ مہتمم بالشان کام مجہد بیچ دان کی طاقت سے بہت زیادہ تھا۔ اس واسطے
باجو دیکہ سات آٹھ برس تک اصل نسخہ میرے پاس رہا۔ مگر میں کچھ کام نہ کر سکا۔ اور اس عرصہ میں اظہار
عجز و معذرت چند بار میں نے معافی بھی چاہی۔ مگر وہ مقبول نہیں ہوئی۔ بلکہ بجائے اس کے
خان والا شان کا اصرار شروع ہوا۔ مجبور ہو کر اس کام پر دل نہاد ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو یہ کام
مجہد ناچیز سے لینا تھا۔ اور کچھ ان بزرگوں کا تصرف تھا۔ جن کے حالات زینت بخش کتاب ہیں۔
کہ اس کام پر میری ہمت ہوئی اور زمانہ کی طرف سے بھی موقع فرصت کافی طور پر ملا۔ لہذا حق سبحانہ کا
نام لیکر مینے ہجری سنہ تیرہ سو چوبیس میں ترجمہ کا کام شروع کیا۔ اور اسی سال میں محض عنایت
الہی سے ختم بھی کر دیا۔

ترجمہ کے متعلق حق سبحانہ یہ بھی حق سبحانہ کی عنایت اور اولیاء اللہ کے روحی تصرف کا فیضان تھا۔ کہ دوران
کی عنایت اور اولیاء اللہ کے ترجمہ میں فقیر کو جو مشکلات اور دشواریاں پیش آئیں۔ وہ وقتاً فوقتاً ادنیٰ توجہ سے
روحی فیضان کا بیان - حل ہوتی گئیں۔ نیز خان والا شان کے دل میں اولاً ترجمہ کرانے۔ اور اس کے
بعد بصرت زیر کثیر چھپوانے کا خیال پیدا ہوا۔ اور بالآخر چھپوا ہی دیا۔ اور یہ بھی کچھ اللہ جل شانہ کی عنایت
اور فیضان مذکور کی برکت ہے۔ کہ اصل کتاب کا نام گلزار ابرار ہے۔ اس ردیف کو ساتھ لئے ہوئے
ترجمہ کا تاریخی نام مناسب مضمون کتاب اور بے نظیر آدکار ابرار برآمد ہوا۔ جس کو غزنی قاضی غریب الدین
رخشان جیوری سلمہ نے تجویز فرمایا ہے۔ بارے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بے انتہا شکر ہے۔ کہ یہ کام ہو گیا۔ اور
خوش اسلوبی کے ساتھ ہو گیا۔

حق سبحانہ کی عنایت کا شکر یا دگاروں میں بہترین یا دگار تصنیف اور تالیف ہے۔ اور تصنیف و تالیف میں ہی
اور مستحکم کی دعا۔ وہ حصہ جس کا موضوع حمد یا لغت یا اولیاء اللہ کے مقدس اور بابرکت حالات
ہوں۔ میں اپنے حقیقی منعم حق سبحانہ کا شکر یہ کیوں کر ادا کروں۔ کہ اس نے مجہد ناچیز کے ہاتھ سے ایسی
لے ضلع بلند شہر قسمت میرٹھ میں جیور نامی ایک قصبہ ہے۔ قاضی غزنی الدین رخشان اور مترجم اسی قصبہ کے باشندے ہیں

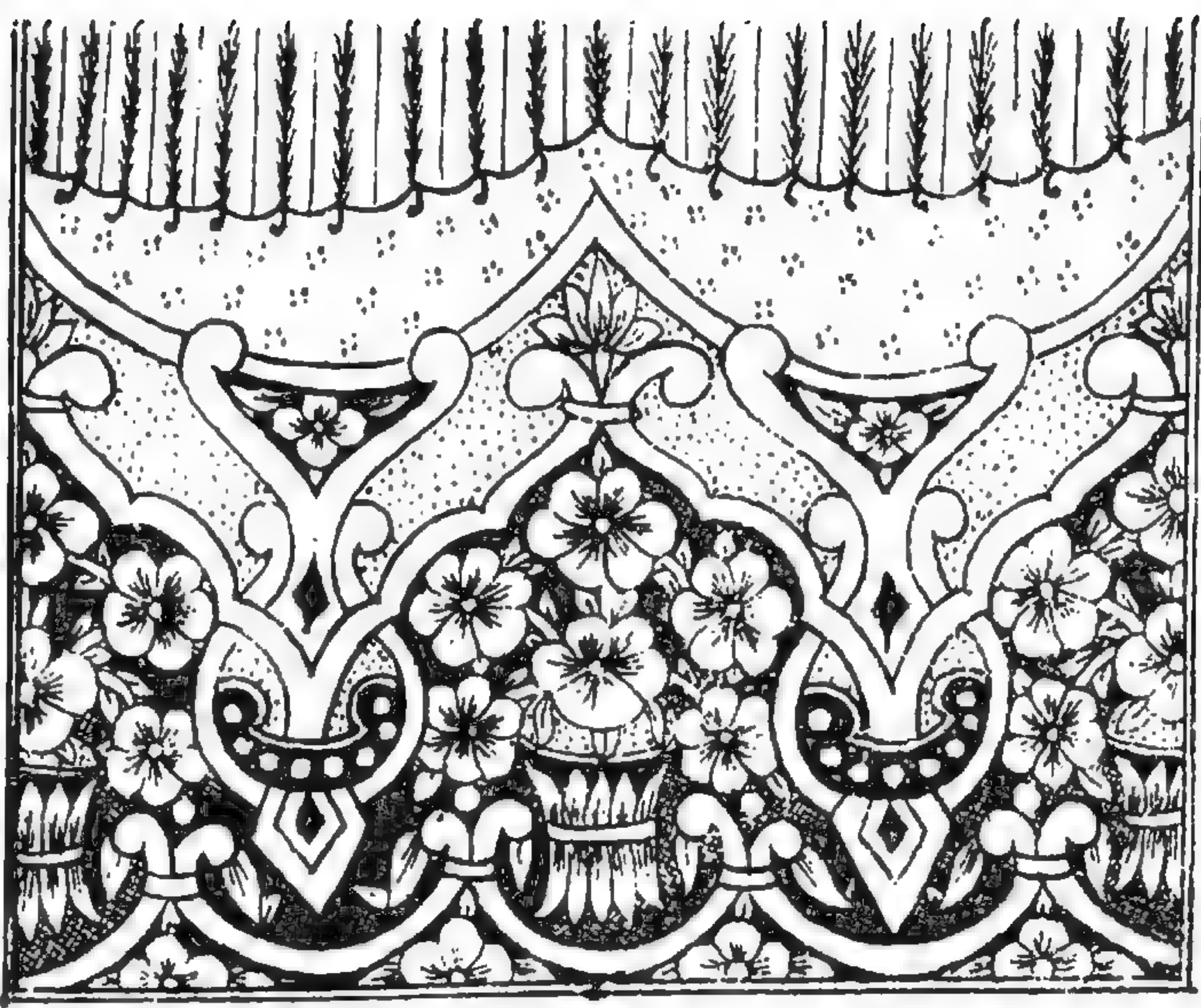
مقدس کتاب کے ترجمہ کی خدمت کی۔ اور محض اپنی عنایت سے پورا ہی کرادیا۔ اب بکمال ادب
 اُس کے حضور میں اس عاجز کی دست بستہ یہ دعا ہے۔ کہ جس طرح ترجمہ کے کام میں اُس نے بلا استحقاق
 مجھ کو امداد دی ہے اسی طرح محض اپنے فضل۔ احسان سے اس ہدیہ محقر کو مقبول عام ہی فرمادے۔ نیز
 ناظرین کو اس کے فیض و فائدہ کا کامل حصہ عطا کرے۔ نیز اس خدمت کے صلہ میں زمین۔ بلکہ محض اپنے
 انعام و اکرام سے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کے لصدق میں اس رو سیاہ
 خاکسار متزحم کے گناہوں کو معاف فرمادے۔ اور جناب دالا خان صاحب کو جو خالصاً مخلصاً
 توجہ اللہ ترجمہ اور اشاعت ترجمہ کا باعث ہوئے ہیں۔ اُن کی خلوص نیت کے صلہ میں دینی اور دنیاوی
 مرادوں میں کامیاب کرے۔ آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

ذرہ ناچینہ

فضل احمد عفا عنہ

مسترجم





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

این شاہی من شان الہی دارد
 کین نامہ بے شرف نگاہی دارد

این خطبہ من سکد شاہی دارد
 کارے نہ کشاید زہائی نگہ سان

وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَسْجُدُ لَكَ سَبِّحْ فَحَمْدُكَ کے تسبیح خانہ میں تمام کائنات اور موجودات
 کے افراد پر وہ علم (عدم) سے بزم عین (وجود) میں آکر سخن سرائی کر رہے ہیں۔ بعض سان حال سے
 اور بعض زبان قال سے۔ تاکہ ہر ایک فرد جس حرف کو سب سے زیادہ عالی مرتبہ سمجھے۔ اُس کو اپنے لیے
 تجویز کر کے خداوند متعال اور آفریدگار بہمال کی ستائش اور شکر گزاری کے لائق قرار دے۔ اگرچہ ایسے
 حرف کے آفریدگار عالم کی حمد کا کمال تو ظاہر ہوتا نہیں ہے۔ اور نہ آواز کو اَحْصٰی ثَنَاءٌ عَلَیْكَ کے
 سوا کوئی اور بات گوشِ لہامِ نبوت میں پہنچتی ہے۔ لیکن باہینہ جس حرف کی آواز میں دستی کا آہنگ ہوتا ہے
 وہ درجہ قبولیت پاتی ہے۔ اذنیٰ اُس کو وحدت کے باصفا اور عالی شان محل میں الہی توازش کا شرف
 حاصل ہوتا ہے۔ اور جو قول صدق و صفا کے نغمے سے معرا ہوتا ہے۔ وہ ہمیں حالتِ پستی میں رہ جاتا

۵۔ جتنی چیزیں ہیں۔ سب اوس کی حمد و ثنا کے ساتھ اوس کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں ۱۲

۵۔ اسے پروردگار عالم جو خاتیرے واسطے سزا دے رہا ہے۔ جہنم کا میں احاطہ نہیں کر سکتا ہوں۔ ۱۲

اور اُس کو رحمانی سرود خانہ میں قاقون طرقت پر جگہ نہیں ملتی۔

جس طرح حمد الہی کے تسبیح خانہ میں تسبیح و تقدیس کا دور جاری ہے۔ اسی طرح ^{علیہ} اِنَّ اللّٰهَ وَفَلَائِكَتْہُ
يُصَلُّونَ عَلٰی النَّبِيِّ کی خاتقاہ میں ہوا بید ثلثہ۔ آباے ثلثہ۔ اور امہات اربعہ غرض سب نے

خط فرمان برداری پر سر رکھ چوڑا ہے۔ بعض لفاظ کے ذریعے۔ اور بعض معنی مثل پرکار درود خوانی کے
چکر میں ہیں۔ تاکہ ہر ایک۔ اس درود خوانی کے پردہ میں۔ اپنی دعا اور ستائش کا اظہار کر کے سرمایہ درود کو بانی
شریعت و طرقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگشتی کا نگینہ اور حلقہ کر کے مانے گو نگینہ ہو یا حلقہ ہو۔
کوئی ہی ایسی قابلیت نہیں رکھتا ہے۔ کہ انگشت نبوت اور دست رسالت کے واسطے موزون
ہو۔ تاہم جو حلقہ اخلاص کے نگینہ سے مرصع ہوتا ہے۔ وہ ضرور انگشت قبول میں جگہ پاتا ہے اور جس
حلقہ میں غرض کے میل کا میل ہوتا ہے۔ وہ پینک دیا جاتا ہے۔ اور نیز آہنی کروون کی طرح۔ نامقبول
وہ مازون پر آویزاں کر دیا جاتا ہے۔

علیٰ ہذا تقیاس اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاٰخِلَافِ الْیَسْرِ وَالنَّہَارِ
کے ہنگامہ میں انواع و اقسام کے کوئی و مکانی مظاہر اور جواہر۔ کمالات اسمائی کے فرمان سے وجود میں
آئے ہیں۔ جن میں سے بعض نے طریق ہدایت قبول کیا ہے اور بعض غارِ مگر ہی میں اوندھے منہ جا پڑے
ہیں۔ مگر کیا باعتبار ترکیب۔ اور کیا باعتبار بساطت سب سے ہستی کی دورنگی قبا اولیٰ زیب بدن کر رکھی ہے
تاکہ ہر ایک فرد۔ ایک جداگانہ مظہر کی پیروی اور پرستش اختیار کر کے عنصری اور فلکی نمائش گاہ کی اصلی
غرض سمجھے نیز علمی اور عینی تعینات کی علت غائی معلوم کرے۔ انہی انتظام عالم کو اسکی قدرتی رفتار
کے بموجب قائم رکھے۔ باوجودیکہ نفس لامری حقیقت اور اصلی کیفیت مخفی ہی رہتی ہے۔ لیکن جس
خدمت کا سبب خدا طلبی ہوتا ہے۔ اُس خابستہ کا انجام دینے والا بالآخر اُس خدائی اسم کو پہنچ جاتا
ہے۔ کہ جس اسم کی خصوصیت کے ساتھ (جس اسم کی صفت کے ذریعے سے) وجود مطلق اس فرمان بردار
کی ماہیت میں مقید ہوا ہے۔ اور نیز وہ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ کی وسیع اور پرفضا آبادی میں خرامان خرامان ہوتا ہے۔
اور جس بندگی کا باعث دنیاوی نمود و نمائش ہوتا ہے۔ اُس کے کرنے والہ کو بجاالت بیداری۔ اوس کی
لے امداد اُس کے فرشتے پیغمبر پرورد و بھیجتے رہتے ہیں ۱۲۔ بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور
دن کے آمد و شد میں ۱۲۔ بیشک بخت اللہ کی ہی ہے ۱۲۔

آنہوں کی شکون میں چند خواب نظر آتے ہیں۔ اور وہ اپنی کوتاہ بینی سے فوری فائدہ پر راضی ہو کر
 مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ کے لق ووق میدان میں سہ گردان اور پریشان رہ جاتا ہے
 اِجْمَالُ الْعَاشِقُونَ اسی صفات کی باہمی رنگارنگ صلیح و جنگ کا رنگین قصہ ایک عظیم الشان
 داستان ہے اور ایزدی اسما کی شلخ و شلخ منازعت ایک عجیب باغ ہے۔ خالق کائنات کی
 شائیں اور قابلیتیں ایک مرد آزماعہ کر ہے۔ اور خدائی تجلیات کی کشاکش سے دل کو صحیح و سالم بحال بچانا
 ایک جادوئی بہشت ہے۔ یہ گفت و گو عجب دل آویز گفت گو ہے۔ اس کا مختصر بیان اس طور پر ہے۔
 یعنی باطن کا اندیشہ یہ کہ گنت گنت کس کے بے باجواہر کو ظاہر کا ہاتھ تک نہ لگنے پاوے۔ اور ظاہر
 کی فکر یہ۔ کہ اَنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَ الْاٰخِرَةِ نفس خزانے باطن کے تہ خانہ میں مخفی نہ رہیں۔ اور علی ہذا
 قابض و باسط۔ اول و آخر مضار و نافع یہ سب او نیز دیگر تمام اسما جو باہم متقابل یک دیکر
 ہیں خواہان کار ہوئے۔ اور ہر ایک اپنی ذاتی خصوصیات پر ناز کر کے خلافت اور سلطنت کا طلب گار
 ہوا۔ پس چاروں اچانک نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سب نے اپنا تفسیہ مدار المہام مالک کی بارگاہ میں رجوع کیا مالاہم
 نے آنے والوں کو ملک کے پائے تخت میں حاضر کر دیا۔ وہاں پر سلطان الاسما نے ارباب
 تنازع کو اپنی نوازش اور خاص توجہ سے خوش کر کے اولاد دولت خانہ جمال و جلال میں ٹھیرایا۔ اور بعد
 یہ توسط سار پروردہ فرمان وہی عطا فرمانے کا عہد و پیمان ہر واحد کے ساتھ علیحدہ علیحدہ اس طرح کیا
 کہ ایک سے عہد و پیمان سے دوسرے کو بالکل آگاہی نہ ہوئی۔ اس کا آخرین نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سب کے
 دماغوں میں آرزوے فرمان روائی کا ایک جوش پیدا ہو گیا۔ جب اس طرح سے آمادگی جنگ ہو کر علم کمل
 گئے۔ تو خمیر جاسوس نے شاہنشاہ ذات کے حضور میں اسما اور صفات کی باہمی جنگ جہال کا
 حال اس طرح پر ظاہر کیا۔ کہ اسما۔ صفات۔ اور افعال کے شکرون میں کمال کش مکش اور دار و گیر
 پیدا ہو گئی ہے۔ اُس وقت سلطان احدیت کا حکم صادر ہوا جس کے بموجب چھار نقیب نے
 سب کے ہاتھ باندھ کر حضور ذات میں حاضر کر دیا۔ حضور سے نور و زبر کو حکم دیا گیا۔ کہ صلیح
 کرادی جاوے۔ اس طرح کہ پیمان شکنی نہ ہو۔ اور ہر ایک کی آرزو پوری ہو جاوے۔ نور نے

۱۵۔ دو آخرت میں۔ بے نصیب ہے ۱۲۔ اور جتنی چیزیں ہیں۔ ہمارے ہاں سب کے خزانے رکے

خزانے بہرے پڑے ہیں ۱۲۔

مختار پیشکار کے مشورہ سے حکیم اور عدل کو منتخب کیا۔ اور کہا۔ کہ اسمائی شورش ایسی تدبیر سے
 فرو ہونی چاہیے۔ کہ سلطان الاسما کے اقرار و اد میں یقین نہ آوے۔ اور باہنہ سب کی
 خواہش پوری ہو جاوے۔ ان دونوں برگزیدہ اصحاب نے یہ باہمی مصالحت کا کام علیہم و خالق
 کے سپرد کیا۔ اور ان دونوں صاحبان دانش و بنیش نے مبدع اور مبدیٰ کے اتفاق سے
 مظاہر کی بہت سی اقلیمیں۔ ہر ایک اسم کے مناسب حال علم کے وحدت خانہ اور عین کی بزم گاہ میں
 ترتیب دیں۔ اس تجویز سے ظاہر و باطن کا شور و غوغا ایک بارگی مبدل بہ سکوت ہو گیا۔ اور
 جس قدر تقاضائی تھے۔ سب کے سب کسی جگہ آمد اور کسی جگہ مامور ہو کر اپنے اپنے حصہ ملک
 میں فرمان روا ہو گئے۔

القصد ایک روز جامع کے دلکش مکان میں۔ صفات جلید کے بہت سے گروہ
 فراہم ہوئے۔ اور اس بات کے شکرانہ میں۔ کہ تنازع کا گرد و غبار فرو ہو گیا۔ جشن کے نام سے ایک
 انجمن منعقد کی۔ اور اس میں باہم استحکام کے ساتھ عہد و پیمان کیا۔ کہ ہم اس صاحب صلح کل کے
 بہشت نامکان سے ہرگز جنبش نہ کریں گے۔ جامع نے یہ حال ذات مقدس کے حضور میں
 عرض کیا۔ حضور ذات نے قبول کر کے تخت و جوب پر اجلاس فرمایا اور اذن عام دیا۔ اس وقت
 یکایک اِنِّیْ بَآئِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کی منادی ہوئی اور آدم خاکی کا کالبہ بنایا گیا۔

بیت

دوش دیدم۔ کہ ملائک در میخانہ زدند
 گل آدم بسیر شتند و بہ پیمانہ زدند

یہ حال دیکھ کر صلح کرانے والوں نے اور نیز صلح کرنے والوں نے غرض کہ سب نے اس لزہت آباد مقام
 پر ترم کنان ایک مجلس حقائق ترتیب دی۔ اور اس میں ازراہ اُلفت و محبت باہو وحدت کا دور چلا۔
 اور عالم مدہوشی میں ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق کر کے راحت یاب ہوئے۔ اور ذات اقدس
 کی حمد و ثنا کر کے اپنا اعتبار پیدا کیا۔ خلاصہ یہ۔ کہ صاحبان جمال و جلال نے جب جامع نامی مجموعہ
 قابلیت کا تماشا خانہ اچھی طرح دیکھ لیا۔ تو ہر ایک کے دل میں ہوس اور سابقہ عہد و پیمان کے
 خیال سے یہ جوش پیدا ہوا۔ کہ ایسی آباد اقلیم کا صاحب تاج نہا میں ہی بنوں۔ اس واسطے نسل آدم سے

بے شمار انسانی مظاہر پیدا کئے گئے۔ اور چہرہ نویں مصویر نے اون کی فہرست کے اوراق کو حوالہ
 مہیٰ کیا۔ اور فرمان لکشت بریک اور باتشال قالوا بیلے ہر ایک انسانی منظر کو منجملہ اسماء ایک
 اسم کے تحت میں لکھ کر انسانی منظر کو اس اسم کی حکومت کی قلم رو قرار دیا۔ لیکن جو صوبہ دار قائم ہو چکے
 تھے۔ وہ بوجہ سابقہ عہد و پیمان کے جامع اور احدیت کی دار السلطنت سے اپنے اپنے حصہ ملک
 کو جو انہیں دار الملک شہود میں ملا تھا۔ کوچ کر نہیں سکتے تھے۔ لہذا چاروں ناچار اپنے آثار و احکام
 یعنی گماشتوں کو مقرر کیا۔ کہ ہر ایک مالکانہ حیثیت کے اپنے مقام پر ملوک کرے۔ حکیم اور عدل نے
 بھی حکمت و عدالت کو امین الملکی کا عہدہ عطا فرما کر صدر الذکر حکام کے گماشتوں کے عقب میں
 روانہ کیا۔ چونکہ سلطان وجود کے قرب اور نیز قہر کے سبب کے شہر میں آثار تقابل سر نہیں
 اٹھا سکتے تھے۔ اس واسطے حکام صوبہ دار نے ستار و عقار کو درمیان میں ڈال کر حضرت سلطان
 اسماء سے اس طرح خفیہ اجازت حاصل کر لی۔ کہ عدل کو خبر ہی نہیں ہوئی۔ جو گروہ بہم تقابل
 اور ضد یک دیکر تھے۔ اب انہوں نے اختلاف اور تباین کے خاندان ناسوتی اقلیم و عالم
 اجسام المین مقرر کیے۔ آثار و احکام یعنی صوبہ داروں کے گماشتے بھی ان معافی (تقابل) کو اپنی
 حکام میں مخفی سمجھے ہوئے تھے۔ اس لیے انہوں نے آنے والوں کو ہاتھوں ہاتھ لیکر اپنے دار الخلافہ
 میں ہر ایک کے واسطے جو مکان مناسب سمجھا۔ نام زد کر دیا۔ اس اثنا میں یکایک شاہنشاہ احمدیت کی یادگار
 سے دوری پیدا ہو گئی اور عقل و نفس کے بارہ میں۔ اور نیز یہ کہ جو اسرار و اعراض جداگانہ صورت میں کس
 منشا سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس کے بارہ میں اختلافات جو ظاہر ہوئے۔ وہ الگ رہے پس میں قدر
 خرابی ملک میں پیدا ہوتی گئی اسی قدر صفات حمیدہ بیان سے سامان اقامت اور آثار عالم
 ملکوت کو ہجرت کرتی گئیں۔ اوصاف ذمیرہ کے ساز و سامان فراہم ہو گئے ملک کی کارروائی نفس
 کے ہاتھ میں آئی۔ روح جس کو رب مطلق کا نائب کہنا چاہیے۔ اس کے خان و مان کی رونق جاتی رہی
 اور خاندان نفس کی آبادی شروع ہو گئی۔ امین الملک کو معزول کر کے۔ قید کر دیا۔ اس سبب اکثر متخاصم
 کو یہ کہ شہر تالیخ۔ اور ہبک انسان تباہ ہو گئے۔ مگر جو لوگ کوشش کر کے ازراہ اخلاص امین کے
 عزت خانہ میں پہنچ گئے۔ اور امین کا ارشاد گوش قبول سے شکر اپنے دل کا دامن آہستہ آہستہ

کارکنان نفس کے ہاتھ سے کیمنچ لیا۔ اور جس طرح کامین نے راستہ بتایا۔ اُسی طرح منزل در منزل قافلہ ہدایت کے ہمراہ چلکر حد تک دارالسلطنت میں جا پہنچے تو اون کو راہبر یعنی امین صاوی کی بارگاہ میں حاضر کر دیا۔ اس حقیقی رہنما یعنی صاوی نے دادخواہان عالم خاکی کی حقیقت حال کا ترجمہ اپنی زبان میں بحضور اقدس عرض کر کے التماس کیا۔ کہ نفس کے دستِ ظلم سے رہائی دی جاوے ارشاد ہوا کہ جو لوگ بارگاہ وحدت میں حاضر آئے ہین۔ یہ سب حفیظ اور منغیث کی حمایت میں سپرد کر دئے جاوین۔ تاکہ آئندہ ہر اوس نالائق نفس کی بداندیشی سے ان کو اذیت نہ پہنچے۔ اور جو شیوہ صلح کل کا اسما و صفات کے لشکر و ن میں حکیم و عدل کی تدبیر سے قایم ہو گیا ہے۔ وہ ہی طریقہ صلح کا بیان ذریعہ فرمان امین الملک جاری کر دیا جاوے۔ ان دونوں صاحبوں نے باہم موافقت اور مصالحت کر لینے کے واسطے حکم صادر فرما کر جو مظلوم تھے۔ اُن کو یکجاں سرفرازی واپس کیا۔ اس حال پر جب خدایان عالم ناسوت کو آگاہی ہوئی۔ تب دواسپہ اُسٹے پائون بہانگے اور ہفل اسفلین میں آکر دم لیا۔ اور انسانی دربار میں جا بجا گوشہ گزین ہو گئے۔ اس کے بعد ہر ملکوت اعلیٰ کے قافلہ والوں کی آمد و رفت کا سلسلہ اس عالم میں شروع ہوا۔ اور عالم جبروت کے سودا گردن کا داد و ستد عالم شہود کے باشندوں کے ساتھ از سر نو آغاز ہوا۔ غرض کہ جہان و جویب نے صحراے امکان کے ساتھ اتصال پیدا کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو افراد بارگاہ الہی میں گئے تھے۔ اُن میں سے بعض افراد نبوت و رسالت کے معزز تخت پر جلوں فرما ہوئے۔ اور بعض کو ولایت و امامت کی اقلیم کشائی کا مرتبہ عطا ہوا۔ اور اس طور پر سب نے طریقہ رہنمائی اختیار کر کے خود شناسی کے چہرہ کو خدا دانی کے رنگ سے رونق دی۔ اور نجمہ کار فرمایان بارگاہ الوہیت کسی نہ کسی کے ساتھ۔ ہر ایک نے نسبت پیدا کر کے صوبہ انبیش میں اپنی اپنی باری سے درود فرمایا۔ اور تذکرہ نویسون کا گروہ جو عقب سے پہنچا۔ اُس نے اپنی قلم کو ان اصحاب کے حالات لکھنے میں رطب لسان کیا۔ جو بَاطِنُہُ فِی الرِّجْمِ وَظَافِرُہُ مِنْ قِبَلِ الْعَذَابِ کے سُنَّانِ جنگل میں بیٹھے ہوئے اپنے دلوں کی تعمیر اور صفائی میں مصروف ہین۔ اور اوراق تحریر کو ارباب بصیرت کے لیے عبرت نامہ بنایا۔ یہ مختصر حالات جو گزارش ہوئے۔ ازل سے ابد تک کی

ملکہ۔ جو دروازہ کے اندرونی طرف ہے۔ (جدہر سلمان ہین) اوس سے تو (خدا کی) رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی طرف

(جدہر سناق ہین) عذاب (الہی) ہوگا۔ ۱۲

سرگزشت کا ایک نمونہ ہیں۔ کیونکہ حال جو گزر رہا ہے وہ ایک ہی طریقہ پر گزر رہا ہے۔ ماضی مستقبل زمانہ کے صرف اعتباری نام ہیں۔ درویشوں کی معلومات جس صیغہ میں کہ قلم تعبیر سے ادا ہوگی۔ اس کو تغیر و تبدل نہیں ہے۔ معنی پس حاصل بالمصدر ہے۔ اس کے سوا کچھ ہی نہیں۔

بیت

امروز دہری و دی فردا ہر چار کے بود تو فردا

بیت

اُنچہ ما گفتم دی امروز میسگوید کے باز چون فردا شود شخصے دگر متکلم است

تمہید فراہم آمدن این نامہ و شمع از بیان عیش

اما بعد۔ حیران انجمن دانش و نبیش۔ سرگردان بادیہ عجز و نادانی۔ نو آموز دبستان عقل و نقل۔ یچہدان صومعہ کشف و تحقیق محمد غوثی ابن حسن ابن موسی شطاری جَعَدَ اللہ مَمْسُوحِ احَبِّہُمْ عرض کرتا ہے۔ کہ جب حسب فرمان امرایادی۔ اس ہچہدان کی نوبت آئی۔ حافظ۔

درد مجنون گزشت و نوبت ماست ہر یکے پنج روز نوبت اوست

تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ مثلِ قدس اللہ اسرار ہم کے حالات ترتیب اور تالیف کرنے چاہئیں۔ یہ آرزو میرے دل میں ہجری سنہ نو سو اٹھانوین کے آغاز سے آتی تھی۔ اور جاتی تھی۔ جب ہجری سنہ ایک ہزار اٹھ شروع ہوا۔ اور ادلیا سے ہند کے کچھ حالات۔ کتاب اکبر نامہ میں نظر سے گزرے۔ تو آرزو سے مذکورہ دل میں جاگ رین ہو گئی۔ لیکن خلیفہ خانہ دل سے باہر نکل کر میدان عبارت میں نہیں آتی تھی۔ حتیٰ کہ ہجری سنہ ایک ہزار و نول آگیا۔ اور کشور کاشنشاہ اکبر شاہ نے بارود فتح دکن و خاندیس کوچ فرما کر دالاسلام برہان پور میں مقام کیا۔ یہاں شکر کے ہمراہ امرا اور فضلا بھی تھے جن میں سے بعض کو متاخرین ادب ہم عصمہ بزرگوں کے احوال و اطوار کے مطالعہ کا شوق تھا اور میرے ارادہ سے بھی واقفیت تھی۔ ایک روز ان اصحاب کے جلسہ میں مجھے دریافت کیا گیا۔ کہ جو خیالات تمہارے ضمیر میں ہیں۔ ان کو قدیم قلم میدان عبارت میں اب تک کیوں پیش نہیں کیا۔ اس کے جواب میں مجھے کو حیرت ہوئی۔ اگر یہ کست ہوں۔ کہ زمانہ کی کج رفتاری و ناسوائفقت اور

میری غفلت و کم استعدادی نے مجھ کو باز رکھا۔ تو یہ جواب معمولی اور عادیہ عام ظاہر بین لوگوں کا ہے۔ اور اگر یہ کہتا ہوں کہ کارخانہ الہی میں حکم لایسٹل عَمَّا یَفْعَلُ گفت و شنید کی گنجائش نہیں۔ تو یہ گفت و گو ان یکتا لوگوں کی ہے جنہوں نے گوشہ وحدت اختیار کر رکھا ہے۔ چونکہ کوئی طرز جواب کے واسطے موزون معلوم نہیں ہوئی۔ لہذا چار و ناچار خاموشی اختیار کی۔ اس بنیاد پر سو اسے بے توجہی کے کوئی مانع نہیں سمجھا گیا۔ اور ادھر اصحاب موصوف کی خواہش درآرزو صد درجہ کی بڑھی ہوئی تھی۔ پس جہان تک ہو سکا۔ کمال کوشش اور ترغیب کام میں لائی گئی۔ اور نامہ و پیام کے ذریعہ سے اہتمام سابق کی تجدید کی گئی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو منظور تھا۔ کہ جوابات اندیشہ میں تھی۔ وہ ظہور پذیر ہو گئی۔ اور قلم نے تحریر کرنا شروع کیا۔ خدا شناسوں کے برگزیدہ احوال و اوصاف ہجری ساتویں صدی کے آغاز سے لیکر ایک ہزار سے کچھ زیادہ تک فراہم کیے گئے۔ اور یادداشتوں کی نوہار سے ارباب زمانہ کے دلوں میں بے انتہا شگفتگی پیدا کی گئی۔ خدا کرے۔ دوستوں کا معرفت پذیر دماغ یقین و عبرت کی خوشبو سے معطر ہو۔

سخن در آرایش نامہ بنامی نامی کہ بنوید بی و شہ آمد

زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ سخن کے تصویر خانہ کا نقش و نگار سے سجانے والا جس کو آرتا علم نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پیدائش کے اولین روز سے اس وقت تک اپنی فصاحت و بلاغت کی قلم سے سابقہ تصویر خانوں میں یعنی معرفت و کرامت کی تصنیفات و تالیفات میں گونا گوں رنگ آمیزی اور چہرہ کشائی کام میں لا چکا ہے۔ اور افسانہ نگاری میں کمال صفائی پیدا کی ہے۔ تاکہ عروس الفاظ کی زیب و زینت اور شاہد معانی کا حسن و بآلا ہو۔ پس سنی طرح اس نے راقم کے رسالہ کی طرف ہی توجہ فرمائی جس میں بالکمال مشائخ کے احوال کی صورتیں دکھائی گئی ہیں۔ عبارت کے قالب کو یوسفی حسن سے آرایش دی۔ اور اشارات کے کالہد میں عیسوی نفاس پہونک کر جان ڈالی۔ اور معاً اسی وقت یہ خیال ہی پیدا ہوا ہر گاہ ان چند یادداشتوں کو مجھ جیسے شخص کی قلم نے ترتیب دیا ہے۔ جو زمانہ کے نزدیک محض نامہ آشا ہے لہذا یہ رسالہ اس قابل نہیں ہے۔ کہ اس کا دیباچہ شہنشاہ زمانہ کے نام تحت فرجام سے معنون کرنے کی ویکی کی جادے۔ پس بہتر یہ ہے۔ کہ بارگاہ خلافت میں جو اصحاب۔ ظاہری و معنوی دولت کے اعتبار سے برگزیدہ

ہیں۔ ان میں سے کسی ایسے عالی درجہ صاحب کو اپنی امتیازی نظر سے منتخب کروں جو ہر ایک گفتار و کلام کے رنگ و روش اور طرز ہیئت سے واقفیت رکھتے ہوں۔ اور ہر ان کی بزم نشاط میں باغچہ درویشی کے اس گلہ ستہ کو ہدیہ پیش کروں۔ اس ارادہ سے جن عالی رتبہ اصحاب کی ذاتی و صفاتی خوبیاں مجھ کو ذریعہ عقل و نقل معلوم ہوئی تھیں۔ ان کے محابہ و محاسن۔ خصوصیت کے ساتھ ذہن میں مستحضر کیے۔ اور چمن خیال میں سب کو مدعو کر کے ایک محفل ترتیب دی۔ اور بہت کچھ غور و فکر کو کام میں لایا۔ کہ اس عود سرشت عروس کا خطبہ کس کے نام نامی سے نام زد کروں۔ بعد غور یہ مناسب معلوم ہوا۔ چونکہ یہ ناطقہ کی حسین و جمیل خستہ نسل خرد سے ہے۔ لہذا خیال انجمن میں جو اصحاب تشریف رکھتے ہیں۔ ان میں سے خرد ہی جس کسی کو منتخب کرے۔ اسی کے نام سے یہ دختر نام زد کر دی جاوے۔ مگر اس فیصلہ پر فصلت الصفات گوشہ دل سے اور قوت دہن کنارہ باطن سے۔ گہرا کر پریشان حال دونوں اوٹھ کٹری ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اس کا خیر سر کا اختیار تمہا خرد کو نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بارہ میں مشورہ ان اصحاب سے لیا جاوے۔ جو اس کا فدی خانقاہ میں گوشہ گرین ہیں۔ اور جب اجازت ان کی طرف سے حاصل ہو جاوے تب ولی مدعا ظاہر کرنا چاہیے۔ اس قرار داد پر دل نہاد ہو کر چند سال تک انتظار کرتا رہا۔ لیکن جو اصحاب عالم خاک سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ان کی طرف سے کسی قسم کا ایمانہ ہوا۔ ایک دفعہ رات کا ذکر ہے۔ کہ دل بلول مٹا اور حالت غم میں سر بہ زانو بیٹھا ہوا تھا۔ نسبت نامقبولیت نامطرح طرح کے خیالات ستا رہے تھے۔ اسی اثنا میں غنودگی جو مقدمہ مدہوشی ہے۔ پیدا ہوئی۔ جو اس جو غم نا اُمیدی سے نصف کے قریب جا چکے تھے۔ تمام و کمال رہے سے ہی باطل ہو گئے۔ اور روح جو قائل لفظ انا (میں) اور اس ویرانہ کاشحنہ ہے۔ بجا **اللہ یَتَقَرَّبُ** **الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَافِعِهَا فِيمَا تُقِیُّ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْآخَرَةَ** عالم مثال میں جا پہنچی۔ جب راستہ میں ایک سایہ دار درخت کے قریب پہنچی۔ تو دہان پر درخت کے نیچے ایک نورانی شکل پر کو دیکھا کہ ایک آراستہ تخت پر ٹمکن ہیں۔ صاحب تخت کی کمال ہیئت اور حسن ہیئت کے مشاہدہ نے مجھ کو آگے بڑھنے سے باز رکھا۔ ناچار ازراہ امید واری و ادب ہاتھ باندھ کر خادمانہ سایہ کے ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ یکا یک ایک پرند نے جو طوطی کی طرح سبز رنگ اور ایک شاخ درخت پر بیٹھا ہوا

۱۵ لوگوں کے مرنے وقت اللہ ان کی روحوں کو (اپنے پاس) بلا لیتا ہے۔ اور جو لوگ مرے نہیں (ان کی روحیں بھی) ان کے سوتے وقت (خدا کے ان بلاں جاتی ہیں) تو جن کی نسبت (خدا) موت کا حکم صادر فرما چکا ہے۔ ان کو (اپنے ہاں) رو کے رکھتا ہے۔ باقی (سوتے) (اون) کو (پہر دنیا میں) بھیج دیتا ہے ۱۲۔

تہا اپنا سرا دینا چاہ کر کے۔ ایک پٹا ہوا کا غذا اپنی منقار کے تحت پرچھوڑ دیا۔ اُس وقت اُس روحانی شکل تحت
 نشین نے بار از اُنس و محبت مجھ کو پکارا۔ جب میں دو تین قدم آگے بڑھا۔ تو دل میں یہ غلش پیدا ہوئی کہ
 اس وقت موقع گفتار تو حاصل ہے۔ لیکن دریافت کے واسطے زبان کس طرح کہوں۔ کیونکہ تحت نشین
 کا رعب بیان تک غالب ہو گیا تھا۔ کہ دیکھنے کی آنکھ میں اور نام پوچھنے کی۔ زبان میں بلکہ جان میں ہی۔ طاقت
 نہیں رہی تھی۔ صاحب تحت نے یہ کیفیت میری موجودہ حالت سے معلوم کر لی۔ اور فرمایا۔ کہ میرا نام
 عبد اللہ ہے۔ اور نامہ لانے والا پرندہ تمہاری صورت علیہ کی مثال ہے۔ یہ ارشاد سنتے ہی مجھ کو یقین
 ہو گیا کہ شاہ عبد اللہ شطاری ہیں۔ قدسنا اللہ بآسراہ المقدستہ اس کے بعد وہ پٹا ہوا کا غذا میرے
 سپرد کیا۔ اور فرمایا۔ کہ پڑھو۔ مضمون مندرجہ کا غدیہ تھا۔ جو سترائے شہادت تھا۔ کہ ملک کتاب جو عبارت
 اور الفاظ ہیں۔ اگر اسپر تم کو اعتماد نہیں ہے۔ تو مضائقہ نہیں۔ لیکن کتاب کے ملکوت پر جو احوال شائع کا
 بیان ہے۔ تکیہ کر کے شہنشاہ زمانہ کے عظیم الشان نام پر کتاب کو معنون کرنا چاہیے اور تو واضح کو جس کا ثمرہ
 اس خاص جگہ پر بخود می ہے۔ کسی دوسرے مقام پر کام میں لانا۔ جہاں تو واضح کا نتیجہ التفات ہو۔ تم کلام
 الحاصل یہ جامع کلام سکر فوراً یہ بات ذہن میں نقش ہو گئی۔ کہ درحقیقت الفاظ تو لفاظ ہیں معانی نفیہ کا۔ عبارت
 ڈبہ ہے مفہومات کے جواہر کا۔ اور کاغذی نقوش عزیمت ہے معشوقان مدلولات کی تسخیر کا۔ نظر اور فکر کو صرف
 لفاظ۔ ڈبہ۔ اور نقوش تک قاصر۔ اور لفاظس۔ جواہر۔ اور جمال کے نظارہ سے محروم رکنا گویا ایسا ہے۔ کہ
 جیسے دقیقہ شناسی کو معطل کر کے ظاہر بینی کو مد نظر رکنا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ جب اس خیال کی تائید فرود
 غیبی نے کی۔ تو مینی قلم کو دلیری کے ساتھ جنبش دی۔ اور دیرینہ مطلوب۔ جس کے چہرہ کو اس کے کمالات اور
 استغنا نے میری تواضع اور عجز کے برقع میں اہل کتاب کی نظر سے چھپا رکھا تھا۔ اس پر عرصہ کے بعد میں کامیاب
 ہوا۔ اہان الفاظ میں جناب باری عز اسمہ کا شکر ادا کیا ^{لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ} الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ۖ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آعَظَمَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ
 شَرَّ هَدَى ۖ اور جو اصحاب اس نامہ کے ختم کا انتظار فرما رہے تھے۔ اُن کو یہ غیبی خبر وہ سنا خوش کیا
 بے اختیار صاحبان دانش و نبش ارباب کشف و یقین اصحاب جذبہ و بیخودی کو جو حضو
 ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جس نے اپنے بندہ (محمد پر قرآن اتارا) خدا کا شکر جس نے (ہر طرح کا) ہر غم ہم سے
 دور کر دیا ۱۲ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جس نے ہر مخلوق کو اُس کی اخاص طرح کی ا بناوٹ عطا فرمائی۔ ہر اور کو
 (اُن اغراض خاص کے پورا کرنے کی) راہ دکھائی۔ (جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے ۱۲۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَلَمْ تَكُنْ مَعَهُ قَبْلَ هَٰذَا يَوْمَ تَكُونُ مَعَهُ يَوْمَ الْمَعَادِ وَتُسْأَلُ عَنْ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَلَمْ تَكُنْ مَعَهُ قَبْلَ هَٰذَا يَوْمَ تَكُونُ مَعَهُ يَوْمَ الْمَعَادِ وَتُسْأَلُ عَنْ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ

رکھتے تھے تشریف آوری کی تکلیف دی رباعی

کردند برینِ روضہ جان بخش عبور

مردانِ حسد آمدہ از گنجِ حضور

آن محشر موجود بہ چشمِ غم

اکوست کہ حشر تا نایم بعباس

ناکہ تفکری بہر حق میں تشریف از زان فرما کر نہ بد گویائی و شنوائی اپنے تعبیری وجود سے فیض بخشی فرماوین جس طرح کہ اوس وقت اپنی نمود و نمائش سے حس باصرہ کو فیضان نور فرماتے تھے۔ جب کہ عنصری ترکیب کا جامہ زیب بدن کئے ہوئے تھے اور عبارت کے آبِ حیات سے جسکو روح القدس کی رشحات کننا زیبا ہے۔ اور کلمات کی سیلابی سے جو نفسِ رحمانی کی باونیم ہے حیات جاوید حاصل کریں۔ اور اس گلزارِ ابرار کی فضا میں اپنے قیام کے لئے انجمن بنائیں۔ تاکہ ماقم کی مراد باحسن الوجہ حاصل ہو جو بکلم غیبی اس معنوی مجلس کا ترتیب دینا ہی اس شخص سے کہ وارث یکتای فرمان وہان با استحقاق خلف یگانہ جہان دالانِ سعادت ہم وثاق۔ رائق با دیا سے بینائی و نبیشت۔ مرکزِ دائرہ فطرت و آفرینش۔ جامعِ مراسم خلافت نشاتین مجموعہ لوہم کمال صورت و معنی۔ پرتو مرآی قلوب۔ مرآۃ مرادات انا متوئی ضمیر خاص و عام۔ سایہ الطاف پروردگار۔ سرمایہ بقاے روزگار۔ گوہر فردوس و ہیم صاحبقرانی۔ زلف آراے چین مملکت مغفوری۔ چہرہ نماے آئینہ تصرف سکندری۔ بادہ گسار جامِ شربت جمشیدی۔ آئین بند و مقصدت انوشیروانی۔ ناوک انداز کمان نیروی رستمی۔ رونق افزاے سر پر سلطنت کیخسروی۔ نقش نگین ملک سلیمانی۔ تمثیل معجزہ انفاس عیسیٰ۔ صورت گفتار فصیح جبریل۔ پیکر محکمات صحیح تنزیلی۔ ابوالمظفر نورالدین محمد حسن انگیر بادشاہ غازی ابن ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اس کے شاہد اور مطالعہ فرماوین ^{۱۱} ^{۱۲} ^{۱۳} ^{۱۴} ^{۱۵} ^{۱۶} ^{۱۷} ^{۱۸} ^{۱۹} ^{۲۰} ^{۲۱} ^{۲۲} ^{۲۳} ^{۲۴} ^{۲۵} ^{۲۶} ^{۲۷} ^{۲۸} ^{۲۹} ^{۳۰} ^{۳۱} ^{۳۲} ^{۳۳} ^{۳۴} ^{۳۵} ^{۳۶} ^{۳۷} ^{۳۸} ^{۳۹} ^{۴۰} ^{۴۱} ^{۴۲} ^{۴۳} ^{۴۴} ^{۴۵} ^{۴۶} ^{۴۷} ^{۴۸} ^{۴۹} ^{۵۰} ^{۵۱} ^{۵۲} ^{۵۳} ^{۵۴} ^{۵۵} ^{۵۶} ^{۵۷} ^{۵۸} ^{۵۹} ^{۶۰} ^{۶۱} ^{۶۲} ^{۶۳} ^{۶۴} ^{۶۵} ^{۶۶} ^{۶۷} ^{۶۸} ^{۶۹} ^{۷۰} ^{۷۱} ^{۷۲} ^{۷۳} ^{۷۴} ^{۷۵} ^{۷۶} ^{۷۷} ^{۷۸} ^{۷۹} ^{۸۰} ^{۸۱} ^{۸۲} ^{۸۳} ^{۸۴} ^{۸۵} ^{۸۶} ^{۸۷} ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰}

زبان میں اس کی حکمت - معذرت - مبارک صورت - نیک عادت - عمدہ فکر - اور سلیم راے کی بدولت تمام
 کاشائے اوصاف و افعال - ناپسندیدہ حالات و معاملات - اور اندر و فریاد و افتات جملہ بنی آدم کی سرشت سے
 یک لخت نکل گئے اور ایسے مقام پر جا گزین ہوئے ہیں جہاں وہ خوبی اور عمدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔
 اس اجمال گزارش کی تفصیل تو بے نہایت ہے۔ مگر ماکلا ید ساک کلا لا یتزاک کلا کسی قدر نمونہ کے طور پر باب
 اعتبار اور اصحاب قیاس کی خدمت میں عرض کرتا ہوں وہو ہذا۔

(۱) پریشانی زلف میں اور سنبھل میں	(۱۵) تیسری تلوار میں	(۲۶) جہنا اگر میں مکرطون میں اور
(۲) کچی ابرو میں اور ماہ نو میں	(۱۶) مارڈالنا صید میں	چورون میں
(۳) تنگی ماہ و شون کے دہن میں اور	(۱۷) دوہم جنس کی جدائی فاک	(۲۷) جوش کمانا فوارہ میں دیگر میں
غنچہ میں	ادغام میں	اور پانی کے چشمہ میں
(۴) لاغری کمر میں اور بالون میں	(۱۸) عالمون کا تنازعہ نحو میں	(۲۸) نیستی افلاس میں اور اسباب
(۵) کمی بدکرداری میں اور غم	(۱۹) منع و معارضہ آداب بحث میں	محنت میں
دشمن میں	(۲۰) اختلاف روایات فقہ میں	(۲۹) نایابی ستم میں زبان میں اور
(۶) تیسری ابرو میں	(۲۱) دروغ تاریخ کے انسانوں	شکایت میں
(۷) رونا باران میں	میں اور اشعار کے معنائیں میں	(۳۰) سوال گور میں اور قیامت میں
(۸) نالہ کرنا عید میں	(۲۲) فریب جادو کے افسانوں میں	(۳۱) عذاب طبقات دوزخ میں
(۹) زود رفتاری برق میں اور دشمن	اور دلبروں کے وعدوں میں	(۳۲) بیکاری حالت خواب میں
کے نام میں	(۲۳) تلخی ناصح کے پند ناموں میں	(۳۳) گرانی طلب میں اور التماس میں
(۱۰) سزگونی قلم میں	اور اطباء کی دواؤں میں	(۳۴) از رانی عطا میں اور الغام میں
(۱۱) چھپیدگی نامہ میں	(۲۴) ہانگنا اعدا کی صفوں میں اور	(۳۵) رنجیر ہاتھی کے پانوں میں
(۱۲) شکست کی خط میں	لوگوں کی آمیزش سے صلیا میں	اور دہلیز میں
(۱۳) کشاکش کمان میں	(۲۵) سرگردانی آسمان میں چکی میں	(۳۶) بیماری نرگس میں اور راے
(۱۴) نفرت تیر میں	اور دولا ب (رہٹ) میں	مخالف و بادشاہ اور تیاری جنگ میں

۱۵ جو خے تلم و کماں اور اک میں نہیں آسکتی ہے۔ وہ سب کے سب چوڑی ہی نہیں جاسکتی ہے۔ ۱۲۔

(۳۷) خاتمہ خالی بسا اٹھ سرنخ
(۳۸) شمار کرنا نقش کعبتین میں نہ
(۳۹) خواہش دولت سلطان کی
مین نہ روئے زمین مین - لوگوں کے نقد و جنس مین - دوام مین نہ دیگر تمام اشیاء مین -

(۴۰) آرزو شہنشاہ کی جاودانی حیات مین نہ دوسرا سورین

غرض کہ عینی و علمی - اور خارجی و دہنی تمام موجودات کیا جو ہر اور کیا عرض کچھ باعتبار محل اور کچھ باعتبار حالات رشتی کے ساتھ منسوب نہیں۔ لیکن اس شاہی عہد میں محل اور حالات تبدیل ہو کر لباس خوبی سے آراستہ ہو گئی ہیں اور اب خلقت کی آسائش و آرام کا باعث ہیں۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ اب قلم کے برق رفتار گھوڑے کو نمونہ نویسی میں تیز رفتار - اور گرم جولان نہ کروں - بلکہ عثمان قلم کھینچ کر دوسرے راستہ پر ڈال دوں۔

گفتار در پوزش آنکہ دعائے قدس اللہ سرہ در پائے نام مشائخ ننوشتہ و ہر ایک بصیغہ وحدت یا ذکر وہ

جو ضمیر الوار قدسی سے روشن - اور رسمی قیدیوں سے آزاد ہیں - وہ سمجھتے ہیں - کہ الفاظ رضی اللہ عنہ اور قدس اللہ سرہ اور نیز دیگر تہمین و تبرک کے کلمات جو کتاب ہدایہ میں ان اصحاب کے مبارک ناموں کے ساتھ نہیں لکھے گئے ہیں - جنہوں نے اس کتاب کے عبارتی حروف میں گوشہ نشین ہو کر شرف سعادت بخشا ہے - یہ فرو گذاشت کچھ از راہ رعوت نہیں ہے - بلکہ جس طرح انصح العرب و انجم علیہ السلام نے بضمون لا اُحِیْےُ تَنَاءَ عَلَیْکَ اپنے تئیں ذات باری جَلَّتْ صِفَاتُہِ کی ثناء سے عاجز تصور فرما کر اس کی توصیف کا حوالہ بقولہ اَنْتَ کَمَا اَنْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اسی کی پاک ذات پر رکھتا اسی طرح راقم نے بھی اس ادب آموز کلام سے عجز و تواضع کی تعلیم حاصل کر کے - اس تصور میں کہ فرو

مردان حند اندہ باشند لیکن زحند احب اندہ باشند

اپنے تئیں اُن ناموروں کی دعا اور ثناء سے جن کے تقدس اسما ہر ایک کی یاد میں مذکور ہیں یہ لکھ کر قاصد ہمارے

امچو اوئے سز و معرفت او ابن زمان در جہان چو اوئے کو

۱۱ جو ثنائیرے واسطے سزاوار ہے - اُس کا احاطہ میں نہیں کر سکتا ہوں ۱۲

۱۳ تو ایسا ہے جیسے تو نے اپنی ثنا خود کی ہے ۱۴

اور صدر الذکر مقدس کلمات کو داخل سطور کتاب نہ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترک شنائے ایزدی کو نظر میں لیکر سوائے گزشتہ صورتوں (یعنی بزرگان دین کی نسبت شنائیہ اور وعائیہ الفاظ ترک کرنے) کے اتباعی دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی ادب کی بات ہے۔ اور نہ ایسا اتباع امت کی طاعت ہے۔ دوسرے جو طبیعتیں رعوت غرور۔ اور خشونت کے عبا رے پاک و صاف ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتی ہیں۔ کہ ولایت و فضیلت کے اقطاب (اولیاء اللہ) جن کے حالات اس گلزار کے چرمین اور ہر انجمن میں گزارش ہوئے ہیں۔ اُن کو بصیغہ واحد جو یاد کیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ تعظیم میں کچھ کمی کی جاوے۔ بلکہ ہنگام تحریر حالات اس بلند مرتبہ گروہ کی یکتائی بیان تک دل میں جاگزین ہوئی کہ لفظ واحد اور مفرد کے سوانا طق نے زبان کو اور زبان نے قلم کو کوئی لفظ حوالہ نہ کیا۔ ہر گاہ کہ اس طرح پر ایک شخص کا بطریق مفرد یاد کرنا کہ واقع میں ہی ایسا ہی ہے۔ فرگزراشت تعظیم کا نقصان دور کر کے کمال وحدت پر دلالت کرتا ہے۔ اور اختصار کتابت کے نویندہ اور نویسانندہ کے حال پر بھی ایک قسم کی مہربانی نفل آتی ہے۔ تو اس طریق کے اختیار کرنے سے کیسے اعتراض لازم آویگا۔ اگر کوئی کہے۔ کہ کتابت کا اختصار۔ اور اختصار کی وجہ سے نویندہ اور نویسانندہ کے حال پر مہربانی یہ نسبت ترک تعظیم کے سہل ہے۔ اور اصلی غرض ہی یہ نہیں ہے۔ تو میں یہ جواب دون گا۔ کہ اس طرز تحریر میں جو نقصان سمجھا جاتا ہے۔ یہ اولین توجیہ سے دور ہو گیا ہے جس سے ہر ایک کی وحدت کا ثبوت ملتا ہے بالاسیجہ اگر اختصار کتابت اور مہربانی کی رعایت ہی اولین توجیہ کے علاوہ پیدا ہو جاوے۔ تو بیان عذر میں ایک قسم کی قوت ہی حاصل ہو جاوے گی۔ دوسرے یہ کہ سہل سمجھنا طاقت در جوانوں کا خیال ہے۔ اور مہربانی پیران ناتوان سے تعلق رکھتی ہے۔ بیشک جس کسی کے پائوں میں ہباگ دوڑ کی قوت ہوتی ہے وہ اونچے اونچے ٹیلوں پر بھی ہموار زمین کی طرح چلتا ہے۔ اور جس کسی کا پائوں آبلوں سے زخمی ہوتا ہے وہ ہموار زمین پر ایک قدم اٹھانا بھی ایک گھاٹی کا طے کرنا سمجھتا ہے۔ اب ناظرین کے التفات اور حسن اخلاق سے التماس یہ ہے۔ کہ جب کتاب ہذا کی لکھی ہوئی عبارت کو مطالعہ فرماویں۔ تب صدر الذکر کلمات ترضی و تقدیس کو اور تعظیمی کلمات جمع کو لکھا ہوا تصور کریں۔ اور اپنی نانوشتہ خوان زبان کو ایسی عبارت سے شیرین کام فرماویں جس کو طرفین کے اعتبار سے مناسب جائیں اور اس گدائے قلم کو عبارت مذکورہ نہ لکھنے کے الزام سے بری الذمہ تصور کریں۔ اور اگر ازراہ عنایت چشم انصاف سے دیکھیں گے۔ تو ذکر کا میدان صحرا تقدیر کی بہ نسبت زیادہ تنگ معلوم ہوگا القصہ جن اصحاب کو یہ عذر اور اصلیت معاملہ پسند نہ آوے۔ ان کے

داسٹے اس کے سوا کوئی علاج نہیں ہے۔ کہ کتاب ہذا کے گریبان میں جو عیب کا چاک آگیا ہے۔ اُس کو ازراہ عقول و
 فرماوین اور ایسا نہ کریں کہ مذکورہ بالا نہ لکھے ہوئے کلمات زبان سے نہ نکال کر اس چاک کو تابد امن ہو چکا وین
 اور اپنے تئیں عیب و عار میں راقم کے شریک نہ کریں۔ میں نہیں جانتا۔ اس کے سوا اور کیا کہوں۔ اور کیا لکھوں
 جس سے نکتہ چین لوگوں کی خاموشی اور تسکین ہو راقم کی فراست اور حقیقت حال کے موافق کوشش جو
 کچھ ہے۔ پس اسی قدر ہے۔ اور عذر خواہی کے بارہ میں جو بات زیادہ قابل پسند ہو سکتی ہے۔ وہ لائق مقررین
 کے نزدیک ہوگی۔ امید ہے کہ جس فکر سے اعتراضات چھانٹنے میں کام لیا جاسکتا ہے اُس فکر سے بجائے
 اعتراضات کے تحسین و افزین کی توجہات پیدا کرنے میں کام لیا جاوے گا وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی

گفتار دوسرا انجام سراسر کے کردار و رفتار

یہ بالکل سچ ہے۔ اگر تعینات کا برقع جو حقیقی وجود کے چہرہ پر پڑا ہوا ہے۔ اُٹھا دیا جاوے۔ تو عیب
 اور ہنر دونوں ایک درجہ میں ہو جاوین۔ اور امکانی نسبتیں اور امکانی اعتبارات۔ واجب الوجود کے
 خاص افعال کی طرف منسوب ہو جاوین۔ بملائی اور بُرائی کے ساتھ اشیاء کی تمیز اسی وقت تک ہے
 کہ جس وقت تک وہ اشیاء جمال و جلال کے پروہ میں مخفی ہیں۔ بیشک دونی اور دینی پر دل ہندا ہونے
 کا آخرین نتیجہ سرزنش ہوتا ہے۔ اور کسی غیر کی طرف سے بملائی اور بُرائی دیکھ کر آرم اور نفرت ہونا۔ شرمندگی
 پیدا کرتا ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے۔ کہ میں آج خیالات اور اوہام کے شکنجہ سے آزادی حاصل کر کے نہ تو عیب
 نکالنے والے انصاف کی خواہش کروں۔ اور نہ ہنر میں ہی امید افزین رکھوں۔ بلکہ خود اپنی ذات کو
 این و آن کا آئینہ سمجھ کر باصفا ایک رنگ ہو جاؤں بیت

و اند کہ ستاع من کجالی ست

آن کس کہ شہر آشنائی ست

کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ حریف بیگانہ وار کی خاطر میں جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ اوپر آجاتا ہے۔ کیونکہ وہ
 بات اوس کے باطن کی فرستادہ ہوتی ہے۔ نہ کہنے والہ کا مافی الضمیر اور نہ لکھنے والہ کے قلم کی تحریر مصحح

خدا یا از دونی بیکت ایم بخش۔

گفتار در التماس تشبیہ این مجموعہ

ایک روز میں اپنے ہم نشینوں کے ساتھ انجمن یک جہتی منعقد کی تھی جس میں کتاب ہذا کے مندرجہ
 ۱۵ جس شخص نے راہ ہدایت کی پیروی کی۔ اُس کی سلامتی ہے ۱۲

حالات بیان ہو رہے تھے۔ مینے عرض کیا ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج کی رات سامعین کے عالم مثال میں جو نام ظاہر ہو۔ یا قلب میں ذریعہ الہام اتقا ہو۔ وہی نام ان چند فراہم شدہ یادداشتوں کا رکھ دیا جاوے۔ اس کے دو سکرورز منجملہ سامعین شیخ قطب عالم پنواری نے بیان کیا۔ گزشتہ شب کو مینے شیخ قطب عالم ابن سید جی کو جو سید علاء الدین راتھی کے بیرون میں سے ہیں۔ خواب میں دیکھا کہ سفر مجاز سے واپس تشریف لائے ہیں۔ اور راقم کے مکان میں اترے ہوئے ہیں۔ جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ نے مالک خانہ کے حالات دریافت فرمائے۔ مینے جواب دیا غولی حسن آج کل مشائخ قدسنا اللہ باسرا رہم کے کچھ حالات معرفت لکھ رہے ہیں۔ اور نام کی تلاش ہے۔ ارشاد فرمایا۔ ہمارا سلام کنا۔ اور یہ مصرع پڑھ دینا مصرع نہاد م نام این گلزار ابرار امید ہے کہ اس مبارک نام کی نوید پا کر ناموران جہان میں جلد اس کو شائع اور عالمگیر کر دیں گے۔

گفتار و تمہید آنکہ معنی ہر عالم را صورتی است مناسب آن

واضح ہو کہ مراتب وجود میں کوئی مرتبہ ایسا نہیں ہے۔ کہ جہاں حصول مقاصد (بیان مامیت) کے واسطے خاص اسم اور رسم معین نہ ہو۔ اس واسطے اسما اور صفات کے آثار و احکام جو کائنات کے اصول ہیں۔ مناسب مناسب طور پر ہر ایک عالم میں جلوہ گر ہیں۔ پس تمام معانی تین قسم سے باہر نہیں ہیں۔ عام مشترک اور خاص عام کے واسطے تمام عالموں میں۔ اور مشترک کے واسطے مقامات اشتراک میں۔ خاص صورتیں اور رسمیں مقرر ہیں۔ لیکن جس طرح ہر ایک عالم کی مناسبتیں مختلف ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا صورتیں اور رسمیں بھی مختلف ہیں۔ رہا خاص اس کا حال اور شان اوسے عالم کے طریقہ پر۔ کہ جس کا یہ خاص ہے۔ ایسا قرار دیا گیا ہے۔ کہ اوس کی مامیت اگر مناسب کشف و مشاہدہ۔ رسم و عبارت کا تو کیا ذکر ہے۔ اشارات کے ذریعہ سے ہی دوسرے عالم میں آشکار کرنا چاہیے۔ تو نہ کر سکے۔ مگر مانند اور مثال کے ساتھ جس کا نام دوسرے الفاظ میں اصطلاح ہے۔

گفتار و تشبیہ و تمثیل المہیات

اصطلاح محققان بالکل اس طرح ہے۔ کہ جیسے کوئی شخص صحرا میں پیدا ہوا۔ وہیں اوس نے

پردش بانی اور دہین بڑا۔ پہلے کسی آباد شہر میں گیا۔ اور چند مذہبان رکھ کر انواع و اقسام کے کمانوں سمیت
لباسوں۔ اور خوش فضا عمارتوں سے مستفید ہوا اس کے بعد جب وہ اپنے مسکن صحرائین جادو لگا
تو صحرا واسے اُن چیزوں کا حال اس سے دریافت کرینگے۔ جو مخصوصات شہر میں سے ہونگی بیابان
نہ ہونگی۔ اور نہ صحرا والوں کی زبان میں بمقابلہ اُن چیزوں کے کوئی لفظ موضوع ہوگا۔ تو ایسی صورت
میں وہ صحرائی شہر کی عجیب و غریب اشیاء کی خصوصیات کس طرح بیان کر سکیگا۔ سوائے اسکے کہ اُسی
صحرائین سے تلاش کر کے ایسی چند چیزیں ہم پہنچا دے گا جو فی الجملہ شہر کی موجودہ اشیاء سے مشابہ ہوں گی
اور اُن مشابہ منتخب چیزوں کے ناموں کے ذریعہ سے شہر کے عجائبات کو جواب میں بیان کرے گا۔
اور یہ طریقہ بیان کا شہر جانے والوں کو صحرائین واپس آنے پر خصوصیات شہر بیان کرنے کے واسطے
اور نیز جو دوسرے صحرائی جو شہر میں جاتے آتے ہیں۔ ان کو ماہیت اشیاء جاننے کے واسطے
دستور العمل ہو جاوے گا۔ بس اسی طرح پر ہر ایک فن کی اصطلاحات کی وضع۔

گفتار در التزام ملازمت دانایان فنون

واضح ہو کہ ہر ایک فن کا استاد اُس فن کی جزئیات کو اچھی طرح پہچانتا ہے۔ لہذا جو شخص کسی فن کا
طالب ہو۔ اُس کو استاد فن کی تعلیم گاہ کی حاضر باشی ضروری ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ نو آموز
جب تک راز شناسان فنون کے مدرسہ تعلیم میں ایک مدت تک حاضر رہ کر کتاب علم نہیں کرتا ہے۔ الفاظ
سے آگے بڑھ کر معانی مصطلح پر عبور نہیں پاتا ہے۔ گو لغات و الفاظ کی بندش اپنے مقامات کے اعتبار
سے کتنی ہی حست اور درست ہو۔ لیکن گو ہر ادما تہ نہیں آتا ہے۔ اُس شخص کو ہوشیار سمجھنا چاہیے
جو یہ خیال نہ کرے۔ کہ میں نے جو کچھ استنباط کیا ہے۔ یہی مراد قوم ہے۔ بالخصوص صوفیوں کی اصطلاح
میں اپنی لغت دانی پر ہرگز فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ لفظی مفہومات اور اصطلاحی معانی میں
بے نہایت بعد ہوتا ہے فرد

چشمہ حیوان کجا لعل لب جانان کجا	ہر دو جان غشند اما این کجا و آن کجا
---------------------------------	-------------------------------------

یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ کتب تصوف کے پڑھنے والے یہی اہل کشف ہیں۔ نہ اہل کتاب۔ اور نہ
وہ لوگ جنہوں نے صرف ظاہری علوم تحصیل کیے ہیں پس جو شخص بتان دے کہناہ منزلنا علمناہ

نو آموز طالب علم ہے۔ اس کو مناسب یہ ہے کہ خود دانی پر گہمنہ نہ کرے۔ اور اگر الفاظ کے ذریعہ سے مراد قوم معلوم نہ کر سکے۔ یا اپنی رفتار سے کسی طرف راستہ نہ نکال سکے۔ تو نفس کو اپنا پیشوا نہ بناوے۔ جو غیرت دلانے والا ہے۔ بلکہ جبین نیاز خاکساران طریقت کے پانون پر رکے۔ کیونکہ یہ شاہبازان عرش پرواز میں اولان سے اہمیت اور توجہ کی درخواست کرنی چاہیے۔ اور اس اہل حقیقت خدائی گروہ کی ہدایت و تلقین سے سلوک و طریقت کا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ پھر اس کے بعد چاہیے۔ کہ کمر ہمت باندھ کر توفیق الہی کی مدد سے اس راہ میں قدم رکھے۔ اور عدم حصول سے دل تنگ نہ ہو کر صبر و سکون کے ساتھ توجہ اور کوشش کرے۔

گفتار در انگارہ فرست نامہ

کترین بندہ آفریدگار گوناگون الفاظ و نگارنگ معانی۔ فرمان پذیرا و امر و نواہی پیام آوران کثیر آرا
اندو مند آستان ہوس صفا سگالان حقیقت پڑوہ۔ فرقیہ گہر نشانی دانشوران شکل کشا
ہوس پیرائے ہمدردی عقیدت اندوزان خلاص آمود۔ دیوانہ دیدار فرشتہ منشان یوسف رو
ہتم روز گردہ گرفتاران یعقوب اندوہ۔ شیدای سخن بنی فصاحت و ران جادوکار
شیفتہ غزل سہرائی داؤدی نوایان دل نواز۔ موسیائی جوی شکستہ دلان خرابہ نشین
جاروب فرست مشاعرہ پیرنہ پایان باویہ پیا۔ نگارندہ احوال ناموران فرودس خرام
یعنی غوثی حسن نے خدا اس کو بھی کسی قدر ابدی معرفت نصیب کرے۔ جب قلم و زبان سے اس
پڑہار اور کسب بزرگوار کی آرائش اور نخل بندی کی۔ تو اولین مسودہ میں بدین تفصیل پانچ قسم کے اصحاب
کی یادداشتوں سے پودے لگائے تھے۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے ظاہری و باطنی صفائی حاصل کی ہے۔
اور جن کو زمانہ سابق کے تاریخ نگار اصحاب تحقیق اور مالکان ہر دو عالم کہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو صاحب
علم ہیں۔ اور وہ تاریخ قدیم میں دانشمند اصحاب کے نام سے یاد کی گئے ہیں۔ تیسرے وہ گردہ جو پہلو نشین
دشمن (نفس) کے مقابلہ میں فوج آرائی کر رہے ہیں۔ اور جن کو مورخان سابق بلفظ سالوک لکھتے ہیں۔
چوتھے وہ قوم جو شریعت و سنت کی راہ راست پر گرم رفتار ہے۔ اور جس کے افراد کو زبان قدیم میں زیاد
کہتے ہیں۔ پانچویں وہ جماعت جس کا اندرون آباد اور بیرون دیوان ہے اور جس کا نام اہل اصطلاح

نزدیک مجاویبے۔ مگر ازراہ احتیاط و اہتمام تصحیح کے وقت نامک شاخین کاٹ چھانٹ کر دوسرے نسخہ اور
دوسرے نسخہ سے تیسرا نسخہ مرتب کیا۔ اور اس تیسرے نسخہ کے مقدس زمین میں پانچون قسم کے سرسبز پودوں
کو چار چمن میں تقسیم کیا۔ اور ہر ایک چمن میں شالستہ انجمنین قائم کیں۔ رباعی

اگر راستہ نو بہار ہر سو چمنے

غوثی قلمے سر کن دسر کن سخنے

در ہر چمنے فراہم آرا سخنے

بریا دگر شنگان گلزار درون

مذکورہ بالا صورت کے ساتھ ترتیب و تقسیم اس غرض سے کی گئی ہے۔ تاکہ اُس دل آویز چمن اور دل شان
انجمن کے تماشائی۔ اپنے باعبرت دلون کو نور نیش سے۔ اور احوال آنکھوں کو دست بینی کے سرمہ سے
روشن کریں۔ اور اپنا اندر اور باہر یعنی تمام جسم و جان ایک ہی کے خیال میں مصروف کر کے حُسن۔ اخلاق
اور مبارک عادات اختیار کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ عالم عقبی میں صدر الذرینک اخلاق اور عادات
صدیقت عروسی قبول کر کے زینت بہشت کا سرمایہ اور آئنی صفات کا مظہر ہو جاویں گے۔

پُرانے کشف و کرامات سے بہرے ہوئے تاریخی حقائق ناموں کی جن صاحبوں نے ورق گردانی کی ہے
وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بہشت اور جو کچھ بہشت میں ہے۔ دل دار کے رویت۔ دل آرام کا دیدار۔ دل کش
مکانات۔ دل کشا کھڑکیاں۔ دل فروز جالیان۔ دل آرا تخت۔ دل نشین فروش۔ دل پسند طعام

دل فریب لباس۔ دل آں شوبہ غلمان۔ دل نواز نعمہ۔ دل آویز درخت۔ دل خواہ پہلوں کی کلیان۔ اور دل
بہنے ہوئے چشمے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب آدم زاد کے افعال و اخلاق کی صورتیں ہیں۔ جو بحر نفس و
عقل کے بیابان میں۔ مرکب اجسام کے ذریعہ سے نمایاں ہوئی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس دوزخ اور صافیہا
من اسباب العذاب یہ بھی صورتیں ہی ہیں۔ جنہوں نے انسانی افعال کے طلسم میں حلول کیا ہے۔
دوستوں کو واضح ہو۔ کہ محقق قدما کی یہ دریافت اور کشف بمنزلہ ایک آئینہ کے ہے۔ جو ہر فرد کے ہاتھ میں ہے
تاکہ وہ اپنے دوسرے عالم کی حالت کو اپنی پیش بین آنکھ سے دیکھ سکے۔ پس جس شخص کا وجود ظاہر میں تجلیا
جمال کا مقتضی ہے۔ اُس کو چاہیے کہ وہ اپنے تین ظاہر و معنوی فردوس میں سمجھ کر خدائے پاک کا
شکر بخلا دے۔ اور جس کی صورت علیہ خابج میں اسمائے جلالی کی مظہر قرار دی گئی ہے۔ اُس کو اپنے تین حکمی
دوزخ میں شمار کر کے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اور پھر ہر ایک کو اس نفس لامری معرفت کی مدد

سے چاہیے۔ کہ خدا شناسی کے بلند مرتبہ کو پہونچ کر یہ بات دریافت کر لیوے۔ کہ مطلق خلافت ہم شکل سمجھنے کا ذریعہ۔ اور ہم سری کا نمونہ ہے۔ اور اس معما کو اس طریقہ سے حل کرنا چاہیے۔ کہ ناسوتی عالم صورت۔ خداوند تعالیٰ کی ازلی صفات کے علم و آثار ہیں۔ اور جہان قدسی۔ انسان کے افعال و احوال کی تصویر۔ کیونکہ ملکے ملکوت کی پیدائش۔ واجب الوجود کے اسما و صفات سے اور بہشت و دوزخ کی آفرینش۔ انسان کے اعمال اور اخلاق سے ہے۔ لیکن جب تک انسانی آنکھوں کو خاک گور کا سرمہ۔ ناسوتی رمد سے نجات۔ اور آخروی زندگانی کا کل الجواہر۔ لطافت میں روشنی نہیں بخشتا ہے۔ تب تک وہ آنکھیں بیداروں کی طرح۔ جاوید باغوں اور آتشکدوں کا تماشا نہیں کر سکتی ہیں۔ جس طرح کہ صفات و جوہر قدیمہ کا اقتضا جب تک وجود مطلق کو تعینات کی امداد اور اعیان ثابتہ کی اجازت سے امکانی صورتوں کا لباس نہیں پہناتا ہے۔ تب تک وجود مطلق کو آسمان بیچونی و بیچگونگی سے ملک و ملکوت کے میدان میں (جس میں چون و چند کی گنجائش ہو سکتی ہے) نزول نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے موجدانہ کلام اور حرف و صوت سے بیگانہ مفہوم کی تمہید و تفصیل کے لیے فی نفسہ جداگانہ دفتر چاہیے۔ جو لوح محفوظ کی مثل ہو۔ ایسی عظیم اور عظیم الشان تمہید و تفصیل کتاب ہذا کے دیباچہ میں تاویل کے ذریعہ سے کیونکر آ سکتی ہے۔ جو کوتاہی کلام کے ساتھ نام زد ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ تمام فہرست جس قدر کلام سے انجام کو پہونچ جاوے۔ بس اسی پر اکتفا کروں۔ اور زبان و قلم کو بزرگان دین و یقین کی یاد نگاری میں مکفول کروں۔ با صفا گروہ کی دوستی کی بدولت اپنے نامہ اعمال سے گناہوں کی سیاہی دور کر کے۔ اس کی جگہ التماس کے قلم سے یہ عقیدہ لکھ دوں **مصرع** بیان را بہ نیکان بخشد کریم۔ اور بکمال ادب یہ ناکہ مصرع **شفاعۃ اخفاعة** اے بزرگان عاصم۔ معنوی قیامت میں بلند کروں۔ کہ عبارت اپنے احوال اور افعال کے معنی ہے۔ **اللّٰهُمَّ لِرُزْقِنَا مَا اَعْطَيْتَ فِي عِلْمِكَ بِلاَعْمَلٍ مِّنْ اَحْتِئَةٍ لِّعَلَّكُمْ حَقِيقَةُ قَوْلِنَا بِاَمْرِكَ قُلْ لَنُصِيبَنَّ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا**

گفتار و تعین القاب

خدا کرے۔ دانش آبادوں کی عمارت۔ جہالت کی خرابی سے۔ اور آزاد خاطر کی بے تعلقی کی نو بہار۔

۱۔ یا مستوہم کورہ شے عطا فرما۔ جو تمہارے لیے بلا ہمارے عمل کے اپنے علم میں عطا فرمائی ہے تاکہ میرے ارشاد قل لن یصیبنا الخ میں جو ہمارا قول ہے۔ اس کی حقیقت ہم جان لیں۔ اور وہ قول یہ ہے۔ اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو۔ کہ جو کچھ خدا نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔ اس کے سوا (کوئی اور) مصیبت تو ہم کو پہونچ سکتی نہیں ہے۔ ۱۲۔

علاقہ کی خزان سے محفوظ رہے۔ یہ چند باتیں جن کو میرا قلم لایفٹ کا رہا ہے۔ اس بارہ میں ہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت جس شخص کا دل زود فہمی اور سرعت انتقال کا مشاق ہو۔ اس کو کسی لقب اور خطاب کا معلوم کرنے میں یہ تامل اور فکر پیدا نہ ہو۔ کہ فلان لقب اور خطاب کس کا ہے۔ اور مرجع اس کا کون بزرگ ہیں۔ اس لئے ایک معین صفحہ میں قلم صراحت سے لکھتا ہوں۔ (۱) معین الاولیاء سے مراد سلطان کشور کشائے ولایت و کرامت خواجہ معین الدین حسن بنجری چشتی ہیں۔ جنکی خوابگاہ جمیر میں ہے۔ (۲) قطب المشرق یا قطب الاولیاء مراد خداوند خلافت عظمیٰ خواجہ قطب الدین بختیار خاں کی بابرکات ذات ہے (۳) نظام العرفاء یا نظام الاولیاء سلطان مشائخ عارف اطوار کاشف اسرار شیخ نظام الاولیاء کا مبارک لقب ہے۔ یہ دونوں بزرگ خاندان چشت کے چہرا غمین۔ اور شہر دہلی میں ان کے مقدمات منورہ ہیں۔ (۴) بہار الاسلام یا بہار الاولیاء سے مقصود قافلہ سالار بہرہ و ان طریقت رہنمائے سالکان شاہراہ حقیقت مخدوم شیخ بہار الدین زکریا ملتانی ہیں۔ (۵) غوث الرحمن یا غوث الاولیاء۔ شاہنشاہ اقلیم جامعیت ابوالوید حمید الدین شیخ محمد غوث کا خطاب پاک ہے جن کا فرار مبارک شہر گوالیار میں ہے۔ (۶) لفظ وجیہ الملت سے مراد۔ دانش آموز صوری و معنوی۔ بنیش اندوز حقیقی و مجازی استاد شیخ وجیہ الدین احمد ابن نصر السہلوی احمد آبادی ہیں۔ (۷) اور کلمات مسیح القلوب یا مسیح الاولیاء سے مراد۔ حافظ الاوقات رافع الدرجات شیخ عیسیٰ ابن قاسم سندھی کی ذات فیض آریات ہے۔ غلط۔





اس چمن میں ساتویں صدی کے صوفیوں - علم والوں - پرہیزگاروں - خدا پرستوں - مجذوبوں کے احوال و افعال کا بیان ہے - اے خرد - اٹھ بیٹہ - اور کچھ ذوق سے کام لے - دیکھ اس چمن کی ہر ایک یاد بجاے خود ایک مثال ہے جس کو طوبی کہہ سکتے ہیں - اور جس میں ہر ایک طرح کے دلخواہ میوے موجود ہیں - ان میوے ہر نام اور کامیاب دونوں کو اُس خداوند تعالیٰ شاخ کے شکر و سپاس کا فزہ حاصل ہوتا ہے جس نے انسان کا عجیب و غریب پودہ اولاً علم اور بعدہ عین کے بلوغ میں لگایا - اور جب تک قیامت کی خزان نہ آوے گی تب تک وہ اُسکی نوعی تنہ سے افراد و احوال کی گونا گون شاخیں اور پتے اس طرح پیدا کرتا رہے گا - کہ اگر سابقہ شاخ یا پتہ ٹوٹ جاوے - تو بجائے اُسکے فوراً دوسری شاخ یا پتہ قائم ہو جاوے - اور غرض اس سے یہ ہے - کہ حقیقی وجود کے درخت کی مشابہت اس میں نمایاں ہو - جس کا عظیم الشان تنہ وحدت ذاتی و الیان صفات - اور پتے تجلیات ہیں - ایدہر آؤ ایدہر مصرع

بوستان از دوستان سازیم مستی با کینم

یاوشاہ یوسف ملتانی

پیدائش تو کردیز علاقہ کابل میں ہوئی تھی - مگر آپ نے ہجری سنہ پانسو چاس میں بہ ترک سکونت ملتان میں آکر قیام فرمایا - آپ کے زمانہ زندگی کے واقعات عجیب و غریب اور بے شمار ہیں - جو تمام و کمال بیان میں نہیں آسکتے ہیں - رحلت فرمائی کے بعد بھی بہت سی کراستیں آپ کی ظاہر ہوئی ہیں - سب سے زیادہ عجیب یہ بات ہے - کہ جب کوئی شخص بارادہ بیعت آپ کی قبر کے پاس جلتا تھا - تو آپ فرار کے اندر غریب ہر نکال دیتے

تھے۔ اور مدید کے ہاتھ پر رکھ کر **اللہ فوق ایدہم** کے آثار کا ثبوت دیتے تھے۔ شیخ صدر الدین ابن
 شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس سرہما کے مبارک زمانہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ صدر الملت کی کوشش اس
 بارہ میں زیادہ رہتی تھی کہ آنجہانی معاملات مخفی رہیں۔ لہذا آپ کی یہ روش صدر الملت کی طبیعت کے
 خلاف واقع ہوتی تھی۔ ایک روز صدر الملت شاہ یوسف کی قبر پر پونچے اور فرمایا۔ یوسف۔ ہاتھ اندر کیلیج لو۔
 اور دراز دستی چوڑو۔ اس کے جواب میں قبر کے اندر سے آواز آئی۔ صدر۔ آج درویش کا ہاتھ تمہنے کوتاہ کیا
 تو تمہارا نام درویش نے ہی لوح زمانہ سے مٹا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ بہاؤ الدین کے بعد شیخ رکن الدین کا نام
 لوگوں کی زبانوں پر روان ہے۔ اور صدر الاسلام کا نام درمیان میں نہیں آتا باوجودیکہ صدر الاسلام۔ رکن الدین
 کے پند بزرگوار ہیں۔ قدس سرہم۔ شاہ یوسف کے پیر شاہ قسور جنیدی علوی کروڑی ہیں۔ یہ اویسی تھے۔
 اویس صوفیوں کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں۔ جس کو پیر ہدایت کے واسطہ کے بدون
 خاص مبداء الیہ سے فیض ولایت پونچے اور بس۔ بعض کی رائے یہ ہے۔ کہ جو شخص قول میں فعل میں اور
 اعتقاد میں سنت رسول کا اتباع کرے۔ اور اسی پر چلے۔ اور اس طرح پر جناب خاتم النبوة والشریۃ علیہ السلام
 کے باطن اقدس سے فیض پاوے وہ اویسی ہوتا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام سے جس کو
 فیض پونچے۔ وہ اویسی ہے۔ بعض کا خیال یہ ہے۔ کہ جو صاحب ولایت جامع محمدیہ کے سچا وہ نشین ہیں۔
عَلَى صَلَاحِهَا أَفْضَلُ الصَّلَاةِ ان کے باطن سے جس شخص کو فیض حاصل ہو بغیر اسکے۔ کہ وہ ظاہر میں
 ملازمت کرے۔ وہ اویسی ہوتا ہے اور بعض کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ جس شخص کو اولیائے امت میں سے کسی کے
 ہی باطن سے بدون توسط رسمی بیعت کے فروغ ہدایت حاصل ہو۔ اس کو اویسی کہتے ہیں۔
 یہ مرتبہ اکثر اصحاب گو گزشتہ زمانہ میں حاصل تھا۔ اور اب ہی حاصل ہے (۱) بابا جامی روز بہ یہ زمانہ
 سلف کے اولیائے دہلی میں سے ہیں مشہور یہ ہے۔ کہ بزمانہ راجہ پتورا قلعہ کی خندق میں گوشہ گزین
 تھے۔ آپ کی بدولت ہزاروں آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے (۲) پیر علی ہجویری غزنوی جن کی خواب گاہ لاہور
 میں ہے (۳) شیخ جلال الدین پورانی جن کا حال مولانا جامی قدس سرہ نے ہی کتاب نفحات الانس
 میں لکھا ہے۔ (۴) شیخ حسین زنجانی۔ (۵) سید ابراہیم اویسی (۶) شیخ موسیٰ آہنگر لاہوری۔ (۷) شیخ
 محمد نو مسلم بنگشی افغانوں کے پیر (۸) شیخ احمد متوکل جینی۔ اور نیز ان کے سوا اور بزرگ بھی اویسی ہو چکے
 ۱۵۰۰ شہر شامہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے ۱۲۰۰ ۱۵۰۰ قسور یعنی شیر ۱۲

ہیں۔ قدس سرہم چنانچہ ہر ایک کی یاد میں یہ ذکر کیا گیا ہے مصرع مست شود اسطی اویسی کیت

یاد شیخ ابوالحسن علی

آپ ابوعلی عثمان ہجویری جلا بی غزونی کے فرزند ہیں۔ خوابگاہ لاہور میں ہے۔ عازت۔
عالم۔ موحد۔ محقق۔ اہل تصنیفات اور صاحب اشعار تھے۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے۔ میں نے ایک
دیوان ترتیب دیا تھا۔ جس کی غزلیوں کے مقطع میں تخلص نہیں کیا تھا۔ ایک چوری پیشہ شخص نے کیا گیا۔
اُن غزلیات میں اول سے آخر تک اپنا تخلص دخل کر دیا۔ لہذا میں اس خوف سے رسالہ بڑا کے اندر
ہر ایک مقام پر تقریب نکال کر اپنا نام وضاحت اور صراحت کے ساتھ لکھا ہوں بعض کا خیال ایسا ہے
کہ شیخ آغاز سلوک میں اویسہ تھی۔ لیکن شیخ نے خود لکھا ہے۔ کہ طریقت میں میرے پیر شیخ ابوالفضل محمد
ابن حسن جیلانی ہیں۔ جو ابوالحسنین خضرمی کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ اور ابوالحسنین۔ ابوبکر شبلی کے شاگرد
ہیں قدسنا اللہ باسراہم۔

تواریخ مشائخ کے سابقہ مصنفین کا خیال ہے۔ کشف المحجوب کے مصنف وہ بزرگ ہیں۔
جن کا مبارک فرار لاہور میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ مصنف کشف کی خوابگاہ غزنین میں ہے۔ لیکن
اولین بیان۔ دوسرے بیان کی بہ نسبت قریب صحت زیادہ ہے مصرع گر بگویم درنگویم نام ادنامی بود

یاد شیخ فخر الدین حسین زنجانی خوابگاہ لاہور

آپ کے موحدانہ اقوال میں سے ہے۔ اَلْفَقِیْرُ عِنْدِیْ مَنْ لَا قَلْبَ لَهُ وَ لَا رُبَّ لَهُ
توحید ذاتی کی تجلیات کے جہان اور کشف ہیں۔ انہیں میں سے ایک یہ کشف ہی ہے۔ اور نہایت بلند
مرتبہ کشف ہے اس کے عالی مقام کو ہر ایک سالک نہیں پہنچ سکتا۔ شیخ جمال دہلوی نے سیر العارفین میں
لکھا ہے۔ کہ شیخ سعد الدین حموی اگرچہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید ہیں۔ قدس سرہم لیکن سلوک
اور توحید کے مدارج۔ پیر زنجانی کی ہدایت سے طے کر کے کمال حاصل کیا تھا۔ اور جب خواجہ
معین الاولیا چشتی اجمیری ہند کو تشریف لائے تھے تو اس وقت چند روز لاہور میں پیر زنجانی کی
لے میرے نزدیک فقیر وہ ہے۔ جس کا قلب نہ ہو۔ اور نہ اس کا کوئی رب ہو ۱۲۰۶

مصاحبت میں ہی قیام فرمایا تھا۔ باہم رازداری اور خدا شناسی کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ قدسنا اللہ
یا سرارہما۔ مصرع فقر اہم نکتہ الفقر مخفی ہے۔

یاد بابا حاجی رتن ابن نصر ہندی

آب کی کنیت ابو ارضابہ ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ اولیائے اُمت میں سے ہیں۔ اور بعض کہتے
ہیں۔ اصحاب میں سے ہیں۔ ایک بزرگ شیخ رضی الدین علی ابن سعید لالا ابن عبد الجلیل غزنوی تھے۔ جو
حکیم سنانی کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور حکیم سنانی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید۔ اور ایک چوبیس مردانِ حنا
کے خلیفہ تھے۔ یہ بزرگ لکھتے ہیں۔ کہ میں ہجری سبچہ سو بیس میں ہندوستان کے اندر آیا اور بابا سے
ملا تا۔ اُس وقت بابا نے حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کا خاص شانہ مبارک جو میرے نام زد تھا
مجھ کو عطا فرمایا تا اور نیز سرور انبیاء علیہ السلام کے جلسہ کی چند باتیں فرمائیں۔

شیخ علاء الدین سمنانی نے ایک کتاب لکھی ہے فصل الخطاب جس میں انہوں نے احادیثِ رتنیہ
کی تصدیق کی ہے۔ اور نیز اُس میں خواجہ محمد پارسا بخاری نقشبندی کی بھی روایت لکھی ہے اس کتاب
میں لکھا ہے۔ کہ میں شیخ علی لالا کی خدمت میں پہونچا۔ اور بابا کے ہاتھ سے شانہ ملنے کا معاملہ میںے سنا۔ اور وہی
شانہ آج مجھ کو پہونچا ہے۔ لیکن محدثین کی جماعت ان پر طعن کرتی ہے۔

کہتے ہیں۔ سکتگین کا بیٹا سلطان محمود۔ حدیثِ نبوی ایسے شخص سے سنا چاہتا تھا جس نے بلا واسطہ
خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہو۔ اس آئینہ خبر ملی۔ کہ ہند میں ایک بڑے معمر
شخص موجود ہیں۔ جو اپنے تین صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ سلطان نے کمالِ عزت اور التجا کے ساتھ
آپ کو غزنین میں آنے کی تکلیف دینی چاہی۔ مگر آپ نے انا قبول نہیں کیا۔ جب تک بہت سال و متاع
آپ کے پاس نہیں پہونچا۔ جب آپ کہ پیرِ فروت تھے دار الخلافۃ میں پہونچے۔ تو سلطان نے استقبال
کیا۔ اور طلائی و نقرہ پول آپ کے گہوارہ پر بٹا رکھے آپ نے اپنے ہاتھ سے اُن منتشر سنگ ریزوں کو فراہم
کیا یہ حال دیکھ کر سلطان اور یہ تمام امرا سخت متعجب ہوئے اور دریافت کیا۔ کہ اولاً اس قدر علما اور مشائخ
آپ کی طلب میں گئے۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ جب تک ہم نے مال نہیں بیجا۔ اور بیان ہی آپ کی طرف
سے حجرات و فراہم کرنا دیکھا گیا۔ یہ اصحاب فنا کا کام نہیں ہے۔ آپ نے جواب میں یہ دو حدیثیں روایت

کہیں۔ ایک یہ **الْإِنْسَانُ عَجَبٌ** الْإِحْسَانِ دوسری یہ **يَشِيبُ ابْنُ آدَمَ وَكَثِيبٌ فِيهِ**
خَصْلَتَانِ الْخِرَافَةُ وَالْطُّولُ الْآصِلِ یہ دو حدیثیں شاکر اپنے سلطان اور تمام اکابر کی دیرینہ
 آرزو پوری کی۔ راقم کے خیال میں یہ بات آتی ہے۔ کہ جب سوال اس قسم کا تھا کہ ہچو نعل کا ارتکاب منصب
 درویشی کے مناسب نہیں ہے۔ تو مجیب نے مقام جواب میں یہ دو حدیثیں بیان کرنے سے تین کام کئے
 اول آرزوے سلطان پوری کی جو صحابہ کی زبانی حدیث کا سننا تھی۔ دوسرے ازراہ کسر نفسی اپنے
 تین عوام میں سے شمار کر کے۔ دونوں حدیثوں کو بظاہر سوال مذکور کا جواب بنایا۔ تیسرے اشارہ سے بتا دیا
 کہ ہاتھ آلودہ کرنا حرص اور احتیاج سے نہیں ہے۔ بلکہ روایت حدیثیں کی تقریب سے ہے۔

شیخ ابن حجر عسقلانی نے کتاب **الْإِصَابَةُ فِي تَعْرِيفِ الصَّحَابَةِ** میں باب کا ذکر لکھا ہے اور آپ کے
 حالات کے متعلق بہت سی باتیں تحریر کی ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ وہ بہرتی کے شاہ سے خالی
 نہیں ہیں۔ مختصر یہ ہے۔ کہ بابا کے نفس قدسی نے زمانہ جاہلیت میں عنصری لباس پہنا تھا۔ ایک قصبہ متعلقہ دہلی
 یا لاہور میں۔ اور آغاز ہوش میں اپنے ایک قافلہ کے ساتھ عربستان کا سفر کیا۔ عربستان کی میر کے بعد معاودت کی
 جب ہند میں واپس آئے تو خبر ملی۔ کہ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہے۔ چنانچہ پہر دیا کے راستے سے
 مکہ معظمہ کو کوچ کیا۔ اور سعادت صحبت سے سرفرازی حاصل کی۔ چند روز خدمت میں قیام کر کے پہر جانب ہند
 معاودت فرمائی۔ اور اپنے مکار نفس کے ساتھ بہت سی لڑائیاں لڑ کر بالآخر فتح پائی۔ اور تمام جہان کو مشرق سے یکسر مغرب
 تک ناپا ڈالا۔ عجیب عجیب خوفناک مقامات میں چلے گئے۔ کہیں۔ اور جو نہ پڑیاں بنائیں۔ چوٹی صدی میں جو اب باب
 سعادت تھے۔ وہ بابا کی بدولت تابعین۔ **رَضُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ** کے شرف سے محروم ہوئے اور
 بابا نے ساتویں صدی میں رحلت فرمائی۔ ہوشیار ساج کہتے ہیں۔ کہ سرانند میں عفی اللہ علی نبینا وعلیہ السلام
 کے قدم گاہ کے نزدیک آپ کی قبر ہے۔

یاد خواجہ معین الدین حسن حسینی سنجر قندس

ہجری سنہ پانہوینتیس میں آپ کی علمی صورت نے عنصری خلعت پہن کر قصبہ سنجر میں جو علاقہ سجستان میں ہے
 پر وہ غیب سے عالم شہود میں درود فرمایا۔ لیکن پرورش آپ کی صوبہ خراسان میں ہوئی۔ آپ کے پدر بزرگوار غیاث الدین
 حسن نے آپ کو گیارہ سال کی عمر میں یتیم چھڑا۔ اسی اثنائے میں ایک روز مجذوب الہی ابراہیم نام کا بچہ باغ میں گزریا
 لے انسان۔ اس کا غلام ہو گیا۔ لے آدم زاد بڑا ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے اندر دو عاقلین جوان ہو جاتی ہیں۔ ایک حرص دوسرے طول بل ۱۲

آپ نے انگور کا ایک خوشہ نہایت ادب اور انکسار کے ساتھ مجذوب کے آگے پیش کیا۔ مجذوب کے ہاتھ میں ایک ٹکڑا تنہائی کی کھل کا۔ وہ اپنے دانتوں سے چا پ کر آپ کے منہ میں ڈالا۔ جب دو پیٹ میں پہنچا۔ تو اندرون جسم ایسا روشن ہو گیا۔ کہ جس سے تمام علالت یک لخت نیست و نابود ہو گئے۔ لہذا اگلے تعلقات سے دل ہٹا کر حقیقی رہنمائی جستجو میں چلے۔ اور تقدیر کی رہنمائی سے ادلاً ہرون میں پہنچی۔ جو نیشاپور کے اعمال میں سے ہے۔ بیان پر قدوة الاولیا خواجہ عثمان ہرونی کی ملازمت حاصل کی۔ اور مہاجر بیعت ادا کر کے ڈھائی سال برابر پونیشین دشمن یعنی نفس کی اصلاح میں کمر بستہ رہے۔ اور بالآخر کامیاب ہوئے جب بیان سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔ اور سدا مل گئی۔ تو دیگر خدا شناسان ملک کی ملاقات کے ارادہ پر جہان گردی شروع کی مشائخ قدس سرہم کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا ادلاً کوہ جودی کے دامن میں جو بغداد سے سات منزل دور ہے اسوۃ العرفا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے حضور میں پہنچے۔ اور جو کچھ ازلی حصہ نصیب میں لکھا تھا۔ وہ حاصل کیا۔ اسی طرح پرنسپال میں نجم الاولیا شیخ نجم الدین کبریٰ کو۔ بغداد میں شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی۔ شیخ احمد الدین کرمانی۔ اور شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کو۔ امدان میں شیخ یوسف امدانی کو۔ تبریز میں شیخ ابوسعید۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی کو۔ استرآباد میں شیخ ناصر الدین کو۔ غرین میں شمس العارفین عبدالواحد پیر شیخ نظام الدین ابوالموہد کو اور لاہور میں شیخ حسین رنجانی مرشد شیخ سعد الدین حمویہ کو دیکھا۔ ان باخبر مقبولان بارگاہ ایزدی میں سے ہر ایک کی خدمت میں تھوڑے تھوڑے روز حاضر رہ کر ملازمت کی۔ رازداری کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور بہت کچھ معرفت الہی کا سرمایہ بہم پہنچایا۔ گویا خدائی معرفتوں کا آپ خزانہ ہو گئے تھے۔

آپ کے حالات کا مختصر بیان اس طرح پر ہے۔ کہ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ پہاڑ اور صحرا کے دہن میں بود و باش رکھتے تھے۔ ہمیشہ تیر و کمان پاس رکھتے تھے۔ اپنی خورش شکار سے ہم پہنچاتے تھے۔ پرانی چندیان پیوند لگا لگا کر بیٹے تھے۔ کم کمانے کی عادت تھی۔ صبح کے وضو سے عشا کی نماز پڑھتے تھے۔ اور دن میں دو دفعہ قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ سیر فارمین ایک ستم پیشہ شخص کے بلغ میں اترے ہوئے تھے باغبان نے حاضر ہو کر مالک باغ کی ناقابلیت سے کچھ گزارش کیا۔ آپ نے اس پر کچھ خیال نہ فرمایا۔ اور بلغ سے باہر نہیں گئے۔ اسی اثناء میں مالک باغ اپنے تو نگرانہ ساز و سامان کے ساتھ آگیا جب خواجہ معین الاولیا کے نزدیک پہنچا۔ تو اس کے جسم پر ہر ایک مومین لرزہ پیدا ہوا۔ اور چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ ناچار تو نگرانی شوکت کا ساز و سامان بٹھ کر کے خادمانہ ہاتھ باندھ کر

کھڑا ہوا۔ خواجہ نے ایک بے پروایانہ نگاہ سے اُس کو دیکھا۔ اُس کے ہوش جاتے رہے۔ جب باغبان نے حسب ارشاد خواجہ بیہوش کے منہ پر پانی چھڑکا۔ تب بیہوشی دور ہو کر ہوش میں آیا۔ اور نیا زمندانہ زمین پر سامنے گر پڑا۔ ارشاد ہوا۔ نالائق حرکات سے باز آؤ۔ چنانچہ باز آیا۔ اور بیعت ہوا۔ اوس کے سب ہمراہیوں نے ہی فرمان برداری قبول کی۔

کہتے ہیں۔ کہ جس سال معزالدین سام نے دہلی فتح کر کے قطب الدین بابک کے سپرد کی۔ اور ہنگام واپسی غزنین کے راستہ میں دنیا سے رخصت ہوا اسی سال خواجہ کے قدوم مبارک سے خاک دہلی نے شرف حاصل کیا ہے۔ چونکہ بیان پر لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہوئی۔ اور یہ عجم آپ کو پسند نہیں آیا۔ لہذا آپ نے اجمیر کی طرف عزم فرمایا۔ حاکم وقت نے سید حسین شہدی کو اجمیر کا فوجدار مقرر کر کے خواجہ کے ہمراہ روانہ کیا۔ فوجدار کمال دل آوری اور شجاعت کام میں لایا جس کے سبب سے بعض اہل زمین مسلمان۔ اور بعض مطیع اسلام ہوئے۔ بالآخر فوجدار نے شربت شہادت پیا۔ اور وہیں ایک پہاڑ پر ہمیشہ کے واسطے جا سویا۔

کہتے ہیں۔ خواجہ دو دفعہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے دیدار کے لیے دہلی میں تشریف لائے تھے۔ اور جس مکان میں اب شیخ رشید کی کی خواہنگاہ ہے۔ اُس میں اتر کر تے تھے پہلی بار جو دہلی سے اجمیر کو گئے تھے۔ تو سید حسین شہدی فوجدار کے عم بزرگوار سید وجیہ الدین حسینی کی لڑائی کے ساتھ نکاح کر کے ہمراہ لے گئے تھے۔ ستائیس سال اوس پر وہ نشین با عصمت بی بی کے ساتھ بہ خوشی و خورمی زندگی گزاری۔ اور پیری اولاد بھی ہوئی۔ ستائیس سال کی عمر اپنے پانی۔ بعد چھٹی رجب ہجری سنہ چھ سو تینتیس روز شنبہ کو عالم آخرت کی جانب کوچ فرمایا۔ اور اجمیر میں خواہنگاہ تیار ہوئی۔ آج اوس کی عمارت نہایت عالیشان ہے۔ اور ہر سال لوگ گردہ کے گردہ ہر ایک ملک سے عرس کے موقع پر اکڑ جمع ہوتے ہیں۔ اور جس قدر مشائخ چشت ہند میں مدفون ہیں۔ سب اپنی خلافت کے سلسلہ کو حضرت خواجہ تک منتهی کرتے تھے قدس اسرار ہم سوائے ایک سلسلہ شیخ عزیز اللہ منڈو (مانڈو) والہ کے۔ کہ وہ شیخ رکن الدین نہروالہ سے ملتا ہے۔ اور شیخ رکن الدین اپنے تئیں چٹہ واسطے سے خواجہ مودود چشتی تک پہنچاتے ہیں۔ انشاء اللہ عزیز یہ حال اُن کی یاد میں لکھا جاوے گا۔

انجمن

یہ انجمن اہل خدا میں ذی بصیرت اصحاب کے با فروغ حالات کے بیان میں ہے جنہوں نے اپنی نسبت کے

ہاتھ سے معین الاولیا قدس سرہ کی بیعت کا دامن پکڑا۔ اور آپ کی رہنمائی سے خدا طلبی کے راستہ میں قدم رکھا ہے۔ بعض نے خرقہ خلافت حاصل کر کے زندہ دلی حاصل کی۔ اور اُن کے سلسلہ پر ارباب دانش گروہ کے گروہ جلے۔ اور بعض نے اس طریقہ پر چلنے کی آرزو ہی نہیں کی۔ اور ہمیشہ اپنے حجرہ وحدت میں تنہا نشین رہ کر قصہ کوتاہ جن معانی کا چہرہ واضح کے رنگ آمیز قلم نے الفاظ کے صفحہ پر کھولا ہی نہیں ہے۔ ان معانی کا راستہ بھی دور خیال۔ سوائے تمثیل کے باؤن کے کیسے چل سکتے ہیں اس لئے اس ذی معرفت گروہ کے پر حقیقت حالات کی تعریف صراحت کے ساتھ نہیں لکھ سکا۔ اور چونکہ تشبیہ سے دل ناخوش اور رسیدہ تامل اندیشہ سے بھی کام نہ لیا۔ ناچار ہر ایک کے نسب و حسب۔ وطن و مرقہ۔ اور معیت و سلسلہ کے متعلق چند باتیں ایسے قلم سے لکھی ہیں جو بالکل سادہ اور صنایع و بدائع کے نزدیک اور آرائش سے برہنہ ہے۔ تاکہ سننے والہ کو آگاہی ہو۔

بوجودیکہ تمثیل اصل کی چہرہ پر ایک نقاب ہوتا ہے۔ تاہم تمثیل اپنی چمک دمک دکھانے سے۔ روحانی چہرہ کو آئینہ کی طرح جسمانی عکس کی شکل کر دیتی ہے۔ تمثیل دور بیٹھے ہوئے۔ گوشہ نشینوں کو ویسے ہی جلوہ کا سلمان بہم پہنچاتی ہے۔ جیسا کہ نزدیک والوں کو نظر آتا ہے۔ تمثیل معنی کی پردہ نشین عروس کی صورت کشادہ و شاہد کے طور پر دکھلاتی ہے اور نیز جن منور چہروں پر مثل آفتاب کے نگاہ دشواری سے پڑ سکتی ہے تمثیل اُن چہروں کو آسانی کے ساتھ نظر آنے والے ماہ دشون کے سلسلہ میں عیان کرتی ہے۔ لیکن اگرچہ نکتہ آفرین طبیعت ان ساکنان شہر کشف کو تشبیہ و تمثیل کی امداد سے محسوسات کی آبادی میں پہنچاتی ہے اور نیز اُن کو کشفی مکان سے نکال کر خیالی سندیر اس طرح لا بٹھاتی ہے۔ کہ جو کچھ شاعرا دے اقرب بہ فہم ہو۔ باہمہ اگر ناظرین غور سے دیکھیں گے۔ تو عالم غیب کے ستاروں کا حال ٹھیک طور پر اس طرح معلوم نہ کر سکیں گے کہ جس طرح اُن لوگوں کا حال معلوم کر سکتے ہیں۔ جو حواس اور عقول کے میخانہ میں مست پڑے ہیں۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے قیاس غائب کا شاہد پہنچتا ہے۔ کیونکہ ہر عالم کے ادراک کے واسطے جداگانہ رسم معین کی گئی ہے۔ ایک عالم کی اشیا کا۔ دوسرے عالم کی رسوم کے ذریعہ سے ادراک۔ صرف انہیں اشیا تک پہنچ سکتا ہے۔ جو دونوں عالم میں مشترک ہیں۔ اس سے آگے خصوصیات تک نہیں پہنچتا مابہ الاختلاف جو عالم کثرت کی آفرینش کا سبب ہے۔ معرفت کے سلسلے میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ ہر موجود اور ہر منظر جس کو آسمانی کمالات اور تفصیلی حسن حاصل ہے اُس کی ماہیت کی شناخت ہاتھ نہیں آتی۔ کائنات کے ذرے ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا نہیں ہو سکتے۔ اور راستہ چلنے والا اس طرح کی رفتار سے منزل تحقیق کو نہیں پہنچ سکتا۔ پس ایسے مقام پر چپ رہنا۔ سخن کا

مغر پست سے جدا نہ کرنا۔ اور راست گوئی سے کام نہ لینا۔ دورنگی کی علامت ہے۔

سنوچی۔ وہ شخص دانا ہے۔ جو ہستی کی تعریف کو جس کو ارباب ظاہر نے پرانی حکمت و فلسفہ کی کتابوں میں مکاری کے تھے ہونے تانے بانے کی طرح تنا ہے چند پست آواز لگس طغیتوں کا جال سمجھے۔ مکی کی طرح اپنی ہمت کا بیجہ اوس میں نہ پھنساوے۔ مانند طفل رنگین باتوں کے فریب میں نہ آوے۔ اپنے تئیں اس توڑی سی طبع شناسی پر حقیقت اشیا کا جاننے والا تصور نہ کرے۔ دہم میں ڈالنے والے کاغذی نقوش کو نگینہ کی طرح صفحہ دل پر جگہ نہ دیوے۔ جن نقوش نے جگہ پکڑ لی ہے۔ اون کو مٹ جانے والا سمجھ کر خاموشی کی امداد سے صفحہ دل کو سادہ بنا دین کو شش کرے۔

شمس دیوانگی می باید و نادانیم | مولفہ تیرگی بخشید دل را حکمت یونانیم

اس بلند مرتبہ گروہ کی پیروی سے عرفان کا راستہ اختیار کر کے صفائی قلب والذین جاہدوا فیہا لکم ہدایتہم سبلنا کی جیسی ریاضت سے حاصل کرے۔ کشف کی آنکھیں اصحاب خلوت اور ارباب جلوہ دونوں کا تماشا کرے۔ ناشناسائی اور دہم پرستی کے کوچہ سے نکل جاوے۔ اور باطنی ادراک کی روشنی میں حقیقت کے باغون کی سیر فرما کر جامعیت کے تحت پر بحیثیت خلیفہ متمکن ہو۔ تاکہ اُس کے قوی ادراک کے سامنے دوسرے ضعیف ادراک والوں کی لچر اور پوچھ اسطلاحیں۔ عمدہ حیثیت سے فروخت نہ ہونے پاویں۔ اور سب کی استعداد کا ذاتی جوہر۔ جس قدر قیمت کا ہو۔ اُسی اہلی قدر و قیمت پر خریدا جاوے۔ اُس وقت مضمون لَوْ کَشَفَ الْغَطَاءُ مَا أَرَدَدْتُ یَقِینًا کا نقد اُس کو حاصل ہوگا۔ اور اُس کا یقین ایسے بلند درجہ پر پہنچ جاوے گا جہاں نہ افزونی کو گنجائش ہوگی۔ اور نہ کم و کاست کو۔ اب میں اُن چند اصحاب کا حال لکھتا ہوں۔ جو اس خوبی اور حسن شمائل کے ساتھ موصوف ہیں۔

یا دارحمیند فرزندان محین الاولیاء قدس اللہ اسرارہم

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے کوئی فرزند نہ رہتا۔ آپ حضور تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک سیدہ جیہ الدین شہدی کی دختر۔ دوسری ایک راجہ کی بیٹی جو خواجہ کے مرید ملک خطاب کی قید میں آگئی تھی۔ اُس کو مرید مذکور نے پیر کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ علی بن القیاس سلطان التارکین ناگوری کا بیٹا ہے۔ اور جن لوگوں نے ہمارے دین کے کام میں کوششیں کیں۔ ہم سبھی اُن کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے۔ اگر پروردہ کس جاوے۔ تو میں یقین کے اعتبار سے کچھ زیادہ نہ ہو جاؤں گا۔ ۱۲۔

بھی خواجہ کے عیال دار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جس کو ان کے فرزند شیخ فرید نے کتاب سرور القصد و عین لکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ایک روز خواجہ معین اولایا نے عیال دار اور صاحب اولاد ہونے کے بعد مجاہد سے کہا جمید پیشتر جوانی اور تہجد کے زمانے میں جو بات دل میں آتی تھی بطلب یا بلا طلب ظہور پذیر ہو جاتی تھی۔ اور اب اس زمانہ میں۔ کہیری اور عیال داری دونوں ہو گئی ہیں۔ دل میں آئی ہوئی کوئی بات بھی علم سے عین میں نہیں آتی ہے۔ مینے جواب میں عرض کیا۔ حضرت صیسی علیہ السلام کی ولادت سے پہلے حضرت مریم علیہا السلام کا حال یہ تھا کہ **لَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْخَبْرَ ابِ وَجَدَ عِنْدَ هَا سِرًّا طَهُرًا** اور ولادت کے بعد یہ وجہ ہو گیا **هَذَا نَبِيُّ إِلَيْكَ بِجَدْعِ النَّخْلَةِ** آپ یہ جواب سکریت خوش ہوئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جو بعض اصحاب خواجہ معین الاولایا کو حضور سمجھتے ہیں۔ یہ ان صدر الذکر بیانات کے بموجب محض خیال ہی خیال ہے۔ بی بی حافظہ جمال خاص خواجہ کی دختر ہیں۔ عام شہرت واقعی اور نہیں ہے۔ شیخ رضی کے نکلح میں تین۔ جن کی قبر منڈلا کے حوض کے کنارہ پر ہے۔ جو مصافقات ناگوہین سے ہے۔ اور بی بی دُر کی قبر حضرت خواجہ کی پائین ہے۔ سید محمد گیسو دراز دوسرے فرزندوں کو بی بی عصمت سمجھتے ہیں۔ اور خواجہ شمس الدین طاہر کو امتہ اسد کینز سے کہتے ہیں **مصرع** بجز خدا سے نداند کسے حقیقت حال چند اصحاب کا خیال یہ ہے۔ کہ آپ کے اولاد تو ہوئی۔ مگر خرد سالی سے کوئی بچہ آگے نہیں بڑھا۔ سب خرد سالی میں ہی عالم قدس کو کوچ فرما گئے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آپ کے فرزندوں میں سے چند کس عمر میں پاکر درجہ رہنمائی پر پہنچے تھے۔ اور یہ بیان بہت ہی درست ہے کہ آپ کے تین فرزند رشید تھے۔ جو مرشد بھی تھے۔ سب بڑے خواجہ فخر الدین محمد اجمیری ہیں۔ دونوں علم کے کمالات سے آراستہ تھے اور صاحب نصرت بھی تھے۔ پدر بزرگوار کے بعد شیخی اور ہدایت کی مسند کو انہیں کے وجود سے آرائش ہوئی تھی۔

جب خواجہ فخر الدین تاریخ پانچویں شعبان ہجری سنہ چہ سو اکٹھ کو دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تو ان کے منجملے بہائی خواجہ ضیاء الدین ابوالخیر جانشین ہوئے۔ بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ بڑے صاحب کمال اور صاحب حال تھے۔ یہ بھی ہجری سنہ چہ سو پچانوین میں عالم صورت کے رحلت فرما گئے۔

۱۵ جب جب زکریا مریم کے دیکھنے کو ان پاس (ان کے رہنے کے حجرے میں جاتے تو مریم کے پاس میوہ جات کی قسم میں سے کچھ نہ کھا کھانے کی چیز موجود ہوتے ۱۲ ۱۵ کچھ کی جگر کو دیکھ کر اپنی طرف کو ہلاؤ ۱۲

۱۵ تالیف اس طرح بھی کیا جاسکتا ہے۔ شاید حضرت خواجہ کو تہجد کے زمانہ میں قرب فرائض کا رتبہ حاصل تھا۔

تیسرے بہائی شیخ حسام الدین صدر الذکر دونوں بہائیوں سے چھوٹے تھے۔ یہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو کر ابدال اور درجہ الٰہی کے گروہ میں جا ملے تھے۔ اس واسطے سجادہ نشینی پوتوں اور نواسوں کی طرف منتقل ہوئی سلسلہ اور خانوادہ کا اجرا خود مشرب چشت کے مالک خواجہ معین الاولیاء نے خواجہ قطب الاولیاء کے سپرد فرما دیا تھا۔

شیخ رفیع الدین یامیرید اور شیخ نور الدین محمد اجمیری خواجہ معین الاولیاء کے پوتوں میں سے تھے۔ یہ دونوں بزرگوار تصوف اور سلوک کے طریقہ میں ظاہر و باطن سے آراستہ تھے۔ بہت برسوں تک آباؤ کرام کے سجادہ پر طالبان خدا کی رہنمائی کرتے رہے۔

شیخ حسام الدین سوختہ۔ خواجہ فخر الدین اجمیری کے فرزند ہیں۔ آپ کا سینہ سوز مجسمہ داغدار تھا اور آنکھیں دروطلب کے اشکبار رہتی تھیں۔ سلطان نظام الاولیاء کی صحبت میں جا پونچے تھے۔ ان کی قبر قصبہ ساہنہ میں جانب مشرق اجمیر کے راستہ پر ہے۔ ان کے پدر بزرگوار نے گم شدہ بہائی کی یاد میں ان کے نام پر ان کا نام رکھا تھا۔ ان کے دو فرزند تھے۔

ایک خواجہ معین الدین خرد آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور خلیفہ ہیں بیعت ہونے سے پہلے ہی۔ نفس نافر جام کو لڑائی میں زیر کر لیا تھا۔ اور خواجہ معین الاولیاء کے باطن سے آپ کو فیض حاصل تھا۔ دوسرے شیخ قیام الدین بابر بابل آپ خوب صورت۔ دلاور۔ دلیر۔ اور بزرگ طینت تھے ان دونوں صدر الذکر فرزندان شیخ حسام الدین کے ہی فرزندان نامور ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ وحدت اور وجوب کی جانب کا کثرت اور امکان کی جانب پر غماز ہونا۔ اس صورت میں حق عیان ہوتا ہے۔ اور خلق محقق جس شخص کو یہ قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ تمام افعال بلکہ احوال کو حق کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور اپنے تئیں بمنزلہ آلہ کے سمجھتا ہے۔ اور حضرت خواجہ عیال داری کے زمانہ میں قرب نوافل سے متصف ہو گئے تھے جس کا مطلب یہ ہے۔ جانب کثرت کا ظاہر ہونا۔ اور جانب وحدت کا محقق ہونا۔ اس صورت میں خلق فاعل نظر آتی ہے۔ اور حق اس کا آلہ۔ لی بصر دلی سمیع کی حدیث میں اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہے یہ بات میرے ذہن میں آئی ہے ۱۲ راجی محمد غوثی۔

لہٰذا بال معنی عظمت و شان ۱۲۔

شیخ قطب الدین۔ آپ خواجہ معین الدین خرد کے بیٹے ہیں۔ اجمیر سے آغاز ہوش میں ہی منڈو (مانڈو) کو چلے آئے۔ سلطان محمود غلجی نے زمانہ شباب میں ہی۔ آپ کو خطاب چشت خانی دیکر بارہ ہزار سوار کا افسر کر دیا تھا۔ جب ایک مدت کے بعد سلطانی قوت کے اثر سے اجمیر میں اسلام تازہ ہوا۔ تو سلطان نے اجمیر چشت خان کو دینا چاہا چشت خان کو کچھ پی منڈو (مانڈو) سے ہو گئی تھی اسو اقبال کیا شیخ قیام الدین کے بیٹے شیخ بایزید بزرگ ہیں۔ آپ صاحب علم تھے۔ خواجہ معین الاولیا کے روضہ میں برسوں درس دیا۔ شیخ احمد مجد۔ اور نیز دوسرے بزرگ آپ کے شاگرد ہیں۔ جب حکومت دہلی میں ہل چل پیدا ہوئی۔ تو پیکر پرستوں کا غلبہ ہوا۔ اُس وقت شیخ بایزید بغداد کی طرف کوچ کر گئے۔ اور اُسی سرزمین میں ایک عمر گزاری جب خبر ملی۔ کہ اجمیر میں اسلام کو رونق ہوئی۔ تو پھر آپ اُن اطراف سے منڈو (مانڈو) میں آئے۔ سلطان نے اپنے حُسن عقیدت میں۔ شیخ بایزید کو چشت خان کا شریک کر لیا۔ چشت خان کو یہ شرکت ناگوار گزری۔ کسی اہم کام کے بہانہ سے شیخ بایزید کو دور مینیک دینا چاہا اور حضور سلطان میں عرض کیا۔ کہ میرے بہائی شیخ بایزید بزرگ پیشتر مدرس اجمیر تھے۔ وہاں کے اسلام میں کُستی آگئی تھی۔ اس وجہ سے اُنہوں نے جہان گردی کو مناسب سمجھا تھا۔ اب چونکہ اس شاہی عہد میں بمقام اجمیر بنیاد اسلام از سر نو قائم ہو گئی ہے۔ لہذا ایسا سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اگر صاحب موصوف اجمیر میں بھیج دئے جائیں گے۔ تو اس جدید بنیاد میں غالباً صورت استحکام پیدا ہو جاوے گی۔ چشت خان کی اس گفت وگو پر۔ شیخ بایزید کو اجمیر میں رہنے کی اجازت دی گئی۔ اسی زمانہ میں بعض لوگوں نے حضور سلطان میں یہ بھی عرض کیا کہ شیخ بایزید بزرگ۔ خاندان عینہ میں سے نہیں ہیں۔ اس پر سلطان نے اپنی قلم برد کے پُرانے اور وقت حال عالموں۔ درویشوں۔ اور بزرگوں کو فراہم کر کے دریافت حال کیا۔ مخدوم شیخ حسین ناگوری۔ اور مولانا رستم نے جو اجمیر کے علما اور مشائخ میں کیٹا تھے۔ اور نیز دیگر اللہ والوں نے شیخ بایزید بزرگ کی درستی نسب پر گواہی دی۔ شیخ حسین ناگوری نے شیخ بایزید کے فرزند دن کے ساتھ پیوند خویشی ہی پیدا کر لیا تھا یہ معاملہ ہی ایک حادل گواہ ہے۔

یاد چندے از خلفائے معین الاولیا

مولانا ضیاء الدین حامد۔ آپ حکیم۔ صاحب علم ریاضیات و طبیعیات تھے۔ بلکہ اکثر فنون

لے۔ مانڈو زبان قدیم میں ایک عظیم الشان شہر آباد تھا ریاست دہار کے پاس مالوہ میں۔ اب بالکل ویران ہے۔ سنگین محلات اور

مردنہ کو قلعہ کے ساتھ جانتے تھے۔ لیکن مشایخ کے انکار سے آپ کا دل سیاہ تھا۔ جب صفائی کا وقت آیا۔ تو خواجہ کی خدمت سے اعتقاد کے چراغ نے آپ کے دل کو روز روشن بنا دیا۔

ایک امیر ظالم اور فاسق تھا۔ اُس کو خواجہ کے دیدار کی بدولت تو یہ نصوص نصیب ہوئی۔ اور جب وہ راہِ نقیصہ میں راسخ ہو گیا۔ تو اُس کو خوانِ ولایت کی چاشنی ملی۔ اور اپنے وطن بلخ کو اُس نے چھوڑ کر ہجرت پر اختیار کی جس وقت حصار میں پہنچا۔ تو اہل کے لشکر نے اُس کی عمر کا حصار توڑ پھوڑ کرتا ہوا کر دیا۔ اسی مقام میں اس کی قبر بھی ہے۔

اجمیر کے کوہستان میں ایک شخص بہ لباس جوگیان اجیپال نامی تھا۔ ریاضت کی بدولت صاحبِ استدراج تھا۔ طلسمی علموں کی نمود و نمائش بہت کچھ جانتا تھا۔ اور بہت سے مریدا اس کی خدمت میں جان سپاری کو حاضر رہتے تھے ان میں سے اکثر مریدوں کو اجیپال نے سانپ بنا کر حضرت خواجہ کے تکیہ گاہ پر متعین کیا تھا۔ حضرت خواجہ نے موسوی معجزہ کو کام فرمایا۔ چند سانپوں کو عصا سے مار ڈالا۔ اور بعض کا سر پکڑ کر زمین میں گاڑ دیا۔ کہتے ہیں۔ اُس مقام سے ایک قسم کی گاس گتی ہے۔ جو بجلک لگاؤ ہوئے سانپ کی شکل کی ہوتی ہے۔ اور لوگ اُس کا نام چتراول کہتے ہیں۔ یہ ایک لکڑی ہے ظاہر میں سیاہ اور اندر سے سفید۔ اجمیر کے مہر بنانے والے اسکی تسبیح بناتے ہیں۔ مشہور ہے۔ کہ یہ تسبیح جس کے پاس ہوتی ہے۔ یہ سانپ وغیرہ کے آزار سے امن میں رہتا ہے۔

سید حسین مشہدی آپ سلطان قطب الدین ایبک کے امیرین سرشار۔ اور سرکارِ اجمیر کے لشکرینِ افسر تھے۔ حضرت خواجہ کے خاص مریدوں میں سے ہیں۔ اس زمانہ میں جنگ سوار کر کے مشہور ہیں۔ یہیں ایک پہاڑی کے پشت پر آپ کی قبر ہے۔

مولانا احمد خا دم آپ نے ہمیشہ خدمت گزاری میں عمر بسر کی۔ رازدو جہانی کے محرم تھے۔ اجمیر میں قبر ہے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی۔ آپ کا ظہور مثل آفتاب کے روشنی بیان کا محتاج نہیں ہے۔ سلطان اتارکین شیخ حمید الدین صوفی سعیدی سوالی۔ آپ خواجہ کے بزرگ خلفائے میں سے ہیں۔ عارفانہ اشعار کہنے کا ذوق تھا۔ یہ رباعی آپ ہی کی ہے رباعی

اے دوست دل خستہ ہواے تو گرفت

در باغ وفا کے تو نواے تو گرفت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ — عمارات۔ حالت تباہی میں ہیں۔ ان میں کچھ پہلے بادہیں۔ سابقہ زمانہ میں اس کو منہ دلتے تھے

ہر چیز کے بگڑنے کو گرفت

ہر چیز کے بگڑنے کو گرفت

شیخ نظام ناگوری آپ کا کلین غائب خاب پر عمل تھا۔ ہمیشہ اپنے پیر کے آستانہ پر محکم رہتے تھے۔ اسی طرح پر آپ کی گزران تھی۔ اور جدائی پر ایک لحظہ بھی سہین کر سکتے تھے۔

شیخ مجذالہ الدین سنجری آپ خواجہ کے سفر اور حضرین رفیق اور ہم نشین تھے خواجہ کی خدمت اور ملازمت سے۔ جو آپ کی خاص عادت عہدہ تھی۔ بنی مراد کو پہنچ گئے۔

غوثی فیض ثمرہ ہوتا ہے عقیدت۔ رغبت۔ اور صدق کے بارور درختوں کا۔ جس زمانہ میں ہم عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ اس زمانہ میں ان بارور درختوں کو لوگوں کی بد نصیبی سے پانی نہیں پہنچا۔ جس کی وجہ سے یہ تمام درخت خشک ہو کر ایندھن ہو گئے۔ شیخ عزیز فرید ابن شیخ عزیز سعید بن سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی سولی ناگوری نے ایک کتاب سرور الصدور تصنیف کی ہے جس میں مذکورہ بالا مضمون کو اس طرح پر درج کیا ہے۔ ”ایک روز پیر بزرگوار۔ زبان حقائق بیان سے اس قسم کی حسرت ناک گفت گو فرماتے تھے۔ کہ“

مجاہد یہ فرمان ایزدی مشیت اہل زمانہ کو پسند و نصیحت کرتے ہوئے کم و بیش تین تین قرن گزر گئے۔ ہر ایک قرن میں لوگوں کے حالات کے اندر جداگانہ کیفیت دیکھنے میں آئی۔ اہل قرن میں ایسا پایا۔ کہ جس وقت منبر پر چڑھ کر بے مثل و بے مانند اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مقدس نام کے متعلق حکمت اور بیان کا آغاز کرتا تھا۔ تو منبر کے دونوں جانب حاضرین مجلس گریہ و نالہ شروع کر دیتے تھے۔ پھر دوسرے قرن میں یہ حالت دیکھی گئی۔ کہ اُس اندرونی آگ سے شعلہ بڑھنے کی کیفیت تو جاتی رہی۔ مگر تاہم اتنی گرمی اور اخگری اثر ضرور باقی تھا۔ کہ اُس کی حرارت۔ واعظ کے قلب سے متجاوز ہو کر سامعین کی بے رغبتی کی سروری کو دور کر دیا کرتی تھی۔ اور تیسرے قرن میں یہ کیفیت ہو گئی کہ تمام حاضرین جن کی طبیعتیں چنگاری کی طرح گرم تھیں۔ مثل کوئلہ کے باہر سے سیاہ اور اندر سے افسردہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ عبادت کے سوا۔ مسجد میں آنے کے واسطے کوئی باعث باقی نہیں رہا۔ اور اہل زمانہ کے دلوں میں بجائے رغبت کے مین سر اسر نفرت اور کراہت پاتا ہوں۔

اور یہ بھی پیر بزرگوار نے فرمایا۔ کہ“

جس طرح خاتم النبوة علیہ السلام کے مبارک عمیدین پتر سے دل کی خوشبو آتی تھی۔ اسی طرح

اب ایسا زمانہ آگیا ہے۔ کہ دل سے پتھر کی بواقی ہے۔ لہذا اس زمانہ میں جس شخص کی ملاقات سے اہل دل ہونے کی خوشبو تم پاؤ۔ اُس کو اس طرح غنیمت جانو۔ کہ جس طرح سامان ارث بے رنج و مشقت مل جاتا ہے۔ اور مال غنیمت کی مانند مفت سمجھ کر غیر ترقبہ نعمت تصور کرو۔ کیونکہ اس زمانہ میں جو ہر دل۔ مٹی میں بڑی ہوئی کوڑی کا حکم رکھتا ہے۔

یا وحید ضیاء الدین حامد بلخی

آپ۔ گوناگون علم حکمت سے آراستہ تھے۔ کیا اکلیات اور کیا طبیعیات۔ لیکن سیاہی باطن سے لقصوف کی اصطلاحات کو راہی تھا ہی باتیں سمجھ کر نریمان رہتے تھے۔ ایک روز تقدیر سے آپ کا گزرا ایک صحرا میں ہوا جس میں خواجہ معین الاولیا اپنے رفیق کے ساتھ ایک کلنگ کا شکار کر کے کباب سینک رہے تھے۔ یہ سن کر کو تارہ حکیم کو ہوک نہ یہاں تک مجبور کیا کہ ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں جانا پڑا۔ جب اُس شکار کا لقمہ حلق کے نیچے اُترا۔ تو تمام فلسفی حروف بھول گئے اور اُن کی آواز یاد سے جاتی رہی اور انکار کا سرمایہ نقد اعتقاد کے عوض فروخت کر دیا۔ آپ مع اپنے تمام شاگردوں کے بیعت ہو گئے۔ اور پر درجہ ولایت سے بھی سرفراز ہو گئے۔ مصروع ولایت باسعادت ہم قرن شد۔

یا دین محمد الدین دہلوی رحمہ اللہ

جس سال اور حینے میں سلطان شہاب الدین محمد سوم غوری کی ہیبت سے راجہ پتھورا نے ملک عجم کا راستہ لیا۔ اور دارالسلطنت دہلی فتح ہوا۔ اُنہیں ایام میں خواجہ معین الاولیا غزنین سے لاہور میں تشریف لائے۔ اور لاہور سے دہلی میں۔ اُٹھاے راہ میں ایک روز ایک بتخانہ کے آگے۔ سات آدمیوں کو دیکھا۔ کہ تمام آسائش و آرام سے درگزر کر چہ تراشیدہ پتھروں کی پرستش میں مصروف ہیں۔ جو شخص سب میں بڑا تھا۔ اُس کے ساتھ خواجہ نے ایسی رہنمائی نہ گفت گو کی۔ اور ایسا نصیحت آمیز کلام فرمایا۔ کہ وہ اسلام کا عاشق ہو گیا۔ اور اُس نصیحت کی بدولت سب کے سب صورت پرستی کی قید سے نکل کر صورت آفرین خدا کی پرستش کرنے لگے۔ خواجہ نے سب بڑے شخص کا نام حمید الدین رکھ کر وہ سون کھنام رکھنے کا ارادہ کیا ہی تھا۔ کہ اُن سب نے التماس کیا۔ ہم نے جس طرح کفر میں اور نیز اسلام میں شرکت ہاتھ سے نہیں

جانے دی۔ اسی طرح بہتر ہے۔ کہ نام میں ہی ہم سب شریک ہی رہیں۔ اس سب سے ساتون اشخاص اسی
علم کے ساتھ نام زد تھے۔

یاد شیخ محمد الدین بنجر

آپ نے۔ پیر کی جہان پیما کے زمانہ میں۔ پیر کی ہمراہی اور کمان برداری سے اپنے تین کسی وقت
باز نہیں لکھا اس سب سے آپ کی ہسانی کا تیر ملازمت پیر کی بدولت۔ مراد کے نشانہ پر جا لگا۔

یاد شیخ نظام ناگوری قدس

آپ نے اپنی گوشہ نشینی کے واسطے۔ اپنے پیر بزرگوار کے عالیشان آستانہ پر ایک گوشہ اختیار کر رکھا تھا۔ دگاہ
کی خاک سے کبھی سر نہیں اٹھایا۔ اور پیر کی خدمت سے ایک لمحہ کی جدائی کو ہی کمال نقصان کا باعث سمجھتے تھے
اور اکثر پیر کی زبان مبارک پر یہ کلمات اجاتے تھے۔ ہمارا فخر فخر الدین کے ساتھ۔ اور ہمارا نظام نظام الدین کے ساتھ
ہے۔ مصرع۔ ناوک اہل وفا بادا ہمیشہ بردہفت۔

یاد شیخ فخر الدین احمد جمیری رحمہ اللہ

آپ کو پیر کی خدمتگاری اور پرستاری میں درجہ غلامی حاصل تھا۔ اور پیر کے ناصیخانہ کلام کو قلم سے
لکھا کرتے تھے۔ تمام اپنی زندگی۔ عبادت۔ اور ریاضت میں وقف کر رکھی تھی۔

یاد شیخ عبد اللہ رازی

آپ اولاً ایک آتش پرست تھے۔ خواجہ عثمان ہرونی سے مثل خلیل اللہ کرامت دیکھ کر اسلام قبول
کیا تھا۔ مع خاندان آپ کے اسلام لانے کا قصہ طویل طویل ہے۔ سابقہ کتب تو اینٹ میں لکھا ہوا ہے۔ دیکھ لیا جاوے
آخر کا خواجہ معین اللہ دیا کی نظر معرفت سے ولایت اور کمالات کی چاشنی حاصل کر کے درجہ حق شناسی پر فراز ہو گئے۔

یاد شیخ صفی الدین ابراہیم پور عبد اللہ رازی

آپ وہی طفل ہیں جس کو کندہ پر ہٹا کر خواجہ عثمان ہرونی قدس سرہ شعل آگ میں گس گئے تھے

گئے تھے اور نزدیکی آگ والہ ابراہیمی جلوہ دکھا کر صحیح و سالم نکل آئے۔ کہتے ہیں آپ بہ تلاش پر ہندوستان میں آئے تھے۔ جب جہیز میں پہنچے تو خواجہ معین اللہ لاریا کی ملازمت سے شرف حاصل کیا۔ اور خواجہ کی خدمت کے واسطے کمر باندھ کر کھڑے ہو گئے آخر کار رحمت کے ہاتھ سے ولایت اور سعادت کا دامن پکڑ لیا۔ اور رحلت کے بعد آپ کے روضہ کی دیوار کے نیچے قبر کجگہ ملی۔

طالبان ہدایت کو واضح ہو۔ کہ صاحبان ارشاد کی تلاش کا خیال ایک تخم ہے جس کو نہ معلوم تقدیر کوئنسے دل کی میا زمین میں بوکراؤں میں دل والہ کے ہاتھ اور بانوں میں ایسا دھقانی حوصلہ اور کاشتکارانہ سلیقہ عطا کرے۔ جس کے ذریعہ سے تخم خیال کی پرورش ہو سکتی ہے۔ تاکہ وہ اہل دل اُس بوئے ہوئے تخم کو شائستہ عمل کے ساتھ سرسبز کر کے نشوونما میں لاوے۔ اور اُس کے محصول سے خود فائدہ اٹھا کر ذی احتیاج خوشہ چینوں کو بھی اُن کی استغداد کے موافق روزی پہنچا دے۔

یاد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

آپ شیخ کمال الدین احمد موسیٰ اوشی کے فرزند ہیں۔ اوش مادرا براہنہ میں ایک قصبہ ہے۔ کہتے ہیں۔ ڈہائی برس کی عمر تھی۔ کہ آپ یتیم ہو گئے۔ جب پانچ سال کے ہوئے۔ تو آپ کی ماں نے ایک مہربان ہسایہ کے سپرد کیا۔ کہ کسی فی علم معلوم کے مکتب میں بٹھا آدے اُٹھائے اور میں ایک نورانی شکل پر ہمراہ ہو گئے۔ ان دونوں بزرگوں نے بالاتفاق آپ کو مولانا حفص کے سپرد کیا۔ اور اُس خضر صورت پیر نے استاد سے سفارش کی۔ کہ یہ لڑکا اولیائے کرام میں سے ہوگا۔ اس کی تعلیم میں کامیابی نہ کی جاوے۔ غالباً یہ نورانی شخص خضر علیہ السلام تھے آپ کو آغاز ہوش میں بیہ طریقت کی تلاش ہوئی۔ چاہا۔ کہ شیخ محمود کے مرید ہو جاوے۔ کہ اسی اثنائے میں خواجہ معین اللہ لاریا اوش میں تشریف لائے۔ آپ پہلی ہی ملازمت میں بیعت ہو گئے۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں خلعت خلافت پہنکر سرفرازی حاصل کی بیس سال کی عمر میں ہدایت دہی کی استعداد ہم پہنچا کر بہت سے ارباب سعادت کو دونوں عالم کو کمالات پر پہنچایا۔ اُس زمانہ میں آپ کا وظیفہ شبانہ روز کا یہ تھا ڈہائی سو رکعت نماز اور تین ہزار بار ورد۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو بقید تامل پابند کر دیا تھا۔ اس سبب تین روز تک معینہ معتاد ادا نہ ہو سکا۔ تیسری شب رئیس احمد کو جو آپ کے خاص مریدوں میں سے ہیں۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا شرف ملازمت خواب میں حاصل ہوا۔ غلطی احمد۔ ہمارا سلام قطب الدین کو پہنچاؤ۔ اور یہ کہو۔ تین راتیں ہوئیں۔ اُن کا تحفہ ہمارے پاس نہیں آتا ہے جب

یہ پیغام خواجہ کے کان میں پہونچا۔ تو خواجہ قطع علاؤ کر کے پیر بزرگوار کی تلاش میں وطن سے چلے۔ اور بغداد کا راستہ لیا۔ جب بغداد میں پہونچے۔ تو شیخ الشیوخ شہاب العرفاں سہروردی شیخ احمد الدین کرمانی۔ اور نیز اس شہر کے دیگر مشائخ قدس سرہم کی ملازمت حاصل کر کے استفادہ کیا۔ ایک روز خبر ملی کہ خواجہ معین الاولیا شہر دہلی میں تشریف رکھتے ہیں جو ہند کا پائے تخت ہے۔ لہذا وہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی کی رفاقت میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ملتان میں پہونچے۔ تو شیخ بہاؤ الدین زکریا کی محبت کی وجہ سے بیان چند روز توقف فرمایا۔ اس زمانہ میں ترکوں کے لشکر نے خلا و ختن سے آکر ملتان کے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ قباہہ بیگ۔ وہاں کا حاکم تھا۔ اُس نے دھاکے واسطے التجا کی۔ کہ دشمنوں کی آفت اور ایذا دور ہو جاوے۔ خواجہ نے اُس کو ایک تیر عنایت کر کے فرمایا۔ کہ رات کے وقت برج سے ترکین کے لشکر کی طرٹ چوڑ دینا۔ چنانچہ حبیب ارشاد تھا تعمیل کی گئی۔ بحکم خدا کے لایزال صبح تک دشمن کے لشکر میں سے اطراف قلعہ میں ایک تنفس ہی باقی نہیں رہا۔

القصۃ خواجہ نے دہلی کے دل کشا خطہ میں پہونچ کر کیلوکری مقام میں قیام فرمایا۔ دہلی کے شیخ الاسلام شیخ جمال الدین محمد بیطامی۔ احمد قاضی حمید الدین ناگوری جن کا نام محمد ابن عطاس ہے۔ ان اصحاب کی آمد و رفت ہمیشہ آپ کی محبت میں رہتی تھی۔ لیکن بوجہ زیادہ مسافت ہونیکے دیر سے پہونچتے تھے۔ اور اس سبب سے دل تنگ رہتے تھے۔ دہنا سلطان شمس الدین التمش کی خدمت میں عرض معروض کر کے خواجہ کو شہر میں لے آئے۔ اور ملک احمد الدین کی مسجد کی برابر میں آپ کے اُترنے کے واسطے ایک مکان تجویز کیا۔ خواجہ نے چند روز بعد خواجہ معین الاولیا کی خدمت میں عرض بھیجا کہ اجازت حاضری پچاہی۔ جواب پہونچا۔ کہ اَللّٰهُمَّ مَعَ مَنْ أَحَبَّ دین ٹھیرو۔ کیونکہ ملاقات کا مقام دہلی ہی قائم ہو چکا ہے۔ حدیث بھی انشاء اللہ وہیں آتا ہے ناچار قیام پر راضی ہونا پڑا۔ چند روز بعد پیر بزرگوار دہلی میں تشریف لائے۔ اور وہاں کی ملازمت سے خواجہ نے دلی حرا و پائی۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ جب قطب الاولیا اپنے جلد و دستوں اور تعلقین کے ساتھ ہمراہی پیر و فاضلہ اجمیر ہوئے اور سلطان قلیم شمس الدین التمش نے مع نسیم لہر اور شہنائے شہر کے عقب سے نالان ابد حیران پہونچ کر کمال منت اور حاجت سے خواجہ کو ٹھانا لیا۔ تو اُس وقت خواجہ معین الاولیا نے بھی فرمایا۔ نسب الدین ایک شہر بہر کا دل شکستہ کرنا درست نہیں ہے۔ اہم ہمارا فیض کچھ قرب مکان ہر نعمت میں۔ لوط جباؤ۔ اور خوش رہو۔ اہم اور تم ہمیشہ لے ہوئے ہیں۔ اور اس جگہ فرمایا اَللّٰهُمَّ مَعَ مَنْ أَحَبَّ کہ خط میں۔

ایک روز قاضی حمید الدین ناگوری - خواجہ محمود پوشتین دود - شیخ عبدالدین غزنوی - اور شیخ تاج الدین منور دہی آپ کی ملازمت میں حوض شمس کے کنارہ پر ایک مسجد کے دالان میں جمع تھے - اور باہم حقائق کی گفتگو ہو رہی تھی ناگاہ ایک شتر سوار جو کبود پوش تھا - اُس حوض کے کنارہ سے غسل کو نکلا - اور شیخ تاج الدین منور کو کہا - کہ ابو سعید دمشقی جو دیرینہ نیازمند دن میں سے ہے - اُس کا سلام خواجہ کی خدمت میں عرض کرو - جب شیخ تاج الدین نے ابو سعید کا نام سنا - فوراً اڑھ کھڑے ہوئے - جب تک شیخ تاج الدین اُس کنارہ تک پہنچیں - تب تک وہ نظر سے غائب ہو گئے -

خواجہ کی بعض عمارت کراستیں لکھتا ہوں - شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں - ایک روز اٹھارہ راہ میں جس مقام پر آپ کی خوابگاہ ہے - بہت دیر تک کھڑے رہے - اور روتے رہے - اور فرمایا - کہ اس زمین سے دھماکے سوختہ افرختہ کی بو آتی ہے - اُس کے مالک کو بلایا - اور کچھ روپیہ دیکر زمین مذکور خرید لی -

نیز شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں - چونکہ خواجہ کسی کے دئے ہوئے روپیہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے - چاہا متعلقین کو روز مرہ کے خرچ کے واسطے قرض لینا پڑتا تھا - ایک روز ایک قرض خواہ نے اپنا قرضہ مانگنے میں آپ کے لوگوں پر بڑاں جٹائی - **لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ** ان لوگوں نے دل تنگ ہو کر عہد کیا - کہ قرض نہ کرینگے اگر چہ فاقہ سے مر جاویں - آپ کو اس کیفیت پر اطلاع ہوئی - تو تمام لوگوں کو جو خانہ نشین تھے - فرمایا - کہ اس طاق سے فی کس ایک ساک (روغنی روٹی) گرم روزانہ سے لیا کریں - چنانچہ لیا کرتے تھے - اس سبب سے آپ کا نام کلکی ہو گیا -

نیز شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں - کہ ایک روز زمین قطب الاولیا کے مرقد مبارک کی زیارت کر رہا تھا - اُس وقت یکایک میرے دل میں یہ خطرہ گزرا - کیا صاحب روضہ کو زائر کی آمد رفت سے آگاہی ہوگی ناگاہ زبان غیب سے یہ بیت میرے کان میں پہنچی - جس نے مجھ کو آگاہ کیا - نظامی

مَنْ آيَمَ حَبَّانٍ كَرُوْا آئِيْ بِهٖ تَنْ

ہزارندہ پسندار چون خویش تن

کہتے ہیں - کہ شیخ علی ہجستان کی خانقاہ میں - ہجری سنہ چہرہ تینتیس تھا - (اور مثل خجست کے

بعض تذکروں میں پینتیس لکھا ہے - اور یہی بیان صحیح اور درست ہی ہے) کہ ایک توہاں یا اور بیت گائی بیت

ہر زمان از خمیب جانے دیگر است

کشتگان خنجر سلیم را

خواجہ قطب پر سیوشی طاری ہوئی۔ اور تین روز تک یہی حالت رہی۔ جب ہوش ہوا۔ اور حال دگرگون دیکھا گیا۔ تو قاضی حمید الدین نے جانشین کے لیے التماس کیا۔ فرمایا۔ پیر بزرگوار کا فرقہ خاص مع مصلیٰ۔ عصا۔ اور لغلین کے شیخ فرید الدین مسعود کو پوچھا دینا چاہیے۔ کیونکہ خانوادہ حشت کا چراغ انہیں سے روشن ہوگا۔ بعد ازاں روزِ شنبہ تاریخ چہرہ ہونے پر بیچ الاول کو آپ واصل محبوب حقیقی ہوئے۔ خواجہ بگاہ دہلی۔

انجمن فرزندان و خلفائے کامگار خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کالی

انسانی مخصوصات اور اوصاف کے دائرہ کام کر۔ شیوہ سخن دانی اور معرفت ربانی ہے۔ اور ان دونوں عالی قدر جوہر و ن کامعدن۔ ذی فیض عالمون۔ اور صاحب ارشاد خدا شناسون کی مجلس علیہم رحمۃ الرحمن نعلیک بلادوام للکلائمہ کہتے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ ایک خواجہ محمد۔ یہ خود سالی میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے۔ دوسرے خواجہ تہماچی۔ ان کو رحمانی جذبات اور سکرو صحو کے حالات زیادہ رہتے تھے۔ ان کی خواجہ بگاہ ان کے پیر بزرگوار کے مرقد کی برابر میں ہے۔ آپ کے خلفائے کرام بہت سے ہیں۔ میں بعض کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) اشرف الخلفاء شیخ الاسلام مخدوم شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ میں آپ کے حالات شہرت میں مثل آفتاب ہیں۔ یہ چند فقرے آپ کے دل پذیر کلام میں سے ہیں۔ یعنی فنا۔

(الف) مرتبہ ممکنات میں عبارت ہے اس سے۔ کہ سالک اپنے حول و قوۃ سے باز آوے۔

(ب)۔ مقام تحقق صفات میں عبارت ہے اس سے۔ کہ سالک جملا مود کی نسبتیں اپنی طرف سے

ساقط کر دے۔ اور

(ج) مقام شہود ذات میں عبارت ہے اس سے۔ کہ اپنی ہستی سے فراموش اور غائب ہو جاوے

اور بقا۔

(الف)۔ اولین درجہ فنا میں عبارت ہے اس سے۔ کہ انسان کامل موجودات ممکنہ میں تصرف کرے

حق سبحانہ کے حول و قوۃ سے۔

(ب)۔ دوسرے درجہ فنا میں عبارت ہے اس سے کہ انسان کامل اپنے تئیں متصف باخلاق الٰہی کرے۔ اور

۱۰۔ ان پر رحمانی رحمت نازل ہو۔ پس تمہارے اوپر۔ دوام ملازمت لازم ہے۔ ۱۲۔

ج۔ تیسرے درجہ فتامین مبارک، اس سے۔ کہ انسان کامل اپنے تین ذات باری تعالیٰ پر محیط کر دے۔ جو صوفی باقی بعد انقضا ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ ظاہر میں شریعت کے لباس سے آراستہ۔ عالم صفات میں مراسم طریقت ادا کرنے والا۔ اور ہنگام تجلی ذات۔ حقیقت قائم کرنے کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔

(۲) شیخ محمود نذر والہ آپ اپنے پیر کے جمال یا کمال پر عاشق تھے۔ ہنگام دیدار کبھی بیک نہیں ماری اور خدمت حضوری سے دوری کبھی پسند نہیں کی۔ برخلاف شیخ گنج شکر کے۔ کہ وہ دوری کو نزدیکی کے مقابلہ میں پسند کرتے تھے۔ اور اس باب میں ذی ارادت صوفیوں کے دو مشرب ہیں۔ بعض کا خیال یہ ہے۔ کہ مبادا بمقتضائے بشریت پییر کے حضور میں خادم سے کوئی ایسا امر سرزد ہو جاوے جس میں سوراہا کا لگا دیا جاوے اور یہ بات مخدوم کے تکرر خاطر کا باعث ہو۔ لہذا دور رہنا۔ اور پیر کے عادات کا تصور باندھ کر اپنے تئیں اس میں قافی کرنا بہتر ہے اور بعض نے حضور اور نزدیک رہنے کو اولیٰ سمجھا ہے۔ اور بعد پر قرب کو فضیلت ہونے کے بارہ میں بہت سی دلیلین بیان کی ہیں۔ اور دوری پسند کرنے والوں کی دلیل کو رد کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ توبہ سے ضرر کے احتمال سے فوائد کثیرہ کو چھوڑ دینا عقلاً اور نقلاً مستحسن نہیں ہے۔ **لَا تَزَالُ تَطَاوُلُ بِالْأَمْرِ فَمَا تَتَذَكَّرُ** (۳) شیخ معز الدین دہلوی۔ آپ اولاً تخت دہلی کے سلاطین کے نائب رہ چکے ہیں مگر بعد میں قطب الاولیاء کے فقر اور کرامات نے آپ کو درویشی کی طرف کھینچ لیا۔ لہذا تو نگری لباس کو فقیری خرچہ بدل ڈالا۔ اور پیر کی خدمت میں بیعت ہو گئے۔ اور معنوی کامیابی حاصل ہوئی۔

(۴) شیخ حامد الدین احمد نذر والہ۔ آپ گجرات کے نامور عالمون میں سے تھے۔ خدا شناسی کا شوق تھا جب قطب الاولیاء کی رہنمائی کا شہرہ منور آپ کے کان میں پہونچا۔ تو عزم دہلی کر کے شرف ملازمت حاصل کیا۔ مرید ہو گئے اور بیعت کے بعد ضعف خلافت پاکر مرادین کامیاب ہو گئے۔

(۵) قاضی سعد قاضی عمو ان دون صاحبون کا تعصب بنائے بدعت منہدم کرنے میں حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ ایک روز سماع روکنے کے ارادہ سے قطب الاولیاء کی خانقاہ میں پہونچے۔ **رُوحُ الشَّهِيدِ رُوِّحًا** چونکہ صوفیوں کے سماع میں خفانی نشر اور بے اختیاری نشان تھا۔ اس واسطے آنے والے ہی جن کی طبیعت میں منع کرنا داخل تھا۔ فضلہ ہاتھ پلانے میں شامل ہو گئے اور مرید ہی ہوئے بیعت۔

دعویٰ زہد تو ان روز مسلم کہ روی ہر سہر آن کو چہ و ہشار آئی

لے جس شے کے ساتھ لوگ عشق رکھتے ہیں۔ اس کے بارہ میں ادن کے جداگانہ طریقے ہوتے ہیں ۱۲۔

نیا رنگ یاد شیخ محمود روالہ

آپ قطب الاولیاء کے مرید ہیں۔ قدس سرہ ہمیشہ پیر کی ملازمت میں رہ کر ایک پلک مارنے کی بھی
 جدائی اپنے واسطے پسند نہیں کی۔ اس میں شک نہیں۔ خداوندان ارادت یعنی مریدین کا دستور و طرح پر ہوتا
 بعض مرید ہمیشہ مرشد کے دیدار پر گویا انگبین ہی دیتے ہیں۔ اس خیال سے کہ حقیقی جمال کا مشاہدہ اسی خدا نما
 آئینہ میں ہوتا ہے۔ اور اس ذریعہ سے تمام ظلماتی اور نورانی حجاب جو ہستی سوہوم اور وجود حق کے درمیان میں ہوتے
 ہیں۔ اٹھا دیتے ہیں۔ اور جدائی کا نام زبان پر لانے کو طریقت کے اندہ ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور بعض مرید۔ پیر کے
 ساتھ یک جہتی اور محبت مستحکم طور پر قائم کر کے ہمیشہ دوری میں پیر کا حلیہ نظر کے سامنے رکھتے ہیں۔ اور ان کو
 جو کچھ عشق ہوتا ہے۔ غائبانہ ہوتا ہے۔ ملازمت اور محبت پیر سے گوشہ تنہائی کی طرف ہٹا گئے ہیں۔ خوف یہ ہوتا
 ہے۔ کہ مبادا از روئے بفرشتہ کوئی بات خلافت ادب سنو دہو جاوے۔ کہتے ہیں۔ کہ فرید الحق گنج شکر ہی خیال
 کر کے یکامت کے بعد خدمت پیر میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور مجلس سے جلدی ہی اٹھ کر اپنے
 حجرہ میں چلے جایا کرتے تھے۔ اور محمود الدہلوی نے یہ رفتار پسند نہیں کی۔ اور پیر کی خدمت سے اپنی زندگی
 میں کبھی دور نہیں ہوئے۔ اور پیر کی اجازت سے پیر کی رحلت کے بعد گجرات کو چلے گئے۔ نروالد میں قیام
 کیا۔ اور وہیں خواہ بگاہ ہی اختیار کی۔

یاد حاجی محمد الدین جاجری دہلوی رحمہ اللہ

آپ دینی علوم کے عالم تھے۔ مگر سلوک کا قدم۔ علم ظاہر کے تنگ کوچہ سے باہر نکال کر شوق اور عشق کے
 میدان میں کبھی نہیں ڈالا تھا۔ ہمیشہ صاحب سماع صوفیوں کی سرزفش کیا کرتے تھے۔ بالخصوص قطب الاولیاء
 اور قاضی حمید الدین کی مجلس سماع کے انکار پر تو آپ کی زندگی تھی۔ آخر کا جب وقت آیا۔ تو آپ کی قابلیت نے
 صوفیوں کے عالی مرتبہ گروہ کی طرف اعتقاد پیدا کیا۔ واقفکار راستہ چلنے والوں۔ صاحب قیاس درویشوں اور
 کامیاب عارفوں کی امداد سے مجلس رقص سرور پر فریفتہ ہو گئے۔ آپ کی ایک دلچسپ بات ہے۔ کہ محبت کے
 سات لاکھ مقام ہیں۔ ان میں پہلا مقام یہ ہے۔ کہ محبوب کے ساتھ موافقت ہو۔ اور اس مقام کا چھوٹے
 چوٹا درجہ یہ ہے۔ کہ محبوب کے فرمان پر سر جھکا دیا جاوے۔ جب تک کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔ آگے کو

قدم اٹھانا دشوار ہوتا ہے۔ لیکن جس وقت محبت میں جوش آتا ہے۔ صبر۔ آرام۔ خواب۔ خورش۔ ہوش۔ اور خردیہ سب کے سب کوچ کر جاتے ہیں۔ اور نالہ۔ فریاد۔ بخودی۔ بیدلی۔ گریہ۔ اور شیفتگی۔ یہ تمام صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس وقت میں اگر حکم کے دائرہ سے فرمان برداری کا قدم کسی شخص کا باہر جا پڑے۔ اور وہ سماع میں دست افشانی کرنے لگے۔ تو معذور ہو گا۔ کہتے ہیں۔ قاضی سعد اور قاضی عمار۔ سماع کے انکار میں قاضی جلیجری کے شریک غالب تھے ایک روز قطب الاولیاء کی مجلس سماع گرم تھی اور صوفیوں کی جماعت نالہ و فغان کر رہی تھی۔ اس مجلس کے برہم کرنے کا ارادہ کر کے دونوں قاضی مجلس کی عین گرمی کے وقت چلے آئے مگر بیان ہو چکا کہ بندہ شریعت کی طاقت ایک بار کی جاتی رہی۔ اور صوفیوں کی طرح دست افشانی کرنے لگے۔ جب پر اپنی اصلی حالت پر آئے۔ تو اس عجیب و غریب حرکت سے سخت متعجب ہوئے۔ آخر کار منصب قضا چھوڑ کر صوفیانہ حجرون میں آ بیٹھے۔ اور کمالان زمانہ ہو کر درجہ شہادت حاصل کیا۔

یاد شیخ حبیب الدین بکھی دہلوی رحمہ اللہ

صفائی۔ پرہیزگاری۔ ریاضت کا فروغ۔ اور آشنائی کی شعاع۔ یہ صفات آپ کے اقوال اور افعال میں موجود تھیں۔ ہمیشہ آنکھوں میں آنسو جی میں شوق۔ لبوں میں نالہ و ولولہ۔ اور دل میں غم و بے آرامی رہتی تھی زمانہ پرست لوگوں کے ملنے سے کنارہ رہنا۔ اور تمام و کمال زمانہ زندگی۔ خاموشی کے ساتھ بسر کرنا۔ آپ کی عادت میں داخل تھا۔ رحلت کے بعد دہلی میں خواب گاہ بنائی گئی۔

یاد شیخ فخر الدین زاہدی

مولد اور جناب گاہ دونوں بیٹھے ہیں۔ اسکندر فیلقوس کے خاندان میں اور خواجہ قطب الدین بختیار دہشتی کے ہم عصر تھے کہتے ہیں۔ ایک سال مال و متاع سے بھری ہوئی ایک کشتی دریائے جہنا میں ڈوب گئی جس میں مال و اون کو نقصان پہنچا تھا۔ انہوں نے اپنا حال درو خواجہ کی خدمت میں عرض کیا۔ خواجہ نے فرمایا۔ دریا کا یہ کنارہ اس درویش کے پردے۔ اور وہ کنارہ برادر فخر الدین سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ کشتی اس کنارہ پر ڈوبی تھی لہذا آفت زدہ و گمشدہ شیخ فخر الدین کے آستانہ پر حاضر ہو کر روئے جیسکے شیخ نے اس مضمون کا رقعہ لکھ کر دریا میں ڈالا۔ کشتی کو صحیح دسار کنارہ پہنچا دیوے۔ رقعہ نیچے بیٹھ گیا۔ اور کشتی مع مال و متاع پانی کے اوپر اٹھی

کہتے ہیں۔ ایک روز چالیس آدمیوں میں سے ایک آدمی نظر آپ کے پاس آیا جس کی پیشانی پر کلاطیبہ کے حروف لکھے ہوئے تھے۔ اسے کہا۔ کلاسمانی آفت اس ملک کے واسطے بھی گئی ہے۔ لیکن یہ شہر اس زاہد کے ظلِ حمایت میں ہے۔ لہذا خرابی سے محفوظ رہے گا۔ اس بنیاد پر آپ کا سلسلہ زاہدی لفظ کے ساتھ مشہور ہوا۔ مہر صبح

قبولِ بندگی مخصوص و باد یاد شیخ شہاب الدین حق گو

آپ شیخ فخر الدین زاہدی کے فرزند ہیں۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے ہی مرید ہی ہیں۔ جہان گردی کا خیال پیدا ہوا تو باپ سے اجازت چاہی۔ مگر وہ قبول نہیں ہوئی۔ چونکہ باپ کی ناخوشی سے ہی آپ کا ارادہ فسخ نہیں ہوا۔ تو باپ نے دعا دی۔ کہ جس کو تم سربراہِ درودہ کرو خدا کرے وہ تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسا تم میرے ساتھ کرتے ہو۔ بات ختم ہوئی۔ جب آپ دہلی میں پہنچے۔ تو شروع شروع میں کسی نے ازراہ قبول آپ کی عزت نہیں کی۔ اپنے غصہ میں آکر فرمایا۔ کہ میں اس قلیم کی سلطنت فروخت کرتا ہوں۔ خریدار کی تلاش ہو محمد شاہ راستہ میں جا رہا تھا جو تعلق شاہ کا بیٹا۔ اور شیخ نظام الاولیا کا مرید تھا۔ اس کے کان میں یہ آواز پہنچی۔ نیاز مند نہ۔ آواز دینے والے کے پاس آ بیٹھا۔ اور نرمی کے ساتھ عرض کیا۔ اس متاع کا خریدار مجھ کو بھیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تیری منکرانہ گزارش پر تجھ کو مفت دیدی گئی۔ تعلق شاہ کو یہ واقعہ ناگوار گزرا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ دادِ دستاؤسی کے بیٹے کے ساتھ ہوا ہے۔ تو خدائے لایزال کا شکر بجا لایا۔ جب ہبہ کی تکمیل قبضہ کے ساتھ ہو گئی۔ تو اس کو حکمرانی کے نشہ میں بستی پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ اس زمانہ کے عالموں کو اپنی بارگاہ میں فراہم کر کے۔ ازراہِ نالائقی زبان پر لایا۔ کہ ولایت کے خاتمہ کی طلع۔ نبوت کے خاتمہ کو عقل تسلیم نہیں کرتی ہے۔ اس بیہودہ بات کے جواب میں علما درودِ رانانہ پیشہ میں جا پڑے۔ اور بالآخر عرض کیا۔ کہ شیخ شہاب الدین زاہدی ہم سے زیادہ بزرگ اور دنیا و آخرت دونوں سے بہرہ ور ہیں۔ اس محرک میں ماون کا موجود ہونا ضروری بات ہے تاکہ امن کے اتفاق سے اس بارہ میں گفتگو کی جاوے۔ جب شیخ شہاب الدین۔ اس پریشان مجمع میں پہنچے۔ اور حکمران کا مایہ نچو لیا بیان میں آیا۔ تو شیخ کو غصہ آ گیا۔ چونکہ کوئی ہتھیار اس وقت ہم نہیں پہنچا۔ ناچار جوتہ اپنے پانوں سے نکال کر حکمران کے منہ پر مارا۔ تاکہ خواری کے ساتھ قتل نہ کیے جاویں۔ اور راہ شہادت میں برہنہ پا جانا نصیب ہو۔ محمد شاہ یہ حال دیکھ کر بہم ہوا۔ حکم دیا۔ کہ اس سخت سست کئے والے شخص کو قلعہ کے اوپر سے خندق میں ڈال دو و دفعہ اوپر سے نیچے ٹالنے میں تو کوئی اذیت نہیں

پونجی۔ مگر تیسری دفعہ گرنے کی حالت میں آپ کے پدر بزرگوار کی مثال صورت نظر آئی۔ اور آپ کو ہدایت کی۔
 کہ خود داری سے پرہیز کر کے سراسر نیستی سے ملک ہستی کو کوچ کر جاؤ۔ لہذا آپ نے اپنے تئیں ایزدی مشیت کے حوالہ کر کے
 ولایت کو شہادت کے ساتھ شامل کیا۔ اور حُسنی درجہ پایا۔ پُرانی دہلی میں آپ کی قبر بنائی گئی۔ اُس وقت سے
 آپ بہ لفظ حق کو نام زد ہیں۔ مصرع جزا سے کار او دیدار حق باد

یاد قاضی حمید الدین ناگوری

آپ کا نام محمد ہے۔ اپنے باپ خواجہ عطاء اللہ کے ساتھ۔ بزمانہ سلطان معز الدین سام۔ دہلی میں آئے تھے
 آپ کو سبھی علوم میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ پدر بزرگوار کی دفاع کے بعد قصبہ ناگور کا عہدہ قضا آپ کے نام سے نام زد
 ہوا۔ کمال جرأت کو کام فرما کر منصب کی رعایت کرتے تھے۔ تیسرے سال خواب میں خاتم الانبیاء علیہ السلام نے
 آپ کو اپنی طرقت بلایا۔ بیع ہوئے تھے ہی عہدہ قضا ترک کر کے خشکی کے راستہ سے حرمین شریفین کو روانہ ہوئے۔
 زاد ہما اللہ شرقاً۔ بغداد میں شہاب الدین لاویا سہروردی کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ آنکھوں پر اور ول غفر
 پایا۔ اور خدیو کے ذریعہ سے تھوڑے ہی دنوں میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اُن ایام میں خواجہ قطب الدین اوشی
 بغداد میں تشریف رکھتے تھے۔ ان دونوں صاحبوں کے درمیان میں دوستی اور رازداری کا عہد و پیمان استحکام
 کے ساتھ ہوا۔ جب قاضی صاحب۔ اُس شہر ولایت (بغداد) سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچے۔ تو ایک
 روز طواف کے اندام ایک درویش کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ پیش رو درویش نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ فرمایا۔
 میری فی الحقیقہ اچھی بات ہے لیکن جب تک صورتہ اور معنی دونوں ہم رنگ نہ ہوں۔ کچھ سود مند نہیں۔
 میں ہتھم میں ختم قرآن رکھ کر سے داناس تک کرتا ہوں۔ تم ایسا نہیں کرتے ہو۔ عریقت میں ایسا اتباع درست نہیں۔
 پس قاضی صاحب کا حال دگرگون ہوا۔ القصہ ایک سال دیر نہ سو رہے میں مجاور رہی اسکے بعد پھر دہلی میں تاکر
 قطب لاویا سے ملاقی ہوئے۔ باہم ایک کو دوسرے کے دیدار سے خوشی ہوئی۔ وہی دیر نہ دوستی بڑھنے لگی۔
 کہتے ہیں۔ اُن ایام میں دہلی کے فتویٰ نویسون اور کاغذی علوم کے عالموں نے راگ کی حرمت اور سننے والوں
 کے تعزیر کے بارہ میں فتویٰ بھیجے تھے۔ ان کے بادر کے دتھنوں سے اُن کو فریق کیا تھا۔ قاضی حمید الدین کا حال تھا۔
 کہ سرحد و سماع پر فریفتہ تھے۔ جب یہ حضرات آپ کے کان میں پہنچا۔ تو شیخ جمال الدین داؤد سے فرمایا۔ (جو آپ کے
 محرم دوستوں میں سے تھے۔) انہوں نے بالافتوے پُران کی بھی مہرتی داؤد۔ جو جماعت ہنوز قید طبیعت

سے آزاد نہیں ہوئی ہے وہ اگر ایسا فتویٰ لکے۔ تو چند دن تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن تعجب تم سے ہے۔ کہ درویشوں کی توجہ کی بدولت۔ مردان خدا میں سے ہو گئے ہو۔ اور ابھی تک طفلانہ دھول مٹی سے کیلتے ہو۔ شیخ جمال الدین داؤد نے پشیمان ہو کر قاضی صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

سخندانہ اور سخنوری میں آپ کو بہت کچھ کمال تھا۔ اور آپ کی تصنیفات آپ کی سخندانہ کی گواہ ہیں جیسے لوائح۔ طوائع الشمس و شرح اسماء الحسنی مشتمل بر دو مجلد۔ بہت سی حقائق اور معرفت کی باتیں ہیں دونوں کتابوں میں اپنی تسلیم سے صفحہ بر صفحہ لکھی ہیں۔

ایک روز شیخ برہان الدین بلخی۔ اور شیخ کبیر خوارزمی عربی گھوڑوں پر۔ ادا آپ ایک چوٹے سے خچر پر سوار تھے۔ شیخ کبیر نے فرمایا حمید۔ تمہارا مرکب صغیر ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ بیشک لیکن رفتار میں کبیر سے بڑھ کر ہے۔ کہتے ہیں۔ تاریخ اوتیسویں رمضان ہجری سنہ چہ سو تینتالیس میں ایک بار گی آپ کو بارگاہ مولیٰ کا اشتیاق حد سے زیادہ ہوا۔ اور اس ناپائیدار دنیا سے ملول ہوئے۔ تاریخ اور وتر سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں سر رکھ دیا۔ اور وصل حق ہوئے۔ حال آنکہ کسی قسم کی بیماری لاحق حال نہ تھی۔

یاد شیخ فرید الدین گنج شکر

آپ کا نام سعد بن سلیمان بن قاضی شعیب بن حمد بن یوسف ابن شہاب الدین ابن فرخ شاہ کاٹلی ہے کہ دہلی واسطے سے سلسلہ نسب حضرت فاروق اکبر سے جا ملتا ہے۔ آپ کے تیسرے دادا یوسف چنگیزی عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ اور قصبہ کوتوال میں قیام فرمایا تھا۔ اسی مقام میں آپ کی باسعادت ولادت بھی ہوئی تھی آغاز جوانی میں رسمی علوم کی تحصیل کرتے رہے۔ پھر ملتان میں آ کر ایک مسجد میں گوشہ اختیار کیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی۔ سمرقند سے سیاحت گمان۔ پیر بزرگوار کی ملازمت کے ارادہ پر۔ دہلی کی طرف جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ابن محمد پر پہی گرد ہوا۔ اور آپ کو ملاقات فیض آثار نصیب ہوئی۔ ایک کتاب سامنے تھی خواجہ نے دریافت فرمایا۔ کیا کتاب ہے۔ جواب دیا۔ نافع فرما۔ نافع ہو۔ عرض کیا۔ درویش کا نفع تو خدمت میں تھا۔ بعض کہتے ہیں۔ خواجہ اسی دفعہ اپنے ہمراہ دہلی کو لیگئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے اثنائے راہ میں سے بارادہ تحصیل علم قندھار اور سیستان جانے کی اجازت لے لی۔ اور تحصیل فارغ ہو کر دہلی میں آئے۔ اور خواجہ کے پیرو ہو گئے۔ چونکہ اس شہر میں لوگوں کے ہجوم سے آشوب پیدا ہوئی۔ اور فراغ عبادت حاصل نہیں ہوا۔ اس واسطے ہانسی کی طرف روانہ

ہو گئے۔ وہاں ہی اسی طرح خلافت کا ازواج ہوا۔ اور وقت یوں ہی فارت جاتا تھا۔ ناچار اجداد میں آہو پئے۔
 چونکہ اس موضع کو لوگ ملنا را در ویش دوست نہیں تھے۔ لہذا ہمیں قیام فرمایا۔ اور نفس کی لڑائی میں کمال
 کوشش کی۔ چند سال تک جو کی ٹکیا پیٹ پر باندھ کر پہلو نشین دشمن (نفس) کو فریب دیتے رہے۔ اور آخر کار
 فتح مند ہوئے۔ ہند کے تمام مشائخ متفق اللفظ کہتے ہیں کہ ریاضت اور پرورش روح میں گنج شکر کی مانند کوئی
 درویش پیدا نہیں ہوا۔

گنج شکر خطاب ہونے کی وجہ میں کئی قسم کے بیانات دیکھنے میں آئے ہیں زیادہ تر مشہور یہ ہے۔ کہ بنجاروں
 کا ایک قافلہ سر راہ ملا۔ دریافت کیا تمہارے پاس کیا سامان ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ نمک ہے۔ فرمایا۔ نمک ہو گا
 آپ کے فرمانے کے اثر سے شکر کی بوریاں نمک کی بوریاں ہو گئیں۔ قافلہ واسے بنجارے پشیمان ہوئے۔ اور اصلیت
 معاملہ حاضر ہو کر ظاہر کی۔ فرمایا۔ غم نہ کرو۔ اگر شکر ہی۔ تو شکر ہو جاوے گی۔ القصہ آپ کی عجیب و غریب باتیں
 سابقہ تواریخ کی کتابوں میں بہت کچھ لکھی ہوئی ہیں۔ راقم کو ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک روز شیخ نظام الاولیاء نے نمک قرض لیکر فقرا کے کمانے میں ڈال دیا تھا جب اپنے اُس سین سے رقم اٹھایا
 تو ہاتھ میں وزن معلوم ہوا۔ فرمایا۔ رقم کے وزنی ہونے کا کیا سبب، کیفیت حال عرض کی گئی۔ ارشاد ہوا۔ صوفی
 کو قرض لینا جائز نہیں ہے۔ جو کچھ ملے۔ اسی پر قناعت کرنا چاہیے۔ اور فرمایا ^{۱۵} *المقصود فی الجواب* ^{۱۶} *وہو* ^{۱۷} *بطلب*
 عوارض اسرودید پر عمدہ عمدہ حاشیے اور اونچی اونچی باتیں لکھی ہیں۔ جو مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

شیخ بدر الدین اسحق کو شب رحلت میں فرمایا۔ شیخ نظام الاولیاء کو سلام کے بعد کہنا۔ کہ دوستوں کی
 جدائی کا رنج اور ملاقات کا شوق۔ فرید اپنے ہمراہ لیچلا۔ اور پیر بزرگوار کا خرقة تمہارے واسطے بھیجا ہے۔ مبارک ہو
 تاریخ پانچویں محرم ہجری سنہ چہ سو چونسٹھ کو پچانوین سال کی عمر کے بعد۔ عالم ظاہری سے قیدی وطن کو
 باز گشت فرمائی۔ جو غیب الغیوب کی بارگاہ ہے۔

انجمن زندانِ حیدر اہل فائے شیخ الاسلامی محمد دوم شیخ فرید الدین گنج شکر اجداد میں کابل

کہتے ہیں شیخ الاسلام کے کنار عاطفت میں پانچ فرزند تین لڑکیاں تھیں۔ انہیں آٹھوں کے احوال اخلاق
 اور افعال۔ آٹھوں بہشت کے لیے سامان سرسبزی ہیں۔ ان آٹھوں بارور اور سایہ دار پودوں کی برکت سے دنیا کے

بلغ میں ولایت اور ہدایت کے بہت سے ثمریے ہم پہنچے۔ جن کی شان کا مقصود و لا مرفوع عتہ
ہے۔ اور جن سے ارباب زمانہ کو کمال فیض اور فائدہ پہنچا ہے۔

پہلے فرزند کا مبارک نام شیخ نصیر الدین نصر الدین ہے آپ کے بھی ایک لڑکے تھے۔ شیخ بابر علی
نام۔ درویشوں کی خواہر بوبالکل انہیں موجود تھی۔ شیخ نظام الاولیا کے خلیفہ شیخ کمال مالوہ۔ جن کا
روضہ قصبہ دھارمیں ہے۔ انہیں شیخ بابر علی کے فرزند ارجمند ہیں۔ اس زمانہ میں مالوہ کے اندر شیخ کمال کی نسل
ایک جماعت کی جماعت ہے۔ اٹھ جل شانہ اس جماعت کو اس کے آبائے کرام کی نیک عادتیں عطا فرماوے۔
دوسرے فرزند شیخ شہاب الدین تھے۔ آپ درسی اور حقیقی علوم کے عالم۔ اور شاہراہ تقویٰ
تحقیق کے سالک تھے۔ عوارف کے درس میں شیخ نظام الاولیا کے ہم سبق رہ چکے ہیں شیخ نظام الاولیا کا بیٹا
چونکہ گنجشکر والہ نسخہ باریک قلم سے لکھا ہوا۔ اور کسی قدر غیر صحیح تھا۔ اسوجہ سے درس کے وقت تامل و دریر لازمی
ہوتی تھی۔ ایک روز عرض کیا گیا کہ شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس جو کتاب ہے۔ اس کی عبارت صحیح ہے اور خوش خط
یہ بات طبع مبارک پر شاق گزری۔ اور توڑی دی غور کیا۔ پھر غصہ میں آکر کئی دفعہ فرمایا۔ شاید درویش کو غیر صحیح کی تصحیح کی
طاقت نہیں ہے۔ فقیر نے سرسنگار کے قدم مبارک پر رکھ دیا۔ اور عذر کر کے معافی تقصیر چاہی۔ قبول نہیں ہوئی۔ میں
تنگ دل ہو کر جنگل کی طرف چلا آیا۔ اور جان و ایمان کے سلب ہو جانے کا خوف تھا۔ جس کے سبب حیران و مقہور
ہو رہا تھا۔ اتنے میں شیخ شہاب الدین کو یہ حال معلوم ہوا۔ اپنے میری شرمندگی اور غلگنی اس خوبی کے ساتھ اپنے پدر بزرگوار
کے حضور میں بیان کی۔ کہ مقبول ہو گئی۔ چنانچہ پدر بزرگوار نے اپنے حضور میں مجھ کو طلب فرما کر قصور معاف کیا خوف اور
نامیدی کا میل کچھیں۔ اندوگہن خاطر سے دور کر دیا اور پریشان دل کو امیدوار کر کے اطمینان دلایا۔ دوسرے روز ارشاد کیا کہ
پیر۔ مرید کی مشاطہ ہوتا ہے۔ اور اسی روز خلافت کا خلعت عطا فرما کر سرفرازی بخشی۔

تیسرے فرزند شیخ بدر الدین سلیمان تھے۔ چونکہ انوار الہی کی چمک دمک آپ کی سیرت اور صورت کے
نمایان تھی۔ لہذا آپ اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ اور گنجشکری سجادہ کا بچانا۔ اور شیخ الاسلامی راستہ کا
چلنا آپ کو نصیب ہوا۔ کہتے ہیں۔ خواجہ زور اور خواجہ غوریہ دونوں بزرگ چشت سے اجودہ میں آئے ہوئے تھے۔
حضرت گنجشکر نے سجادہ نشین کو ان دونوں بزرگوں کا مرید کر کے آپ کو کلاہ خلافت و لوادی تھی۔ جب آپ کی بھائی
کی باری تمام ہوئی تو اپنے باپ کے حظیرہ منورہ میں خواجہ بگاہ تجویر کے سوار ہے۔

چوتھے فرزند خواجہ نظام الدین تھے۔ آپ کے مہربان باپ۔ آپ کو اپنا یوسف سمجھ کر آپ کے ساتھ

یعقوبی برتاؤ کیا کرتے تھے۔ اور آپ اپنا احوال حقیقت۔ سپاہیانہ وضع میں چہپائے رکھتے تھے۔ ایک ذرہ مشرکوں کے ساتھ جنگ نہ فرماتا۔ اتفاقاً آپؐ تو تنہا چند آدمیوں کو روانہ دوزخ کر کے خود ذریعہ شہادت عازم بہشت ہوئے۔

کہتے ہیں۔ آپ کا کالبد لڑائی کے مقام پر باوجود تلاش دستیاب نہیں ہوا۔ آپ کے ایک فرزند تھے صاحب کیا لات خواجہ ابراہیم نام اور خواجہ ابراہیم کے بھی ایک لڑکے تھے۔ خواجہ عزیر الدین نام جن کو شیخ نظام الدین لایا کی ملازمت ظاہری اور باطنی فضیلت اور ولایت حاصل ہوئی تھی۔ اور روضہ نظامیہ میں ہی آپ کی ہی قبر ہے۔

پانچویں فرزند شیخ یعقوب تھے۔ آپ سب سے چھوٹے تھے۔ سید امیر خرد کرانی اپنے والد ماجد کے زبانی روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ فرماتے تھے۔ میں شیخ یعقوب کی خدمت میں کمال دستیابی رکھتا تھا۔ اپنے ملاست اور خرابا نشینی کو اپنے درویشانہ مراتب کا برقع بنا رکھتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ رات کا ذکر ہے جس شہر میں آپ رہتے تھے۔ وہیں کے حاکم کے پیٹ میں ایسا سخت درد ہوا۔ کہ گویا اُس نے ملک زندگانی کے غارت کرنے پر کمر ہی باندھ لی تھی۔ حاکم کے ملازمین شیخ یعقوب کی جست و جو میں پھرنے لگے۔ کہ شاید آپ کی جان فرادعا کی برکت سے ہی یہ ملک آباد رہے۔ کمال تلاش کے بعد سرنگا اور بال اُچھے ہوئے۔ اس حقیقت کے ساتھ ایک میخانہ میں پڑے ہوئے ملے۔ حاکم کے درد کی کیفیت عرض کی گئی۔ فرمایا۔ ہمارا یومیہ خرچہ تمام ہو گیا تھا۔ وہاں سے اوٹھے اور حاکم کے مکان میں پہنچے۔ اور اپنے دست مبارک سے شکم حاکم کو مس کیا۔ اُسی وقت فوراً صحت ہو گئی۔ حاکم نے بہت کچھ جنس اور نقد نذر کیا۔ کہتے ہیں۔ صبح تک تمام خیرات کر دیا۔ آفتاب نکلنے نکلنے ایک کوڑی بھی باقی نہیں رہی۔ آپ کو قصہ بامروہ کے حدود میں رجال الغیب اپنے ساتھ لے گئے۔ اور لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا۔ آپ نے دولہ کے چوڑے جن کے عادات اور اطوار بزرگان سلف کی مثل تھے۔ اور نیز ظاہری و باطنی فضیلتیں ہی رکھتے تھے۔ ایک خواجہ معز الدین جنہوں نے مقام دیوگیر میں شہادت پائی۔ دیوگیر کو اس زمانہ میں دولت آباد کہتے ہیں۔ دوسرے خواجہ قاضی رائونہ نے دہلی میں رحلت کی۔

پانچویں فرزند دن کا تو بیان ہو چکا۔ اب سنئے کہ کیوں کا حال اس طرح ہے کہ بڑی بڑی کا نام بی بی مستورہ تھا۔ جنہوں نے اپنی تمام عمر عصمت و عفت کے ساتھ گزاری۔

دوسری بی بی شریفہ جو زہر و عبادت میں اپنے زمانہ کی رابعہ تھیں۔ اور حضرت گنجشکر آپ کے بارہویں اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر عورتوں کو خلیفہ کرنا جائز ہوتا تو میں شریفہ کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین کر دیتا۔

تیسری بی بی فاطمہ جو مولانا بدر الدین اسحق کے نکاح میں آکر خانوادہ شہخت کی دامن بنیں۔

اولین دختر مستورہ کے ایک فرزند تھے خواجہ عزیز صوفی نام تھا۔ ابوالآبا آدم صفی اللہ کی خلافت کے تمام اطوار آپ میں پائے جاتے تھے۔ اپنی قلم سے مختلف طرح کے خطوط نہایت خوبصورتی سے لکھتے تھے۔ تحفۃ الابرار فی کرامۃ الاخیار شیخ نظام الاولیاء کے مناقب میں اور نیز ان کی عمدہ عمدہ باتوں کے بیان میں آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کے ایک لڑکے تھے خواجہ قطب الدین حسن ان کو خلافت کا خلعت چراغ دہلی شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت سے حاصل ہوا تھا۔

تیسری دختر بی بی فاطمہ جو تین۔ ان کے شوہر بدر اسحق جب عالم بقا کو کوچ فرما گئے۔ تو شیخ نظام الاولیاء دہلی میں بلا لیا۔ اور کمال اور جہ خدمت گزاری کی۔ آپ سے دو فرزند یادگار رہے۔ خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ خواجہ احمد نیشاپوری شیخ الاسلام کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے باتفاق رائے شیخ نظام الاولیاء ان دونوں عالی قدر گوہروں کی پرورش فرمائی۔ اور کمالات انسانی کو پہنچایا جس کے معنی یہ ہیں ”بازگشت کرنا اس علم خاک سے عنصری لباس میں وحدت کے جہان پاک کو“ جب عنصری علائق سے علیحدہ ہو کر کوچ کرنے کا وقت آیا۔ تو روضہ نظامیہ میں خوابگاہ بنی۔

شمارہ برگزیدہ خلفاء گنجشکری

شیخ جمال الدین احمد صہانسوی چونکہ طریقت اور حقیقت کا جمال اور جمال کی چمک و بکاس آپ کے حالات کے عیان تھے۔ لہذا پیر کی قلبی اور نظری توجہ کے اثر سے آپ کا صدق و صفا حد کمال کو پہنچ گیا تھا۔ مولانا برہان الدین ابن شیخ جمال ہانسوی۔ کہتے ہیں۔ جب شیخ جمال کی روح بدن کے مستعار لباس سے مجرہ ہو کر رحلت کر گئی۔ تو خلافت کا فرقہ اور عصا جو شیخ جمال کے پاس تھا۔ باشادہ پیر منجمد تمام فرزندوں کے مرث برہان الاولیاء کو عنایت ہوا۔

شیخ علی صابر جب آپ کی سند جمال الخلفاء نے چاک کر دی۔ تو آپ کی مان نے جو حضرت گنجشکر کی ہمیشہ رہتین۔ کیفیت حال بہائی کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا جمال کے چاک گئے ہوئے کو فرید نہیں ہی سکتا ہے جب صابر نے جواب کا مضمون سنا۔ تو اپنے اسم اور رسم کے مطابق اپنی مان کو بھی تلقین صبر کی۔ اور کہا۔ کوئی غم کی بات نہیں ہے اگر جمال کے مضطرب ہاتھ نے صابر کی خلافت کی سند چاک کر دی۔ تو صابر کے صبر کے ہاتھ نے بھی

جمال کی سند کا مدق بہاڑ ٹالا۔ اب کوئی بزرگ جمال کی رہنمائی سے حضرت گنجشکر کے سلسلہ کو نہیں پہونچے گاتے
 ہیں شیخ جمال کی خلافت شیخ جمال پہی ختم ہو گئی۔ اور کوئی شخص ان کے ذریعے سے سلسلہ داری کے درجہ
 کو نہیں پہونچا۔

شیخ علاء الدین محمد بن شیخ عبداللہ بن سلیمان ابن شیخ الاسلامی۔ اپنے باپ کے بعد دو قرن تک اپنے
 موروثی سجادہ پر سلسلہ داری کی۔ اور سجدہ شکرگزاری ادا کرتے رہے۔ جب آخرین سفر پیش آیا تو اپنے عہد کی جیو
 کی زمین میں خوابگاہ اختیار فرمائی۔ سلطان محمد تغلق نے ایک بلند کرسی کا گنبد آپ کے مرقد پر تعمیر کرایا۔ اور آپ کے فرزند
 شیخ معز الدین کو معز الملک کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شیخ معز الدین نے گجرات میں
 ہی رحلت کی۔ شیخ علاء الدین کے دو سے فرزند شیخ علم الحق والدین تھے۔ شیخ الاسلامی
 کے منصب پر سر فرما رہے تھے۔ اور نیز آپ کو دونوں عالم میں تہنیت حاصل تھا۔

شیخ محمد تاج پسر خواجہ تاج الدین محمد۔ آپ کے حالات میں ایک بزرگ شان پیدا ہوتی تھی
 آپ نے سلطان مظفر گجراتی کے عہد میں تاج العلماء کا خطاب پایا تھا۔

شیخ نور الدین احمد منڈو (مانڈو) والد آپ بھی حضرت گنجشکر کی پاک نسل سے ہیں۔ ہمیشہ شکر
 کی حالت میں رہتے تھے۔

شیخ فخر الدین گنج اسرار جو پوری۔ آپ کا باصفادول۔ انوار اور اسرار کا خزانہ تھا فرمایا کرتے
 تھے۔ کہ درویشانہ کمال نے میرے باطن میں بدون کسی منظری (انسانی) منت کے خود از طرف رب ظہور کیا
 ہے۔ اور شیخ نظامی گنجوی کی ابیات اپنے حال سے منطبق کر کے پڑھا کرتے تھے۔ یہ ابیات آپ کے حیدر گانہ بیان
 میں ملتی جاتیں گی۔ آپ کے مرید بہت ہیں۔ خوابگاہ جو پور۔

شیخ علاء الدین عرف فیلمست۔ آپ بلفظ فیلمست نام زد تھے۔

شیخ نور الدین۔ آپ حضرت گنجشکر کی اولاد میں سے ہیں۔ اپنے دادا شیخ تاج الدین ابن شیخ عبد
 ابن شیخ منور احمد منی کے مرید ہیں۔ جن کو لوگ فرید ثانی۔ اور اپنے وقت کا گنجشکر کہا کرتے تھے تیاریخ پندہ ہوین بیج ثانی
 ہجری سنہ ۸۵۰ سینتالیس کو عالم فانی سے کوچ کیا۔ قلعہ دہلی کے میدان میں آپ کی قبر ہے۔

القصہ۔ ہند اور سندھ کے تمام شہر اور اطراف تمام دکنال شیخ الاسلام کی اولاد کو سکن اور قدم کی برکت
 دارالولایت بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی عنایت اس فرخ کو افزونی اور استمرار عطا فرمادے الی یوم التمام

یاد شیخ جمال الدین احمد خطیب انصاری

آپ حفی النسل ہیں۔ حضرت گنجشکر آپ کو بہت دوست رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی محبت میں بارہ سال کامل انسی میں قیام فرمایا۔ اور یہ بات قرار پاگئی تھی۔ کہ میرے خلیفوں میں کبھی کسی کو میرا جمال مناسب جائے۔ اُس کی خلافت مجھ کو تسلیم ہے۔ شیخ جمال الدین جس کسی کا اجازت نامہ چاک کر دیتے تھے۔ تو اس کے بارہ میں حضرت گنجشکر فرمایا کرتے تھے۔ جمال کے چاک کیے ہوئے کو فرید نہیں سی سکتا ہے۔ یہ شیخ جمال کے سراپا نصیحت کلمات ہیں۔ ”گفتار بے کرد از لب نہیں دیتی ہے۔ جس کی سی رفتار تم نہ چل سکو۔ اُس کی گفتار چھوڑ دو۔ کیونکہ ایسی گفتار بالکل غیر موثر ہوتی ہے“ جب آپ کی ملاقات شیخ بہاء الدین زکریا سے ہوئی۔ تو شیخ زکریا نے آپ کو اپنے جملہ خلفاء پر ترجیح دی تھی۔ اور جو دعویٰ از روئے محبت۔ حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاصل تھا۔ اہم بنیاد پر لکھ بیجا تھا۔ کہ میں اپنی تمام مریدوں اور خلفاء کو تنہا شیخ جمال الدین کے بدلہ میں آپ کے رو برو میں کرتا ہوں۔ مروت کی بات یہ ہے کہ سود اور ہم برہم نہ کیا جاوے۔ حضرت گنجشکر نے جواب میں لکھا۔ ”جمال میرا جمال ہے۔ معاوضہ مال میں ہو سکتا ہے نہ جمال میں“ شیخ جمال الدین کی ایک نظم ہے۔ جس میں اولیاء خدا کے مراتب اور جمال اللہ کے حالات نظم کیے ہیں۔ اس نظم کے پڑھنے سے آپ کی عمر دھواور عرفان کی کیفیت کسی قدر ظاہر ہوتی ہے۔

یاد شیخ عارف ملتانی رحمہ اللہ

آپ حاکم ملتان کے پیش امام تھے۔ کہتے ہیں۔ حاکم ملتان نے ایک دفعہ کچھ نقد آپ کے ہاتھ حضرت گنجشکر کی خدمت میں بیجا تھا۔ آپ نے از روئے حرص و طمع آدھوں آدھ کر کے ایک حصہ نظر عالی میں پیش کیا۔ حضرت گنجشکر نے فرمایا۔ عارف۔ تم نے براورانہ حصہ چاہا کیا۔ آپ یہ سن کر خجالت میں ڈوب گئے۔ اور جو کچھ بیجا لیا تھا۔ سانسے لا کر رکھ دیا۔ اور نوکری کو الوداع کہہ کر حضرت گنجشکر کی ملازمت اختیار کی۔ چند روز بعد آپ کے کام میں شائستگی پیدا ہو گئی۔ لہذا حضرت گنجشکر نے غزوہ خلافت اور اجازت نامہ آپ کو دیکر قند ہار اور سیستان جانے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ وہاں کے باشندوں کی رہنمائی کرنا آپ نے نامہ کو بوسہ دیکر خدمت میں رکھ دیا۔ اور عرض کیا۔ کہ رہنمائی بہت بڑا کام ہے۔ مجھ جیسے شخص سے خوبی اور شائستگی کے ساتھ انجام نہیں پاسکتا ہے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ سفر حجاز کی مجھ کو اجازت فرمائی جاوے۔ تاکہ باقی ماندہ زندگی کافی ابراہیمی مقام میں بسر کروں۔ المقصدہ دونوں طرف سے آخرین بات پر قرار داد ہو کر عمل درآمد جامع سعادت و برکت اور شرف و

یاد شیخ شمس الدین داؤد پالھسی

پالھسی - روہلی کے دیہات میں سے ایک دیہ ہے۔ آپ حضرت گنجشکر کے خاص مرید اور شیخ نظام الاولیاء کے ہزار اور ہم سفر تھے کہتے ہیں۔ ہر روز صبح کو گھر سے نکل کر جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ جنگل کے تمام جانور آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ اور کسی درندہ اور چرندہ میں کسی قسم کی آزار رسانی اور خوف باقی نہیں رہتا تھا۔ منتظرانہ آپ کے جمال میں نظر کرتے رہتے تھے۔ اور آپ حالت مراقبہ میں مستغرق ہوتے تھے جب رات ہو جاتی تھی۔ تو اپنے گھر آ جاتے تھے۔ اسی حالت سے زندگی گزار دی مصرع دل رباے نفس و آفاق بود۔

یاد مولانا محمد حافظ دہلوی

آپ ربی اور حقیقی علوم کا خزانہ۔ اور پرہیزگاری اور معرفت کی کان تھے۔ شیخ نظام الاولیاء سے روایت کیا۔ فرماتے تھے۔ میں ایک بار حضرت گنجشکر کے مقدس روضہ کی آستانہ بوسی کے لیے جا رہا تھا۔ سرسی موضع میں آپ سے ملاقات ہوئی جب آپ کو معلوم ہوا۔ کہ میں کمان کا غم رکھتا ہوں۔ تو پیغام فرمایا۔ امید ہے۔ کہ تم جلد ہو چو گے۔ روضہ مقدس کو میل سلام کنا۔ اور التماس کرنا۔ کہ دنیا کے طالب۔ آخر کے طالب۔ اور نیز دونوں کے طالب۔ روے زمین پر رہ سکتے ہیں۔ لیکن بس نیاز مند کی آرزو سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ اوس کی دعائے توفیق مسلمات **وَالْحَقُّ بِالصَّالِحِينَ** قبول ہو جاوے۔

مصرع رفیق جان تنہا یا واد باد

یاد شیخ بہاء الدین محمد سیکری وال

آپ شیخ الاسلام گنجشکر کی پاک نسل سے ہیں۔ نافرمان نفس کی جنگ میں۔ فقر اور تنگ دستی کے قبول کرنے میں اور مال و منال چھوڑ دینے میں۔ اپنے بزرگوار آباؤ اجداد کی مثل تھے۔ اور بہت کچھ شائستگی کے آثار آپ کی پیشانی سے نمایان تھے رحمہ اللہ۔ مصرع دلشس بود از مواہب بحر سوانح۔

یاد شیخ بہاء الدین زکریا پور مولانا حبیب الدین ابن علی شاہ قرشی خوارزمی

آپ کی والدہ ماجدہ۔ مولانا حسام الدین ترمیزی کی دختر ہیں۔ آپ کی ولادت کوتا کوثر میں ہوئی۔ جو قلعے سکبگین کے بیٹے نے ہندین فتح کیے تھے ان میں پہلا قلعہ ہے۔ آپ کی خواہگاہ ملتان میں ہے۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور قوت بھی حاصل کر لی تھی باپ کے دریکدانہ کی طرح آپ کو یتیم چھوڑا۔ خراسان میں جا کر کتابی علم سیکھا۔ اور بخارا میں

۱۵۔ تو محکومانی فرمان داری کی حالت میں (دنیائے) اور محکوم (دینے) نیک بندوں میں لے جا داخل کر ۱۴۔

پونچکر درجہ اجتہاد میں قدم رکھا۔ اخلاق میں ایسی شائستگی ہم پونچائی۔ کہ اہل زمانہ آپ کو بہار الدین فرشتہ کہتے تھے۔ ہر
 عمر میں ہلکی خفک بوسی کے لیے بنیارسے جنبش فرما کر اڑا دھماکا شدہ شرفاً پانچ سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اس
 زمانہ میں شیخ کمال الدین محمد مینی موجود تھے۔ جو عرب کے محدثین میں سے تھے۔ ان سے احادیث صحیحہ کی تفہیم کے بعد
 حال کی اطلاع ان کی ہر اہی میں جمع کو آتے تھے۔ پھر بغداد میں شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سرمدی کی ملاقات
 میں پونچکر حقیقت بیعت ہو گئے۔ اور سترہ روز کے اندر فرقہ خلافت حسب فرمان خاتم الانبیاء علیہ السلام بیکراہی
 ملتان کی اجازت لی۔ جو صوفی لوگ سابق سے حاضر خدمت تھے انہوں نے اس حال پر خشک کیا۔ اور شیخ کو فروغ
 باطن سے حال معلوم ہو گیا۔ فرمایا۔ کہ تمہاری لکڑیوں میں اسکان کی کمی ہی باقی ہے۔ اس سبب آگ جلد از نہیں کرتی
 ہے۔ اور بہار الدین کی لکڑیاں خشک ہو گئی ہیں۔ اس وجہ انہوں نے جلد شعلہ بکھریا۔ حضرت گنجشکر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ
 میں شیخ بہار الدین کے نام خط لکھنا چاہتا تھا یہ تامل تھا کہ عنوان القاب کیا لکھوں۔ اتنے میں لوح محفوظ پر نگاہ جا کر
 وہاں آپ کا لقب شیخ الاسلام لکھا ہوا دیکھا۔ چنانچہ یہی لقب لکھ دیا۔ کہتے ہیں۔ دونوں جہان کا کمال آپ کو حاصل
 تھا۔ اور فرق عادات یعنی کرامتیں انواع و اقسام کی واپسین نفس تک آپ کے ساتھ ہوئیں۔ ساتویں صفر ہجری سنہ
 ۶۶۵ھ سوچنے لگا کہ ایک روشن ضمیر مراد آیا۔ اور شیخ صدر الدین عارف کبریا ہر وقت دیا۔ اور کہا۔ اپنے بزرگوار کے پاس پہنچنا
 چنانچہ پونچا دیا گیا۔ محبوب کے خط کا پڑھتا تھا۔ کہ عمر گرامی کا زمانہ پورا ہوا شیخ صدر الدین نے باہر سے **وَصَلَ الْحَبِيبُ إِلَى الْحَبِيبِ**
 کی آواز سنی۔ جب اندر پہنچے۔ تو باپ کو داخل بحق پایا۔ اور کہنے والا کوئی موجود نہ تھا جس طرح بھجوائے **وَقُلْتُ يَا**
الْحَبِيبُ مَا لَكَ نِيَا بِمَصْرٍ دنیادی آسمان کو ستاروں کے چراغوں سے آراش ہے۔ اسی طرح آپ کی
 نسل کے آسمان کو سات اختر سے آراش حاصل ہوئی تھی۔ (۱) شیخ کمال الدین (۲) شیخ صدر الدین عارف (۳) شیخ شمس الدین
 (۴) شیخ علاء الدین بکھائی (۵) شیخ محبوب مجذوب (۶) شیخ بربن احمد (۷) شیخ ضیاء الدین جالہ قدس اللہ اسرارہم
 ایک روز چند صوفی آپ کے نزدیک تو نگری کی خدمت کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دنیا توڑی سی چیز ہے جو تمام دنیا
 والوں میں تقسیم ہے۔ پس ایک چھوٹے سے حصہ کی مقدار کتنی ہوگی۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ مال معنوی سانپ ہے
 جو شخص سانپ کا افسون جانتا ہے اس کو سانپ کا قرب نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔ اور کہی یہ بھی فرمایا کرتے تھے
 کہ دنیا داری کو درویش کے رخسارہ پر نیل کا نشان سمجھنا چاہیے۔

یاد شیخ فخر الدین ثانی

آپ شیخ شہاب الدین حق گو کے فرزند خلیفہ اور جانشین ہیں۔ کہتے ہیں۔ فیروز شاہ کے عہد میں سید جلال
مخدوم جہانیاں آپ کی ملاقات کے واسطے اوجھ سے دہلی میں تشریف لائے تھے۔ سلطان فیروز نے استقبال کیا۔
جب مخدوم کا دیدار دیکھا۔ تو سلطان کو سعادت حاصل ہوئی۔ اور اعتقاد زیادہ ہوا بیعت ہو گیا۔ دس روز
مخدوم جہانیاں۔ آپ کی خانقاہ میں آئے۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ ہمیشہ بے لکھے ہوئے چند ورق مسانے رکھا کرتے تھے۔
اور ہر ایک کام کے آغاز میں ان کو کھول کر دیکھا کرتے تھے۔ اگر لفظ **افعل** نکلتا تھا۔ تو وہ کام کیا کرتے تھے اور اگر لفظ
لا تفعل نکلتا تھا۔ تو اس کام سے باز رہتے تھے گیا اس ترازو سے۔ خدائے پاک کی رضا مندی کا اندازہ کر لیا کرتے
تھے۔ جب آپ نے مخدوم کی ملاقات کے لیے ورق کشائی کی۔ تو ہر بار لفظ **لا تفعل** برآمد ہوا۔ لہذا مجبوراً عذر کیا۔
اور کہا کہ آج کے روز حکم خدا ملاقات کے واسطے نہیں ہے۔ انشاء اللہ الغریز پر کسی روز میں اپنی آنکھ اور دل آپ کا دیدار
سے منور کروں گا۔ ہر چند باہر سے دلیری کی زنجیر دروازہ پر ملاتے تھے۔ لیکن اندر سے امتناع کی زنجیر نہ کھلی پر نہ کھلی۔
ناچار مخدوم نے سعادت فرمائی چونکہ شیخ کو بھی از حد زیادہ شوق ملاقات تھا۔ اس واسطے پانچویں دفعہ پیر خاں کہولی۔
اس دفعہ صیغہ امر نکل آیا۔ فوراً جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مخدوم کو بھی خبر ہوئی۔ کہ شیخ عقبہ پیادہ پا آ رہے ہیں۔ ٹھہر گئے
اور پالکی سے اتر آئے۔ اور شیخ کی رفتار میں متحیرانہ نظر کی۔ اور کہا۔ درست اور است! اور دیش کو ایسا ہی چاہیے کہ بے
فرمان خدا ایک قدم بھی نہ اٹھاوے جب باہم دست بوس ہو چکے۔ تو مخدوم نے قصد معانقہ کیا۔ شیخ کو مخدوم کی خفیہ
کارروائی معلوم تھی۔ کہ جس کسی سے معانقہ کرتے ہیں جو کچھ اس کے پاس از قسم معرفت ہوتا ہے۔ سب سلب کر لیتے ہیں
اس سبب شیخ نے اپنے تئیں جو رایا۔ اور ازراہ غرض خواہی کہا۔ میرے فرزند بہت ہیں۔ اور نعمت کم ہے۔ اور یہ آیت پڑھی
هَذَا اِنْجِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَحْبَسُ لَكَ نَجَّةً وَاحِدَةً فَقَالَ اَكْفَلْنِيهَا مخدوم نے ہونٹوں
ہی ہونٹوں میں تبسم فرما کر انہی نعمتوں سے فرزند ان شیخ کو کامیاب کیا اور ہر ایک کو ایک مناسب ہمت کے ساتھ نامزد فرمایا۔ شیخ
بہار الدین گنج رمان کو سوکار کا پبی عطاک۔ شیخ صدر کو صوبہ جوہر دیا۔ شیخ بد کا تقریر سوکار بہار میں کیا۔ اور کہا۔ ابن جہان
بہشت کا رتبہ اتنا بلند ہے کہ بیان میں نہیں آتا ہے۔ مصرع باد لطف خدا قرین ہے۔

یاد سید جلال شیخ بخاری

آپ شیخ بہار الدین زکریا کے مرید۔ اور مخدوم جہانیاں کے دادا ہیں قدس سرہم کہتے ہیں۔ تقدیر آئی آپ کو

۱۵۔ میرا بانی ہے (اللہ) کے (میں) تیار ہو گیا ہوں (اور میرے) (ہاں) میں (ایک ہی) دینی ہے (اب) کہتا ہے۔ (میں) اپنی ہی موجودی میں

یہاں سے بہکریں کینچ لائی تھیں۔ اس کے چند روز بعد آپ غیبی اشارہ کے بموجب سید عبدالدین بہکری کی دختر کے لیے خواستگار ہوئے سید عبدالدین نے الہامی اجازت کا انتظار کیا۔ اوہاں سب سے جواب دینے میں کسی قدر توقف فرمایا۔ جب سید عبدالدین کے باطن میں بھی اسی مضمون کا الہام ہوا۔ تو عقد کر دیا۔ خانہ اور خاندان دونوں لگے۔ مگر آخر کا وسمانی گردش سے بہاؤوں کے دلوں میں حسد اٹھ کھینچا ہوا۔ اس سب سے سید جلال الدین بہ ترک سکونت اچھ میں اگر گوشہ گزین ہوئے بہت مدت تک خدا پرستی میں مشغول رہے۔ اور رحلت کے بعد بھی یہی شہر تپ کی خواہنگاہ بنا مصرع جہان از نسل افتاباؤ

یاد شیخ حسین کاہر

آپ کی خواہنگاہ ملتان میں ہے۔ قدوۃ الاولیاء شیخ بہار الدین زکریا کے ہم عصر تھے۔ زمانہ ہوش میں گھاس کھودنے سے معاش جو پونچا تھے۔ جب حالت جذبہ پیدا ہوئی۔ تو خرابات میں جا بیٹھے۔ ایک روز عنقریب جوانی میں شیخ زکریا خرابات نشین شیخ کے پاس جانکے شیخ حسین نے ہاتھ پر پیالہ رکھ کر سامنے کیا۔ شیخ زکریا نے ازراہ ادب لیکر گویاں میں اولٹ لیا جب گھر آئے۔ تو پیرہن اپنی دیرینہ دایہ کے سپرد کیا۔ چونکہ پیرہن کا فارغ دھونے سے دور نہیں ہوا۔ تو دایہ نے محس مقام کو منہ سے جوش لیا۔ پس پہنچ گئی جہاں پہنچ گئی۔ کہتے ہیں۔ دایہ عارف زلمن ہو گئی۔ اور اکثر اسکی تہن ایزدی تقدیر کا پیغام ہوتی تھیں مصرع روحش دام جرحہ کش بزم وصل باد۔

یاد شیخ بہر دولتانی

آپ بہائیسہ نسل میں سے ہیں۔ تخرید اور آزادگی کے گویا دریائے۔ قرآن۔ شیخ محمد مغربی کا دیوان۔ اور پیوند لگا ہوا خرقہ۔ ان چیزوں کے سوا کوئی چیز پاس نہیں رکھتے تھے۔ ملتان سے ٹکڑے۔ کئی سال گجرات کے جنگوں میں سرکے۔ آخر الامر کہ وہاں اگر گوشہ اختیار کیا۔ جب آخرین سفر کا وقت آ پونچا۔ تو خواجہ کرک کی قبر کی برابر میں سو رہے مصرع شیخ بہر و جہان بہر و بود۔

یاد شیخ رکن الدین ابوالفتح

آپ شیخ صدر الدین کے بیٹے۔ اور شیخ صدر الدین۔ شیخ بہار الدین زکریا کے فرزند تھے۔ قدس اسرار ہم خلافت کا فرقہ۔ اپنے جد بزرگوار سے پایا تھا۔ کہتے ہیں۔ سلطان قطب الدین ابن علاء الدین کے دلوں میں اس کی تالیقی سے شیخ نظام الاولیا قدس سرہ کی طرف سے عبا رسیدا ہو گیا تھا۔ لہذا سلطان نے کمال منت و سماج کے ساتھ شیخ رکن الدین کو ملتان سے دہلی میں بلایا اس ارادہ پر کہ شیخ رکن الدین کی درویشی کے کروفر سے شیخ نظام الاولیا کی خانقاہ کی رونق جاتی رہے۔ جب شیخ رکن الدین کی تشریف آوری کی خبر آئی۔ تو سلطان ایشای۔ علانی حوض تک

استقبال کے واسطے گئے۔ اور دونوں بندگانِ خدا ایک دوسرے کے دیدار سے خوش ہو کر اللہ عز و جل کا شکر بجالا
اور جب بساطِ رازداری پر بیٹھے۔ تو معرفت کی باتیں کہیں۔ شیخ نظام الاولیا کے مکان میں ایک انجمن منعقد ہوئی
تمام اربابِ نظر اہر اور اصحابِ باطن حاضر تھے۔ منجملہ ان کے مولانا عماد الدین اسماعیل نے ملتان سے مدہلی میں آنے
کی وجہ اس پردہ میں دریافت کی۔ کہ مکہ سے مدینہ کو خاتم الانبیاء علیہ السلام کی ہجرت کا سبب کیا تھا۔ شیخ زکریا لدین
نے جواب دیا۔ کہ خاتمیت کے متعلق بعض کمالات کا۔ اور نبوت کے متعلق بعض مراتب کا حاصل ہونا۔ زمین مدینہ
کے ساتھ وابستہ تھا۔ شیخ نظام الاولیا نے فرمایا۔ نہیں۔ وجہ موجود یہ ہے کہ ہر مقامی ناتوان لوگوں کو مکہ معظمہ
میں جانا میسر نہیں ہوتا تھا۔ اُن کی تکمیل کے واسطے آنحضرت نے مدینہ منورہ میں نزول فرمایا۔ اس قسم کی دلچسپ
اور لطیف باتوں سے دونوں نے یکے با دیگرے کو اضع کا اظہار کیا۔ دوسرے روز سلطان قطب الدین شیخ زکریا لدین
کی خدمت میں حاضر آیا۔ اور دریافت کیا۔ شہرِ دلاؤں میں کسے زیادہ آگے چلنے والا سعید کون ہے۔ شیخ زکریا لدین
نے فرمایا۔ وہ شخص ہے۔ جو اس دارالامان میں بہترین خلائق ہے۔ اور اس قسم کے اشاروں کے ذریعہ سے
جہاں کہ جو سو سے سلطان کے خیال میں جیسے ہوئے ہیں۔ میں اُن کو دور کر دوں۔ اور جو بیودہ خواہش میری نسبت
سلطان رکھتا ہے۔ اُس کے بارہ میں اپنی طرف سے نا اُمیدی دلاؤں۔ مگر سلطان کے دل میں بدباطنی سے کچھ اثر
نہیں ہوا۔ اسکے بعد ایک روز سلطان قطب الدین کا گزر۔ نظامیہ خاتقاہ پر سے ہوا۔ اُس وقت خلائق کا ہجوم
اور ازدحام شمار اور حد سے زیادہ تھا دریافت کیا آج۔ کن بزرگوار کا عرس ہے۔ بدباطن وزیر نے ایسے طرز سے جواب دیا۔ کہ
دریافت کرنے والے کے دل میں از سر نو کینہ اور غیرت کا غبار پیدا ہوا جب سلطان اپنے دولت خاندان میں واپس آیا تو
لکھ بیجا۔ کہ صاحب خاتقاہ ہماری قلم رو سے اپنا سامان اقامت اٹھالیجاوے۔ رقعہ حجرہ میں پہنچا۔ آستانہ میں
گھولا۔ صحن میں پڑا۔ اور اُس کی تعمیل راہ میں ہوئی۔

القصہ۔ رات کے وقت فرمانِ روا کے پیٹ میں درد پیدا ہوا۔ اور اطباء نے جس قدر دوا کی۔ اسی قدر درد میں
زیادتی ہوتی چلی گئی۔ اُس وقت جانا۔ کہ یہ اُس گستاخی کا طمانچہ ہے۔ پس سلطان نے عالمیوں اور عارفوں کو
شفیع بنایا۔ اور شیخ نظام الاولیا کی خدمت میں بھیج کر غدر خواہی کی معاد و تک واسطے اور حصولِ صحت کی دعا کیواسطے
اتماس کیا۔ فرمایا نظام کو خدائی کارخانہ میں کیا دخل ہے اور دوا اور درد و دونوں تقبیری حرف ہیں۔ چونکہ صرف شفیعوں
کی علی الاضطرار آمد و رفت سے بدون علاج کے کسی قسم کا نتیجہ پیدا نہیں ہوا تو بیمار کی والدہ نے حاضر
حضور ہو کر بساطِ بوسی کی اور بہت کچھ درد آمیز لہجہ میں روئی جہینکی۔ شیخ نظام الاولیا نے فرمایا۔ اس شرط پر

علان کروں گا۔ کہ سلطنت دہلی کا کاغذ خاص مہر اور ارباب مناصب کی مہر و سچ مرتب کر کے پیشاب کے قارورہ کے ہمراہ بیچ دیں۔ تاکہ تجویز نسخہ کی جاوے۔ یہ شرط قبول کر کے نہایت جلد تسک و قارورہ حاضر کیا گیا۔ شیخ نظام الاویہ نے اسی وقت قبائلوں کو پیٹ کر اسی پیشاب کے شیشہ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا۔ کہ دہلی کی سلطنت درویش کے نزدیک بیمار کے پیشاب کی برابر ہے۔ آخر کار دعا کرتے ہی فوراً صحت حاصل ہو گئی۔ اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ لوٹ گئے۔ کتے بہن۔ جب سلطان غیاث الدین تغلق شاہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے بعد دہلی کا فرمان روا ہوا۔ ۱۱۰۰ ہجری سنہ سات سو پچیس میں۔ بنگالہ سے دہلی میں معاونت کر کے ایک عالی شان محل میں اتر آجواؤں کے نام سے تعمیر کیا گیا تھا۔ تو شیخ رکن الدین اور نیز دیگر روسائے زمانہ وہاں مسند پر تشریف رکھتے تھے۔ شیخ نے وہاں سے جلد اٹھنے کے واسطے بارہا عبارت اور اشارت دونوں طرح سے کہا۔ مگر کارگر نہیں ہوا۔ جب دسترخوان بچھایا گیا۔ تو شیخ تھوڑی دیر بیٹھے۔ اور اس سے پہلے۔ کہ دسترخوان زیادہ کیا جاوے۔ اٹھ کر باہر چلے آئے۔ دو کمرے صاحب بھی آپ کے پیچھے اٹھ آئے۔ اتفاق سے ہاتھ دھو رہے تھے۔ کہ عمارت مذکور مٹی ہو گئی۔ سلطان مع اپنے چند مقربوں کے اُسکے نیچے دب گیا۔ اور مر گیا۔

دیکھو تقریب کی تحریک۔ یہ تحریک کیونکر دل میں جیسے ہو کے واقعات کو افشائے راز کرنے والی زبان کے حوالہ کر کے واقعہ نگار قلم کے ذریعہ سے کتابت میں لاتی ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سورہ بیچ الاول کے مہینے میں۔ مرزا ابراہیم ابن مرزا سلیمان حاکم بدخشان کے بیٹے مرزا شاہ رخ نے جو اکبر شاہ کے زمانہ میں صوبہ مالوہ کا حاکم تھا۔ اُنھیں امین عالم علوی کو کوچ فرمایا تھا۔ راقم تغزیت کے واسطے مرحوم کے فرزند مرزا فتح پوری کے پاس جن کا مبارک نام بی بیع الزمان مرزا ہے۔ اپنے مسکن منڈو (مانڈو) سے گیا تھا۔ بڑے بڑے امیر اور سردار مرزا شاہ رخ کے زمانہ میں بدیع الزمان کے برتاؤ سے ناخوش تھے۔ خراب فکر اور نالائق اندیشہ سے اس وقت کو بدل لینے کے واسطے موزوں سمجھ کر مشورہ کے بروہین دورنگی کو کام میں لائے۔ اور عبداللہ خان کے نزدیک جو جہانگیر شاہ کا نوازش یافتہ تھا۔ ہر ایک سے کروڑوں سے بہرے ہوئے خطوط لکھا کر بھیجے۔ کہ ہمارے صاحبزادہ کے دماغ میں خود سری کی ہوا بھری ہوئی ہے۔ اور شہنشاہی ملازمت کا اندیشہ اُس کے دل میں قلعی ہے ہی نہیں۔ یہ مخفی فتنہ ظہور میں آنے سے پہلے ہی اسکی مشکین باندہ کر دے بارہا علی بن یحییٰ دنیہا چاہیے۔ فقیر کو اس کام کی اصلیت پوری آگاہی ہے۔ کہ یہ آفت بھری ہوئی گفتار مرزا کے بارہا میں صرف تہمت اور محض بتان ہے۔ آخر کار زمانہ کی پریشانی پر نظر کر کے میں مرزا سے بصد خون جگر رخصت ہوا۔ اور بوجہ سابقہ دیبستگی کے۔ جو ناہر خان کے جہاں بالکمال کے ساتھ تھی۔

موضع محمد پور میں گیا۔ یہ موضع ناہر خان کی جاگیر میں ہے۔ اپنے مکان کو بلاگشت کا ارادہ تھا۔ مگر اس شورش کے فرو ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ الحاصل مکتوب الیہ عبداللہ خان نے ایک مدت تک تو اپنی نیک عادت اور فرشتہ منشی سے ان نوشتوں کو قائل میں ڈلے رکھا۔ مگر چونکہ اس طرف کا امر اھد سے زیادہ گزر گیا تھا۔ اس واسطے ناچار اس طرف روانہ ہونا پڑا اور صوبہ جاگیر داروں کے نام بلائے کے واسطے پروانہ جات بھیجے۔ کہ جلد اطراف سپاہ فراہم ہو کر حاضر آوے۔ آخر کار عبداللہ خان وسط جمادی الاول میں اجین آ پہنچا۔ صاف دل جوان (ملع الزمان) سپاہ باطن سفید شیش والوں کی پر فریب باتوں پر ہر وسہ کر کے آنے والے کے استقبال کو واسطے باہر نکلا۔ عبداللہ خان سمرزا کو اپنے خیمہ گاہ (کیمپ) میں لے گیا۔ اور پرہ والوں کے سپرد کر دیا۔ اسی روز تکمیل پروانہ ناہر خان اجین میں پہنچ کر عبداللہ خان کے لشکر میں جا ملا چند روز بعد راقم بھی اجین میں آیا۔ اور دولت خانہ ناہر خان کی برابر میں اپنا خیمہ نصب کیا۔ عبداللہ خان نے حکم دیا کہ سمرزا سپاہ لشکر کے گرد چاروں طرف قلعہ تیار کر لیوں۔ اس بنیاد پر ناہر خان نے بھی اپنی سپاہ کے گرد گرد ایک حصار کنچوایا۔ اور حویلی بنالی فرزندوں کو بھی بلا بھیجا کیونکہ نزدیک تھے۔

ایک روز دیوار حویلی کے سایہ میں ناہر خان چند درویشوں کے ساتھ خاص طور پر بیٹھا ہوا تھا۔ چونکہ مٹی کی دیوار اٹھانے والوں نے دیوار اٹھانے میں مضبوط کام نہیں بنایا تھا۔ اس واسطے دیوار جبک گئی تھی۔ اور اس سبب اس کے گرنے کا خیال راقم کے دل میں پیدا ہوتا تھا۔ ہر چند راقم نے اپنا ولی خیال صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ مگر ہم نشینوں نے بعید سمجھ کر اتفاقات نہیں فرمایا۔ اس شان میں کہانے کے واسطے دسترخوان بچھایا گیا۔ اور جب کہانے سے فراغت پا کر زیادہ کیا گیا۔ تو راقم بدون ہاتھ دھوئے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہنوز اپنے خیمہ میں پہنچنے نہیں پایا تھا۔ کہ دیوار کے گرنے کی آواز آئی۔ ناہر خان خود جگہ کے درمیان میں سے نکل آیا۔ اور ہاتھ بڑھا کر شیخ عبداللطیف کو جو ایک زاہد شخص ہے۔ معیت میں نکالا۔ اپنے پنجسالہ لڑکے کا کچھ خیال نہ کیا۔ جس کا نام دلاور خان ہے۔ اور سامنے کیل رہا تھا۔ وہ خاک میں اور ڈیلیوں میں پڑا رہا۔ کچھ دیر بعد اس کو بھی نیچے سے نکالا۔ نیک کرداری اور درویش دوستی کی بدولت ہی لاکھوت نے بیٹے کو از سر نو زندگی بخشی۔

یاد شیخ حماد الدین اسماعیل ملتانی

آپ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے چوتھے بہائی ہیں لیکن ان کی مان گنہیں۔ آپ کو دین ماوردیہ

یعنی دونوں جہان کی سعادت مندی حاصل تھی۔ بزرگوار دادا۔ صاحب لایت باب اور بابرکت بہائی سے بہت کچھ فیض مدفاندہ پایا تھا۔ فقہ کے علم میں بیانشاک تحقیق کو بڑھایا تھا۔ کہ وجہ اجتہاد حاصل ہو گیا تھا جس سلسلہ میں ملتان کے تمام فقیہ اور مفتی عاجز ہو جاتے تھے۔ وہ سلسلہ آپ کی توجہ سے حل ہو جاتا تھا۔ آخر کار درسی علوم کو الودع لکھ کر اپنے بڑے بہائی کی خدمت میں داخل ہو گئے تھے۔ اور ان کی خدمت کے طفیل سے جب بہاؤ نشین دشمن (مفسد) کے ساتھ لڑائی شروع کی۔ تو فتح پائی۔ جب رکن الاولیاء کا آخرین وقت آیا۔ اور ان کے کوئی فرزند تانہ نہیں۔ اور نیز پیر بزرگوار نے فرمادیا تھا۔ کہ چوٹا بہائی بڑے بیٹے سے بہتر ہوتا ہے لہذا رکن الاولیاء نے اپنا بیٹا چوٹے بہائی کے سپرد کر کے ان کو رہنما بنایا۔ آپ کے بعد شیخ صدر الدین حلیم ابن شیخ عماد الدین سند پر بیٹھے۔ شیخ صدر الدین حلیم کے بعد شیخ صدر الدین شہر الشہ ابن حلیم قائم مقام ہوئے صلح حیرا سجادہ نشینی عمادینیل میں رہی مسرع۔ عماد الدین عماد قصہ دین بود۔

یاد شیخ علم الہدی

آپ شیخ رکن الدین الواقعہ کے چچا زاد بہائی ہیں۔ جد امجد کے زندگی میں ہی جہان بیائی کی ہوا سر میں ہو گئی تھی۔ ماوراء النہر خراسان۔ ادب پارس میں جا کر نقلی علوم اور عقلی فنون تحصیل کیے۔ اور کمال تجرہ ہم پہنچا کر ہجری سنہ سات سو چالیس میں جب کہ سلطان محمد تعلق شاہ کا عہد تھا۔ دہلی میں آئے۔ سیاہ باطنی سے اپنے چچا زاد بڑے بہائی کی خدمت میں مناظرہ کرنا چاہا چونکہ رکن الاولیاء کے ظاہری علم کو روشنی قلب کی قوت سے استحکام حاصل تھا۔ علم الہدی کی بڑائی مناظرہ کے اندر پیش نہیں گئی۔ بلکہ باعث خجالت ہوئی۔

واضح ہو۔ کہ عالم صورت کا پہلوان۔ عالم معنی کے پہلوان کے ساتھ مقابل نہیں ہو سکتا ہے بلکہ بساط ادب کے کنارہ پر کھڑا ہو کر اس اندیشہ میں ڈوب جاتا ہے۔ کہ نمود میں آنے والی موجودات حقیقہ الحقائق کا عکس ہے۔ اور عکس معنی سے عاری ایک صورت ہوتی ہے۔ اور اصل عالم ظاہر میں ایک ملک ہوتا ہے جو ملکوت یعنی عالم ارواح کی برابر ہوتا ہے۔ **سُبْحَنَ الَّذِي بَدَّلَ مَلَكُوتِ كُلِّ شَيْءٍ وَالَّذِي يَرْجِعُونَ فِي بَيْتِ**

بدر دکن ہر کہ در افتاد برافتاد

بس تجرہ کریم درین دیر مکافات

یاد شیخ الہدایہ احمد آبادی

آپ سہروردیہ سلسلہ میں سے ہیں۔ اپنے وقت کے پیر بزرگوار اور خدا پرست۔ حقیقی اور درسی علوم ہی جانتے تھے۔ (مذہبات) جس کے ماتہ میں ہر چیز کا ال اختیار ہے۔ اور (مرے پیچھے) تم سب) اسی کی طرف لوٹا کر دے جاؤ گے۔

تھے تمام کمانے کی چیزیں چوڑ دین تھیں۔ صرف ایک پیالہ دودھ سے بہوک کا علاج کرتے تھے خواہ وہ کہیں سے بھی ہم پہنچاتے تھے معرفت دانی میں دو سکر معرفت نہمون پر بقت رکھتے تھے۔ جو عمدہ مضامین اور ان کے نئے نئے حل خاص آ کی طبیعت اور فہم ہم پہنچاتی تھی۔ ان کا فیضان درس دیتے وقت سننے والوں کو پہنچاتے تھے۔ شریعت کی رعایت کر کے سرود و سماع کی مجلس میں نہیں جاتے تھے شیخ زین الدین خوانی کے سلسلہ سے کمال دستگی تھی۔

یاد شیخ موسیٰ

آشکارا کرستین آپ سے اکثر ظاہر ہوئی ہیں۔ صاحب موسوی ولایت تھے۔ کتے ہیں۔ تہ سے قدوہ الایوب شیخ بہار الدین زکریا کی ملاقات کے واسطے ملتان کو آتے تھے۔ جب دریائے راوی کے کنارہ پر پہنچے۔ تو ملالہ نے کشتی لگانے میں توقف کیا۔ آپ اُس دریا کا تمام پانی ایک ایریق میں اڑھا کر شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ شیخ نے فرمایا۔ اس پانی سے لوگوں کو فیض پہنچتا ہے۔ بدستور سابق چوڑ دو۔ اپنے کہا۔ نہیں یہ پانی آستانہ بوسی کے مشاقون کو روکتا تھا۔ اور اس مزاحمت اُن کو نقصان پہنچاتا تھا۔ اب اس شرط پر چوڑا جاوے گا۔ کہ شہر کے کنارہ سے بہت دور رہنے لگے۔ اُس روز سے دریائے راوی ملتان سے دور بہتا ہے۔ ان دونوں صاحبوں کی بدولت چند روز انجمن حقیقت بیانی ایسی عمدہ طور پر ہوتی رہی کہ اُسکی خوبی بیان میں نہیں آسکتی ہے۔ مصرع۔ طور دیدار باد میقباتش۔

یاد شیخ حمید الدین صوفی سعیدی ناگوری سوالی

آپ کا لقب سلطان التارکین ہے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مرید اور خلیفہ میں قدس سرہما بعض کہتے ہیں کہ آپ موضع سوال کے باشندہ ہیں۔ جو مصافقات اجمیر سے ہے۔ اور بعض کا یہ خیال ہے۔ چونکہ تصوف کی مشکلات کے بارہ میں آپ سوال و جواب بہت کیا کرتے تھے۔ اس واسطے سوالی لفظ کے ساتھ شہرت ہو گئی کہتے ہیں۔ کہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں جب دہلی کے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین ہمسری نے شیخ جلال الدین تبریزی کے نام پر ایک ہستان لگایا۔ تو سلطان نے حقیقت تہمت معلوم کرنے کے واسطے بزرگان وقت کو ہر ایک شہر سے بلا کر ایک مجمع کیا تھا۔ اُس درمیان میں شیخ حمید الدین نے تعرض کے طور پر شیخ بہار الدین زکریا سے دریافت کیا کہ مال کے ساتھ سانپ کس مناسبت سے تعلق رکھتا ہے۔ فرمایا کہ دونوں ہلاک ہیں اور تعلق کا سبب دونوں کا ہلاک کرنے میں اشتراک ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہا۔ کہ وہ شخص عقل مند ہے۔ جو

مملکت شے سے دور دور ہے۔ نہ اُس کی دوستی کی طرف مائل ہو۔ اور نہ اُس کی نزدیکی سے خوش ہو۔ بہارِ الاولیاء نے
 جواب دیا کہ جو شخص افسون جانتا ہے۔ اُس کو سانپ کے زہر۔ اور مال کی مستی سے نقصان نہیں پہونچتا ہے۔
 اسپر حمید العرفانے کہا کہ سانپ کو افسون کے ذریعے سے بھی پاس رکھنا اچھی بات نہیں ہے۔ بہارِ الحق نے اس بات
 کے جواب میں توقف کیا۔ تو ناگاہ اپنے پیر شیخ الشیوخ کو دیکھا۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ بہارِ الحق۔ یون کیون نہیں کہتے
 ہو۔ کہ دنیا۔ اہل کمال کے جہاں کے رخسارہ پرنیل کا داغ ہے۔ جس طرح حسینان صورت کی ابرو پر دم۔ رخسارہ پرنیل
 اور بنا گوش پر غالب۔ نظر پر ہے بچا۔ اور زیبائش کو بڑھاتا ہے۔ اسی طرح معنوی محبوبون کو دنیاوی اسباب نیلہ
 رنگ کا کام کر کے خود بینی کی نظر پر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کے اندر یہ حسن بھی موجود ہے۔ کہ دوسروں کے ساتھ
 احسان کرنے کا موقع ملتا ہو۔ لکھا ہے کہ حمید العرفانے ایک خط بہارِ الاولیاء کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ بہت
 سی قرآنی آیات۔ احبار۔ اور آثار اس مضمون کی شہادت دیتی ہیں۔ کہ دنیا کو دوست رکھنے والے اور ان کے دوست
 خدا کو نہیں پہونچتے ہیں۔ اور واقعی حال یہ ہے۔ کہ بہت سے ارباب شرفہ اور اصحاب دولت قطبیت اور غوثیت
 کے حلی درجہ کو پہونچ چکے ہیں۔ حَسْبُكَ اللَّهُ اور سَرُّ حَمَّةٍ عَلَى الْفَقِيرِ اس شکل کو حل فرمائے۔ تاکہ
 آپ کے رنگین خط کو اپنا امام بنکر اطمینان حاصل کروں۔ اور اُس معجون حقیقت سے صلاح باطنی عمل میں لاؤں نیز
 جو ایک بات ہے۔ کہ دنیا ہاتھ میں ہو۔ تو دوا ہے۔ اور دل میں ہو۔ تو درد ہے۔ اس بنیاد پر اُس شخص کو تو فائدہ ہے
 جس کے واسطے دنیا دوا ہے۔ اور اُس شخص کو نقصان ہے جس کے واسطے دنیا درد ہے۔ اور نیز سلطان سہرورد کا جو ایک
 یہ فقرہ ہے کہ شیخ اسپ در گل زدہ ام نہ در دل کہ اس فقرہ سے تسلی نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ مذمت کی بنیاد ظاہر دنیا
 پر ہے۔ نہ نیت پر جو مخفی چیز ہے۔ بہارِ الاولیاء نے جواب نامہ بھیجے کہ امام پر موقوف رکھ کر دو سال تک توقف فرمایا
 اور حمید العرفا جو اب کے انتظار میں دعا کر کے امیدوار قبولیت ہے۔ اس کش مکش میں تھے۔ کہ ایک روز ایک
 حریری مدق پٹا ہوا عالم غیب سے مصلے کے نیچے نکلا۔ اُس میں جو کچھ لکھا تھا۔ اُس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ راہ حق کے
 چلنے والے تین گروہ پر قسم ہیں۔ ایک گروہ بالکل مجبور ہے۔ جس کو غایت استغراق سے اور خوبی صفات میں
 امکانی رسوم کو حد درجہ کم کر دینے سے کونین کی بالکل خبر نہیں۔ دوسرا گروہ اُس جماعت کو سمجھنا چاہیے۔ جو ظاہر
 کو محض ممکن ہے۔ امکانی لوازم کے ساتھ مخصوص کرتی ہے۔ اور باطن کو کہ عین واجب کے ماحصلِ یزدی
 تجلیات کے مشاہدہ میں مشغول رکھتی ہے۔ اور تیسرا گروہ وہ ہے۔ جو کہ دنیا اور مافیہا کا ترک بہشت اور آنجہانی
 درجات کے واسطے کرتا ہے۔ اور یہ تمام موجودہ معانی اور آئین تینوں گروہوں میں علمی صورتیں کا اقتضا ہے

جو واجب الوجود کا خاص فعل ہے اس کا وہ صفات کے اقتضا کی رو سے **لَا یَسْتَلِیٰ عَمَّا فِی سُلْکِ** اور تصوف کے علم میں بہت سے رسالے آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ اشعار اور دیگر نظم کو اپنے نصاحت اور مقبولیت کی کرسی پر سوز و گداز کے رنگ میں پہنچایا تھا۔ یہ آپ کی ہی رباعی ہے رباعی

تاکے غم آن خوری کہ بار دیا سنے	یا تخم بر وید و برار دیا سنے
رود و غم آن باش کہ محبوب ترا	اند و حرم و مسل گزاردیا سنے

بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ آپ شیخ احمد تارک لاہوری کے بیٹے تھے۔ شیخ احمد تارک۔ ابراہیم کے۔ ابراہیم محمد کے۔ اور محمد۔ سعید فاروقی کے بیٹے تھے۔ جو فاروق اعظم کی نسل میں سے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اس بنیاد پر آپ کو سعیدی کہتے ہیں۔ تاریخ اُنٹیس بیج الاخری سنیہ چہ سوتتر کو بعض کے نزدیک ہجری سنہ ۱۰۵۸ کو واصل حق ہوئے۔ قبر ناگور میں بڑا رویتبرک بہر الی یومنا ہلدا۔

یا و اولاد سلطان التارکین قدس سرہ

آپ کے دو بیٹے شیخ عزیز اور شیخ مجیب۔ بڑے کے تین فرزند تھے شیخ حید الدین یا محمد۔ شیخ فرید الدین محمود۔ اور شیخ نجیب الدین قاسم۔ شیخ حسین بن خالد تین واسطہ کے شیخ حید کو پہنچتے ہیں۔

مختصر حالات شیخ فرید

آپ اپنے جد بزرگوار کے مرید۔ خلیفہ۔ اور جانشین ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ کتاب سورۃ الصدور آپ کی ہی تفسیر دی ہوئی ہے۔ سلطان محمد تغلق کے عہد میں ناگور سے دہلی میں آئے۔ اور شرق کی طرف بے مثل میں جو قدیمی شہر میں ہے۔ سکونت اختیار کی اور رحلت کے بعد اُسی کو چہ میں خواہنگاہ ہی بنی۔ مقام قطب لادلیا کے راستہ میں قدس سرف۔ شیخ فرید کے سات فرزند تھے۔ ان میں سے ایک شیخ عزیز بھی تھے۔ بعض کے نزدیک سرور الصدور۔ نور السدور آپ کی ہی تصنیفات میں سے ہے۔ اور بعض شیخ احمد کی تالیف سے سمجھتے ہیں۔ جو شیخ عزیز سے بڑے تھے۔ بعض شیخ سعید کی تالیف سے کہتے ہیں۔ جو شیخ عزیز کے چوٹے بھائی ہیں بہر تقدیر کتاب مذکور لکھی ہوئی شیخ فرید الدین کی یا ان کے فرزندوں میں سے کسی ایک کی ہے۔ بہت خاص خاص قلم ہے اور لطیف جو اپنے بزرگوار باپ کے سنائیس برس کے عہد میں سنے تھے۔ اس کتاب میں فراہم کیے ہیں۔ اور یہ بھی

لکھا ہے۔ کہ مینے خرد سال میں جد اعلیٰ سلطان التارکین کی ملازمت کی ہے۔ اس بنیاد پر آپ کی عمر قریب تلوہیں کی ہوگی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ تاریخ دہسری ربیع الاول ہجری سنہ سات سو پچیس کو پدر عزیز نے حدیث اور دعوت کا اجازت نامہ عطا فرمایا۔ جد اعلیٰ کا خرقہ پہنایا۔ اور اپنی خاص کلمہ میرے سر پر رکھی اور اچھی اچھی دعائیں دیکر فرما کر کیا۔ مصحح۔ اولاد حمید و صفات حمید بوند۔

یاد شیخ جلال الدین تبریزی

آپ شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید ہیں۔ اور زاد بوم تبریز ہے۔ دیونچل بندر میں جو دارالملک بنگالہ میں ہے آپ کی خوابگاہ ہے۔ جب آپ کے پر دنیا کے تنگ و تاریک کوچے سے فردوس برین کی سیرو سیاحت کے واسطے تشریف لے گئے۔ تو آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی شایستہ خدمات کے دل میں جگہ پیدا کر کے فائدہ اٹھایا۔ ملتان میں شیخ مبارک الدین زکریا سے کمال درستی اور یک جہتی ہو گئی تھی۔ خواجہ قطب الدین اوشی کی ملاقات کے شوق میں دہلی آئے۔ شیخ چشت کے تذکروں سے کچھ آپ کے حالات مفت معلوم ہو سکتے ہیں۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے (جن کا مقصد دہلی میں مولانا برہان الدین بلخی کی خوابگاہ کے برابر میں ہے) سیاہ ولی اور خیال فاسد سے آپ کو ایک مطربہ عورت کے ساتھ دبستگی میں ناشائستہ حرکات کے ساتھ متہم کیا تھا۔ اور ایسی شورشاں و ہشائی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کو دہلی جیسے شہر ولایت سے بنگالہ کی طرف سفر کرنا پڑا۔ ایک روز آپ ایک دریا کے کنارہ کنارہ چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے خود بخود کھنکھانے لگے۔ کہ شیخ الاسلام نے اگرچہ درویشوں کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ مگر درویشوں کے خدا نے ان شیخ الاسلام کو جان سے نکال دیا۔ اور جنازہ کی نماز بھی پڑھ لی گئی۔ خبر آنے پر تحقیق ہوا۔ کہ شیخ الاسلام کی رحلت کا وہی روز تھا کہتے ہیں۔ دیونچل میں آبادی سے دور ایک جنگل تھا۔ وہاں پر اپنے جگہ پسند کی جاہا کہ اس زمین کو خرید لیا جاوے چونکہ جنگل تھا۔ اور اس کا کوئی مالک ہی نہیں تھا۔ لہذا باشندگان شہر نے خوش طبعی سے قیمت میں اتنا زیادہ نقد مانگا۔ کہ وہ مقدار۔ سوائے شاہی خزانہ کے دوسری جگہ گمان میں ہی نہیں آ سکتی ہے آپ نے قبول فرمایا۔ اور مریدوں کو ارشاد کیا۔ فلاں جگہ بنجاستون کا اور گو گو برکا تو وہ ہے۔ اس میں آگ لگا دو۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ خاص در کامل اعیاد سونا ہو گیا۔ زمین کی قیمت میں دیدیا یہ عظیم الشان کراست دیکر وہاں کے لوگ اکثر اسلام کے احاطہ میں۔ اور آپ کی بیعت کے سلسلہ میں داخل ہوئے اور دونوں جہان کی کامیابی حاصل کی۔ حافظ

آیا بود کہ گوشہ چشمی بمانند

آہان کہ خاک را نظر کیست

یاد شیخ صوفی بدھنے

شیخ نظام الاولیا قدس سرہ سے روایات سے - فرماتے تھے - ایک جڑے پرانے مشہور شخص موضع کیتل میں رہتے تھے جن کا باطن تجربہ اور تفرید کے زیور سے آراستہ تھا۔ وہاں کے باشندے آپ کو شیخ بدھنے کہا کرتے تھے اکثر لوگوں کی زبانوں پر یہ قصہ اس طرح سے روان ہے۔ کہ ساتویں صدی کے آغاز میں جب سپاہ مغل ہند پر قابض ہوئی۔ مال و اسباب سب لٹ گیا۔ اور چھوٹے بڑے سب قید ہو گئے۔ تو اس علم بلوہ میں خواجہ قطب الدین اور شیخ صوفی جو بے تمیزانہ حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ دونوں بھی گرفتار ہوئے۔ دو تین روز بعد گرفتاروں کو بھوک اور پیاس بہت شدت سے معلوم ہوئی۔ ناچار خواجہ ایک کاک (روغنی روٹی) خرچہ کے اندر سے نکال کر ہر ایک شخص کو دیتے تھے اور صوفی بدھنے سے (کہ ایک مٹی کے ظرف کا نام ہے) سب کو پانی پلا کر سیراب کرتے تھے کہتے ہیں۔ کہ خواجہ کا خطاب کلکی اور صوفی کا لقب بدھنے جو ہوا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ شیخ عثمان ابن لاون بھی یہ حکایت بار بار بیان کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ یہ حال میں اپنے پیر شیخ فضل اللہ ابن شیخ حسین چشتی کی زبانی سن ہے القصہ۔ سوائے اس قدر بیان کے جو اوپر لکھا گیا کسی کاغذ میں کوئی بات آپ کے حالات متعلق دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ زابل زمانہ کے زبانی کوئی حرف آپ کی مانند بود (رہنے سننے) کے متعلق سننے میں آیا ہے۔ اور ایسا شخص جس کے سینہ میں آپ کے حالات مخفی ہوں۔ اب بہشت کے سوا کہیں جہنم نہیں پہنچ سکتا ہے۔ مصرع۔ کیست کز دی باز جویم حال او۔

یاد شیخ نور الدین دہلوی

درسی علوم میں آپ کا دل تو نگر تھا۔ اور مسائل کے بیان کرنے میں زبان طاقت ورتی۔ آپ سلطان ناصر الدین ابن سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں علمائین سے تھے۔ کتاب جامع الحکایات آپ کی ہی تصنیف ہے۔ عمدہ کتاب ہے۔ اس میں ہر ایک طرح کا نمونہ اور ہر ایک قسم کی نمائش موجود ہے۔ زمانہ کے کامکار شیخ اور اولیا کی آپ پر نظر تھی۔ صوفی گروہ کے ساتھ کمال عجز و انکسار سے پیش آیا کرتے تھے۔

القصہ۔ اس عمدہ زمانہ میں ہر ایک فن کے استاد اور ہر ایک قسم کے بزرگ موجود تھے۔ جن کا جو ذریعہ کثرت زمانہ کا باعث تھا۔

(۱) سید تاج الدین ابن سیہ جلال الدین بدایونی۔ آپ کو علم۔ تقویٰ۔ وجدان۔ انتقال ذہن خوشحالی خوش باشی۔ اور ریاضت میں بڑا مرتبہ حاصل تھا۔

(۴۳) سید مفتی الدین مسیحی اور سید منتجب سید و سار دوزن بانی تھے۔ کہتے ہیں۔ نش
 دیانت۔ امانت۔ دہش۔ مہربانی۔ خوش خلقی۔ اور گوشہ نشینی یہ تمام حمیدہ صفات ان دونوں بانیوں کی
 سرشت میں گویا خمیر تین با انیمہ کسی شخص سے کسی قسم کی تہ و غیرہ نہیں کیا کرتے تھے۔
 (۴۴) سید علاء الدین اور سید قطب الدین یہ دونوں بانی بھی ترک و تجرید۔ اور بصوت
 و توحید میں یگانہ روزگار تھے۔ کہتے ہیں شیخ نظام الاولیا۔ حضرت خاتم النبوة علیہ السلام کو سید اللہ الدین
 کی شکل میں خواب کے اندر دیکھا کرتے تھے۔

(۴۵) مولانا حمید الدین مخلص گویا دریکدانہ تھے۔ جو اُس زمانہ کے دانشمندوں کی لڑی میں ممتاز تھے۔
 ہر ایہ فقہ پر ایک بڑی لمبی شکل کشا شرح لکھی ہے۔

(۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰) مولانا عطاء الدین حسام واعظ مولانا جمال الدین شاطبی قاری مولانا
 کبیر الدین عراقی سورج تاریخ جہانگیری جو سلطان علاء الدین کے نام پر ترتیب دی گئی ہے۔ مولانا بدر الدین
 دمشقی طبیب اور مولانا حمید الدین بنیانی منجم۔ یہ تمام سادات اور علماء سلطان غیاث الدین
 بلبن۔ سلطان جلال الدین خلجی۔ اور سلطان علاء الدین خلجی کے زمانہ میں دہلی اور پرگنات دہلی میں۔
 ملک کی زیب و زینت تھے۔ بعض حضرت گنجشکر کی خدمت میں اور بعض بزرگوار خلفاء حضرت گنجشکر کی
 خدمت میں بیعت تھے۔

غوثی جب تم زمانہ کے حالات۔ اور مشائخ کے واقعات لکھنا چاہو۔ تو دیکھو ہوش سے لکھنا۔ کیونکہ
 آسودگانِ جہان کے حالات بالخصوص بزرگوں کے سرتاپا معرفت سے بہرے ہوئے حالات ایسی عجیب و غریب
 سیکڑا ہے کہ نہ تو جنگلون جنگلون پہرنے سے پاؤں میں کوئی ٹکان آتی ہے۔ اور نہ وطن کی جدائی سے دل میں کوئی
 ٹکڑہ پیدا ہوتا ہے۔ اس بنا پر مناسبت ہے کہ سفر در وطن کے فقرہ کی توجیہ خوش طبعانہ۔ اور آیہ ثَلٰی سَیُّوْرَہِ
 الْاَرْضِہِ کی وجہ۔ عارفانہ بیان کی جاوے۔ عبرت کا چراغ۔ سینہ کے برآمدہ میں جلایا جاوے۔ اور ہدایت
 کا قلم۔ دل کے میدان میں نصب کیا جاوے۔ کیونکہ جہان پیا لوگوں کے دلوں میں بس اس کے سوا کوئی خیال اور
 کوئی آرزو نہیں ہے۔

یاد شیخ محمد ترک نارنولی

آپ مجر د۔ متوکل اور مصورتے۔ ترکستان سے ہند میں آئے۔ اور نارنول میں حوض کے کنارہ گوشہ اختیار

کر لیا تھا۔ یہ حوض اب مٹی سے بھر گیا۔ اور آبادی میں آگیا ہے۔ اپنی زندگی میں کسی کو مرید نہیں کیا۔ کہتے ہیں۔
 اُس زمانہ میں غیر مسلموں کا گروہ خدا پرستوں پر غالب تھا۔ جمعہ کے روز مسلمان لوگ جامع مسجد میں جمع تھے
 موقع پا کر یہود کی ایک جماعت تنگی تلواریں لیکر آہنچی۔ اہستہ سے لوگوں کو شہید کیا۔ اسی عام بلوہ
 میں شیخ محمد ترک نے بھی غزا اور شہادت دونوں دے پائے۔ اُسی جو پٹوہ میں قبر بنائی گئی۔ جس میں آپ
 رہتے تھے۔ اُن لوگوں میں سے جو شہید ہوئے۔ دو صاحب اور بھی ہیں۔ پشتہ کے اوپر جو صاحب مدفون ہیں
 اُن کو اوپر والہ شہید کہتے ہیں۔ اور پشتہ کے نیچے جو صاحب مدفون ہیں۔ اُن کو نیچے والہ شہید کہتے ہیں۔ یہ
 بھی لوگ کہتے ہیں کہ دونوں حافظ تھے۔ اور اب بھی اُن کی قبر سے تلاوت کی آواز آتی ہے۔ روایت ہے کہ
 شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو بادشاہ دکن نے ناخوش ہو کر تہ کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔ جب آپ
 حدود نارنول میں پہنچے۔ تو سواری سے اتر پڑے۔ اور پیادہ پاشیخ محمد ترک کے روضہ پر آئے۔ اولاً ایک
 پتھر کی طرف جو وہاں تھا۔ دیر تک متوجہ رہے۔ بوجہ اسکے۔ کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کی مقدس روح کو
 اُس پتھر کے اوپر پایا تھا۔ بعد کاشیخ محمد کی تربت کی طرف منہ کر کے مراقبہ میں مستغرق ہوئے۔ جب سہ
 اُٹھایا۔ تو فرمایا۔ جس کسی کو دشواری پیش آئے اُس کو چاہیے۔ کہ وہ جبین نیازان حضرت کی خاک پر گرے
 اور اپنی اڑی ہوئی مشکل کی کشائش چاہے۔ ایک کوتہ اندیش بول اُٹھا۔ اب حضور کو مشکل درپیش ہے
 فرمایا۔ اس بارہ میں عرض کر دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ ابھی تین روز نہیں ہوئے تھے کہ بادشاہ ایک ہول ننگ
 واقعہ میں مبتلا ہوا۔ چراغ دہلی نے معاودت فرما کر پیر دہلی کو اپنے مقدم سے مستفیض کیا۔ وہ پتھر بھی
 کاشیخ محمد کی قبر کی برابر بدستور موجود ہے۔ آنے والے اُس پتھر کا بوسہ لیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد فرار
 شیخ کی زیارت کرتے ہیں۔

یاد مولانا معین الدین عمرانی

آپ سلطان محمد ابن تغلق شاہ کے عہد میں۔ عالم اور استاد شہرتے۔ کنز۔ حسامی۔ اور مصباح
 پر آپ کے حاشیے ہیں۔ شاہ وقت نے آپ کو قاضی عہد کے لانے کے واسطے بے شمار مال اور خلعت دیکر
 شیراز کو بھیجا تھا۔ کیونکہ یہ کام اہم تھا اور یہ آرزو کی تھی۔ کہ موافقہ کے متن کا حاشیہ میرے نام پر لکھ دیکھے۔ باوجودیکہ
 شہر شیراز علم کا گھر ہے مگر عمرانی کا علم اور دانش اس دارالعلم میں بھی اپنا جلوہ دکھا بغیر نہیں رہا۔ اور میان کے لوگ
 بھی آپ کی فیض رسانی سے متمتع ہوئے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب شاہ شیراز کو معلوم ہوا۔ کہ شاہ دہلی نے

مولوی عمرانی کو قاضی صاحب کی طلب میں بھیجا ہے۔ اور قاضی صاحب بھی سفر کا سامان تیار کر رہے ہیں۔ تو قاضی صاحب کی خدمت میں خود پہنچ کر عرض کیا۔ اگر جلد دنیاوی طمع سے ہے۔ تو عورت اور فرزندوں کے سوا۔ تخت۔ رخت۔ ملک۔ مال۔ سپاہ۔ اور رعیت وغیرہ جو کچھ میرے پاس ہے۔ یہ سب میں آپ کے سامنے پیش کر کے اپنے اوپر حرام کیے لیتا ہوں۔ جب قاضی صاحب نے اپنے بادشاہ کی اس درجہ جوانمردی اور گرم جوشی دیکھی تو ہند آئے کے واسطے ان کی خدمت نے اجازت نہ دی۔

یاد سید معروف شہید

کہتے ہیں۔ آپ سید حسین شہیدی کے یاروں میں سے تھے۔ جن کا لقب خنگ سوار ہے۔ ساتویں صدی میں شاہ دہلی کی طرف سے ایک بڑا لشکر اس ملک کی فتح کے لیے نام زد ہوا تھا۔ جہاں آپ کی خوابگاہ ہے۔ کیونکہ یہ ملک پیکر پرست راجپوتوں کے قبضہ میں تھا۔ شکر نے بڑی لڑائیاں لڑیں۔ اور اللہ کا بول بالا کرنے میں بہت جہاں نثار کر کے ملک کو پیکر پرستوں کے قبضہ سے نکالا۔ اس لڑائی میں سید معروف۔ اور نیز آپ کے سوا بہت سے نیک آدمی شہید ہوئے۔ روایت ہے۔ کہ آپ کی قبر کا ایسا فیض جاری ہے۔ کہ خوش اعتقادی کی بدولت ارباب نذر و نیاز اپنی مرادیں ادا کر دیتے ہیں۔ شیخ چندن چشتی دسور (مندسور) سے قصبہ ٹڈہ میں آپ کی قبر پر ہمیشہ جایا کرتے تھے۔ اور انواع و اقسام کے کھانے پکوا کر دیویشوں کو اور ہو کون کو کھلایا کرتے تھے۔ اپنی خوش اعتقادی اور دوستی کا اظہار اس طرز سے کیا کرتے تھے۔

انیس شہید امین سے ایک توغان شہید بھی ہیں۔ آپ کی قبر قصبہ ٹڈہ (نواح مندسور) میں ہے۔ جس کے زیادہ تعجب انگیز آپ کی یہ خرق عادت ہے۔ کہ جو شخص درست نیت اور نجاست سے پاک ہوتا ہے۔ وہ غرار کے پاس رات کا وقت رہ سکتا ہے۔ اور جس شخص کی عادتیں خراب اور ظاہرنا پاک ہوتا ہے۔ اُس پر اس قدر پتیر آسمان سے برکتے ہیں۔ کہ وہ لاچار ہو کر ہباگ کھڑا ہوتا ہے۔

انیس شہید امین سے ایک سیان شہید ہیں۔ جو موضع چانگلی میں قصبہ ٹڈہ کے نزدیک سوئے ہوئے ہیں اس سرکار جاگیر دار سید راجو ہیں۔ سید راجو کے خویش سید ابراہیم نے بہ زمانہ ناما سیدی دل میں مستحکم وعدہ کر لیا تھا۔ کہ اگر میرے لڑکا پیدا ہوگا۔ تو ان شہید مرد کے نام سے ایک نذر کر دینا گا۔ کہتے ہیں۔ بہت جلد اس سید ہوئی اور لڑکا پیدا ہوا۔

انہیں شہدائین سے ایک شیخ دودھن شہید ہیں۔ حدود دوسرے (سور) میں۔ آپ کی قبر کا نشان باقی نہیں رہا تھا۔ سید اچو کے زمانہ میں ایک دولت مند نے چاہا۔ کہ جوگان بازی کے واسطے میدان صاف کر لیا جائیگا۔ آپ نے اُن کی خواب میں آکر اپنی حقیقت حال سے آگاہی دی۔ مشارالہ نے خواب کا بیان سید سے کیا۔ سید نے فرمایا۔ آپ کی قبر کی عمارت بنا دی جاوے۔ چنانچہ بنا دی گئی۔ اور شہید کے فرما نے کے بموجب گھوڑے کی بھی قبر بنا دی گئی۔ **مصرع**۔ کشتہ دشمن بہت زندہ دوست۔

یاد شیخ احمد نروالہ بدایونی

لعبض کے نزدیک آپ کا لقب حامد الدین ہے۔ قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید ہیں۔ خواب گام بدایون۔ پیران سہرورد کا مشرب تھا۔ روایت ہے شیخ بہار الدین زکریا نے۔ صوفیوں میں سے ایسی تعریف کسی کی کمتر کی ہے۔ یعنی آپ کے بارہ میں فرمایا ہے۔ اگر آپ کی معرفت۔ حقیقت۔ اور استعداد تولی جاوے اور نیز آپ کے افکار۔ اشغال۔ اور افکار۔ تراویح و دن کیے جاوین۔ تو دس خدا شناس صوفیوں کے سر پر ہی آپ کا سرمایہ غالب اور وزنی ہوگا۔

اس دلکش تقریر میں تحت الذکر حدیث نبوی علیہ السلام کی خوشبو آتی ہے۔ ایک روز امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی کثرت حسنات کے بارہ میں حضور ارشاد فرماتے تھے۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں سے آسمان اور زمین پر ہو گئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت موجود تھیں۔ یہ اتفاق گہرا ہوا کلام سکر اپنے فرمایا مَا بَقِيتَ لِيْ بِكَرِيْمٍ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَمَا يَا عَمْرُوْ حَسَنَاتُ حَسَنَاتُ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہَا

جمعہ کے روز حکم اِذْ اُقْضِيَتْ الصَّلٰوۃُ فَاَتَتْ شَرَفُ اَجْب رُكْ جِلْے جاتے۔ تو آپ اپنے مریدوں اور دوستوں کو ہمراہ لیکر شام تک شہر کے کوچوں اور صحرا کے گوشوں کی سیر کرتے پرا کرتے تھے۔ ان ایام میں ایک مجذوب تھا۔ جو جماعت باندہ کراپ کے گشت کرنے سے سخت تعجب کیا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے دیکھا۔ چند طاقت ور ظالموں نے ایک نہایت ناتوان عاجز گروہ پر دست درازی کر کے مجبور کر رکھا ہے۔ آپ نے صوفیوں کی جماعت کے ذریعہ سے امداد کر کے ناتوانوں کو سیاہ دل ظالموں کے پنجہ ظلم سے رہائی دی۔ اتفاق سے تعجب کرنے والا مجذوب بھی کہیں اس محرکہ کو دیکھ رہا تھا۔ سامنے آگیا۔ سب متفق اللفظ بول اڑے۔ ہاں درست

۱۵۔ رسول اللہ حضرت ابوبکر کے واسطے کیا باقی رہا ۱۲ ۵۳ حضرت عمر اور ان کے جملہ حسنات۔ منجہ حسنات حضرت ابوبکر کے ایک نیکی ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو ۱۳ ۵۳۔ جب نماز ہو چکے تو (تم کو اختیار ہے۔ کہ) اپنی اپنی راہ لو ۱۴۔

جماعت ایسے ہی پوشیدہ کاموں کے واسطے ہے۔ وگرنہ درویشوں کو کسی کے ساتھ کیا سرکار ہے۔

یاد امام الدین ابدال دہلوی

آپ شیخ ضیاء الدین مرد غیب کی بہن کے بیٹے بایجنہ بن خرقہ خلافت توشیح بدرالدین غزنوی کی خدمت سے ملا تھا لیکن بہت سا زمانہ آپ نے خواجہ قطب الاولیاء اوشی قدس سرہ کی غلامی میں بسر کیا تھا۔ اس عرصہ میں نفسِ نافرہام کے ساتھ لڑائیوں میں رہا اور بالآخر فتح پائی۔ اور اس بات کی بڑی خوشی مانی کہ مرشد نے آپ کا عمل پذیرائی کی نگاہ سے دیکھا جبکہ آپ نے سلوک کے راستہ میں قدم رکھا تھا تب سے جس وقت تک زندہ رہے اُس وقت تک گوشہ نشینی کے ذریعہ خواہش کو قیدی بنا کر رکھا۔ شیخ نظام الاولیاء قدس سرہ قوالی کی مجلس آپ کے بدون بہت کم کیا کرتے تھے۔ بڑی عمر پائی۔ اور بہت بلند تھی ہجری سنہ سات سو اسی میں عالم قدس کو کوچ فرما گئے مصرع خرامان شد بکوی قدس تا دیدار او بنید۔

یاد سید مولہ عرب زاد دہلی آباد

آپ جیسے بلند مرتبہ تھے۔ ویسی ہی روز افزون آپ کی ریاضت بھی تھی۔ گیسوں کی روٹی اور گوشت کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے۔ باوجودیکہ روزِ خاںقاہ کے دہنے والوں اور نیزدوں کے واسطے خسر دانہ کمانا پکواتے تھے خود چانول کو آٹے کا خشک کچھ شہد کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ یہ آپ کی غذا تھی۔ اس کے سوا کچھ نہیں کھاتے۔ نذر و نیاز کا نقد و جنس کسی سے نہیں لیتے تھے۔ سلطان جلال الدین خلجی کے اولین زمانہ میں آپ کی شیخی کو رونق ہو گئی تھی۔ اور نیز سلطان کا بیٹا خانخانان مرید ہو گیا تھا۔ یہ امر زیادہ تر باعث لوگوں کی فریفتگی اور دل بستگی کا تھا۔ بالآخر لوگوں کے متوجہ ہونے سے آپ کے سودائی و ماغ میں۔ سلطنت دہلی کی ہوا سا گئی۔ اور کچھ لوگ متفق ہو کر کام بنانے کی فکر میں روانہ ہوئے۔ اتنے میں یہ خفیہ سازش سلطان کے کان میں پہنچی۔ غصہ اور غضب میں بہر گیا اور فرمایا خود آپ اور آپ کے دوست اور یار تمام آگ میں گسین۔ شاید اُس وقت ہر ایک کا نیک و بد معلوم ہو جاوے گا۔ فتویٰ نویس عالمون نے کہا۔ آگ راست کو دروغ سے جدا نہیں کر سکتی ہے۔ القصدہ جب تک درویش اور دیگر ارباب دانش تاخیر اور بہانہ جوئی سے فرمانِ رفا کی آتش غضب کو فرو کرنے ہی کریں تب تک دشمن مزاج اور خراب باطن لوگوں نے جلدی کر کے خود سید کو بالکل فرد کر دیا۔ یعنی مست ہاتھی کے پانوں میں ڈال دیا۔ ضیاء برنی لکھتے ہیں کہ پہلے کا قتل سلطان کو سازگار نہیں ہوا۔ اور بہت کچھ خراب باتیں اُس کے زمانہ میں پیدا ہوئیں۔ یہیں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا بتان اُس کا سنگار شہید پر ناحق باندھا تھا۔

خاتمہ چمن اول

عنوان کے شکر فی حروف کو ارغوانی پھول بچھنا چاہیے۔ چونکہ پیروری کے چمن میں۔ خامہ عقل کے درخت پر کھلے ہوئے ہیں۔ اور معنوں جس کا یہ عنوان ہے۔ اسکی مشکین سواد کو خاکستری رنگ کی لمبیلین تصور کرنا چاہیے جو مخنوی کے باغیچہ میں۔ ہمت اور فطرت کے آشیانے سے۔ پرواز کر رہی ہیں۔ غرض یہ ہے۔ کہ رنگین پھول۔ اپنی اجمالی خوشبو برکوبہ دماغوں میں بونچا دیں۔ اور لمبیلین اپنا تفصیلی ترانہ۔ جو گلشن کی رنگینی کی نسبت ہم گوش حکمت کو سنا دیں۔ اور نیز زبان راز سے یہ نغمہ گا دیں۔ کہ ہر ایک نامہ بجائے خود۔ نقش و نگار کا ایک محل ہے دانش کے بہشت نامہ محل میں ہے۔ جس کی استحکام بنیاد۔ خداے عز اسمہ کے سپاس۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ستائش ہے۔ اور جس کا دل آویز کمرہ ایسے فن کے مقاصد کا بیان ہے۔ جو ہنوز صاحب عمارت کے ضمیر میں پردہ نشین ہے۔ اور اس بنیاد کی تعمیرے مطلب یہ ہے۔ کہ بانی کے معنوی جسم کے واسطے ایک عمدہ آرام گاہ تعمیر کی جاوے۔ تاکہ جب دانش و دانش کے تماشائی۔ اس محل میں آویں۔ اگر ان میں سے کسی کے دل میں۔ ایسے گروہ کے ساتھ جو عنصری مکان سے رخصت ہو چکے ہیں۔ روحانی ماز و نیاز کی باتیں کرنے کی آرزو پیدا ہو۔ تو ان فطرت کے مکانوں میں رجن کو دوسرے الفاظ میں نگارین نامے کہہ سکتے ہیں جس دروازہ سے چاہے۔ اِقْرَأْ بِرَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی کنجی سے کہوں کر اندر آجاوے۔ اور اپنے اور اک کو اُس میزبان کی مہمان سراسر میں شیرین کام کرے۔ جس کے بیان ما حاضر ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ اور معلوم کرے۔ کہ اس کتابی عمارت کا ہر ایک قطعہ۔ جداگانہ حیثیت کے ساتھ شہر و کج مکانات اور عمارات کی وضع پر ہے اس طرح سے کہ جیسے شہر و کج مکانات اور عمارات کھلے طور پر۔ بنانے والہ کی دنیاوی استطاعت ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ کتابی عمارت۔ سنجیدہ عبارت کے ساتھ خداوند عمارت کی عقل و دانش کا رتبہ۔ لوگوں کے ذہن نشین کرتی ہے۔ بہت اچھا ہے وہ صاحب توفیق زندہ دل۔ جو حمد و نعت کی صرخی سے۔ فطرت کا خاکہ دکھانے والا منظر کی بنیاد ڈاٹے۔ اور اُس کو تمہیدات اور مسائل کی (جن کو علمی عمارت کا طاق اور برآمدہ بچھنا چاہیے) ترتیب تمام کرنے میں ایزدی تقدیر پوری دیوے اور یہ منظر طبع آزمائی کرنے والوں کے واسطے۔ اسخان کا ذریعہ۔ اور حقیقت کی تلاش والوں کے واسطے آسائش کا وسیلہ ہو۔ اللہ جل شانہ جو کن فیکون کا ایجاد کرنے والا ہے۔ اُس کے خزانہ سے بہت کچھ اُمید ہے۔ کہ سخن آفرینی کا خوان بچھانے کی جن اصحاب نے بنیاد ڈالی ہے۔ ان کے طفیل میں وہ غوثی حسن کی اس کوڑھ کرٹ سے بے بسی خاتواں

نذر لعل پر دخت - اتمام کے زیور سے زیب و زینت بخشے گا۔

ابتداء سے دومی چین

یہ چین اُن اصحاب کے حالات اور معارف کے بیان میں ہے۔ جو ہجری آٹھویں صدی میں عربی و فارسی کی کتابوں کے پڑھنے والے تھے۔ انفس و آفاق یعنی عالم ارواح اور عالم اجسام کے رموز سے آگاہ تھے۔ خدائی پرستش اور معرفت میں ہمہ تن مصروف تھے۔ اور الہی جذبات اور شاہدہ تجلیات میں بالکل مستغرق تھے اب اسے دل ہوشیار ہو جا۔ ایک دماغ درکار ہے۔ دیکھ ہر فرد کا ذکر۔ گویا ایسے گلشن کی نسیم ہے۔ جس کے ہر ایک درخت سے نسیم نواز و اقسام کے دل فریب پھول کھلا کر ہر ایک سونگنے والے کے دماغ میں۔ اُس آفریدگار کی سپاس و ستائش کی خوشبو بو بچاتی ہے۔ جو عجیب و غریب نئی نئی چیزیں ظہور میں لاتا ہے۔ اور جس نے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ کے افسون سے آدمی کو بصورتِ تم۔ اور جہان کو شکلِ درخت پیدا کیا۔ تاکہ جہان بمقتضائے سُرُیْمِ اٰیٰتِنَا فِی الْاَفَاقِ وَفِی الْفِصْحِ مَا پنے جمال کے اعتبار سے۔ اور آدمی عجوبے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اپنے جمالِ حسنِ تقویم سے عالمِ واحدیت کا نمونہ ہو۔ کیونکہ رویت حق کا گلزار۔ آدمی کے طلسمی غنجہ میں عین کے اعتبار سے اجمالی طور پر چپا ہوا ہے۔ اور کوئی دکانی درخت کا چہرہ مع اپنے جملہ اجزا کے۔ حضرت حق میں۔ علم کے اعتبار سے۔ مخفی ہے۔ دیکھو دیکھو مصرعِ شلخِ گلے بصورتِ انسان برآمدہ۔

یاد شاہ مدار

آپ کا لقب بدیع الدین ہے۔ اور سرکارِ قنوج میں ایک مقام ہے مکن پور۔ وہاں خواب گاہ ہے۔ آپ کے حالات تذکرہ نویسوں نے امکانِ عقلی پر مبنی کر کے لکھے ہیں۔ مگر اقم نے ان میں سے جو حکایتیں عادتہ ممکنات سے نہیں تھیں۔ اور جن سے عقل جو مقید بہ وقوع ہے گریز کرتی تھی نہیں لکھی ہیں۔ جیسے آپ عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں رہتے تھے۔ ابدی زندگی کا آپ کو اختیار حاصل تھا۔ پیغمبرِ آخر الزمان علیہ السلام کی ملازمت سے آپ مشرف ہوئے تھے۔ اور مسیحا کا سلام حضورِ نبوی میں پہنچایا تھا۔ آپ کی خلافت کا سلسلہ (۱) شیخ طیفور شامی (۲) شیخ یحییٰ الدین شامی (۳) امام عبد اللہ علم دار۔ (۴) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم ان چار واسطوں سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔ اولین تین صاحبوں کی گرامی عمر دوسو برس سے

لے بیگ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے ۱۲۵۵ھ عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی قدرت کی خانیان (دنیا کے) اطراف میں ہی دکھائیں گے۔ اور ان کے اپنے درمیان میں ہی ۱۲۵۵ھ پہنچے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ۱۲۵۵ھ۔

زیادہ ہی بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں۔ کشف اسرار۔ دلون کے حالات پر وقوت۔ اور ادراک معانی میں بیک
 مرتبہ حاصل تھا۔ اہا آپ کے جمال میں نورانگی کی جہلک نظر آتی تھی۔ جس کی وجہ سے دیکھنے والے بے ارادہ
 سجدہ میں گر پڑتا تھا۔ اس سبب آپ ہمیشہ چہرہ پر نقاب رکھا کرتے تھے۔ مگر دربار عام کے روز۔ خلایق کی
 فائدہ رسانی کی غرض سے چہرہ سے نقاب اٹھا دیتے تھے۔ اور دربار بزمانہ میں سے جس کسی کو کسی علم میں
 دشواری اور الجھن پیش آتی تھی۔ وہ اُسی دربار عام کے روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اُس وقت آپ
 بدون دریافت کرنے کے ہر ایک قسم کی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ اُسی ضمن میں حاضرین دربار اپنی مراد کے
 موافق جواب پا کر۔ اور اپنی مشکل حل کر کے واپس چلے جایا کرتے تھے۔ یہ امور آپ کی کرامات میں سے ہیں (۱) مردہ کو
 زندہ کیا (۲) مدتوں اور برسوں کچھ نہیں کھایا۔ (۳) آپ کے کپڑے بغیر دھلنے کے سفید رہتے تھے۔ بدیر بدینے
 سے میلے نہیں ہوتے تھے۔ (۴) ایک روز خضر علیہ السلام نے بزم اسرار میں آپ سے کہا۔ میں سنا ہے۔
 کہ آپ کو حاکم حمی و محی نے مختار کر دیا ہے۔ جب تک آپ خود نہ چاہیں گے رُمیت کا حکم آپ پر نہ چلے گا اور خلعت
 خاص میرا ہے۔ بہتر ہے۔ کہ اس کو آپ عام نہ کر دیں۔ اور اپنے تئیں میرے ساتھ شریک نہ بنا دیں۔ چونکہ آپ
 کی طبیعت۔ خواہش پذیر واقع ہوئی تھی۔ لہذا اس التماس کو قبول کیا۔ اور اُسی سال عالم ظاہر سے سفر گئے
 ہجری سنہ آٹھ سو تھے۔ مصحح ظاہر شریک بود و باطن صاف

انجمن

یہ انجمن اُن پاک اصحاب کے بیان میں ہے۔ جو سلسلہ مدارِ یہ طیفوریہ کے راستہ پر گم ہفتار ہیں۔ اور نیز
 اس انجمن میں اُس جماعت کے حالات کی بھی تحقیق ہے۔ جو مدارِ یہ شرب کی مقلد ہو کر احتیاج اور انتظام
 آفرین رکھتی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس سلسلہ کے سر حلقہ امام عبد اللہ علم دار ہوئے ہیں۔ اور بعض اصحاب کی
 روایت سے آپ کا سلسلہ حضرت خاتم النبۃ علیہ السلام کو توسط حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 اور بعض کی روایت سے توسط شاہ مردان شیرازیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ پوچھا ہے لیکن دونوں
 روایتوں میں اصح روایت پہلی ہے شیخ بدیع الدین مدار۔ شیخ محمد طیفور شامی کے مرید۔ اور شیخ محمد طیفور۔ شیخ
 یحییٰ والدین شامی کے مرید ہیں۔ جو امام علم دار کے خاص خلیفہ تھے۔ اس سلسلہ میں چونکہ وسائل کا توڑ ہے ہیں۔ لہذا
 یہ سلسلہ از روئے عدد و سب سلسلوں میں قریب تر ہے۔ اور اس خاندان کے لوگ توحید کشفی کے بیان میں
 غلو (حد سے زیادہ مبالغہ) رکھتے ہیں۔ اور وحدت وجود کا اعتقاد بلند آواز سے بیان کرتے ہیں۔ اور ظاہر و باطن

کے امتناعی حکم سے اُن کو چند ان خوف نہیں ہے۔ سخن کوتاہ یا کل پر ہنگامی اور بے محابا اس گروہ کے مشرب بین دسویں صدی کے آخرین نصف حصہ سے جوش کے ساتھ پیدا ہو گئی ہے۔ وگرنہ بدیع الدین شاہ مدار کے پر معرفت زمانہ میں راز وحدت کے ظاہر کرنے سے نہایت روک ٹوک تھی۔ اور طساہر شریعت کی مخالفت سے غایت درجہ کا خوف۔ دلون میں سایا ہوا تھا۔ اور طریقت میں سابقہ بابا ساکون کے ساتھ موافقت رکھتے تھے۔

اب ابتدا اس تازہ بدعت کی سیئیے۔ اس سلسلہ میں ظاہر تجرید۔ مقبولیت کی شرط اور اجازت کا جزا قرار دی گئی تھی۔ اس خاندان کے اکثر بزرگانِ خلافت اپنے تئیں صرف ستر عورت اور اُس قدر طعام کا نیاز مند سمجھتے تھے۔ جو اُسی ایک روز کے اندر کھالیا جاوے۔ باقی جملہ انواع پوشاک اور جمیع اقسام خوراک سے دست کش اور مرفہ الحال رہتے تھے۔ اوقات زندگی کو رازق العباد کی یاد میں بسر کرتے تھے۔ کَلِمَةُ كُلِّ يَوْمٍ جَدِيدٌ وَرِزْقٌ جَدِيدٌ اور کَلِمَةُ الدُّنْيَا كَوْنٌ مَّوَدَّ لَنَا فِيْهَا صَوْمٌ کو اپنے افعال کی لوح پر ثبت کر رکھتا تھا۔ اور مذکورہ بالا مایہ تلخ کے سوا اگر احیاناً کچھ ہاتھ لگ جاتا تھا۔ تو اُسی وقت مثل غراب اپنے دل میں سے اور ہاتھ میں سے نکال دیتے تھے۔ باستثناء اُس مقدار کے جو اشناد و ریشون کی رفع ضرورت کے لیے کافی ہو۔ جب حالت تجرید اس درجہ کو بڑھی ہوئی تھی۔ تو میان سے چند بار ادا ت سقلہ و ن نے ظاہری تجرید کو بھی اپنے پیشواؤں کی اصل طریقت۔ اور پسند خاطر سمجھ کر اس شیوہ میں انماک اور استغفار کو غایت درجہ پسند کیا اور جو تجرید صوفیوں کی مختار ہے۔ اُس کی حدود سے دو تین قدم آگے بڑھ کر مشروع ازار کو چار انگشت کی تنگ لٹی سے بدل لیا۔ جس سے بمشکل فقط اندام نہانی چھپ سکتا ہے۔ اور رات کے وقت پہاڑ کی طرح آگ مشتعل کی۔ جس سے سر کے لحاظ کا کام لیا۔ صبح کو لباس کی جگہ بدن بیکراہہ مل لی۔ یہ شعار جو سراپا عام ہے۔ اختیار کر کے ادب کے دائرہ سے وَمَنْ يَّعْدُ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ کی طرح باہر نکل گئے۔ اور سوا کرنے والا اجتہاد کو کام میں لانے سے یہ روز افزون تقلید عام ہوتی چلی گئی۔ بیت

مجرد ان طریقت جماعتے دگر اند

چنان صفت کہ تو داری بدان صفت نبر

خداوند تعالیٰ جو مالک بخشایش ہے۔ مغفرت کرے۔ اور حضرت شاہ مدار کے نامدار خلفا اور سلسلہ داروں کو

۱۵۔ نیادن اور نیاز ذق ۱۲۱۵ دیا گویا ایک ان ہے۔ اور اس میں ہمارا روزہ ہے ۱۲۱۵ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی باندہ ہے ہوئے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

جوشنورین۔ اور جن کے حالات میں تحت میں لکھا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی خوشنوی نصیب ہو۔
 اول اور مسند خلافت کے صدر نشینوں میں اکمل سید جمین بہاری ہیں جو ارباب تجرید۔ تفسیر
 اور توحید کے معلم تھے۔ سوائے ایک تختہ چادر کے جو تر عورت کا کام دیتی تھی۔ تباہ اور عبا کی قسم سے کوئی تکرار
 کپڑا اختیار نہیں کیا۔ آپ کی بابرکت ذات اکثر مکاشفے اور خرق عادات ظہور میں آئے ہیں۔ دند بہار کے علاقہ
 کے اندر ایک قصبہ میں آپ کی قبر ہے۔

دوسرے قاضی محمود۔ آپ اپنے زمانہ کے تمام عالموں سے زیادہ فاضل۔ کامل۔ عالم۔ اور عارف
 تھے۔ آپ کی قبر کنٹور میں جو علاقہ لکنؤ میں ہے۔ اہل زمانہ کی زیارت گاہ ہے۔

تیسرے قاضی شہاب الدین۔ آپ پرکار آتش کر کے نام زد تھے۔ جذبہ ایسا قوی تھا۔ کہ
 عقل کے پر جلتے تھے۔ اور بڑے صاحب جلال تھے۔ آپ کی قبر ایک موضع کے اندر سرکار لکنؤ میں ہے۔

چوتھے قاضی مسطہر کد شیر۔ آپ کو ولایت کے بیابان میں آہو چشم شیر پر۔ اور توحید کی شکار گاہ میں
 مفتوح العین باز کنازیہ ہے۔ ایک مقام ماذر مضافات کالپی میں ہے۔ وہاں آپ کی قبر ہے
 پانچویں قاضی عبد الملک بھڑاچی۔ آپ کے زمانہ کے تمام اہل دولت شاہ سے لیکر سپاہی تک
 دوام دولت اور قیام سلطنت کے بارہ میں آپ کی مراد بخش دعا کے نیاز مند تھے۔ اور نیز آپ کی فاتحہ کو خاتمہ بخیر کے
 بالکل ساتھ ساتھ پاتے تھے آپ کی تربت بھڑاچ میں ہے۔

چھٹے سید خاصہ۔ حضرت شاہ مدار ہمیشہ آپ کو کما کرتے تھے ”درون خاصہ بردن خاصہ“ کہتے ہیں آپ کو
 شاہ صاحب کی خدمت میں بہت کچھ خصوصیت تھی۔ اور شاہ صاحب کے راز و نیاز اور روز و گداز کے محرم تھے۔ آپ کے
 روضہ کا مقام راقم کو معلوم نہیں ہوا۔

ساتویں سید راجے دہلوی۔ آپ درویشوں کے عمدہ اوصاف اور صوفیوں کے سنجیدہ اخلاق سے موصوف
 تھے۔ اور انہیں امور کی رعایت مد نظر رکھنے سے عالی مدارج حاصل کیے تھے۔ بزرگان عہد کی رجوعات آپ کی
 طرف بہت کچھ تھی۔ آپ کی بانیض قبر دہلی میں ہے۔

اٹھویں شیخ ہیکہا مجذوب اور نوین شیخ ہیکہا ثانی یہ دونوں شخص نام۔ مقصد۔ جذبہ۔
 اور عشق میں متماثل بلکہ باہم عین تھے ہمیشہ حالت بیہوشی میں رہتے تھے۔ ان دونوں صاحبوں کی کرامتوں
 کی داستانیں لوگوں کی زبانوں پر بہت کچھ ہیں۔ اولین شیخ کی قبر قنوج کے قلعہ میں ہے۔

دسویں شیخ الّا۔ اس سلسلہ کے بعض فضیح اللسان لوگ آپ کو شیخ اعلیٰ ہی کہتے ہیں۔ لیکن عوام کے نزدیک آپ شیخ الّا کے نام سے ہی نامزد ہیں۔ آپ ہی انہیں مجذوبوں میں سے ہیں۔ جو مشہور دنیا ہیں۔ آپ کو انہی جذبہ اور حقیقی جنون کی لہرین کی لہرین آیا کرتی تھیں۔ آپ کی گورگور میں ہے۔ گیارہویں شیخ محمد حبندہ۔ آپ کی پیدائش بدایون کی ہے۔ عجیب و غریب اسرار الٰہی اور امور غیبی آپ سے ظاہر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی قبر زاد بوم میں ہی ہے۔

بارہویں شیخ محمد بابین پانوں۔ اس خطاب کے ساتھ آپ کے ملقب ہونے کی وجہ لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ نے رات اور دن برابر بابین پانوں پر کپڑے رہ کر بارہ سال گزار دیے۔ اور اس عرصہ میں داہنا پانوں قطعی زمین پر کھائی نہیں۔ اس طرح کی ریاضت میں آپ نے عجیب و غریب بات پیدا کی تھی۔ آپ کا پیرا نواہزار کھریہ کے حدود میں ہے۔

صدرالذکر بزرگواروں کے سوا۔ ان میں سے ہر ایک کے جانشین ہی علی الاتصال ہر ایک عہد میں ہوئے ہیں جو ہمیشہ اپنے پیشواؤں کے افعال اور احوال کے ساتھ متصف تھے۔ اور کارگزاری اور رسم سلسلہ داری ادا کیا کرتے تھے۔ اُمید ہے کہ کوئی اور شوقین مزاج صاحب۔ اُن اصحاب کا تذکرہ (جن کے حالات پر راقم کو علم حاصل نہیں ہے) لکھ کر اپنی اخروی نجات کے واسطے سعادت نامہ فرین بہ مہر فرما دیں گے۔

یاد شیخ یحییٰ ابن شیخ اسرائیل منیری

خدائی معرفت میں آپ کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ آپ چشتی سلسلہ کے سرگروہ اور فردوسی خانوادہ کے سر دفتر تھے حضرت فرید الحق گنجشکر کی خدمت میں ہی آپ کو ایک حق حاصل ہے۔ میر سید علی بہرانی نے جب سیاحت کنان ہند میں گزر فرمایا۔ قیہ کے بادگیرے دیدار دیکھ کر باہم فیض خدا شناسی سے کامیاب ہوئے تھے۔ آپ کے خطوط جن کو اہل طریقت اور اہل سلوک کا دستور العمل کہہ سکتے ہیں۔ اکثر قاضی شمس الدین سوتپہی کے نام ہیں۔ جو اکابر زمانہ میں تھے اور نیز بہر گوار آپ کے معتقد تھے۔ آٹھویں صدی کے آغاز میں دنیا سے کوچ فرما کر بمقام منیر پنے بزرگوار باپ کے مقبرہ میں خوابگاہ قبول کی۔

یاد سید محمد کرمانی رحمہ اللہ

آپ ایک مدت دراز تک حضرت گنجشکر کی خدمت میں شاد کام رہے۔ اُسی شایخ شیخ نظام الاولیا کی ہی فرمان برداری کرتے تھے۔ اور اس ذریعہ سے دل میں دوستی اور برادری کا ربطا بڑھاتا تھا۔ اتفاقاً زمانہ کی

کچ رفتاری سے ان دونوں بزرگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے عبا پیدا ہوا۔ اور ایک مدت اسی حالت میں گزر گئی۔ ایک روز رات کے وقت خواب میں حضرت خاتم الانبیا علیہ السلام نے شیخ نظام کو فرمایا۔ سید محمد ہمارا فرزند خاص ہے۔ اُس کی دوستی کو ناخوشی کے ساتھ بدلنا نہیں چاہیے۔ علی الصباح شیخ۔ سید کے نزدیک گئے۔ اور عذر معذرت کر کے صلح کرنی چاہی۔ سید مسکرائے۔ اور کہا۔ کیوں۔ جب تک بیجے نہیں گئے۔ نہیں آئے۔ یہ کم کر کہاں خوشی اور صفائی کا اظہار کیا۔ اور پھر دوستی تا بہ زندگی قائم رکھی ہجری سنہ سات سو ایک میں عالم ملکوت کو رخصت ہوئے مصرع۔ پیوستہ باد مکرمت مصطفیٰ براو

یاد مولانا سراج منہاج

ہجری سنہ چھ سو ایک سے لیکر چھ سو پچاسی تک یعنی سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ سے سلطان ناصر الدین محمود کے زمانہ تک واعظ۔ صدر۔ قاضی۔ اور محتسب ان عہدوں پر آپ مامور رہے۔ بعد کے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں صدر جہان کا لقب ملا۔ طبقات نامری آپ کی ہی تصنیف ہے شمسہ نسل سے لیکر ناصر نسل تک تمام فرمان رواؤں کی تعریف۔ مظاہری اور باطنی کمالات کے ساتھ آپ نے لکھی ہے یہ زیادہ تر تعجب کی بات ہے۔ کہ مشایخ زمانہ کو قطعی یاد نہیں کیا۔ لہذا یہ بات گروہ مشایخ کے نزدیک اٹک گئی۔ کہ یہ صورت۔ عدم محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ خدا دشمنی کے نتیجے میں محفوظ رکھے۔

خدا شناسوں سے اور اس ماحول کے جاننے والوں سے راقم کی التماس یہ ہے۔ کہ دعا کے ساتھ امداد کر کے آپ کی محفرت چاہیں۔ اور قیامت کے در پہ بھی درخواست کریں۔ مصرع خدا بنقد بیامرز و دش کہ یارے بود۔ اگرچہ یہ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ درویشوں کے حالات معرفت نہ لکھنے کا کوئی اور ہی سبب ہوگا۔ جیسے یہ کہ کتاب میں بادشاہوں کے حالات کا بیان تھا۔ درویشوں کے حالات کا ذیل میں لکھنا تو مناسب معلوم نہیں ہوا اور صدر میں ان اصحاب کے ملاحظہ نے اجازت نہیں دی۔ جن کے حالات کتاب مذکور میں لکھے گئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کی کتاب تاریخ کی وضع پر ہی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے اولین دل خراش گمان کی خلش پیدا ہو۔

یاد شیخ صدر الدین عارف ابن شیخ بھاء الدین زکریا قدس سرہ

آپ کا مولد ملتان ہے۔ کتابی اور کشفی دونوں قسم کے علم آپ جانتے تھے۔ اچھی اچھی کرامتیں جو عادت خلاف ہیں۔ آپ سے اکثر ظاہر ہوتی تھیں۔ ایک روز خرد سالی میں آپ کے فرزند ارجمند شیخ رکن الدین ابن شیخ

کا دل صحرائی ہرن کے بچہ کی طرف مائل ہوا۔ لڑکوں کی طرح رونے لگے۔ صدر الاولیاء نے گریبان کی طرف سر جھکیا۔ اور عراقیہ میں مستغرق ہوئے۔ آپ کی قوت کشش سے ایک ہرنی مع اپنے بچہ کے خانقاہ میں کہنچی چلی آئی۔ بالآخر وہ ہرنی کا بچہ رکن الاولیاء سے مانوس ہو گیا تھا۔ اور ساتھ ساتھ پراکتا تھا کہتے ہیں۔ عجب آزادہ ولی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی شے کے ساتھ دلچسپی نہیں تھی۔ پر بزرگوار کے متروکہ سے ستر لاکھ کی مالیت ملی تھی۔ اسی روز درویشوں اور محتاجوں کو اذن عام دیدیا۔ اور فرمایا۔ غالب حریف یہ قوت رکھتا ہے۔ کہ اپنے دشمن کو بغیر طوق و زنجیر کے حراست میں رکھے۔ لیکن جو مغلوب ہوتا ہے۔ اس کو بھی بہتر ہے۔ کہ اس کا دشمن قید خانہ میں رہے۔ آپ کے فرزند شیخ بدرالدین۔ مولانا جمال الدین احمد اندجانی کی دختر سے ہیں اور شیخ عماد الدین اسماعیل ترک کی کنیز سے ہیں۔ لڑکپن میں شیخ اسماعیل کی سفارش آپ نے رکن الاولیاء سے کر کے فرمایا تھا کہ چوٹا بہائی بڑے بیٹے سے بہتر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہتا تھا۔ کہ تمہارے خاندان کا چراغ اسی سے روشن ہوگا۔ آخر کار چونکہ رکن الاولیاء کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اس واسطے جانشینی کی نوبت شیخ عماد الدین اسماعیل کو پہنچی۔ ہجری سنہ سات سو نو آپ کا سال رحلت ہے اور شمار میں صدر دین عارف اس کی برابر ہے۔

مصرع صدر دین صدر عارفان بود۔

یاد شیخ نور الدین ملک یار پران

آپ کی پیدائش لارین ہوئی۔ اور آپ مریدین شیخ دانیال جنہی کے۔ شیخ دانیال مریدین شیخ علی خضریٰ کے۔ اور شیخ علی خضریٰ مریدین شیخ ابوالفتح گازرونی کے رحمہم اللہ آپ بہ اجازت پیر لار سے دہلی میں تشریف لائے اور بابا ابوبکر طوسی حیدری کے تکیہ کی برابر میں گوشہ گزین ہوئے۔ اس وقت سلطان عنیاش الدین طہین کا زمانہ تھا۔ چونکہ آپ کی ملازمت میں لوگوں کی آمد و رفت کثرت سے ہوئی۔ تو آپ پر حیدری قلندر رشک کرنے لگے۔ اور باہر نکال دینے پر کمر بستہ ہوئے۔ ہر چند عجز و انکسار کے ساتھ جواب دیا۔ ایک نہ شا۔ جب کہا۔ کہ میرے پیر نے بیان یہ کیا ہے۔ تو پیر کی سند مانگی۔ باوجودیکہ لار دہلی سے کوسوں کے فاصلہ پر اور بہت دور ہے۔ مگر اپنے اتنے تھوڑے دنوں میں سند لادی۔ کہ جتنے دنوں میں وہ سے لوگ عادت اتنی دور جا کر واپس نہیں آسکتے ہیں۔ حیدری قلندر دن نے اس کو بد باطنی سے قبول نہ کر کے یہ بہانہ پیش کیا۔ کہ ملک تو سلطان کا ہے۔ لہذا سلطان کی سند چاہیے۔ کہتے ہیں۔ اُن ایام میں سلطان اپنا لشکر تہ اور بہکر کی طرف لے گیا تھا۔ جو دہلی سے ایک سو تیس کوس دور ہے۔ آپ دہلی سے اتنی جلدی جا کر سلطان کی طرف آئے۔ کہ عقل میں

نہیں آسکتا ہے۔ یہ اندرونی قوت دیکھ کر آپ کو ملک یا پران کتے ہیں شیخ نظام الاولیا فرماتے ہیں ایک بار
میں جمعہ کی نماز کو جا رہا تھا۔ پیادہ پا چلنے سے تکلیف ہوئی۔ دل میں خیال آیا۔ کیا اچھا ہوتا۔ اگر سواری ہوتی
اور پھر یہ خیال فوراً ہی رفع ہو گیا۔ دو شنبہ کے روز ملک یا پران کا جانشین گھڑی میرے پاس لایا۔ اور کہا۔ تین سال
سے متواتر میرے پیر اس جانور کے پیش کش کرنے کے واسطے فرما رہے تھے شیخ نظام الاولیا فرماتے ہیں
میں نے قبول نہیں کیا۔ اور کہا۔ کہ جب تک میرے پیر کا اشارہ نہ ہوگا۔ میں نہیں لوں گا۔ مجبوراً جانشین مذکور چلا گیا
اور دو سکر روز پھر لایا۔ میں نے دیکھا۔ کہ نہ لینے سے آپ بے رغبت تھے ہیں ناچار میں نے قبول کر کے آپ کا دل خوش
کر دیا۔ فرمایا۔ آئندہ خانہ بدوش بے اسپ نہیں رہے گا۔ آپ کی خواہ گاہ دریاے جہنا کے کنارے شیخ طوی
کی خانقاہ کی برابر میں ہے۔ قدس سرہ۔ مصرع در رہ وصل یا پیران بود۔

یاد شیخ برہان الدین محمود ابن ابی النخیر بلخی

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں جو ارباب علم اور اصحاب معرفت تھے۔ انہیں میں سے ایک آپ
ہی تھے۔ دونوں عالم کے علوم اور حقائق سے آپ کو واقفیت تھی طبیعت ہی صوفیانہ اور موزون واقع ہوئی
تھی۔ صوفیانہ فارسی اشعار کہا کرتے تھے۔ مشارق حدیث کی سند اصل مصنف کے حاصل کی تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ
فرماتے تھے۔ جب میں لڑکا تھا۔ تو ایک روز پدر بزرگوار کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا۔ مولانا برہان الدین مرغینا
مصنف ہدایہ فقہ کی آمد سننے میں آئی۔ پدر بزرگوار جلدی سے ایک دو سکر کو چہ میں گس گئے۔ اور مجھ کو وہیں آنا
پر چھوڑا۔ جب مولانا آپہونچے۔ تو میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ فرمایا۔ میں بکلم ازلی کہتا ہوں۔ کہ یہ لڑکا عالم
عالم۔ اور عارف کامل ہوگا۔ حتیٰ کہ سلاطین کشور بھی اس کی آستانہ بوسی کو نیاز مند آنے لگیں گے۔ دوسرے
آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کسی کبیرہ گناہ کے عوض میں بکھڑا نہیں جاؤں گا۔ البتہ ایک کبیرہ کے
عوض میں۔ کہ وہ چنگ اور فی کا سننا ہے۔ اور میں باوصف جاننے کے سنتا ہوں۔ اور سننے کا شوق
رکتا ہوں۔ واہ عجب دبستگی تھی۔ آپ کی قبر حوض شمس کی شرقی سمت میں ہے۔ جو تختہ نور کے نام سے
نام زد ہے۔ وہاں کے باشندے علم و فہم زیادہ ہونے کی امید پر آپ کی قبر کی خاک چھوٹے چھوٹے نادان بچوں
کو کھلاتے ہیں۔ کئی دفعہ آپ کی قبر کی اطراف تعمیر ہو چکی ہیں۔ لمولفہ

عجب نباشد اگر خاک من شکر گردد

چنین کر نام بست کردہ کام من شیرین

یا و سلطان المشائخ نظام الدین ولیا قدس سرہ

آپ کا نام محمد بن احمد بن علی بخاری ہے اور آپ شیخ فرید الدین گنجشکر کے مرید ہیں قدس سرہم آپ کے دادا اور آپ کی والدہ کے باپ خواجہ عرب دونوں بخارا سے آئے تھے۔ اولاً لاہور میں چند روز بود و باش رکھی تھی۔ پھر وہاں سے ایزدی مشیت قصبہ دلیوں میں لے آئی۔ اور یہاں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ یہاں پر پھر ہی سنہ چہشتویں میں عتصری جسم کے ساتھ آپ کی روح مبارک کا پیوند ہو کر صحراے غیب کے عالم شہود میں ظہور ہوا۔ فوراً پدر بزرگوار کو طلبی کا فرمان آیا۔ اس واسطے آپ کی پرورش مادر مہربان نے کی۔ چار سال کی عمر میں آپ مکتب میں داخل ہوئے۔

آپ فرماتے تھے۔ ایک روز استاد ی البو بکر کے پاس ملتان کا ایک قوال آیا تھا۔ اس نے شیخ مبارک الدین زکریا قدس سرہ کے سماع کی رونق اور اس کی کیفیت نہایت تعریف کے ساتھ بیان کی۔ لیکن کوئی بات دل میں نہیں جمی۔ پھر اس نے بیان کیا۔ کہ میں جو دہن میں شیخ فرید گنجشکر کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا۔ اور سر و دو سماع کی مجلس منعقد ہوئی تھی۔ عجب سوز اور وجد تھا جس کی رقت سے در و دیوار رقص کرنے لگے تھے۔ یہ خرد سونہ حقیقت سننے ہی دل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اور کسی طرح اُسکی سوزش فرو نہیں ہوئی۔ جس قدر چلتا پھرتا تھا۔ اُسی قدر سوزش زیادہ بڑھتی جاتی تھی القصۃ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں رسمی علوم تحصیل کرنے کے واسطے دہلی آیا۔ اور مولانا علاء الدین اصولی کی شاگردی سے فیض حاصل کیا۔ ویرینہ خلش اور علاقہ خاطر کا بقیہ دل میں بدستور تھا۔ اور آئندہ طاقت ضبط نہیں رہی تھی۔ ناچار براہِ اجودہن چل نکلا۔ تقدیر نے مدد دی کہ حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اُس وقت عمر بیس سال کی تھی۔ حضرت گنجشکر نے اپنا اتفات اور انتظار ظاہر کرنے کے واسطے زبان مبارک سے یہ بیت فرمائی بیت

اے آتشِ فراقت دہا کبابِ کردہ سیلابِ اشتیاقِ ت جانا خرابِ کردہ

حضرت گنجشکر نے جو اس طرح سے اتفات فرمایا۔ اور بیت میں لفظ دہا۔ اور جانا بحدیث جمع ارشاد کیا۔ اس میں ایک ماجرا کی طرف اشارہ ہے۔ جو تحت میں بیان ہوگا۔ کہتے ہیں۔ یہاں پر آپ نے از سر نو تجویدِ قرآن کی۔ اور عوارف کے چند باب اور تمہید عین القناتہ کی چند فصلیں بھی مطالعہ کیں۔ اس عرصہ میں پیر کے باطن کی صفائی کا یہ اثر ہوا۔ کہ بزرگی کے صدر میں آپ منہ نشین ہو گئے۔ فرقہ خلافت ملا۔ اور دوسروں کی تکمیل کی اجازت بھی حاصل ہوئی۔ اور پھر دہلی میں تشریف لے آئے۔

اب میں بیان پر تفصیل کے ساتھ ان حالات کو بیان کرتا ہوں جو اجمالی عنوان کے اندر پہنچ رہے ہیں بہت
 توڑے عرصہ میں آپ کی درویشی و مرید پروری - رہنمائی و رہبری کا شہرہ تمام دنیاوی آبادی کے ہر ایک گوشہ میں
 اور ہر ایک کے کان میں پہنچ گیا - اور ناقصوں کی تکمیل اور کاملوں کی تائید کے واسطے ہر ایک سمت میں اور ہر ایک
 صوبہ میں آپ کے ہادی اور ولی خلفا میں سے ایک خلیفہ پہنچ گئے - جن کا حال اس تذکرہ میں جب مقام
 گزارش کیا جاویگا - شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ملفوظات میں لکھا ہے - خطاب آیا - اے فضیل عیاض -
 شیخ محمد بن کا ستودہ لقب نظام الدین اولیا ہوگا - ہماری درگاہ کے خاصوں میں سے ہیں - ان کو ہتھ تھار
 پیروانِ طریقت میں سے کیا ہے - رہنمائی کے معاملہ کو یہ اس طرح کرسی نشین کرینگے - کہ ان کے فیض صحبت سے
 کئی ہزار کامل خدا شناس ہونگے - خواجہ فضیل یہ الہامی فردہ شکریت خوش ہوئے اور واپسین دم تک انتظار
 کرتے رہے - بالآخر اپنے خلیفہ کو وصیت فرمائی - کہ اگر تمہاری بیعت کے دام میں کوئی ایسا مبارک ہمارا پسند چلاؤ
 تو میرا سلام پہنچا کر دعا کی التماس کرنا القصہ اسی طرح پر یہ وصیت درجہ بدرجہ شیخ فرید گنجشکر تک پہنچی - جب
 سلطان المشائخ شیخ گنجشکر کے حضور میں حاضر ہوئے - تو حضرت گنجشکر نے نور باطن سے معلوم کر کے فرقہ خلافت پنا
 اور آغا ز اپنی ذات سے کر کے صعودی ترتیب سے صاحبِ لہام تک سب کے منتظر رہنے کا ماجرا بیان کیا - ہر ایک کا
 سلام اور قبول سلطان المشائخ کو پہنچا کر ہر ایک کے نام سے جدا جدا دعا اور ثنا چاہی - دریائے حیا کے غرق
 سلطان الاولیاء نے فرمان پر سر جھکا کر آداب نیاز کے مراسم ادا کئے -

کہتے ہیں - سلطان علامہ الدین کے دل میں ہمیشہ یہ غلش رہتی تھی - کہ شیخ نظام الاولیاء سلطنت اور
 حکمرانی کا خیال اپنے دل میں بہتے ہیں - اور فرصت اور موقع کے انتظار میں ہیں اس واسطے کہ سلطنت کے امتحان کے
 لیے - ملکی امور کے متعلق چند دقیقہ باتیں بطور استصواب لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجیں - اور التماس کیا کہ جو با
 باصواب ان لکھی ہوئی مشکلات کو حل فرمائے - تاکہ اور سیر عمل کرنے سے یہ وقتوں کی تنگی رفع ہو جاوے - اور
 حصولِ عہد نصیب ہو - جب یہ امتحانی پرچہ آپ کے روبرو پڑا گیا - تو فرمایا - کہ بوریانشین درویشوں کو تخت کی
 رسیب و زینت دینے والے پادشاہوں کے کاروبار کی کیا خبر بہتر ہے - کہ جس قسم کے مقدمات کے متعلق دریافت
 حال فرمانے سے - بچا روں کا وقت غارت نہ کیجئے - اور فقر کے ضمیر کا امتحان نہ فرمائے - القصہ جب سلطان
 کا اندوہی زخم اس پر حقیقت جواب کے مرجم سے اندال پذیر ہوا تو آستانہ بوسی کے لیے التماس کیا - شیخ نظام الاولیاء
 نے قبول نہیں کیا - اور فرمایا - درویش کے انس کو ایک پرند سمجھنا چاہیئے - جس کے لیے وحشت پیدا کرنے والا

سلطانی کو فرشتکاری باز ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے۔ کہ صرف دعا اور سلام سے جو توسط پیغام ہو۔ باہم آسار ہیں۔ شیخ نظام الاولیا۔ کا بیان ہے۔ کہ جب حضرت گنجشکر کی ملازمت حاصل ہوئی۔ اور مرید ہو کر سرفراز ہو گیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ نفیر کو تحصیل علم سے دبستگی ہے۔ اگر علم کے شغل اور تمام میں ناخوشی ہو۔ تو یہ شغل ترک کر کے جس شغل۔ ذکر۔ خدمت۔ یا کام کے واسطے ارشاد فرمایا جاوے۔ مشغول ہو جاؤں۔ فرمایا تحصیل علم سے باز رکنا اس درویش کا شیوہ نہیں ہے۔ کیونکہ سالکان طریقت کو ظاہری علم سے چارہ نہیں ہے لیکن میری نصیحت تم کو یہ ہے۔ کہ اس کے بعد جو صورت غالب آجاوے۔ اسی کے ہو جانا۔ بالآخر نہ کسی کو غالب دیکھا۔ اور نہ کسی کو مغلوب پایا۔ یوں ہی درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ اور ظاہری و باطنی دونوں قسم کے علم حاصل ہو گئے۔

صدرالذکر دونوں مقولے اور نیز دیگر عرفانی واقعات لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ اور اوراق پر بھی لکھے ہوئے ہیں۔ خدا کرے ارباب ذوق کے قانون میں پہنچیں۔ اور اُن کی نظروں سے گزریں۔ تاریخ اشار ہوین بیع الثانی ہجری۔ سات سو پچیس کو آپ کی روح کا بیش بہا جوہر و ماحضہ تھو حَسَدًا لَآ یَا کُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خِلْدِیْنَ کے عصری خزانہ سے نکلے وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ کے صدر خزانہ میں داخل ہو گیا جو عبارت ایزدی اسما و صفات کے مخزن سے ہے۔

انجمن

اس انجمن میں ان اصحاب کے حالات دکھائے گئے ہیں۔ جو تن گدازی اور جان نوازی کے جنگل میں گرم رفتار ہیں۔ خود شناسی کے دریا۔ اور خدا دانی کے عمیق بانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور سلطانِ مشائخ نظام الاولیا قدس سرہ کی رہنمائی کی امداد سے شاہراہ طریقت پر چلے جا رہے ہیں۔ جنہوں نے آپ کی تلقین سے سعادت دیدار اور شرف تحقیق حاصل کیا۔ اور آپ کی کمال ہدایت کی بدولت بعض تو اپنے تئیں مثل طلا آرائش دیکرا اپنی استعداد سے عار ہو گئے۔ اور بعض نے صورت اکسیر اختیار کر کے۔ اکثر دوسرے مس طبیعت آدمیوں کو کنہ بنا دیا۔ کہتے ہیں۔ ان ایام میں زمین ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا۔ کیونکہ آپ کی بارگاہ خلافت سے وقتاً فوقتاً جوئے نے خلیفہ روانہ ہوتے تھے۔ اُن کی فیض پاشی سے ہند کا ہر مکان۔ اور ہر قطعہ زمین ہدایت آباد تھا۔ ایک

۱۵۔ اور ہم نے اُن کے لیے جہنم بنائے تھے۔ کہ کمانا نہ کھاتے ہوں۔ اور نہ وہ لوگ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے ہی تھے ۱۲ لکھ اور جتنی

چیزیں ہیں ہمارے ہاں سب کے خزانے (کے خزانے بہرے پڑے) ہیں ۱۳

روایت ہے۔ کہ آپ نے بڑے بڑے شہر دن میں بڑے بڑے مرتبہ اور بڑی بڑی کراستوں و کسات موخلیفہ کے
روانہ کیے تھے۔ کہ ہر شخص کے سینہ سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع کرتا تھا۔ اور نیز ان سینوں سے ہر گواہ
کے اسرار عیان ہوتے تھے۔

یہ بالکل سچ ہے۔ جب کسی شخص کو کسی بزرگ کی خدمت سے معرفت کا سرمایہ ہاتھ آجاتا ہے۔ اور کسی
منزل دوسری منزل کو اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور فنا کے درجہ تک عبور
کر کے بقائے اصلی کے مقام کو پہنچ جاتا ہے۔ تو اس وقت میں نام اور صورت کے فرق کے سوا معنی کسی قسم کی
دوئی کی شکل ان دونوں شخصوں میں قائم نہیں رہتی ہے۔

جس طرح کوئی طفل تقدیر اور تدبیر کی پردہ نش سے بلوغ کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو باپ کے تمام حالات
اور پیر نکشف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر نسبت باہم ملحوظ اندر کسی جادے تو دیگر معنوی مابہ الامتیاز
کل در میان میں سے اٹھ جاتا ہے۔ اور رجب کی تعریف جو یہ ہے ذکر میں بی ادم جادو
صَدِّ الصِّغْرِ اس تعریف میں دونوں داخل ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ عز اسمہ اس کو بھی کوئی رُکاو
عطا فرمادیتا ہے تو وہ ابوہ کی وصف سے بھی متصف ہو کر جمیع مراتب میں اپنے باپ کی برابر ہو جاتا ہے۔
اور وہ دوئی جو اعتباری اختلاف کے سبب سے غیریت اور اثنینیت کے
اشتبہ کا باعث ہوتی تھی۔ اب یک رنگی اور یک روی پیدا ہو جانے کے سبب سے بالکل دور ہو جاتی
ہے۔ بس جب تعینات کا حجاب در میان میں سے اٹھا دیا جاوے گا۔ تو ممکنات کی وحدت وجود کا حال ہی
اسی طرح پر نظر آوے گا۔ اب دیکھو۔ ہر طرح سے گزارش ذیل کے حروف۔ وحدت وجود کا ثبوت۔ موجودات
محموسہ کے دے رہے ہیں۔

واقعان اسلام حقیقت کے باخبر اور نور توحید سے منور ضمیر پر اچھی طرح روشن ہے۔ کہ تمام ثبوت اور
سارے آسمانی طبقات کے اندر۔ نورانی چمک دمک میں آفتاب کی شرکت کا دم بہرتے ہیں۔ لیکن جب آفتاب
طلوع کرتا ہے۔ تو وہ اپنے آثار اور انوار سے جو شرکت کا ذریعہ ہیں بالکل معرا ہو جاتے ہیں۔ اور کائنات کے دیگر اجرام
ذرات اور پھاڑ وغیرہ جن کو خاص مرتبہ میں آفتاب کی ہم سری کا دعویٰ نہیں ہے۔ ان کے احکام و آثار قوی ہو جاتے
ہیں۔ اسی طرح جب حقیقی وجود کا جہان افروز شمس جو ہمیشہ کمال ارتفاع میں ہے۔ جمالی اور جلالی صفات کے
آسمان پر طلوع کرتا ہے۔ تو حقائق میں سے جن اشیاء میں دعویٰ الوہیت کا شائبہ ہے۔ وہ امتناع اور عدم مطلق
کے حجاب میں چپ جاتی ہیں۔ اور جو اشیاء اہل شہود کی نظر میں اس مرتبہ کی نہیں ہوتی ہیں۔ وہ اسی خورشید وجود

کی چمک دمک اور اُس کے کون و مکان میں ساری ہونے کی بدولت۔ تعین اور تشخیص کے ساتھ۔ امتیازی اور
 حدودی شکل سے اپنے حال پر بدستور قائم رہتی ہیں۔ پس اشیا کی فراوانی سے ہستی مطلق کی وحدت میں منافات
 لازم نہیں آتی ہے۔ جیسے بساط محسوسہ اور مرکبات عنصری کے ظہور سے آفتاب کی یکتائی میں اُس کے طلوع
 ہونے پر کوئی نقصان نہیں آتا ہے۔ کیونکہ طلوع ہونے والوں میں ایسا کوئی موجود نہیں ہے جو خورشید
 کی وحدت شکست کر کے اُسکی چمک دمک میں شرکت پیدا کرے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ موجودات
 میں بے انتہا کثرت۔ اور مخلوقات میں بے غایت نوعین پائی جاتی ہیں۔ مگر کسی فرد کی ہستی کی استخوان
 میں ایسا مغز نہیں ہے کہ وجود کی خصوصیات میں مشارکت۔ مساواة۔ مماثلت۔ اور مشاکلت کا دم
 مار سکے۔ جس سے کمال وحدت میں کوئی نقصان پیدا ہو۔ جب اس تمثیل کے بیان کرنے سے ہر ایک
 ذہنی عقل نے سمجھ لیا۔ کہ ایسا موجود۔ عالم اسکان کی نمایان بساط پر ظاہر نہیں ہے۔ لہذا اس معنی میں
 وجود کو یقیناً واحد تسلیم کرنا چاہیے ^{۵۰} وَاللّٰہُ یَعْلَمُ تَوْحِیدَہُ الْحَقِیْقَیْ اِلَّا ہُوَ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْمَعْرِفَۃِ
 یَقُوْنُوْنَ اٰمَنًا بِوَحْدَیْہِ سُبْحٰنَہُ

یاد خلفائے شیخ نظام الاولیاء قدس سرہم

یا مولانا علاء الدین نیلی

آپ اپنے وقت کے زبردست عالموں میں سے تھے۔ باوجودیکہ پیر بزرگوار کی اجازت تھی۔ بلکہ تاکید تھی۔ مگر
 آپ زراہ کفر سی اپنے تئیں مستثنیٰ سے اور مرید کرنے سے دور رکھتے تھے۔ آخر میں تو یہاں تک کیا تھا۔ کہ کتابوں
 کا دیکھنا۔ بلکہ کاغذ کو ہاتھ تک لگانا ترک کر دیتا تھا۔ صرف فوائد الفواد کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ اور فرمایا
 کرتے تھے۔ کہ معافی اور معاملہ جو سب جگہ ہے۔ اس جگہ بھی ہے۔ اور جو اس جگہ ہے۔ سوہ کسی ورق اور
 کسی خط میں نہیں ہے۔ بیت

اگر آپ تو بایہ صبا کجا است کہ نیست	اگر کجا است زلف تو مشک خطا کجا است نہ است
------------------------------------	---

رحلت کے بعد پیر کے روحہ میں قبر بنائی گئی۔

لہذا وہ اُس کی حقیقی توحید سوائے اُس کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ اور جو لوگ معرفت میں راسخ ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم تو خدا
 سبحانہ کی وحدت پر ایمان لائے ہیں ۱۲۔

یا دخواجہ ابوبکر

آپ سلطان نظام الاولیاء کے دوست مصاحب۔ ہمام اور ہوشین تھے۔ اور یہ عہد تھا۔ کہ جب آپ کی ذات شریفین میں ابوبکر کے اعتقاد سے۔ انسان کامل کے آثار ظاہر ہو جاوینگے۔ ابوبکر بیعت ہو جاوینگا۔ بالآخر جب سلطان الاولیاء ملازمت حضرت گنجشکر سے رخصت ہو کر دہلی میں واپس آئے۔ اور بزرگی کے آثار عام و خاص لوگوں نے اُن کی پیشانی میں اپنی نظر سے دیکھ لیے۔

تو خواجہ نے اپنا وعدہ وفا کیا مات فی دہلی و دفن فی حظیرۃ شیخ

یا دمولانا وجیب الدین پائلی

چونکہ فقہ دانی میں دخل زیادہ تھا۔ اس واسطے لوگ آپ کو ابو حنیفہ ثانی کہا کرتے تھے۔ اپنے وطن سے اپنے اجداد میں جا کر حضرت گنجشکر کے روضہ کی زیارت کی۔ اور اس زیارت کے طفیل میں۔ حضرت خضر علیہ السلام کا دیدار فیض آثار بھی حاصل ہوا۔ جس سے چشم بصیرت کی روشنی بڑھ گئی۔ اور یہ فرمان حضرت خضر آپ دہلی میں آکر شیخ نظام الاولیاء کے مرید ہوئے۔ چونکہ آپ دنیاوی کاروبار کے اندر کمال بے نیاز اور بے پروا تھے۔ اس واسطے لوگ آپ کو دیوانہ کہا کرتے تھے۔ یہ بالکل سچ ہے (ایک میل ایمان المؤمنین یقال انہم مجنون) جب آپ زندگانی کا سامان باندھ کر عالم علوی کو چلے گئے۔ تو آپ کی قبر حوض شمس کی ایک طرف بنا دی گئی

یا دمولانا جمال الملک والدین دہلوی

آپ کو کمال استغراق رہتا تھا۔ اور آپ نے گویا اپنے تئیں بالکل ہلاک کر دیا تھا۔ سلطان نظام الاولیاء آپ کے بارہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے جلال کو کوئی وقت ایسا پیش آتا ہے۔ کہ حق کے سوا کوئی چیز نہ ان کی ظاہری اور باطنی نظریں میں آتی ہے۔ اور نہ دل کے کسی گوشہ میں رہتی ہے۔

یا دمولانا جلال الدین اودھی

آپ کا فقر۔ آپ کی ہمت۔ آپ کی گزشتگی۔ آپ کی وارستگی صد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ آپ نے تمام گرفتاریوں سے آزاد ہو کر اپنے تئیں پر بزرگوں کی ملازمت کا اسیر بنا لیا تھا۔

یا دشیخ مبارک گوپاموی

ابتداءً احوال میں آپ سلطان علاء الدین کے میر عدل تھے۔ میر خورج جامع سیر الاولیاء ولد اسو علیہ السلام کی مافی بیان کرتے ہیں مجھ کو آپ کے ساتھ اور آپ کو میر کے ساتھ خاص خصوصیت تھی۔ اکثر اوقات آپ کی

اہلین سے یہ باتیں نکلا کرتی تھیں۔ کہ مبارک آپ کے پدر بزرگوار کا مسلمان کیا ہوا ہے۔ اس طرح کہ میں درویشوں کے احوال کا شکر کرتا۔ ایک روز آپ کے پدر بزرگوار مجھ کو سلطان نظام الاولیا کی خدمت میں لے گئے۔ اور انکا کے شکنجہ سے رہائی دلا کر میرا اعتقاد اور اخلاص درست کرادیا۔ اور انکی با عظمت ملازمت سے دنیاوی سانسامان کے ترک کی استعداد میرے قلب میں پیدا ہوئی۔

یاد خواجہ مویدا الدین کرنی

آپ تحت سلطنت پر جلوں فرمانے سے پہلے سلطان علاء الدین کے ہمراز۔ اور ہم نشین تھے جب زلی عنایت سے شیخ کی خدمت میں پہنچنا نصیب ہوا۔ تو اوصاف درویشی کا زیور ہنکر بن سنور گئے اور حصول دولت کے راستہ میں بہا گئے دوڑنے سے فارغ ہوئے۔ جب سلطان نے تحت سلطنت پر جلوں فرمایا۔ تو آپ کو یاد کیا۔ ایک مقرب سلطان نظام الاولیا کی خدمت میں بھیجا کہ خواجہ مویدا کو اجازت دیجئے سلطنت کے کام میں مشغول ہوں۔ فرمایا۔ کہ مویدا کو ایک اور کام پیش آ گیا ہے۔ بادشاہ کا بھیجا ہوا شخص جس سے جواب ناخوش ہوا۔ اور ازراہ جرات عرض کیا۔ مخدوم۔ کیا آپ سب کو اپنی مثل بنانا چاہتے ہیں۔ جواب دیا۔ ہنسی مثل بنانا بہت سہل ہے۔ نہیں۔ اپنے سے بہتر بنانا چاہتا ہوں۔ اگر یہ مجھے سازگاری رکھیں جرقہ میں کے تمام کمال سلطان عمل ان کو فقیری کے جو پتھر سے دنیا داری اور حکومت کی عشرت گاہ کی طرف کینچ کر نہیں بھیجا سکتے ہیں۔

یاد خواجہ کریم الدین سمرقندی

آپ اپنے ملک میں سلاطین کے وزیر رہ چکے ہیں۔ جب زلی سعادت زنجیر ملائی۔ تو اپنے سب چیزوں کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے ملک ہند میں آکر شیخ فرید گنجشکر کی خدمت۔ تمام دو جہانی کاموں پر اختیار کی۔ اور نسبت معہارت (خسر و ماد ہونا) آپ کو نصیب ہوئی۔ وہاں سے جب سامان اقامت دہلی میں لے آئے تو خلافت کا خلعت۔ سلطان نظام الاولیا سے ملا۔ امیر خسرو۔ اور خواجہ حسن مہیشہ آپ کی فیض بخش صحبت سے خوش ہوا کرتے تھے۔ اھولانا منیا والدین برنی بھی اپنی تالیفات کو بغرض اصلاح آپ کے روبرو پیش کیا کرتے تھے سلطان نظام الاولیا کی رحلت کے بعد سلطان محمد تغلق نے آپ کو دہلی کا شیخ الاسلام کر دیا تھا۔ اور انوار الملک خطاب عطا فرمایا تھا۔ آپ کے دو فرزند ارجمند تھے شیخ احمد اور خواجہ نظام الدین ہر ایک حسب و نسب سے درست اپنے وقت کے امام تھے۔

یاد خواجہ شیخ علی شاہ ابن شیخ محمود جاندار

آپ سلطان نظام الاولیا کے پرانے مریدین میں سے ہیں۔ ہمیشہ حلقہ کی طرح ملازم درگاہ رہتے تھے۔ نظامیہ اور شادات اور تمام اپنی سموعات کو ایک رسالہ کے اندر فراہم کر کے در نظامی نام رکھاتا۔ تصوف کے بست حقائق اور اسرار ان اوراق میں تحریر ہیں۔ اسی رسالہ میں لکھا ہے کہ۔ سلطان ابوسعید ابوالخیر خیرات کرنے میں حد سے زیادہ مبالغہ اور کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک صاحب نے اثنائے گفت و گو میں کہا۔ لاخیر فی الاسراف۔ آپ نے فوراً جواب دیا۔ لا اسراف فی الخیر سنے والے متحیر رہ گئے۔ اسی در میں لکھا ہے صوفیوں کے نزدیک بدترین گفتار یہ ہے۔ کہ ساک بیسے مقام اور ایسے حال کی خبر دیوے۔ جو اس کو حاصل نہیں ہے۔ ابیات

از درویشان مدہ۔ کہ در جان تو نیست	مگذر بہ دلائیے کہ اوزان تو نیست
از بیم ہنری بود کہ با جو صریان	وصف گھرے کنی کہ در کان تو نیست

نیز اسی رسالہ میں لکھا ہے ایک مرید نے بیعت ہونے کے وقت اپنے پیر سے نصیحت کے لیے عرض کیا۔ فرمایا۔ خدائی کے دعویٰ اور پیغمبری کے دعویٰ سے تم کو بچنا چاہیے۔ مرید کو حیرت ہوئی۔ گہرایا۔ یہ کیسی نصیحت ہے۔ کہیں کر صحیح ہو سکتی ہے۔ اور اس میں کیا بید ہے۔ عرض کیا۔ کہوں کہ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ خدائی کا دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ تم کل کاموں کا ہونا اپنی مراد کے موافق چاہو۔ اور پیغمبری کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ تم چاہتے ہو۔ سب گروہوں کو تمہارے چاہنے والے اور دوست ہوں۔ اور جو ایسے نہ ہوں وہ تمہارے گرویدہ نہ ہوں۔

یاد مولانا فصیح الدین

آپ اصول فقہ کے علم میں عہد المملۃ قاضی عہد کا مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ نے باتفاق مولانا محی الدین قاضی کا شانی سلطان نظام الاولیا کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کے واسطے التماس کیا۔ سلطان نظام الاولیا نے مولانا محی الدین کو تو کلاہ مریدی پہنا دی۔ مگر مولانا فصیح الدین کا مرید کرنا۔ استخارہ اور پیر بخش کی اجازت پر موقوف رکھا۔ اس سبب آپ کو کمال ناامیدی ہوئی۔ اور نہایت حزن اور طول رہنے لگے۔ جب پروردہری بار بیا بوسی کے لیے حاضر ہوئے تو فرمایا۔ تمہاری نسبت بھی پیرانہ چشت کے باطن سے قبول بیعت کی اجازت ہے۔ آؤ۔ مایوسی دور کرو۔ اور بیعت کا اہتمام آستین سے نکال کر درویش کے ہاتھ کے نیچے رکھو۔ تاکہ بید اللہ فوق الدیہ لاہم کا مضمون صادق ہو۔ پس آپ نے کمال خوشی اور خوشحالی کے ساتھ مابعد بیعت طے کیے۔ اور سلطان نظام الاولیا سے چند سال بیشتر ملک تقدس کو روانہ ہو گئے۔ خواجگاہ دہلی۔

قاضی کا شانی کو سلطان نکاح الا لیا بہت دست دیتے تھے جس مجلس میں قاضی جی ہوتے تھے۔ معرفت
 اور شلیح طریقت کی بہت سی باتیں سلطان نظام اللہ لیا کی زبان مبارک سے بیان ہو کر تیں۔ آپ کے معاملات
 بالتفصیل سابقہ تذکرہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ خدا کرے شوقین اصحاب انکو مطالعہ کریں۔

یاد مولانا فخر الدین المروزی

آپ آغاز سلوک سے انجام حالت تک وقتاً فوقتاً درجہ پیرنگاری میں ترقی فرماتے رہے۔ رجال الغیب معنا
 تھے۔ جو کچھ آپ کی خواہش ہوتی تھی۔ مبارک دیتے تھے۔ لیکن آپ اسکو معرفت میں نہیں لاتے تھے۔ پیر بزرگوار کے روضہ میں
 آپ کی قبر ہے۔

یاد شیخ برہان زب

صدی ہادی دہوی کمالات عشق اور شوق کے مقامات
 جمع تھے۔ خلافت کا خلعت زیب بدن کرنے کے بعد قلعہ دیوگیر کن میں رہنے کی اجازت ملی تھی جو آن دولت آباد کے
 نام سے نام زد ہے۔ ایک مدت تک آپ نے اُس سرزمین میں بکر معرفت اور خدا شناسی کے ذلیع سے دلوں کو سرسبز و شاداب کیا۔
 جب آپ کے غنصری باغ کی بلار میں جلتی خزان نے تغیر پیدا کیا۔ تو قلعہ کو میل دوری پر ایک پرنسپس مقرر ہے۔ اُس
 صحر کو اپنے روضہ پاک کے لیے پسند فرمایا۔ واقعی عجب راحت افزا اور روح بخش جگہ ہے۔ راقم نے جہری سنہ ایک ہزار ایک
 میں اس مقام کی زیارت کی تھی۔ دل میں مقلای حاصل ہوئی۔ آپ کے عرس کے روز ہر ایک ملک سے لوگ وہاں اگر جمع
 ہوتے ہیں۔ اور شہر کے باشندے مجاہد چند در پیشتر سے اُس جگہ جا کر مکانات اپنے واسطے بنالیتے ہیں۔ اس طریقہ سے
 ساز اور مجاہد اُس با نظام مقام سے غیبی فیض پا کر خوش وقت ہوتے ہیں۔ خاندیس کا پائے تخت جس کا رہاں پور نام ہے
 آپ کے ہی نام پر نام زد ہے۔ کہتے ہیں جب شیخ برہان الدین اپنے پیر کی خدمت سے اجازت لیکر دیوگیر کو جا رہے تھے۔
 اٹھارہ کے راہ میں ایک روز رات کو اُس مقام پر اترے جہاں اب برہان پور آباد ہے۔ اُس زمانہ میں دالیان خاندیس کے آباد
 اہلادین سے ایک شخص اُس موضع کا غمخہ تھا۔ اُس نے حتی المقدور خدمت گزاری اور مددش برستی میں کوتاہی نہیں
 کی۔ جب صبح کو روانہ ہونے کے وقت حاضر ہو کر فاتح کی درخواست کی۔ تو فرمایا۔ بموجب ازلی حکم کے جس جگہ ایک شہر آباد ہوگا۔
 اہل تہذیب و تمدن کے فرمان روا ہوں گے۔ مناسب یہ کہ اُس نو آباد شہر کا نام اس مددش کے نام پر رکھا جاوے۔ اسی اشارت کی
 بنیاد پر برہان پور نام لگا گیا۔ اور چند دیہ مجاہدان روضہ کے واسطے بطریق مددعاش پیش کیے گئے۔ آج تک کہ ہجری
 سنہ ایک ہزار بیس ہے۔ مذکورہ بالا وظیفے بدستور مقرر اور جاری ہیں۔

یاد شیخ کمال الدین یعقوب نہروال

آپ کو حال مقامات و نقلی و لدنی کمالات حاصل تھی۔ پیر کے حکم سے نئی استعداد و گجرات والوں کی رہنمائی کے واسطے مامور ہوئے تھے۔ بہت سے اشخاص آپ کی تلقین سے ملامت مستقیم چل کر اپنے مقصد کو پہنچ گئے۔ حصار نہروال کے باہر سسنگ تالاب کے کنارہ آپ کی خوابگاہ ہے۔

یاد مولانا شہاب الدین

آپ سلطان نظام الدین کے امام تھے۔ ربانی کلام بظاہر اور معنی از برہنہ۔ اور ایسی عمدہ طرز سے تلاوت فرماتے تھے کہ سننے والوں کو نرم کلیم اللہی میں حاضر ہونے کا فرہ آجاتا تھا۔ امیر خسرو کو آپ کے ساتھ بہت کچھ دہشتگی اور عقیدت تھی انہوں نے اپنے ختم میں آپ کی منایت تعریف لکھی ہے۔ یہ دو تین بیت اسی ختمہ کی ہیں۔ ابیات

نفذ البحر قبل ان تنفذ

زیر کان چون صدف کشادہ دہان
سرس من گشتہ کیمیا از دوسے

چون از دھوج زد کلام اسد

او چو ایرکرم لفسر قہر جان
شیخ من یافتہ ضیا از دوسے

آپ کی قبر درہلی میں ہے۔

یاد امیر خسرو

آپ کا لقب یحییٰ الدین۔ کنیت ابوالحسن۔ اور پیر کی طرف سے خطاب ترکہ سرد ہے۔ اور آپ کے پرنسپل گیارہ کا نام سیف الدین تھا۔ سخن سخن پرور۔ اور سخن آفرین نامور دن کے آپ سر دفتر تھے۔ آپ کے کمالات اور حالات کی شرح کیا کی جاوے۔ آپ گویا آسمان تاشکیش کے قطب ہیں۔ یعنی جو موج (خواہ وہ کسی قسم کی ہو) نفس ناطقہ صابر کے حوالہ کرتا ہے۔ اور آپ از دوسے مشاطگی اس مضموم کو بدائع اور معانی کے انواع و اقسام کے زہر سے آراستہ کر کے نوع و سی کے لباس میں دکھاتے ہیں۔ تو وہ آراستگی اس مضموم کے بالکل برابر۔ اور نیز گرد اس کے چکر کمانی ہوئی نظر آتا کرتا ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے۔ کہ اس سلسلہ کو حقیقت شناس و دشمنہ دن کے حوالہ کر کے آپ کے نمایاں واقعات میں سے چند منتخب باتیں حوالہ فکر کروں۔

جب قصبہ پٹیالی میں جو دریائے گنگا کے کنارہ آباد ہے۔ آپ کی مبارک صورت کا نقشہ۔ خدائی حکم و تصویر خانہ سے معصوم تقدیر نے اُٹھا کر۔ عین مسکانی کے ورق پر لاجمایا۔ تو آپ کے پرنسپل گیارہ کا دایہ کے دھونے اور پاک صاف کرنے کے بعد آپ کو پارچہ قماط میں پیٹ کر ایک مجذوب کے نزدیک لے گئے جو ہمایہ میں رہتے تھے۔ مجذوب نے قماط

یہ لڑکا ایسا نصیح البیان ہو گا۔ کہ استاد خاقانی سے دو قدم آگے ہی رہے گا کہتے ہیں دو قدم سے مراد دشمنی اور غزول ہے۔ آپ سے عمر میں اور سب باتوں میں بڑے آپ کے دو بہائی اور بھی تھے۔ ایک کا نام اعز الدین شاہ اور دوسرے کا نام حسام الدین احمد تھا جبکہ آپ کی عمر اسی سال کی ہوئی۔ اور فارسی میں کچھ شہید ہو گئی۔ تو آپ کے پندیر گوار اپنے تینوں لوگوں کو سلطان نظام الاولیا کی غلامی میں لے گئے۔ اور بیعت کرادیا۔ ایک سال بعد سیف الدین شہید ہو گئے۔ اب آپ کی پرورش کی نوبت عماد الملک آپ کے نانا کو پہنچی جو شاہ وقت کے میر عرض تھے۔ انہوں نے آپ کی اصلاح میں بہت کچھ کوشش فرمائی۔ اور وہ مشکور بھی ہوئی۔ آپ نے دیوان غزوالکمال کے خطبہ میں اپنے ان مربی کی تعریف لکھ کر حق شکر گزاری ادا کیا ہے۔

کہتے ہیں۔ جب آپ نے نظم کلام شروع کیا تھا۔ تو آپ کلام کو نامی نہ طریقہ پر لکھا کرتے تھے۔ مگر پندیر گوار کے ارشاد سے غزل گوئی میں عاشقانہ وضع اختیار کر کے بالآخر مضمنا میں نیاز کی طرف رجوع کیا اور غزل کا پایہ ایسے عالی مقام کو پہنچایا۔ کہ کسی غزل گو اہل سخن کا نغمہ وہاں تک نہیں پہنچ سکا۔

آغا جوانی میں بظاہر والیان ملک اور دولتمندان دنیا کی ملازمت کی طرف میلان تھا لیکن باطن میں ہمیشہ درویشوں کی خدمت اور صحبت کی خواہش جتنی تھی۔ بالخصوص اپنے پیر دستگیر کے ساتھ حسن عقیدت میں کمال رسوخ تھا۔ اس کے متعلق تھوڑا سا بطور نمونہ لکھتا ہوں۔ جب سلطان علاء الدین کے دل سے بدگمانی کا میل کھل دھل گیا۔ تو بادشاہ کے دل میں حضرت سلطان نظام الاولیا کی بکراست ملازمت میں حاضر ہونے کی خواہش پیدا ہوئی اور یہ آرزو پوری ہونے کے لیے بہت کچھ التماس۔ اہتمام۔ چاہلوسی اور مبالغہ کیا۔ لیکن سلطان نظام الاولیا کے حضور سے قبولیت کی بوتک نہیں آئی۔ بلکہ مبالغت اور گریز کے اثنا پیدا ہوتے تھے۔ اس سبب بادشاہ نے اپنے دل میں نشان لیا تھا۔ کہ کسی بدوزخ فی طور سے حضور کی ملازمت میں سر دیگر گس جاؤں گا۔ یہ راز ایک روز بادشاہ نے امیر خسرو کے لکھن پتار ازوار بنایا۔ اور امیر خسرو نے اس شورمل کی کیفیت اپنے پیر کے حضور میں عرض کر دی۔ سلطان نظام الاولیا یہ معنوں سننے ہی حضرت کنجشگر کی زیارت کے ارادہ پر وجود میں کی طرف روانہ ہو گئے۔ بادشاہ۔ امیر خسرو سے ناراض ہوا۔ اور روبرو گفت و شنید میں کمال غصہ کا اظہار کیا۔ امیر نے عرض کیا۔ کہ سلطانی بخشش میں صرف جہان کا خطرہ ہے۔ اور پیر کی ناخوشی میں جہان کی آفت سلب ایمان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس وقت بادشاہ امیر خسرو کے حسن عقیدت اور دراندیشی پر آگاہ ہو کر صاف ہو گیا۔ اور برسر انصاف آکر خوش ہوا۔ اور امیر خسرو کو روز افزون خامس عنایت سے سرفراز کیا رحم اللہ من انصف جس نے انصاف کیا

سلطان نظام العرفا نے فرمایا۔ صحبت اُس وقتیں تاثیر کرتی ہے کہ جب محسن ہیبت ہی اسکے ساتھ ہو۔ بہت

ایک صبح باخلاص بسیار درین اگر کار تو پر نیاید آنگہ گد کن

چونکہ صلاح اعمال کا وقت آگیا تھا۔ تو رفیق تو بہ نصیب ہوئی۔ اور ہیش شیخ کی ملازمت میں بنانہ بناپنے اور لازم کر لیا۔ جو کچھ سیر زنگار کی زبان سے وقتاً فوقتاً سنا۔ اکثر فوائد کو بے تغیر و تبدل لکھتے گئے۔ اور چند روز میں ایک کتاب تیار ہو گئی۔ جس میں اندر و اقسام کے حقائق۔ سلوک کی باتیں نصیحتیں۔ اور مسائل درج ہیں۔ فوائد الفوائد نام رکھا گیا۔ چونکہ اس کتاب کی اکثر عبارت شیخ کی ہی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے۔ لہذا اس کتاب کو ملفوظات شیخ نظام ہی کہتے ہیں عجیب مقبول مجموعہ ہے۔ امیر خسرو آزاد اور حسرت کے ساتھ ہمیشہ ملا اور ملازمین کما کرتے تھے۔ کاش خسرو کی تصنیف اور تالیف کی اپنی تمام کتابیں برادر حسن کی ہوتیں۔ اتنا اس نسخہ کی شہرت میرے نام سے ہو جاتی۔ بس دنیا اور آخرت کی بہبودی کا سرمایہ اسی قدر کافی تھا۔

روایت ہے جس روز میر نے شیخ برہان الدین غریب کو خلافت کا خلعت عطا فرمایا۔ اور دیوگیر میں رہنے کی اجازت دیکر خدمت کیا تو شیخ برہان الدین نے ہنگام قدم بوسی حسرت کے ساتھ آہ کہینچی۔ اور عرض کیا۔ کہ حضور کی خدمت سے دور رہنے کا دریا سا ہے۔ جس کا علاج ممکن نہیں ہے۔ فرمایا۔ اس مجلس میں امیر خسرو کے سوا۔ جو صاحب بھی حاضر ہیں۔ دو ہمارے رفیق راہ ہو سکتے ہیں۔ اولاً آداب سلوک کی رعایت جس طرح اس مدد ویش کے ساتھ منظور کرتے ہیں۔ اُسی طرح تمہارے ساتھ بھی مد نظر رکھ سکتے ہیں۔ چونکہ اُس وقت میں حاضر حضرت امیر حسن تھے۔ اس بنیاد پر دیوگیر کو برہان الاولیاء کی رفاقت میں آپ ہی روانہ کئے گئے۔ جب ایام عمر ختم ہوئے تو اسی جگہ مدفون ہوئے۔ دین تیر کے فاصلہ پر آپ کی قبر بنائی گئی۔

فوائد الفوائد میں لکھا ہے۔ ایک روز سلطان نظام الاولیاء نے فرمایا۔ تا ب متقی کے برابر ہوتا ہے متقی وہ ہے جس نے اپنی تمام عمر میں گناہ اور ناشروع باتوں کا ارتکاب کیا ہی نہ ہو۔ اور تا ب سوہ ہے کہ اس سے گناہ تو سزاؤں سے نہیں مگر ہاں اس نے بارگشت کر لی ہو۔ پس اس حدیث کے بموجب التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ حدیث پر رد ہوتا ہے۔ شیخ مبارک خیر جو نبوی کے مکتوبات میں لکھا ہے۔ اے عزیز۔ متقی وہ ہے جو شر کے وقوع میں اپنے نفس سے محافظت حق کرے۔ یعنی خداوند اکبر کے سامنے اپنے نفس کو بخش سپرد کر دے تاکہ جو مذمت کا حق نقصان کے کمال سے چوٹے۔ نفس پر پونچھے۔ اور جو اسوہ خیر و کمال کے مقولہ میں داخل ہیں۔ اُن کی نسبت گناہ سے توبہ کرنے والا شخص مثل اُس شخص کے ہے جس کا کوئی گناہ ہی نہیں ہے۔

حق سبحانہ کی طرف کرے۔ اپنی طرف نہ کرے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ كَمَا تَقُولُونَ** کو فوا وقایہ فی المذاہم واجعلوا تعالیٰ وقایتکم فی الھام متکونوا احبام عالمین اگرچہ توحید کا اتقنا یہ ہے۔ کہ ان کی خوب وزشت۔ خیر و شر۔ نفع و ضرر وغیرہ وغیرہ تمام افعال کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اپنا قدم در میلان میں نہ پھنساوے۔ لیکن اوبہ کی بات یہ ہے کہ بدی کی نسبت اپنی طرف اور نیکیوں کی نسبت باری تعالیٰ عز و جہ کی طرف کرے۔ تاکہ اُن ادیبوں میں سے شمار کیا جاوے۔ جو انبیاء و مرسلین کے اخلاق کے ساتھ تہذیب یافتہ ہیں **وَتَذَكَّرُ اَنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ** کے شرف سے خصوصیت پا کر دونوں جہان میں سر بلند ہو۔ رُحْم کی خاطر فاتر میں غیب سے یہ بات آتی ہے۔ کہ تمام پرہیزگاروں میں زیادہ پرہیزگار وہ شخص ہے۔ جس کی حقیقت میں آنکھ اور کُنہ شناس دل میں کوئی چیز۔ شر۔ اور کوئی فعل۔ زشت معلوم نہ ہو۔ اور جو کچھ ظہور میں آوے۔ اُس کو محض خیر سمجھے۔ اور اس وجہ سے تمام افعال اور احوال کا مصدر۔ اکی اسما و صفات کو تصور کرے۔

یاد شیخ نظام الدین ابوالموئذ نبیرہ شمس العارفین

آپ نے اپنے بزرگوار باپ اور مامون کی خدمت سے کتابی علم تحصیل کیا تھا۔ اور نیز طریقت کی تعلیم پائی تھی۔ اور شیخ عبدالواحد بن شیخ شہاب الدین احمد غزنوی کی ملازمت میں جو سید نور الدین مبارک کے پیر ہیں۔ پہنچ کر بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا۔ خواجہ قطب الدین اوشی۔ اور سلطان نظام الاولیاء دہلوی۔ آپ کے دیدار کو خدائی جمال کا آئینہ جانتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کی صاحبیت کی خواہش کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک سال دہلی اور اطراف دہلی میں آسمان زمین پر اور زمین والوں کے حال زار پر رحم کھا کر آنسو میں ٹپکائے۔ غلکم باب ہو گیا۔ اور لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر گریہ و زاری کے ساتھ بارش کی درخواست کی۔ آپ قبول فرما کر منیر بزم بیٹھ گئے۔ اور آستین کے اندر سے ایک جامہ نکالا۔ اور کہا اے پاک خداوند۔ اس خلعت کی پاک دامنی کے طفیل میں اور اس محبت اور راز کے استحقاق کے عو من میں جو اس خلعت کا مالک تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ ازراہ بخشش منیر بزم تو میں جنگل کا راستہ اختیار کر لوں گا۔ اور پھر آبادی میں نہ آؤں گا۔ اُسی وقت ایک سیاہ ابراٹا۔ اور بے انتہا بانی آگیا پہاٹک کہ ہر طرف نالوں میں سیلاب گیا۔ خلاصہ دانشوران روزگار مولانا دجیہ الدین بھی قدس سرہ نے لکھا ہے۔ کہ وہ جامہ آپ کی والدہ بی بی سارا کا پیرہن تھا۔

سے لوگوں نے پروردگار سے ڈرو۔ یعنی بدین میں اُسکی سچم ہو جاؤ اور نیکیوں میں پروردگار کو دینی پہنچالو۔ ایسا کرو گے۔ قوم تمام عالم میں اور سب درار کے جاؤ گے ۱۲۵۰ ہجری تک تم سب میں بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم سب میں زیادہ متقی ہے ۱۲

یاد شیخ قطب الدین منور ابن شیخ برہان الدین ابن شیخ جمال بنوی

آپ تنہائی پر عاشق اور گوشہ نشینی کے عشق میں سوختے تھے۔ دو جہانی کمالات کے آثار سہل دنیا کے سامنے اپنے اقوال اور اعمال کے ذریعے ظاہر کیا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ سلطان محمد تغلق نے قاضی کمال الدین صید جہان کے ہاتھ چند دیہ کا فرمان۔ آپ کے نام پر کر کے نیاز مندانہ آپ کے پاس بھیجا تھا۔ آپ نے لانے والے سے کہا میں سنہ ہے کہ سلطان نصیر الدین جس سال کا وہی اعلان کو گیا تھا۔ اُس نے بھی اسی مضمون کا طغرا۔ امیر غیاث الدین سپہ سالار کے ہاتھ حضرت گنجشکر کی خدمت میں اجروہن کو بھیجا تھا جب وہ طغرا آپ کی نظر سے گزرا۔ تو آپ نے سپہ سالار کو فرمایا۔ ہمارے بزرگوں نے بادشاہوں سے اس طرح پر کبھی کچھ قبول نہیں کیا ہے۔ اور اس درویش کو بھی اپنے پیروں کی پیروی سے چارہ نہیں ہے۔ لہذا اگر حذر کر دیا جاوے۔ تو گنجائش ہے۔ اور اس بات کو خواہش مند بے شمار ہیں۔ بہتر ہے کہ یہ اُن کو پہونچایا جاوے۔ یہ حقیقت حال سکر فرمان لانے والا ناچار فرمان کو واپس لے گیا القصہ شیخ قطب الدین نے تمام عمر متوکلانہ اور عالی ہمتی سے بسر کی۔ آپ کی قبر شہر ہانسی کے میدان میں ایک گنبد کے اندر ہے۔ جس کو اب اقطاب اربعہ کا مقام کہتے ہیں۔ کیونکہ شیخ جمال شیخ برہان الدین شیخ قطب الدین منور۔ اور

آپ کے فرزند شیخ نور اسی میں سوئے ہوئے ہیں قدس اسرار ہم

یاد شیخ بدر الدین سمرقندی

آپ شیخ سیف الدین کے خلیفہ ہیں۔ جو شیخ نجم الدین کبری کے بزرگ خلیفہ تھے۔ انہی مع رفیقوں کے آسمان کا آپ کو بدر بلکہ آفتاب کہنا نامزدون نہیں ہے۔ بخارا سے مدین آئے۔ اور دہلی میں سلطان الشاہ نظام الدولیا کی مصاحبت کے واسطے قیام فرمایا۔ کتابہ در نظامی میں لکھا ہے۔ ایک روز سلطان نظام الدولیا اور بدر الدینی دونوں امیر خور وکی ملاقات کے واسطے گئے تھے۔ امیر اس وقت ایک عظیم مراقبہ میں تھے۔ اور کمال استغراق تھا۔ بدر الملہ نے ایک تقریب سے عرض کیا۔ میںے فلان شہر میں فلان بزرگ کو دیکھا۔ اور اسی طرح ہر ایک بزرگ کو ایک مقام میں کہ جہان جہان دیکھا تھا شمار کرنا شروع کیا جب بدر الملہ کی گفت و گو بہت بڑھ گئی۔ تو سلطان لاویا نے فرمایا۔ بھائی سخن کوتاہ کرو۔ شاید ان بزرگ کی زبان سے کوئی ایسی بات سننے میں آوے۔ کہ جس کے واسطے کان پید کیے گئے ہیں۔ اس پر بھی بدر الملہ اپنی گفت و گو سے باز نہیں آئے۔ امیر نے سزاؤں سے اٹھا کر لویا۔ بدر الدین۔ جتنے بزرگوں کو تم نے دیکھا بیان کیا۔ یہ کہو کہ ان میں سے تم کو بھی کسی نے دیکھا۔ شیخ بدر الدین کی قبر دہلی میں مشہور۔ اور ہمیشہ بزرگانِ عقیم اور مسافر کی زیارت گاہ ہے۔

رحمۃ اللہ علیہم جمعین۔ بیت۔

بایسے کہ چشمی بر توانست

تو چشم خوش وقف اہل دل کن

یاد شیخ رکن الدین فردوسی

آپ حقائق اور معارف کے عالم تھے۔ ایزدی جہلک اور خدائی صفت آپ کے ظاہر و باطن سے جوش کرتی تھی شیخ عموالدین طوسی آپ کے ہی مرید اور خلیفہ ہیں۔ دہلی میں دریائے جمنہ کے کنارہ شیخ محمود مجددی بہاری کا مرقد ہے جن کو خواجہ معین الاولیاء چشتی بمیری سے فیض تھا۔ اسی مرقد کی برابرین آپ کی ہی قبر ہے قدس سرہم مشک عجب ایک بہشت نامکان ہے جو مدینہ منورہ کی طرح لوگوں کا مرجع ہے مصرع مرقدا و مہبط نور خداست۔

یاد شیخ نجیب الدین فردوسی

آپ شیخ بدرالدین بکر قندی کے مرید ہیں۔ قدس سرہم الکمالات اور حالات کی گویا آپ کاں تھے۔ بنی ہوتور اور سیرت سے ہمنشین دوستوں کو بہشت یاد دلاتے تھے۔ آپ کی خوبیوں کا بیان بہت طویل ہے۔ سابقہ تذکرہ میں لکھا ہوا ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کہ میں اس کو نہ لکھ کر تکرار سے محفوظ رہوں حوض شمس کے کنارہ آپ کی قبر ہے مشہور ہے۔ اور اس کی زیارت ہی ہوتی ہے مصرع در کنار حوض شمس شہ فردا آب حیات۔

یاد شیخ فشر

آپ شیخ یحییٰ ابن اسماعیل مسیری کے فرزند ہیں۔ جو شیخ نجیب الدین فردوسی کے مرید تھے۔ اولاً آقا زسلوک میں نفس نافرجام کی اصلاح کے واسطے ایک پاڑ کے واسطے میں جا رہے تھے۔ وہاں پر آپ کی مادر بزرگوار ایک غلام فتوح نامی کے ہاتھ کمانا بیچ دیا کرتی تھیں ایک روز دریافت کیا۔ فتوحا۔ تو جو کمانا بیچتا ہے۔ اس میں سے شرف کچھ کمانا بھی ہے۔ اُس نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ میں تو کمانا اُس جگہ رکھ آتا ہوں۔ جہاں انہوں نے فرما دیا ہے۔ خیر۔ اُس روز چند چوبہارے دودھ میں بگو کر اور شکر ڈال کر پیے۔ اور کہا۔ ارادے سے کہہ رہا تھری مان نے قسم کہا کہ کمانا ہے۔ اگر اس کمانے میں سے نہ کھا دینگا۔ تو میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں گی۔ ناچار شیخ شرف نے فقرہ اٹھایا اعلیٰ نے اترنے نہیں پایا تھا کہ بیوشی طاری ہوئی۔ اب چیونٹوں کا ہجوم شروع ہوا۔ اور اُس لقمہ کو آپ کے حلق میں سے ذرہ ذرہ کر کے نکال لیا۔ تب ہوش آیا۔ فتوحانے واپس آکر یہ تمام حقیقت اُس باعصمت بی بی سے عرض کر دی۔ انہوں نے ایک نعرہ مارا۔ اور کہا پس ہے جو شخص آیت عند ربی دھو بطعمنی ولسقینی کے خوان میں ہے روزی کھا دینگا۔ وہ اس دنیا کی خوراک سے اپنا ہاتھ کیوں ملو شکر لگیا۔ اس کے بعد آپ اٹھ آپ کے بانی شیخ جلال الدین محمد اپنے وطن سے جو ہند میں شرفی سمت کی حدود پر ہے۔ شیخ نظام الاولیاء سے بیعت ہونے کے

ارادہ پر روانہ دہلی ہوئے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ ان دونوں شائقین کے پوچھنے سے پہلے سلطان نظام الاولیاء
رحلت فرما گئے تھے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ نہیں ملاقات ہوئی۔ لیکن سلطان نظام الاولیاء نے
شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔ بہر تقدیر جب شیخ نجیب الدین کی ملازمت
میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا۔ شرف۔ تم بہت اچھے آئے۔ بہت برسوں سے یہ درویش تمہاری امانت تم کو دینے کے
واسطے تمہارا منتظر ہے۔ اُسی وقت بیعت ہوئے توڑے عرصہ میں فرقہ خلافت مل گیا۔ اور باشندگان دہلی
کی رہنمائی کے واسطے اجازت ہوئی۔ کہتے ہیں۔ آپ کے پانوں میں کسی قدر لنگ تھا۔ اس کا سبب جو دریا
کیا گیا۔ تو جواب دیا۔ کہ میں نے ازل میں اولیاء کی صفوں سے آگے بڑھ کر انبیاء کی صفوں میں قدم رکھ دیا تھا۔ دنیا
کی لنگ اس کی سزا ہے۔ القصہ آپ کی ہمت کو بڑا درجہ حاصل رہا۔

ایک دفعہ اپنے اکسیر کا ایک ڈبہ پیر کی خدمت میں پیش کیا۔ پیر نے پانی میں بہا دیا۔ آپ ہنسے۔ اور کہا
اگرچہ اس خاک سے تانیا طلا ہو جاتا تھا۔ اور احمیلج والوں کو فائدہ بھی پہنچتا تھا۔ لیکن اس کی حفاظت کے
دل پر گرانی رہتی تھی۔ اور نیز یہ دوری کا ہی سبب تھا۔ اللہ عز و جل اسے کا شکر ہے۔ کہ اس استغنا کی بدولت آرزو کی
تید سے محکوم نہ ہوئی۔ پیر یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور چند حرف لکھ کر آپ کو دئے۔ جب آپ نے ان کو
سر پر رکھا۔ تو زمین کے اندر کی تمام مخفی چیزیں ظاہر طور نظر آ گئیں۔ پیر اپنے اس کاغذ کو بوسہ دیکر زمین پر رکھا
اور کہا۔ یہ چیزیں دل کی پریشانی کا سامان ہیں۔ دوسرے شخص کو دیدی جائیں۔ جو ان کا خواستگار ہو۔
یہ بات سن کر پیر نے آپ کو مقبول اور موثر دعائیں دیں۔ اور آپ کی ہمت پر آفرین کی۔

آپ کی عمدہ عمدہ تصانیف بہت سی ہیں۔ سب میں بہتر معدن المعانی اور مکتوبات ہیں۔ جو کوئی دیکھے گا۔
اُس کی آنکھوں پر گراں نہ گزریں گی۔ آپ کی قبر بارہ سرد بنگلہ میں ہے۔

یاد شیخ بدر الدین غزنوی

ایک شب اپنے اپنی زاد بوم میں خواب دیکھا۔ کہ میری بیعت خواجہ قطب الدین بختیار خاں نے قبول فرما کر
سلسلہ مضبوط کر دیا ہے۔ گہرا خواب سے اٹھ بیٹھے چند روز بعد شوق کا ایسا سیلاب آیا۔ کہ صبر کوچ کر گیا۔ ناچار آپ خواجہ
صاحب کی مثالی صورت دیکھنے کے واسطے حیران و پریشان مسافت میں چل نکلے۔ اثنائے راہ میں متعدد بافیض اصحاب
سے ملاقات ہوئی جن کی ملازمت سے معرفت کے سرمایہ میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہی ہوا۔ لیکن اُس نوزانی شکل کو دیکھنے کی
آرزو دہراؤ پر گئی جس کو خواب میں دیکھا تھا۔ لاہور کے راستہ سے دہلی پہنچے۔ اور خواجہ قدس سرہ کی خدمت

مین حاضر ہوئے۔ جب اپنے اپنا سر پائے مبارک پر رکھا۔ تو خواجہ نے فرمایا۔ **هَذَا تَأْتِي وَيْلٌ رَوَّيَا قَبْلُ نَوَاسِم**
 بیعت ہو گئے گئے۔ سلطان نظام الاودیا فرمایا کرتے تھے ہمارے یاروں میں سے بدر الدین سرور و سلع کے بہت کچھ
 عاشق تھے۔ پیری کی وجہ سے باوجود یکہ آپ کا قد بے عصا کے نہیں اُستاتا۔ مگر جب راگ کی آواز کان میں پہنچ
 جاتی تھی۔ تو ستانہ نعرے مارا کرتے تھے۔ اور جوانانہ رقص کرنے لگتے تھے۔ اگر کہا جاتا تھا کہ بوڑھا آدمی ایسی ناتوانی کرتے
 ہوئے سلع میں کس طرح جوانانہ رقص کرتا ہے۔ تو جواب دیتے تھے۔ کہ ضعیفی مانع نہیں ہے۔ عشق اور شوق کی طاقت
 سے کر سکتا ہے۔ **بیعت**

پیر سالہ راجوان سازد

عشق ہر جامع سلم برافرازد

آپ کی گرامی محبت میں قاضی حمید الدین ناگوری شیخ غزنیہ گنجشکر۔ سید مبارک غوفی مولانا محمد الدین جرجانی
 شیخ ضیاء الدین دہلوی وغیرہم بہت سے بزرگان وقت کی دانش و نبش (سمجھ بوجھ) کا ہنگامہ گرم ہوا کرتا تھا۔ اور
 خدائی عرفان کی انجمن فراہم ہوا کرتی تھی۔ ہر جمعہ کے روز مجلس وعظ ہوا کرتی تھی۔ حقائق اور معارف کے بارہ میں
 گفت و گو بیان تک کیا کرتے تھے۔ کشف کے عالی مرتبہ کو پہنچا دیتے تھے۔ انفس و آفاق (عالم اور عالم
 اجسام) کا معما بالتفصیل عمدہ طور سے حل فرمایا کرتے تھے۔ سخن کو مولیٰ کے شوق اور محبت میں قبولیت کا رنگ
 دیتے تھے۔ حضرت گنجشکر۔ اور نیز دوسرے خدائی بندے۔ آپ کے ذکر کرنے کے وقت بہت خوش ہوا کرتے تھے۔
 ایک روایت ہے کہ خضر علیہ السلام کا بھی اس مجمع میں گزر ہوا کرتا تھا۔ **سعدی**

مسلم نیت در عمدہ تو طوطی را شکر خانی

ہزارت آفرین سعدی برین شیرین سخن گفتن

یاد مولانا کمال الدین زاہد

آپ اپنے وقت کے متقیوں میں سربرآوردہ تھے۔ کہتے ہیں۔ سلطان نظام الاودیا نے شارق حدیث کو
 آپ کے سامنے پڑھایا تھا۔ اور آپ نے مولانا برہان الدین بلخی سے سند حاصل کی تھی۔ جو خود مصنف کے شاگرد تھے۔ انہ
 اجازت نامہ جو آخر کتاب میں سلطان نظام الاودیا نے اپنے دستخط سے لکھا ہے۔ سیر الاودیاء میں مرقوم ہے۔ کہتے ہیں
 سلطان غیاث الدین بلبن نے آپ کی خدمت میں التماس کیا تھا۔ کہ اس میں پیر۔ کہ میری ناز و دست اور قبول ہو
 کمال شتیاق کے ساتھ میری یہ آرزو ہے۔ کہ ہمیشہ آپ امام ہوا کریں۔ فرمایا۔ دنیا کے مستغاث ملتہ میں سے فقیر کو یہی
 ملے۔ یہ میری بلی خواب کی تعبیر ہے۔ یہ مستغاث ملتہ سے مراد مضمون حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
جب لیلیٰ من دنیا کم ملتہ الطیب والنساء وقرۃ عینی فی المصلوۃ۔

ایک ناز تو دی گئی ہے۔ اُس کو ہی آپ لینا چاہتے ہیں چونکہ جواب سے صورت ناخوشی پائی گئی۔ سلطان نے
عند و محنت کی۔ ادھر دوبارہ اظہارِ ارزودہ کیا مصرع زہدا و سرما یہ دیدار باو

یاد شیخ شرف بانی پتی

ابوعلی قلندر آپ کی کمیت ہے۔ دونوں عالم اور دونوں عالموں کے دونوں علم آپ میں جمع تھے بعض کہتے
ہیں کہ آپ سلطان نظام الاولیاء کے مدیتے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ شیخ شرف طبعیہ کے مرید اور نیز شاگرد
تھے۔ جو آپ کے وقت میں بزرگ علما اور اولیاء میں سے تھے۔ لیکن صحیح طور پر معلوم نہیں ہوا۔ کہ فی الواقع کس کے مرید
تھے۔ امیر خسرو۔ اور خواجہ حسن۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اشعار پیش کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ
مقبول ہوئے ہیں۔ منجملہ آپ کی تصنیفات کے ایک کتاب حکمت نامہ ہی ہے۔ اُس میں آپ نے اپنی تہوڑی
سی سرگزشت لکھی ہے۔ اُس کا مضمون یہ ہے۔

چالیس برس کی عمر میں اپنے وطن سے چل کر دارالملک دہلی میں پہنچا۔ اور وہاں خواجہ قطب الدین
اوشی کے روضہ کا طواف کیا۔ من لدن حکیم علیم کے مدرسہ کتابی و قلبی علم ہوا۔ جملہ عالمان وقت
بالخصوص مولانا وجیہ الدین بانی۔ مولانا صدر الدین۔ مولانا فخر الدین نافذ۔ مولانا ناصر الدین۔
مولانا معین الدین دولت آبادی۔ مولانا نجیب الدین سمرقندی۔ مولانا قطب الدین بانی۔ اور
مولانا احمد بخاری نے کمال کوشش فرما کر محکو دہلی کے مدرسہ و فتویٰ نگاری کا منصب سپرد
فرمایا۔ چنانچہ میں بیس سال تک دہلی میں مفت کا مفتی اور ہر ایک قسم کے علوم کا مدرس رہا جب
حبیب نے جوش کیا۔ تو درس و فتویٰ کا کاروبار دہم برہم کر کے وہاں سے چل دیا اس طرح کہ کسی کو
معلوم نہیں ہوا۔ اثنائے سفر میں شیخ شمس الدین تبریزی اور مولانا جلال الدین رومی کی ملاقات
حاصل ہوا۔ ان اصحاب نے اپنا جبہ اور دستار محکو عنایت فرمایا جب پھر ہند میں واپس آیا تو
حبیب اور زیادہ قوی ہو گیا تھا۔ دوکان شیخی کی جو کچھ بونجی تھی۔ تمام جہنا کے پانی میں بھادی
اور قلندرانہ حیثیت سے اپنے اصلی وطن میں پہنچا۔ اشرف موجودات علیہ الصلوٰۃ نے
سنت اور اللہ تعالیٰ عز و کرم نے فرزند محکو معاف کر کے ارشاد فرمایا۔ شرف۔ تو عین ہم ہیں۔
(سیری ذات عین ہماری ذات ہے۔) مولانا سراج الدین اور سید امیر علی وغیرہا علمائے وقت نے
اعتراضات کرنے شروع کئے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ لوگ کتابی علوم میں گرفتار رہیں۔ خاموش

رہے۔ آپ لوگوں کے اُستادوں کو بھی بات کرنے اور سرِ نقش فرمانے کا منصب دیا۔

اسی برس غرقہ پوش رہا۔ اور بے شمار دیکے۔ سلطان جلال الدین خلجی اور سلطان علاء الدین

خلجی مع تمام فرزندوں اور سپاہ کے۔ اور تیز دیگر سلاطین ہند میرے مرید تھے۔ اور کسی سے ایک

قیراط کی برابر بھی کچھ نیسے نہیں لیا۔ اور ان میں شیخ الاسلام خزانہ کے خزانے

ہر روز ہزاروں ذی احتیاج لوگوں کو ادنیٰ بخشش سے تو نگر کرتا تھا۔ اور میرے مریدوں میں

بعض نے آگ کے اندر۔ اور بعض نے رومی آپ پر سجادہ بچھا کر ناز پڑھی ہے۔ ایک مدت تک

ہو امین مکان و زمان طے کرنے کی یعنی اُڑنے کی بجگڑ طاقت تھی۔ ایک روز ایک خوش گلو

جوان میرے پاس آیا۔ اور اُس نے ایک غول گاٹی۔ اُس کے سننے سے مستی اور شور و

پیدا ہوئی۔ جو کچھ طمطراق میرے ساتھ تھا۔ سب کو نیسے چھوڑ دیا۔ اور اُس قوال کا مدعا ایک

دعا دیکر لو پا گیا۔

جو شخص مدد و لیون کے اسرار پر دست اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ اس جہان میں اور نیز اُس جہان میں اپنی مراد میں
پا لے مصحح اعتقاد تو بارگاہِ ستانِ سعادت۔

یاد شیخ نظام الدین شیرازی

آپ نے عربین و عجمیوں پر زاد و صفا اللہ شرفاً کے طواف سے دو جہانِ سعادت حاصل کی تھی

اور آپ کے دل میں سلام و سہرود کی فریفتگی اور شیفگی بے انتہا تھی۔ خدا بینی کا تو فروغ حاصل تھا ہی۔ شریعت

و طریقت کے اصول پر بھی اندہ و بی علائق اور بیرونی آلائش کی شست و شو کمال کی تھی۔ اور یہ مزید ہر ان تھی

جسم میں۔ گوشِ ہرین اور دل میں حق کی باتیں سننے کی استعداد بہت کچھ تھی۔ سلطان نظام الدین کی

خدمت میں دوستی رکھتے تھے۔ اس وجہ سے زائد داری کی بزم میں آپ کی آمد و رفت رہتی تھی۔ قبر سلطان علاء الدین

کی دہلی میں آپ کے مکان کی برابر میں بنائی گئی مصحح زخود خالی و پراز معرفت بود۔

یاد شیخ وجیہ الدین یوسف چندیری

آپ سلطان نظام الدین کے بڑے خلیفہ ہیں۔ قدس سرہما در و اور سوز بہت تھا۔ اپنے پیر کے خلافت

کا فرقہ مکر حاصل کیا تھا۔ کہتے ہیں جب اپنے وطن سے پیر کی ملازمت میں جایا کرتے تھے۔ تو کئی کئی منزل

کی ایک ایک منزل کیا کرتے تھے۔ ایک روز لوگوں نے آپ سے کہا۔ آپ پاؤں سے نہیں چلتے ہیں۔ بلکہ پرند کی طرح

طرح اُرتے ہیں۔ جواب دیا۔ یہ مرتبہ پانوں کے ساتھ چلنے اور پروں کے ساتھ اڑنے سے نہیں ملتا ہے۔ بلکہ میرا شوق جو ہے یہ طے مکان کا ذریعہ ہے۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ زمانہ سابق میں ایک شخص حاکم قنوج ہو گیا ہے جس نے حوض کھیتل کے پانی سے پرورش پائی تھی۔ اور اس پانی کے سوا دوسرا پانی اُس کے مزاج کے موافق نہیں آتا تھا۔ ناچار ایک شتر سوار کی ہر روز اس کام پر نوکری رہتی تھی۔ باوجودیکہ پانچ منزل کا فاصلہ تھا مگر شتر سوار ایک رات دن میں پانی قنوج میں پہنچاتا تھا۔ ایک اور جوان تھا۔ جس کی قنوج میں ایک خوبصورت معشوق کے ساتھ دلبستگی تھی۔ ایک روز یہ عاشق جوان حوض کھیتل کے کنارہ شتر سوار سے ملاتی ہوا۔ چونکہ وہ شناسا نکل آیا۔ اس واسطے اب اُس نے پیغام دینا شروع کیا۔ اور عاشقی کی باتوں میں بیان تک محو ہوا۔ کراؤٹھکے ساتھ قدم بقدم چلتے چلتے دور تک نکل گیا۔ یکایک اُس کو اپنے دور تک نکل آنے کی آگاہی ہوئی تو رخصت ہونے لگا۔ شتر سوار نے کہا۔ اے سودائی مزاج عاشق۔ اب تو قنوج کی حدود میں تو آگیا ہے۔ اپنے محبوب کو بغیر دیکھے ہوئے کیوں لوٹا جاتا ہے۔ سخن کوتاہ۔ چند قدم چلا تھا۔ کہ شہر میں آگیا۔ اور دلدار کے دیدار سے آنکھوں میں فروغ۔ اور دل میں فراغ حاصل ہوا۔ دوست و شیوہ محبت کے اس قسم کے عجائبات اتنے زیادہ ہیں۔ کہ لکھنے سے انجام پذیر نہیں ہو سکتے ہیں۔ خواجگاہ چندیری مولفہ

اکین طے ارض کارنگ بہر منہ نیست

اکو خوش جذبہ تابیر ساند کوئے یار

یا دخواجہ مؤید المسلطہ والدین

آپ سلطان نظام الاولیاء کے مریدوں اور نیاز مندوں میں سے ہیں۔ الہی تائیدات کی بدولت دونوں جہان کی سعادت سے آپ کامیاب تھے۔ سرود و سماع کا ذوق گویا آپ کے خمیر میں تھا لیکن بیٹے کے واسطے کمال بقرار رہتے تھے۔ بالآخر پیر کی بشارت سے بیٹا نصیب ہوا۔ نور الدین محمد الفزاری نام رکھا۔ اور اُسے باپ کے سایہ پرورش میں بہت کچھ کمالات اور فضیلتیں حاصل کر لی تھیں۔ مؤید کی ابدی خواجگاہ۔ مقدس حیطہ نظامیہ میں ہے۔

یا دمولانا حام الدین ملتانی

آپ سلطان المشایخ نظام الاولیاء کے بزرگ خلفائین سے ہیں۔ اتقا پرستش۔ اور عرفان میں آپ کو کمال تھا۔ جب آپ حجاز کے سفر سے واپس آ کر سلطان نظام الاولیاء کی ملازمت میں پہنچے تو سلطان الاولیاء نے فرمایا۔ حام الدین۔ مدینہ منورہ کی زیارت علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ جمع کے طفیل یمن کرنا۔ محبت والہ و رویش کا شیوہ نہیں ہے۔ اس بنیاد پر آپ زیارت مدینہ کا عزم کر کے معر کے واسطے دوبارہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور واسطہ

بعد پیر کی اجازت سے چٹن گجرات میں گوشہ گزین ہو گئے۔ کہتے ہیں آپ اپنے حالات درویشی کے اخفا میں بہت کوشش کیا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ ٹاٹ بیچنے سے روزمرہ کی قوت بھم پونچا تے تھے۔ اور جو کچھ بھم پونچتا تھا اس میں سے بھی آدھوں آدھ کسی اور شخص کو دیدیا کرتے تھے۔ جو مستحق ہوتا تھا۔ اور رسمی علوم کے درس میں مشغول رہتے تھے۔ حلت کے وقت تک یہی روش درفتار اور کاروبار رہا۔

ان بزرگوار کی کیفیت ظاہر ہونے کا سبب لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ہجری سنہ سات پونچیس تھا۔ ایک شخص نے اس سال کے کسی مہینے میں نجدت سلطان نظام الاولیاء دہلی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا گھر شہر نرناہ میں ہے۔ اور لڑکی کی شادی اتنی نزدیک آگئی ہے کہ مدت معلوم اس قدر رسالت طے کرنے کے واسطے کافی نہیں ہے۔ سلطان المشائخ نظام الاولیاء نے فرمایا۔ شیخ حسام الدین نروالہ کے رہنے والے ہیں۔ ہر دفعہ کو نماز کے واسطے ہماری مسجد میں آیا کرتے ہیں۔ اور ہر چاشت کے وقت تک اپنے مکان پر پونچ جاتے ہیں۔ ہم تم کو ان کے ساتھ کر دیں گے۔ تاکہ تم بہت جلد اپنے مکان کو پہنچ جاؤ۔ دو سو روز وعدہ پورا ہو گیا۔ اور یہ بات سنا کر حسامیہ کی ظہور کا باعث ہوئی۔ پھر اپنے لوگوں کی رہنمائی کرنا اختیار کر لیا تھا۔ چوٹے بڑے سب آپ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں۔ اس خرق عادت کے بعد آپ کی زندگی۔ ہلالی ایک دور سے آگے نہیں بڑھی۔ آپ کے روضہ کا آستانہ۔ سجدہ گاہ تعظیم بنا۔ خوابگاہ نروالہ ہے۔ مصرع تیز روی کردوز دنیا گزشت۔

یا مولانا حسام الدین نروالہ قدس سرہ

آپ کا سینہ دانش کا دیاتھا۔ اور دانش جو ہر بنیاد سے آراستہ تھی۔ پھر نگاری داخل عادت تھی۔ اور خوں آہی جملہ کاروبار کا مدار تہانوی مشائخ کے سلسلہ بیعت میں تھے۔ اور کمال دلہنگی رکھتے تھے طریقت کی رفقا پیران خالوادہ مذکور کی روش پر تھی۔ خوابگاہ نروالہ مصرع خاندان مغربہ شرق دیدار اوست۔

یا شیخ سراج الدین عثمان نامور باخنی سراج

آپ کی زاد بوم بنگالہ ہے۔ زمانہ ہوش شروع ہوا ہی تھا۔ کہ سلطان نظام الاولیاء کی خدمت میں پہنچ کر حلقہ بیعت گوشہ عقیدت میں بہن لیا۔ حسن خدمت اور نیر حسن سعادت کی وجہ سے مریدی منصب برادری نسبت سے بل گیا کہتے ہیں۔ آپ کو آغاز جوانی میں ظاہری علم سے کوئی نسبت نہیں تھی۔ مولانا فخر الدین زراوی رحمہ اللہ نے ایک روز پیر کے حضور میں عرض کیا۔ کہ ایسا شایستگی زیرک طبیعت کا جوان علوم سے معرّار ہے۔ یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اگر یہ جوان اپنے تئیں چہ مہینے کے واسطے میرے حوالہ کر دیوے تو اس کا سینہ ایسے علوم سے ہر روز نگاہ

جن کا گہرہ دقیقہ شناس عالموں کا ہی خمیر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بہت تھوڑی کوشش میں آپ نے علم تحصیل کر لیا اور آئینہ ہندوستان لقب پلایا۔ کتہہ میں ۱۰۰ اسی خدمت گزاری کے زمانہ میں چند بار پیر سے اجازت لیکر اپنی مہربان مان کے ویدار کے واسطے بنگالہ کو گئے۔ اور آئے۔ المقصد جب دونوں جہان کی سعادت حاصل کر لی تو پیر نے فرقہ خلافت دیکر اپنی زاد بوم میں رہنے کی اجازت دی۔ یہاں پر بہت تھوڑے دنوں میں جملہ خور و کلام کے پیشوا ہو گئے۔ اور رحلت کے بعد اسی جگہ آرام ہی کیا۔ بیت

مہر گردون سراج عالم تن سراج جہان باغی سراج بود

یاد شیخ عمر اسعد ملا مہوری

علاء الحق مخدوم العالم علاء تل بنگالی آپ کا انتقال ہے۔ آپ دونوں جہان کے سردار تھے۔ اور درسی ولدنی دونوں علم آپ کو حاصل تھے شیخ افغانی سراج کے مرید ہیں۔ جو سلطان نظام الادبیا چشتی کے بزرگ خلیفہ تھے۔ اخیر میں دانا ہو گئے۔ اور ملک بنگالہ و بہار میں تمام بہروان حقیقت کے پیشوا ہوئے۔ آپ کی قبر پٹواہ میں ہے قدس سرہ

مصرع عشاق طوف مرقد او خازن بہشت

یاد شیخ نور قطب عالم

آپ کا نام احمد۔ اور لقب نور الدین اور نور الحق ہے۔ شیخ علاء الدین والحق کے بیٹے اور نیز خلیفہ ہیں۔ جو شیخ افغانی سراج کے بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ خواہ گاہ پٹواہ ہے۔ جو صوبہ بنگالہ کے مشرقی سمت میں ہے۔ درود نیاز اور سوز و گداز آپ کو بہت تھا۔ باپ کی خانقاہ میں جس قدر درویش رہتے تھے۔ ان کی تمام خدمتیں جیسے کپڑے دھونا۔ پانی پانی گرم کر دینا۔ ایندھن لا دینا۔ جھاڑو دیدینا۔ آپ انجام دیتے تھے۔ ایک روز پیر بزرگوار نے فرمایا۔ نور۔ دیکھو فلاں مقام پر جس کنوئیں سے شہر کی عورتیں پانی کینچتی ہیں۔ اُس کے آس پاس کبچہ رہتی ہے۔ بچاری عورتوں کا باؤں پہلتا ہے۔ حکم ہے۔ اُس جگہ صبح سے چاشت تک۔ اور تیس کے بعد شام تک کھڑے رہا کرو۔ اور برتنوں کو اپنی سر پڑھا کر اُس کچھڑے نکال کر جس کے اُس کو دیدیا کرو۔ چار سال تک آپ یہ فرماں برداری کرتے رہے آپ کے مکتوبات بھی ہیں۔ جن میں سلوک اور طریقت کو خیرین عبارت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور درود نیاز مندی کے کلام کو موثر اور شوق افزا الفاظ میں لکھا ہے۔ ذیل کے چند فقرے انہیں مکتوبات میں سے ہیں۔ نور میکین نے عمر ضائع کر دی۔ اور حصول مقصد کی اُس کو ہوا بہی نہیں ملے گی۔ حیرت اور حسرت کے سنان جنگل میں گیند کی طرح سرگردان اور پریشان بہتارا۔ عمر ساٹھ سے گزر گئی تیر چلکی سے نکل گیا۔ اور نفس مارہ کی بدی سے بجات نہیں ملی۔

ہاتھ میں ۱۰۰ جگر میں آگ - آنکھوں میں پانی - سر پر خاک - اہل دل میں چاک - ان چیزوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا اور ہمیشہ ندامت اور خجالت کے سوا - کوئی دست آویز ہاتھ میں آئی - مصرع نور رحمت باد شمع مرقدش -

یاد شیخ جلال الدین جد شیخ حسام الدین مانکپوری

آپ عالم عابد - عارف - عزیز صابر - اہل تقی تھے - ہمیشہ نماز عشا کے بعد اکتالیس بار سورہ یسین ختم فرمایا کرتے تھے - سلطان نظام الادریا کے خلیفہ شیخ محمد سے بیعت تھے - کتے ہیں - شیخ محمد - دو تہمند پابہون - اور کامیاب لوگوں کے لباس میں بکرائی حالت کو چپائے رکھتے تھے - اور نیز سلاطین اور ارباب مناصب کی ملازمت میں جاتے آتے تھے - ایک روز مانک پور کے قاضی اور انکے بیٹے نے - امتحان کے واسطے آپ کی ملازمت کا حکم کیا یہ بات قرار دی - کہ اگر آپ ہم کو قند بیگے - تو ہم آپ کی ولایت تسلیم کرینگے - آپ نے باطنی فروغ سے آنے والوں کا ضمیر جو بچنے سے پہلے معلوم کر لیا - فرمایا حسام الدین ابھی اسی دم چند سادہ دل لوگ - درویش کے امتحان کے واسطے آنے والے ہیں - اور ان کے دل میں قند کی خواہش ہے - تو اس قندے آؤ - تاکہ دل کی طرح ان کا دہن بھی شیریں کر دیا جاوے - اور اس اُمت کے درویشوں کی طرف اعتقاد پیدا ہو جب قاضی جی آپ کی ملازمت میں پہنچے - تو وہاں پر قند رکھا ہوا دیکھ کر تبسم کیا - اور خجالت سے سر نیچے کر لیا - رخصت کے وقت مہمانی کے لیے اتنا س کیا - فرمایا چالیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوتا ہے - کہ میں مقلدین قضا کے خوان سے کہانا نہیں کرایا ہے - کتابت قرآن کی اجرت سے قند کھاتا ہوں اور کبھی بے حقوقم سیاہی میں تر کر کے صفحہ کاغذ پر نہیں چلایا - مصرع دشت آئینہ نور ازل باد

یاد مولانا خواجہ

آپ شیخ جلال الدین کے بیٹے - اور مولانا حسام الدین مانک پوری کے باپ ہیں - عالم - فقیہ - فاضل - درویش - خرم - اہل فاؤنڈیشن تھے - ایک روز تین خاقون کے بعد ایک شخص فتویٰ لکھنے کے واسطے کچھ نقد آپ کے پاس لایا - آپ نے قبول نہیں فرمایا - گروالوں نے لعن طعن کیا - آپ نے کچھ جواب نہیں دیا - بیان تک کہ شام ہونے کو آئی - ایک امیر آدی ملک عین الدین نام مانک پور میں اُترا ہوا تھا - وہ ایک دعا پڑھا کرتا تھا جس میں ایک لفظ پڑاؤس کے دل کے امداد کو جن پیدا ہوئی - شہر والوں سے دریافت کیا - بیان عالم کون ہیں جن کی خدمت میں جا کر علمی مشکلات پیش کی جائیں لوگوں نے کہا - مولانا خواجہ ہیں - میر نے کمال غرت اور حرمت کے ساتھ بلا کر جو شکل تھی - آپ کی خدمت میں ظاہر کی - آپ نے فی البدیہہ صل کر دی - امیر کی انجمن وہ ہوئی - جس قند نقد وہ پر کے وقت نہیں لیا تھا - اسی قند نقد - ایک جوڑہ کپڑے - اور کہانا پیش کر کے گھر کو روانہ کیا - اُس وقت امن طعن کرنے والوں سے اذراہ مذاق کہا

اور مقبہ کیا۔ کہ جو کوئی میری طرح ہمت کو کام فرما کر ناجائز چیز نہیں لیتا ہے۔ جس طرح مجھ کو آج مشکوک چیز کے عوض میں اس کے لینے کے بدولت۔ حلال طلب مال عطا ہوا ہے۔ اسی طرح اسکو بھی عطا ہوتا ہے۔ خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے۔ کہ اگر انسان دنیا سے گزر جاوے۔ تو آخرت اسکو ملتی ہے۔ اور اگر آخرت سے بھی اپنے تئیں گزار دیوے۔ تو اس کے عوض حق سبحانہ ملتا ہے۔ دیکھو شیوہ گزشتگی۔ تمہارے حصول کا درجہ کمان سے کمان پہنچاتا ہے۔

یاد مولانا حسام الدین مانکیپوری رحمہ اللہ

آپ دنیا اور آخرت میں مقبول تھے شیخ نور قطب عالم سے خرقہ خلافت ملا تھا شیخ شہاب الدین مانک پوری بیک بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے پیر کے تمام مکتوبات کو فراہم کر کے ایک جلد بنالی تھی۔ جو پیر نے اپنے فرزندوں اور خلفاء کے نام لکھے تھے۔ تعداد مکتوبات ایک سو اکیس ہے۔ ان مکتوبات میں زیادہ حصہ ان مکتوبات کا ہے۔ جو مولانا نے اپنے بڑے اور عزیز ترین فرزند شیخ فیض اللہ کے نام لکھے تھے شیخ فیض اللہ قاضی شاہ کے نام سے نامزد ہیں۔ چند خط اپنے دو سب سے بیٹے شیخ احمد کے نام بھیجے تھے۔ شیخ احمد کو آپ شیخ بدھا۔ نور دیدہ۔ اور دیدہ نور کہا کرتے تھے۔ بعض خطوط شیخ نعمۃ اللہ کے نام ہیں۔ شیخ نعمۃ اللہ لوگوں میں شیخ نتو کے نام سے مشہور ہیں۔ اور کچھ حصہ خطوں کا ایسا ہے۔ جو شیخ زاہد شیخ اکمل شیخ راجا۔ اور شیخ خواند عالم مشہور بے عاشق کے نام بھی لکھے گئے ہیں۔ یہ شیخ نور قطب عالم کے نو اسمین۔ ان سب کو خطوں اور پیغاموں کے ذریعہ سے تلقین فرمائی۔ سلوک طریقت میں عالی مقامات پر پہنچایا۔ خلافت کا خلعت پہنایا۔ ہدایت یابی اور ہدایت دہی کا مرتبہ عطا کیا لیکن سجادہ نشینی بڑے بیٹے شیخ فیض اللہ کو ہی عطا ہوئی۔ علیٰ ہذا القیاس آج تک شیخ فیض اللہ کے فرزند درجہ بدرجہ اپنے دادا کی جگہ سجادہ نشین ہوتے چلے آئے ہیں۔ تمام بنگالہ والے متفق اللفظ کہتے ہیں۔ کہ خود حسام کے ایک سو بیس خلیفہ تھے جو صاحب کمال و اکمال تھے۔ ان میں سے (۱) سید سعود ابن سید ظہیر الدین فتحپوری۔ جو شیخ سیدین کے نام سے مشہور ہیں۔ (۲) سید حامد شاہ ابن سید راجہ شاہ مانک پوری (۳) سید محمد امیر بداجن کا لقب سید صوفی ہے۔ (۴) مولانا کمال الدین ۶۰۰ اللہ (۵) مولانا شہر اللہ البواقا سم ملتانی لکھنوی (۶) شیخ نصیر الدین محمود ابن شہر اللہ لکھنوی۔ (۷) مولانا فرید الدین سالار عراقی (۸) شیخ احمد قنوجی (۹) معین الاسلام اودھی۔ (۱۰) مولانا منہاج الدین بہاری (۱۱) مولانا جمال الدین حسن۔ فخر (۱۲) شیخ نسیار الدین یوسف ابن داود کردی (۱۳) مولانا سوند ہوکر دی (۱۴) مولانا محمد علی کردی۔ اور (۱۵) شیخ تاج شہاب مانک پوری جن کا لقب از رانی شاہ ہے۔ یہ تمام صمدیہ ذکر صحت اکابر زمانہ کے پیشوا تھے۔ بعض اہل باطن تھے اور بعض اہل ظاہر اور اہل بیان تھے۔ قدس اللہ اسرارہم اجمعین

سے رفیق العارفین نام جس میں ایک مرید نے آپ کی دلچسپ باتیں فراہم کی ہیں۔ ان باتوں میں سے ایک فقو یہ بھی ہے کہ مرید کی نسبت پیر کے ساتھ بعینہ ایسی ہے۔ جیسی پیوند کی نسبت جامہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر پیوند سفید ہے۔ تو جس وقت جامہ دھویا جاوے گا پیوند بھی صاف ہو جاوے گا۔ اور اگر پیوند سیاہ ہے۔ تو اس کی سیاہی کم ہو کر پیوند مائل بہ سفیدی ہو جاوے گا۔ یہ بھی اسہنین باتوں میں سے ہے۔ اگر مرید نیک ہیں تو پیر اسہنین کی نیکی سمجھیں گے۔ اور اگر بد ہیں۔ تو ان کی بدی معاف کر دیں گے۔ بہر حال بیعت فیض نہیں رہتی بہت

بے خدمت ست خواجہ مگر بے ارادت است | خدمت نصیب بندہ صاحب سعاد و کفایت

یاد شیخ کالو

آپ کا نام کمال ہے۔ اور شیخ حسام الدین مانک پوری کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کی عمدہ ریاضت تھی۔ کرو میں قبر ہے جس میں اتنی باتوں کے سوا آپ کے کسی تسم کے حالات راقم کو معلوم نہیں ہوئے۔ جو حوالہ قلم کے جاوے

یاد شیخ شمس الدین محمد

آپ نہایت بوڑھے آدمی تھے۔ بیعت تو تھے شیخ نور قطب عالم بنگالہ سے۔ مگر فرقہ خلافت کے شیخ رفیع الدین بایزید سے ملاتے۔ اور قیام آپ کا جمیر میں تھا شیخ جمال دہلوی کے پیر شیخ سمار الدین کا دوستی اور یاری کا رابطہ آپ کے ساتھ ہوا تھا شیخ سمار الدین کہتے تھے۔ کہ آپ کی زبان سے بارہا سنا ہے۔ مرشد خواجہ حسین لاویا کی نسل میں ہیں قدس سرہ

یاد مولانا شیخ من مانک پوری

آپ کو ربانی کلام فطرتا گوشہ نشینی اور تنہائی سے خوش دل رہتے تھے۔ اسپر ہی اہل جہان آپ کے ہی تھے۔ ان کی طرف متوجہ تھے۔ کمانا کمانے۔ ہاتھ بالکل کینچ لیا تھا۔ احیاناً اگر اجاتا تھا۔ تو ایک بقرے سے زیادہ نکلتے تھے۔ جو شخص آپ کی ملازمت میں جاتا تھا۔ اس سے گفت و گو اسی کے حال کے موافق کیا کرتے تھے۔ یعنی اگر وہ حقان ہوتا تھا۔ تو اس سے دریافت کیا کرتے تھے۔ تمہارے پیل تو فرہ ہیں۔ کہیتی سر نہر ہے۔ شقہ دار منصف ہے یا ظالم ہے۔ جب کوئی شخص آپ کے کتا تھا۔ اس قسم کی باتیں کرنا درویش کے مناسب بل نہیں ہے۔ تو جواب دیا کرتے تھے۔ حقائق اور معرفت کی باتیں کیونکر دریافت کروں۔ جن کو وہ لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں۔ اور اگر خاموش بیٹھا رہتا ہوں۔ تو باس آ نے والے کو دشت ہوتی ہے۔ ناچار کلام لفظی ہے۔ کَلِمُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عَقُولِهِمْ کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ باہم جدا ہو نوین۔ تو خوشی و خورمی کے ساتھ ہونوین۔ اور جب یہ شخص اپنے گھر جاوے گا۔ تو گھر والوں کے سامنے فخر کے ساتھ کہے گا۔ آج شیخ نے مجھے ایسا کہا۔ اور ایسا دریافت کیا۔

مناسبتوں کے سمجھنے والے اہل سخن اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ہم جنس گفت و گو کی تقریب کے بر محل اکثر باتیں یاد آجایا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر ایک حکایت یاد آئی ہے۔ دسویں صدی کے اخیر میں چوتھے حصہ کا آغاز تھا۔ اُس وقت کا ذکر ہے۔ شہرِ دہرہ میں عماد الملک رومی کا بیٹا چنگیز خان نامی گجرات کے امیرانِ اعظم میں سے تھا۔ جب وہ کسی سے بات کیا کرتا تھا تو پانسو درم چاندی اُسکو دیا کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اس قاعدہ کی باندی اس غرض سے ہے۔ کہ جب یہ شخص اپنے گھر پہنچے گا۔ اور اپنے اہل و عیال سے کہے گا۔ کہ آج چنگیز خان میرے ساتھ ہم کلام ہوا ہے۔ اگر یہ نقد اس کے پاس نہوگا۔ تو اس کی راست گفتاری کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ القصہ شیخ کے اندر اور بہت سے تصرفات اور خوبیاں تھیں۔ اُن کا قیاس اُسی نمونہ پر کر لیا جاوے۔

یاد مولانا برہان الدین صوفی پورِ جمال الاولیاء صوفی قدس سرہما

آپ صاحبِ حال و قال تھے۔ اور علمِ حجت و برہان بھی جانتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب پدرِ بزرگوار کو ناسوتی زبان سے کوہِ فرمانے کا وقت پیش آیا۔ تو اُن کی کینز جو اپنے وقت کی عارفہ اور عابدہ تھیں اور جن کو حضرت گنجشکرِ مادرِ مومنان فرمایا کرتے تھے۔ جو خرقہ اور عصا پدرِ بزرگوار کو حضرت کنجشکر نے عطا فرمایا تھا۔ سامنے سے آئیں۔ ارشاد ہوا۔ برہان الدین کو دیدیا۔ جواب میں عرض کیا۔ ابھی خور و سال ہے۔ ارشاد ہوا۔ کچھ معنائی نہ ہیں۔ ماہ نو ہے۔ جلد پدر ہو جاوے گا۔ اور فرمایا۔ کہ جب اس کا زمانہ ہوش آ جاوے۔ تو اس کو چاہیے کہ سلطانِ نظامِ الادبیا کی خدمت میں کوشش کرے۔ کہ اُن کی خدمت سے دو جہانی کمالات حاصل ہو جاویں گے

یاد مولانا شمس الدین بکھی

اکثر علمی کتب آپ کے مطالعہ سے نکل ہوئی تھیں۔ بالخصوص اصول فقہ کی کتابیں۔ کہتے ہیں۔ ایک روز آپ سے اپنے بھائی مولانا صدر الدین کے جو آپ کے ہم سبق تھے۔ مولانا ظہیر الدین کی ملازمت سے اُٹھ کر سلطانِ نظامِ الادبیا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطانِ الادبیا نے سبق کا سوال کیا۔ جواب دیا۔ کشف عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ ادب کے سلسلہ ایک شکل جو اُس روز کے سبق میں تھی۔ عرض کی۔ سلطانِ الادبیا نے ادنیٰ توجہ سے وہ دشواری آپ کے دوبرہن کر دی۔ جو بہت سے علم و دانش کے ساتھ ہی مدرسہ میں حل نہیں ہوئی تھی۔ آپ وہاں سے عہدِ حاصل کر کے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور گزری ہوئی حقیقت حالِ ظاہر کی۔ اور پیرِ دوسرے روز استاد کے ہمراہ خانقاہِ نظامیہ میں اگر بیعت ہوئے۔ اور خرقہ خلافت اور اجازت نامہ دیا۔ القصہ ایک عرس کا ہنگامہ تھا۔ قوالی ہو رہی تھی۔ ایک غزل سنکر آپ کا حال دگرگون ہوا۔ نالہ و فغان کر رہے تھے۔ کہ آپ کا نفس ناطقہ روح

عراقی سے جا ملا۔ مصرع آفتاب ذات اور مشرق و مغرب یکے است۔

یاد مولانا مخدوم الدین نذر اودی

آپ بخیر و عالمون اور استاد نامور و دین سہین۔ کہتے ہیں۔ ایک روز آپ پر سلطان نظام الاولیا کی نگاہ پڑ گئی تھی کہ رسمی علوم کا خزانہ اور درسی قیل و قال کا کوفہ تمام تباہ و برباد ہو گیا۔ ناچار مرید ہوئے۔ تمام مکتب خانہ مدرسہ و ہون کو تقسیم کر دیا۔ اور وحدت کے مسئلہ کو اپنی ناز و نیاز کا قبلہ گاہ بنایا۔ خلاصہ کلام یہ کہ پیر کی اجازت سے حجاز کے سفر کو گئے۔ جب واپس آتے تھے۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ دریا میں ڈوب گئے۔ غیب کے ایک شخص نے آواز دی ہما بحر عمیق غریق فی البحر شیخ نجم الدین ابو البرکات مالکی عربستان سے دہلی میں آئے تھے۔ بیان کرتے تھے۔ چنے ایک زیبا شکل جوان کو انوار الہی کا برابر ہو طبق ہاتھ میں بے ہوئے دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو۔ کہاں جاتے ہو۔ اور کیا یہ جاتے ہو۔ جواب دیا۔ میں فرشتہ ہوں۔ لدنی علم نذر اودی کے لڑکے کے واسطے یہ جاتا ہوں جس نے گوشہ شب کو اکتسابی علوم۔ خدائی محبت میں چھوڑ دیے ہیں۔

یاد شیخ شمس اوتاول

اوتاول ہندی زبان میں جلد باز کہتے ہیں۔ ہدایت دہی میں آپ کی شعاع۔ اپنے نام کی طرح۔ بغل آفتاب نامہ فائدہ صافی میں آپ کی رختار اپنے لقب کی طرح مثل ماہ تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ سلطان نظام الاولیا کے حضور میں اس قسم کی باتیں بہت کیا کرتے تھے۔ کہ ایسی صورت کی آرائش اور طہینت کی زیبائی۔ جو اندرونی افسردگی کا نشان اور دبستگی کا گواہ ہے۔ کیونکہ درویش کے واسطے موزون ہو سکتی ہے۔ سلطان نظام الاولیا خواہ نہیں دیا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ سلطان نظام الاولیا اپنا سر غیر علیہ السلام کے مبارک زانو پر رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ اُس وقت گویا زبان طعن کاٹ کر پینک دی۔ اور ہر ہوشیہ اوب در اعتقاد ملحوظ رکھا۔ سلطان الاولیا بھی فرمایا کرتے تھے جس کسی کو اپنی مراد پر خواہ دو آنجھانی ہو۔ یا آنجھانی۔ جلد پہنچنا منظور ہو۔ وہ ہمارے شمس کی ملازمت کرے۔ اس بنیاد پر آپ کو اوتاول کہتے ہیں۔ خواہ نگاہ دہلی۔

مصرع باد خرم جان اواز فیض حق۔

یاد شیخ حیدر

اپنے خاموشی کو اپنے سخن حال کا نقاب بنا رکھتا۔ اور ہمیشہ اہل حبان کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ آپ سلطان المثلح نظام الاولیا کے خلفائین سے ہیں۔ خواہ نگاہ لاڈل کی سر اسے میں ہے۔

یا وخواجہ تقی الدین نوح

آپ خواجہ ہارون کے بہائی ہیں۔ درویشوں کی سی عادت۔ عالموں کی سی طبیعت۔ اور عابدوں کی سی روش تھی۔ بے انتہا عبادت اور ریاضت کرنے سے دن رات میں آپ کو کمانے پینے کی بھی فرصت نہیں ہوا کرتی تھی۔ ایک روز سلطان نظام الاولیاء نے دریافت کیا۔ اس قدر عبادت کرنے سے تمہاری آرزو کیا ہے۔ جواب دیا۔ پیر بزرگوار کی عمر کی درازی۔ سلطان نظام الاولیاء بہت خوش ہوئے کہتے ہیں۔ بالآخر۔ اپنی صحت۔ بیماری۔ دق کے ہاتھ فروخت کر کے شیخ سے پشتر ہی کوچ کر گئے۔

یا وخواجہ ابوبکر مصطفیٰ البردار

آپ گویا عورت و کرم کا خزانہ۔ اور ذوق و شوق کی کان تھے۔ آپ کے سماع کے وقت خالقانہ کے در و دیوار جنبش میں آجایا کرتے تھے۔ اور حاضرین مجلس میں یہاں تک جوش ہوتا تھا کہ فریاد آسمان تک جاتی تھی۔ توکل اور استعنا کے دائرہ سے پانون کہی باہر نہیں نکالا۔ اہل دولت کے آستانہ پر کبھی احتیاج لیکر نہیں گئے اور با اینہم سب سے بترایام گزاری کی۔

یا وخواجہ رفیع الدین ہارون

آپ سلطان نظام الاولیاء کے مرید اور (ہن کے لڑکے) بہانجہ ہیں۔ پیر کی نظر میں تمام عزیزوں اور مریدوں سے زیادہ عزیز تھے۔ پیر آپ کے بغیر کمانہ نہیں کمایا کرتے تھے۔ کلام ربانی حفظ تھا۔ تیر اندازی میں ہاتھ بہت ہلکا اور شست بہت درست تھی۔ سلطان الاولیاء نے اپنی زندگی میں آپ کو اپنی اوقاف کا متولی کر دیا تھا۔

یاد شیخ بابو پستی

آپ کی خواہ گاہ کنباہت میں سے جو ایک بندر ہے احمد آباد سے دو منزل دور۔ شیخ شیدا آپ کے مرید تھے۔ پیر بدون مرید (شیخ شیدا) کے کمانہ نہیں کمایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک خادم نے کمینہ پن اور نیز زیادہ ہوکا ہونے کی وجہ سے کہا۔ ایک جولاہ کب س قابل ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا انتظار کیا جاوے۔ پیر نے فرمایا۔ کمانا لاؤ۔ جب دیگ سے سرپوش اٹھایا تو دیگ میں کٹرے کھلانے لگے۔ فرمایا۔ پر ڈھک دو۔ اور ڈھکا رکھو۔ جب تک شیدانہ آوے۔ شیدا آئے۔ اور کمانا نکالا گیا۔ بالکل پاک صاف نکلا۔

غوثی طلسمی عالم کو ایک ہنگامہ سمجھنا چاہیے۔ جس کے اعراض اور جواہر ہر ایک شخص کی نظر میں ایک اندیشہ اور توہم کے تابع ہوتے ہیں۔ لیکن تغیر اکثر معانی میں ہوا کرتا ہے۔ اور اس کو ظاہر شریعت میں بھی جائز جانتے

ہیں اور صورت کی تبدیلی از قسم خرق عادت ہے۔ اولیاء اللہ کی کلمات کے ذریعہ سے اُسکو بھی ممکنات سے سمجھنے
ہیں۔ اور اشیاء کے باطنوں پر حکم ہے وہ جمال اور جلال کا ہی ہے۔ جو گونا گون اسما اور صفات کے پردہ میں ظہور
کر رہا ہے۔ جیسے کہ مذکورہ بالا خادم کی نظریں کمانا کھڑے ہو گیا۔ جس کا دل تجلی جلالی اور حقیقت پوشی کے ساتھ
نام زد تھا۔ اور شیدائی نظریں کمانا اپنی اصلی صورت میں معلوم ہوا۔ جس کا دل جمال اور عقیدت کی صفت
سے آراستہ تھا۔ حدیث لکھا صدقہ **لَنَا هَدْيٌ** اسی مقام کا بیان ہے۔ مصرع۔

یاد اوجہ سان صورت و معنی مسخرش

یاد خواجہ شمس الدین دہلوی

آپ امیر خسرو کے (دہن کے بیٹے) بہا بنجہ ہیں۔ قافیہ کا علم۔ نظم کا ذوق۔ اور طبیعت کی موزونی یہ صفات
آپ کی ذات میں کمال درجہ موجود تھیں سلطان نظام الاولیاء کے جمال یا کمال پر عاشق تھے۔ یہاں تک کہ نماز پڑھتے
وقت جب تک کہ سلطان الاولیاء کے چہرہ منور پر نظر نہیں کر لیتے تھے۔ تکبیر تحریر یہ نہیں کرتے تھے۔ فرمان برداران
نظامیہ میں سے بعض کا یہ قول ہے۔ کہ عشق کی ہی بیماری میں جان دیدی۔ اس بیماری کے سوا کوئی اور
علت آپ کے فراموشی میں واپسین دم تک نہیں تھی۔ اور جو قبر بزرگوار مامون کے مزار کے تحت میں ہے۔ کہتے
ہیں۔ کہ وہ آپ کی ہی قبر ہے۔ شاید ہوگی۔

یاد خواجہ عزیز الدین ابن خواجہ ابوبکر

آپ خانہ شریعت کے ستون۔ اور دربار طریقت کے وزیر تھے۔ کہتے ہیں۔ آغاز جوانی سے ختم زندگانی تک
کبھی تکبیر اولیٰ ہاتھ سے نہیں جانے دی۔ مقدس روضہ نظامیہ میں اکثر اوقات نماز کی امامت کیا کرتے تھے۔ اور
وہاں سے باہر نہیں جاتے تھے۔ ہر شب جمعہ میں ختم قرآن کرنا آپ کا وظیفہ تھا۔

یاد مولانا مغیث الدین دہلوی

آپ سلطان نظام الاولیاء کے مقبول اور بزرگ خلفائے میں سے ہیں۔ ہجری سنہ سات سو بیس میں پیدہ ہوئے۔ اور
اجازت مالوہ کی طرف لے۔ اور شہر اجمین میں دریا سے شہر کے کنارہ گوشہ گزین ہو گئے۔ جب عالم علوی کو کوچ فرمایا
تو اسی جگہ قبر بنائی گئی۔ جہاں گوشہ گزین تھے۔ عجیب جگہ ہے۔ ہوا اور فضا کے اعتبار سے بہشت کا نمونہ ہے
ہر شب جمعہ کو اکثر لوگ نذر و نیاز آپ کے مزار کے پاس درویشوں کو تقسیم کیا کرتے ہیں۔ سرد و سماع کی مجلس ہوتی
ہے۔ اور نیز حسن و عشق کا بازار گرم ہوتا ہے۔

یاد شمس الدین خاموش

آپ سید محمد کرانی کے فرزند ہیں۔ آپ کا چہرہ حسین تھا۔ اور عادات و لکش متین۔ اکثر خلفائے نظامیہ سرود و سماع کی مجلس آپ کے مکان میں کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک کم فہم آدمی تھا۔ اُس نے آپ کی سیادت اور ولایت پر اعتراض کیا تھا اُسی دم کیا دیکھتا ہے۔ غصہ میں بہری ہوئی ایک جماعت اُس شخص کے ہاتھ باندھ کر سولی کے نیچے لیے جاتی ہے۔ یہ حالت دیکھ کر وہ شخص دل میں اپنے خیال سے باز آیا۔ پس خوف دلانے والی صورت مع اپنے اثرات کے نظر سے غائب ہو گئی۔ شخص محض نے یہ عجائبات دیکھ کر آپ کے قدموں میں سر رکھا۔ عذر و معذرت سے پیش آیا۔ اچھو کچھ اُس واقعہ کو راقم۔ بیان کیا۔ کہتے ہیں۔ آپ نے ہجری سنہ سات سو بتیس میں بہتی موہوم کو چھوڑ دیا۔ مصرع داشت رویش در دل و در دیدہ حکم آفتاب۔

یاد مخدوم جہانیاں قدس سرہ

آپ کا نام سید جلال تھا۔ آپ بخارا کے سادات عظام میں سے ہیں۔ ظاہری علم اور باطنی معلومات سب کچھ آپ کو حاصل تھی۔ عالم غیب کے عالم دنیا میں آپ کے تشریف لانے کی تاریخ پندرہویں شعبان کی رات ہے اور ہجری سنہ سات سو سات تھا۔ اور اسکا فی سرائے سے وجوب کے محل کو بازگشت کا سال اور مہینا عید قربان کا روز اور ہجری سنہ سات سو چالیس اور گیارہ بیان کرتے ہیں۔ آپ شیخ رکن الدین ابو الفتح قرشی کے مرید اور نصیر الاولیا چراغ دہلی کے خلیفہ ہیں۔ چند روز آپ کو امام عبداللہ یافعی صاحب تاریخ کے ساتھ بھی اتفاق صحبت رہا ہے۔ ایک کتاب خزائنہ جلالی آپ کی ملفوظات میں سے ہے۔ اُس میں آپ نے بہت سی فائدہ مند باتیں امام سے لکھی ہیں۔ اور آپ کے ایک مرید تھے شیخ جمال نام تھا۔ اپنے وقت کے عالم تھے۔ اُنہوں نے جو آپ کی پراثر باتیں بواسطہ یا بیواسطہ سنی تھیں۔ اُن سب کو اپنے قلم سے فراہم کیا ہے بڑی کتاب ہو گئی ہے۔ جامع العلوم جلالی اُس کا نام بتلاتے ہیں۔

آپ کے دل چپ کلمات میں سے یہ بات بھی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ شریعت اعضاے بدن کا پاک کرنا ہے تعمیلِ اوامر اور اجتنابِ نواہی کے ذریعہ۔ طریقت دل کو سنور کرنا ہے۔ تہذیبِ خلاق کی مدد اور حقیقت نفسِ ناطقہ کو پاک و صاف کرنا ہے۔ آئینہ روح سے ماسوائی رنگ دور کر کے۔ اس بنیاد پر شریعت کے پانچوں میں کا ایک ذرہ بھی طریقت اور حقیقت کے آفتاب کی شعاعوں سے بہتر اور بزرگ تر ہوتا ہے۔ حال آئنا شریعت سے مخلوقات کے صرف جسم کی اور ظاہری افعال و اقوال کی ہر اشگی ہوتی ہے

اور طریقت و حقیقت کا تعلق اندرون آزادی سے ہوتا ہے۔ اور نیز طریقت و حقیقت اللہ عز و اسم کے نظر گاہ ہیں۔ کیونکہ شریعت کے ساتھ گناہ گاری۔ واپسی تباہی خیالات۔ اندرون کفر۔ اور نہانی شرک۔ یہ تمام چیزیں ایک شخص کے اندر جمع ہو سکتی ہیں۔ برخلاف طریقت اور حقیقت کے۔ کہ یہ دونوں چیزیں روح کی روشن منیری پر مبنی ہیں۔ اور روشن منیری کا پیدا ہونا راستی۔ درستی۔ یگانگی۔ یک رنگی۔ گشتگی۔ پرہیز گاری۔ ایک کو دیکنا۔ اور ایک ہی سوچنا۔ ان صفات کے ساتھ متصف ہونے کے بدون ممکن نہیں۔ اور مذکور بالا تین طریقوں کا نام اصطلاح نقوت میں تزکیہ تصفیہ۔ اور تجلیہ ہے۔ ان طریقوں کا مفصل اور صحیح بیان اکثر کتب نقوت میں لکھا ہوا ہے۔ وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

عید قربان کے روز ملک الموت۔ مخدوم کے پاس ادائے امانت کا پیغام لائے اپنے فرمایا۔ لوٹ جاؤ۔ اور تیسرے پر تک صبر کرو۔ تاکہ بلال کے لڑکوں کو خوشی کی صبح۔ ماتم کی شام نہ ہو جاوے۔ جب لوگ عید کی چل پھل سے فارغ ہوئے۔ تو اپنے معنوی سفر کیا۔ مصرع باد عید جان اور دیا ر حق۔

سید شرف الدین مشہدی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ مخدوم کو کچھ آدھر چار سو چالیس اصحاب خلافت تھی۔ منجملہ ان کے جس قدر بیان صحت کو پہنچا ہے۔ اندر شجرہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ یادداشت میں لکھ لیا ہے۔

فہرست خلافت مخدوم قدس سرہ جو صحیح بیانات سے معلوم ہوئی ہے
 اولاً۔ پدر بزرگوار سید کبیر بخاری سے خلافت تھی
 یہ سلسلہ آباد اجداد کے ذریعہ سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

دوسرے۔ اپنے عم سید محمد بخاری سے تھی۔
 تیسرے۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح سے
 یہ دونوں خاندانوں سے شیخ بہار الدین زکریا تک متعلق ہوتے ہیں۔

چوتھے شیخ الاسلام محمود شاہ زاد بوم تشر۔ مسکن سورکھ علاقہ فارس سے۔
 مخدوم نے ہجری سنہ سات سو اڑتالیس میں جب کہ محمود شاہ کی عمر ایک سو تیس سال کی تھی۔ ملازمت میں پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ اور کتاب عوارف خطبہ سے خاتمہ تک پیرے پڑھی تھی۔ پیرے عوارف کو مصنف کی خدمت میں پڑھا تھا۔ دو تین چار ان مثنوی خاندان کا سلسلہ شیخ الشیوخ سہروردی تک پہنچتا ہے۔

پانچویں۔ امام عبداللہ یافعی سے خلافت تھی ۔	یہ شجرہ ابو مدین مغربی تک پہنچتا ہے۔
چھٹے۔ شیخ ابو عبیدہ عینی سے ۔	یہ دونوں سنین سید محی الدین عبدالقادر
ساتویں۔ شیخ نور الدین علی ابن عبیدالسطرا بلس سے	جیلانی سے جا ملتی ہیں۔
آٹھویں۔ شیخ نور الدین گنج شکر سے ۔ عالم روحانی میں ۔	
نہیں۔ شیخ قطب الدین سنور سے ۔	ان چاروں چمنوں میں شگفتگی خواجہ معین اللادیا
دسویں۔ مولانا شمس الدین بکبی اودھی سے ۔	چشتی اجمیری کی نو بار ہدایت سے ہے۔
گیارہویں۔ نصیر اللادیا۔ چراغ دہلی سے ۔	
بارہویں۔ شیخ زکریا الدین منجی سے ۔	یہ سلسلہ شیخ ابو عبیدالغضیف شیرازی کے توسط
	سے سلطان ابراہیم ادہم کو پہنچ کر خواجہ اودیس
	قرنی تک منتہی ہوتا ہے۔
تیرہویں۔ سید جلال اوجھوی سے ۔	یہ ہدایت کا خاندان شیخ نجم الدین کبریٰ سے
	جا ملتا ہے۔
چودھویں۔ سید حمید الدین محمود چشتی سمقندی سے ۔	یہ خاندان خواجہ سودو چشتی تک پہنچتا ہے۔
پندرہویں۔ شیخ نجم الدین صفہانی سے ۔	یہ خاندان شیخ ابو بکر نساج پر تمام ہوتا ہے۔
	قدس اللہ اسرارہم اجمعین۔

لکن کے سوا اور خلافتیں جو صحت کے وہیہ کہ نہیں پہنچی ہیں۔ بہت سی ہیں۔ ایک بیان ہے۔ کہ سو سے متجاوز ہیں۔ ہی
 اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سید شرف الدین شہدی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ کچھ اور چار سو چالیس خاندانیں رہنا۔
 اور عالموں سے مخدوم نے طاعت حاصل کر کے خلعت خلافت۔ اور فیض پایا تھا جس قدر کوشش کے ذریعہ
 سے تحقیق ہوا ہے۔ لکھا گیا۔ اگرچہ دیگر رسالے ایسے موجود ہیں جن کے اندر مخدوم کی خلافتوں کا سلسلہ بعض
 میں مذکورہ بالا تعداد سے کم اور بعض میں زیادہ لکھا ہے۔ مگر صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہوا ہے۔ کہ لکھا ہوا حال
 کمان تک قلیل طمینان ہے۔ اللہ اعلم عند اللہ۔

یا دامت سید احمد ابن سید محمد کرمانی

آپ کی کرامتیں زیر دست تبیین۔ اور حالات قوی تھے۔ سلطان محمد تغلق شاہ نے بزرگ سلطنت ایک

آپ کے پانون میں بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ مگر وہ بدون ہاتھ لگانے کے فوراً کس ٹرین۔ جب یہ ماجرا سلطان کے
سنا۔ تو آپ کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور استحکام کے ساتھ پیدا ہوئی۔ اور از سر نو مصاحبت
کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ علمی کمالات سلطان نظام الاولیا سے حاصل ہوئے تھے۔ خلافت کا فرقہ بھی سلطان
سے ہی تھا۔ سلطان الاولیا کے خلفاء کے اجازت نامے آپ لکھا کرتے تھے۔ روز پنجشنبہ تاریخ اکیسویں شعبان
ہجری سنہ سات سو باون کو اپنے اپنی زندگی کا باذن تعینات کی زنجیر سے نکال لیا۔ بیت

اگر نیا ر دست پائے ہوشمند

حلقہ حلقہ بگس آن زنجیر را

یاد شیخ نصیر الدین محمود اودھی

گنج معانی اور چراغ دہلی آپ کا لقب ہے۔ نفس جو بظاہر دوست اور عادی دشمن ہے۔ اس کی
لڑائی میں آپ کو فتح مندی کے ساتھ کامیابی ہوئی تھی۔ وجدان کشف۔ اور اشرف پیدارج بھی آپ کو حاصل
تھے۔ شیخ جمال دہلوی نے سیر العارفین میں لکھا ہے۔ سلطان نظام الاولیا کا سال زندگانی جب نوے اور
چار چورانوے کو پہونچا۔ تو روز چار شنبہ شمار ہوئے۔ ربیع الثانی ہجری سنہ سات سو پچیس کو خلفاء کی انجمن
فراہم کی اور ہر ایک کو فرقہ خلافت عطا فرما کر جدا سمیتوں میں مقرر کیا۔ اخیر میں چراغ دہلی رہ گئے۔ آپ کو
اپنے پیر کا فرقہ۔ مصلی۔ تبیج۔ اور کاسہ عنایت فرما کر اپنا جانشین کیا۔ اور دہلی والوں کی رہنمائی۔ آپ کے
سپردہ کے وصیت فرمائی۔ کہ اغیار کے آزار اور سزائش پر صبر کرنا۔ اپنی عادت رکھنا۔ اسی روز پچھلے
وقت آنکھیں بند کر کے عالم قدس کو روانہ ہو گئے۔ بعد میں جملہ خلفائے بھی آپ کی جانشینی پر خوشی کے
ساتھ رہنا مندی ظاہر کی۔

کہتے ہیں۔ سلطان محمد تغلق شاہ کا مزاج کج واقع ہوا تھا۔ بے وقت آرزوئیں اور کام پیش کر کے آپ
کو ناحق خفت پہونچایا کرتا تھا۔ رازداروں نے چراغ دہلی کی خدمت میں عرض کیا۔ جس دعا سے کبفر کردار
لے۔ ایسی دعا سے بد کردار کو کیون گو شمالی نہیں دیجاتی ہے۔ فرمایا۔ نصیر کا معاملہ اپنے علیم بصیر کے
ساتھ ایسا ہے۔ کہ وہ بدون کسی لغزش کے ایسی آزمائش پر گو شمالی نہیں دیتا ہے۔ اس بنیاد پر سلطان کے
دل میں کہ ورت پیدا کرنا۔ درویش کے واسطے زیبا نہیں ہے۔ بلکہ حسان مند ہونا مناسب ہے۔
القصہ۔ آپ کے واسن ارشاد سے بہت خدا شناس لوگوں کو ولایت حاصل ہوئی اور وہ
قطب بھی ہوئے۔ بعض کے صحیح حالات ان اصحاب کے حالات کی یادداشت سے ظاہر ہونگے۔ جو آپ کے

بیعت ہیں۔ اور مجنون نے خرقہ غلامت پہنایا ہے۔ آپ نے پیر کے بعد بیس سال تک لوگوں کی ہدایت کی۔ پھر واپس چلے گئے۔

چراغ دہلی از ہر سیمایا آسمانی شد

اگر ناخودش سید باخوشتن ہر سایہ گروانند

یاد شیخ ابراہیم

آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے امام تھے۔ کہتے ہیں۔ ہنگام ناز تکبیر اولیٰ امین آپ کی نظر۔ جمال کعبہ پر پڑا کرتی تھی۔ اس سبب ناچار آپ الی عین الکعبۃ کھڑے تھے۔ نہ الی جہۃ الکعبۃ۔ آپ کی قبر کالیہ میں ایک قبہ کے اندر ہے جو مولانا خواجگی قدس سرہ کے گنبد کے برابر ہے۔

مولانا خواجگی کے تین بیٹے اور تھے۔ مولانا مغیث الدین اور مولانا وحید الدین۔ دونوں ایک ہی جگہ اُحسین بن بانی کے کنارہ سوئے ہوئے ہیں۔ اکثر لوگ شب جمعہ کو نذرین لیجاتے ہیں اور مولانا غیاث الدین نے قصبہ دھار کی حدود میں آرام فرمایا ہے۔ اور دونوں شہر۔ ملک مالوہ میں ہیں۔

یاد حسین نیر والہ خلیفہ نظم نام الاولیا

خرق علات کا لباس۔ اور توفیق عبادت کا خلعت۔ جو معرفت اور حقیقت کی سخاوت سے آراستہ تھا۔ آپ نے زب بدن کر رکھا تھا۔ آپ ہجری سنہ چہرہ اول سنہ میں علم غیب کے خلو تخیل سے عالم ظہور میں تشریف لائے۔ اور سترہ سال کی عمر کے بعد۔ خدا طلبی کے راستہ میں قدم رکھا۔ ایک سو تیرہ سال طریقت کی سیر فرما کر ہجری سنہ سات سو اٹھانوے میں عالم صوفیہ کے کچھ فرما گئے۔ آپ کی خواہش تھی کہ نیر والہ شہر میں تالاب و سنگ کے کنارہ پر کتے ہیں۔ حسن و جمال کے آغاز میں ایک روز آپ اٹھائے راہ میں بیلوں مجنون کے پاس جا پونچے۔ بیلوں کی خلد میں آنکھ آپ کے جمال اور حال پر پڑی۔ ایسے فریخت ہوئے۔ کہ دل محبت کے جال میں پھنس گیا۔ اور خود ہر لڑکے۔ ہر چنڈ پر تاراں ہزار ہی نے وہ باش کی۔ مگر وہ تو دل دادہ تھے۔ دور باش کا رگڑ ہوئی۔ اس واسطے صاحب حسن نے تنگ ہو کر بیلوں کی پشت پر ایک تازیانہ رسید کیا۔ بیلوں نے نعرہ مارا۔ اور رقص کرنے لگے۔ تازیانہ مارنے والا کی آواز سن کر بیوش بلکہ دیوانہ ہو گیا۔ بارہ سال بعد ایک درخت کے نیچے گزار دئے۔ اور جوتے اُس کے گرستے تھے۔ وہ اپنی قوت کے کام میں لاتے تھے۔ ناگاہ ایک رات عالم خواب میں حضور خاتم النبیا علیہ السلام نے آپ کو اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَاِیِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَاِیِعُوْنَکَ اللّٰہَ کے حلقہ میں لیکر اپنی خاص کلاہ سے سرفرازی بخشی اور فرمایا۔ ہر ایک وہ میں ایک شخص دیا والدہ کا مدار ہو گا۔ اس زمانہ میں سلطان نظام الدین بدایونی مدار ہیں۔ ان کی ملازمت میں جلد جاؤ۔ ہم جی سفارش کیے دیتے ہیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی جب آپ خانقاہ کی دہلیز پر پہنچے

سلطان نظام الاول دیا بذریعہ اپنے باطنی فروغ کے آپ کے آنے سے آگاہ ہوئے ایک نوکر کو ارشاد کیا۔ سید حسین کو اندر بلاؤ۔ جب نوکر باہر آیا۔ تو اس نام کے بہت لوگوں کو کھڑا پایا۔ واپس چلا گیا۔ ارشاد ہوا۔ سید حسین دہلوی کو بلاؤ دہلوی بھی اس نام کے چندا شخص تھے۔ پہوا پس گیا۔ اوہ جا کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ حکم ہوا۔ کہ دہلوی غیاث پور کا کوہم بلانا چاہتے ہیں۔ اس شخص سے امتیاز ہوا۔ اور آپ اندر گئے۔ سلطان نظام الاول دیا نے سید حسین کو اپنے سر سے کلاہ اتار کر آپ کو دی۔ آپ نے عرض کیا۔ فقیر خواب میں فاتح وحدت اور خاتم نبوت علیہ السلام سے بیعت ہو چکا ہے۔ جواب دیا۔ یہ محبت کی کلاہ ہے۔ نہ کہ بیعت کی۔ اس بات پر آپ نے کہاں عجز وانکسار سے کلاہ قبول کی۔ چند روز بعد درسی علوم کی تحصیل کے واسطے اجازت ملی۔ اور تھوڑے عرصہ میں علم کے دروازے آپ کے رو برو کھل گئے۔ یہاں تک کہ ہر ایہ فتنہ پر شکل کشا حاشیہ آپ نے نکھرا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب دونوں عالم کے کمالات سے آپ کامل و مکمل ہو گئے۔ تو آپ کو فرقہ خلافت عطا فرما کر گجراتیوں کی ہدایت کے واسطے رخصت کیا جب آپ حسب ارشاد پیرانی ہمشیرہ بی بی آرام نام کے ہمراہ گجرات کی طرف آئے۔ تو ایک موضع ہے کہ درویش نام مسافرانہ دیو میں رہاں پر آپ ایک مدت تک خدا پرستی کرتے رہے۔ اور پھر وہاں سے ہندوستان میں جا کر حجرہ بنالیا۔ دونوں آدمی حصور تھے۔ جس حیثیت سے کہ ان کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی حیثیت سے خاک کے پیٹ میں جا آرام کیا۔ ایک دفعہ دوسرا ہی صورت آپ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا۔ سر دوستی کا شوق دل سے جوش کر لے۔ اُن دونوں شخصوں نے اپنی تلوار گرد کر لکر قوال کا اور کچھڑی کا خرچہ ہم پہنچایا۔ اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سماع سکندر خوش ہوئے اور دونوں کو دعا سے خیر سے دونوں جہان کی نعمتیں دیکر بالامال کیا۔ انہوں نے بہت جلد تن گداری اور جہان نوازی کی توفیق اور داد و دوش کی دستگاہ حاصل کر لی۔

کتے ہیں سلطان وقت رعایا کے اور ظلم کیا کرتا تھا۔ آپ نے بہت کچھ نیک نصیحت فرمائی۔ سلطان کے کان خوش آمد کی باتیں سننے کے عادی تھے۔ ہذا یہ بات اسکو پسند نہیں آئی۔ آپ نے غصہ ہو کر پیغام بھیجا۔ کہ تو بس شحمہ سے زیادہ نہیں ہے۔ غزل نصب ہمارے اختیار میں ہے۔ ظلم کرنے سے باز آ۔ یا واپسین سفر کے واسطے کمر باندھ لے۔ اُس نے بہت سی اس تبنیہ کو بھی بامہموائی سمجھا۔ اُسی روز غول کے غول سانپ اور بچھو آٹھوں طرف سے اُس کے گرد فراہم ہوئے۔ جب سلطان نے یہ صورت خراب دیکھی۔ تو ظلم سے باز آ کر توبہ کی۔ اور خندہ بر معاش کے لیے سید کی آل و عیال کے نام پر مقرر کروے۔ اور مریدانہ سلوک کے ساتھ پیش آیا۔

مصرع حسب نسب نبی داشت حسین

۵ یاد بی بی آرام حضور

آپ سید حسین نروالہ کی ہمیشہ میں شریعت اور طریقت کی راہ چلتے میں اپنے عارت بہائی کی برابر تھیں جب ان دونوں کو بزرگوار پر سلطان المشائخ نظام الادبیا کی خدمت سے گجرات جانے اور رہنے کی اجازت ملی۔ تو اتنی توفیق کو رفیق بنا کر دونوں اُس ملک میں جا پہنچے۔ موضع کدوری علاقہ دیوہی میں عبادت اور قیام کے واسطے گوشہ اختیار کیا۔ اور ہذا تعالیٰ ع۔ اسمہ کی عبادت میں زندگانی کا حاصل یعنی بے بہا انفاس نص کر کے دریا راتھی سے سعادت قبول حاصل کی۔ ایک شخص محض بیہودہ اور بے عقل تھا۔ اتفاقاً وہاں آنکلا اور ایسے طریقے سے سوال کیا۔ جواب بالکل عبید تھا۔ یعنی یہ کہم دونوں شخصوں کے درمیان میں کیا نسبت ہے جواب پایا۔ باہم برادری اور خواہری کی نسبت ہے۔ اُس نے اس جواب کو بغوسمجا۔ اور ایسی نامناسب گفت و گو سے پیش آیا۔ جس سے آزار پہنچا۔ یزید کی پشت پر گستاخانہ لکھری ماری۔ روایہ ہے۔ اُس لکھری کا نشان اُسی ظالم کی پشت پر پڑا کہتے ہیں۔ اس وقت تک اُس موضع میں شخص مذکور کی نسل سے جو بچہ ہوتا ہے۔ اُس کی پشت پر وہ نشان ضرور ہوتا ہے۔ پھر آپ نے چند روز بعد پیر بزرگوار کی اجازت سے اپنے بہائی کے ہمراہ شہر نروالہ میں جا کر حبو پڑہ بنایا۔ اور ہجری سنہ سات سو نوے میں کوچ کیا خواجگانہ تالاب ہسلنگ کے کنارہ ہے جس کے پانی سے نروالہ کے لوگ سیلاب ہوتے ہیں مصرع باد سیرابی زحوض کوثر ش۔

یاد سید نور الدین مبارک

آپ سید محمد کرمانی کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ حضرت گنجشکر کی طرف کینیت ابوالقاسم ملی تھی۔ اور نیز بہت کچھ عنایتیں دیکھی تھیں۔ فرقہ خلافت خواجہ قطب الدین ابو محمد حشتی سے محال تھا۔ جو اپنے جد اعلیٰ خواجہ سودو حشتی کے سجادہ نشین ہیں قدس سرہم فرماتے تھے۔ کہ حسین زمانہ میں خواجہ ابو محمد کے پیر بزرگوار نے حلت فرمائی تھی۔ اُس زمانہ میں خواجہ ابو محمد کم عمر تھے۔ اس سب سے چچا زاد بھائیوں نے سجادہ نشینی کے قابل نہ سمجھ کر تو کیا شیخ نظام الدین علی حشتی خواجہ ابو محمد کے چچا تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں خراسان سے آکر دہلی میں اقامت فرمائی تھی۔ عمائد شہر نے خواجہ نور اور خواجہ غور کو شیخ نظام الدین علی حشتی کی خدمت میں بھیجا۔ اور سجادہ نشینی کی تجویز ان کی راے پر منحصر رکھی شیخ نظام الدین علی حشتی نے جواب میں لکھ بھیجا۔ کہ سجادہ نشینی کا خلعت خواجہ ابو محمد کو ہی ملنا چاہیے۔ چونکہ اس قرار دین صورت لغزش پیدا ہوئی۔ لہذا

والی خراسان ملک شمس الدین نے مودودیہ عصا اور خرقہ ایک مکان میں مقفل کیا اور مدعیان منصب کو ایک ایک کر کے بھیجا۔ اور کہا۔ کہ دروازہ مکان کا بدون کنجی کے جس کسی کے واسطے کھل جاوے گا۔ وہی سجادہ نشینی کے قابل سمجھا جاوے گا۔ بالآخر خواجہ ابو محمد کے واسطے دروازہ کھل گیا۔ پس اپنے صاحب سجادہ ہو کر یوسفی ولایت فتح کی مصرع بادشاہ بربرخ او باب معرفت۔

یاد شیخ محمد بن زوالہ

آپ ان اطراف میں شیخ حاجی کر کے مشہور ہیں۔ آغاز شباب میں آپ روم کے ایک حیدر زمین میں صاحب خطبہ دسکتے۔ ازلی جذبہ نے آپ کا گریبان پکڑ کر وہ سلطنت ظاہری سے نکال لیا۔ اور معنوی سرودہی کے باغ کی ہوا سرین بردی۔ آپ قطب یزدانی سید احمد کبیر فاعی کی خدمت میں پہنچے۔ اور رجعت ہو گئے۔ کسی معین خدمت کے واسطے التماس کیا۔ طعام خاصہ پکانے کا منصب عطا ہوا۔ اور مرشد کی توجہ سے آپ کی ظاہری و باطنی پرورش ہوئی۔ حالات میں ترقی ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ اپنے کمال میں کامیاب ہوئے۔ ایک روز صبح میں کفگیر غائب ہو گیا تھا۔ اور کمانا نکالنے کا وقت آپ پہنچا۔ تلاش کی گنجائش نہیں رہی۔ آپ نے آیہ قلنا یا ماریکین بؤد اوسلاما علی ابراہیم پڑھی۔ اور ہاتھ سے کفگیر کا کام بیکر گرم کمانا نکالا۔ اور پیر نیر گوار کے سامنے رکھے۔ چونکہ پیر کو ماجرا پر آگاہی تھی۔ فرمایا شیخ محمد۔ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ تمہاری ابراہیمی ولایت کی برکت سے لوگ فیض یاب ہوں۔ اور ہدایت سے راہ راست پر آویں۔ پس خلعت خلافت عطا فرما کر منتخب صوفیوں کی ایک جماعت مساتہ کی۔ اور سفر ہندوستان کی اجازت فرمائی۔ و خرمائی گٹھلیان رخصت کے وقت آپ کے سپرد کین۔ اور فرمایا۔ ہر ایک منزل میں شام کے وقت ان گٹھلیوں کو مٹی میں داب دیا کرنا۔ جہاں کہیں یہ گٹھلیان صبح تک آگ آویں۔ پس اُسی زمین کو اپنی حیات اور ممات کا مقام سمجھنا چاہیے القصد مرشد کے شہرے بیکر گجرات تک ان گٹھلیوں کے اُگنے کی اجازت نہیں ہوئی۔ جب نردالہ شہر کی حدود میں پہنچے۔ اور گٹھلیان مٹی میں دابین۔ تو صبح کے وقت ان کو آگاہ ہو پایا۔ وہاں پر ایک پرستش گاہ تھی جس میں شہر کے لوگ چوٹے بڑے۔ سب پیکر پرستی۔ (مورتی پوجن) کے لیے صبح و شام آیا کرتے تھے۔ حاکم گجرات ایک پیکر پرست تھا۔ نردالہ میں اُس کا پائے تخت تھا اس پرستش گاہ کے نزدیک صوفیوں کی جماعت کے مساتہ درویش کے اُترنے کی کیفیت حاکم کے گوش گزار ہوئی۔ حکم دیا۔ کہ ایک جماعت کثیر جاوے۔ اور آئے والوں کو بت خانہ (مسند) کے پاس سے بہ تشدد و علیحدہ کر دیوے۔ اس حکم کی تعمیل میں لوگ غول کے غول کیا

سوار اور کیا پیادہ چاروں طرف سے پرے جما کر مندر کی طرف روانہ ہوئے صوفیوں نے فوج کے مامور ہونے کی کیفیت شیخ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا۔ استقامت اور صبر رکھ کر اپنے تئیں خدا کے سپرد کر دو۔ اُس حقیقی حفیظ کی نگہبانی کے ثمرے خود ظاہر ہونگے۔ کیونکہ آسمان اور زمین کے اندر اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے وہ سب بزبان نبوت اصداۃ انبیاء علیہم السلام کے مسخر تھے۔ اور خاتمہ نبوت کے بعد بحکم علمائے ائمہ کائنات **بِئِیْ اِسْرَآئِیْلَ** وہی تسخیر اور وسیع اتباع و وراثت اور کیا امت محمدیہ کے حوالہ ہوں ہے **عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآلِهِ** تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا۔ اور ہر ایک خادم کو حکم دیا کہ آنے والے لشکر کی طرف چند قدم جاؤ۔ اور جب لشکر نظر آجاءے۔ اس وقت زمین کو حکم دو کہ آدمیوں کے پاؤں اور گھوڑوں کے سم اس طرح محکم پڑ لیں۔ کہ ایک قدم ہی آگے نہ بڑھا سکیں۔ خادم نے حسبِ الحکم تعمیل کی۔ اور زمین نے حکم قبول کیا۔ لشکر والے جس قدر نکلنے کی کوشش کام میں لائے۔ اُسی قدر اندر دھستے گئے آخر کار بھجوری کمال عجز و انکسار کے ساتھ پیش آئے۔ اور اس مضمون کا عہد کیا کہ اگر زمین ہم کو چوڑا دیوگی۔ تو واپس چلے جاؤ گے۔ خادم کے فرمان سے زمین نے اُس جماعت کو چوڑا۔ انہوں نے راجہ کے نزدیک جا کر حقیقت حال عرض کی۔ راجہ تعجب اور حیران ہوا تمام رات نگرانی میں گزار دی۔ علی الصبح چند آدمیوں کو ساتھ لیکر شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور ایک نظر دیکھتے ہی زرفیہ ہو گیا۔ فرمایا۔ درویش کی ملاقات کو پرستش بت کے فرع نہ بناؤ۔ جب راجہ پلٹ کر اپنے مکان کو چلا گیا۔ اور شروع سے ہی ملازمت کا غم کر کے سعادت حفصوری سے سرفراز ہوا۔ تو اپنے فرمایا۔ راجہ جو چیزیں اپنی بنائی ہوئی ہیں۔ اُن کو معبود قرار دینا اہل عقل کو زیبا نہیں ہے۔ اب از روئے انصاف تعصب کو دور کر کے بتاؤ۔ کہ کیا یہ سنگین پورتن کام پڑنے پر دعا قبول کرے گی طاعت رکنتی ہیں۔ **فَبِیْهٖتَ الَّذِیْ کَفَرَدَکَ** راجہ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر اپنے فرمایا اگر یہ تمہارے جوئے معبود خدا کے برحق کے حکم سے میری اطاعت کریں۔ تو کیا تم اسلام قبول کر لو گے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ: تنہا میں بلکہ مع تمام خاندان کے ایمان لے آؤں گا اپنے بڑے بستے کا۔ ائمہ اور اس کوزہ کو حوض کے پانی سے بہرہ لایا۔ بت فوراً چستی اور چالاکی کے ساتھ اٹھا اور کوزہ میں حوض کا تمام پانی بہر لایا۔ تھوڑی دیر بعد مرغ و اہی حیوان و انسان غرض کہ تمام جاندار پانی نہ ہونے سے شور و فغان کرنے لگے شیخ نے فرمایا۔ اے بت۔ تمام پانی تالاب میں ڈال آ۔ اور کوزہ کے محتاد کے موافق اس میں رہنے دینا سیرت نے بموجب حکم تعمیل کی۔ یہ حال دیکھ کر راجہ۔ سچا اور رعیت۔ تمام اسلام لا کر ابدی دوست کے سرفراز ہوئے کہتے ہیں۔ اُس روز سے پھر از سر نو نذر الدین اسلام اور مسلمانی کی بنیاد جمی ہے۔ عام ہنود اور باخصوص برہمنوں

ہوئی۔ آپ نے کشادہ پیشانی کے ساتھ خدائی درگاہ کو کرج فرمایا۔ واپسین سفر کے بعد۔ آپ کے بارہ مین چوٹے سے
 بڑے تک نہر مار کے لوگ یہ ترانہ گاتے ہیں وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ کَیِّنَ ہُنَّ کَیِّنَ ہُنَّ کہ آپ کا
 روحی تقوت رحلت کے بعد بھی مثل ظاہری زندگی کے ہے جس کی کہل میں آپ کی تلقین و بیعت کا ارادہ
 مصمم ہوتا ہے وہ آپ کی قبر پر جا کر اپنا اندرون خیال ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ ظاہر و باطن موجود ہو کر ہدایت کے مراسم
 بجالاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد کے مریدوں میں سے شیخ داؤد شاہ محمد۔ اور سلیمان تین اشخاص تھے
 اور نیز ان کے سوا دیگر اصحاب بھی تذکرہ ہذا کے سال تصنیف میں بقید حیات ہیں شیخ یعقوب صدیقی۔
 احمد آبادی۔ غوث الرحمن کے بزرگ خلفائے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک سال میں احمد آباد سے شیخ عبد
 صوفی کی فیض بخش ملازمت کا باجزم عزم کر کے آگرہ کو گیا تھا۔ واپسی کے وقت پٹن ہو کر آنا ہوا۔ حوض سسلنگ کے
 کنارہ سید خدابخش کے متبرک روضہ میں اتر اضروری آرام پانے کے بعد۔ کمال شوق اور بے انتہا عشق سے
 خواجہ یعقوب کی زیارت کے واسطے چلا۔ جنکا مرقد منور اس حوض سے دو تیر کے فاصلہ پر ہے۔ جب آپ کی
 مسجد شریف میں پہنچا۔ تمام شوق اور وجد کی آگ سرد ہو گئی۔ پکارا دٹا۔ کہ ترقی کے امیدوار کو لوٹ لینا کب
 مناسب۔ اتنے میں ایک بیت ہندی زبان میں۔ مسجد کی دیوار پر لکھی ہوئی دیکھی۔ پڑھتے ہی معرفت اور وجد
 کی لہر آنے لگی۔ اور اسی دم وہ بیت بھی دیوار پر سے اویز صفحہ خاطر سے محو ہو گئی۔ بس معلوم ہوا کہ یہ کربت
 بِحَوْلِ اللَّهِ مَا يَشَاءُ وَيَتَّبِعُ مَحْمُودًا أَمَّا الْكِتَابُ فَالْقَلَمُ لَمْ يَكُنْ تَحْتَ يَدِي حِينَ دُرِّيَتْ

نشد از منی جلال و جمال

محو و اثبات بہت در حلال

یاد قاضی علم الدین

آپ پر حقائق علوم کا چہرہ۔ اور دقیق اسرار کا پردہ کھلا ہوا نامہ مشائخ وقت کے قطب۔ اہل زمانہ کے شیخ
 اور خدا شناسانِ عہد کے پیشوا تھے۔ قاضی عین الدین ابن نجم الدین صدیقی کے بیٹے تھے۔ سلطان السادات
 محمد الدین سید راجو کے خلیفہ تھے۔ جو مخدوم جہانیاں کے بہائی ہیں۔ صورتہ اور معنی دونوں طرح سے خواجہ مودود کا
 شکر کے معصاحب تھے جو شیخ عزیز اللہ متوکل منڈوی کے پیر ہیں۔ علم قرآنہ آپ کا موروثی تھا۔ تمام علوم سے زیادہ
 اور بہتر جانتے تھے۔ آپ کے علمی باغیچہ کو افعال کے چشمہ سے بہت کچھ سیرابی تھی۔ اور نامتناہی فیضوں سے

۱۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں۔ انکو دہا نہ کنا ۱۲ سالہ خدا جس کو چاہتا ہے۔ منسوخ کر دیتا ہے۔ اور (جس کو چاہتا ہے)

۲۔ جو لوگ اللہ کے پاس اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) موجود ہے ۱۲ منہ

آپ کو اس قدر کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ کہ احباب آپ کی ملازمت کے بارغ سے معفرتوں کے بے شمار پیل صرف ایک دفعہ کے دیکھنے اور جاننے میں لیجاتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ آپ کی بزرگی کی شرح عبارت سنجی کی طاقت سے باہر ہے۔ عمر اٹھاسی سال کی پائی تھی۔ آپ نے یہ تمام زمانہ آفاذ ہوش سے اُس وقت تک کہ روح بدن سے جدا ہوئی۔ خدا طلبی کے راستہ میں صرف کیا تھا۔ اور عرفان کا گوہر خریدیا تھا۔ تاریخ بیسویں رمضان ہجری سنہ سات سو ساٹھ کو اعلیٰ دار الحکومت کی طرف کوچ فرما گئے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند شاہ مودود جانشین ہوئے۔ اور اپنے پدر بزرگوار کی خانقاہ کو از سر نو رونق دی۔ کیا تصوف کے شیوہ میں۔ کیا مشیخت کے طریقہ میں۔ کیا قرۃ کے علم میں۔ اور کیا دیگر علوم میں۔ کمال یکتائی حاصل تھا۔ ہمیشہ طالبوں کے درس و تلقین میں مشغول رہتے تھے۔ ہمہ سرون میں سے کوئی شخص آپ کی جامعیت کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ پچاسی سال کی عمر پائی تھی۔ یہ تمام عمر الہی صفات اور الہی اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی کوشش میں گزاری تھی۔ بالآخر ساتویں رجب ہجری سنہ آٹھ سو تیرہ میں عاریتی عالم کو رخصت کیا۔ اور قدسی مکان اختیار فرمایا۔ خواجگاہ نر فالہ جو اس زمانہ میں پٹن نام کے ساتھ مشہور ہے۔ صوبہ گجرات کے مصنفات میں مصرع بنامش باد رفیع راہیت دین۔

یاد شیخ برہان الدین نروالہ

آپ شیخ قاضی کے خلیفہ تھے۔ کشف و کرامات کے خزانہ۔ اور عقلی و نقلی علوم کے مالک تھے طبیعت کا سیلان موزون کلام کی طرف تمام باتوں سے زیادہ تھا۔ فارسی و غزل و عربی قصیدہ عاشقانہ اور شاعرانہ کہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک روز پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا۔ الحج المتکلمین شیخ سعدی شیرازی کو خواجہ خضر علی بنینا و علیہ السلام کے خوان مرحمت سے چاشنی ملی تھی۔ اس سبب اُن کا کلام ایسا شیرین اور نیکین ہوا۔ اور علی انڈامیر خسرو دہلوی نے مالک ولایت سلطان المشائخ نظام الاولیاء کی عنایت سے اپنی تخریص و نظم کا رنگ اعلیٰ درجہ کی بخشگی کو پہنچا کر تمام جہان کے ذی مذاق اہل سخن کو بے انتہا لذت بخشی تھی۔ اسی طرح اب یہ مرید بھی اپنے پیر سے امیدوار ہے۔ فرمایا۔ ربانی کلام کے خزانہ سے کچھ نقد ہمارے اعتقاد کے موافق تم کو بھی دیا گیا۔ اُس نقد کے آپ کے کلام میں۔ اور آپ کی گفتار میں ایک درہی رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ انہی جلد کتابیں تصنیف اور تالیف کی ہیں۔ اور ہر ایک علم میں باریک باریک اعتراضات اور عمدہ عمدہ بحثیں لکھی ہیں۔ جو بالعرفت بالذوق ہیں۔ اُن کا اصلی بیان جیسا کہ آپ کے خیال میں تھا۔

قلم کی زبان سے ادا نہیں ہو سکتا ہے چونکہ اس کتاب کے اوراق نظم سے کمتر تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا آپ کے کلام کا کوئی حصہ آپ کے ذکر کے ضمن میں نہیں لکھا گیا۔ مصرع حدیث دوست نظم و نثر ادا ہو۔

یاد شیخ شہاب الدین عاشق

آپ کا مولد اور قبر دونوں دہلی میں ہیں۔ حقیقی عشق اور مجازی محبت دونوں ساتھ ساتھ رکھتے تھے شیخ عبداللہ غزنوی کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا تھا ہمیشہ کسی نہ کسی منظر کے جمال سے وابستگی پیدا کر کے اُسکو حقیقی حالت کا پردہ بنائے رکھتے تھے اور ظاہری معنوی دونوں خویان آمیز کر کے مُشَاہَدَةُ الْکُلِّ فِي الْکُلِّ کی استغراقی کیفیت ہم پہنچاتے تھے آپ شیخ امام الدین ابدال کے مرید اور خلیفہ ہیں قدس سرہم۔ بیت

از قفس زار مقید رہلباشش جست دسوی گلشن مطلق پرید

یاد شیخ عماد الدین دہلوی

آپ خاوندہ چشتیہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔ بہت سے صوفی مشائخ کی خدمت سے استفادہ کیا تھا۔ فرقہ خلافت شیخ شہاب الدین عاشق سے تھا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ شیخ امام الدین ابدال کے مرید ہیں۔ اور شیخ تاج الدین امام۔ آپ کے میدان خاص ہیں۔ ہیں۔ قدس سرہم مصرع گنج عرفان زیرشت خاک داشت

یاد شیخ جلال الدین مجدد

آپ ترکستانی تھے۔ مگر پیدائش بنگال کی ہے۔ سلطان سید احمد کے خلیفہ ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک روز روشن ضمیر پیر کی خدمت میں عرض کیا۔ میری آرزو یہ ہے۔ کہ جس طرح حضور کی رہنمائی کی بدولت جہاد اکبر میں کسی قدر فتح مندی حاصل ہوئی ہے۔ اسی طرح حضور کی کام بخش ہمت کے طفیل میں جہاد اصغر سے بھی دل کی تمنا پوری کر دوں۔ اور جو مقام والا محرب ہو۔ اُس کے فتح کرنے میں کوشش کر کے خاری یا شہید بنوں۔ پیر بزرگوار نے اتنا اس قبول فرما کر اپنے بزرگ خلفائین سے ساتھ سو آدمی آپ کے ہمراہ کئے۔ العزۃ للہ جہان کہیں مخالفین سے لڑائی ہوئی۔ فتح حاصل کی۔ زیادہ تر تعجب کی بات ہے۔ کہ اس دور دراز باگ دوڑ میں۔ روزی کا دار و مدار صرف غنیمت کے مال پر تھا۔ اور تو نگرانہ زندگانی کرتے تھے جو گھاٹیان اور مولیشی فتح ہوتی تھیں ہمراہیوں میں سے کسی ایک کو دیکر وہاں کے اسلام کی اشاعت اور رہنمائی اُس کے سپرد کر دیتے تھے۔ القصۃ صوبہ بنگال کے پرگنات میں ایک قصبہ ہے۔ سریتہ۔ اُس قصبہ پر جب آپ پہنچے ہیں تو تین سو تیرہ آدمی ہمراہی میں باقی رہے تھے۔ ایک لاکھ پیادہ اور کئی ہزار سوار کا مالک راجہ گر گڑ گوند قصبہ مذکور کا حاکم تھا۔ وہ اس کم تعداد گروہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا۔

کیونکہ یہ گروہ اُس بے انتہا لشکر کے مقابلہ میں وہ نسبت ہی نہیں رکھتا تھا۔ چونکہ کوکمانے کے ساتھ ہوتی تھی جب لڑائی آن تلی۔ تو تقدیر کے پردہ سے کچھ کم مَن فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ قِيَّةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ کی کرامت ظاہر ہوئی۔ اور وہ پیکر پرست بہاگ کر ملک عدم کی طرف سوسے تنہا جان کے نہ بیجا سکا۔ اور تمام زمین غازیوں کے ہاتھ آئی۔ شیخ مجروح نے تمام مفتوحہ زمین کا حصہ کر کے اپنے ہر ایون کو تنخواہ میں دیدی اور ہر ایک کو کھدا ہونے کی بھی اجازت دی۔ اس تقسیم میں ایک قصبہ شیخ ذوالہدیٰ ابوالکرامات سعیدی حسنی کے حصہ میں بھی آیا۔ وہاں پر آپ عیال منہ ہو گئے۔ اور فرزند بھی ہوئے۔ شیخ علی شیر انہیں کی نسل سے ہیں۔ شیخ علی شیر نے یہ بیان مخرج عزتہ الارواح کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ یہ حال کسی قدر شیخ علی شیر کے ذکر کے ضمن میں بھی لکھا جاوے گا۔

یاد سید معین الدین ایرجی

کہتے ہیں۔ آپ نے دہلی جا کر سلطان نظام الاولیا کی ملازمت حاصل کی تھی۔ سلطان الاولیا نے اولین ملاقات میں ہی دریافت فرمایا۔ سید کو کس سلسلہ کے اندر بیعت کر آپ نے عرض کیا۔ اپنے دادا خاتم الاولیا علیہ السلام سے مرید ہوں۔ سلطان الاولیا کو آپ کے جواب کی حیرت ہوئی۔ رات کو معاملہ میں رسول خدا علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ آپ نے ایک ٹوپی سلطان الاولیا کے ہاتھ میں دی ہے۔ اور سید کے نام زد کردی ہے۔ آپ نے بھی عالم خواب میں یہی واقعہ دیکھا۔ صبح کو بیٹا ہم ملاقات ہوئی۔ تعمیل ارشاد عمل میں آئی۔ اس بنیاد پر گو سید کو سلطان الاولیا کا خلیفہ سمجھتے ہیں۔ آپ کی قبر ارج میں ہے۔ مصر عبادہ معین روح ریاضی ضوہاں

یاد سید احسن

آپ سید معین الدین ایرجی کے پوتوں میں سے ہیں۔ آپ کو کمال خیریت اور جمال تقویٰ حاصل تھا۔ کہتے ہیں۔ اثنائے سیاحی میں اہل ولایت بدیع الدین شاہ مدار کا گزر کا پبی میں ہوا۔ جو ایرج سے بنیل کو س کے فاصلہ پر ہے اس خیال سے کہ شاہ مدار کا گزر اس قصبہ میں نہو۔ اکابر ایرج نے ایسا قرار دوا دیا۔ کہ سید کا پبی میں جاوین۔ اور شاہ کے ساتھ اولین ملاقات میں ہی۔ ایسا نقش جمادین کہ ایرج آئے کا خیال شاہ کی خاطر میں آوے ہی نہیں۔ جب سید کا پبی میں آئے۔ تو اتفاق سے شاہ مدار کے دروازہ پر سید۔ اور علی خان لودھی ایک ہی وقت میں پہنچے۔ شاہ نے خان کو اندر بلالیا۔ اور سید باہر رو گئے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ یہ عمل دونوں کے اندر خیالات کا ظہور تھا۔ لَٰنَہُمْ جَوَاسِمُ الْفَلَوْبِ شاہ کو سید کے تکرر خاطر پر آگاہی ہوئی۔ فرمایا۔

لے اکثر (ایسا ہوا ہے کہ) اس کے حکم سے توڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے ۱۲ لے کیونکہ یہ لوگ دونوں کے جاسوس ہیں ۱۲۔

سید کو غصہ میں جوش آرہا ہے۔ نہایت جلد ادھر سے اُترے آؤ۔ جب سید اندر پہنچے۔ تو شاہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف کینچ کر آغوش میں دبایا۔ اور اپنا حسب و نسب بیان کر کے کہا۔ جو کوئی ایسے شخص کے ساتھ ہم آغوش ہو جاوے گا وہ آنجہانی شکنجوں سے فارغ البال ہو جاوے گا۔ دوسری بات یہ کہی۔ کہ ملاقات سے غصہ ایک دوسرے کی باہمی شناخت ہوتی ہے۔ اور نیز یہ کہ طرین کے چہرہ کا حسن و قبح ظاہر ہو جاتا ہے اور چہرہ پر برقع رکھنے سے یہ غصہ محال نہیں ہوتی۔ شاہ نے فرمایا۔ درویشوں کے دیدار کے واسطے خدا بین آنکھ چاہیے جو تابلا کے اور یہ لکڑ برقع اٹھایا۔ سید کا بیان ہے۔ نظر کے سامنے بجلی جیسے کوند لگی۔ اور شعلہ زیادہ ہونے سے آنکھیں کیفیت چہرہ معلوم نہ کر سکیں۔ اس کے بعد سید فصیحی سلام عرض کر کے ایرج کو روانہ ہو گئے قاضی شہاب الدین نے جو پر کالہ آتش کر کے مشہور ہیں۔ پیر سے پوچھا یہ شخص جو اتنی دلیری کر کے سلامت رہا۔ کون تھا۔ شاہ نے جواب دیا۔ فلان سید ہیں۔ اور میرے ہی دل میں آیا تھا۔ کہ ابن کو تیرا نشانہ بناؤں لیکن شریعت کے ہتھیاروں نے ابن کے جسم کو پانٹوں کے ناخن سے لیکر پیشانی کے بالوں تک اس طرح محفوظ کر رکھا تھا۔ کہ کسی حکم انداز کا تیر کا رگ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نیز حضور خاتم النبۃ علیہ السلام کی مقدس روح میری آنکھوں کے سامنے آگئی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ ہمارا حقیقی فرزند ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ درویش کے غصے جس کو حقیقی قہر کا شعلہ کھنچا رہے۔ کوئی نقصان پہنچ جاوے۔ اس سبب سے ابن کا تمام ناز اٹھا آگیا۔ اور میں اپنا تمام غصہ پی گیا۔ آپ کی تبریح میں ہے۔ مصرع شرع و حفظا بنی حصارش بود۔

یاد مخدوم قاضی برہان الدین

آپ کو سیادت۔ ولایت۔ فضیلت۔ اور مقبولیت میں والا نسب اور عالی صبی کا بڑا درجہ حاصل تھا۔ جب فیروز شاہ دہلوی کی وفات کے بعد طوائف الملوک ہوئی۔ تو دلاور خان کے بیٹے ہوشنگ نے جس کا نام خانی خطاب رکھے پہلے امین شاہ تھا۔ شاہان غور کی نسل میں سے ہے۔ صوبہ مالوہ میں خطبہ اود سکھ اپنے نام سے جاری کر دیا۔ اسی کے عہد میں۔ مخدوم مشرقی ملک سے آکر منڈو (مانڈو) میں آباد ہو گئے تھے۔ اور سلطان ہوشنگ آپ کا مدد ہو گیا تھا کہتے ہیں۔ گونڈوانہ کے اطراف میں ایک قلعہ ہے۔ جاچ نگر۔ اور یہ قلعہ دکن کی سرحد ہی ہے۔ ایک سال سلطان نے اس قلعہ پر لشکر کشی کی۔ مقصود یہ تھا۔ کہ قلعہ کو فتح کیا جاوے۔ اور نیز گونڈوانہ سے ہاتھی بھیج دیئے جاویں۔ وہاں ہر ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ منبر کا ایک پایہ گر گیا ہے۔ اس کی تعبیر ملی۔ کہ پیر کی یا عمریہ کی دونوں میں سے ایک کی رحلت قریب ہے۔ جب سلطان منڈو (مانڈو) میں واپس آیا۔ تو خبر ملی۔ کہ پیر عالم دنیا سے عالم علوی کو

کو چننا گیا۔ دریافت کیا۔ قبر کمان ہے۔ جواب دیا گیا۔ اُس زمین میں ہے۔ جو اپنے خریدی تھی۔ سلطان نے کہا۔ وفات کے بعد میں اپنے سے پیر بزرگوار کی دوری پسند نہیں کرتا ہوں۔ بہتر یہ ہے۔ کہ مخدوم کی نعش اُس قبر میں نکال کر سلطان مقبرہ میں دفن کی جاوے۔ تاکہ آپ کی ہمسائیگی کی بدولت عالم علوی کی کسی قدر خوشبو خوشنگ کی خوابگاہ میں ہی آتی رہے۔ خادمان مخدوم نے ہر چند عذر کیا۔ لیکن پذیرا نہیں ہوا۔ مجبوراً لوح قبر اٹھائی گئی مگر قبر کے اندر کفن کے سوا بدن کا کچھ بچہ نہیں ملا۔ سلطان یہ کراست مشاہدہ کر کے حیران ہوا۔ تربت پر پتھر پر ڈھک دیا گیا۔ اور سلطان حکم کے بموجب وہیں آپ کی قبر پر قبہ بنا دیا گیا۔ روایت ہے مخدوم نے مرید کی خواب میں آکر فرمایا۔ کہ درویش کے اسرار کا پردہ تو نے اٹھایا۔ تو تیری سلطنت کی بنیاد ہی دست تقدیر نے اکسار ہنسی کی یعنی تیرے بعد حکومت تیرے فرزند بن کو نہیں پہونچے گی۔ آخر کار ایسا ہی ہوا۔ اور سلطنت مالودہ سلطان خلیج کے قبضہ میں پہونچی۔ غوریوں کی نسل میں سے کسی کو تخت و تاج میسر نہیں ہوا۔ اس واقعہ کی کیفیت مورخین نے سلاطین مالودہ کی تاریخوں میں عمدہ تفصیل سے لکھی ہے۔ جو شخص اس معاملہ کو دیکھنا چاہے۔ اُس کو اوراق تواریخ پر نظر ڈالنی چاہیے۔

یاد مخدوم قاضی اسحق

آپ حقائق ربانی کے عالم۔ اور پرانے زمانہ کے پیروں کی یادگار تھے۔ آپ کے خرقہ نقوت میں خلافت کا بیوند اور بیعت کی بخیہ۔ چشتیہ سلسلہ سے تھی۔ شاہ مالودہ سلطان علاء الدین محمود منڈوی آپ کا مرید ہے۔ ایک روز حضور پیر میں حاضر ہوا۔ ایک اقرب کے سلسلہ میں پیر کی زبان سے یہ بات نکلی۔ کہ خدا کے دوست۔ حقیقی مسلمان سے زندگی پائے ہوئے ہیں۔ اُن کو موت کسی قسم کا نقصان نہیں پہونچتا۔ اور جب صورت جسم جس جگہ سے بیکار ہو جاتی ہے۔ اور یہ گویا ایک مکان سے دوسرے مکان کو انتقال کرنا ہے۔ تب بھی مثل زندگان کے رہتے ہیں۔ مرید یہ بیان سن کر سخت متعجب ہوا۔ اتفاق سے چند روز بعد پیر کا وصال ہو گیا۔ سلطان تجمیز و تکفین کے بعد حاضر ہوا۔ اس سبب نماز جنازہ میں شرکت کا موقع نہیں ملا۔ فرمایا۔ روی تربت کو لو۔ تاکہ ہم اپنے پیر بزرگوار کا آخرین دیدار فسوس کی آنکھ سے دیکھ لیں۔ مزار کے پاس جو لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ اس بات کو سنی نہ سنی کر گئے۔ لیکن سلطان کا شوق ہڈ سے زیادہ بڑا ہوتا تھا۔ اس واسطے اُن لوگوں کو قبول کرنا چاہیو نا قبر کو لی گئی۔ چونکہ رات تھی۔ شمع آگے کی گئی۔ اس درمیان میں شمع کا گل ٹوٹا کر جدا ہوا۔ قریب تھا کہ کفن کے اوپر باپڑے۔ اتنے میں ایک ہاتھ نکلا۔ اور گل کو اپنے سے دھریک دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر سلطان کو سابقہ پرانی

راز کی بات یاد آئی۔ حسرت سے اپنے اوپر بہت رویا۔ کہ مجھ کو کچھ نہ ملا۔ اور پیر کے جس بیان سے متعجب تھا۔ وہ حاضرین کو بنا کر عبرت دلائی۔ آپ کی قبر منڈو (مانڈو) میں ہے۔

یا و خواجہ مویہ مھنت

آپ سلطان ابوسعید ابوالخیر کی نسل سے ہیں۔ صاحب کربات۔ اور صاحب حمیدہ صفات تھے۔ درسی علم میں استاد وقت۔ افعال کے اعتبار سے زاہد زمانہ۔ ریاضت اور تزکیہ نفس میں حد درجہ کے متراض۔ رہنمائی اور مشکل کشائی میں سب کے پیشوا اور مجلس کی گرمی اور سخن کی شیرینی ہر آئی رولق وہی میں نا در عصر تھے۔

یا و مولانا محمد امین

آپ کا دل حقیقت میں بیدار۔ اور طریقت میں ہوشیار تھا۔ شیخ زین الدین خوانی کے مرید ہیں جنہوں نے مشکوٰۃ حدیث مولانا جلال الدین قاضی کے درس میں پڑھی تھی۔ اور مولانا جلال الدین نے کتاب مذکور عالم خواب میں شاہ مردان خیر نروان امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے صحیح کی تھی۔ اور اس کتاب میں ایک جگہ اصلاح کے لیے چسلا ہی تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ مولانا جلال الدین روزمرہ اُسی درق اور اُسی سطون خاص چیلنے کا نشان دیکھ لیا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں شیخ زین الدین نے وہ نسخہ مولانا محمد امین کو عنایت فرمایا تھا چند روز آپ کے پاس رہا۔ بعد چوری جاتا رہا۔ اس عظیم نقصان سے آپ نہایت غمگین رہا کرتے تھے۔ القصہ امیر مردان نے ملک روم میں ایک شخص کو خواب میں فرمایا۔ کہ محمد امین کے پاس سے کتاب مشکوٰۃ گم ہو گئی ہے۔ تم اپنی مشکوٰۃ بھیج کر ان کی افسردہ خاطر سرور کرو اس شخص نے بلا کسی توقف کے صورت خواب لکھ کر تحریر مذکور کتاب کے ہمراہ بھیج دی۔ جب وہ آپ کی نظر سے گزری۔ تب خوش ہوئے۔

یا و شیخ محمد

آپ شیخ ابراہیم ملتانی کے بیٹے ہیں جو شیخ مبارک الدین ملتانی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ مبارک الدین کا سلسلہ خلافت اسوۃ العرفا سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے جا ملتا ہے شیخ ابراہیم اپنے وقت میں بسا بزرگ تھے۔ آپ کی خدا پرستی اور کرامتیں بہت کچھ لوگوں کے زبان زد ہیں۔ فیاض الدین خلجی کا عہد تھا۔ کہ ابراہیم منڈو (مانڈو) میں آئے تھے۔ یہاں پر بہت برسوں تک خدا طلبی حق پرستی۔ فیض سانی۔ اور رہنمائی میں آپ نے عمر گزاری پھر یہاں سے گردش زمانہ نے آپ کو شہاب الدین کے عہد میں جنبش دیکر شہر بیدرین جا پہنچایا اور وہاں پر آپ بے شمار لوگوں کو گمراہی سے نکال کر طریقت کے سیدھے راستہ پر لائے۔ جب شیخ ابراہیم نے عالم دنیا سے کوچ فرمایا۔ ادب کا

آپ کے۔ آپ کی قبر سے دولت آباد دکن کے معتقدین کو فیض پہنچنے لگا۔ تو منڈور (مانڈور) میں شیخ محمد آپ کے جانشین ہوئے۔ ایزدی مشیت منڈور (مانڈور) سے شیخ محمد کو بھی شہر سید میں کنجی لے گئی۔ ان اطراف میں شیخ محمد کی بزرگی اور خدا شناسی کا شہرہ مشرق۔ خراسان۔ اور نواحی قندھار تک پہنچا۔ وہاں کے باشندوں کے دل میں سرگرمی شوق پیدا ہوا۔ ہر مسک حق پرست اور خدا طلب لوگ شیخ محمد کے آستانہ پر حجوم کر کے آئے۔ اور فیض صحبت تحقیق کے بلند مرتبہ کو پہنچنے۔

کتنے بہن جن یا مین آپ مان کے پیٹ مین تھے۔ ایک لڑکا عورت آپ کی مان سے لڑی۔ اور ان کے پیٹ پر تھپڑ مارا فوراً اُس عورت کے ہاتھ میں ایسا درد پیدا ہوا۔ کہ برداشت اور صبر کا نشان کو سون تک نہ تھا۔ اور مرنے کی نوبت پہنچی۔ آپ کے پدر بزرگوار کو اُس بد ذات کا حال معلوم ہوا۔ فرمایا۔ کہ اس پیٹ میں قطب مانہ کا محل ہے۔ اس درد کا علاج سوا اسکے نہیں ہے۔ کہ درد مند عورت۔ حاملہ کے پیٹ پر سے پانی اتار کر پیوے اور ہاتھ پر بھی لگا دے۔ یغمیس حکم کی گئی۔ فوراً تکلیف سے نجات ملی۔

لوگ ایسا ہی بیان کرتے ہیں حاکم صوبہ ظالم اور ناخدا ترس تھا۔ اُس کے ملک کی رعایا کا۔ اُس کے ظلم سے ہمیشہ حال تھا دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے رکھتی تھی۔ آنکھوں سے آنسو کی ندیاں جاری رہتی تھیں۔ اور صبح و شام ایسی آہیں کرتی تھی کہ آسمان تک پہنچتی تھیں۔ رعایا مجبور ہو کر ظالم کی شکایت آپ کے پدر بزرگوار کے پاس لے گئی۔ فرمایا۔ اس نوزاد بچہ کے سامنے عرض کرو اُنہوں نے کہا کَیْفَ تَکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ اپنے گمورہ سے نصیح البیانی کے ساتھ جواب دیا عنقریب ظالم کو وہ دن پیش آویگا۔ جو آج ستم رسیدہ رعایا کو پیش آ رہا ہے۔ اور تین روز بعد ایک عورت نہایت دولت کے ساتھ اُس کو بجانب۔ عدم روانہ کر دیگی۔ چنانچہ جیسا کہ اتنا۔ ویسا ہی ہوا عیسوی کرامت آپ ظاہر ہوئی۔ اور بایں نے۔ یوسفی ولایت کے نور سے روشنی حاصل کی مصرع روضہ غلدرین شہناؤ

یاد شیخ سالار

آپ عالی مقامات میں سب کے پیشوا۔ اور عجیب و غریب کرامتوں کا مجمع تھے۔ آپ کے بزرگوار بایک نام نہاد جو شیخ مبارک الدین کے خلیفہ تھے۔ آپ کی زاد بوم اور قبر سرکار کا پی کے ایک قصبہ میں ہے۔ شیخ مبارک جن کا مولد اور قدس ندیلہ ہے۔ اور سید عبدالغنی جن کی حیات اور مہمات بہ مقام فتح پور منسوخ ہے۔ شیخ سالار کے مرید اور خلیفہ ہیں شیخ سالار دونوں جہان کے علم۔ اور علم کی رفون سے آگاہ تھے۔ سید صفی شیخ بدر الدین سرسندی۔ اور

شیخ ادہن بلگرامی شیخ مبارک سندیلہ دار کے خلفائین سے ہیں بہت اچھی شان اور حالت تھی۔ اہل زمانہ۔
 دینی اور خدا شناسی کے کاموں میں ہمیشہ ان بزرگواروں کے آستانہ پر توجہ اور نیاز کے ساتھ حاضر آیا کرتے تھے
 اور نیز ان بزرگواروں کی پراسرار گفت و گو سے دو جہانی مشکلات حل کیا کرتے تھے۔

یاد مولانا علم الدین شرف جہان

آپ کو بڑی علو میں کمال تبحر تھا۔ یقیناً پر دل بنا دھوکہ۔ حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اور
 چند سال اُسی سرزمین میں قیام فرما کر مشائخ حدیث کے بڑی بڑی سندین حاصل کیں۔ بزمانہ سلطان عیاض الدین
 ابن محمود خلجی مشدود (مانڈو) میں آکر درس کی بنیاد ڈالی۔ بیان کے بزرگوں کو آپ کی ملازمت سے تمام فنون کی
 مشکلیں آسان ہو گئیں۔ سید بلاء الدین وکنی کی خدمت سے اپنے طریقت کی تلقین پائی تھی معرفت اور
 حقایق میں مرشد کامل کے درجہ کو پہنچ گئے تھے۔ کیمیا اور طلسمی علم (سمیا) اور دعوات کے قواعد عمدہ عمدہ
 اور صحیح صحیح اختیار کر کے تھے۔ تصوف دانی میں تحقیق کے درجہ کو پہنچ کر فصوص الحکم پر محققانہ تعلیقیں لگائی
 تھیں۔ اور چیل شرح کا خلاصہ فصوص کے کنارہ پر چڑھایا تھا۔ آپ سید ابراہیم ارجی قادری کے استاد ہیں۔

یاد شیخ بستان

آپ شیخ لال کے مرید ہیں۔ آپ کی طرز زندگی بالکل قلندرانہ تھی۔ برہان پور خانہ میں کے بازار میں حجرہ بنا رکھا
 تھا۔ ممکنات کی منڈی کی اور تعینات کے راستہ کی سیر کیا کرتے تھے۔ زندگی کے اندر جس کو گڈری اور حجرہ کہتے تھے
 رحلت کے بعد ہی کفن اور گور بنائی گئی۔ بیت

دی روز اسد جامہ زہجران تو زد چاک	امروز از غم مرد و ہمسایان جامہ کفن شد
----------------------------------	---------------------------------------

بیت مرزا اسدیگ کی ہے۔ جو شیخ ابوالفضل مبارک کے ملازم مصاحب تھے۔ جس قدر درستی۔ موزونی۔
 اور نازکی آپ کی بلند طبیعت میں ہے۔ دوسرے لوگوں کی طبیعت میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ مصرع۔

یادش بخیر باد۔ کہ باہمت آشناست

یاد شیخ شہر اللہ

آپ شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ کے پانچویں فرزند ہیں۔ اور پد بزرگوار کے ہی مرید اور جانشین ہیں۔
 آپ کے پوتے شیخ نعمت اللہ بیان کرتے ہیں۔ سکتہ رخاں نامی ایک مرید تھا۔ وہ شیخ کو کمال آرزو اور عجز و عکس
 کے ساتھ اپنی جاگیر میں لے گیا تھا۔ ملازمت کے وقت ایک گاؤں میں اُترنا ہوا۔ جس کے باشندے قبل ازین

ایک دیگر شخص شہر اللہ نام کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔ جب گانون والوں نے شہر اللہ کے آنے کی خبر سنی تو موقع کی تلاش میں رہے۔ جب آپ کو تنہا نازمین پایا۔ ننگی تلواریں لیکر آگے۔ اور آپ کو شہید کیا۔ قہر کوتاہ آپ کا جنازہ لوگ وہاں سے لے آئے۔ اور منڈو (مانڈو) میں پیر بزرگوار کے مقبرہ کے اندر دفن کر دیا۔ اُس زمانہ میں لوگ قرآن پڑھتے کی آواز اندر سے اور باہر سے سنا کرتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے قرۃ العین شیخ احمد عطار اللہ کے سر پر دستار پہنائی باندھی گئی۔ جب شیخ عطاء اللہ کی باری ہی پوری ہوئی۔ تو اُن کے نور چشم شیخ نور اللہ نے خاتقاہ کو رونق دی۔ جب آپ بھی آنجہانی ہوئے۔ تو آپ کے تحت جگر شیخ نعمت اللہ اپنے آباؤ اجداد کے وطن میں صبر و سکون اختیار کر کے ہدایت کے واسطے کھڑے ہو گئے شیخ نعمت اللہ کو عمر کا حصہ فرزندوں۔ بیویوں۔ اور دیگر عزیزوں سے بہت زیادہ ملا ہے۔ یہاں تک کہ تنہا رہ گئے ہیں اور ان نورانی شکل پیر کی غمگساری کی نوبت راقم تک بھی پہنچی ہے۔ اُمید ہے۔ کہ آپ اس عمدہ شغل کے ذریعے راقم کو توفیق سعادت بخشین گے۔ مصرع توفیق کار ہائے نکو از سعادت است۔

یاد شیخ جلال بن شیخ عبد اللہ

آپ عالم اور شیخ یوسف الفزاری کے چوٹے بھائی ہیں۔ درس دیتے وقت اپنی زبردست باتوں سے تھوڑی سمجھ والے طلباء کی استعداد بڑھایا کرتے تھے۔ ہمیشہ شریعت کی رعایت کر کے سلوک طریقت میں اُس کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے تھے پینتیس سال کی عمر میں عالم دنیا سے عالم قدس کو رحلت فرما گئے۔

یاد شیخ عبد الملک قاری

آپ کلام ربانی کو سات تسمیۃ اور پودہ روایت سے پڑھتے تھے۔ اور ہمیشہ سب کو خواہ درویش یا نوکر حبیب اللہ قرآن اور قرآۃ سکھایا کرتے تھے۔ اسی پسندیدہ طریقہ کے ساتھ ایام عمر پوری کر دیے۔ اور دارالخلافت آگرہ میں خوابگاہ اختیار کی آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ محمد قرآن کے شوقین لوگوں کے ساتھ۔ باپ کا طریقہ اختیار کر کے جانشین ہوئے۔ ان کو بھی معرفت پوری حاصل تھی۔ قبر آگرہ میں ہی ہے۔

خاتمہ حمین دوم

وہ شخص بہت ہی اچھا سعادت مستحک۔ جس نے ہستی مہموم کا شہر۔ ہوا و ہوس کے تصرف سے نکال لیا جس نے حیالات باطلہ کے مکانات اور طول اہل کے محلات کسینج و بنیاد سے اکھاڑ کر عالمیہ ساقلمہ کر دیے جس نے تمتعات حیوانی کی تمناؤں کو۔ اور لذات جسمانی کی شہوتوں کو چند کورہ بالا مکانات

اور محلات میں بود و باش اختیار کر کے اپنے تئیں ان مقامات کا مالک سمجھ رہی تھیں ذلت اور خواری کے ساتھ
 باہر نکال پھینکا۔ اور جن اصحاب نے جہاد اکبر کا میدان فتح کیا ہے۔ اور نیز جنہوں نے سب سے بڑے دشمن کی
 رطائی کا سر کر جیتا ہے۔ ان اصحاب کی راہ و روش اور گفت و گو جس نے یاد کر کے امداد حاصل کی۔ نیز اس نے
 اس جنگ کی طرح۔ طرز سبند اور قابو کے موقع معلوم کئے۔ صدر الذکر فتح یاب بزرگوں کے نیک اعمال اور
 کامل اعتقادات کے ہتیار زیب بدن کئے۔ اور لا الہ کی تلواریں اللہ شناسی کے ہاتھ سے اٹھا کر نفس کی
 سپاہ۔ و سوا اس کے لشکر۔ اور شیطانی حضرات کی فوج کو۔ جو انسانی ملک کو اپنی جاگیر سمجھتے تھے۔ ملک مذکور
 ہنگا دیا۔ کہ جس کی وجہ سے دل کا تخت۔ جس پر نفس مارہ نے قابو پار کما تھا۔ پر روح قدسی کے قبضہ میں آگیا۔
 جو نائب مطلق ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا کہ عالم تجرید و تفرید کے آزاد اشخاص۔ اور تحقیق و توحید کے
 راستہ پر چلنے والے اصحاب کے ذکر خیر کی بدولت۔ انواع و اقسام کی معرفتیں۔ راقم کو نصیب ہوئیں۔ اور
 اُن کو راقم بحکم اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ تحریر میں بھی لایا۔ کسی قدر ان معرفتوں کو جو میں نے اشیا کے
 پردہ میں اتنی اسماء کے آثار کا۔ اور آثار کی قوت اور نخل کا تماشا کر کے ازراہ تحقیق بہم پہنچائی ہیں۔ بیان کرتا ہوں
 ازلی حکمت اور سابقہ رحمت اس طرح پر مشروط ہے۔ کہ تمام الٰہی اسماء۔ اور الٰہی صفات کے۔ احکام و
 آثار کو نہایت مناسبت اور مطابقت دیکھ کر جدا گانہ منافع کے ساتھ خصوصیت دیتی ہے۔ اور ان خاص
 منافع کو انسان کے عنصری جسم پر فائز کرتی ہے۔ اس بنیاد پر ازلی حکمت نے بہت سے الٰہی اسماء کے آثار۔
 انواع و اقسام کی موجودات میں۔ اندرونی طور پر امانت رکھے ہیں۔ تاکہ وہ موجودات ہر ایک درجہ بدو
 اپنے اپنے تعینی مسرت پر پہنچ کر خاص انسانی تصرف کے قابل بنیں۔ اور تاکہ وہ موجودات طرح طرح سے اور
 نیز اپنی مختلف تصرفات کے انسان کے عنصری جسم کو اس اسم و صفت کا مظہر قرار دیں۔ کہ جو اسم و صفت
 انسانی استعداد کے پردہ میں چھپی ہوئی ہیں مثلاً وصف بنیائی کو اسم البصیر نے سر۔ سنگ۔ سر
 اور کحل الجواہر میں اس طرح قائم کیا ہے۔ کہ اس کا اثر آدمیوں کی آنکھوں میں لگانے کے بغیر محسوس
 نہیں ہوتا ہے۔ پس مخزن کلام یہ ہے۔ کہ تمام ممکنات اور تمام کائنات۔ خدائی اسماء کے آثار و احکام کی مدد سے

۱۵۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے۔ اول ہی اور آخر ہی ۱۲ علیہ اپنے پروردگار کے احسانات کا
 تذکرہ کرتے رہنا ۱۲۔

کے واسطے شاہراہ بنی ہے۔ تب کہیں ان شمار نے اسکا نی رنگ کو احکام دیا۔ اور اس غرض سے کہ تعین جامع یعنی حضرت انسان کی فات کے لیے فیض پہنچانے کی مناسبت پیدا ہو۔ اسقدر اوہم پہنچائی ہے اس واسطے ہر ایک شے اس بات کی آرزو مند ہے کہ وہ نبی آدم کے تصرف میں آکر جو آثار اس کے اندر مخفی ہیں وہ جسم انسانی کے اندر مظاہر کرے۔ اور اپنے تئیں **إِلَّا نَسْأَلُكَ مُطِيعَتِي وَكُلُّ الْأَشْيَاءِ مَطِيعَةٌ** کی معراج پر پہنچا کر بعد نجات حقیقی سے فیض یاب ہو۔ کیونکہ موالیثتہ کا کمال فنا فی الانسان میں ہے جس طرح انسان کا کمال فنا فی اللہ کے مرتبہ میں ہے۔

القسمہ دافع ہو۔ کہ صغی الاصفیا کی جامعیت اور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم السلام اجمعین کے ختمیہ کے مقام پر آخر کار۔ طبقات۔ نام میں سے نزول صعودی اس باصفا گروہ کو نصیب ہوتا ہے۔ جو سنت نبوی پر چلنی کا قدم۔ ریا اور نمود کی گرد آلاش سے خشوع و خضوع کے آنسو۔ اور ریاضت کے خون جگر سے اچھی طرح دھو کر ایجابی صراط مستقیم پر سلوک اختیار کرتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ راہ طریقت میں چلنے والا بائون۔ ذی ہدایت مرشدوں کی پیردی میں غبار آلودہ اور فرسودہ کر کے سائیرین الی اللہ کی منزل میں طے کرتا ہے۔ نیز وہ گروہ اس کے بعد اپنے مظاہری و معنوی کمالات کے تمام سرمایہ کو فنا فی اللہ کی کشتی میں بہر دیتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ مسکن و وجوب کے دونوں دریاؤں کی موجوں سے سلامت رہ کر بقا باللہ کے کنارہ پر سرمایہ مذکور پہنچا دیتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ اسما و صفات کی تجلیات کے مقام پر پہنچ کر۔ رسوم اور تعینات کا لباس جس قدر بھی اس تہناروی میں جسم پر باقی رہ جاتا ہے۔ اس سے بھی حقیقت وجود کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ توحید کا احرام باندھ کر سیر فی اللہ کے کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ اور نیز وہ گروہ یک جہتی اور بیخودی کے ارکان حقیقی نجات اور دائمی آزادی کا حج ادا کرنے کے واسطے بجا لاتا ہے۔

اس صدر الکر گروہ کے علاوہ۔ عام اشخاص دو فریق ہیں۔

ایک فریق۔ وہ ہے۔ کہ جس کا صراط ایجابی کا سلوک۔ صراط ایجابی کے ساتھ مستعد ہو۔ اور یہ فریق دو قسم پر منقسم ہے۔

ایک قسم۔ وہ ہے۔ کہ آتش دوزخ کا عذاب وہ نہیں دیکھے گا۔ اور چونکہ آہی بخشش اس کی طرف سبقت کرے گی۔ اس واسطے وہ گلزار فردوس میں خسر امان خرامان پہرے گا جس کا وصف یہ

۵۔ انسان میرا مرکب ہے۔ اہل کائنات انسان کا مرکب ہے۔

ہے فِيْهَا مَا شَتَّيْتُمْ اِلْاَنفُسُ وَتَلَذُّ اِلْاَعْيُنُ ط

دوسری قسم - وہ ہے - کہ مغفرت نہ ہونے کے سبب وہ چند روز عذاب نار میں گرفتار رہے گا اس قصور کے پاداش میں کہ صورت افعال سے گزر کر معنی افعال کی منزل میں اُس کا گزر نہیں ہوا۔
 دوسرا فرق - وہ ہے - جو رہنمائے فطرت و مائیں ذابۃ الہو الخدۃ بتا صیتہا کے پیچھے پیچھے - ایجادِ مراد مستقیم پر پیار پائین کی طرح چلتا ہے - اور ایک قدم ہی شاہراہ توحید پر (جو ایجادِ مراد مستقیم کا پہلا قدم ہے) نہیں ڈالتا - یہ گروہ اہل بعد اور ارباب فرق ہیں - اور ان کا مادی و دنیوی کے طبقوں میں ہوگا - اعوذ بک منک -

۱۱ جس چیز کو ان کا جی چاہے - اور جو ان کی نظر میں بلی معلوم ہو - بہشت میں موجود ہوگی ۱۲ -

۱۳ جتنے جاندار ہیں - سب ہی کی توچوٹی اُس کے ہاتھ میں ہے ۱۴



شروع عمومی جہن

اس جہن میں نوین دور (نوین صدی) کے حسب تفصیل ذیل اصحاب کی سرگزشت - اور ماندو بود کے حالات مذکور ہیں -

اولاً - اہل حقیقت اور ذی معرفت درویشوں کے حالات -

ثانیاً - عقلی و نقلی علوم کے علما کے حالات -

ثالثاً - سلوک اور ریاضت کا راستہ چلنے والے اصحاب کے حالات -

رابعاً - جو لوگ خودی سے اندیز خود سے آزاد ہیں - ان کے حالات -

۱۔ حوصلہ ایہ ہر آ - امکان لگا - دیکھ - ہر ایک حکایت بجائے خود - گلزار معرفت کی ایک ہزار داستان بلبل ہے -

جو عام لوگوں کو خواہ وہ برے ہوں - یا صحیح کان والے ہوں - اس جہن آفرین لاشریک الہ کی تسبیح اور

مناجوسی کا ترانہ سنا ہے - جس نے محمد ادم الہ استمأء کٹھا کا سرود - حضرت صفی اللہ کا تعلیم فرمایا

تھا - تاکہ حضرت صفی اللہ کے ترانہ سے سرنویش کرنے والوں کے چہرہ پر خجالت کا پردہ پڑے - تاکہ حضرت صفی اللہ

اپنی ہمدانی کا ترانہ - عیب جو ہر فروش جماعت کو سنا دین جس کو شکر جماعت مذکور خود ستائی کی بلند پروازی سے

تادانی کی پستی میں غرق ہی آگے - اور حضرت صفی اللہ علی استعداد کی بدولت آفریدگار بے مثل - اور سلطان

لا مکان کے خلیفہ اور جانشین بنیں - یہ بالکل سچ ہے بیت -

آن بادشاہ اعظم دستہ بود محکم	ناگاہ دلق آدم پوشید و برد آمد
------------------------------	-------------------------------

یا دیا با اسحق علیہ السلام

اپنی خجانی محکمہ مغربی کے مدینہ جن کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور چالیس جمع کئے تھے - کتہین

اپنے پیر نے آپ کے حالات سے صدق و سعادت کے آثار دیکھ کر بیعت کے روز ہی خرقہ خلافت بخش دیا تھا - اور تمام

خلفا اور مدین کو فرمایا تھا - کہ اسحق ہمارا بڑا خلیفہ ہے اس کی تعظیم روز افزون زیادہ کرتے رہنا - اسی طریق

۵۔ آدم کو سب (چیزوں کے) نام بتا دیے - ۱۲

پیر کی خدمت میں ہر چہ سال تک اپنے فائدہ حاصل کیا۔ بعدہ اجازت لیکر دہلی میں آئے۔ سلطان محمد تغلق شاہ نے آپ کی تعظیم اور خدمت میں بے انتہا کوشش کی۔ مگر آپ لوگوں کے ہجوم سے تنگ دل ہو کر اجمیر کے کوہستان میں چلے آئے۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ آپ عالم مثال میں خواجہ معین اللہ لاویا اجمیری کی خدمت میں پہنچے وہاں سے اجازت ہونے کے بعد موضع کٹھن میں آکر مکان بنوایا۔ آپ کے خلیفہ شیخ احمد کٹھن والہ کا بیان ہے کہ ایک سال میں اپنے مکان سے چل کر بابا کی ملازمت میں دہلی پہنچا۔ بابا نے اپنے سابقہ مکانات مجھ کو دکھائے۔ اور فرمایا۔ کہ بارہ سال کی عمر تھی۔ اُس وقت میں والدین کی خدمت سے پیڑ لپیٹ کی جست و جو میں حیران و پریشان نکل کھڑا ہوا تھا۔ مختلف طبقوں کے چوالیس بیرون کی مینے ملازمت کی۔ جس کی ہی کو جہان کہیں نہ۔ سر کے بل گیا۔ اور ان کے کویدار سے آنکھوں کو منور کیا۔ اور ہر ایک پیر کی فرمان برداری اور پیروی کر کے۔ دل کی اور عادات کی دونوں کی اصلاح عمل میں لایا۔ اور خلافت نامے لیے۔ اسی بہاگ دور کے درمیان میں ایک شہر میں گزر ہوا۔ جہاں کا حاکم پیکر پرست تھا۔ وہ میرا معتقد ہو گیا۔ مگر وہاں کے قلندر مجھ پر رشک کرنے لگے۔ ایک بڑی اونچی آگ جلائی۔ اور کوئلوں کا ڈھیر فراہم کیا۔ مجھ کو دعوت دی۔ کہ جتنے حلوائے بے دود کا پکا یا ہے۔ مجھ کو ان لوگوں کے قانون و قاعدہ کی خبر نہیں تھی۔ لہذا مینے قبول کر لیا۔ اتنے میں مجھ کو آگ کے نزدیک لے گئے۔ مینے ایک بار کی اللہ وحدہ لا شریک لہ کا نام لیکر ان کی مشعل کی ہوئی آگ کو پائون سے روند ڈالا۔ ابراہیمی ہم نے اظہار ولایت کر کے آگ میں اغوانی پول کی خاصیت پیدا کی مصلح آتش خرو دیان گلزار اوست

یا مولانا سید احمد ابن محمد سہروردی

آپ ظاہری علوم۔ کامل طور پر جانتے تھے۔ سلطان بہلول لودھی کے عہد میں اپنے وطن سے دہلی میں آکر مکان بنالیا تھا۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے درید۔ اور مولانا خواجگی نحوی کے بہائی ہیں۔ کہتے ہیں۔ جب بہائی کی خواب مولانا کے گوش گزار ہوئی جس کی تعبیر دہلی کی بربادی تھی۔ تو اپنے فرمایا۔ یہ خواب و خیال عبرت و احتیاط کے قابل نہیں ہیں۔ اور اس بنیاد پر وہاں سے نقل و حرکت کا خیال دل میں نہیں آنے دیا۔ آپ کے بہائی انہیں ایام میں دہلی سے سامان اقامت اٹھا کر کاپی میں چلے گئے۔ چند روز بعد صاحب قرآن امیر تیمور نے دہلی فتح کر لی۔ اور دوسرے باشندگان شہر کی طرح۔ مولانا بھی گرفتار ہوئے۔ مگر ایسے شخص کی حراست میں آئے۔ جو طالب علمی کا شوق رکھتا تھا۔ ایک روز وہ شخص اپنے ہم مذاق لوگوں کے ساتھ مطول معانی پر مباحثہ کر رہا تھا۔ مولانا

۱۵ کٹھن۔ اجمیر سے تقریباً تیس کوس کے فاصلہ پر شمال اور مغرب کے درمیان میں ایک قصبہ ہے۔ ناگہر ضلع میں ۱۲

اُس کے نا درست پڑھنے پر مطلع ہو کر قیدیوں کے درمیان سے مروی کیا۔ اور کہا۔ اس عبارت کے واسطے یہ
 معنی موزون نہیں ہیں۔ اُس شخص نے نتیجہ ہو کر مولانا سے عذر و معذرت کی۔ اور کیفیت حال صاحبِ قرآن
 کے حضور میں جا کر بیان کی۔ اس پر نہایت تعظیم کے ساتھ۔ مولانا کو بارگاہِ سلطانی میں لے گئے اور
 صدر مقام پر بٹایا۔ صاحبِ قرآن نے بھی معذرت کے طور پر کہا۔ دہلی پر یورش۔ ہوائے نفسانی سے نہیں
 کی گئی ہے۔ بلکہ علمائے بخارا کے فتویٰ سے ہے۔ فتویٰ لاؤ۔ تاکہ ہم دکھائیں۔ مولانا نے فرمایا۔ اب فتوے کا دکھانا
 اور دیکھنا کوئی مفید بات نہیں ہے۔ کاش۔ اس یورش سے پہلے میں دیکھتا۔ تاکہ علمی معاملہ پر مباحثہ کیا جاتا۔
 اور جائز ناجائز کی تمیز ہوتی اس اثنا میں مولانا برٹن الدین ملتانی مرغینانی صاحبِ ہدایہ فقہ کے پوتے آگئے اور
 مولانا احمد کے بالائے دست بیٹھے۔ دریافت فرمایا۔ یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ فلان کہتے ہیں۔ آپ نے ہنسی کی راہ
 سے کہا۔ جس شخص کے دادا نے فقہ میں چودہ جگہ خطا کی ہے۔ ممکن ہے کہ اُس کا پوتا ادب کے بارہ میں ایک جگہ
 برسرِ غلط ہو۔ یہ سکرہ برہم ہوئے۔ اور مولانا کے دامن سے اُلجھ گئے۔ کہ اس جمال کی تفصیل کرنی چاہیے۔ مولانا نے
 فرمایا۔ کہ وہ خاص خاص مقام اس وقت میرے ذہن میں نہیں آتے ہیں۔ میرا لڑکا چٹا جانتا ہے۔ حسبِ حکم صاحبِ
 قرآن۔ نقیبوں نے شیخ جہا کو لشکر میں سے تلاش کر کے نکالا۔ دوسرے روز لشکر اور شہر کے علما کی مجلس منعقد ہوئی
 اور علمی گفت و گو پیش کی گئی القصدہ شیعہ جہانے باپ کے فرمانے کے بموجب۔ ہدایہ کی وہ چودہ جگہ جن پر اعتراض
 وارد ہے۔ شمار کرادین۔ اور مناظرہ کے ساتھ ثابت کر دین۔ اسپر چاروں طرف سے آفرین آفرین کی آواز آنے لگی
 صاحبِ قرآن نے فرمایا۔ اس شہر میں درس پانے والوں کے واسطے خانہ و خانقاہ اور مولانا کے واسطے محل تعمیر کیا
 جائے۔ مولانا نے کہا۔ مولانا خواجگی۔ اور نیز دیگر اہل ولایت جو میرے ہم نشین تھے۔ یہاں سے کاپی کو چلے گئے
 ہیں۔ اور وہیں بود و باش اختیار کر لی ہے۔ لہذا اب یہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں بھی انہیں کے ساتھ رہوں اور
 انہیں کے پاس مروں۔ کیونکہ اب عمر کا آفتاب زرد ہو گیا ہے۔ بالآخر آپ قلعہ کاپی میں آئے۔ اور لقبیۃ العمر درس آد
 رہے۔ عزلی زبان کا ایک قصیدہ آپ کا نعت میں ہے جس کو قصیدہ بردہ کے ہم پلہ کہہ سکتے ہیں۔ مولانا
 عبدالحق دہلوی نے اپنے تذکرہ میں اُس کی بہت سی ابیات لکھی ہیں مصرع باد اکشا و عرفہ علم ازل برو۔

یاد خواجہ ضیاء الدین برنی

آپ نامور اہل سخن۔ اور مصنفین میں سے تھے۔ بہت سی تصنیفات اور تالیفات آپ کی یادگار ہیں جیسی
 تثنائے محمد علیہ السلام۔ عنایت نامہ الہی۔ مائثر السادات۔ تاریخ فیروز شاہی۔ وغیرہ وغیرہ آپ اپنی سخن آرائی سے مجلس

لاہن۔ عجیب عجیب سفاین سے محفل کی نشاۃ۔ اہل شیریں بیانات ہم نشینوں کی خوشی بڑھاتے تھے سلطان نظام الدین کے مرید۔ خسرو اور خواجہ حسن بھری کے باخلاص دوست۔ اور سلطان محمد تغلق کے ندیم خاص تھے۔ سلطان آپ کو بعض کچھ تکلف کے ساتھ اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔ جب سلطنت کی نوبت فیروز شاہ کو پہنچی۔ آپ نے بھی پرے گوشہ نشینی کی درخواست کی۔ پیر نے قبول فرمایا۔ اکثر کتابیں۔ اس فرصت میں تصنیف فرمائی ہیں کہتے ہیں اخیر زندگی میں دنیوی سامان جو کچھ پاس تھا۔ پیر بزرگوار کی مذکر کے دولیوں کو دیدیا تھا۔ جب آپ کا زمانہ زندگی پورا ہوا۔ تو آپ کے حجرہ میں پادراہ بودیے کے سوا۔ کچھ نہلا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ سلطان نظام الدین کے زمانہ میں تین شخص ضیا نام کے تھے۔ برنی بخششی۔ اور سامی۔ اولین مرید کامیاب۔ آخرین منکر ناکام۔ اور متوسط دولوں سے علیحدہ۔ اس حالت میں تینوں زندگی گزارتے تھے۔ قطع

نام این ہر تن ضیا بودہ
ثانی از ہم سردوبے نوا بود

برنی بخششی و سامی
اولین معتد پسین منکر

اور بعض کہتے ہیں۔ کہ صرف موضع برن سے ہی۔ تین کس ضیا نام کے آئے تھے۔ تینوں اہل علم۔ اہل سخن شائع دوست۔ مرید اور امتعات ہر دو عالم سے مستفید تھے۔ رحمہم اللہ۔

یاد شیخ رکن الدین مودود کان شکر نروالہ

آپ۔ نسب اعتبار سے خواجہ عالم الدین محمد کے بیٹے ہیں۔ خواجہ علم الدین محمد۔ خواجہ علاء الدین یوسف کے بیٹے تھے خواجہ علاء الدین یوسف۔ خواجہ بدر الدین سلیمان کے بیٹے تھے۔ خواجہ بدر الدین سلیمان۔ اسوۃ اولیائے کرام مخدوم شیخ فرید الدین مسعود گنجشکر کے بیٹے ہیں۔ قدس اراحم اور بیعت و خلافت کے اعتبار سے آپ شیخ محمد زاہد کے خلیفہ ہیں۔ شیخ محمد زاہد یوسف کے بیٹے۔ یوسف۔ احمد کے احمد محمد کے۔ محمد۔ خواجہ علی کے۔ خواجہ علی۔ ابی احمد کے۔ اور ابی احمد۔ قطب شائع عظام۔ خواجہ مودود چشتی کے بیٹے ہیں۔ نور مرق رہم۔ اندیز آپ شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ منادی کے پیرو مشد ہیں۔ نرہ سرکہ تجرید و تفرید کی ریاضت۔ اس حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ کہ اکثر راتوں کو ایک وضو کا ہی پانی باقی نہیں رکھتے تھے۔ فرماتے تھے۔ تجرید کے وقت غیبی ہم کو پانی پہنچ جاوے گا۔ آپ کی قبر میں گجرات میں ہے۔ جس کا نام پرانی کتابوں میں نرہالہ ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک روز سلطان عشاق۔ یگانہ آفاق۔ سید محمد گیسو دراز۔ آپ کی ملاقات کے واسطے آپ کے پاس آئے۔ باہم معرفت کی گفت و گو ہوئی۔ اس ضمن میں سید نے دریافت کیا۔ کہ جو کشف اور فتوحات سلطان عارفان باذریہ سلطان

اور سید طاہفہ جنید بغدادی قدس سرہما کو ہوتی تھیں۔ وہ اس زمانہ میں نہیں ہوتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا اُس زمانہ کے لوگ کمربین ہمسائی نہیں باندھتے تھے۔ کہتے ہیں۔ سید کی کمربین ہمسائی بندھی ہوئی تھی۔ اُسی وقت کمول ہینکی۔ ہجری سنہ سات سو پانچ میں آپ عالم ارواح سے عالم اجسام میں آئے تھے۔ جب پچیس سال کی عمر ہوئی۔ تو خدا شناسی کی طلب میں قدم رکھا۔ اور بائیسویں شوال ہجری سنہ آٹھ سو گیارہ کو عالم قدس کی تیاری فرما کر عالم اجسام کی چار دیواری کو رخصت کیا۔

مصرع رکن دین را استواری با دارا سرار او

یاد سید محمد کیسودر از

آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ ہیں۔ قبر قصبہ گلبرگہ میں ہے۔ جو گول کسٹھ صوبہ دکن کی سرکار میں واقع ہے۔ جب آپ دہلی سے باجرات پیر بزرگوار دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ تو اشنائے راہ میں گوالیار پر پہنچے۔ ہوا۔ اُن ایام میں شیخ علاء الدین متوطن کا پی جاگیر دار تھا۔ اُس نے مع تمام علما اور عقلا کے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ اور کمالِ عزت و اکرام کے ساتھ آپ کو شہر میں لایا۔ اُس کے چار بیٹے تھے۔ اور ہر ایک بیٹا۔ علم کا گویا ایک رکن تھا۔ ان میں سے شیخ ابو الفضل۔ ابو سعید۔ اور ابوالبرکات کو سید کامرید کرادیا اور اسباب سفر کی تیاری ضرورت سے زیادہ کر کے۔ رخصت کیا۔ آپ جب دکن میں پہنچے ہیں۔ اُس وقت سلطان احمد بہمن شاہی کا زمانہ تھا۔ جب سلطان نے بہت کچھ تعظیم کے منہ سلطنت پر بٹایا۔ تاج۔ تخت۔ چتر۔ اور علم پیش کش کئے۔ اور اپنے پرگنہ میں سے متعدد موقعے اور بلاغ خالقہا کے نام سے وقف کئے۔ چنانچہ مسافر و مقیم۔ اور لوگوں کو رویش ملا کر ہزار آدمی صبح و شام آپ کے خوان سے کھانا لکھیا کرتے تھے۔ چراغ دہلی کے سلسلہ کو آفتاب کی طرح فروغ آپ کی ذائقہ ہے۔ آپ کی عمدہ عمدہ تصنیفیں بہت سی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک کتاب تحریر نام ہے سلوک اور تصوف میں۔ اس کتاب کی عبارت تمام دکنال معما اور تلویل کے طور پر واقع ہے۔ دوسری معدن المعانی اقصیٰ شرح سونخ امام احمد غزالی رحمہ اللہ کے بارہ میں آپ فرمایا کرتے تھے۔ یہ ایک دو شیرہ و دختر ہے جس کو ہنوز معنی آفرین اہل سخن کے اندیشہ کا ہاتھ تک نہیں لگا ہے۔ اور الفاظ کا نقاب اس کے مقاصد کے چہرہ پر بدستور بٹھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں۔ شرح لکھنے کے بعد پیٹے خون آنے لگا تھا۔ ہجری سنہ آٹھ سو پچیس میں عالم قدس کو کوچ فرما گئے۔ آج کل آپ کے فرزند مذکورہ بالا قصبہ میں اُسی سلطنت کی صورت پر سلسلہ کو ظاہر میں جاری رکھتے ہیں۔ باطن کی پیروی بھی خدا کرے۔ روزی ہو۔

یاد سید محمود

آپ سید سماء خورد کے بیٹے ہیں۔ سید سماء خورد۔ سید سماء بزرگ کے۔ اور سید سماء بزرگ ناصر مصری کے
 فرزند تھے۔ آپ کی زرا دیوم اور خواہنگاہ دونوں منڈو (مانڈو) ہیں۔ سید محمد بن کالقب جوانی میں سیخان
 تہا دولت اور سپاہگری ترک کر کے تمام عمر درویشی اور ریاضت میں گزاری۔ ان کا بیان ہے کہ سید ناصر مصری
 کے بیان اپنے شہر میں ہزار آدمی ذی ہنر اور پیشہ در ملازم تھے۔ پیشہ ورون کی محنت کے حصہ میں جو کچھ ہر روز
 ہاتھ لگتا تھا۔ وہ سب سید ناصر خانقاہ کے صوفیوں اور مہمان سرے کے آنے والوں کے خرچ میں صرف کر دیا
 کرتے تھے۔ ایک روز ایک غلام اپنے ہمرازوں سے کہہ رہا تھا کہ ہمارے سید۔ اپنے غلاموں کے کسب کی
 آمدنی پر خانقاہ داری کرتے ہیں۔ اور ہم سب عیال دار ہو گئے ہیں۔ اب آمدنی اجرت کا یہ حال ہے۔ کہ بال بچوں کے
 روزانہ خرچ خوراک کو بھی ملتی نہیں ہوتی ہے۔ اس غلام کی یہ شکایت ایک دم خواجہ کے دل میں چبھ گئی۔ سید ناصر
 مصری نے اس طرح سے قلندرانہ صورت بنائی کہ کسی نے نہیں پہچانا۔ اور ہند کی طرف چلے آئے۔ یہ کہنا
 حصار فیروزہ میں پہنچے۔ اس جگہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ جو کیمیا کا علم و عمل جانتا تھا۔ ناصر مصری نے
 درویش کی مصاحبت اختیار کی۔ بالآخر مقیم درویش۔ آنے والے کی سرگزشت پر آگاہ ہوا۔ چونکہ مقیم نے نوادر
 کو سنجیدہ آدمی پایا۔ لہذا اپنا داماد کر لیا۔ اور علم اکیسر کہا کر فرمایا۔ اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ اور تمام غلاموں کو آزاد
 کر کے اس عمل کے ذریعہ۔ سے عمدہ طور پر خانقاہ کو رونق دو۔ القصہ سید ناصر مصری نے حکم استاد کی تعمیل کی
 اور چند سال بعد اپنے بیٹے سید سماء کو کیمیا بنانا سکھا کر ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا حصار میں جا کر
 بزرگ استاد کا حال معلوم کرنا۔ سید سماء جب حصار میں آئے۔ تو اس مہربان استاد کو زندہ نہ پایا۔ آخر کار کیمیا
 کے ذریعے سے ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لیا۔ جو سپاہیانہ صورت اور درویشانہ سیرت رکھتے تھے۔ اور مع ان
 سب کے منڈو (مانڈو) میں آئے۔ اس زمانہ میں رام دیرا سی۔ اس صوبہ کا حاکم تھا۔ وہ مشیت انرویی سے مقابلہ
 شکر کا منڈو (مانڈو) کا قلعہ خالی چھوڑ کر جنوبی سمت میں چلا گیا۔ اور یہ بزرگ مقام اہل سلام کے ہاتھ آیا۔ اور
 اس وقت کے پہلے نو بنیاد اسلام قائم ہوئی۔ اس کے بعد سلطان ہوشنگ پسر دلاور خان غوری نے نوین صدی کے
 افغان زمین زیادہ آباد کیا۔ اور دین محمدی کو بہت کچھ قوت حاصل ہوئی۔ اور سید محمود کی درویشی کی رونق کمال
 کو پہنچی۔ آپ صاحب فضیلت و کرامت بھی ہوئے ہیں۔

یاد شیخ یوسف بدھا ایرجی

مقتول العشق آپ کا خطا ہے۔ اتفاق زمانہ نے آپ کے بزرگون کو خوارزم سے ہند میں لا کر قصب ایرج میں آباد کیا تھا۔ قصہ کوتاہ جب آپ کا زمانہ ہوٹا یا۔ تو خواجہ اختیار الدین عمر کی خدمت سے آپ کے کتابی علوم۔ اور قلبی کمالات کی تکمیل کر کے خرقة خلافت حاصل کیا۔ پھر سید جلال الدین بخاری اور شیخ راجو قتال کی ملازمت میں پہونچ کر وہاں سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا امام محمد غزالی کے منہاج العابدین کا ترجمہ۔ آپ ہی کی تالیفات سے ہے۔ فارسی شعر کا بھی ذوق تھا۔ تاریخ محمدی کے مصنف نے جو آپ کا مرید ہے۔ لکھا ہے۔ کہ آپ کی خانقاہ میں قوال کی مجلس ہجری سنہ آٹھ سو چونتیس میں ہوئی تھی۔ صوفیوں کی جماعت پر حالت طاری تھی۔ آپ بھی شوش کر رہے تھے ایک آپ کی روح کا لبد سے علم لاہوت کو پرواز کر گئی۔ آپ کی قبر وہیں خانقاہ کے صحن میں بنائی گئی۔ اور سلطان جلال الدین محمود پسر خان جہان خلجی مشدوی نے آپ کی قبر پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کرا دیا مصرع خدش خیر دہاؤا لکھ این عمارت ساخت

یاد شیخ علی پرو

پرو ایک موضع ہے مہائم کے اطراف میں۔ جو گجرات کے زیرین حصہ میں ایک بندر ہے۔ آپ کے پدربزرگوار کا نام احمد مہائمی ہے۔ دونوں جہان کے حقائق اور اسرار کے آپ عارف تھے۔ صوفیوں کی اصطلاحات میں آپ شیخ محی الدین عزلی اور شیخ صدر الدین قونیوی کے پیرو ہیں۔ اور ان دونوں بزرگواروں کی تصنیفات پر آپ نے عمدہ شرحیں۔ لکھی ہیں۔ اور سنجیدہ حاشیے لگائے ہیں روافد شرح عوارف آپ کی ہی ہے۔ اور تفسیر تبصیر رحمانی میں جس میں عبارت ترجمہ کے ساتھ قرآنی ترتیب کو ملایا ہے۔ آیات کو تکرار سے علیحدہ کیا ہے۔ یہ پسندیدہ طریقہ تمام آپ کی اختراع ہے۔

ایک رسالہ میں لکھا ہے۔ امام جلال الدین محمد نامہ میں ایک عالم تھے۔ ان کا خط ایک خادم میرے پاس ملا۔ اور اُس نے یہ بیان کیا۔ کہ شرف الدین علم قرآن مہتمی کی فہم اور بصیرت اس قدر تھی کہ نہین۔ جس کی شعاہیں شیخ محی الدین عزلی کے کلام پر پڑ سکیں۔ با انیمہ اُس کو شیخ سے انکار ہے۔ گوارکار کا باعث اس کی کوتاہی اور نارسائی ہے۔ شیخ کی اور پیران شیخ کی تکفیر کرتا ہے۔ یہ ناصواب بیان منکر خیال پیدا ہوا کہ حق بات ضرور ظاہر کرنی چاہیے۔ اور پیران خیال نے مجھ کو گمراہ بنائے نہیں دیا۔ ناچار سفر کے واسطے کمر باندھ کر مہتمی کے راستہ پر ہویا۔ اور وہاں پہونچ کر لازمی محبتیں اور قطعی دلیلین پیش کیں۔ بالآخر میں شبہات کا کوڑہ کرکٹ۔ اور تشنیع کا گردو غبار معلوم کے عقائد سے دور کر دیا۔ کیونکہ گروہ صوفیہ جنہوں نے ماسوائے طریقت کو ترک کر کے حقیقت اور شریعت میں

باہم تطبیق دی ہے۔ اور اپنے تئیں نیست شمار کر کے درمیان میں نہیں لاتے ہیں۔ ان کی امداد تمام خدا شناس عالموں پر لازم ہے۔ آپ شیخ صدر الدین قونی کی نفوس کی شرح لکھنے کے بعد کچھ کم دس سال مکانی لباس میں زندہ رہے۔ اور شرح مذکور کی تالیف ہجری سنہ آٹھ سو تیس میں ہوئی ہے۔ اور بعض کے نزدیک آپ کی رحلت کا سال اور مہینا جمادی الاخریٰ ہجری سنہ آٹھ سو پتیس ہے۔ خواہنگاہ مہائم۔

یاد مولانا نظام الدین خاموش

آپ گویا وجوب و امکان کے دو دریاؤں کے درمیان میں برزخ تھے۔ جمال اور جلالی نائشیں۔ آپ کی ذات میں نمایان تھیں۔ اصول حقائق کی مسند کو آپ سے زینت تھی۔ اور فروع طریقت میں روایتوں کا آپ ماخذ تھے۔ نقیصہ کے مینہ نہ میں آپ کے بیان کی برابر جو سراپا جوہر ہے۔ کوئی کیفیت نہیں ہے۔ سماع کی مجلس میں آپ کو جوش اور خروش نہیں ہوتا تھا ہمیشہ اپنے باطن کو دیکھنے میں غماز میں آنکھ باہر کی طرف سے بند کر کے اندرونی اور باطنی آرائش کے سامان میں رہتے تھے۔ جس زمانہ میں بخارا کے مدرسہ میں آپ تحصیل علم کر رہے تھے۔ اُس زمانہ میں خواجہ بزرگ کی ملازمت سے توفیق رفیق ہوئی تھی۔ اور اس خانوادہ کی محبت کا نقش آپ کے دل پر بیٹھا گیا تھا۔ اُسی روز سے آپ نفس کے مجاہدہ اور اصلاح میں سلسلہ جنبانی کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ خواجہ علاء الدین عطار کی خدمت میں پہنچ کر آپ کی روشن ضمیری کی قوت حاصل ہو گئی اور دینی نماز خشک سے رہائی پا کر یکتائی سے بہری ہوئی توحید کا گونٹ پی لیا۔ اور مست ہو گئے۔ قدس سرہ

یاد خواجہ عبداللہ امامی اصفہانی

آپ معرفت و کمالات کے دریا۔ توحید کی کان۔ اور خواجہ علاء الدین عطار کے مریدوں اور دوستوں کے سرگروہ تھے۔ آپ نے خواجہ علاء الدین عطار کے دلچسپ بیانات اور کلمات کو قلم بند فرما کر اہل زمانہ کے واسطے سامان استفادہ بہم پہنچایا ہے۔ اُس میں آپ کہتے ہیں۔ تاقین معرفت کے آغاز میں ہمارے خواجہ کا یہ طریقہ تھا۔ کہ طالب کو یہ تعلیم ہوتی تھی کہ اپنا عنصری خزانہ۔ اور قوی وادراکات کے تمام دیکھال جواہر۔ عنصری جسم مرشد کے ہاتھ فروخت کر دینے چاہئیں۔ جو اتنی ہستی کی آمدورفت کا درجہ ہے۔ زبان نقیصہ میں ہدایت کل اس شکل کو۔ فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ تاکہ جو شخص ہستی کو فروخت کر کے۔ اُس کی عوض میں نیستی کا خریدار ہے۔ اُس شخص کو اگر سلوک کی گھاٹیوں میں انقباض پیدا ہو۔ تو اُس خدائی آئینہ (مرشد) کے تصور سے مقصد کا راستہ مل جاوے۔ کہتے ہیں پہلی ہی ملازمت میں پیر نے یہ زفرہ آپ کو سنا کہ آپ کے ہوش و حواس کہو دئے تھے بیت

تو خود کم شو و سال این سٹا بس اگم شدن کم کن کمال این است بس

شیخ لہجہ یا و محمد و م شیخ جمال الدین کھٹو سرخیز احمد آبادی

کھٹو نام ایک موضع ہے ناگور اور اجیر کے کوہستان میں۔ یہاں آپ رہتے تھے۔ لیکن آپ کے آبادی اور دہلوی
ہیں۔ آپ کی پیدائش بھی دہلی ہی کی ہے۔ صاحب دانش و بنیش تھے ہجری سنہ ۸۰۴ میں آپ اپنے
وجود سے عالم خاک کو شرف بخشا۔ کہتے ہیں ایک روز دہلی میں ایسی سخت آندھی آئی تھی۔ کہ بہاری بہاری چیزیں
ہو این اڑ کر اپنے مقامات سے منزلوں دور جا پڑی تھیں۔ اُس زمانہ میں آپ خورد سال تھے۔ ملک نصیر الدین
نام تھا۔ گلی کوچہ میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ بگولہ کے ساتھ آپ کا دھن بھی لپٹا گیا۔ اور
بگولہ آپ کو پتنگ کی طرح ہوا میں اڑا لے گیا۔ موضع کھٹو کی سرحد میں۔ جو دہلی سے کو سون دور ہے آپ نیچے اترے
اُس زمانہ میں بابا اسحق مغربی نے اُس موضع میں حجر عبادت بنا رکھا تھا۔ بابا اسحق حاجی محمد گہمی کے خلیفہ
ہیں۔ جنہوں نے پالیس جمع کئے تھے۔ اور نیز حاجی جی اسوۃ العرفا ابو مدین مغربی کے سلسلہ میں سرگروہ تھے۔
قدس سرہم اور اسوۃ العرفا ابو مدین مغربی۔ سید عبدالقادر جیلانی کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ القصد ازی
سعادت کے اُس طفل کی پرورش کا حکم پایا کہ نام جاری کیا۔ بابا نے جمال الدین احمد نام رکھا۔ آپ جب کمال
ہوش کو پہنچے حقیقی بیعت کی رسم ادا ہوئی۔ اور تھوڑی سی خدمت اور ریاضت سے علم اوارح اور عالم اجسام
کے کمالی مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ آٹھویں صدی کے آخرین حصہ میں سلطان احمد ابن مظفر کا عہد تھا۔ کہ پیر کے
ارشاد کے بموجب آپ گجرات تشریف لے گئے۔ اور سا بنہرتی کے کنارہ جو اب قلعہ احمد آباد کے نیچے روان
گوشہ گزین ہوئے۔ سلطان وقت نے بھی آپ کی محبت اور اتفاق کی وجہ سے اُس مقام پر ایک بڑے شہر کی بنیاد
ڈال کر احمد آباد نام رکھا۔ ندیمان خاص کو اس بنیاد کی تاریخ کلہ پختی ملی اس باعث سلطان نے شہر جانپانیر کو جو
سابقہ حکمران بادشاہوں کا دارالسلطنت تھا۔ چھوڑ کر۔ اس نو آباد شہر کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ یہ شہر آپ کے
قدوم کی برکت سے ایسا اسلامی شہر بنا۔ کہ تمام ہندوستان میں اس کی مثال نہیں ہے۔

لکھا ہے۔ مشائخ زمان قدس سرہم کی ملازمت کی آرزو آپ کو بہت کچھ رہتی تھی۔ اور وہ ہمیشہ آپ کو سفر میں
رکتی تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک خط میں جو شیخ کمال الدین احمد آبادی کے نام سر قند سے بھیجا تھا۔ لکھا ہے۔ میں ہجری سنہ
سات سو ترسی میں بحر اعظم کا سفر اختیار کیا تھا۔ جزیرہ عدن میں پہنچ کر شیخ عبداللہ یافعی کے خلیفہ شیخ عبداللطیف
میں سے ملاقات کی۔ بعد ازاں معطر کی زیارت سے مشرف ہو کر ارکان جمع و عمرہ ادا کئے۔ اور نیز یرکان مکہ کی ملاقات

سے فائدہ اٹھایا۔ پھر صاحب مدنیہ علیہ افضل التحیات کی زیارت سے شرف حاصل کر کے اپنے خاکی چہرہ کو آپ کے آستانہ کی خاک سے منور کیا۔ اس کے بعد ہجری سنہ آٹھ سو آٹھ میں ہری گو گیا۔ اُس وقت شیخ شہاب الدین شہابانی شیخ خراسان تھے۔ وہاں اُن سے ملاقات کی۔ پھر قند میں پہنچ کر وہاں کے مشائخ سے ملازمت حاصل کی۔ کتے مین گجرات میں بارگشت ہو کر بہت جلدیہ سفر انجام کو پہنچ گیا۔ اور اس بے مثل شہر میں چند سال طالبان ہوا۔ کو فیض پہنچایا۔ جب چودہویں ماہ شوال ہجری سنہ آٹھ سو اونچاس کو فرمان طلب صادر ہوا۔ تو خوشی کے ساتھ عالم ظلمانی سے جہان نورانی کو رعلت فرمائی۔ آپ کی قبر سیرگنج میں ہے۔ جو اُس شہر کا ایک بازار ہے۔ آپ کی قبر پر ایک عالی شان گنبد اور بلند عمارت بنی ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آندھی کے حادثہ کے بعد آپ خواجہ نجیب نساچ کے ہاتھ لگے تھے۔ یہاں سے بابا کے ہاتھ آئے اس طرح پر کہ مولانا صدر الدین حنفیہ مولانا شہاب الدین عالم ہمدانی ڈیڈوانہ کو جاتے تھے۔ جو دہلی کا پرگنہ ہے۔ اس واسطے بابا اسحق کے پاس رخصت ہونے کو گئے۔ بابا نے فرمایا۔ اگر کوئی ذی شعور لڑکا ہاتھ آجاوے۔ تو میرے واسطے لیتے آنا۔ جب مولانا صدر الدین ڈیڈوانہ میں پہنچے تو خبر ملی۔ کہ ایک لڑکا نساچ کے ہاتھ آیا ہے۔ مولانا کو بابا کا پیغام یاد آیا۔ لڑکے کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ اور نساچ سے مانگ کر بابا کے واسطے لیتے آئے۔

یا وقاضی شہاب الدین عمر

آپ زاملی۔ دولت آبادی۔ جو پوری ہیں۔ زمانہ کے تمام عالموں سے زیادہ عالم۔ اور جملہ ارباب فنون کے استاد تھے۔ نظم کا شوق بھٹا۔ فارسی زبان میں شعر کہا کرتے تھے۔ آپ کے آبائے بزرگوار کو شیخ الشیوخ سہروردی سے بیعت اور نیز عقیدت تھی۔ اس واسطے آپ کو تینا پیر سہرورد کا رسمی ویدیکرا دیا بھٹا۔ ظاہری علوم میں آپ مولانا خواجگی نحوی کے شاگرد ہیں۔ جو مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے ہر ایک علم میں جربتہ۔ متن۔ شرح۔ اور حاشیے لکھے ہیں۔ بنجلان کے آپ کی ایک تفسیر بحر موانج بھی ہے۔ چونکہ یہ فارسی زبان میں ہے۔ لہذا درسی کتب میں۔ اس کا شمار نہیں ہوا۔ یہی معانی اگر عربی عبارت میں ہوتے تو عالموں کے نزدیک یہ کتاب کشاف کے ہم پلو ہوتی۔

کتے ہیں۔ اس زمانہ میں ایک سید تھے اہل نام جن کے نسب کا جمال۔ جب کے زیور سے آراستہ نہیں تھا۔ سید کے سر میں ہواہری۔ کہ ارباب دول کے محفل میں قاضی صاحب کے بالادست بیٹھا جابجیے۔ قاضی صاحب نے ایک رسالہ لکھا۔ کہ جس میں عالم بے سیادت کو سید بے علم پر فوقیت دی۔ پھر اس کے بعد دونوں کے مساوی چہرہ

ہونے کا اقرار کر کے۔ اس بارہ میں دوسرا رسالہ مرتب کیا۔ اور اُس میں تصریح کی۔ کہ میری عالیت درست اور ظاہر ہے۔ اور تمہاری علویت احتمالی اور مخفی ہے۔ لہذا بالادست بیٹھنے کا حق مجھ کو حاصل ہے۔ جب یہ مناظر سولانا خواجگی کے سامنے پیش ہوا۔ تو مولانا شاگرد پر غصہ ہوئے۔ اور سخت ناراضی ظاہر کی جس سے آپ کو اثر ہوا۔ ہوئی مجبوراً سادات کی تعریف میں تیسرا رسالہ لکھا۔ اور مناقب سادات نام رکھا۔ اس رسالہ پر آپ کی تمام تعینفات کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ مناظرہ مذکورہ کے بعد خاتم النبوة علیہ السلام نے عالم خواب میں قاضی صاحب کو فرمایا۔ جاؤ۔ جہان تک ممکن ہو۔ سید اجمل کی خوش دلی میں کوشش کرو۔ اس بنیاد پر اپنے سید کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی۔ اور یہ رسالہ تالیف فرمایا۔ ہجری سنہ آٹھ سو اڑتالیس میں محفل وجود سے خلوت عدم کو شریف ے گئے۔ خواہ گاہ جونپور۔

یاد میری فاش جہانگیر

آپ کی پیدائش سمنان کی۔ اور قبر کچھوچھو میں ہے۔ کچھوچھو ایک موضع ہے جونپور کے علاقہ میں۔ کشف و کرمات۔ اور منازل و مقامات کے آپ مالک تھے۔ آپ کے بیان سے عرفان کا آپ حیات بتاتا۔ اور آپ کے دل سے شوق و محبت کی آگ کے شعلے اُٹھتے تھے۔ سیاحی میں میر سید علی ہمدانی کے رفیق تھے قدس سرہما اتفاقات زمانہ سے آپ کا گزر ہندوستان میں ہی ہوا۔ یہاں آکر آپ شیخ علاء الحق بنگالی کے مرید ہوئے۔ اگرچہ طریقت کے تمام مرحلے آپ بیعت سے پہلے ہی طے کر چکے تھے۔ آپ کے مکتوبات ہی ہیں۔ جن میں درویشی مسلک کی حقیقتیں اور دقیقے کوٹ کوٹ کر برے ہوئے ہیں۔ عرفان کی کونسی ایسی گفت و گوئیں ہیں۔ اور ولولہ پیدا کرنے والی کونسی ایسی باتیں ہیں۔ جو ہر ایک مکتوب کی سطر سطر میں ہیں۔ خدا کرے۔ یہ مکتوبات دوستوں کے مطالعہ سے گزر رہی ہیں۔ آپ کے کلام کا زیادہ تر حصہ آپ کے فرزند نے فراہم کر کے ایک بڑی کتاب بنائی ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں۔ ایک قلندر تھا۔ گانون واسے تمام اُس کی خدمت میں حاضر ہا کرتے تھے۔ وہ ہر کسی سے کہا کرتا تھا۔ کہ اشرف اپنے تئیں جہانگیر کہتا ہے۔ اور صوفیوں کی اصطلاح میں یہ لقب خاص قطب کا ہے۔ اور قطب کی علامت یہ ہے کہ اُس کے جسم کے تمام اعضا ایک دوسرے کا کام کریں۔ ایک روز ایک جگہ محفل کی گئی۔ اور وہ جگہ امتحان کے لیے قرار دیکر سید کو مہمان کیا۔ کہانا کھانا شروع ہوا۔ تو آپ نے صرف ہلاتے سے منہ۔ دانت۔ اور حلق کا کام لیا۔ یہ دیکھ کر امتحان کو والد کو سخت حیرت ہوئی۔ آپ حاجی قاضی شہاب الدین عمر دولت آبادی کے ہم عصر ہیں۔ آپ نے قاضی صاحب کے خط کے جواب میں عجب ایک خط لکھا ہے جس میں بحث فرعون کو حل کیا ہے جو فتنوں کا حکم میں ہے۔ چونکہ آپ

کتاب کو بزرگوں کے احوال کے سوا۔ دوسرے بیانات سے کمتر تعلق ہے۔ لہذا بزرگوں کی صفات میں سے یہ کتاب خالی رہی۔

یاد مولانا رکن الدین خوانی

آپ شریعت و دست۔ روشن ضمیر تلاش کے ساتھ کامیاب۔ اور عالم باعمل تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک سال کلونجی کی کاشت کی تھی۔ جب وہ خرمن میں فراہم ہوئی۔ تو اُس میں سے ایک پیمانہ بھر کلونجی و ہرقان نے آپ کی اجازت کے بدون ایک آشنا کو دیدی۔ اور باقی کے واسطے مولانا سے عرض کیا کہ اُٹھوالی جاوے۔ آپ نے فرمایا۔ خرمن ابھی ناتمام ہے جب تمام ہو جاوے گا۔ اُٹھالی جاوے گی۔ اسی طرح پر مولانا کے اور دہقان کے درمیان میں یہ قصہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ کمیست کا کوئی کام باقی نہیں رہا۔ دہقان نے بہت کچھ غور و فکر کیا۔ لیکن سوائے اُس ایک پیمانہ کے خرمن ناتمام ہونے کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوا۔ مجبوراً اُس دی ہوئی کلونجی کو پہلا خرمن میں شامل کر دیا۔ اُس وقت اجازت ہوئی۔ کہ خرمن اُٹھاؤ۔ اور واپس لائی ہوئی مقدار کا سرچند اُس شخص کو پہنچا دو جس سے واپس لائی گئی ہے۔ اور نیز فرمایا۔ چونکہ خیانت اور برکت دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوتی ہیں۔ اور صورت معاملہ میں خیانت کے معنی پائے جاتے تھے۔ اس واسطے اتنے اہتمام کی ضرورت ہوئی۔

یاد شیخ سراج سوخت

آپ کی قبر کالپی میں ہے۔ کلام ربانی حفظ تھا۔ مخدوم جانیان سید جلال بخاری کی مامت کیا کرتے تھے۔ سید صاحب کی ملازمت سے بہت کچھ فیض ملتا تھا۔ اور اپنے خرق عادت کی قابلیت چپائے رکھتے تھے۔ بسندہ کی طرح۔ محبت کی آگ آپ کی راحت کا باعث تھی۔ اور روزہ کی طرح۔ آفتاب احدیت کے سامنے سرگشتہ رہتے تھے۔ دنیا کی عمر کو ایک روز کی برابر سمجھ کر۔ تمام سال روزہ گرسنگی کے ساتھ گزارتے۔ اور تیسری شام کو پرانے سرکہ سے فطار کرتے۔ ہمیشہ اسی طرح ناہموار نفس کے ساتھ لڑائی رہتی تھی۔ آپ رسمی علوم کی تحصیل میں مولانا خواجگی غوی کے شاگرد ہیں۔ ایک روز پڑھنے کے واسطے حاضر ہوئے۔ تو مولانا کو کان کے درد سے معذور پایا۔ مولانا نے فرمایا۔ اگر مانع سبق رفع ہو جاوے تو تم سبق پڑھ سکو گے۔ آپ نے کہا۔ بہت اچھا۔ مولانا کے کان کے پاس پنا سر لے گئے۔ اٹھ اہتہ سے کہا۔ اے درد گوش۔ چلا جا۔ اس کئے سے سوزش درد موقوف نہیں ہوئی۔ دوسری بار پھر کہا۔ اے درد گوش۔ تجھ کو سوز سوزتہ کتا ہے۔ چلا جا۔ یہ کہتے ہی۔ اُسی دم فوراً بالکل درد جاتا رہا۔ اور صحت ہو گئی۔ اھ درس حسب معمول شروع ہو گیا مصرع فراوان باد از ہر سوز سازش۔

یا وقطب عالم بٹوہ

آپ کا نام سید برہان الدین ہے۔ اور آپ مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کے پوتے ہیں۔ ہجری سنہ سات سو نوے میں چودھویں حبیب کی صبح کو علم کے وحدت خانہ سے وجود کی محفل میں آپ تشریف لائے۔ سلطان محمد بن احمد بن محمد بن مظفر کا عہد تھا کہ آپ اچھے خرد سالی میں اپنے بزرگوار دادا کے ارشاد کے بموجب گجرات میں آئے۔ وہ بٹوہ ایک کوچہ ہے احمد آباد کا۔ اُس میں آپ نے قیام فرمایا۔ ایک مدت تک سرکش نفس کے ساتھ منی الفت رکھی۔ اور اس لڑائی میں اُس پر فتح پائی۔ آپ۔ گروہ کے گروہ آدمیوں کے پشت پناہ بنے۔ اور آپ کے میسائے دم سے ظاہری و معنوی بیمار شفا پانے لگے۔ کہتے ہیں۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا تھا۔ چونکہ آپ کا باطنی ارادہ راستی کے ساتھ ہوتا تھا۔ وہی وقوع میں آجاتا تھا۔ اسی قبیل سے تحت الذکر واقعہ بھی ہے۔ ایک روز علی الصبح گھر سے چلے۔ تو آپ کا پانوں ایک پتھر سے لگا۔ فوراً بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا۔ لکڑی بنے۔ یا پتھر سے۔ یا لوہا ہے۔ روشنی ہونے کے بعد جو دیکھا۔ تو اُس شے میں تینوں طرح کا حصہ اندر نگ نظر آیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار تین تک جب کہ راقم کلزار خانہ لیس سے گجرات کو جاتا تھا سنگ مذکور اُسی جگہ موجود تھا اور لوگ دیکھنے کے واسطے جا بجا سے آتے تھے۔ آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید ہیں۔ اور قطب الاولیا شیخ احمد کھٹو سے بھی خرقہ خلافت پایا تھا۔ اور نیز شیخ احمد کی بہت کچھ نظر پرورش آپ پر تھی۔ آپ کے گیارہ بیٹے تھے۔ سب میں بڑے۔ نیک منش۔ اور پسندیدہ اطوار سید محمد ہیں۔ جو شاہ عالم کر کے مشہور عالم ہیں۔ سید محمد کے کسی قدر گرامی حالات جداگانہ لکھی جاویں گے۔ دو سہ بیٹے سید داؤد۔ سلطان بہادر بن سلطان مظفر گجراتی کے وزیر اعظم ہیں۔ اور اختیار خان کے لقب سے نامور ہیں۔ ان دونوں کے سوا اور بیٹے جو تھے یہ دین کے بارہ میں پہلے بیٹے سے۔ اور دنیاوی مرتبہ میں۔ دو سہ بیٹے سے کہرتے۔

مصرع مدار قرب حق راقطب این بود

یا وسید تلج الدین سوہی نہروالہ

آپ سراج مشائخ شیخ حسام مظانی نہروالہ کے روضہ میں مدرس تھے۔ کبھی اور لدنی علوم آپ کو حاصل تھے خرقہ نہمانی سید برہان الدین کی عنایت سے زیب بدن کیا تھا جن کا لقب خاص قطب عالم بخاری گجراتی ہے۔ اور نیز مخدوم بہاسو بھی خرقہ خلافت ملا تھا۔ جن کا نام مولانا یوسف ابن احمد سوہی ہے۔ مولانا یوسف شیخ سوہی کے خلیفہ تھے اور سوہی کو اپنے پدر بزرگوار مولانا شمس الدین پیریکہ سے خرقہ خلافت ملا تھا۔

یاد خواجہ علاء الدین غجدوانی

آپ کے بیان جاودانی بزم ہمیشہ ہوا کرتی تھی۔ اس واسطے گویا آپ اس بزم کے میزبان ہیں۔ اور ایندوئی تجلیات میں مہوش رہتے تھے۔ خواجہ بزرگ کے برگزیدہ یار تھے۔ انہی اسرار کی آگاہی۔ اور خدائی اطوار کے بیان کرنے میں آپ یگانہ وقت اور صیح البیان تھے۔ کہتے ہیں۔ جب معرفتوں کے بیان کا مجلس گرمی پڑا تا۔ تو بنجودی رفوفتگی آپ پر هجوم کر کے آتی تھی۔ اور اس کے هجوم سے آپ کا رسمی شعور اور مجازی اور اک بالکل غارت ہو جاتا تا۔ لیکن گفت و گو کا تار آغاز سے انجام تک نہیں ٹوٹا تھا۔ غالباً ظاہری عقل کے رخصت ہو جانے سے معنوی ہوش کا چہرہ نمایان ہو جاتا تا۔ محققوں کا قول ہے۔ اس قسم کا نشہ۔ طریقت کے سلسلہ میں راستہ چلتے چلتے اُس وقت کیف لاتا ہے۔ کہ جب لوہم تعینات اور مراتب وجود۔ جو مطلق ذاتی صفات کے ساتھ مستعد ہیں۔ تبدیل ہو جاتے ہیں آپ نے خواجہ بزرگ کی اجازت سے۔ خواجہ پارسا کی خدمت اختیار کر لی تھی۔ پھر پارسا نے اولیا کا ربط آپ کے ساتھ بیان تک بڑھا۔ کہ خواجہ پارسا کو آپ سے ملنے اور ہمارا ہونے کے بدلے میں صبر نہیں آتا تھا۔ نیز خواجہ پارسا نے اپنے میں ایک لکھڑی دوری کی طاقت نہ پا کر واپسین سفر تک آپ سے جدائی پسند نہیں کی۔ اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ کے دیدار سے خواجہ بزرگ کی گرامی نسبت ہمیشہ دل میں تازہ ہوتی ہے۔ قدس سرہ

یاد سید علاء الدین راکھٹی

آپ سید معین ارجی کے بہائی کے بیٹے (بیتجہ) اور نیز داماد ہیں۔ آپ کی ذات میں تمام حقیقی کمالات جمع تھے اور انہی تجلیات آپ کے اوپر دارو ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے شب قدر بار بار دیکھی تھی۔ آپ کی خانقاہ میں ایک درخت تھا۔ ایک روز صبح کے وقت دفعۃً شہر والوں نے درخت کی سب سے اونچی شاخ پر ایک رومال بندھا دیا۔ کیا۔ متعجب ہو کر کیفیت حال آپ سے دریافت کی۔ آپ نے فرمایا۔ گوشہ شب کو شب قدر تھی۔ جس وقت یہ درخت جھک کر سرسجدہ ہوا تھا۔ اُس وقت میں یہ رومال شاخ میں باندھ دیا تا۔ عرض یہ ہے۔ کہ تمام سال کی راتوں میں شب قدر کے دائرہ رہنے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ہمارے زمانہ کے عالموں کو قائلین شب قدر کی طرف مائل ہونا چاہیے۔ آپ کی ابدی آرام گاہ لاٹھ ہے۔ اور لاٹھ ایک قصبہ ہے۔ سرکار کاپی کا مہر عرش اعلیٰ مقام رعش باد۔

یاد شیخ الاسلام

آپ کی زاد بوم اچہ اور خواں بگاہ مندو (مانڈو) ہے۔ نام آپ کا چالیہ۔ اور شاہ۔ راجو قتال کے خلیفہ ہیں جن سے خاندان سہروردیہ کا چراغ روشن ہے۔ اور مخدوم جانیان قدس سرہ تک سلسلہ بے واسطہ پہنچتا ہے۔

کہتے ہیں آپ عمارت اور آبادی میں کم بیٹھے تھے۔ ویرانہ اور جنگل میں مقام رکھا کرتے تھے۔ دن کے اولین حصہ میں
 چار گھنٹہ دن چڑھتا ہے تک منہ اور حشرات الارض۔ سلام کے واسطے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ۸۴۵ء میں
 میں سلطان ہوشنگ پسر و لاہ خان غوری کا عہد تھا اس زمانہ میں ہجر حجاز کو آپ جاتے تھے۔ کہ منہ (مانڈو) پر
 ہی گرہ ہوا محمود خان ابن خان جہان خلجی جس کے سر میں بادشاہ ہونے کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ آپ کی ملازمت
 میں حاضر ہوا۔ کہانا سامنے رکھا گیا۔ آپ نے متواتر چار گھنٹے محمود خان کے منہ میں دئے۔ اور فرمایا۔ صوبہ مالوہ
 کی شاہنشاہی تیرے بیان تیرے دیگر ترین فرزندوں تک رہے گی۔ محمود خان نے شکریہ ادا کر کے عرض کیا۔ یہ
 آرزو اور ہے۔ کہ معاودت اسی راستہ سے فرمائی جاوے۔ آپ نے التماس قبول فرما کر کہا۔ اس راستہ سے معاودت
 اگر خدا چاہے گا۔ تو ہوگی۔ اور حضرت فرمایا۔ قصہ کوتاہ جس وقت محمود خان کو فرمانروائی کے عین شباب میں
 خط استوا کے آفتاب کی طرح کمال فرہغ حاصل تھا۔ اس وقت پر شیخ کی تشریف آوری کی خبر ملی استقبال
 کر کے کمال تعظیم سے ملایا۔ اور جشن شادی کر کے۔ اپنا داماد بنالیا۔ اور عبادت کی سہولیت کے واسطے آرام و
 آسائش کے بہشت نامہ مکانات تیار کر کر دنیاوی اسباب جس قدر مناسب تھا۔ جہیز کے طور پر خدمت میں
 پیش کیا۔ آپ نے ازراہ استغناء دل نہاؤ نہ ہو کر پیش شدہ ہدیہ۔ ہمارے بیون کو جو صاحب احتیاج تھے۔ اور نیز
 دیگر باشندگان شہر کو عام طور پر تقسیم کر دیا۔ اور بقیۃ العمر ظاہری اور باطنی علم کا درس اور تلقین دیتے رہے بہت
 طلباء کا میاب ہوئے۔ ایک روز سلطان نے عرض کیا۔ جس طرح زندگی میں ہمیشہ ملازمت میسر آتی رہتی تھی
 اگر حالت فرمائی کے بعد بھی ایک ہی جگہ قبر بنائی جاوے۔ تو دونوں جہان کے کام میں جاوین۔ جب آپ نے کوح
 فرمایا۔ تو بموجب قرار و آپ سلطان مقبرہ میں دفن کیے گئے۔ پھر چند روز بعد سلطان کو بھی واپسین سفر پیش
 آیا۔ سردارین ملک نے بالاتفاق گور شیخ سے اوپر کی طرف سلطان کے فرار کا تعویذ بنایا۔ سلطان مرحوم نے
 اپنے بیٹے سلطان غیاث الدین کو خواب میں ہدایت کی۔ کہ محمود کا کلبہ زمین میں سے نکال کر شیخ کی تربت کے
 تحت میں دفن کرنا چاہیے عقلانے خور اور فکر کے بعد کہا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ شیخ کی قبر سلطان کی قبر کی برابر بن
 بنا دی جاوے۔ اس وقت شیخ الاسلام کے فرزند شیخ بدہانے جو اسحقا قاسم سجادہ نشین تھے۔ بیان کیا۔ آج
 کی رات کی صلیت دی جاوے۔ کل کے روز جس طرح مصالحت معلوم ہو عمل کیا جاوے۔ چنانچہ اس روز مکالمہ ملتی
 رہا۔ رات کو شیخ کی قبر پر کی طرف چلی گئی۔ ادھی رات کے وقت قبر کے سر کے نیچے کی آواز مقبرہ کے مجاہدین نے
 اندیز دہسے لوگوں نے بھی سنی۔ صبح کے وقت جب یہ خرق عادت دیکھی گئی۔ تو سلطان غیاث الدین کو اس کے

ساتھ شہر کے سب چوٹے بڑوں کو سخت حیرت ہوئی۔ اور حیرت کے ساتھ عقیدت بڑھی مصرع خواجہ گاہش نسخہ فردوس باد

یاوشیخ محمد پور عیسیٰ

آپ کو محمدی ولایت کے کمالات حاصل تھے۔ زیادہ عمر پانے میں نوح علیہ السلام کے شریک تھے۔ اور دونوں عالم جن دانش کی بیعت اور ملتقین میں پیر ہونے کا مرتبہ پایا تھا۔ ظاہری علم اور اندرونی بصیرت کا سرمایہ آپ کو شیخ فتح اللہ اودھی کی تعلیم اور رہنمائی سے ملتا تھا۔ جن کو بعض لوگ بدایونی بھی کہتے ہیں ہمیشہ زانوی مراقبہ پر سر رکھنے کے سبب گمان کی طرح آپ کی کمر غم ہو گئی تھی تمام زندگی کا زمانہ تنہائی اور تجرید میں گزارا۔ اس خوف سے کہ نگاہ عورت پر نہ پڑے۔ آسمان اور زمین کی طرف کبھی آنکھ نہ ہر کر نظر نہیں ڈالی۔ ہجری سنہ آٹھ سو ستتر تاریخ چوبیسویں بیسویں کو اسکان کے طلسمی کا خانہ (دنیا سے) وجوب کی حقیقی نضا (عالم ارواح) کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کے مریدوں اور خلفائے انیس اشخاص زیادہ بزرگ ہیں۔ ان میں سے (ایک شیخ بدیع الحقانی تھے جن کی رہنمائی کا شہرہ سلطان حسین شرقی کے زمانہ میں عام تھا۔ اود سے) بہادر الدین ناتھو (تیسرے) شیخ سونہو بنارسی (اود چوتھے) شیخ احمد عیسیٰ بھی تھے۔ یہ ظاہر کی طرح۔ معنی آپ کے ساتھ نسبت برادری رکھتے تھے۔

یاومولانا نظام الدین نروالہ قدس سرہ

آپ بھی علم کے عالم متبحر۔ اور مستجاب الدعوات تھے۔ اکثر آپ کی دعاؤں کا تیر۔ شانہ پر لگتا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ شاہ احمد آباد سے اُس قدر وجہ معاش کی درخواست کیا کرتے تھے جو ضرورت زندگانی کے واسطے کافی ہو لیکن۔ قبولیت کا جواب سننے میں نہیں آتا تھا۔ اس سبب شکستہ دل بہتتے تھے۔ قصہ کوتاہ ایک روز شاہ احمد آباد ایسے سخت درد شکم میں گرفتار ہوا۔ کسی درویش کی دعا۔ اور کسی طبیب کی دوا کارگر نہیں ہوئی۔ شاہ کے خیر طلب لوگ شیخ احمد کہو قدس سرہ کی خدمت میں گئے۔ اور احتیاج پیش کی۔ فرمایا۔ اس بیماری کا سبب برادرم نظام الدین کی ناخوشی ہے۔ اُن کی دعا کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے۔ ناچار مولانا کے نزدیک حاضر ہو کر گزری ہوئی حقیقت نیاز مندانہ عرض کی۔ فرمایا۔ میں اس شرط سے دعا کروں گا کہ بیمار اپنی قلم رو کے تمام علما اور محتاجوں کے حقوق۔ فرمان شریعت کے مطابق۔ ہر سال بیت المال میں سے نکالتا رہے۔ جواب میں عرض کیا گیا۔ کہ مستحقین کو اُن کے حقوق سے وہ چند زیادہ ہم پونجا دیں گے۔ فرمایا۔ ہماری عادت بہتاری جیسی عادت نہیں ہے۔ ہم حق واجب زیادہ نہیں کیونگے۔ انقصہ شرط قبول کر کے تعمیل حکم عمل میں آئی۔ ابیدہ فوراً شاہ کا درد دور ہو کر صحت حاصل ہو گئی۔ کہتے ہیں۔ اس کے بعد بیت المال میں سے جو کچھ آپ کے پاس

پہنچتا تھا۔ اس میں سے جس سال خرچ سے زائد جس قبیلہ جاتا تھا۔ وہ درفہ خزانہ کو آپ واپس فرمادیتے تھے۔
 خدا کرے۔ یہ ناصی جانہ ذکر۔ والیان ملک کے لئے۔ جو مستحق درویشوں کے حقوق پہنچانے میں کوتاہی کیا کرتے
 ہیں۔ باعث عبرت ہو۔ مصرع دارستہ بود از دو جهان آن عاشق صادق۔

یا دملک شہ الدین شاہ شہباز

آپ احمد آباد گجرات کے فرزند ہیں۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی تھی۔ تو آپ کے پدر بزرگوار ملک عبدالقدوس
 اپنے والی عہد سے ناراض ہو گئے تھے۔ اور عہد سپاہ داری ترک کر کے بیک سکونت خانہ میں چلے گئے۔ اس
 صوبہ کے حاکم نے بھی والی احمد آباد کی طرح آپ کے باپ کا اعزاز کیا۔ آپ اس وقت مکتب میں پڑھاتے تھے لیکن
 جلد عقل اور عمر بڑھتی جاتی تھی۔ اسی قدر رسمی علوم سے دل چسپی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ جب پدر بزرگوار
 نے اس جہان کو رخصت کیا۔ تو حاکم نے آپ کو باپ کے منصب پر بلایا۔ مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ اور عقلی علوم
 کی تحصیل میں کوشش کرنی شروع کی۔ ایک بار لگی خدا طلبی کا درد اور خدا شناسی کا شوق دل کا دامن
 پکڑ بیٹھا۔ اب بہت کے پانوں سے پیر لقیقت کی تلاش شروع کی۔ اُن ایام میں مخدوم شیخ احمد کشتو۔ اور
 قطب زمان شاہ علی خطیب قدر مس سرھما احمد آباد میں تھے۔ اور طالبان درست اعتقاد کی رہنمائی
 میں کامل طور پر شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے چاہا۔ کہ اپنے درد کی دوا۔ ان دونوں صاحبوں میں سے کسی ایک
 کی خدمت میں حاضر ہو کر طلب کریں۔ اسی کشاکش میں تھے کہ ایک رات خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔
 شاہ علی خطیب نے اپنا مرید کر کے تلقین کی چاشنی سے شیریں کام کیا ہے۔ اور خرقہ خلافت پہنا کر فرمایا کہ جو
 خرقہ بے صحبت ہوتا ہے۔ وہ بے پل کا درخت ہوتا ہے۔ اُس شب کی صبح ہوتے ہی۔ جو کچھ نقد و جنس
 پاس تھا۔ سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا۔ اور خالی ہاتھ احمد آباد کا راستہ لیا۔ جب پیر نے آپ کو دیکھا
 تو تبسم کنان فرمایا۔ عالم مثال کا ملاقاتی آگیا۔ چند سال بعد جب کہ خدمت کی بدولت۔ معرفت کے عالی
 مرتبہ پر سرفرازی ہوئی تو رخصت ملی۔ گوتن شہر پر (اول وطن کو جانا۔ (دوسرے) کہ خدا ہونا۔ (تیسرے)
 لوگوں کی رہنمائی کرنا۔ مجبوراً آپ خانہ میں آئے۔ لیکن ایک پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کی۔ اور
 مکار نفس کی جنگ میں طرح طرح کی ریاضت کر کے خدا پرستی کا معرکہ جیت لیا۔ اس عرصہ میں باطن پر
 خواب میں آگاہی ملی۔ کہ حضور حقیقت سے لوگوں کی رہنمائی کے واسطے شہر میں سکونت اختیار

کرنے کا فرمان تمہارے نام صادر تھا۔ تم اس کے برخلاف صحرائیں ہو گئے ہو۔ آپ اس کو خواب دنیا سمجھ کر پیر کی ملازمت میں روانہ ہوئے۔ ملازمت میں پونچے۔ تو پیر کی زبان سے بھی وہی عالم مثال کا اشارہ پایا گیا۔ اور پہلے ہی رات کو خواب میں دیکھا۔ قیامت کا شور اٹھا ہوا ہے۔ اور لوگ ہر طرف پریشان دوڑے دوڑے پرتے ہیں۔ آپ کے پیر حضور خاتم النبوة علیہ السلام کی کمرین ہاتھ ڈالے ہوئے۔ اور آپ پیر کی کمر کو ہاتھ سے مضبوط ہاتھ ہوئے ہیں۔ اور اسی شکل کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں۔ اور علیٰ ہذا انھی اس آج کے پیچھے بے شمار جماعت ایک دوسرے کی کمرین ہاتھ ڈالے ہوئے۔ آپ کے نزدیک آ رہی ہے۔ پیر نے یہ خواب سن کر فرمایا۔ کہ یہ جماعت تمام تمہاری پیروی اور رہنمائی سے کرامت اور ولایت کے درجہ کو پہنچیں گی۔ لہذا آئندہ لوگوں کے لئے سے کنارہ کشی نہ کیا کرو۔ نیز پیر نے دو بیٹوں کی بھی خوشخبری سنائی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ دونوں بیٹے عالم دنیا اور عالم غیب میں مشہور ہوں گے۔ اور نفس و شیطان جیم پر فتح پاؤں گے۔ ایک کا نام عبدالرحیم اور دوسرے کا نام عبدالکیم ہوگا۔ ناچار آپ نے برہان پور میں آکر شادی کی اور پھر تھوڑے عرصہ کے بعد پیر کے فرمانے کے بموجب بنال زندگی میں پل آیا۔ چھیاٹھ سال ہدایت کی مسند پر بیٹھ کر رہنمائی کرتے رہے۔ اور ان دونوں لڑکوں نے بھی عالم غیب کے کردنیائی رنگین بسلا پر سلف صالحین کی رفتار کی۔ اور نیز ان لڑکوں کے علاوہ دیگر بہت لوگ آپ کی ملازمت میں آئے۔ آپ کو پونچے۔ کہ خود بھی خلیفہ ہو گئے۔ اور اورون کو بھی اپنا خلیفہ بنایا۔ منجملہ ان کے بعض حالات جداگانہ لکھے جاویں گے جن کی ملازمت راقم کو حال ہوئی ہے۔ یا جن کے حالات ثقہ لوگوں کے زبانی راقم کے سننے میں آئے ہیں۔

مسند نشینی کے بعد آپ کے بعض گرامی طریقے بیان کرتا ہوں (۱) دنیا داروں کے دروازہ پر کبھی نہیں گئے اور کسی کے کمانے میں سے لقمہ نہیں اٹھایا (۲) جب کوئی مشکل پیش آ کر تھی۔ جنگل کو چلے جایا کرتے تھے۔ اور کھیت نماز پڑھ کر مراقبہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس وقت حضرت غوث الثقلین سید محی الدین جیلانی قدس سرہ شکی گھڑے پر سوار آپ کو نظر آیا کرتے تھے۔ اور نہایت آسان شکل کے ساتھ شکل کو حل فرما دیا کرتے تھے (۳) ایک روز نماز ظہر کا وقت تھا پانی تلاش کیا۔ تو نہیں ملا۔ اس خوف سے کہ وقت نہ نکل جاوے۔ ایک دیگ آگ پر رکھی ہوئی تھی جس میں پانی کھول رہا تھا۔ اس میں اپنے پانی لیکر وضو کیا۔ اور لوگوں کو ابراہیمی معجزہ دکھایا۔ (۴) شب قدر کو دیکھا تھا (۵) خواجہ خضر سے ملاقات تھی۔ (۶) اپنے آخرین سفر کی آگاہی۔ دوستوں کو نوروز پیشتر دیدی تھی۔ اور اس عرصہ میں سب کو رخصت کر دیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ میرے پاس اپنا مقصد بہت لوگ حاصل کیا کرتے تھے۔

ابھی شخص ایک دل اور ایک رو ہو کر میری قبر کی طرف متوجہ ہو گا۔ توجہ ہم اُس کی ہو گی۔ وہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے پوری کر دے گا۔ آج تک آپ کا فرمانا با اثر ہے۔ جب نوین روز شام اور شام کے بعد رات ہوئی۔ تو اپنے آویہی رات کے وقت ایک خادم سے پوچھا کتنی رات گئی ہے۔ ازراہ سہو اُس کی زبان سے نکل گیا۔ کہ اشراق کا وقت آگیا۔ اپنے تبسم کر کے فرمایا۔ ہاں درست ہے، اور اُسی دم آپ کی روح داخل حق ہوئی۔ اُس وقت شیخ پیر نام ایک شخص باہر نماز پڑھ رہے تھے۔ اُنہوں نے نور کی ایک مشعل کو دیکھا۔ کہ حجرہ کی چیت توڑ کر باہر نکل گئی۔ اس چمک دمک کے ساتھ کہ اُن کو طلوع آفتاب کا شبہ ہوا۔ اور بے اختیار سُبْحَانَ رَبِّیَّ اَلَا عَالِیٰ کمکر زمین پر سر رکھ دیا

مصنع مطلع خورشید وحدت باد اوج جان او

یاد شیخ حسن محمد اساولی

آپ کا اصلی نام ادہن ہے۔ اور اساول احمد آباد میں ایک شاہراہ ہے۔ آپ عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں کی رموز سے آگاہ اور عقلی نقلی کتب کے عالم تھے۔ تجرید اور تفرید کے ساتھ آپ کو دل بستگی تھی۔ ہجری سنہ آٹھ سو چودہ میں آپ کی مثالی صورت عنصری لباس پہنے۔ عالم اجسام میں جلوہ گر ہوئی۔ اور ہجری سنہ آٹھ سو ستتر تاریخ تیر ہوتا سوال کو اصلی وطن کی طرف جو علم آئی ہے۔ خالی مکان سے معاودت فرما گئے۔ بہتک مشائخ سے ملاقات کی۔ اور مفائدہ اُٹایا۔ لیکن۔ خلافت دہجہ سے ہے۔ اولاً خرقہ رہنمائی سید برہان الدین قطب عالم بخاری گجراتی سے ملا۔ اس کے بعد کلاہ اجازت شیخ نصیر جمال نوساری کی ملازمت سے سر پر رکھی۔ خواجہ گاہ اساول۔

یاد شاہ نجم الدین مستدوی

آپ ہمیشہ دل خوش۔ اور ہمت بلند کما کرتے تھے۔ سید نظام الدین بن سید مبارک غزنوی کے بیٹے ہیں۔ آغاز جوانی میں خدا شناسی کی ہوا سر میں بہری۔ لہذا اولاً نظام العرفا کی خدمت میں مرید ہوئے۔ اور ایک عمر تک اسید وار رہے کہ معنوی کشف و معرفت حاصل ہو۔ لیکن۔ اس رزوکا قفل نظام العرفا کی کنجی سے نہیں کھلا ناچا۔ پیر کی اجازت سے روم کا سفر اختیار کیا۔ اُس ملک کی دارالسلطنت میں پہنچے۔ اور وہاں پر شیخ خضر رومی کی ملازمت حاصل کی جو قطب الاولیا کا کی کے خرقہ پوشوں میں سے ہیں۔ فرماتے تھے۔ اتنی معرفت کے بارہ میں نجم الدین کا ادراک بالکل پرمردہ اور فاسد رہتا۔ مگر زیدی شیت اور پیر بزرگوار کی بشارت کی بدولت شیخ خضر رومی کے عیسوی دیدار نے اولین نوبت میں ہی۔ نجم الدین کی آرزو میں طراوت حیات پیدا کی۔ آخر کار آپ قلندر و ن کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔ اور ایک مدت تک اُس ملک کی سیاحت کرتے رہے۔ پھر تقدیر آئی

آپ کو ملک ہند میں پہنچ لائی۔ جب آپ منٹو (مانڈو) میں آئے۔ تو یہاں کی آب و ہوا آپ کے پانوں کی زنجیر بکری
 سفر سے مانع ہوئی۔ ہر ایک گروہ کے بزرگ اصحاب آپ سے محبت کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے مسافرت کا خیال
 آپ کے دل سے جاتا رہا۔ منصف بادشاہ کی درویش پرستی اور نیاز مندی ہی آپ کی دل چسپی کا باعث ہوئی۔
 اور جو اصحاب گنج تنہائی میں گوشہ گزین تھے۔ اُن کی صحبت کچھ ایسی پسند آئی۔ جس کی چاشنی کے مقابلہ
 میں۔ سیاحی کی حلاوت۔ آپ کو تلخ معلوم ہونے لگی۔ القصد جو انواع و اقسام کی رعنائی اور دل ربائی
 اس سلامی شہر میں تمام اطراف سے اُس زمانہ میں جوش کنان پائی جاتی تھی۔ یہ آپ کی خاطر کے لیے کندہ اور
 آپ کے قلب کے لئے جال بنی۔ چنانچہ اس فریفتگی کے سبب آپ قلعہ کے دامن میں قصبہ بعلجہ کے کنارہ چنلہ
 تالاب کے متصل جو جنات تجری من تحتہا الالہام کے ہم پہلو ہے۔ گوشہ نشین ہوئے۔ اور تجرد
 کی آزادی سے نکل کر تامل کی ہی زنجیر پانوں میں پین لی۔ کم و بیش دو سو برس کی عمر پائی۔ ہجری سنہ آٹھ سو باطن میں
 عالم روحانی کا غم فرمایا۔ یہ ایام وہ تھے۔ کہ سلطان ہوشنگ غوری ابن دلاور خان کی عروجی زمانہ کے لئے صوبہ
 مالوہ میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔

آپ کی بڑی بڑی کرامتیں لوگوں کے زبان زد ہیں۔ کتے ہیں۔ ایک رات چراغ میں تیل نہیں رہا تھا۔
 خادم نے تیل کی جگہ تھوڑا سا پانی فلتیل سوزمین ڈال کر تیل جلا دی۔ تیل کی طرح روشنی ہوئی۔ بعدہ ایک مدت
 تک تیل کی جگہ پانی جلا کرتا تھا۔ چونکہ خادم کا حوصلہ۔ اس راز کی حفاظت نہ کر سکا۔ اور یہ راز اُس کے منہ سے
 نکل کر۔ کانوں میں پہنچا۔ تو پانی تیل کی نیابت سے مخروں ہو گیا۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اولیاء اور اتقیا کے
 اکثر تصوفات ظاہر اور ثابت ہونے کے واسطے لازمی شرط یہ ہے۔ کہ تبصرات کا بیان منہ سے نہ کیا جاوے
 اور وہ قانون تک نہ پہنچیں پس جب کبھی اہل کرامت مشرطون کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ تو اللہ
 پاک ہی خرق عادت کا شرف اُن اصحاب سے لیتا ہے۔ آیۃ اِنَّ اللہَ لَا یَغۡیۡرُ مَکَ یَقۡوۡمُ حَتّٰی
 یَغۡیۡرَ مَا بِاَنۡفُسِہُمۡ اِیۡسٰی بات کی دلیل ہے۔

واضح ہو۔ کہ جو خیرات کالیف عذاب کو۔ اور جو پاداش۔ محنت و مشقت کو شامل ہوتی ہے۔ یہ جہد و
 کے نامہ و افعال کا عکس ہے۔ جو آفریدگار عالم کی عدالت اور حکمت آئینہ سے منعکس ہوتا ہے۔
 فَلَا وَجُودَ یُعۡکِیۡ دُونَ الۡاَصۡلِ۔

۱۵۔ ایسے باطن۔ جن کے ظہر میں بھی ۱۲ جگہ کوئی توہم بنی ذاتی صلاحیت کو نہ دے۔ خدا اُس میں کسی طرح کا تیر و تبدل نہیں
 کیا کرتا۔ ۱۲۔ عکس کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے۔ سوائے اصل کے ۱۲۔

شاہ قطب الدین بصیر جو پوری نے جن کو طریقت میں اعلیٰ مرتبہ اور حقیقت میں قطبی درجہ حاصل تھا
نجم السادات سندوی سے فیض بصیرت پایا تھا۔ اور آپ کی ہی بدولت شاہ قطب الدین کا سلوک حد تک
کو پہنچا تھا۔ شاہ قطب الدین کی خواہ گاہ جو پور میں ہے۔

دوسرے شاہ نصیر الدین جو پوری تھے۔ جو اطراف جو پور کے نامور مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ شاہ
قطب الدین بصیر کے مرید ہیں۔ آغاز سلوک میں اپنے پیروں کی پیروی کر کے قلندرانہ لباس میں رہتے تھے۔ مگر اخیر میں
یہ لباس متوقف کر دیا تھا۔ اور خرقة صوفیہ میں لیا تھا۔ تقویٰ کے حدود سے کبھی سرسبز و تاج و تہ نہیں کیا۔ لیکن شاہ
نصیر الدین کے مرید اکثر قلندری لباس میں رہتے ہیں۔ منجملہ مریدوں کے ایک سید عالم جو پوری ہیں۔ جو چند عرصہ
ایک عالم کون و فساد کے انتظام میں قطب رہے تھے۔ ہمیشہ اپنی گدائی کا حال۔ دوسرے حاجتمندوں پر صرف
کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں شیخ امان پانی تھی۔ ابتداء میں سید عالم جو پوری سے ہی بیعت تھے چونکہ سید
عالم کی ہدایت سے شیخ امان کا کمال نوشتہ تقدیر نہیں تھا۔ اس واسطے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوا۔ ناچار دوسری
جگہ دل ہٹا دئے۔ اور شیخ مودود لاری کی ملازمت سے کامیاب ہوئے۔ یہ سرگزشت مفصل طور پر ذکر امانی
میں لکھی جاوے گی۔ بِعُثُونِ الشَّيْءِ لَوْ قَبِيحٌ

جب اپنے رحلت فرمائی تو چند سال بعد سلطان غیاث الدین احمد غلجی نے آپ کی قبر پر۔ اسی تلابک کے کنارہ
ایک گنبد تعمیر کرا دیا تھا۔ آج کے دن تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے۔ عمارت مذکورہ میں رونق تازگی موجود ہے
زمین و آسمان کا خالق۔ اُس کو آفات سے محفوظ رکھے۔

یاد سید احمد حامد رحمۃ اللہ علیہ

آپ محمود کے بیٹے۔ اور اپنے بزرگوار چچا سید حسین حضور نیروالہ کے مرید اور نیز خلیفہ ہیں۔ تجرید و تفرید۔ اور
تحقیق و توحید کا راستہ چلنے والوں کے پیشوا۔ عشق و شیفگی کے دریا میں غرق۔ اور شوق و آلام کی آگ میں لکھل
جھلے ہوئے تھے۔ نیروالہ کے صحیح البیان راویوں کے مکتوبات نقل ہے۔ جب آپ کے دل کو کمالات کے سر پایہ
تو نگری حاصل ہوئی۔ تو آپ کے عم بزرگوار نے عالم جسمانی سے دار القرب و روحانی کو انتقال فرمانے کے وقت آپ کو
اپنا جانشین کیا۔ خرقة خلافت اور سند اجازت آپ کے سپرد کر کے۔ کلاہ رہنمائی آپ کے سر پر رکھی۔ اور فرمایا۔ احمد۔ درود
کے واسطے بہتر یہ ہے۔ کہ اپنے حجرہ سے ہر ایک ضرورت کے لئے۔ باہر نہ نکلے۔ اور اپنا پانوں کسی شخص کے گھر کی آمد و رفت
میں راستہ سے آشنا نہ کرے۔ مگر یہ۔ کہ گاہے ماہے۔ کسی خاص ضرورت سے صحر اور بیابان کو اپنا جانا جائز سمجھے

مرشد کی نصیحت اور موثر انفاس کی برکت سے چنے پہرنے کی خواہش کہی آپ کی خاطر خاطرین نہیں آئی۔
اور صرف حجرہ کی چار دیواریں۔ یار دوست کی صفائی سے آپ کی تماشگاہ بنی رہی۔

اتفاقاً ان ایام میں المتوکل علی اللہ شیخ عزیز اللہ متوکل منڈوی۔ شہر نروالہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اپنے پیر خواجہ رکن الدین کان شکر کی خدمت میں الہی معرفت کے حصول کے لیے۔ کوشش کر رہے تھے ایک سال خواجہ رکن الدین پیر کی اجازت سے شیخ عزیز اللہ نے حضرت فرید الحق گنج شکر کے عرس کا ارادہ کیا۔ اور اس واسطے بزرگان شہر کی خدمت میں دعوت کے رقعے بھیجے۔ تمام اکابر نے قبول کیا۔ مگر اپنے قبول نہیں فرمایا۔ قبول نہ کرنے کی وجہ میں اپنے چچا کی وصیت کا عذر کیا۔ کان شکر نے فرمایا عزیز اللہ مجلس کا انعقاد کسی فرحت افزا صحرائیں کرنا چاہیے۔ تاکہ آپ کو گنجائش عذر باقی نہ رہے۔ اور نقص وصیت بھی نہ ہونے پاوے۔ آپ نے اس قرار پر دعوت قبول کر لی۔ اور جب مجلس عرس میں جانے کا عزم کیا۔ تو سجادہ اپنے چوٹے بہائی سید یعقوب کے حوالہ فرمایا۔ جو ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ اسی سلسلہ میں پاپس والوں کو یہ بھی فرمایا۔ کہ ہمارے واپسین سفر کا وقت قریب آگیا ہے۔ جب آپ مقام عرس میں پہنچے۔ اہر طرح کی معرفت کی باتیں۔ دل کو الجھانے لگیں۔ تو اپنے حاضرین کو فرمایا عشق و محبت کی کوئی حکایت اگر یاد ہو تو بیان کرو۔ کیونکہ درویش کے کان دوستی کا قصہ سننے کے مشاق ہیں۔ ادب کے لحاظ سے ہر ایک نے غنہ کیا۔ آپ نے فرمایا نفع ادب میں فو کا مل تعمیل حکم ہے۔ مجبوراً ایک شخص نے قصہ آغاز کیا۔

ایک کلال تھا۔ جس کو اپنی محبوبہ کے ساتھ کمال محبت اور عشق تھا۔ چونکہ وہ عقیقہ تھی۔ اس واسطے اُسے ایک روز اپنے شوہر سے کہا کہ اگر آپ کسی دوسری عورت سے عقد کر لیویں۔ تو ناموزون نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا کوئی جانشین نہیں ہے۔ شاید دوسری عورت آپ کے کوئی لڑکا پیدا ہو جاوے۔ اور میرے عطر کی وجہ سے آپ کی نسل ضائع نہ ہو۔ کلال نے جواب دیا۔ کہ محبت کی غیرت مجھ کو اجازت نہیں دیتی ہے۔ کہ تمہارے موجود ہوتے ہوئے میں کسی اور سے عقد کروں۔ عورت نے پرکھا۔ جب محبت حد کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو اس میں رشک اور نقصان کا کوئی خوف باقی نہیں رہتا ہے۔ خدا کا شکر اور احسان ہے۔ کہ میری اور آپ کی محبت کمال کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور اس عمدہ کام کی اجازت میں اپنی خوشی سے دینی ہوں۔ یقین کر کے ماننا۔ کہ دنیا و محبت میں سے ایک اینٹ کا بھی نقصان نہیں ہونے پائے گا۔ جب عورت کا اصرار حد سے گزر گیا۔ تو مرد مجبور ہوا۔ ایک نئی عورت ہم پہنچائی جو جمال اور جوانی میں تقویم پارینہ سے احسن تھی خلاصہ کلام یہ کہ خوشخونی۔ اور دلربائی کے اعتبار سے اس جدید

کے ربط و رسم نے اُس قدیمہ کی یاد آہستہ آہستہ بالکل دل سے بہلا دی۔ اور اس کے شربت وصال نے اُس کے خیال کا نقشہ مرد کے صفحہ خاطر سے قطعی دھو ڈالا۔ یہاں تک کہ ایک عمر کے بعد بھی قدیمہ کا نام شوہر کی زبان پر نہیں آتا تھا۔ اور وہ بیچاری بے مجبوری صبر اختیار کر کے جس گہرین سواری کا جانور بندہ تھا۔ گوشہ گزین ہو گئی تھی۔ اور فراق کا زمانہ یا دوست مین گزارتی تھی۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا۔ کہ اُس مکان مین۔ آگ لگی۔ کلال کو بھی خبر پہنچی۔ کہ فلان گہرین آگ لگی ہے۔ تو کرون کو پکار کر کہا۔ جلد دوڑو اور جو چیز اور اسباب مین پونکال لو۔ اور اُس عورت کا نام لیکر کہا۔ کہ اُس کو بھی اس ناگمانی آفت سے بچاؤ۔ جب اُس نا اُمید نے یہ خوش خبری سنی۔ کہ اس تقریب کے میزبان شوہر کی زبان پر آیا ہے۔ تو اپنے دل مین حیاں کیا۔ کہ میرا نام سالہا سال کی بعد آگ لگنے کے طفیل مین دوست کی زبان پر آیا ہے۔ لہذا یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ مین اس آگ کے جدائی اختیار کروں۔ بلکہ بہتر یہ ہے۔ کہ اپنے تئیں پروانہ کی طرح جلا دوں ہر چند چاروں طرف سے کوشش کی گئی۔ وہ آتش فراق کی صلی ہوئی تھی۔ اُس نے مشتعل آگ سے قدم باہر نہ نکالا۔ اور اپنے تئیں خدا کے سپرد کر دیا۔

جب حکایت ختم ہوئی۔ تو جوش و خروش شروع ہوا۔ آپنے توالون کو فرمایا۔ کہ وہ غول گاؤ۔ جس کو سکر قطب لادیا۔ خواہر قطب لدین بختیار اوشی اس عالم آب و گل سے۔ جان و دل کی سراج کو کوچ فرما گئے تھے۔ چنانچہ غول گالی گئی جب غول کے اشعار الاپ مین آئے۔ اور اس شعر پر نوبت پہنچی بیت

کشتگانِ خجستہ	تسلیم را	ہر زمان از غیب جانے دیگرست
---------------	----------	----------------------------

سید کے اشتیاق کا شعلہ بڑک اٹھا۔ اور طلب کی ہگ زیادہ مشتعل ہوئی۔ اسی حالت مین موفن نے تکبیر کہی۔ آپ بے قصور تمام نماز کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور غزین سجدہ مین جان سپرد جانان کر دی۔ اور ابدی وصال حاصل ہو گیا۔ بیت

اگر آرزو بقدر گرفتاری دلست	وصل بدینی شکست آرزوست
----------------------------	-----------------------

کل ذلك في السابع من المحرم الحرام من شهور سنة ثمان مائة ونيّف ومائة
في روضة عمدة الشرف السيد حسين قدس سره

یا مولانا فتح اللہ

آپ حقائق نیا ہی مولانا عبدالرحمن جامی کے ہم عصر تھے۔ طریقت اور حقیقت مین آپ کا قدم اتھکام کے
۱۵ یہ واقعہ ہجری سنہ ۱۰۲۰ پر آٹھ سو کے محرم مہینے مین ہوا ہے۔ اور آپ کا مرقد آپ کے بزرگوار چچا سید حسین کے روضہ
مین ہے۔ قدس سرہ ۱۲۔ ۱۵ عتقہ جس قدر ہی زیادہ ہو۔ وہ نیّف ہے ۱۲ قاموس۔

سلطنت جماعت مولانا غیاث الدین احمد کی خدمت میں ہمیشہ دستی یا سدا زرداری کی راہ سے آمد و رفت رہتی تھی۔ ایک روز سلسلہ علمائے خیالات اپنے بیان فرمایا۔ کظاہری علوم کی تحصیل پر دل کو توجہ نہ دیں۔ اگر اجازت ہو۔ تو یہ کتابی تحصیل ترک کر کے اپنا زمانہ عمر یا دالہ میں گزاروں۔ اور درویشانہ رفت و روب جہاڑ پونچھ سے دل کا دیرین مکان پاک صاف کر کے عرفان شمع اُس میں روشن کروں۔ فرمایا۔ یہ مبارک خیال مولانا جہاڑی کے حنفیہ میں عرض کرنا چاہیے۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ جواب ملا۔ جو کتاب تم پڑھ رہے ہو۔ پریشان حالی اور اشتغالی کے ساتھ جیسے ہو گئے۔ تمام کرکھتہ میں سے بقدر ضرورت یاد کرو۔ اس کے بعد خدا تک ہو جاؤ اور خودی کا گرنج و بنیاد سے اکھاڑ پھینکو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ توڑا ہوا حصہ گزرنے نہیں پایا تھا۔ کہ اپنے وقت کے اربابِ طریقت میں آپ سرگروہ ہو گئے۔ مصرعِ برہ سدا زعلوم رہی گشت۔

یاد شیخ عزیز اللہ

آپ شیخ یحییٰ ابن شیخ لطیف الدین کے بیٹے۔ اور فاروقی نسل ہیں۔ فرخ شاہ کابلی سے سلسلہ جاملتا ہے۔ خواجہ رکن الدین چشتی کے مرید اور خلیفہ ہیں جن کی قبر نردالہ میں ہے۔ کہتے ہیں۔ آپ اہل آپ کے بہائی شیخ احمد دونوں خرو سال تھے۔ کہ باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا۔ مان کی ہمت اور اجازت سے نردالہ میں خواجہ رکن الدین چشتی کے پاس گئے۔ مان نے اپنے سر کی چادر میٹھون کو دیدی تھی۔ کہ میری نشانی ساتھ لیتے جاؤ۔ جب دونوں بہائی خواجہ آستانہ پر پہنچے۔ تو خواجہ کی ضمیر میں عکس پڑا۔ کہ شیخ یحییٰ دہلوی کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ خواجہ نے خادم کو فرمایا۔ اجازت دو۔ تاکہ اندر کجاوین۔ وہ دونوں نوجوان ہاتھ پر چادر رکھے ہوئے اندر آئے۔ خواجہ نے بے نہایت نوازش اور مہربانی فرمائی۔ چند روز بعد شیخ احمد کو انتظام راہ کر کے دہلی کو واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ شیخ احمد کی ظاہری و باطنی گرہ کشائی۔ مان کی خدمت اور فرمان برداری میں ہے۔ اور شیخ عزیز اللہ کی کشود کار نردالہ درویش کے نام لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ عزیز اللہ کو پاس رکھ کر بان کی خدمت سپرد فرمائی۔ آپ کو بھی اس خدمت میں دل چسپی ہو گئی۔ ایک روز رات کو بان نہیں رہے تو امداد رات آدمی سے بھی متجاوز ہو گئی تھی۔ قلعہ کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ اس خوف سے کہ خواجہ بان مانگیں گے۔ اور نہ پاؤں گے۔ تو بہ خدمت کے ساتھ نام زد ہو جاؤں گا۔ پھر کئی راہ سے باہر گئے۔ اور تینوں کے گھر پہنچ کر بان لے آئے۔ جب وقت ضرورت بان مل گیا۔ اور خواجہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ بان نہیں تھے۔ اور فلاں شکل سے بہم پہنچائے گئے ہیں۔ تو کمال عنایت سے فرمایا۔ کہ اکی فیض سے جو کچھ زندہ کی رات میں رکن الدین کو پہنچے گا۔ وہ ہمارے نام کر دیا جاوے گا۔ آپ ہی کچھ امداد سے لوگ کہتے ہیں

کہ بیان کرتے تھے۔ اسی شب میں صفاتی اور افعالی توحید کا وجدان ہوا۔ اور دل میں بیان تک فروغ پیدا ہوا۔
 کہ خود بینی سے نجات مل گئی چند روز بعد آپ پیر کی اجازت سے احمد آباد میں آئے۔ بیان شیخ احمد کھٹو سے ملاقات ہوئی
 ایک روز اپنے شیخ احمد سے پوچھا۔ اس صوبہ کا پیر کون ہے شیخ احمد نے کہا۔ جو شخص جسم کے بارے جلد بک ویش
 ہو جاوے۔ انہیں ایام میں شیخ احمد بیمار ہوئے۔ انہوں نے ایک درویش کو دو پارچہ۔ اور ایک شیشہ گلاب کا
 دیکر آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور کہا۔ درویشوں کو دعا ہی کافی ہے۔ درویش جو کچھ لایا تھا۔ پیہرے گیا۔
 شیخ نے فرمایا۔ آپ اس پردہ میں ایسا کتے ہیں۔ کہ احمد کا کفن اسی پارچہ سے ہوگا۔ اچھا اس کو حفاظت سے
 رکھو۔ بیان تک کہ نتیجہ ظاہر ہو۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ جب خیال کے موافق ظہور ہو گیا تو آپ نے شیخ احمد کو قبر میں
 دفن کر کے۔ دولت آباد کن کاراستہ لیا۔ چونکہ وہاں پر پیکر پرستی کا رواج تھا۔ اور لوگوں کے کاروبار کا بست و کشاد
 برہمنوں کے ہاتھ نظر آیا۔ لہذا آپ نے ارادہ مالوہ کا کیا۔ جب آپ دریائے نرپدا کے کنارہ پہنچے تو وہاں کے سلطان محمود
 ابن خان جہان کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ میں اس شہر سے شہر میں آتا ہوں۔ کہ سلطان استقبال نہ کرے۔ اور
 میرے ملنے کے واسطے نہ آوے۔ اور نہ کچھ دیر یہ بھیجے۔ سلطان نے یہ حکم سرانگمہ میں پر لیا۔ اور آپ کے قدم سے شہر
 میں رونق حاصل ہوئی۔ چند روز بعد محمود نے اپنی بیٹی اور محرومی کا گلہ۔ مہرمان شیخ کے نزدیک کرنا شروع کیا۔
 آپ نے فرمایا اگر صرف ایک دفعہ کے دیکھنے پر سلطان راضی ہو۔ تو دریغ نہیں ہے۔ اور قسم کا کفارہ دہل ہے۔ اس کے
 بعد فرزندوں کو گجرات بھیج دیا۔ اور خود منٹو (مانڈو) میں گوشہ نشین ہو گئے۔ شیخ صالح ابن رفیع الملک نے
 مُعْتَمَرُ (ابا عن جد) اپنے آبا و اجداد سے بیان کیا ہے۔ ایک رات شیخ عزیز اللہ کی طبیعت میں انقباض
 پیدا ہوا۔ حجرہ سے گھر میں چلے آئے۔ اور اندر والوں سے پوچھا۔ کیا تم لوگوں کے پاس دنیاوی چیزوں میں سے کچھ
 ہے۔ وایہ نے جواب دیا۔ کہ آج کل بی بی درملکہ کا دودھ چھوڑا ہوا ہے۔ اس واسطے اس کے لیے۔ روٹی کا ٹکڑا باریک
 کر کے ایک پیالہ دودھ میں بیگور کر کے۔ فرمایا۔ باہر بھیجاؤ۔ اگر کوئی درویش نہ ملے۔ تو کسی جالوز کو دیدینا۔ یہ کہہ کر
 حجرہ میں چلے آئے۔ جب شیر خوار بچی نے بہو کے رونا شروع کیا۔ تو وایہ اس کو آپ کے پاس لے آئے۔ اور مصلے
 کے پائین میں لٹا دیا۔ آپ نے اپنے پائوں کا انگوٹھا بچی کے منہ کی طرف بڑھایا۔ بچی انگوٹھا چوسنے لگی۔ اور رونے
 سے چپ ہو گئی۔ اس رات کو بچہ خدا نام غیبی کی طرف سے سترہ بار عزیر اللہ المتوکل علی اللہ کی ندا سننے میں
 آئی۔ اس وقت لوگوں نے بھی آپ کو اسی خطاب کے ساتھ نام زد کر دیا۔ مصرع چون نام خوشیست عزیر خدا خلق
 ملے۔ ایک موضع کا نام ہے جو جمیر اور ناگور کے درمیان میں واقع ہے ۱۲۔

یادشاہ عالم گجراتی

آپ کا نام سید محمد ہے۔ اور آپ قطب عالم کے بیٹے ہیں۔ چونکہ سبیلے بیٹے تھے۔ لہذا منہم بھی نام تاجر کے
 معنی متوسط ہیں۔ آپ تمام تصوف کے مقامات اور طریقت کی منزلوں پر پونچے ہوئے تھے۔ آپ کے استاد شیخ
 سراج الدین علی حسینی احمد آبادی سے لوگ روایت کرتے ہیں کہ فرماتے تھے۔ عنصری جسم میں آپ کے نفس ناطقہ کا
 نزول تاریخ نوین ذی قعدہ ہجری سنہ آٹھ سو ستر کی رات میں ہوا۔ ادا آغاز زمانہ ہوش سے امیرون اور سرداروں کے
 میل جول سے دور۔ اور دانش و نبیش کی تحصیل میں مصروف رہے۔ عہد کرلیا تا کہ نوکری نہیں کروں گا۔ گو بادشاہ
 ملک اپنی تمام قلم و وجہ معاش میں مقرر کر دیے۔ چونکہ آپ نے اس میدان میں قیم استحکام کے ساتھ جمایا تھا۔
 لہذا۔ چند روز بعد اس سرزمین کے تمام امرا اور سلاطین آپ کی آستانہ بوسی کو وجہ پشت پناہ سمجھنے لگے
 نیز اپنے مکانون میں آپ کی تشریف آوری کو باعث افتخار جانتے تھے۔ لکھا ہے۔ کہ جب صادق اور با اعتماد
 مریدوں کی نظر آپ کے لورانی چہرہ پر پڑتی تھی۔ تو وہ بالکل بے قابو ہو کر سجدہ میں سرکہ دیا کرتے تھے۔ جب یہ بات
 اکثر لوگوں کی زبانی سننے میں آئی۔ تو مولانا سراج الدین عالم بٹانی نردالہ جن کا عمل علم کے مطابق تھا۔ شاہ
 کی ملازمت میں آئے۔ تاکہ سجدہ کرانے سے روکیں۔ کیونکہ شریعت میں یہ امر بالکل ناجائز ہے۔ زیادہ تر تعجب کی
 یہ بات ہے۔ کہ جب مولانا سراج الدین کی نظر شاہ کے جمال پر پڑی۔ تو مولانا نے بے ارادہ سرزمین پر رکھ دیا۔ اور
 رسم سجدہ بجالائے۔ شاہ نے فرمایا۔ مخلوق کے سامنے سجدہ کرنا اور سجدہ۔ مولانا نے جواب دیا۔ بیشک یہاں
 ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ مجھ میں ضبط کی طاقت ہی نہ رہی۔ اس کے بعد حقائق بیانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور
 بہت کچھ اسرار کے معما حل کئے گئے۔ تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ اور بیسویں جمادی الثانی ہجری سنہ آٹھ سو اسی کو دھانی
 عالم کی طرف کوچ فرما گئے۔ آپ کی قبر رسول آباد میں ہے۔ جو احمد آباد گجرات کا ایک محلہ ہے۔

یاد قاضی عطاء اللہ حسینی قدس سرہ

بعض روایت سے آپ کی ولادت دہلی کی ہے۔ بیعت و طریقت کے آپ کے پیر کون تھے۔ یہ حال کہیں لکھا
 ہوا نہیں دیکھا گیا۔ آپ اپنے زمانہ میں عالمون اور کامیاب ارباب سعادت کا مرجع تھے۔ کہتے ہیں۔ جب آپ سفر
 حجاز سے ہند میں لوٹ کر آئے۔ تو جو مومنہ آپ کے نکاح میں تھی۔ وہ دختر کوچر کر اس جہان سے کوچ کر گئی۔ جب وہ
 لڑکی باپ کی پرورش سے بڑی ہوئی۔ اور اس کی عمر دس برس سے متجاوز ہو گئی۔ تو حضور خاتم النبوت علیہ السلام نے
 خواب میں ارشاد فرمایا عطاء اللہ تمہاری لڑکی شیخ بہار الدین صدیقی کے نام سے بروز ازل نام زد ہو چکی ہے۔

جو منڈ (ملڈو) میں گوشہ گزین ہیں منڈا منڈو میں جاؤ۔ اور تعمیل کرو۔ ناچا آپ گجرات کے منڈو میں آئے۔ اور شیخ بہاؤ اللہ کو تلاش کیا جب پتہ لگ گیا تو حسب الارشاد نسبت مذکورہ عمل میں لائی گئی خود ہی آپ نے اسی شہر کی اخیر سرحد کے کنارہ ایک کونہ اختیار کر لیا تھا۔ اور وہیں رہے یہاں تک کہ اخروی سفر کا وقت آگیا۔ آپ کی قبر پر سلاطین خلیج نے ایک گنبد تعمیر کرا دیا ہے شیخ نجم الدین ابن بہاء الدین جو شاہ میاں خجی حشتی منڈو کی بایں ہیں؟ یہی کی ہلکی عمر میں

یاد مولانا سعد الدین کا شغری

آپ فتانی اللہ کے جنگل کی گھاٹیاں طے کر چکے تھے۔ اور بقا باللہ کے دریا میں تیرا کرتے تھے حقائق آگاہ مولانا عبدالرحمن جامی نے لکھا ہے۔ آپ کے جذبات اور حالات کا بیان تک جوش تھا۔ کہ جن پیام میں آپ کی توجہ عالم اسیر کی طرف ہوئی تھی۔ اُن پیام میں بے خودی اور بیہوشی آپ کو غنودگی کے طور پر ہوا کرتی تھی۔ ایک سال روز میں نے نادان قیامت عرض کیا۔ کہ آپ اگر ایک لمحہ کے واسطے تکبیر پر سر رکھ کر آرام لے لیں۔ تو نا وقت نہیں ہے۔ فرمایا۔ جلی یہ گمان نہ کرنا کہ اس گروہ کو خواب شیرین کے سوا کوئی ادب نہ ہو سرور پیدا کر سکتا ہے۔ یہ ارشاد سرزنش سکر میں خجیات سے عرق عرق ہو گیا۔

غوثی اس میں شک نہیں۔ کہ تمام آدمی صورت و شکل میں باہم مشترک ہیں۔ مگر اس شتراک سے نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے۔ کہ معنی میں بھی باہم مثل ہیں۔ بلکہ ایسا حال ہے۔ کہ ایک شخص تو آنکھیں بند کر کے آسمانی باغ کی سیر کرتا ہے اسی طرح کا دوسرا آدمی اُن غافلوں میں جگ ہوتا ہے جو بیہوشی کی بساط پر بیٹھے ہوئے اونگھا کرتے ہیں بیت

پوشیدہ چشم باتو نشستن بہ بزم منکر	قانون ہم نشینی اہل دیار راست
-----------------------------------	------------------------------

یاد شاہ عبداللہ شطاری

حضرت اعلیٰ آپ کا لقب ہے۔ آپ حسام الدین کے بیٹے ہیں۔ جن کا سلسلہ اس طرح ہے۔ حسام الدین بن شلیل بن ابن ضیاء الدین بن نجم الدین بن جمال الدین بن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سروروی۔ اور شیخ محمد عارف کے خلیفہ ہیں۔ جن کو شیخ محمد عاشق سو خلافت تھی۔ ان کو اپنے باپ شیخ خداقلی مادرار النہری سے ان کو شیخ ابوالحسن عشقی سے۔ ان کو مولانا ابوالمظفر ترک سے۔ ان کو شیخ ابوزید اعرابی سے۔ ان کو شیخ محمد مغربی سے۔ اور ان کو سلطان العرفا شیخ ابوزید بظامی سے تھی۔ قدس اسرار ہم۔ اس سلسلہ کو ایران اور توران میں عشقیہ۔ اور دارالملک روم میں بظامیہ کہتے ہیں۔ لکھا ہے۔ دعوت کا علم۔ ذکر و ناطقہ۔ اور شغلون کی روش۔ کہ انہیں ہر مشہور سلسلون میں سلوک و ہدایت کا دار و مدار ہے۔ یہ سب کچھ آپ عمل میں لائے۔ اور بزرگانِ طریقت سے حاصل کیے تھے

ایک رسالہ لطائف فیسیہ آپ کی تصنیفات ہے۔ سلطان غیاث الدین خلجی شاہ مالوہ کے نام ترتیب دیا تھا۔ اس رسالہ میں آپ لکھتے ہیں۔ توحید کے اسرار۔ وجد کے اطوار۔ الہی حقائق۔ اور طریقت و حقیقت کے دقیقہ جو صوفیہ خاطر کی لوح پر محفوظ تھے۔ یہ باتوں و علمناہ میں لَدُنَّا عِصْمًا کی رہنمائی کی بدولت۔ سید فیاض سے بے واسطہ پہنچتے۔ **يَا قَسْلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** کے حکم کے بموجب مشائخ طریقت سے بالواسطہ معلوم ہوئے تھے۔ ان سبباتوں کو قلم کے ذریعے اور اق میں ثبت کیا ہے تاکہ اہل ظاہر اور اہل باطن دونوں کو فیض پہنچے۔ اور رحمتہ للعالمین ہونے کا اطلاق خلافت حیر اور برہی صادق آؤ نیز لکھا ہے۔ کہ نفی و اثبات کے ذکر کی تلقین بہت گہری اور مقبول اسی کے بجائے پہنچی ہے۔ میں جن اہل میں بخدا میں تھا اُس وقت میں نے سنا تھا۔ کہ شیخ مظفر کتانی خلوتی۔ جو نیشاپور میں ہیں۔ صوفی کو تین روز کی خلوت میں خدا تک پہنچا دیتے ہیں۔ فوراً میں شیخ مظفر کی خدمت میں دوڑا گیا جس قدر کا نون سے سنا تھا۔ اُس ہزار و چند زیادہ آنکھوں سے دیکھا۔ ایک عرصہ تک شیخ مظفر کی ملازمت کر کے نفی و اثبات کا ذکر۔ اور اُس کا تصور یاد کر لیا۔ یہ طریقہ شیخ مظفر کو شیخ ابراہیم عشق آبادی سے۔ ان کو سید نظام الدین حسین سے ان کو شیخ محمد خلیلی سے۔ اور ان کو شیخ نجم الدین کبریٰ سے حاصل ہوا تھا۔ اسی سلسلہ میں خراسان اور عراق کی سیامی کرتا ہوا۔ آرزو بیجان کے ملک میں پہنچا۔ یہاں پر سید علی موحّد کی ملازمت حاصل کی۔ سید علی موحّد کو۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت میں زیور کمال سے آراستہ پایا اور ان کی صحبت سے بکویت کچھ فائدہ پہنچا۔ سید علی موحّد کو شیخ زین الدین خوافی سے اجازت تھی۔ جو چار واسطہ سے شیخ الشیوخ سہروردی کو پہنچتے ہیں۔

آپ ہجری سنہ آٹھ سو نوے میں ترک تعین کر کے خلوت خانہ لائقین کی طرف کوچ فرما گئے۔ آپ کی خواہش کااد مستند (مانڈو) میں ہے سلاطین خلجی کے مقبرہ کی جنوبی سمت میں۔

شاہ کے جسم پر سلطانی لباس و ہمراہی صوفیوں کے جسم پر فونی و ردی ہوتی تھی۔ اس شان کے ساتھ علم اٹھاتے تھے۔ اور نقارہ بجاتے تھے۔ اسی طمطراق کے ساتھ سیامی کرتے تھے اہل جہان کا تماشا کر کے فیض پہنچاتے تھے اور فائدہ بھی اٹھاتے تھے۔ آٹھائے راہ میں جس میں اور مسکان پر پہنچتے تھے۔ اُس سرزمین کے مشائخ کو پیغام بھیجتے تھے۔ کہ ایک درویش نے اس خیال سے سیامی اختیار کی ہے۔ کہ اگر کبار توحید کے معنی کوئی شخص اُس سے بہتر جانتا ہو۔ تو وہ مسافر کو تعلیم کر دیوے۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو مقیم لوگوں کا بے مشقت فائدہ لے لے۔

اسی طرح سے اُس کو ایک خاص علم سکھا دیا تھا۔ ۵۲ لوگوں کو اگرچہ معلوم نہیں ہے۔ تو اہل کتاب سے پہنچا کر دے۔

اس میں ہے کہ وہ گنج توحید مسافر سے حائل کر لیوں۔ کیونکہ ایسی فرصت جس میں اسباب سعادت بھی بہم پہنچیں۔
 دشواری سے ہاتھ آتی ہے۔ المقصد۔ جب آپ بنگالہ میں پہنچے۔ تو حسب معمول ہی پیغام شیخ محمد علا کے پاس
 ہی بھیجا۔ جو آج کے روز شیخ قاضی شطاری کے نام سے نامزد وہ شیخ محمد علا نے جواب دیا۔ کہ ایسے فضول گو
 اشخاص خراسان اور پارس سے بہت آتے ہیں۔ پیغام دینے والے شاہ صاحب نے جواب سن کر فرمایا۔ شیخ
 محمد علا کے کمالات کا ظہور۔ مجھ ہی فضول گو کی تلقین پر منحصر ہے۔ ان ایام میں سلطان غیاث الدین خلجی نے
 چتور کے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ آپ نے بنگالہ سے معاودت فرمائی۔ تو اسی راہ سے آکر قلعہ مذکور کے نیچے آہیرے
 سلطان نے حاضر ہو کر آستانہ بوسی کی۔ اُسی مورچہ سے جو آپ کی خیرگاہ کی برابر میں تھا۔ آپ کی توجہ کی بدولت
 اتنے تھوڑے روز کے اندر قلعہ فتح ہو گیا۔ کہ گمان میں ہی نہیں آ سکتا ہے۔ سلطان نے نہایت تعظیم اور اعزاز
 کے ساتھ آپ کو اپنی روانگی سے پیشتر دہرا لا سلام منڈو (مانڈو) میں روانہ کیا۔ کہتے ہیں۔ اسی کے قریب قریب
 شیخ محمد علا نے چلہ کیا تھا۔ ایک رات شیخ محمد علا کے پیر بزرگوار نے خواب میں فرمایا۔ علا۔ تمہاری گزشتہ اس قسم
 کی ریاضت سے تعلق نہیں رکھتی ہے۔ بلکہ اُسی خراسانی فضول گو کے حوالہ ہے۔ جس سے تم کو الٹا ہو چکا ہے
 مجبوراً دشواری کے ساتھ اور تنہا وطن سے سفر کرنا پڑا۔ اور منڈو میں حاضر آئے۔ شاہ کے دروازہ پر تین روز
 تک کھڑے رہے۔ اور انتظار کیا۔ چوتھے روز کی صبح کو شاہ صاحب باہر تشریف لائے۔ امتحان لیا۔ اور بہت کچھ
 سرزنش کی اور موثر نصیحتیں فرما کر معلومات سے گراں بار کیا چند روز بعد خلعت خلافت کے سرفراز کر کے وطن کو روانہ فرمایا
 اس سلسلہ کے پیروں کو شطاری اس سبب سے کہتے ہیں۔ کہ شطاری مشائخ شاہراہ طریقت کے سلوک
 میں۔ دو سکھ خانوادوں کے مشائخ سے زیادہ تیز۔ اور تیز رفتار ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں جو ان کا اول قدم
 ہوتا ہے۔ وہ دوسرے درویشوں کا اخیر قدم ہوتا ہے۔ ایک مدت تک اس معما کے حل کرنے میں اندیشہ جھلائی کرتا
 رہا۔ اور پریشان رہا۔ جب اس سلسلہ کے اشغال اور اذکار کے اصول پر آگاہی ہوئی۔ اور دوسرے گروہ کے گروہ
 صوفیوں کا سلوک۔ ان کے برابر میں ڈاکر مقابلہ کیا۔ تو سوائے اسکے کوئی تفادد نظر نہیں آیا۔ کہ شطاری مشرب
 میں صوفی اپنے تئیں عین ذات جان کر بیٹھ ہی دریدہ ہی۔ عالم تعینات میں مرکز خاک تک نزول کرتا ہے۔ اور
 اسکے بعد جیسے نزول کیا تھا۔ ویسے ہی عروج میں۔ ہر منزل کی آئین چھوڑتا ہوا۔ پھر عالم اراد کو پوچھ جاتا ہے۔ اور
 جمہور مشائخ کے طریقہ میں یہ بات ہے۔ کہ طالب والا درجہ بدرجہ عالم ناسوت سے صوفی سیر فرماتا ہوا۔ وحدت
 وجود کے مرتبہ تک ترقی کرتا ہے۔ اور پھر اُس مقام سے تعینات کو قبول کرتا ہوا۔ اور ہر ایک تعین میں اُس کا

رنگ لیتا ہوا۔ عالم شہادت کی طرف چلا آتا ہے۔ ان دو طریقوں کے مقابلہ سے یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ اول قدم سے عبارت ہی سلوک کا آغاز ہے حضرت ذات سے۔ اور اخیر قدم سے مراد سیر کا انجام ہے اُسی مرتبہ احدیت کو۔ اور سوا کے دوسرے معنی جس میں شکل خوبی پیدا ہوتی ہو۔ غالباً ہرگز مراد نہ ہونگے۔ بیت

برق صفت غوثیا گام زدی سال ہا | ایک نہ رفتی منور نیم قدم سوے او

جواہر این گزارش گوشوارہ سماع جویندگان معانی انقابیاد

جو اصحاب اسرار خانہ تحقیق کے پردہ دار ہیں۔ اور جواہر باب اسرار پر وہ توحید کے محرم ہیں۔ ان کا دستور ہے کہ آواز اور الفاظ کے ذریعہ سے اپنی واردات کا اظہار۔ اصطلاحات میں کیا کرتے ہیں۔ ان کے اصول اور اضلاع پر نظر اور قیاس کر کے لقب احرار کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان ہو سکتی ہے۔ کہ سلوک میں ایک مقام ہوتا ہے حفظ العہد کا جس سے مراد صوفیوں کی اصطلاح میں یہ ہے۔ **لَا هُوَ الْوَقُوفُ عِنْدَ مَا حَدَّهُ اللَّهُ لِعِبَادِهِ** اور حفظ کی دو قسمیں ہیں (ایک) **حِفْظُ عَهْدِ الرَّسُولِ ﷺ** (دوسرے) **حِفْظُ عَهْدِ الْعِبَادَةِ** حفظ عہدِ اللہ ہے۔ کہ جمیع کمالات کی نسبت۔ رب کی طرف کی جائے۔ اور حفظ عہدِ العبودیت ہے۔ کہ تمام نقصانات عہد کی طرف منسوب کئے جائیں۔ **لَا عَلَى مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ نَسِيئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ** پس جس وقت موجد اور با صفا صوفی کو اذکار اور اشغال کی بدولت رعایت حفظ العہد کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس حفظ کے آثار۔ صوفی مذکور کے تمام اوقات اور حالات کو یکسو دیتے ہیں۔ تو اس وقت حکمت جمالی کا جمال اس کی چشم بصیرت کو نظر آنے لگتا ہے۔ اور جمالی حکمت کے مراد یہ ہے **لَا هِيَ الْعِلْمُ بِحَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ وَأَوْصَافِهَا وَأَحْكَامِهَا عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ وَأَسْرَاقِهَا بِطُلُوبِهَا** بالمسبب واسرار انضباط نظام الموجودات والعمل بمقتضاہ۔

اور حکم **لَا مَزِيدَ فِي الْحِكْمَةِ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا** حکمت مذکور کی مفصل ذیل چاروں قسموں پر بھی صوفی کو اطلاع دینی جاتی ہے یہ چاروں قسمیں ترتیب وار غیر کثیر میں داخل ہیں۔

۱۔ اس مقام پر تینا جس کو سہل شانہ نے اپنے بندوں کے لئے محدکریا ہے ۱۲۔ **لَا هِيَ كَقُرْآنِ الْبَاقِ تَعْلِيمُ زَوَانِمِ**۔ اسے نہ اگر تجھ کو کوئی فائدہ پہنچے تو سیر کا اندکی طرف سے ہے اور اگر تجھ کو کوئی نقصان پہنچے۔ تو سیر۔ کہ تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۳۔ **لَا هِيَ كَمَكْتَبِ مَقْنُونِ** میں سیر میں داخل ہیں (۱) اشیا کی حقیقت اور اس کے اوصاف و احکام جیسے اور جو کچھ ہیں۔ آپر ظلم حاصل ہونا (۲) اسباب کا رابطہ صیب کے ساتھ جو کچھ ہے۔ آپر ظلم حاصل ہونا (۳) نظام موجودات کی طرح پر ضبط ہے۔ اس کے اسرار پر ظلم حاصل ہونا۔ (۴) انفسا سے علم کے بوجہ عمل کرنا ۱۴۔ جس شخص کو بات کی سمجھ دی گئی۔ اس نے بیشک بڑی دولت پائی ۱۵۔

(اول) الحکمة المنطوق بها وهي علوم
الشرعية والطريقة -

(دوسری) الحکمة المسکوت عنها وهي امرار الحقیقة
جس کے وہ لوگ علی بن ابی طالب سمجھ سکتے ہیں جو تہلیل و تعلیل میں گہرائی

کھا روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یجتاز فی بعض سبک المداينة ویتبعه
اصحابه رضی اللہ عنہم فاقسمت علیہ

امراة ان یدخلوا منزلها فدخلوا
فراونا را مضطربة واولا والمرأة
عوبها فقالت یا رسول اللہ اللہ
ارحم بعبادہ ام انا باولادہی فقال

بل اللہ ارحم فائہ هو ارحم الراحمین
فقالت اترانی یا رسول اللہ احب
ان القی ولدی فی النار کیف یلقى
اللہ عبیدہ وهو ارحم الراحمین

قال الراوی فکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وقال ہکذا او حی الی

(تیسری) الحکمة المجهولة وهي ما خفی
علینا ووجه الحکمة کا یلام بعض العباد

وموت الاطفال والمخلوح فی النار
فیجب الايمان بطا الرضا بوقوع
واعتقاد کونہ عدلا وحقا۔

(چوتھی) الحکمة الجامعة وهي معرفة

جس حکمت کی نسبت کلام کیا جاسکتا ہے۔ وہ شریعت
اور طریقت کے علوم ہیں۔

جس حکمت کی نسبت کلام سے سکوت اولی ہے وہ
جس کے وہ لوگ علی بن ابی طالب سمجھ سکتے ہیں جو تہلیل و تعلیل میں گہرائی

جیسے کہ دہشت کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مدینہ کے ایک سترہ میں چلے جا رہے تھے۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے

بعض اصحاب بھی تھے رضی اللہ عنہم۔ آپ کو ایک عورت نے
قسم دی کہ میرے مکان میں آپ جملہ اصحاب تشریف لے جائیں چنانچہ وہاں
وہاں جا کر دیکھا کہ ایک گمشدہ ہے۔ اور اس عورت کی اطلاع
آگ کے گرد جمع ہے۔ عورت نے عرض کی یا رسول اللہ۔ اللہ جل

اپنے بندوں پر زیادہ رحیم ہے۔ یا اپنی اولاد پر مہربان۔ آپ نے فرمایا
نہیں اللہ ہی زیادہ رحیم ہے۔ کہ وہ ارحم الراحمین ہے
پھر اس عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں
اپنے کسی بچہ کو آگ میں ڈال دیا کروں گی (اگر میں گمراہ نہیں کروں گی)

تو اللہ جل شانہ اپنی غلاموں کو کیسے آگ میں ڈالے گا کہ وہ تو ارحم الراحمین ہے
راوی کہتا ہے۔ یہ شکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے

اور فرمایا میرے پاس بھی وحی اسی مضمون کی آئی ہے۔
حکمت مجہولہ وہ حکمت ہے جس کی وجہ ہم لوگوں کے

منہفی ہے جیسے بعض بندوں کی تکلیفات
اطفال کی موت۔ اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا
اس حکمت پر ایمان لانا۔ اس کے وقوع پر راضی ہونا

اور اس کو عدل اور حق کر کے ماننا اور عقیدہ رکھنا واجب ہے
حکمت جامعہ میں یہ باتیں داخل ہیں (۱) حق کی

الحق والعدل به ومعرفة الباطل والاجتناب
عنه كما قال عليه السلام اللهم اننا الحق
واررقتنا اتباعه واررنا الباطل واررقتنا
اجتنابه انك مجيب الدعوات

اور اسے اجتناب روزی کر بیشک تودعاؤن کا قبول فرمادے گا

اب سنئے مطلب صلی اس تمہید کا یہ ہے کہ ہر دو مرتبہ کے حفظ کا ملکہ اور چاروں حکمتیں حاصل ہونے کی
بدولت۔ صوفی مذکورہ مجتہد الحق علی الخلق ہو جاتا ہے جو عبارت انسان کامل سے ہے۔ اور خلافت کے
مرتبہ کو پہنچ کر حریت کا خلعت پہن لیتا ہے۔ حریت۔ اصطلاح صوفیہ میں یہ ہے انطلاق عز و العیا
اور تین قسم پر ہے۔ (اولاً) حریت عامہ۔ یہ رہائی پانا ہے زندان شہوت سے (ثانیاً) حریت خاصہ۔ یہ مرادات کی قید سے
آزاد ہونا ہے کہ بقضاء ارادة العبد فی ارادة الحق (ثالثاً) حریت خاصہ انخاصہ۔ سالک کو جو نور الانوار کی
تجلی میں اپنے تئیں ہلاک کر دینے کی آرزو۔ اور آرزو کی رسوم اور آثار کے ساتھ دبستگی رہتی ہے۔ اس دبستگی سے نجات
پانا۔ یہ تیسری قسم حریت کی ہے۔ اسکے بعد جس شخص کو یہ مراتب حاصل ہوں۔ اس شخص کو جب ان حالات میں دوام
اور قیام نصیب ہو۔ تو اس کو احرار کہتے ہیں۔

المحال فی اصطلاحهم ما یرد علی القلب
بمحض الموهبة من غیر تفعل واجتلاب
كالرق والعتق والحزن والطرب
والبسط والقبض ویزول بظہور صفات
النفس سواء بعقب المیل اول۔ فاذا
دام صار ملکہ فسمی مقاماً۔

اب اصطلاح صوفیہ میں یہ بات ہے کہ جو شخص محض انہی بخشش سے
بدون عمل اور کوشش کے قلب پر وارد ہوتی ہے
جیسے غلامی۔ آزادی۔ غم۔ خوشی۔ ببط
اور قبض اور وہ شے۔ نفسانی صفات کے ظہور سے
زائل ہو جاتی ہے۔ خواہ اس کے عقب میں میلان ہو۔ یا نہیں
ہے اگر دوام کے ساتھ قائم رہے۔ تو اس کو مقام کہتے ہیں

بیان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اصحاب ولایت کے القاب ان مقامات کے اعتبار سے ہو کرتے ہیں۔ کیونکہ
تین القاب کی وجہ میں ہے۔ گزشتہ بیان ایک وجہ ہے۔

یا ویرہان المحققین خواجہ ناصر الدین علیہ السلام

اپنے لفظ خواجہ احرار کے ساتھ نام زد تھے۔ خواجہ محمود ابن خواجہ شہاب الدین شاشی کے فرزند ہیں خواجہ

۱۔ خلقت پر حق کی محبت ۲۔ حریت ۳۔ غیار کی غلامی سے آزاد ہونا ہے۔ ۴۔ عبد کا ارادہ حق کے ارادہ میں مرقانی ہو جانے سے ۵۔

شہاب الدین خواجہ محمد نامی کے پوتے تھے۔ جو عالم متبحر ابو بکر محمد بن اسماعیل قفال شافعی کے بزرگ دوستوں میں ہیں۔ شیخ ابو بکر کشفی اور کسی علم میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ احرام الاولیاء کی والدہ ماجدہ۔ خواجہ داؤد ابن خواجہ خاندان ظہور بن شیخ عمر باغستانی کی بیٹی ہیں۔ جن کا سلسلہ سوار واسطون کے بعد امام عبداللہ بن عمر ابن خطاب تک پہنچتا ہے رضی اللہ عنہم۔ آپ کے پیر ارادت مخدوم العرفا مولانا یعقوب۔ چغنی سنوی تھے جو حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند کے بزرگ ترین خلفائے ہیں۔

ایہا السامعون آپ کے حالات کے بیان میں بہت سے ابواب ہیں۔ کتاب رشحات میں آپ کے حالات تھوڑے سے ہی لکھے گئے تھے۔ کہ کتاب مذکور کے تمام صفحے۔ آپ ہی کے حالات سے بہر گئے۔ پھر اس سورت میں کتاب را تم جو محض نمونہ کے طور پر حاصل الاختصار ہے سوائے اجمال دو تین حرفوں اور عنوانی چند کلموں کے کب گنجائش رکھ سکتی ہے۔ لہذا ہر ایک باب کا ایک نکتہ حوالہ قلم کرتا ہوں۔

آپ کی ولادت ماہ رمضان ہجری سنہ آٹھ سو چوبیس میں ہوئی۔ اور آپ نے عمر اسی اور نوواسی سال کی پائی چوتھے سال کے آغاز میں تعلیم کا تعلق قدس اتی کے جناب میں ہوا۔ آپ فرماتے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں اپنی حالت پر فیاں کر کے میں یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اس جبل شانے کسی آدم زاد کو اس طور پر پیدا نہیں کیا ہے۔ کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے سے غافل ہو سکے۔ آخر الامر معلوم ہوا کہ یہ سیر عقیدہ اذلی عنایت تھی۔ نیز آپ فرماتے تھے۔ جب میں مرزا شاہ رخ کے زمانہ میں برہی میں تھا۔ تو مجھ کو ایک کڑی کبھی صرت کرنے کی استطاعت نہیں تھی ایک روز بازار میں ایک گدا نے گدائی کے طور پر سوال کیا۔ اُس وقت میرے پاس ایک پرانی دستانہ تھی جس میں کچھ (رتلے) آویزاں تھے وہ دستانہ میں ایک مبلغ کو دی۔ اور کہا۔ یہ پاک ہے۔ اور دیگر دھونے کے واسطے مزدور ہے۔ طبلخ نے گدا کو ایک پیسے کے لائق کہنا ناکمل کر سیر کیا۔ اور دستانہ مجھ کو واپس دیتا تھا میں نے نہیں لی۔ اور راستہ میں چل نکلا۔

کچھ میں آپ کی خاطر عام کو حمام کی طرف قطعی سیلان نہیں تھا۔ وجہ دریافت کی گئی۔ تو جواب دیا کہ میں اپنا ناز سلوک میں عوام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ حمام کے اندر ایک روز میں چند روزہ سوا آویزون کی کیٹلی اور ماش جسم کر لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حمام کی حرارت سے طبیعت بیمار ہو گئی تھی۔ اس سبب سے دل حمام سے گریز کرتا ہے۔

ایک دفعہ آپ فرماتے تھے۔ طریقہ خواجگان میں قدم لہذا رواحم۔ بہت اور خاطر مقتضائے وقت تالیف اور اسی میں مصروف ہوتی ہے۔ پس اگر کسی وقت میں کسی خدمت گزاری کے ذریعہ۔ کسی مسلمان بہائی کو کوئی راحت پہنچانا ممکن ہو۔ تو اس وقت میں ذکر اور مراقبہ کو۔ کسی دوسرے وقت پر منحصر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ

خدمت کا فرو۔ دون کے اندر مقبولیت پیدا ہونا ہے۔ اور یہ مقبولیت ذکر و مراقبہ کے نتیجہ پر مقدم ہوتی ہے۔ اور وہ جو بعض اصحاب نے نفل عبادتوں کو اخوان الصفا کی خدمات سے بہتر سمجھا ہے۔ یہ محض گمان ہی گمان ہے۔ نثر مذکورہ کی تفاوت کی نسبت آپ کا فرمانا تھا۔ کہ میں اس طریق کو کسی کی تلقین یا تحریک سے اخذ نہیں کیا ہی بلکہ خدمات کے آثار سے تعلیم پائی ہے۔ کہ خدمت کی خاصیت کیا ہے۔ ہر ایک شخص کو بارگاہ قرب میں جداگانہ مددگار سے بیجا تے ہیں۔ اور محکم جو اس بارگاہ میں پہنچنا نصیب ہوا ہے تو خدمت کے مدارج سے ہوا ہے۔ اس سبب سے محبوب کی خدمت مجھے محبوب ہے۔

مصنف رشتہات نے لکھا ہے۔ کہ آپ کا مال۔ منال۔ دیات۔ اراضی۔ زراعت۔ مغلہ مویشی۔ اسپ اور املاک یہ سب سامان شمار کے اندازہ سے باہر تھا۔ چنانچہ ایک روز آپ خود اپنی زبان صادق البیان سے فرماتے تھے۔ سمرقند کے خاص فرزندوں کی پیداوار سے سمرقندی سیر کے حساب سے اسی ہزار من غلہ میرے حاصلات کے عشر (دسویں حصہ) کا سلطان احمد میرزا کی کچری میں میرے کارندے داخل کرتے ہیں۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ازل عنایت سے میرے نقد اور جنس میں بھی برکت اور افزودنی دی ہے۔ کبھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ خرچ غلہ کی میزان صحیح کی میزان سے زیادہ آتی ہے۔ اور غلہ کے کوٹوں میں بھی بہت سا غلہ ایسا ہے۔ کہ ترازو کو بلکہ پر پونچا ہی نہیں ہے نیز فرماتے تھے۔ کہ میں ایک زمانہ میں شہر ہری میں تھا۔ ایک روز شیخ بہاء الدین عمر کے مکان پر گیا۔ اپنے حسب عادت دریافت کیا۔ کہ شہر میں کیا خبر ہے۔ میں نے کہا۔ دو خبریں ہیں شیخ زین الدین اور ان کے یار دوست کہتے ہیں ہمہ از دوست اور سید قاسم الدین کے پیرو کہتے ہیں۔ ہمہ از دوست۔ فرمایا۔ اولین بات ہستی کی کسوٹی پر چڑھی ہوئی ہے۔ توڑی دیر بعد چند دلیلین اس راست گفثار کی تائید میں۔ اس طرح بیان فرمائیں۔ کہ اگر ان کے مقدمات میں خود و تامل سے کام لیا جاوے۔ تو ہر ایک دلیل سے ثانی قول کے مدعا کا ثبوت پیدا ہو جاوے۔ اپنے معنائیں دلائل کی حقیقت ہی ظاہر فرمائی۔ کہ اس طرح پر ہے۔ پیرو سری چند دلیلین بیان کیں۔ ان کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ یہ سب باتیں منکر بے تامل یہ بات ذہن میں آئی۔ کہ اولین قول کا اقرار۔ اور پہلے قول کا حقیقۃً اعتقاد ہوتا ہے۔

نیز فرماتے تھے۔ جب مولانا یعقوب کے دیدار سے میری آنکھیں منور ہوئیں۔ تو مولانا کے سلوک سے مجھ کو اپنی نسبت ایسا کوئی خاص التفات معلوم نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے دل کے اندر صورت شگفتگی پیدا ہو۔ بلکہ مولانا ترش روئی سے پیش آئے اور اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا۔ فرمایا۔ ہم سے بیعت نہ کرو۔ اتنے میں مولانا کی

پیشانی پر میری نظر جا پڑی۔ تو ایک سفید رخ نظر آیا جس سے طبیعت کو خلقتہ تنفر ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں
 لوہم بیعت ادا کرنے میں توقف کیا۔ مولانا نے جب میری صورت حال سے یہ معلوم کیا۔ کہ مجھ کو بیعت ہونے
 میں تامل ہے۔ تو فوراً خلع لیس کے ذریعہ سے اپنے حین ایک جمیل صورت میں ظاہر فرمایا۔ جس کے
 دیکھنے سے بے قابو ہو گیا۔ اور اپنا ہاتھ آستین کے اندر سے نکال کر مراسم بیعت ادا کئے۔

قرآن پاک کی ایک تفسیر ہے (ریشحات) نام اُس کے ایک رشحہ میں لکھا ہے۔ ایک روز آیت کریمہ
 قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ لِمَا كُفِّرُوا کی تاویل میں اپنے (خواجہ) فرمایا۔ مراد یہ ہے۔ کہ صوفی ہمیشہ ذات مطلق
 کو واحد تصور کرتا رہے۔ اور اللہ و اقسام کی صفات جو بکثرت دیکھتا ہے۔ اُن سے گزر جاوے۔ تم کلامہ حرت
 ثم جو تراخی کے واسطے موضوع ہے۔ اس آیت کریمہ میں دیکھ کر اقم گلزار کے ذہن میں یہ بات آتی ہے۔ کہ صوفی تخلق
 اور تبدیل کے بعد ایک مدت پہنچے۔ اس توحید کے مرتبہ کو پہنچتا ہے۔ اور ایسی تدبیر سے مرتبہ توحید کو پہنچتا۔
 محقق سالکوں کا طریقہ ہے۔ اور بلا توقف نوراً مرتبہ توحید کو پہنچتا۔ جذبہ کی علامت۔ اور مجذوبوں کی
 علامت ہے۔ لَا يَعْلَمُونَ تَأْدِیْکَہُ اِلَّا اللّٰہُ۔

حرار الاولیاء کی بیماری کا آغاز یکم محرم ہجری سنہ ۱۰۸۰ھ سوچا نوے کو ہوا۔ اور آپ کی رحلت اسی سال کی
 یکم ربیع الاول کو ہوئی۔ یہ عجیب لطیفہ اور لطیف نکتہ ہے۔ کہ جس قدر آپ کی حیات کے سال تھے۔ یعنی انہی
 ۱۰۸۰ تو اسی۔ شمار میں اُسی قدر آپ کے ایام مرض بھی آئے۔ یہ جو حدیث ہے مُحَمَّدٌ یُّقِیْہُ کَفَّارًا ۱۰۸۰
 اس سعادت سے آپ کو شرف حاصل ہوا۔ آپ نے دو خلعت اپنے قائم مقام چوڑے۔ جو آثار سلف سے آراستہ۔
 خلافت و ہدایت کے واسطے شائستہ۔ اجازت و خدائی تقرب کے لائق تھے۔ سب سے بڑے خواجہ محمد عبد اللہ
 تھے۔ جو خواجہ کلان۔ اور خواجگان خواجہ کے نام سے مشہور ہیں۔ دوسرے خواجہ محمد حکیم ہیں۔ آپ اپنے
 پیغمبر گیارہ کے ہاشمیں ہوئے۔ حضرت حقانی پناہی مولوی سے مشغول ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ جو بڑے ہیں۔ وہ
 علم فضیلت میں بہت بڑے ہیں۔ اور جو سجادہ نشین ہیں۔ وہ جذبہ حالت۔ اور ولایت کے جلال میں سب
 سے آگے ہیں۔

رقم ریشحات لکھتے ہیں جس زمانہ میں خواجہ محمد حکیم ہری میں تشریف لائے تھے۔ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ ایک

لفظ۔ اے پیغمبر دو۔ کہ ادبہ کتابم اسما ہی نے (آٹاری ہی) پہون کو پڑے جبکہ مارش دو ۱۰۸۰ھ کے سوا اس کا اصلی مطلب
 کسی کو معلوم نہیں ۱۰۸۰ھ ایک لہم کہ آپ ایک سال کا کفارہ ہوتی ہے ۱۰۸۰۔

خواجہ باتفاق حضرت حقائق پناہی۔ مولانا محمد روحی کی ملاقات کے واسطے گئے تھے۔ میں ہی ہمراہ تھا۔ حساب مکان (مولانا محمد روحی) نے نہایت ادب کا برتاؤ مہمان عزیز کے ساتھ کیا۔ اور تواضع و تعظیم سے بہت کچھ گراگری ظاہر فرمائی۔ لیکن ہم نشینی کا تمام وقت۔ طرفین کی خاموشی میں گزرا۔ میں دوسرے روز تنہا مولانا کی خدمت میں گیا۔ تو ظاہر و باطن کی آراستگی کے متعلق حضرت خواجہ کی تعریف حد سے زیادہ فرمائی۔ جب لوٹ کر خواجہ کی خدمت میں آیا۔ تو سنی ہوئی باتیں محل طور پر میں نے ظاہر کیں۔ خواجہ نے فرمایا کل کے روز میں آپ کی صحبت میں اپنی فنا اور مولانا کے اثبات میں مشغول تھا۔ میری تعریف جو مولانا فرماتے ہیں۔ یہ درحقیقت مولانا کی ہی تعریف ہے۔ کیونکہ اُس وقت مجھ میں مولانا کی ہی حقیقت جلوہ گرتی۔

سجادہ نشین احرار یہ کے جملہ واقعات اور حالات کتاب رشحات میں مصنف نے جیسا جیسا موقع اور وقت پایا ہے۔ تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ بیان پر میں صرف آپ کی شہادت کے متعلق مجھ لکھتا ہوں۔ احرار الاولیا اکثر خلوتوں میں خواجہ محمد یحییٰ سے امیر المومنین ابی عبد اللہ احسین رضی اللہ عنہ کے دقایع کا ذکر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہماری روح کو شہید و شہادت کر بلا کی ولایت اور شہادت کے ساتھ کامل نسبت ہے۔ کہتے ہیں جب آپ کے پدربزرگوار حقیقی محبوب کے باغ کو چلے گئے۔ تو چند روز بعد شاہ بیگ خان نے پرگنہ سمقند ضبط کر لیا اور ہجری سنہ نو سو چھ کے اولین عشرہ محرم میں جمعہ کے روز حضرت خواجہ محمد یحییٰ سے مواخذہ اور مطالبہ کر کے جو کچھ نقد و جنس مکانات میں تھا۔ سب سرکار میں خالصہ کیا۔ اور دیات۔ اراضی۔ اور تمام زرعی سرکاری نو کردن کے سپرد کئے۔ اور اُن کا قبضہ ہو گیا۔ خواجہ کو انتظار تھا۔ کہ شاید عاشرہ کے روز شہادت کا واقعہ بھی وقوع میں آگوائی آرام مل جاوے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس درمیان میں خان نے حکم دیا۔ کہ آپ مع فرزندوں۔ مریدوں۔ اور متعلقین کے خراسان کو چلے جاویں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ آپ کریمینہ کے راستہ سے خراسان کو روانہ ہوئے۔ جب آپ تاشقند سے نکل گئے۔ اور محرم کی تاریخ بھی دتل سے آگے بڑھ گئی۔ تو خواجہ کو حیرت ہوئی۔ اور حیرت سے انقباض خاطر پیدا ہوا کہ حضرت والد ماجد کا کلام صادق تو یحییٰ کی شہادت پر دلالت کیا کرتا تھا۔ اور بیان بقول نظر آ رہی ہے۔ نہ معلوم۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ اللہ اعلم اسی خیال میں تاشقند سے دو تین منزل آگے گئے۔ ناگاہ صحرائین اور بسکی کی ایک فوج نے آپ کو ظلم و زیادتی شروع کی تیغ و تبر چاروں طرف سے پڑنے لگے۔ بالآخر فرج مذکور نے خواجہ محمد یحییٰ کو اور اُن کے دونوں فرزندوں خواجہ محمد زکریا۔ اور خواجہ عبدالباقی کو اُس صحرائین شہادت اور ظلمی

کے درجہ کو پہنچایا۔ تینوں نسبی اچھی بزرگوں کی نفش۔ خواجہ کفشیہ کے محلہ میں لاکر ملائوں کے احاطہ کے اندر
خواجہ احرار الاولیاء کے جوار میں دفن کی گئی۔۔ اور قبر بنادی گئی۔ خواجہ شہید کا ایک لڑکا رہا ہے۔ خواجہ محمد
نام ہے خدا کرے۔ اُس کی بزرگ اولاد جہان میں بہت سی ہو۔

انجمن خلفائے کامگار احرار یہ قدس سرہم

مولانا سید حسن۔ آپ خلفائے احرار یہ میں سب سے زیادہ نیک۔ سب سے زیادہ عالم۔ اور سب سے
زیادہ پیش رو ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک بعد زمانہ طفولیت میں۔ آپ کے پدر بزرگوار۔ آپ کو۔ قدم بوسی کے لیے۔ خواجہ
احرار الاولیاء کی ملازمت میں ے گئے تھے۔ اتفاقاً مجالس قدس میں شہد کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ مولانا از روئے خواہش
جو زمانہ طفولیت کو لازم ہے۔ شہد کی طرف دیکھنے لگے۔ اس درمیان میں حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا۔
صاحب زادہ۔ تمہارا کیا نام ہے۔ جواب دیا۔ شہد۔ خواجہ نے تبسم فرما کر کہا۔ چوٹے سے عنصر میں کامل قابلیت
اور صحیح قبولیت عطا کی گئی ہے۔ صرف اتنی سی بات پر۔ کہ اُس کے دہن نے شہد کا فرہ حاصل کیا ہے۔ ایسا شہد
کے خیال میں مشغول ہے۔ کہ اپنا نام شہد میں گم کر کے۔ شہد کے سوا کوئی نام زبان پر نہیں لاتا ہے۔ اگر اس کی جان
میں شہد سے زیادہ شیریں چیز کی چاشنی پہنچائی جاوے۔ تو ضرور اس کی توجہ اور استغراقی کیفیت اُس میں
زیادہ ہوگی۔ لامدیۃ فیہ۔ خواجہ احرار الاولیاء نے اُس وقت آپ کو آپ کے پدر بزرگوار سے لیکر اپنی تربیت
اور ہمت سے فیض بخشا۔ اور وہی علوم اور معنوی نود کی تحصیل کے واسطے باعث ہوئے مصنف رشتا سے
لکھا ہے۔ خواجہ احرار الاولیاء۔ سلاطین زمانہ کے ساتھ اختلاط رکھا کرتے تھے۔ اور اس اختلاط کی وجہ سے درویش
لوگ آپ کے فیض صحبت سے محروم رہتے تھے۔ ایک روز اس اختلاط کے بارہ میں اس درویش کے دل پر گرانی کا
اثر پیدا ہوا۔ اور قریب قریب انہیں ایام میں مولانا کی خدمت میں جانے کا اتفاق پیش آیا۔ آپ چند بزرگوں
کے ساتھ بیٹھے ہوئے۔ احیاء العلوم کی تصحیح کر رہے تھے اُس کو چہوڑ کر درویش کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور نظر
پیدا کر کے فرمایا۔

”ایک دفعہ ایک عالم خواجہ احرار الاولیاء کے حضور میں حاضر تھے۔ خواجہ نے اُن کا اندرونِ خدمت معلوم کر کے
”دریافت کیا۔ بادشاہوں اور ہاکموں کے جس شخص کے ملنے میں بہت بیکس عزیزوں کی آرزو میں پوری لگا ہوتے
گرفتارِ مظلوم روائی بادین۔ اُس شخص کا کسی بہار کے گوشہ میں بیٹھا اور نقل عبادت میں مطالبانِ علم کی
”تربیت میں مشغول ہونا کیا ہے۔ اور اُس کی حقیقت اور حالات اعتبار سے مذکورہ بالا دونوں طریقوں میں سے“

کو نئے طریقہ کا اختیار کرنا اولیٰ اہم ہے۔ جواب دیا۔ ارباب دولت کے ملنا۔ اور عاجز غریبوں کی حمایت کرنا،
 ”اپر خواجہ نے تبسم کر کے فرمایا۔ اگر آپ ظاہر میں ایسا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو اس حکم کے عامل کی نسبت“
 ”باہن میں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔“

حضرت مولانا نے درویش کے مرکز خاطر پر اطالع پاکر صدر الذکر سرگزشت بیان فرمائی۔ اور پیدائش
 گرانی دل سے دور کر دی۔

دیگر مولانا قاسم صاحب کو سایہ احرار الاولیا کہا کرتے تھے۔ چونکہ پیر کی پیروی میں اور فتنائی الشیخ پنہ
 میں آپ نے کوشش بہت کچھ کی تھی۔ اس واسطے آپ کی ذات میں مثل سایہ خود داری تھی ہی نہیں سلوک
 کے مقابلہ میں آپ کا توحیدی استخراق غالب تھا۔ جناب حقائق پناہی۔ خواجہ احرار الاولیا کے جملہ اصحاب
 میں سے مولانا قاسم کی برابر کسی کے بھی معتقد نہ تھے۔ اور آپ کی تعریف خلا اور ملا میں بہت کچھ فرمایا
 کرتے تھے۔ تاریخ چٹنی ذی حجہ ہجری سنہ آٹھ سو اکیس نوین کو۔ غروب آفتاب کے وقت۔ آپ کے عنصری برج کا
 آفتاب وصال کے افق میں غروب ہو گیا۔ لفظ فیاض تاریخ رحلت ہے۔

دیگر میر عبد الاول۔ آپ نیشاپور سے آکر ماوراء النہر میں خواجہ احرار الاولیا کی خدمت سے
 مشرف ہوئے تھے۔ اور خواجہ کی ملازمت میں رہ کر رابطہ اور طریقت ان دونوں کو استوار کیا تھا۔ مولانا حسین
 واعظ کا شفی تخلص۔ جن ایام میں کہ درسی فنون کی تحصیل نیشاپور میں کر رہے تھے۔ میر کے ساتھ ہم سبق
 اور ہم حجرہ تھے۔ مولانا حسین کے بڑے مولانا فخر الدین علی صفی۔ لکھتے ہیں کہ آپ سابقہ پوری شناسائی
 کا خیال کر کے میر سے ساتھ کمال توجہ فرمایا کرتے تھے۔ نیز مولانا فخر الدین۔ میر سے نقل کرتے ہیں کہ فرماتے
 تھے جب میں حضرت خواجہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا۔ تو بیس سات برس کامل ریاضت طریقت میں صرف
 کئے۔ اس مدت میں خواجہ بظاہر مطلق میر سے حال پر متوجہ نہیں ہوئے۔ بلکہ ذکر و دعا و صدق دردمندوں کا
 حصہ ہے۔ میں برداشت کیا کرتا تھا۔ اور صبر تحمل۔ اور توکل اختیار کر کے معتقدانہ اپنا اعتقاد درست رکھتا
 تھا۔ جب برداشت کی طاقت نہیں رہی۔ تو ایک روز حجرہ میں بائون پسلا کر جا پڑا۔ سر اور منہ نیگی کے اندر
 ڈھک لیا۔ اپنے تئیں لعنت ملامت کرنے لگا۔ اور ناصحانہ اپنے تئیں تسلی دیکر کہا۔ عبد الاول۔ اس دنیا کے
 اندر کچھ آدمی ایسے ہیں۔ جو ولایت اور قرب کی دولت سے بے بہرہ ہیں۔ تو یہی نہیں میں شامل ہو جا۔
 جفا اور محنت کے برداشت کرنے میں جس قدر انسانی طاقت تھی وہ تو کام میں لا چکا۔ مگر کوئی کثود کار نہیں

ہوئی۔ اسی قسم کی پشیمانی کی باتیں کرتے ہوئے۔ ایک لمحہ نہیں گزرا تھا۔ کہ حجرہ میں پانوں کی آہٹ معلوم ہوئی چونکہ میں دریائے غم کے اندر ڈوبا ہوا تھا آہٹ کی طرف ملتفت نہ ہو کر بدستور بڑا رہا۔ اتنے میں یکایک پیر بزرگوار کی یہ آواز آئی۔ عبدالاولیٰ مدام کے ساتھ سوؤ۔ تمہارے تمام کام مکمل طور پر درست ہو گئے ہیں۔ یہ سنکون مضطربانہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں حضرت خواجہ حجرہ سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ میں محرم عاشقوں کی طرح بیتاب ہونے لگا۔ اس کے بعد مجھ کو راجہ طلب میں دوبارہ استقامت اور سوخ حد سے زیادہ نصیب ہوا۔ یہاں تک کہ ماہ ذی الحجہ ہجری سنہ نو سو پانچ آگیا۔ اسی مہینے میں اپنے عالم شہادت سے کوچ فرمایا ہے۔ عالم شہادت سے کوچ۔ سفر وجود کی آخرین منزل۔ اور وحدت کے لامکان کا اولین مقام ہے۔ اور یہی اصلی وطن ہے۔ اسی کی طرف جانا ہوتا ہے۔

دیگر مولانا جعفر۔ آپ عالم۔ عامل۔ عارف۔ عاشق۔ اور کامل تھے۔ بخودی اور محویت۔ افاقہ دہوش پر۔ در خاموشی۔ گویائی پر غالب تھی۔ ایک روز آپ کہتے تھے میں شروع شروع میں۔ رسمی علم کی تحصیل سے افسردہ خاطر تھا۔ اور طریقہ فقر کی طرف۔ طبیعت کی کشش تھی۔ ایک رات خواب میں خواجہ احرار الاولیاء کی ملازمت حاصل ہوئی۔ میں دریافت کیا۔ کہ بندہ کب خدا کو پہنچتا ہے۔ فرمایا۔ جب اپنے تئیں فنا کر دیوے جب میں خواب کے جاگا۔ تو دل پر کمال اثر تھا۔ علی الصباح حجرہ سے نکل کر۔ آپ کی ملازمت کے ارادہ پر روانہ ہوا۔ جب قدم بوسی محال کی۔ تو فرمایا مولانا جعفر۔ بندہ خدا کو کب پہنچتا ہے۔ جب وہ بندگی میں اپنے تئیں فنا کر دیوے۔ اور اپنے مولوی معنوی کی یہ بیت پڑھی۔ بیت۔

چون تو نمائی کہ ماند جملہ خدا سے گدا

چون تو بنووی کہ بود۔ جملہ خدا بود و بس

القصہ آپ کا آخرین سفر ہجری سنہ آٹھ سو ترانوں کے کسی مہینے میں ہوا ہے۔ اس وقت تک طریقت کے سلوک میں اپنے کوئی دقیقہ نامرعی نہیں چھوڑا۔ باآخر فقر و فنا کے عنصری خرقہ کو خلد اور ثقل خلع سے تبدیل کر کے عالم علوی کو رحلت فرما گئے۔

دیگر مولانا برصان الدین خٹلانی آپ عالم بتمرتے۔ آغاز جوانی میں مختلف علوم کی تحصیل کیا

کو پہنچائی تھی۔ لوگ سمرقند میں دشمنوں کو مادر زاد عالم کہا کرتے تھے۔ ایک مولانا زادہ مولانا عثمان۔ دوسرے برہان انفسلا خٹلانی۔ کہتے ہیں۔ آپ علی الاضطرار چالیس سال تک خواجہ احرار الاولیاء کی ملازمت خدا شناسی کی تحصیل کرتے رہے۔ اور آپ کو ایک لمحہ بھی جدائی کی طاقت نہیں تھی۔ ہجری سنہ آٹھ سو ترانوں میں مولانا جعفر کی رحلت کے

اتھ روز پیشتر۔ آپ کے آخرین سفر کا سامان ہو گیا تھا۔

دیکر مولانا الطفت السہ خٹلانی۔ آپ مولانا برہان الملہ خٹلانی کی بہن کے بیٹے ہیں۔ علوم شریعت اور لقیقت کے گویا آپ مالک تھے۔ اور بسط و بشارت کی اعلیٰ درجہ کی صفات آپ کی ذات میں پائی جاتی تھیں آپ کے دہان مبارک کلام لازمی طور پر تبسم آمیز نکلا کرتا تھا۔ آپ کہا کرتے تھے۔ خواجہ احرار الاولیا کی خدمت میں میری بیعت ہونے کا قوی ترین سبب یہ ہے۔ کہ میں اپنے وطن میں ایک رات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دل ربا صورت اور جان بخش ہیئت کے ساتھ عالم مثال میں مشاہدہ کیا تھا۔ فوراً دل و جان سے اُس نورانی شکل کے جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ چند روز جب میں نے ایزدی مشیت کے بموجب حضرت خواجہ کی ملازمت حاصل کی۔ تو ایک روز فرمایا جو سعادت مند لوگ ہیں۔ وہ حضرت سید المرسلین علیہ وسلم کو خواب میں مختلف لطیف صورتوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اُنہائے کلام میں نگاہ میری طرف فرمائی جناب سرور عالم علیہ السلام کی اُسی مثالی صورت کا جلوہ میری نظر میں آگیا۔ جو مجھ کو عالم خواب میں نظر آتا تھا اور یہ تماشا میری گرفتاری کے لئے زنجیر بنا۔ اور خواجہ کی دوام حضوری کی بدولت علمی صورتوں کے کمال کو پہنچا دیکر مولانا شیخ۔ تزکیہ۔ تہذیب۔ تصفیہ۔ اور ترتیب یہ جملہ صفات آپ کی ذات میں موجود تھیں پیر بزرگوار کی سرکار میں ملکی اور مالی کاموں کے انتظام کا بہت کچھ تعلق آپ کی رائے پر منحصر تھا۔ ایک روز سلسلہ احرار یہ کہبت سے باعتماد رہے۔ خواجہ کفشیہ کے محلہ میں جمع تھے۔ اور باہم راز دنیا کی باتیں کر رہے تھے۔ شدہ شدہ سلسلہ کلام کا خواجہ احرار الاولیا کے عجیب و غریب تصرفات اور کرامات کے بیان میں جا پوچھا۔ چنانچہ ہر ایک وہم اس بارہ میں کوئی نقل یا کوئی روایت پیش کرتا تھا۔ مولانا شیخ۔ اس جلسہ میں خاموش۔ اور سب کی باتیں سننے میں سراپا گوش تھے۔ جب حاضرین کے دل میں مولانا کے کلام سننے کی بے انتہا آرزو ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ آپ لوگ خواجہ کے عالم اجسام کے تصرفات کا ماجرہ بیان کرتے ہیں۔ لیکن عالم ارواح کے تصرفات میں سے ایک حرفت ہی زبان پر نہیں لائے جملہ حاضرین نے کہا۔ ہم لوگوں کے کان۔ اس قسم کلام۔ مولانا کی فصیح البیان زبان سے ہی سننا چاہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا جب شروع شروع میں کمال کوشش سے کسی قدر مجہر فقرات کوشش کا ظہور ہونے لگا۔ اور خواجہ کی پرورش سے روز بروز خیر و خوبی اپنا رنگ جمانے لگی۔ تو خواجہ نے مجھ کو نزاع کے کاموں کا انصرام کرنے کے واسطے مقرر فرمادیا تھا اور یہ ظاہری کاموں کی مصروفیت باطنی عمل میں مشغور آنے کا باعث ہوئی۔ اس سبب سے موقع تلاش کر کے۔ خلوت میں شرف حضوری حاصل کیا۔ اور جملہ

ہی تھا۔ کہ اپنی پریشانی اوقات کا حال کچھ عرض کروں۔ کہ حضور نے میرے ضمیر پر علم پاکر ارشاد فرمایا۔ کہ اس خانوہ کے کاروبار کی بنیاد اور اصل کلی خلوت و راجحس ہے۔ اور نیز غیروں سے طریقہ کو مخفی رکھنا۔ کیونکہ غیرت و ارجح اپنے محبوب کا حجاب پسند کیا کرتا ہے۔ اور ظاہر کاموں میں مشغول ہونے کے سوا۔ اخفائے طریقہ کے واسطے کوئی اور برقع نہیں ہے۔ پہرینے چاہا۔ کہ یہ عرض کروں۔ ان دونوں عظیم الشان باتوں کے جمع کرنے کا میرا حوصلہ نہیں ہے۔ فرمایا۔ مردانہ قدم رکھو۔ حق تعالیٰ امیدوں کا پورا کرنے والا ہے۔ اس شان میں حضور نے میری کمزوری اور ناپاکی پر نظر عنایت فرمائی۔ ایسی توجہ ڈالی۔ کہ جو شے عمل آپکے ساتھ گاہے ماہے میسر ہوتی تھی۔ وہ باطن پر حملہ کر کے آئی۔ اہمیشہ بنی رہی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ شے کسی مکان ضروری حالت میں ہی دل سے زائل نہیں ہوئی۔

دیکھو مولانا ابوسعید اوہی۔ آپ نے ادب و اللہ کی طرح۔ علم کی عروس کا عمل کے نشہ کے ساتھ عقد کیا تھا۔ اور اس سبب سے آپ بہت ثوابوں کے امیدوار تھے۔ پینتیس سال کی عمر میں خواجہ احرار الاولیا کے حضور میں آمد و شد رکھتے تھے۔ کہتے تھے۔ حضور کی با عظمت خدمت میں تعلق پیدا ہونے کا سبب یہ ہوا۔ کہ میں مرزا انج بیگ کے مدرسین دینی علوم کی تحصیل کمال کوشش سے کر رہا تھا۔ یکایک بلا سبب ظاہر۔ رسمی علوم کی طرف سے میرے دل پر ایک کدورت پیدا ہوئی۔ میں نے بے اختیار ہو کر مدرسہ چھوڑنے کا عزم کر لیا۔ اتنے میں ایک آشنا ملا۔ میں نے پوچھا۔ کمان سے آتے ہو۔ اُس نے جواب دیا۔ شیخ الیاس عشقی کی خدمت سے آتا ہوں۔ جو کوہ نور میں رہتے ہیں۔ میں اُسی وقت کوہ نور کی طرف سید ہا ہویا۔ راستہ میں خواجہ احرار الاولیا کے مدرسہ پر سے گزر ہوا۔ یہ وہ وقت تھا۔ کہ حضور سواری سے اتر کر اپنے مدرسہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے میرے دل میں آیا۔ کہ ان بزرگوار کی ملازمت حاصل کر کے کوہ نور کو چلنا چاہیے۔ جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو خواجہ نے فی الفور یہ بیت پڑھی بیت

امروز معاذ درجیل نیست

در کوہ چہ میروی بمن باش

مضمون بیت سننے سے مجھ کو حیرت پر حیرت ہوئی۔ اپنے دل میں کہا۔ اگر اس بیت میں خواجہ نے میرے حیل خیال فرمایا ہے۔ تو ضرور ہے کہ خواجہ یہ بیت بار و دیگر بھی پڑھینگے۔ ہنوز میرے دل میں یہ بات پوری نائی ہی نہیں تھی۔ کہ خواجہ کی زبان مبارک پر یہ نام آیا۔ باوصفیکہ خواجہ کو پیشتر معلوم نہ تھا۔ اور فرمایا۔ تم نے یہ بیت جو سنی شیخ کمال کے اشعار میں سے ہے۔ اور پھر پڑھی۔ پس یہ کرامت میری گرفتاری کا اولین سبب ہے۔

دیگر مولانا سلطان آپ خواجہ احرار الاولیاء کے خاص خلیفہ ہیں۔ اور عالم متحرک تھے۔ اہل ظاہر کے علوم اور اہل باطن کی بصیرت پر آپ کو کمال عبور حاصل تھا۔ خواجہ احرار الاولیاء کی اجازت سے سفر حج کا ارادہ فرمایا۔ اور حرمین شریفین زاد صفا اللہ تکریماً کے طوائف آپ شرف ہو کر پہلے اپنے مرشد کی خدمت میں لوٹ آئے۔ اور فیض حاصل کیا۔ آپ کہتے تھے۔ ایک روز پیر کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اس واسطے۔ میں یہ چاہا۔ کہ توجہ۔ یا مراقبہ کے ذریعہ سے جمعیت خاطر حاصل کر کے پیر کے حضور میں حاضر ہوں۔ مگر جمعیت میسر نہیں ہوئی۔ بالآخر نفی و اثبات کے ذریعہ کسی قدر حضوری ہم ہو چکی۔ اُس کو محفوظ کر کے حاضر ملازمت ہوا تو بڑی دیر کے بعد حضور نے فرمایا۔ سلطان کبھی نفی و اثبات کا طریقہ بھی عمل میں لایا کرتے ہو۔ میں عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا اسی وقت ایک نسبت پیدا ہوئی۔ جو نفی و اثبات کا نتیجہ ہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اگرچہ حضور مع اللہ ایک ہی شے ہے لیکن جو نسبتیں توجہ یا مراقبہ۔ یا نفی و اثبات کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا ہر ایک کارنگ جدا جدا ہوتا ہے۔ البتہ اس فرق کا پہچانا اُن بزرگوں کا کام ہے۔ جو علم لدنی کے عالم ہوتے ہیں۔

دیگر مولانا محمد قاضی قدس روحہ۔ آپ علوم شریعت کے عالم۔ اور سلوک طریقت کے واقف تھے۔ چنانکہ آپ کی طبیعت بلند فہم اور بلند عقیدت دل پسند۔ اور دل خور سند تھا۔ اس واسطے معرفت اور حقیقت بیان کرنے کے وقت۔ خواجہ احرار الاولیاء کے مخاطب آپ ہی ہوا کرتے تھے۔ گو مستعد عالمین کی جماعت کی جماعت اُس مجلس میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ آپ نے ایک کتاب سلسلہ اعارین نام تالیف فرمائی ہے جس میں خواجہ احرار کے اوصاف حمیدہ۔ عادات پسندیدہ۔ فضیلتیں اور خصوصیتیں مجمع کی ہیں خواجہ احرار الاولیاء کی عقیدت اور محبت کے مجال میں آپ کس طرح سے پئے تھے۔ یہ گزشتہ ہی تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں لکھی ہے۔ اور مصنف رشحات نے بھی یہیں سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ اب اس بیان کے تکرار کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی سلسلہ احرار یہ کے بعض اصحاب حقیقت سے منقول ہیں۔ کہ۔ کمان گردن کے موضع میں جس روز خواجہ احرار الاولیاء نے آخرین سفر فرمایا ہے اُس روز عموماً ان خصوصاً فرزندوں کی اہلیز دیگر لوگوں کی جماعت کی جماعت سرانے حاضر تھی۔ اُس وقت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ حاضرین میں سے جس شخص کے مناسب مزاج فقر یا فغا جو کچھ بھی ہو۔ اُس کو چاہیے۔ کہ آج مجھے مانگ یوں بوجہ حاضرین کے اللہ مولانا محمد قاضی سے ہی پوچھا۔ تم کو کیا پسند ہے۔ عرض کیا۔ جو کچھ حضور کو پسند ہے۔ جواب ملا۔ میری پسند تو فقر ہے۔ مولانا نے کہا بشریٰ لٹا۔ اس کے بعد خواجہ نے ایک کام مالہ کو حکم دیا۔ کہ چار ہزار شکہ (سکہ رائج الوقت) نزد شہر خانی مولانا محمد قاضی کو دید۔ مہنون نے فقر اختیار کیا ہے۔ تاکہ مولانا اس رقم سے ان حدیثوں کی معاش کا انتظام کر لیں۔

جو آپ کے پاس رہتے ہیں۔ مولانا نے بنا برقیہ حکم۔ اُس نقد کو لیکر اپنے صاحب کی وجہ معاش کا انتظام میں خرچ کیا۔
 دیگر مولانا خواجہ علی تاشقندی آپ درگاہ احرارہ کے خادمان قدیم اور کارپردازان میں سے ہیں جب
 سلوک کا آغاز ہوا۔ تو قبول مقابل کا خلعت تاشقندی میں ملا۔ آپ کہتے تھے جس زمانہ میں پیر بزرگوار نے غلامان سے
 اپنے وطن مالوف میں آکر زراعت کا کام شروع کیا تھا۔ اُس وقت میری عمر بیس سال کی تھی۔ کہ میں حاضر ملازمت ہوا۔
 خواجہ احرار الاولیاء میرے حال پر بہت کچھ عنایت اور التفات فرماتے تھے۔ اُن ایام میں طالبان علم نے جو ہوس میں
 ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ لکڑی جکوز فنیہ کیا۔ کہ تحصیل علوم کے اسباب سب مہیا ہیں۔ منہ علوم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اُن کی غیبی
 میں سمرقند کی طرف روانہ ہو گیا۔ مگر چونکہ آستانہ پیر سے صریح اجازت لیکر روانہ نہیں ہوا تھا۔ پہلی ہی منزل میں ایسا فرس
 پیش آیا جو مانع سفر ہوا۔ ایک قدم ہی آگے چلنے کی طاقت میرے پاؤں میں نہیں رہی۔ بالآخر بازگشت کی نیت کی
 اور نیت بازگشت کے ساتھ عافیت نے ہی بازگشت کی۔ میں تاشقند سے جس قدر نزدیک ہوتا جاتا تھا اُسی قدر
 ضعف مجھ سے دوہا گنا جاتا تھا۔ القصہ اپنے معمولی حجرہ میں جب پہنچا ہوں تو مکمل تندرستی کی حالت میں
 تھا۔ نہایت انفعال کے ساتھ قدم بوس ہوا۔ پیر نے اول اول تو غصہ ہو کر چلے جانے اور لوٹ آنے کے تمام واقعات لیکر
 سامنے بیان فرمائے اور اظہار عتاب کیا۔ مگر آخر کار۔ مرحمت اور عاطفت کے سایہ میں دونوں جہان کے بیخ و بن سے
 مجھ کو نجات بخشی۔

دیگر شیخ حبیب تاجر تاشقندی۔ معرفت اور حقیقت بالکل آپ کا شعار تھی اور آپ ستر پانچ
 خدمت۔ اور پندیہ کا رہتے۔ **بِرِّجَالٍ لَا يُلْهِمُهُمْ بَارَةٌ وَلَا يَبِيعُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** کے گروہ کے
 ساتھ آپ کو نسبت تھی۔ شہر تاشقند کے لنگر کا کمانا۔ اور نیز بیان کے مخلصون اور متعلقون کے خوان کی ترتیب
 ان خدمات کا افرام۔ آپ کے سپرد تھا۔ آپ کی کوشش اور تجربہ سے یہ مہمات انجام پاتے تھے۔ ۲۰ خرین دہک خواجہ
 احرار الاولیاء کے خوان فنیس سے معرفت اور قرب کا وظیفہ جاری رہا۔

دیگر مولانا نور الدین تاشقندی۔ آپ آغاز شباب سے۔ بلکہ خرد سال سے ہی۔ خواجہ احرار الاولیاء
 کی محبت کا تصور اپنے دل میں رکھا کرتے تھے شہر

اتانی ہو بہا قبل ان اعرف الہوے	فصادف قلبی خالیاً فتمکنا
--------------------------------	--------------------------

۱۵۔ ایسے لوگ جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کرنے پاتی ۱۲۔
 ۱۶۔ میرے پاس کی محبت آئی قبل اس کے کہ میں محبت کو پہچانوں اور چونکہ میرا قلب خالی تھا۔ اُس میں گش گئی۔ اور قیام اختیار کر لیا۔

بالکل آپ کے حسب حال ہے۔ دہاکے اولین سال میں کہ ہجری سنہ آٹھ سو چالیس تھا۔ نیلے رنگ کا مادہ جو علامت طاقتور
 تھی خواجہ احرار الاولیاء کے بانی پیلو پر بکرمہا مولانا محمد الدین نے اس دانہ کو اپنے چلو پر لے لیا۔ اور اپنے تئیں خواجہ پر
 فدا کیا۔ اسی وقت وہ دانہ مولانا کے پیلو پر منتقل ہو گیا۔ اور خواجہ کی صحت لوٹ آئی۔ تین روز بعد مولانا کو چرخ فرما گئے۔
 دیگر مولانا زادہ اتراری نامی۔ آپ کا نام محمد عبداللہ ہے۔ آپ بیان کرتے تھے۔ بہت مدت تک
 ملازمت کرنے کے بعد میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خواجہ دھرم گون کی طرح مجھ کو تقیہ نہیں فرماتے ہیں۔ میری نیت پر خواجہ
 کو اشرف (علم) حاصل ہو گیا۔ تو فرمایا۔ ذکر کا سبق دوسرے دن کہنا سیکر۔ اور تمہاری استعداد تو کمال لطافت میں
 اور نہایت بلندی پر ہے۔ تم تعلیم ذکر کے محتاج نہیں ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپ نے خواجہ کی خدمت میں ظاہری اور
 باطنی کمالات حاصل کر کے سفر حجاز کی اجازت لی۔ اور حرمین شریفین زاد صفا اللہ شرفا کی زیارت کر کے سعادت
 دارین پائی۔ وہاں سے آپ صوبہ شام میں تشریف لائے۔ اور ان اطراف کی سیر کر کے۔ شہر دمشق میں اقامت
 فرمائی۔ اس ملک میں آپ کے پاس جو نیکان طریقہ اور سالکان سلوک لی صوفیہ جنات رکھتے تھے۔ اور آپ
 اسی شہر میں عالم علوی کو رخصت ہوئے۔

دیگر مولانا ناصر الدین اتراری۔ آپ مولانا زادہ کے چوٹے بھائی ہیں۔ ولایت احرار یہ کا ستارہ
 طلوع ہوا ہی تھا۔ اور ہنوز اس ستارہ کی عالمگیر شاعین سمرقند والوں کی آنکھوں میں پونجی نہیں تھیں۔ کہ خواجہ کی
 عجیب و غریب خبریں اور کرامتیں شکرین کمال اشتیاق دل کے ساتھ خواجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ باوجودیکہ وطن میں
 ایک حسین منظر کے ساتھ میری آنکھ لڑی ہوئی تھی۔ اور دل تعلق عشق رکھتا تھا۔ مگر اسپر ہی تاشقند کو روانہ ہو ہی گیا
 بن ایام میں خواجہ احرار الاولیاء باغستان میں تھے۔ جو تاشقند کا پہاڑ ہے۔ چند روز بعد موسم بہار آیا جو عشق
 و محبت کے سلسلہ کا محرک ہوتا ہے۔ ایدہر جوان محبت کے شورش و زلزلہ اور ادھر کے پہاڑ کی شادابی۔ ان باتوں نے دل کو
 پریشان کر دیا۔ مینے چاہا۔ کہ رخصت مانگوں۔ مگر میر نہیں آئی۔ نہایت تنگ دل ہوا۔ ایک روز خواجہ کے ہم زہب
 بادھفیکہ دل ٹھکانے نہ تھا۔ ایک سحر کی سیر کو چلا گیا۔ وہاں پر بہم ایک کیت میں پہنچے۔ جہاں لانا رکھا ہوا
 تھا۔ حضرت نے ایک شلخ سے لار کا بول توڑ کر میرے ہاتھ میں دیا۔ اور جو باتیں میرے دل میں مخفی تھیں۔ تمام کمال اپنی
 زبان مبارک میرے سامنے ظاہر فرمادیں۔ میں مذکورہ بالا نمائی راز سر سے پاؤں تک عرق جنات میں غرق ہو گیا
 اسی وقت حضرت نے بنظر التفات میرے پرانی نوازش فرمائی۔ کہ اسی طرف العین میں جو ان منظر کا عشق پیر کی
 محبت سے تبدیل ہوا۔ اور یہ اطمینان خاطر خواجہ کی خدمت میں عاف رہ کر دینی اور اخروی سعادت حاصل کی۔

غوثی جب خواجگان سلسلہ نقشبندیہ بالخصوص احرارہ کے وجد - معرفت - مقالات - اور کرامات کے حالات قدس السداسیہ میں مصنف رشیات تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ تو پیر اجمالی قلم سے ہزار بار بار لکنا بالکل بیکار ہے چونکہ اس اعتراض کا رفع کرنا محمل نویس کی طاقت سے باہر ہے۔ لہذا عند معذرت کے طور پر اپنی حقیقت حال کے دو تین حرف سامعین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اس لکھنے سے مقصود ان اصحاب کے بارے کا بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ذکر شریف کو اپنی کتاب کی مقبولیت کا ذریعہ سمجھ کر حرات کی ہے بیت

جان را بہ نام دوست سپردن شعار است

شکر وصال و شکوہ ہجران نہ کار است

اس بنیاد پر میں نے ان حضرات کے اسماء گریہ کو کتاب کا عنوان - اور اپنے تذکرہ کا طعرا - اور کتاب کو بیجا نہ فرست قرار دیا ہے۔ تاکہ شوقین اصحاب اس جماعت کے مبارک حالات - کتاب رشیات سے جو تفصیل کا حشر ہے۔ دیکھ کر سیر ہوں۔ لہذا کھردار دانا۔

یاد مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی

آپ امام وقت محمد بن حسن کے فرزند ہیں۔ جو ہر فرخیانی کی نسل سے ہیں۔ اور ہر شیبانی زمانہ جاہلیت میں فرمان رکھنے والے وقت تھے۔ امام المومنین عمر بن الخطاب کے ہاتھ پر اسلام اور اعتقاد لائے تھے۔ بنی شیبان - بہت قبائل عرب میں خرافت اور اصالت نسل کے اندر مشہور ہیں۔ بالخصوص مولانا کے دادا - پردادا - جو متقی اور عالم بھی تھے۔ ازلی تقدیر نے آپ کی حقیقت ذاتی کی جبری سنہ آٹھ سو اٹھارہ میں پرہ علم سے لکل کر عنصری ترکیب میں ظاہر فرمایا۔ اور عافریں نرم ولادت کو خوشی اور شاد کامی کی شراب سے مست کیا۔ ذیل کا دل آویز قصیدہ اس دوست کی تائید کرتا ہے۔ قصیدہ -

یہ مولجان قفا منتقل زحان بحال
بدین حقیق ہو است کردہ ام پر دال
کہ روز مکہ بہ شرب سر اوقات جلال
تمام عزم درین تنگناے دہم و خیال

منم جو گئے بمیدان نعت مر دسال
ز لون قلا پیر از گاہ لا ہوتی
میان شہد و شہزادہ ز ہجرت نبوی
چہ شہد و نو دوسہ کشیدہ ام ام روز

جام میں ایک مقام ہے زندہ فیل شیخ احمد - بیان کی زمین آپ کی زاد بوم ہے۔

آپ کے حالات لکھنے والے اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ایک دور آپ کی خدمت میں آپ کے استادوں کی تحقیق کا ذکر تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔

۸ جب تک مجھ کو عقل و ہوش نہیں آتا تھا۔ تب تک اپنے وطن میں ہی پد پزیر گوار کی شاگردی سے زبان دلی کا قاعدہ و قانون سیکھتا رہا۔ پھر چند روز بعد وہیں کے دوسرے مدرسہ سے تحصیل علم کی۔ جب میں نے وطن میں کوئی ایسا عالم نہ پایا جس کے سامنے تعلیم کے واسطے کتاب کھول سکوں۔ تب ہرات میں آکر نظامیہ مدرسہ میں اس حجرہ کے اندر ٹھہرا۔ جس میں مولانا زین الدین تائبیادی۔ اور مولانا سعد الدین الفزاری رہتے تھے باوجودیکہ تمام عقلی و نقلی علوم۔ اور کل یقینی و کشفی معرفتیں ^{معلوم} و علمندہ میں لگدنگا علمائے کے چشمہ سے دل پر فائز ہوتی تھیں۔ تاہم فنون عربیہ کی کتابیں توڑے عرصہ میں مولانا جنید کے درس سے نکال لیں۔ جو فن معانی میں استاد وقت تھے۔ نیز جامع العلوم مولانا خواجہ سمرقندی کے درس سے چائیں لہذا میں فارغ ہو کر ان کے تمام علمی جواہر حاصل کر لئے۔ نیز مولانا محمد جاویدی کی خدمت میں رہ کر علم مناظرہ کے آداب اور طریقہ یاد کئے۔ اور نیز سمرقندی قاضی زادہ رومی کی صحبت میں پہونچ کر علم معقول تحصیل کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ توڑی سی مدت میں اس ملک کے تمام علما اور سالکون پر آپ کو اور آپ کے علم کو بڑا درجہ اور اونچا پایہ حاصل ہو گیا تھا۔

کتے ہیں۔ اس زمانہ میں اور اس وقت میں شیخ بہاء الدین عمر۔ مولانا بایزید پیرانی۔ مولانا محمد اسد۔ اور نیز دیگر بزرگ اصحاب ایسے جمع ہوئے تھے۔ جن کی صحبت سے فقر و درویشی۔ اور تلقین دارشاد کی خوشبو طالعون کے دماغ میں پہونچا کرتی تھی۔ ان اصحاب کی مصاحبت ہی آپ کو فیض و فائدہ پہونچاتا۔ لیکن آغاز زبان دانی سے انجام زندگانی تک نظم و غزل گوئی کا ذوق آپ کی درویشی اور فقر کے چہرہ پر یکسو تور نقاب بنارہا۔ البتہ جیسے جیسے عمر میں تفاوت ہوتا جاتا تھا۔ جیسے جیسے دل پر بامظاہر کا جمال دیکھنے سے نگاہ کی گرمی میں تفاوت ہوتا جاتا تھا۔ اور جیسے جیسے حسینون کے آئینہ صورت سے آسمان کی کمالات نظر آنے میں تفاوت ہوتا جاتا تھا۔ ویسے ویسے نظم و غزل گوئی کے ذوق میں بھی۔ تفاوت ضرور نمایاں ہوتا جاتا تھا۔ یعنی آپ شعر علم۔ خوش باشی۔ اور مردم آمیزی کے لباس میں حق شناسی کے اسرار کو درجہ پوشیدہ رکھتے تھے۔ ایک یہ کہ وہ بیہ بیانیہ سلسلہ میں تلقین کی بسم اللہ۔ اخفایہ طریقہ ہے دوسرے یہ کہ سید فیاض سے انوار قدسی کا فیضان۔ ابتداء سے سلوک میں آپ پر عشق مجازی کی صورت میں ہوا کرتا تھا۔ تاکہ یہ ظاہری عشق آپ کی حقیقت کے چہرہ پر نقاب بنارہے اور انبیاء کی آنکھ سے آپ کے مقصود کے چہرہ کو نظر نہ لگے۔ غالباً عالم علوی سے آپ کی کامیابی اس شکل میں معین کی گئی تھی۔

تکلمہ کے بیان سے اس مدعا کی تائید ہوتی ہے۔ کہ ایک روز مولانا فرماتے تھے۔ میں ایک انسانی منظر کے جمال پر عاشق تھا۔ ایک دفعہ دھنوک نے زمین اپنا ہاتھ نیچے بلا کسی تفاوت کے بالکل محبوب کا ہاتھ پایا۔ فوراً اُسی وقت اصلی حقیقت کے طرے جمع کیا اور دل میں یہ خیال آیا۔ کہ یہ حالت بالکل حضرت خاتم النبۃ علیہ السلام کی جیسی ہی ہے۔ کہ ایک وقت اپنے فرمایا تھا ہندو پیدائش اور شارالہ آپ کا دست مبارک تھا مذکورہ بالا حالت اس پر وہ میں درویش پر ظہور رکھتا ہے المقصد چونکہ کسی باکمال زندہ دل کے ساتھ مراسم بیعت کا ادا کرنا۔ خدا شناسوں کی سنت ہے۔ لہذا باوجود صدرالذکر کمالات مراسم بیعت کا ادا کرنا ضروری سمجھ کر قطب طریقت اور غوث حقیقت مولانا سعد الدین کا شجر کی خدمت میں مدلی خواہش سے حاضر ہوا۔ جو نقشبندیہ خاندان میں اس وقت مسند ہدایت پر صدر نشین تھے۔ اور علی الاعلان مراسم بیعت ادا کئے۔

مصنف تکلمہ مولانا عبد الغفور آپ کے مرید ہونے کی بنیاد اس طرح پر رکھتے ہیں۔ ایک رات مجاہزی معشوق کی جہان میں آپ کے اوپر بیخ و غم کا کثرت سے هجوم ہوا۔ بیان تک۔ کہ ہوش۔ خرد۔ صبر۔ آرام۔ معرفت۔ ادراک۔ اور تمیز۔ بلکہ انسانی سرکار کے تمام نفیس نفس مکانات تاخت تاراج ہو گئے۔ ناگاہ غنودگی کی صورت میں بیہوشی پیدا ہوئی۔ اور بیہوشی نے دل و دماغ پر قبضہ کیا۔ عالم مثال میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مولانا سعد الملت والدین کے جمال باکمال سے آنکھیں روشن ہیں۔ اور مولانا نے اپنی زبان حقائق بیان سے یہ نصیحت فرمائی ہے جامی اپنا رخ ایسے یار کی طرف کر د جس کی تم کو لازمی طور پر ضرورت ہے

زود سحر طائر قد سم زد سیرہ صفیر	کہ درین دامگہ سادہ آرام گیر
---------------------------------	-----------------------------

یہ بالکل سچ ہے۔ جب باری تعالیٰ کی پاک ذات چاہتی ہے۔ کہ کسی منظر کو اس کے سبب کی طرف کینچنیوے۔ تو مرت ایک بہانہ سے علائق اور موانع کے تمام حجاب اس شخص کے رخسارہ پر سے اٹھا دیتی ہے۔ اور جو کمال اس کے حصہ کا ہوتا ہے۔ اس کمال تک پہنچا دیتی ہے۔ جب آپ نے سلوک اختیار کیا۔ اور ظاہری اصحاب کی روش چھوڑی اور ایک عمر گوشہ نشینی میں بسر کی۔ تو اس مرحلہ پر آپ کا حال پوچھ گیا تھا۔ کہ کیا گفتار۔ کیا رفتار۔ اور کیا کردار۔ یہ جملہ امور جو طبیعت کو مانوس تھے۔ ایک دم آپ کی عقل و شعور سے پریشان ہو کر نکل گئے تھے۔ اور بیگانہ وار معلوم ہوتے تھے فرماتے تھے۔ جب ابتداء سلوک میں الوار کا ظہور ہوا کرتا تھا جس سے ستارہ ہستی چپ جلتا تھا۔ اس وقت بار بار فرمایا کرتے تھے۔ کہ کشف اور کرامات پر کوئی اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے بہتر کوئی کرامت نہیں ہے۔ کہ کسی صاحب تاثیر کی صحبت میں کسی سعادت مند کو کوئی اثر اور کوئی وجہ حاصل ہو۔ اور وہ خودی سے تھوڑی دیر کے واسطے رہائی پائیوے

رباعی

آن بہ کہ زیر پائے اولیت شوی

یارے کہ بیدار دے از دست شوی

از شیوہ چشم مست است شوی

اگرے نہ خوری ز جام و عیش یارے

بیت

دے ز دوسوہ عقل بے خبر دارد

زیادہ چیت اگر نیت این نہ بس کہ ترا

مرزا سلطان حسین وزیر تھے مولانا جامی نے عشقہ شونی یوسف زلیخا - انہیں کے روشن نام پر مصرع کی ہے۔
اس میں لکھتے ہیں۔ ۵

بود شخص حسین عالمش نام

جہان یکسر چہ ارواح و چہ اجسام

جو عین باصرہ بشناس روشن

بود انسان و روان شخص معین

جہان مردی سلطان حسین ست

حان عین آن کہ چون انسان عین ست

اس بے نظیر تعریف کے بارہ میں راقم کا خیال یہ ہے۔ کہ آج تا یخ سترہویں جب ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے
ہر چند اکثر علم دانوں نے اپنے اپنے زمانہ کی مدح میں ترکی اور تازی سخن آخری فرمائی ہو لیکن جب تک اس طرز کی رعنائی
کے کوچہ میں کسی شاعر طبع فاضل اور کسی بافنیلت شاعر کا گزر نہیں ہوا ہے۔ امیر علی شیر نوائی تخلص ایک ترکی سال
مولانا کے حالات میں لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ مولانا نے نفحات الانس - شواہد النبوة - اولیعات شیخ
نحزالدین ابراہیم عراقی کی شرح یہ کتابیں مخلص کی اہتمام سے تصنیف فرمائی ہیں۔

مصنف تکمیل نے لکھا ہے۔ مولانا فرماتے تھے۔ یہ جو بعض کا برکتے ہیں۔ کہ باطنی شغل کے ساتھ
تکلم جمع نہیں ہوتا ہے یہ بات بالکل بعید معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ نفحات کی تصنیف کے وقت میں کبھی ایک منوکی
زیادہ دو صفحہ تک لکھ لیا کرتا تھا۔ اور دل کو اس کے لکھنے کی خبر ہی نہیں ہوا کرتی تھی۔ اور قلم عادت کے موافق
بے ستور جاری رہتا تھا۔

آپ کی تصنیفات کا شمار اس طرح پر ہے۔ نشر - فارسی میں شواہد النبوة - نفحات الانس - جو شائع
طبقات وغیرہم کا تذکرہ ہے۔ نواح جو مولانا کی ہی رباعیات کی شرح ہے۔ بہارستان جو بیل شیراز (محمی) کی
گلستان کے رنگ میں ہے۔ دیگر سولہ سائے جن میں چند سائے تو آیات قرآنی کی تفسیر - اور حدیث نبوی
علیہ الصلوٰۃ کے ترجمہ میں ہیں۔ بعض تصوف اور سلوک کے علم میں - بعض معرا - عروس

انشا کے علم میں ہیں تیرہ نسخہ عربی اور فارسی جو اکابر کی کتب ادبیات کی شرح میں ہیں۔ نظم کلام آپ کا وہ نام ہے جس میں سات تو مشہور ہیں ہفت اور نگ نام ہے۔ اور تین دیوان غزل اور قصائد میں جملہ تخیلیں کتابیں مشہور ہیں۔ ان کے سوا آپ کے قلم تصنیف کے لکھے ہوئے حاشیے۔ تعلیقات۔ رقعات۔ اور دیگر متفرق ابیات ہر فن کے اندر موجود زمانہ ہیں۔

کہتے ہیں۔ جب آپ کی عمر عزیز کا شمار عدد کاس کے برابر ہوا تو تاریخ پندرہویں محرم الحرام ہجری سنہ آٹھ سو اٹھانوہین کو جب کہ رات اور دن برابر ہونے کا موسم تھا۔ آپ بزم وصال میں پوچھ گئے۔ اور محبوب حقیقی کے جمال کا شربت نوش فرمایا۔ اور اوپر سے **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** کا نقل تناول کیا۔ یہ دردناک واقعہ تجزیہ و تکفینِ نعش۔ اور نماز کی کیفیت۔ اور عمارتِ قبر کا حال مفصل طور پر مولانا عبد الغفور کے تلمذ میں اور میر علی شیر کے رسالہ ترکیہ میں لکھا ہوا ہے۔ شوقینِ مصابِ چاہین۔ تو اسکو مطالعہ کر کے صدر انذکریات پر مطلع ہو سکتے ہیں۔

صاحبِ تلمذ لکھتے ہیں۔ کہ آخر زمانہ میں جب کہ یوسف زینحی کی نظم کا شغل آپ کے کر رہا تھا۔ فرماتے تھے۔ کہ دل کی عظیم کشش ایسی خیالی صورت کی طرف ہے۔ کہ خارج میں اس کے وجود کا گمان ہی نہیں ہوتا ہے۔ اور تصنیف کے وقت میں باطنی شورش۔ اور حرارت کے آثار۔ آپ سے ظاہر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ کئی کئی دفعہ حرکت دوریہ کے طور پر آپ سماع فرمانے لگتے تھے۔ اور اس میں مبالغہ کرتے تھے۔ میان تک طول کو نوبت ہو بیخ بجاتی تھی۔ کہ سازندہ اور معنی بے طاقت ہو جاتے تھے۔ اور آپ اس حال سے باز نہیں آتے تھے۔ بالآخر جب پانچویں میں درد ہونے لگتا تھا۔ تو ضرورۃً بیٹھ جاتے تھے۔ حال آنکہ اس سے چلے سماع کے بارہ میں آپ کو تردد تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کوئی شخص اپنے تئیں چھوڑے نہیں۔ اور جو حال اس کو حاصل ہے۔ اس حال سے خالی نہ ہو۔ تب تک کیونکر سماع کر سکتا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ بیشک اولاً چراغ بجلانا چاہیے۔ پھر بعد میں مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ انسانی روح بنی آدم کے عنصری محل کا چراغ ہے۔ اس چراغ کو نفسانی پریشان خیالات اور آندؤں کی آندہی سے ریاضت کے فانوس میں محفوظ رکھنا چاہیے۔ تاکہ وہ چراغ شمع کی طرح ہدایت کے نور سے روشن رہے۔ اور دلوں کے اندر چھپے ہوئے جن معانی اور جن امور کے چہرہ پر موجودات کے الفاظ کا سیاہ پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ معانی اور امور۔ اعتباری نظریں ظاہر ہو جاویں۔

یہ گزارش بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ مولانا عبد الغفور فرماتے ہیں۔ جب مولانا جامی کی خاطر میں خلش

پیدا ہوتی تھی کہ معانی مقصودہ کے اداسی عبارت قاصر ہے۔ تو لکھنے سے پہلے آپ کی لطیف طبیعت اس خلجان کا اثر مانتی تھی۔ اس کی منشا پر غور کرتے تھے۔ مخاطب کی نور فرست سے بھی کچھ مفہوم معلوم کرتے تھے اور نیز توجہیات کے ذریعہ سے وعدہ اپنے متردد ذہن کا دور فرمایا کرتے تھے نیز اکثر راست کردار اور راست گفتار لوگوں کی زبانیں سنا ہوا ہے۔ کہ ہم نشینان بزم کے مافی الضمیر پر آپ کو اطلاع ہو جایا کرتی تھی۔ اور بہت سی نقیصت کی کتابیں جو اگرچہ زمانہ کے مصنفین کی لکھی ہوئی تھیں۔ جن کے معانی اور معنائیں۔ دقیقہ شناس علم والوں کی فہم کر میں نہیں آتے تھے ان کتابوں کے مقاصد کو اپنے اپنے فارسی رسالوں میں اس طرز سے لکھا ہے۔ کہ ان کتابوں کی تمام تحقیقات اور مشکلات حل ہو گئی ہیں۔ اب تمام اشخاص مستفیدین کی ان کتابوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مرزا شاہ رخ کا اوسط زمانہ تھا۔ کہ آپ جام سے آئے۔ اور اخیر زمانہ تک شہر ہری میں مقیم رہے جب زمانہ نے دولت اور سلطنت کا پیمانہ سلطان ابوسعید مرزا کے ہاتھ میں دیا۔ تو آپ شہر مذکور سے حنیابان کی زمین میں اٹھ آئے۔ جہاں پیرزگوار کی خواہ گاہ ہے۔ اور وہیں قیام فرمایا۔ چند روز بعد یہیں آپ کے آستانہ پر ان اطراف کے فاضل۔ فقیر۔ شاعر۔ اور ظریف گروہ کے گروہ جمع ہونے لگے۔ اور قاضی صدر۔ شاہ اور وزیر تمام آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کو اپنی سعادت کا عمدہ ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور آپ کو اپنے راز و نیاز کا قبلہ بنا لیا تھا۔ امیر علی شیر نے اپنی نسبت آپ کے التفات اور اتفاق کی بابت اپنے رسالہ میں جس قدر لکھا ہے۔ بہت کچھ ہے۔ مگر چونکہ درویشوں کے اس خلوت خانہ (کتاب گلزار) میں بوالہوسون کے ہجوم کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا صرف نمونہ کے طور پر کچھ عرض کر کے اسی پر اکتفا کرتا ہوں ایک روز منظر نامی ایک خوش گلو غرود نواز نے جو گانا بھی بہت اچھا جانتا تھا۔ خواجہ حسن دہلوی کی ایک غزل گائی۔ جب اس بیت پر نوبت پہنچی بیت۔

مثال قطره باران سرشک من ہمہ در شد

چنین اثر دہد آری طلوع چون تو سیلے

تو حاضرین محفل سب غزل شناس اور اہل سخن تھے۔ سب نے جن میں صاحب مجلس امیر بھی شامل تھے مضمون بیت پر غور کر کے اعتراض کیا۔ اور سوال کو کہا۔ ”سرشک من ہمہ در شد“ بے معنی ہے۔ یہ نہ کہو۔ بجائے ”ہمہ در شد کے“ ”دریاشد“ کہو۔ چون کہ فقیر کو اس بیت کی نسبت کوئی تردد نہیں تھا۔ اس وقت اعتراض بلا اثر خاموش رہا۔ مگر غرض یہ کہ آپ کیونکہ کلام نہیں کرتے ہیں مگر عرض کیا۔ تقریر اعتراض نہ نہیں ہے

امام حسن دہلوی کا کہنا احسن ہے۔ حاضرین نے یہ بات منکر نہ کی تھی چینی اس طرف سے تو چہوڑ دی۔ بجائے اس کے میرے اوپر حملہ کر بیٹھے۔ اور تشبیح کے تیرون کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ مینے التماس کیا۔ جب حال اس طرح سے ہوگا۔ تو گفت وگو کا راستہ بند ہو جاویگا۔ البتہ اگر بغیر غرضی سے گفت وگو کی جارہیگی۔ تو بات کی تحقیق ہو سکتی ہے۔ اور مناظرہ خوبصورتی کے ساتھ ختم ہوگا۔ جملہ معترفین نے بالاتفاق حضرت مخدومی حقائق پناہی کو حکم قرار دیا۔ فقیر نے اہل مجلس کے ساتھ مناقشہ پوچھنے کی کیفیت ادب کے ساتھ لکھ کر خدمت مولانا میں بھیجی جو شخص فرستادہ تھا۔ وہ اس کے جواب میں مولانا کا مختصر رقعہ لایا۔ جس میں اس مصرع کے سوا کوئی حرف نہیں تھا۔

مصرع سخن درست و تعلق بگوش شہ دارو

اعتراف مالون نے اپنی معترض زبانوں پر ہر سکوت لگا کر خجالت سے سر جھکا لیا۔ اور خود (امیر علی شیر) جواب کے نشہ میں مست ہو کر لکھتے ہیں۔ جس اور سے سوال و جواب کی آمد و رفت تحریر و تقریر کے ذریعہ سے شروع ہوئی ہے۔ آج تک کون سوال یا کون جواب ایسا دل ربا پیش نہیں آیا۔

اس دل آویز گفتار کی ہی قسم ہے۔ کہ تعریف نہایت ہی بر محل ہے۔

جو خط مولانا حقائق پناہی نے امیر علی شیر کے جواب میں لکھے ہیں۔ اُن کا نمونہ یہ ہے رباعی

ازان دم کہ تاد اتفاق سفرست	تا بود کہ کنم گے بخاطر گزرت
اگر مرغ پر دوسوے تو یا باد وزد	خواہم کہ وہم ستائمہ در دستم

جب مینے قلم اٹھایا اور غور و فکر سے کام لیا۔ تو ایک پیچھے دوسرا رقعہ جوان چند روزوں میں بیچنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کے عذر کے سوا۔ کوئی اور بات ذہن میں نہیں آئی۔ نہ کوئی اور صورت معلوم ہوئی۔ اگرچہ یہ ہی تکلیف وہی کے دغدغہ سے اور اوقات شریف کی تفسیح سے

خال نہیں ہے۔ بیت

اگر بنالم پیش تو آن نالہ درد	در بخواہم عذرا این درد سہ دیگر بود
------------------------------	------------------------------------

نمختی احوال حلاوت بخش مولانا جامی

حضرت کاشانی روزی سلوک اس طرح پڑتا۔ جب آپ نازعشا پڑھ لیتے تھے۔ تو ایک گنٹہ ہر مجلس ہوا کرتی تھی۔ جس میں حقائق کا بیان ہوتا تھا۔ اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور پھر خلوت کیا اور ایک گنٹہ

طریقہ مشائخ میں مشغول رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ آرام کرنے سے پہلے اس طریق پر مشغول کرنا لازم اور اہم بات ہے تاکہ اس کا فیضان تمام شب پہنچتا رہے۔ ابتداً ابتدا میں آپ کا زمانہ خواب بہت متوڑا ہوتا تھا۔ لیکن اخیر میں رات کا صرف پچھلا تیسرا حصہ سیداری کے واسطے خاص کر دیا تھا۔ اور یہ حصہ نماز اور مراقبہ میں گزرتا تھا۔ اور فرماتے تھے سحر کے شغل کی برکت تمام دن بہرہ منی ہے۔ پھر نماز صبح کے واسطے جدید وضع کرتے تھے۔ اور جب فرض پڑھ چکے تھے تو مراقبہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آفتاب اشراق کے درجہ پر پہنچ جاتا تھا اُس وقت نماز اشراق ادا کر کے۔ تصنیف اور مطالعہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اس عرصہ میں کبھی ایسا ہی ہوتا تھا کہ آئندہ گان بزم کی تفریح خاطر کی لئے تھوڑی دیر کو متوجہ ہو جاتے تھے۔ اور بیٹھنے کا طریقہ یہ تھا۔ کہ قبل کی برابری میں جلسہ تشہد کے طور پر بیٹھتے تھے تعظیماً للحق وللخالقہ اور جو قبا آپ چنتے تھے وہ اکثر آستین کشادہ ہوتی تھی۔ اور بیشتر زمین پر بیٹھتے تھے۔ کبھی تباکو جسم پر سے اُتار کر یا نوں کے نیچے ڈال لیا کرتے تھے اور مسکر کر فرمایا کرتے تھے کہ فقیر دن کا جامہ بچھانے کا ٹاٹ ہی ہوتا ہے۔ اور پینے کا لباس ہی ہوتا ہے۔ لباس کی زیب و زینت سے گریزان رہتے تھے جیسا ہی مل جاتا تھا۔ اُس کو اچھا جانتے تھے۔ کبھی قبا ہوتی تھی۔ اور کبھی جیبہ ہوتا تھا خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اس ذات شریف کی جمیع حرکات اور سکناات کمال خوشنما اور پسندیدہ تھیں۔ کام کی لطافت۔ آپ کی فصیح البیان زبان کا خلقت۔ شورش انگیزی آپ کے سخن کا خمیر اور شوق افزائی آپ کے بیان کا سرمایہ تھی۔ جو کوئی شخص شریف یا غیر شریف۔ آپ کی ملازمت میں پہنچ جاتا تھا۔ آپ اُس کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آ کر بیٹھتے تھے۔ آنے والے کو جو کچھ تکریر یا غم ہوتا تھا۔ وہ رفع ہو جاتا تھا۔ اُس کے بدلہ میں فیض اور خوشی ہمارا دی جاتا تھا۔ اور لباس بیٹھنے میں از روئے عروت اپنے اوپر جبر بیان تک گوارا کرتے تھے۔ کہ جب تک آنے والے اٹھ نہیں جاتا تھا۔ خود نہیں اُٹھتے تھے۔ چنانچہ اس احترام سے آپ کو بعض اراض بھی پیدا ہو گئے تھے۔ مجلسوں میں اس بات کی تلاش رہتی تھی۔ کہ نیچے بیٹھنے کا موقع ملے۔ اور چوڑے درجہ کے آدمیوں کے ساتھ کمانا کمانے میں ہم پیالہ ہونے کی صورت پیش آوے۔ کمانے کی چیزوں میں نہایت بے تکلف تھے۔ اور دیشانہ کمانوں کی طرف میلان خاطر زیادہ ہوتا تھا آپ کے افعال میں کوئی ایسا عمل داخل نہیں ہوتا تھا۔ جس میں ریا کا شائبہ پایا جاوے۔ اگر کسی شخص کی نسبت یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کسی دنیادی مال کا حاجت مند ہے۔ تو آپ غنیہ طور پر اُس کو پہنچاتے تھے۔ لوگوں کے اعتقاد اور انکار سے آپ کی خاطر بالکل فارغ البال تھی۔ دنیادی چیزیں اصل حاجت جس قدر زیادہ بیچ جاتی تھیں۔ خیر کے کاموں اور خیر کی جگہ میں صرف کیا کرتے تھے۔ شہر ہرات میں مدرسہ تعمیر کرا کر لہا کیا۔ خیابن

مین مدرسہ اور خانقاہ دونوں چیزوں کا آغاز کیا۔ اور انہیں اتمام کو پہونچایا۔ اور شہر جام مین جامع مسجد کی بنیاد ڈالی اور اُس کو مکمل کیا۔ اکثر ملکیں مدرسہ خیابان کے نام سے وقف کیں۔ جو آپ کی درگاہ کی اطراف مین ہیں۔ صاحب تکمیل نے آپ کے خط مبارک مین سے چند سطرین۔ اور آپ کی دلکش باتوں مین سے چند باتیں نقل کی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جس کی خاطر کبھی حضرت حق سبحانہ کی طرف رجوع نہ ہوتی ہو حضور قلب حضرت باری تعالیٰ کے ساتھ ہوتا۔ ذکر کی حقیقت اور نیز اُس کا مغز ہے۔ اگر کسی دوستند شخص کو یہ سعادت حاصل ہو۔ کہ حضور قلب دائم رہے۔ اور نیز حضور قلب کا ملکہ دل مین مانع ہو جاوے۔ تو اس کو اصطلاح صوفیہ مین ”مشاہدہ“ کہتے ہیں۔ اور خواجگان ماوراء النہر کے عرف مین اس کو یادداشت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ”یا و کرو“ جو اسم مبارک یا کلمہ طیبہ کی تکرار سے عبارت ہے اور نگاہداشت ”جو مراقبہ سے مراد ہے اور یہ اس واسطے ہوتا ہے۔ کہ پراگندگی خاطر نہ پادے، یہ تمام یادداشت کے حصول کے واسطے ہے۔ و فقنا اللہ بما یحب و یرضاه واضح ہو۔ کہ تمام اشخاص کی پیدائش اصل فطرت کے اعتبار سے چار مقدمات پر مبنی ہے

اول۔ یہ کہ انسان کی حقیقت عدم سے وجود مین آئی ہے۔

دوم۔ یہ کہ بقا کا وجود انسان کی قدرت اور اختیار مین نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو انسان اپنے تئیں باقی رکھ سکتا۔ اور فانی نہ ہونے دیتا۔

سوم۔ یہ کہ تمام موجودات ممکنہ کا حال ایسا ہی ہے۔

چہارم۔ یہ کہ جو کچھ عدم سے وجود مین آتا ہے۔ اُس کے واسطے موجب کا ہونا ضروری ہے۔ یہ چاروں مقدمات۔ یہ صانع کے وجود کا اعتقاد پیدا کرنے کی بنیاد ہیں جو بالذات موجود ہو۔ اُس کے موجود ہونے مین کسی غیر کو دخل نہ ہو۔

علاوہ ان مقدمات کے انسان جانتا ہے۔ بلکہ شاہد کرتا ہے۔ کہ اللہ پاک کے انعام سے اُس کو عمدہ عمدہ نعمتیں ملتی ہیں۔ جیسے خود انسان کا وجود نعمت الہی مین سے ہے۔ دیز عقلی قوتیں۔ اور ظاہری و باطنی حُسن وغیرہ وغیرہ اللہ جل شانہ کی غیر متناہی نعمتیں۔ نعمت وجود

کے تابع۔ اور اُس کے علاوہ ہیں۔ اس مرتبہ میں خاطر انسان کو بحکم الالہ انسان عبید الاحسان اپنے مسد کی طرف طبعاً جذب ہوتا ہے۔ اور یہ جذب کی ابتداء ہے۔ بعدہ اگر انسان خیال کرے کہ نفع یا ضرر جو کچھ واقع ہوتا ہے۔ بحکم لا فاعل فی الوجود الا اللہ تمام صانع کی ہی طرف منسوب ہوتا ہے۔ تعالیٰ شانہ اور ہمیشہ اس خیال میں رہے۔ تو اُس کا انجذاب وقتاً فوقتاً بڑھتا۔ اور لحظہ بہ لحظہ قوی ہوتا جاتا ہے۔ اور ممکنات کے ساتھ جس قدر اُس کا تعلق ہوتا ہے اُس میں فتور پڑتا جاتا ہے۔ پر پورا انقطاع ہو جاتا ہے۔

ایک وجہ تو انجذاب خاطر کی یہ ہوئی۔ دوسری یہ۔ کہ انسان جب خیال کرتا ہے۔ کہ وہ انسانیت اور آدمیت کے اعتبار سے بنیذات نہیں ہو سکتا ہے۔ اور لذت میلان خاطر کے تابع ہوتی ہے۔ اور میلان جس کی طرف ہو۔ وہ ایک امر کامل اور باقی ہونا چاہیے۔ کیونکہ ناقص یا فانی کی طرف میلان خاطر ہوگا۔ تو چونکہ اُس میں نقصان یا فنا کا عیب لگا ہوا ہے لہذا نتیجہ میلان غم ہوگا۔ اور ادھر انسان یہ بھی خیال کرتا ہے۔ کہ کامل مطلق لم یزل اور لازماً ذوالجلال والافتال کی ذات اقدس ہے۔ کیونکہ حسن و جمال اور احسان و کمال جو کچھ ہے۔ یہ سب فی الحقیقہ حق کے ہی واسطے ثابت ہے۔ اور جو حسن و جمال اور احسان و کمال ممکنات میں پایا جاتا ہے۔ یہ فی الحقیقہ حضرت ذوالجلال کے حسن و جمال اور احسان و کمال کا پرتو ہے جل و علا۔ اور ممکنات کے پاس مستعار ہے۔ کیونکہ ممکن خود اپنی ذات سے معدوم ہے۔ اور معدوم شے کا وصف کمال نہیں ہو سکتا اور ممکن میں جو کچھ نظر آتا ہے یہ معتبر نہیں ہے۔ اسی واسطے معرض فنا اور محل زوال میں ہے۔ جب انسان کا علم ان مقدمات پر بھاری ہوگا۔ تو شک نہیں ہے۔ کہ اُس کا انجذاب ایک مرتبہ اور فوٹ پکڑے گا۔ کیونکہ محبت پیدا ہونے کا باعث حسن ہوتا ہے یا احسان اور یہ دونوں خوبیاں اللہ جل شانہ کو ہی حاصل ہیں۔ اور جب انسان حق کے کمال و بقا کا۔ اور خلق کے نقصان و فنا کا خیال مداومت کے ساتھ کرے گا۔ اور کلمہ طیب لا الہ الا اللہ کا (ترجمہ۔ مطلوبی اور محبوبی کے لائق کوئی نہیں مگر خدا جو ان مذکورہ بالا دونوں خیالوں کو لازم کرتا ہے) مدد کریگا۔ تو حضرت حق سبحانہ کی طرف اگس کی کشش اور غیر حق سے اُس کی بے تعلقی اس درجہ کو پہنچ جاوے گی۔ کہ ممکنات سے

تعلق بالکل منقطع ہو جاوے گا بلکہ جو کچھ غیر خدا ہے۔ سب کو ہول جاوے گا۔

اگر کسی کو یہ حال حاصل نہ ہو۔ تو یہ سمجھنا چاہیے کہ مذکورہ بالا عقائد میں سے کوئی عقیدہ اسکو حاصل نہیں ہے۔ یا خواہشات طبیعت میں انہماک اس درجہ بڑھا ہوا ہے۔ کہ اُس میں متاثر ہونے کی قابلیت ہی نہیں رہی۔ اور وہ شخص گروہ انعام میں شامل ہو گیا اور لَئِکَ کَالَاغْنَامِ بَلَّ هُمْ أَضَلُّ یہ گروہ باوجودیکہ اہل ایمان ہیں۔ مگر اُن حیوانات کی صورتوں میں ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے اس گروہ سے ملنے جلتے ہیں۔ جیسے کہ حدیث نبوی علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں ناطق ہے۔ ایک شخص مولانا کی مجلس میں علیہ الرحمۃ والرضوان آیا۔ اور کہا۔ میں ہر چند ذکر کرتا ہوں۔ متاثر نہیں ہوتا ہوں۔ فرمایا۔ عقیدہ کو درست کرنا چاہیے۔ فرماتے تھے۔ بعض مشائخ ذکر میں صرف اسم مبارک اللہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ لقول تعالیٰ قُلِ اللّٰهُ تَعَالٰی مُحَمَّدٌ اَرَحِبُ اَسْمِ مَبَارَکِ حَقِّ سَجَانِہِ کے کمال پر مشتمل ہے۔ اور اس واسطے یہ حق کے ساتھ پیوستگی۔ اور خلق کے ساتھ بے تعلقی کا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ جو اصل مقصود ہے لیکن کلمہ تبرک کو اس بارہ میں دخل زیادہ ہے اس لئے اکثر مشائخ نے اسی کلمہ کو اختیار کیا ہے۔ اور رض نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ذکر کی افضلیت میں شاید موجود ہے۔ افضل الذکر لا الہ الا اللہ اور نیز دیگر بہت سی احادیث اس کے افضل اور ارفع ہونے کے بارہ میں واقع ہیں۔ اور مرتبہ کے اعتبار سے بھی اسکو تہلیل کہتے ہیں۔ کیونکہ تہلیل کے معنی آواز کا بلند کرنا ہیں۔ السبیل شانہ کے ساتھ حضور قنب اُس صفت سے اور اُس طرح پر پیدا کرنا۔ کہ جس صفت سے اور جس طرح پر یہ انسان السبیل شانہ کے ساتھ ایمان رکھتا ہو۔ مثل اس کے ہے۔ کہ جیسے یہ انسان حقیقت ذکر اور اس کی ہدایت کا موجد اور منظر ہے۔ ذکر کی ایک صورت ہے ایک معنی ہے۔ اور ایک حقیقت ہے۔ صورت ذکر تو عبارت اس سے ہے۔ کہ فاکر لفظ خاص کو جو حروف سے مرکب ہے تکلم کے طریق پر آہستہ یا بلند ادا کرے۔ یا تخنیں کے طریق پر ذہن میں جانے لادے۔ معنی ذکر عبارت اس سے ہے کہ ذکر لفظ مذکور کے معنی اور مفہوم میں ہی فکر کرے۔ اور حقیقت ذکر عبارت اس سے ہے کہ ذکر صرف اس تصور یا مفہوم کو شعور میں لادے۔ جو ذکر کی توجہ کا قبلہ اور تیر کا نشانہ ہے۔ آہستہ طور پر تکلم بعض

مشائخ کا طریقہ ہے۔ انیسویں شیخ کبیر محمدی الدین عربیہ قدس سرہ العزیز زادہ ذکر کرنے میں اکثر

مشائخ کا طریقہ تکلم بالجہر ہے۔ اور تخفیل۔ ذکر خفی ہے۔ اور یہ طریق خواجگان ہے قدس سرہ العزیز رحمہ اللہ
 قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ط

یاد مولانا علاء الدین محمد مکتب دار

آپ اُس نبی کے علمائے اُمت میں سے ہیں جنہوں نے امتِ منی کے ارشاد کو نام کر دیا ہے۔ مولانا
 سعد الدین کا شغری کے مرید تھے۔ لیکن راہِ سلوک آپ کو ملے ہوئے ہے شیخ عبد الکبیر مینی کے فیضِ ملازمت سے جو
 ایک واسطے شیخ عبد الرحمن مہدی کے خلیفہ میں۔ نیز شیخ عبد الکبیر کے فیضِ ملازمت سے ہی۔ آپ کی ہمتِ علم
 مرتبہ کو پہنچی ہے۔ کتے ہیں۔ ایک روز آپ فرماتے تھے شیخ مینی نے حدیثِ قدسی کی تعریف دریافت فرما لی تھی
 عرض کیا۔ جو ایندھی کلام ہے تو سلِ نرستہ پیغمبر کے نفسِ ناطقہ پر زول فرماوے۔ وہ حدیثِ قدسی ہے شیخ نے فرمایا۔
 اس میں ادبِ پرتواس گروہ کے دلا دیرا تو اہل ہی حدیثِ قدسی ہیں۔ اس پر سامعین میں سے ایک شخص نے کہا۔ اگر آپ ایسا
 فرمادینگے۔ تو گروہِ صوفیہ کی طبقہ انبیاء کے ساتھ مساوات لازم آجادیگی۔ جواب دیا۔ مساوات اس سبب سے
 لازم نہیں آوے گی۔ کہ نسبتِ مذکورہ انبیاء میں بالاصالت۔ اور اولیاء میں بالاتباع ہے راقم کی خاطر فاترین یہ بات
 آتی ہے۔ کہ جس حالت میں نفسِ اللہ ایک جنس سے ہو۔ اور دو مختلف الکلیفۃ افراد سے ظہور پذیر ہو۔ ایسی حالت
 میں اُس کو ایک نام سے نامہ دکرنا بھی۔ دلیری کے میدان میں قدم رکھنا۔ اور ادب کے آباد شہر سے نکل کر گستاخی کے
 دیران صحرائیں جمانا ہے۔ اور نام رکھنے ہیں۔ درجہ کا لحاظ بھی ضروری بات ہے۔ جیسے خرقِ عادت کی نمود و نمائش
 کہ جس شخص کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کے اعتبار سے۔ اُس کا نام بھی جداگانہ ہوتا ہے۔ نبی سے
 سچرہ۔ ولی سے کرامت۔ مومن سے معونت۔ اور غیر مومن سے استدراج۔ مصراعِ حفظ مراتب سے ہمیں شیوہ و خطاب

یاد مولانا عبد اللہ فرخ پوری

آپ عالمِ عارف۔ کامل۔ عامل۔ اور اندر باہر سے یک رو تھے۔ فرماتے تھے۔ مولانا عبد الرحمن احمد جامی
 باطنی محل کے کنگرہ پر چڑھتے وقت یزدن کو کہول کر جاتے اور آتے ہیں۔ لیکن مولانا علاء الدین محمد مکتب دار جانے
 اور آنے میں پرکھتے ہی نہیں۔ کہتے ہیں اس بیان سے مراد یہ ہے۔ کہ مولانا عبد الرحمن سلوکِ طریقت میں منظرِ آج
 اور عجلت رکھتے ہیں۔ اور مولانا علاء الدین آہِ اُمام اور آسائش کے ساتھ چلتے ہیں۔ راقم کے ذہن میں لگتے وقت

لے اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے (گو) اپنی پروردگار سے گرا گرا کر گرا کر اور چپکے چپکے ادھا کرتے ہو ۱۲۔

ایسا آیا۔ کہ برکول کر واد کرنا عبارت تعرج کے ظاہر کرنے سے ہے۔ اور بغیر پرکسلے ہوئے اڑنا سدا و تعرج کے مخفی رکھنے سے ہے۔ بیشک جامی قدس سرہ کے آثار کا ظاہر ہونا۔ اور مکتب دار رحمہ اللہ کی برکات کا مخفی رہنا۔ اس توجہ کے صحیح ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔

یا دوروش منصور سبزواری

آپ اندر اور باہر سے اس درجہ دہلے اور منجھے تھے۔ کہ بیان میں نہیں آسکتا ہے۔ مولانا عبدالرحمن جامی کے ہم عصر ہیں۔ میر علی شیر نوائی کمال عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ نہایت دلبستگی اور محبت تھی۔ اکثر آپ کی عمر روزہ وصال میں ہی گزرتی تھی۔

یا د مولانا محمد روحی

آپ کا لقب شمس الدین۔ اور کنیت ابوالکارم ہے۔ ہرات کے پرگنوں میں سے کسی پرگنہ کے رہنے والے ہیں۔ استقامت اور کرامت میں آپ کو کمال تھا۔ مولانا سعد الدین کا شغری کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ۔ نہایت پرہیزگار اور صالحہ تھیں۔ ان کا رتبہ ریاضت اور بندہ تہی میں بہت بڑا تھا۔ یہ فرماتی ہیں۔ بچو امید تھی۔ ایک رات میں عالم مثال میں نبی مصطفیٰ علیہ السلام کی زبان سے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ سے نوید پسرنی۔ اس کے بعد اُسی محل سے یہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس واقعہ کی بنیاد پر محمد نام رکھا گیا۔ کہتے ہیں۔ آغاز زمانہ ہوش سے بیکرا پسین نفس تک۔ آپ کے سلوک میں کسی قسم کی لغزش نہیں آئی۔ آپ نے اپنی تمام عمر راست روی اور اتباع شریعت میں گزاری۔ اور صاحب کرامات و مقامات تھے۔

یا د شیخ چھچھو اساولی

آپ شیخ نظام عمر اکرم کے مرید ہیں۔ جو خلافت میں گیارہ واسطہ کے بعد سیدی احمد کبیر رفاعی قدس کو پوینتے ہیں۔ مستقیم الطریق اور مستوی الحال تھے۔ پچیسویں ذی قعدہ کو عالم روحانی کی طرف کوچ فرما گئے۔ شیخ جمال نوساری کو ذکر کی سند شغل کی تلقین۔ ارشاد کی اجازت۔ اور خلافت کا فرقہ۔ یہ چیزیں آپ کی ہی ملازمت سے ملی ہیں۔ مصرع جمال حق نسہ و غبشتم اوداد۔

یا د شیخ فخر الدین گنج اسرار جونپوری

آپ پیر گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ قدس اللہ سرہما۔ ایزدی اسرار اور آہی الزار کا آپ خزانہ تھے اور بزرگان

زمانہ کو آپ سے فخر تھا۔ آپ کا دلکش قول ہے۔ جو کہاں بیکو حاصل ہوا۔ اُس کو مینے دور بین عقل کی بدولت سمجھا
کیونکہ کسی شخص کی ہدایت کا احسان۔ اور احسان کا یار۔ راہ سلوک میں میرے اوپر نہیں ہے۔ اور شیخ نظامی
گنجوی قدس سرہ کے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ مثنوی

خروش شیخ الشیوخ راہ تو بس پیرس از عقل دور اندیش گستاخ بپاس جان توانی شد برا فلاک مگو بر بام گردون چون توان رفت برین زرین حصا رآن شد بر مہر کہ ملک و مال و فسد زرد و زرد زور ازین مہشت خیال کاروان زن	ازد پرس پنچہ می پرسی نہ از کس کہ چون شاید شدن بر بام این کلخ رہا کن شہر بند خاک با خاک توان رفت از نام خود توان رفت اکا از خود برگرفت این آہنیں بند ہمہ ہستند باتو تالب گور عنان بستان علم بر آسمان زن
--	--

یہ مثنوی خبر دیتی ہے۔ کہ نظم کرنے والا اور پڑھنے والا دونوں اویسہ گروہ میں سے ہیں۔ القصہ بہت سے خدا شاس
لوگ آپ کے صادق مرید تھے۔ اور اُن اطراف کے حکام اعلیٰ ہی نہایت نیاز مندی اور اعتقاد کے ساتھ
آپ کی ملازمت کی آرزو رکھا کرتے تھے۔ اور ادب و اہتمام کے ساتھ آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی
قبر جو پنور میں زیارت گاہ ہے۔ اور مشہور ہے۔ مصرع گنج اسرار است خاک پاک او۔

یاد شیخ بہاء الدین گنج روان

آپ اپنے پدر بزرگوار شیخ فخر الدین ثانی کے خلیفہ ہیں۔ کہتے ہیں۔ قادر شاہی عہد تھا۔ زمین کا پی کی
تلائی میں ایک بیابانک جنگل تھا۔ اُس تلالی میں شیخ نے اور شیخ کے ساتھ۔ دہلی کے چند خدا پرستوں نے مخدوم
جہانیاں کی اجازت سے رہنے کو مکان بنالیا تھا۔ اور وہاں پر خدائی پرستش کیا کرتے تھے۔ اور اس میں خوشنوی
کے ساتھ زندگی بسر ہوتی تھی۔ خوراک کا طریقہ یہ تھا۔ کہ دیگن کو بانی سے بر کر چوبہ پر رکھ دیا کرتے تھے۔ اور ایک
معتدبہ عرصہ کے بعد اتار لیا کرتے تھے۔ گئی سے تربت کچڑی اس قدر تیار ملتی تھی۔ کہ وہ کھانے والوں کو مکلفی
ہوا کرتی تھی۔ اس عجیب و غریب خرق عاوی کے ذریعہ سے گنج روان آپ کا نام پڑ گیا۔ کہتے ہیں ایک روز شکار
کرتے کرتے۔ حاکم وقت کا گزر۔ شیخ کی عبادت گاہ کی طرف ہوا۔ وہاں پہاڑی بکرہ کو شیر کے پیچھے پھرتا ہوا
دیکھا۔ اُسی وقت دہلی میں شان لی۔ کہ میان پر ایک شہر آباد اور قلعہ تعمیر ہونا چاہیے۔ لیکن جب قلعہ کی

دیوار پوری ہونے کو آتی تھی۔ کالپ نام ایک جن اُس کو گرا دیتا تھا۔ اس کام کے انتظام کے واسطے حاکم مذکور نے شیخ کے دیدار کے لئے نیاز مندانہ رجوع کیا۔ آپ اندرونی سبب سمجھ گئے۔ ایک اینٹ اپنے ہاتھ سے دیوار میں لگا دی۔ اہ محمد آباد نام رکھا۔ اور ہندیوں کے نزدیک یہ بات ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا بیابان کالپ جن کی رہنے کی جگہ ہے۔ لفظ کالپی کے ساتھ مشہور ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ بادشاہ وقت یا دوسرے رزی استطاعت لوگ نقد۔ جنس۔ دیہی باغ غرض جو کچھ بھی شیخ کے حضور میں پیش کرتے تھے۔ قبول نہیں ہوتا تھا۔ اس سبب سے متعلقین تکلیف پاتے تھے۔ ایک روز اپنے متعلقین کو غیر صابر دیکھ کر فرمایا۔ کہ تم لوگوں کی قوت کے واسطے آپ جہنما سے ہم کسی قدر زمین لیتے ہیں۔ جو لوگوں کا احسان نہ ہوتے ہوئے خاص روزی رسان کے خزانہ سے ملے گی پس جہنما کو ایک دفعہ اور ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ فرمایا۔ اس کنارہ سے چند جریب زمین ہمارے فرمان برداروں کے لئے چوڑ دے۔ اور پانی کا راستہ اوپر سے کرے۔ ان دونوں دفعہ حکم کی تعمیل نہیں ہوئی۔ تیسری دفعہ عصا ہاتھ میں لیکر غصہ سے پانی پر مارا۔ فوراً پانی نے ہٹ کر موضع بہلا سے کچی کے ساتھ بہنا شروع کیا۔ اور کم و بیش تین سو جریب زمین پانی میں سے نکل آئی۔ کہتے ہیں۔ اسی زمین میں شیخ کی۔ اور شیخ کی تمام نسل واپوں کی کیتی۔ گھر۔ باغ۔ اور خوابگاہ آج تک سے مصرع بادشاہ در سلامت روی برو۔

یاد شیخ کمال الدین حسین

آپ خالد کے فرزند ہیں۔ جو جمیری ناگوری تھے۔ قدس سرہما کمال دانش و نبش تھی۔ آپ نے شیخ ابراہیم قدس سرہ کی خدمت سے ظاہری اور باطنی کمالات تحصیل کر کے۔ خرقہ خلافت لیا تھا۔ شیخ ابراہیم شیخ عبدالغفور ناگوری کے خلیفہ ہیں۔ شیخ عبدالغفور شیخ فرید الدین ناگوری کے خلیفہ ہیں۔ اور شیخ فرید الدین ناگوری شیخ حمید الدین سوالی کی بزرگ اولاد اور خلفائین سے ہیں۔ قدس سرہما سرسراہم بعض کا کہنا یہ ہے۔ کہ خالد۔ خواجہ بزرگ معین الاولیاء کی نسل سے ہیں قدس سرہما۔ تفسیر نور البنی جو بہت سے نکات اور وجوہ تفسیر کو جامع ہے۔ اور اصول النوار در باب تذکرہ ابراہیم و دونوں کتابین آپ کی ہی تصنیف ہیں۔ اصول النوار میں غالی وادہ حشت کے مشائخ کے حالات اور نسبوں کا حال اصول کے طور پر لکھا گیا ہے۔ لیکن آپ نے اپنے حالات کے بارہ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ خالد کا بیٹا۔ مریدان معینیہ میں کمترین مرید ہے۔ اور اپنی نسب کے متعلق قطعی کوئی بات نہیں لکھی۔ مولانا عالم کابلی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے۔ میں نے جمیری شیخ عبدالقادر ابن شیخ ابو الفتح کی ملازمت جاہل کی تھی۔ جو خواجہ سعادت ابن شیخ حسین خالد کے پوتے ہیں۔ اہمیز میں آپ سے تحقیق نسب بھی کی تھی۔ فرمایا۔ کہ ہمارے گھر سے یا چلے روہٹ

شیخ حمید الدین سہالی کو پونچھتے ہیں قدس اسرار ہم مصرع ہم نسب ہم حسب ہر دو حجاب دل است۔

یاد سید حامد سنی چشتی

آپ سید حسین نروالہ کے برادر زادہ (بہتیجہ) ہیں۔ محبت۔ معرفت۔ عشق اور آگاہی کے دریاتے۔ زعم (ظن) آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ اور انہیں سے ایک لڑکے کی طرف میلان خاطر ہی تھا۔ آپ کے کبوتر اُس لڑکے کے سپرد کر دیا تھا۔ کہ وہ ہمیشہ ہاتھ میں رکھے۔ غرض اس سے یہ تھی کہ کبوتر کا بظاہر دیکھنا۔ مطلوب کا جمال دیکھنے کے واسطے بہانہ ہو۔ اور نظر بازی کو غلی لا اعلان شہرت نہ ہو۔ ایک روز کسی عرس میں آپ تشریف لے جاتے تھے منظور نظر کو کہا۔ اگر مجھ کو ایسی بے ہوشی لاحق ہو۔ جس سے نماز غارت ہوتی ہو۔ تو آگاہ کر دینا۔ جب مجلس سماع میں پونچے۔ تو ایک گانون والہ کو فرمایا۔ کہ کوئی قصہ عشق کا بیان کر۔ مجبوراً اُس نے بیان کرنا شروع کیا۔

ہمارے گانون میں ایک کہہ رہا تھا۔ جس کو اپنی عورت کے ساتھ عشق تھا۔ اُس کے بدون کسی وقت نہیں رہتا تھا۔ اور نہ بدولت اُس کے کمین جاتا تھا۔ اتفاقاً وہ عورت ایسی بیمار ہوئی۔ کہ بہت عرصہ تک بیمار ہی چلی گئی۔ اُس عورت نے ایک روز ازراہ مہربانی اپنے شوہر سے کہا۔ میری خوشی یہ ہے۔ کہ آپ دہرا عقد کر لیویں۔ مرد نے انکار کیا۔ اسی قسم کی گفت و شنید اس درجہ تک بڑھی۔ کہ آخر کار مرد نے دوسری عورت کر لی۔ اور شہوت پرستی سے اُس پر عاشق ہو گیا۔ پر بیان تک نوبت پہنچی۔ کہ پہلی عورت سے کبھی ہم بستر نہیں ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں گہرین آگ لگی مرد اپنی نئی عورت کا ہاتھ پکڑ کر ہر نکل آیا۔ اور قدیمہ عورت کو بدستور حالت بیماری میں زمین پر پڑا ہوا چھوڑا اور پکار کر کہا۔ گدہ جو گہرین بند ہے۔ اس کی رسی کھول دے۔ اور باہر چلی آ۔ وہ عورت جفائے شوہر کا بے انتہا تلاش کرتی ہی تھی۔ فوراً فرمان شوہر سنتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور افتان خیزان گدھے کے پاس گئی۔ کہ اُس کی رسی کھوے۔ یکایک وہاں آگ کی لپٹ لگی۔ اور اُس نے جلا کر اٹک کر دیا۔

یہ قصہ گانون والہ سے سنکر سید کے دل میں سخت شورش اور سوزش پیدا ہوئی۔ فرمایا۔ انسان کو فرمان برداری میں کہہ کر کی عورت سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ اسکے بعد یہ بیت پڑھی۔ بیت

اجنان در چشم جنون بود از ویرانہ مست۔ درین ویرانہ نتوان بود از دیوانہ کست۔

وجد کی حالت طاری ہوئی۔ ملک شیرشاخ کا بیان ہے۔ کہ اندرونی حرارت سے سید کے بدن میں ٹپیان بانی ہو گئی تین۔ نماز عصر کا وقت ہوا تو اُس منظور نظر نے عرض کیا۔ کہ نماز کا وقت جاتا ہے۔ آپ ہوش میں آئے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور سلام کے ہمراہ زندگی کا سرمایہ بھی۔ اتنی وصال کی بارگاہ میں بھیج دیا۔ مصرع جان او سندانشین پیگاہ وصل باد۔

یاد شیخ نور الدین احمد منڈوی

آپ حضرت گنجشکر کے پوتوں میں سے ہیں قدس سرہما سلاطین خلجی کے عہد میں پٹن ملتان سے مالوہ کی طرف آئے تھے۔ شہر منڈو (مانڈو) کے کوہستان میں ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ اور ناہنجار نفس کے ساتھ لڑائی ٹٹان کر فتح حاصل کی۔ بیان تک آپ کا استغراق بڑھ گیا تھا۔ کہ سکر کی حالت سے ہوش کی حالت میں اکثر آیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وحشی اور پرند جانور ہمیشہ آپ کے گرد اگر جمع رہتے تھے۔ اور آپ کو ان بیابانی جانوروں کے ہونے یا نہ ہونے سے قطعی خبر نہیں ہوتی تھی۔ چونکہ ایزدی نگہبانی آپ کی حافظاتی ۲۰ سوا سٹے آپ کو درندہن سے کچھ آزار نہیں پہنچتا تھا۔ آپ کے زمانہ ہوش کی باتوں میں سے یہ باتیں ہی ہیں۔ جس کسی کو حق کے ساتھ آرام ملتا ہے۔ تمام وحشی اُس کے رام ہو جاتے ہیں۔ مصرع جان او باہر جانان نام باد۔ آپ کی خواہگاہ منڈو (مانڈو) میں ہے۔

یاد شیخ داؤد اساولی

آپ سید برہان الدین قطب عالم بخاری سے مدبرین۔ المدجل شائہ کی ہستی۔ اور مخلوق کی نیستی سے ہمیشہ باخبر تھے۔ کہتے ہیں۔ ذکر کرنے کے وقت جب آپ لا الہ کہتے تھے۔ تو دیکھنے والوں کو جاسوسی نگاہ کرنے پر ہی آپ کے عنصری جسم سے سوا پیرا ہن کے کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ پیر حبیب اللہ کا نعرہ مارتے تھے تو مکان کا اندرونی حصہ آپ کے عنصری کا لبہ اور اُس کے اقطار ملتے پرتنگ نظر آیا کرتا تھا۔ اٹھویں ذی الحجہ کو دنیا سے کوچ کر کے حقیقی دیدار کا احرام باندھا۔ اور اپنے پیر بزرگوار کے مرقد کی برابر میں آرام فرمایا بیت۔

اے خوش آن یادت کہ از خویشم فراموشی دید	دل بدانش لب پر لب را بہ خاموشی دید
--	------------------------------------

یاد شاہ ابدال

آپ عرب کے ملک سے دریائے عظیم کی سیر کرتے ہوئے۔ آچھے بندر کے راستہ سے صوبہ کورنگالہ میں آئے تھے۔ وہاں کے حاکم حسین شاہ نے اپنی لڑکی کا آپ کے ساتھ عقد کر دیا۔ اُس لڑکی کے ساتھ ایک

کنیز بھی تھی۔ جو حسن خدمت کی وجہ سے آپ کے دل میں گہر رکھتی تھی۔ ملکہ کنیز کے ساتھ اس قسم کی ایک جہتی دیکھ کر ہمیشہ غیرت کیا کرتی تھی۔ اور فرصت کی تلاش میں تھی۔ ایک روز شاہ ابدال بغرض تفریح۔ اپنے دوستوں کے ساتھ گہر سے صبح کو گئے تھے۔ ملکہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر کنیز کو مار ڈالا۔ اور اس کی لاش ایک کٹرے میں بہر کردیا میں بادی اتفاق سے آپ سیرکنان دریا کے کنارہ جا پہنچے۔ وہاں آپ کی زبان پر یہ بات آئی کہ دریا سے میری ریحانہ کی خوشبو آتی ہے۔ چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ ایک گٹر نظر آیا۔ تیراک لوگ وہ گٹر نکال لائے دیکھا۔ تو اس میں آپ کی منظورہ کا جسم تھا۔ یہ دل آشوب واقعہ دیکھ کر آپ کے دل میں بہت کچھ شورش اور وجد پیدا ہوا۔ ناچار مقتور کو سپرد خاک کیا۔ اور خانہ خدا کا عزم مصمم کر کے صبح کا راستہ لیا۔ سرگردان اور پریشان رنٹ ہنور کی زمین میں پہنچے۔ یہاں پر ایک مستحکم قلعہ اور ایک بلند پہاڑ ہے۔ دارالخلافہ آگرہ سے مالوہ کی طرف پانچ منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اپنے زمانہ جدائی اسی جگہ بسر کیا۔ جب فرمان وصال پہنچا۔ تو ہمیں خوابگاہ اختیار کی مصع خدا وارد یہ مطلوبش ہم آغوش۔

یاد شاہ نعمان

آپ کی قبر قلعہ آسیر کے تحت میں ہے جو خاندانی سلاطین کا تخت گاہ ہے۔ آپ حافظ کے بیٹے۔ حافظ نور الدین کے بیٹے نور الدین شرف الدین کے بیٹے۔ اور شرف الدین شیخ محمد زاہد کے بیٹے تھے۔ جنکی قبر دہلی میں ہے۔ اور زمانہ سابق دشت قبیاق سے ہند میں آئے تھے۔ شاہ نعمان نے رحلت غرہ ربیع الاول کو فرمائی ہے۔ لہذا پہلی تاریخ سے لیکر پانچویں تاریخ تک عرس ہوتا ہے اور ملک کے چاروں طرف سے ہر ایک قسم کے آدمی اپنے کنبہ و قبیلہ کو ہمراہ لیکر عرس میں آتے ہیں۔ اور برہان پور ایک بڑا شہر بیان سے پانچ کوس پر ہے۔ برہان پور کے باشندے چھوٹے بڑے۔ عورت مرد۔ نیک و بد۔ بوڑھے اور جوان۔ مسومن اور کافر۔ غرض کہ سب اپنے گہر و گج دروازوں پر قفل لگا دیتے ہیں۔ اور اس مقام میں پہنچ کر یہ پانچ روزہ سیر و سرور میں گزارتے ہیں۔ انواع و اقسام کی تندین اور نیازیں جڑھتی ہیں۔ ہزاروں مشتاق باہم اپنی دیرنیہ آرزوؤں میں کامیاب ہوتے ہیں۔ بہت سے آزاد فران۔ عنبرین جال کے پیچ در پیچ پسندے میں پنس جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ سامان کی خرید و فروخت کر کے اصل سے کئی حصہ زیادہ نفع اٹھاتے ہیں راقم نے دو دفعہ اس تماشائے گاہ میں جا کر ہر قسم کے آدمیوں میں گس لے اس نام کے مدراضع میں۔ ایک بصلع شاہ جہاں پور مالوہ ہے۔ مگر اس موضع میں قلعہ اور پہاڑ نہیں ہے۔ اور اگر وہ تقریباً دیر سو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دراصل موضع آگرہ اور جیپور کے درمیان میں ہے۔ بیان البتہ دیکھنے والے قلعہ اور پہاڑ در بیان کرتے ہیں۔ اور یہ موضع آگرہ کے

پیشہ کر کے خطا ٹھایا ہے۔ بہت

ازمہ ہر صد متاع و صد فریاد

اگرچہ عاشق و معشوق ہمار

کتے ہیں شیخ نعمان شیخ فیضیہ کے مریدین۔ اور شیخ محمد ضیا کی رہنمائے طریقت۔ سید نظام الدین ہیں جو شیخ نظام الاولیاء کے خلیفہ تھے۔ اور سید نظام الدین کا مرقہ موکی ٹین دکن میں ہے۔ یہ ایک شہر ہے دریائے بانگنگا کے کنارے پر۔ جہاں ہورتی پوجن والوں کی بڑی پرستش گاہ (مسند) ہے اور میان کے کپڑا بننے والے منیل ہار کر بند لیے عمدہ بنتے ہیں۔ جو دوسرے اچھے اچھے شہروں میں بھی بیان کے سوانلیاب ہیں۔

یاد شاہ عبداللہ

آپ شاہ یوسف بہانی قریشی کے بیٹے تھے۔ قدس سرہما۔ سلطان ببلول اور سلطان سکندر دہلی کے عہد میں ملتان سے آکر دہلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ سلطان ببلول نے آپ کو اپنا داماد بنالیا۔ جوگی کے آثار اور ولایت کی علامتیں۔ بہت سی آپ کے افعال سے ہوا آپ کی پیشانی سے عیان تھیں۔ بائیسویں صفر کدوڑ جہان مجازی کو رخصت کیا۔ آپ کے بیٹے شیخ زکریا الدین جوتے یہ سلطان کی لڑکی سے تھے اور انھیں دہلی کے شیخ الاسلام ہو گئے تھے شیخ ابوالفتح جو بمقام دہلی دسویں صدی کے آخرین حصہ میں مرجع صغیر و کبیر ہو گئے ہیں شیخ الاسلام ابن عبداللہ کے فرزند تھے۔

یاد شاہ نعمت اللہ چشتی

سلطان سکندر لودھی کی اکثر فوج آپ کی محفقت تھی۔ اور سردار فوج ہی آپ کے ساتھ مریدانہ سلوک کیا کرتا تھا۔ القصہ آپ کی پیری اور بزرگی کا بیان تک شہرہ ہوا تھا۔ کہ سنتے سنتے اہل زمانہ کے کان بہر گئے تھے آپ کی قبر دار السلطنت اگر دہلی میں ہے۔

یاد شیخ تاج الدین محمد دہلوی

آپ حضرت گنج شکر کی اولاد کبار میں سے ہیں۔ باطن میں مخدوم۔ ظاہر میں غلام۔ دل سے آزاد۔ اور تن سے بندہ ہونا۔ یہ آپ کی عادت تھی شیخ نظام الاولیاء کے روضہ میں اکثر خانقاہ نشین رہتے ہیں۔ ان کی خدمات اور ان کے کاموں کی دیکھ بھال۔ دہلی میں آپ کے آباؤ اجداد کے تعلق تھی۔ آج کل آپ کے فرزندوں سے ان خدمات کا تعلق ہے۔ ان کے نام شیخ زکریا۔ اور شیخ علا الدین ہیں۔

یاد میرا بوالنجیب شاہ طیب

آپ کو ظاہری و باطنی روشنی۔ اور کشف و عرفان کی سعادت حاصل تھی۔ اور ابن امور میں آپ کافی طور پر کامیاب تھے۔ ایک ہفتہ کے بعد روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ دنیا جمع کرنے والوں کے سامنے احتیاج نہیں لیجاتے تھے۔ آپ کے اقوال اور افعال سے عجیب عجیب چیزیں اہل زمانہ دیکھتے تھے۔ آپ کی طرز معاشرت گرامات کی خوشبو لوگوں کو آیا کرتی تھی۔ آپ کے فرزند سلطان موحہ نے پید بزرگوار کی راد و روش میں۔ اپنی پسندیدہ رفتار سے روزیادہ رونق دیدی تھی۔ اہل طریقت کی شاہراہ پر چلتے تھے۔ کتے ہیں۔ ایک روز مولانا غیاث الدین احمد سلطان کی ملاقات کو آئے۔ جب آپ کی صحبت سے باہر نکلے تو فرمایا۔ لوگو۔ دیکھو تو سہی۔ اس خدا شناس نے بظاہر اس جہان میں۔ اور از روئے معنی اس عالم میں کیسا تماشہ کا ہزار گرم کرکھائی مصرع تن بصحبت دل بجلوت کاسات

یاد مولانا شمس الدین رحمہ اللہ

آپ اپنے زمانہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ روز بلوغ سے لب گورتک اپنی ہمت سے غیر کار آمد وقت کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اور افعال کے اعتبار سے بیہودگی کے ساتھ آداب قدم ہی نہیں اٹھایا۔ ایک روز کا ذکر ہے اپنے ایک مرید کو نصیحت کے طور پر فرمایا تھا۔ جو دعوت اور جو مجلس ہمارے بدون فراہم ہو سکے۔ اور شائستگی کے ساتھ انجام کو پہنچ جاوے۔ دہن تم نہ جانا۔ کیونکہ ایسے موقع پر جانا بیہودہ بات اور لوگوں کے واسطے حلیہ تنگ کرنا ہے مصرع انگشت آزد نہ یک پیچ خوان مزن۔

یاد مولانا زین الدین تائبادی

آپ نے ابواب سلوک کی کشائش سنت اور کتاب کی پیروی کی تھی اور نیز اس ذریعہ سے طریقت کی گہائیاں بھی طے فرمائی تھیں۔ آپ بزرگان عہد کے سرگروہ۔ اور سالکان تحقیق کے سردار تھے۔ ظاہری بیعت اور عرفی نسبت ذریعہ خلافت کسی سلسلہ کے پیروں سے نہ تھی۔ خواجہ بزرگ کے روحانی فیض سے ایسی شان آپ کے حالات سے نمایان تھی جب آپ نے سفر حجاز کیا تھا۔ تو پارساے اولیا کا ساتھ دیا گیا تھا۔ جب تقلید پرستوں کو نصیحت کرنا منظور ہوا تھا۔ تو اس طرح ہر رازدار بنایا کرتے تھے۔ کہ زبان حال سے بیان کیا جاوے۔ اور خاموشی کا فائدہ اور ساقی کا نقصان جتایا کرتے تھے۔ قطعہ

کو ز گفتن لب تواند دوختن
مگر کردند دہانش دوختن

سحر حق آن را سزد آموختن
ہر کار اسرار کار آموختن

یاد حاجی شیخ سلیمان بنی سرائیل

آپ کو یا حقیقت درویشوں کے مقالات حاصل تھے۔ اور طریقت شناس سالکوں کے حالات پوری قنیت
 تھی۔ آپ کے زمانہ میں اس شہر کے اندر کوئی شخص آپ کا مقابل نہ تھا۔ آپ کی زاد بوم لاہور ہے۔ خانہ کعبہ (خدا کرے
 خدا شناس دون کی طرح آباد ہے۔) سات بار اس کے طواف کا غم کر کے لاہور سے کبھی پیادہ اور کبھی سوار روانہ
 ہوئے۔ اور ارکان جمع بجالائے۔ گروہ لکھڑ جس کے آدمی شمار کے اعتبار سے ایک جہان کی برابر ہیں آپ کے
 با حقیقت مرید اور دوست تھے۔ اور اپنے مال میں سے ہر سال ایک مہینہ حصہ آپ کی نذر کرتے رہتے تھے۔ تیج
 ہی کہ ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ ہے۔ اپنے پیر کے فرزندوں کو وہ حصہ پہنچاتے رہتے ہیں۔ آپ کو خرقہ خلافت
 شیخ صدر الدین سلیم کی خدمت سے تھا۔ شیخ صدر الدین کو اپنے پدر بزرگوار شیخ عماد الدین اسمعیل سے
 شیخ عماد الدین اسمعیل کو۔ اپنے والد ماجد شیخ رکن الدین اشمدیہ کلا نوز سے۔ شیخ رکن الدین
 کو اپنے عم مکرم شیخ صدر الدین حاجی سے۔ شیخ صدر الدین حاجی کو۔ اپنے عم مکرم شیخ رکن الدین ابو الفتح فیض اللہ
 سے۔ شیخ رکن الدین ابو الفتح کو۔ اپنے پدر بزرگوار شیخ صدر الدین ابو المعالم محمد سے۔ اور شیخ صدر الدین
 ابو المعالم کو۔ اپنے والد عزیز شیخ بہاء الدین زکریا سے تھا۔ قدس اللہ ارواحہم و تتمۃ السلسلۃ
 مذکورۃ فی الکتاب خلاصہ کلام یہ ہے۔ جب آپ ظاہری زندگانی چھوڑ کر آسمانی ملک کو کوچ فرما گئے۔ تو آپ کے
 لائق فرزند شیخ عبدالشکور۔ آپ کی جگہ مسند نشین ہوئے۔ شیخ عبدالشکور خدا شناسوں کی متعدد نیکی
 خصلتوں سے آراستہ تھے۔ جب شیخ عبدالشکور نے بھی عالم خاک سے جان پاک کی ولایت کو معاودت فرمائی
 تو ان کے فرزند ارجمند شیخ عبدالحمید نے علم ویشی کھڑا کیا۔ اور سجادہ ولایت بچھایا۔ شیخ منور عالم انہیں کے بیٹے
 ہیں۔ باقی حال ان کا جداگانہ لکھا جاوے گا۔

آخرین ساغر دورِ نغمہ صدائِ روح مزاج ابنِ فوائد لبِ ریز باد

سخن کی عروس۔ جو انسانی حقیقت کی مجھو ہے۔ مناسب نہیں ہے۔ کہ خاموشی کی کھڑکی کا قفل توڑ
 کر نفسِ ناطقہ کے پردہ سے باہر نکل آوے۔ اور لایعنی ہو المومن کی صحبت کا ارادہ کر کے۔ بہائم کی کریمہ آواز
 کی ہمیشہ بنے بیت۔

دعاب از توبہ گرنہ کوئی صواب

منطق آدمی بہتر است از دوا ب

پس سب سے زیادہ بہتر یہ ہے۔ کہ بیان کی پردہ نشین جمیلہ ہمیشہ کے واسطے۔ آفریدگارِ رُخسازِ جلال۔ اور نعمِ ستال کی یاد اور پاس میں ہمدم اور محرم بن جاوے۔ اگر اس قدر پردہ نشینی اور گوشہ گزینی پاس کو میسر نہ ہو۔ تو اس وقت بہتر یہ ہے۔ کہ اصحابِ ولایت۔ اور اربابِ ہدایت کے حالات اور اوصاف کا لباس۔ عبرت کا زیور۔ اور حکمت کے جواہرات پنکر معارف کے بیان کرنے میں۔ اپنے جمالِ بالکمال کی آرائش دکھاوے۔ ان دو امور کو جو پڑ کر مذکورہ بالا جمیلہ کے لیے کوئی مہربان محرم۔ اور حسن افزا خلعت نہیں ہے۔

دو بندہ کمال سعادت مند ہے (۱) جس کی زبان اور لب کو کسی مسخرہ کا پنجہ۔ اور کسی پیوہ کا ماتہ کوئی مسخرت نہ پہنچاوے۔ (۲) نیز جو اپنے قیمتی انفاس کے جواہرات کا پاس کرے۔ حق کے ذکر میں۔ اور اہل حق کی یاد میں۔ زبان و لب کو مسخرت رکھے (۳) نیز جو قوتِ داہمہ اور قوتِ متحیلہ کی نگہبانی عقلی اور نقلی دلائل کے ذریعے سے اس طرح کرے کہ ناجی نہ یہاں سلاسیب کے بزرگوں پر۔ اور ان کے کسی حال پر دوسوہ اور افکار کے لئے۔ ان دونوں محل (داہمہ اور متحیلہ) میں راہ نہ ملے (۴) اور نیز جو اہل باطن کے معاملات کی اور بیرون ظاہر پرست عقل کے آلات سے نہ کرے۔ کیونکہ یہ مسلک عقول اور نفوس کے مدارج سے پرے ہے۔

صحیح بے پوش بات یہ ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا کرے۔ کہ ظاہر بینی اور نکتہ چینی کا خان و مان ہی تباہ ہو جاوے۔ جو کوئی نظرِ خرد کا آباد کیا ہوا ہے۔ تاکہ پر آئندہ ہر خرق عادت کے نقد کو۔ اپنی مالوفات اور عادات کی کسوٹی پر نہ پرکے پاوے۔ کیونکہ دشوار نما کرامت کی صحت کو عقل کی ترازو سے تولنا۔ گویا ایسا ہے کہ شباب کو بونچے ہوئے بانگ کے حال کا قیاس۔ کوئی نادر ساڑ کا۔ اپنی حالت پر کرے۔ **الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ** اور نیز خداوند تعالیٰ ایسا کرے۔ کہ اعتقاد کا ساندو سا اور تسلیم کے محلات۔ خرابی اور تباہی سے محفوظ رہیں۔ جو ایمان بالغیب کے آباد کئے ہوئے ہیں۔

(۱) کہ جس سے حق شناسوں کی عجیب و غریب باتوں کی تمیز کرنے میں تاہل پاس تک نہ آنے پاوے۔ تاکہ جو چیز عقل کی قیاسی ترازو پر کمال الوزن اُترے۔ اُس کو اعتقاد اور تسلیم۔ تصدیق کر کے اپنی جیب میں ڈال لیوین (۲) نیز جس سے اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کے تشخیص کرنے میں فکر پاس پھکنے نہ پیاوے۔ تاکہ جو شے قوایِ مدد کے سانچہ میں نہ ڈھل سکے۔ اُس شے سے اعتقاد اور تسلیم قطعاً منکر ہو جاوے **عَمَّا يُدْعَىٰ بِهِ** **إِنْ أَكُونُ مِنَ الْجُنَاتِ** **هَلْ يَدْعُونَ بِهِ** اُس سعادت مند بندہ کو چاہیئے۔ کہ جو اصحابِ ہوشیاری کے

لے کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی برابر ہو سکتے ہیں ۱۲۵ میں اس بات سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔ کہ نادانوں کی سی

ساتھ بلوغ تو عید کی لگشت کر رہے ہیں جن کا قدم شریعت کی مراستقیم مضبوطی کرساتھ جما ہوا ہے۔ اور نیز جو لوگ
 شکنجہ ہوس سے نکل کر فروع اہل علم ہو گئے ہیں۔ جن کے حالات کا صفحہ شریعی تکلیفات کی رقم سے بالکل سادہ ہے
 ان لوگوں سے جو عجیب و غریب بات دیکھے یا سنے۔ سب کو راست سمجھ کر۔ ایزد مطلق کی قدرتی ترازو میں وزن
 کرے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ کہا پنے عقیدت کے نگینہ پر
 کندہ کر رہے۔ فَالْقَلِیْلُ الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعترفون بانہ
 قادر علی خلق العجائب انٹی بھی خلاف العادۃ الجارۃ ویسلمون ما اظہرہ
 علی ایدی عبادہ من الخوارق ویقولون اِنَّہ الحق من ربک فلا
 تکونن من الممترین۔

اسجیل شانہ کا شکر و احسان ہے۔ اگرچہ میں کوئی کام نہیں بناسکا۔ اور نیز کسی جگہ نہیں پہنچ سکا ہوں

ازچہ کیشم کس نبی داند مرا آئکہ میں
 ہرچہ ہستم آشکارم ہیچ پیمان نیستم

بلکہ وہ ہم سے درجہ بڑھ گیا ہے۔ کہ اپنے تئیں الذین فصل سعیتہم فی الخیرۃ الدنیا وھم یحسبون
 انھم یحسبون صنعا کے گروہ میں شامل کیا ہوں۔ لیکن شصت ساڑھ زائد زندگی میں طرح سے گزرا ہے۔
 اولین پانچ برس نادانی میں نکلے۔ اس کے بعد سات برس کتب کے اندر قرآن خوانی میں بسر ہوئے۔ اٹھارہ
 بعد کچھ اور تیس سال ظاہری درسی علوم کی تحصیل میں۔ اندیز شطاریہ مشرب وغیرہ کذی بہت مصائب کی
 ملازمت سے فیض پانے میں مرتب ہوئے۔ قدسنا اللہ باسراہم جب دل میں شائع علیم الرحمت کے سرسبز
 حقائق۔ اطوار۔ اور حالات اچھی طرح سے بہر گئے۔ تو زبان کو میدان حشر بنا کر جو خیالات۔ اندرون حقیقوں میں
 سونے ہوئے تھے۔ سب کو سیدار کیا۔ اُس وقت کم و بیش سات سال اس طرح گزرے۔ کہ ہر ایک ملک کے شائع
 کمالات سفر و سیاحت کے ذریعہ سے فراہم کیے۔ اور نیز اہل اسلام پادیاں تھے لوگوں سے حفاظت بہت کر کے
 ہم پہنچا ہے۔ تین سال کے اندر عبادت لکھری کی۔ اور اس کی ترتیب دی۔ اور ایک سال سودہ کے مصافحہ

۱۰۔ اور اللہ اپنے ارادہ پر قادر ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔ ۲۔ جو تھوڑے سے لوگ یہ جانتے ہیں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ اکثر
 کہتے ہیں۔ کہ اللہ ان عجائبات کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ جو عادت جاریہ بخلاف ہیں۔ اور وہ لوگ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ انے خرق عادت کی قوت
 اپنے بندوں میں رکھی ہے۔ ۳۔ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اسے محاطیہ خرق عادت بتا رہے۔ بدور و کار کی طرف حق ہے۔ جس پر تم شک کرتے
 وہ میں بنی شال نہ جانا کہ میں دیکھن کی دینی زندگی کو شش گئی گئی ہوئی۔ اور وہی نیل میں کہ وہ چھوٹے ہیں

کرنے میں مرت ہوا۔ اور اسی ایک سال کو اندر دو گوہر صدقہ بر خور داری۔ نیرین آسمان سخن گزاری عبد اللہ اول اور
 حسن محمد کی امداد سے نرادر ہما اللہ علما و عمرا مذکورہ بالا حالات صحت اور ترتیب سے مکمل ہو گئے
 اجمید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور شائع کی برکات سے جنہوں نے فقیر کی استعا قبول فرما کر قیل و قال کے دستار خواہ
 پران اور اربعہ (چار صدی) کے دائرون میں تشریف از رانی فرمائی ہے۔ ان دونوں امیدواروں کو اپنے
 اسم الحفیظ کے سایہ عنایت میں محفوظ رکھ کر دونوں جہان کے تمتعات سے کامیاب فرماوے۔ آمین
 اور اس گمنام سرگردان کی باقی ماندہ عمر بھی اپنی یاد میں گزارے۔ بحسب مقتضایہ المذکورین فی ہذا
 النسخۃ المقرصدة للقبول۔

۱۲ جن اصحاب کے حالات اس کتاب میں مذکور ہیں جو امیدوار قبول ہے۔ ان کے طفیل میں ۱۲



ابتداءئے چھارمی حمین

اس حمین میں دسویں صدی کے مفصل ذیل اصحاب کا طریقہ رفتار اور ان کے حالات کی کیفیت مذکور ہے

(۱) مراتب وجود کی راہ و روش پہچاننے والے (۲) آئی احکام کے پڑھنے والے۔

(۳) رسمی علوم کے عالم۔ (۴) دریا سے توحید کے تلاطم میں غوطہ لگانے والے

اسے خرد۔ توہیان سے جا۔ اور غور و خوض کو در یوزہ کر لا۔ دیکھ۔ ہر ایک فرد کی حقیقت حال چشمہ حیات کی بدو

ایسے ثمر کی مانند ہے جس کے اطراف کے نوخیز سبز ہر ایک کامیاب اور ناکام کی فطرتی نظریں خدائی اسرار کے

ایسے خطوط۔ اور سوئے موئے حروف نمودار کرتے ہیں جن کے ہر ایک صفحہ کے نیچے سے ایک قرآن **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**

يَا بَسُّ إِلَّا فِي كِتَابِ مُبِينٍ کے وصف کو ہمراہ لئے ہوئے نکلتا ہے۔ اور جس کی ہر ایک سطر کے ضمن میں

أَوْتِيَتْ جَوَامِعَ الْكَلِمِ کی باریک حقیقتوں سے بہرا ہوا ایک دفتر مخفی ہے۔

یاد شیخ محمد علاءنگالی

آپ شیخ قاضی شطاری کر کے مشہور ہیں۔ اور شاہ عبداللہ شطاری کے خلیفہ ہیں۔ ریاضت و مجاہدہ اور

مراتبہ و شاہدہ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ ان کی کمالات اور وجدانی حالات آپ کی ذات میں عیان تھے

علمائے باللہ میں سرگروہ۔ اور سالکان سیر فی اللہ میں آپ سردار تھے۔ نویں صدی کے اولین نصف حصہ

میں جب شاہ عبداللہ شطاری ہندوستان میں آئے۔ تو گزر بنگالہ کی طرف ہی ہوا۔ اور شاخ بنگالہ کے پاس

۱۵ کوئی رطب اند کوئی یا بس ایسا نہیں ہے۔ جو واضح کتاب میں نہ ہو ۱۵ فک جو جامع کلمہ عطا کئے گئے ہیں ۱۵

نکلا بیجا۔ کایران و قلعہ سے ایک درویش آیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ خلاہ خلوت میں خواہ انجمن میں۔ جس کسی کو جس صورت میں آسان علوم ہو ملاقات کرے۔ اور کلمہ توحید کی معلومات باہم بیان کی جائے۔ جس جانب میں آگئی ہو۔ وہ جانب زیادہ والی جانب سے فائدہ اٹھا کر کمال حاصل کرے۔ شاید اس طریقہ سے آہستہ آہستہ اُس کمال کے میدان میں پہنچنا نصیب ہو۔ جو اُس کے نام نہ ہے۔ جب یہ خیر شیخ محمد علا کو پہنچی۔ تو اعتراض آمیز جواب دیا۔ اور مخلصانہ پیش نہیں کئے۔ شاہ نے فرمایا۔ اخیر میں شیخ محمد علا کی بازگشت اسی فقیہ کی طرف ہوگی۔ یہ بیان کسی قدر شطالہ لادلیا کے فکر کے سلسلہ میں ہی تحریر ہو چکا ہے۔

کہتے ہیں۔ جب شیخ منٹو (منٹو) میں برابر ملازمت شدہ آئے۔ تو شاہ نے اتفاقات نہ فرمایا۔ ایک غزبت تھی ہی۔ یہ شکستہ دل اور اُس پنہاؤ ہوئی۔ عرض کیا۔ ہر گاہ کہیری۔ ناتوانی۔ خواہش۔ اور غزبت اتنی تمام چیزیں یکسو ہو کر زہین حال سے حرمت و نوازش کے واسطے گدائی کریں۔ تو پھر عنایت عامتہ کو یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ جزا اُس قسم کی و بجا دے۔ جو جنس عمل میں داخل ہے۔ بلکہ بہتہ ہے۔ کہ میری گوشہ تقصیر پر وہ غور فرمائی جاوے۔ یہ شکستہ دل کی تقریر شکر شاہ کے دل سے مہربانی نے جوش کیا۔ فرمایا۔ اگر اپنے آبا و اجداد کی رسم۔ اسم اور سلسلہ چوڑ کر سخاوانہ درویش کی آئین اور نام پر اپنے تیغ نام زد کرو۔ تو تمہاری اتماس کے ساتھ ساتھ تلقین عمل میں آوے گی۔ بالآخر شیخ نے آپ کا فرمانا قبول کیا۔ اور بہت قوی ہوئے۔ عرصہ میں خلعت خلافت پا کر کمال اور تکیس کے اپنی سیڑھی پر پہنچ گئے۔ اور باجائزات مرشد اپنے وطن کو بازگشت کی۔

یاد شیخ رحمت اللہ

آپ شیخ عزیز اللہ متوکل قدس سرہ کے فرزند۔ مرید۔ اور نیز خلیفہ میں۔ آپ نہایت عالی مقام پندہ افعال خجیدہ و اقوال ضمیمہ شناس۔ اور باطن سے آگاہ تھے۔ جب پدربزرگوار سے گجرات کی اجازت ملی۔ تو احمی آباد میں جا کر اُس کے ایک کنارہ قیام کیا خدا دوست دانشمند و نئے ہر طرف سے بہ ترک سکونت اگر آپ کی ہر سالگی میں حجرہ بنائے۔ اور صوف پوشوں سے خانقاہ آباد ہوئی۔ اور اس سبب کہ وہ کوچہ شیخ پور کے نام سے مشہور ہوا کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں فرمان روائی گجرات کی نوبت۔ سلطان محمد کو پہنچی۔ تو خطبہ اور سکھ اُس کے نام سے تازہ جاری ہوا۔ اُس نے ہائیون کا دم و فرم ہستی سے مٹانا شروع کیا۔ زمانہ گدگدہ کہ محمود بیچارہ کو دیکھ کر

ملا خلیفہ زمانہ قدیم میں سبحوالی نام اُس کا ڈھکی کا ہو جس کو نہ حال میں سبج گاٹھی کہتے ہیں ۱۱۔ مترجم۔

مین ڈالکر دربار سے باہر چلے۔ جلنے کا راستہ شیخ کے ہی کوچہ میں ہو کر تھا۔ ناگاہ شیخ کی نظر سبجوالی بڑھی۔
 ہنس کر فرمایا۔ آفتاب مٹی سے آلودہ اور آسمان ابر سے پوشیدہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ آواز جو دایہ کے کان میں
 پڑی۔ تو اس کو خوشی ہوئی۔ دل میں مضبوطی سے ٹھان لیا۔ کہ اگر اس شاہزادہ کو تاج شاہنشاہی مل جاوے گا۔ تو
 ان بشارت دینے والے درویش کا مرید کر دوں گی۔ آخر کار سلطان محمد کو اجل نے۔ سلطان مرتبہ سے اتار کر نستی
 کے غار میں دھکیل دیا۔ تو کوس دولت محمود کے نام سے بچنے لگا۔ اور دایہ نے جو دل میں قرار دیا تھا۔ وہ بھی ہو
 پذیر ہوا۔ سبکیا تھا۔ شیخ کی خانقاہ کو رونق ہی کچھہ اور ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس رونق پر بہائی کو رشک آیا آپنے فرمایا
 غیرت چھوڑ دو۔ کیونکہ میں فرزند ہوں۔ اور تم مزدوری لینے والے ہو۔ چند روز بعد آپنے عنصری صورت ترک کر کے جانا
 معنی کو سیرگاہ بنایا۔ اور کوئی فرزند آپ کا نہیں تھا۔ لہذا ظاہری قبضہ تمام شیخ سعد الدہ۔ اور شیخ سعد الدہ کو فرزندوں
 کی طرت منتقل ہوا۔ اور اس عمل نے آپ کی راست بیانی پر گواہی دی مصرع روح پاکش غریق رحمت باد۔

یا و فرزند ان شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ

آپ کے پلنگ بیٹے اور ایک دختر تھی۔ شیخ سعد اللہ۔ شیخ حمد اللہ۔ شیخ حسن بہت۔ شیخ نصر اللہ۔ شیخ شہر اللہ۔
 بی بی بد ملکہ اولین چار بڑے پدربزرگوار کی اجازت سے گجرات کو چلے گئے۔ پانچویں لڑکے آپ کی ملازمت میں رہے
 اولین لڑکے شیخ سعد الدہ کا طریق مشاں دیا تھا۔ جب انہوں نے اس جہان سے رخصت ہو کر احمد آباد کے شیخ زادہ
 میں ہمیشہ کے واسطے آرام فرمایا۔ تو ان کے بیٹے شیخ نعمت اللہ نے خرقہ خلافت زریب بدن کیا۔ اور شیخ نعمت اللہ
 کے بعد ان کے بیٹے شیخ بدیع اللہ سجادہ نشین ہوئے۔ جب شیخ بدیع اللہ عالم علوی کو کوچ فرمانے لگے۔ تو
 انہوں نے اپنے بیٹے شیخ فرید کو پناہ جانشین کیا۔ شیخ فرید۔ نوشتہ تقدیر کے موافق گو ظاہری دولت کے اعتبار
 رفیع الملکی رتبہ پہنچے۔ لیکن باطنی تہجد بیان تک بڑھی ہوئی تھی۔ کہ دنیاوی تعلق کو دل میں قطعی راہ نہیں ملی
 اور دونوں جہان کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب شیخ فرید گزر گئے۔ تو ایسا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ جو کہا سے کرام کی
 بیرونی علامتیں اور باطن میں مدون علم سے کرا جوتے وہ دنیاوی روش تلاش کرنے لگے۔ پس مدون دیکھی
 جاتی رہی۔ مدد سے لڑکے شیخ رحمت اللہ کا حال جداگانہ لکھا جا چکا ہے۔ تیسرے لڑکے شیخ حسن بہت دریلہ مدت
 میں بڑے ہوئے۔ مجذوب اور حصود تھے۔ پانچون وقت صرت ہنگام نماز ہوش میں آتے تھے۔ سلام کے ہمراہ
 وہ عاریتی ہوش بھی دعا کہہ جاتا تھا۔ آپ کی قبر بڑوں میں ہے۔ اور بڑوں ایک شہر گجرات کا ہے وریا عنہ
 لکھا رہے۔ چوتھے لڑکے شیخ نصر اللہ کا سامان قیام گجرات کے خاندیس میں چلا گیا تھا۔ جب شیخ نصر اللہ کو آخرین

سفر پیش آیا۔ تو قلعہ آسیر کے تحت میں۔ ان کا جسم گرامی سپر فٹاک کر دیا گیا۔ قلعہ آسیر۔ اس صوبہ کے سلطان کا دارالسلطنت ہے۔ شیخ نصر اللہ کے بعد ان کے بیٹے شیخ عزیز اللہ نے جو ہنام جد تھے۔ بار خرقہ اپنے کندھے پر اٹھایا۔ جب شیخ عزیز اللہ نے بھی رحلت فرمائی۔ تو ان کے بیٹے شیخ بدیع اللہ ثانی دنیاوی طلسم میں بہک ہو گئے تھے۔ لہذا اس ملک میں امیر اعظم ہوئے۔ شیخ بدیع اللہ ثانی کے بعد شیخ کریم اللہ نے پوری دولت کو قیام رکھا۔ شیخ کریم اللہ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ رفیع اللہ شیخ خواجہ۔ دونوں کے دونوں جوان باپ کی زندگی میں ہی اکوٹج کر گئے۔ اور ہجری سنہ نو سو ستانوے میں باپ نے بھی عالم بقا کو رحلت فرمائی۔ اور اپنے سلسلہ کے واسطے آخرین حلقہ ہی ہوئے۔

یاد مولانا محمد تاجا دوکانی

آپ خوان آذنی ساجی کے راتہ خوار۔ اور خرم و علمنا کا من لدنا علما کے خوش چین تھے شیخ زین الدین محمد خوانی سے بیعت تھے۔ شیخ الاسلام زندہ پیل احمد جام کی قبر سے۔ حقائق پناہی مولانا عبدالکریم جامی کی خدمت سے۔ اور نیز دیگر مشائخ سلسلہ کی صحبت سے نہایت کامیابی حاصل کی تھی۔ اور بزرگی کے اسباب جس قدر باکمال سالکوں کے واسطے درکار ہیں۔ یہ سب فراہم کر لئے تھے۔ آپ کے ہی حوالہ سے لوگ کہتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے۔ پیر کی نسبت ادب ملحوظ رکھنے میں۔ مجھے دو دفعہ کوتاہی ہوئی ہے۔ اول یہ کہ نماز پڑھنے کے وقت امام کے پاؤں کے نیچے جانا نہ تھی۔ اور میرے پاؤں کے نیچے تھی۔ پیر نے فرمایا۔ اس جانا نہ کہ ہٹا دو۔ مینے عرض کیا۔ میرے مذہب میں کچھ ہرج نہیں ہے۔ میں شافعی المذہب ہوں۔ دوسرے یہ کہ ایک روز پیر نے مجھ کو ایک کام کے واسطے ارشاد فرمایا۔ میرا وضو تھوڑا سا باقی رہا تھا۔ میں اس کو پورا کر کے تعمیل حکم میں مشغول ہوا۔ اب اس شرمندگی کا علاج میں نہیں جانتا۔ کس مددگار سے تلاش کروں۔ کس سے پوچھوں۔ اور کہاں پاؤں۔ اس قسم کی حیرت افزا باتیں کہہ کر پریشانی اور سرگردانی کے ساتھ زندہ تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک بار حقائق پناہی (مولانا جامی) آپ کی ملاقات کو گئے۔ حجرہ کے ایک طاق میں دو جلدیں رکھی تھیں۔ مولانا نے دریافت فرمایا۔ کون کون سی کتابیں ہیں۔ جواب دیا۔ ایک تو قرآن مجید ہے دوسرا میرا دیوان ہے۔ جو اہل زمانہ کی دست اندازی کے خوف سے ہباگ کر قرآن پاک کی پناہ میں جا گزین ہوا ہے۔ مولانا کی طبیعت یہ دل خوش کن بات سکر بہت خوش ہوئی۔

یاد شیخ داؤد ابن قنصل الشہ قدس سرہما

آپ کی پیدائش شیرگڑھ کی ہوا شیرگڑھ صوبہ لاہور کا ایک قلعہ ہے۔ آپ نے علمی اور عیانی جملہ کمالات کی تحصیل سید حامد ابن شیخ عبدالرزاق ابن شیخ عبدالقادر حسنی جیلانی سے کی تھی۔ بعض کہتے ہیں ظاہری جماعت سے قبل عمر کا بہت سا حصہ ریاضت میں گزارا تھا۔ جب مشائخ طریقت کی پیروی بختہ ہو گئی۔ تو الہام غیبی کے بموجب آپ سید حامد قادری کے مرید ہوئے قدس سرہ اور جب فضیلتیں حاصل ہو گئیں تو فرقہ خلافت مل گیا۔ آپ خانوادہ قادریہ کے بزرگ حلفا میں سے ہیں۔ آپ کا دم موثر تھا۔ اور نفس میں قوت آئندہ تھی۔ بہت سے قسبات سیاح باطن روگ آپ کی رہنمائی کی بدولت نفسانیت کے تیرہ و تاریک مکان سے نکل کر روحانی نور آباد میں پہنچ گئے۔ اور بہت سے سعید استاد و اے اصحاب آپ کی ملازمت میں رہ کر سفلی منازل سے علوی مقامات کو ترقی کر گئے۔

ان میں سے ایک آپ کے بیٹے شیخ ابوالمعالی محمد ابن شیخ رحمۃ اللہ ہی تھے جن کا دل صفات طبیعت موزون۔ اور فہم رسالتی۔ شیخ ابوالمعالی کے بہت سے قصیدے اور غزلیں سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی تعریف میں ہیں۔ رسالہ محمدیہ قادریہ ہی انہیں کی تصنیف سے ہے شامل قادریہ۔ ہجۃ الاسرار۔ خلاصۃ المفائر۔ اور مفتاح الاخلاص گیلانی۔ ان کتب کے اقتباس اور انتخاب کر کے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے۔ اور اس میں اپنے حسن بیان سے سوز و محبت کی چاشنی پلائی ہے جس کا نشہ کا مان محراب سے ساوگ مستفید ہوتے ہیں۔

دوسرے شیخ سیف الدین عبدالوہاب تھے۔ ان کی عادتیں اور ان کے کام جملہ آرائش اور پیرائے تھے۔ واجب اور ممکن کا معاملہ جو مطلق وجود سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے خیال کے بدون ایک سانس ہی نہیں لیتے تھے۔ اور عدم وجود سے جس کا سلسلہ ندی کے پانی کی طرح ممکنات پر متواتر پہنچ رہا ہے۔ ایک لحظہ ہی غفلت نہیں کرتے تھے۔ اور بَلْ هُوَ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ کے گروہ میں سے نہیں تھے۔

شیخ داؤد ہجری ۱۰۰۰ھ نو سو بیاسی میں غمصری خلعت اپنے جسم سے اتار کر عالم کیمائی کو کوئی فرما گئے۔ آپ کی قبر آپ کی زاد بوم میں ہے۔

۱۰۔ بلکہ یہ جدید پیدائش کے نئے لباس میں ہیں ۱۰۔

یاد شیخ بدہن شطاری جوہوری

آپ شیخ عبداللہ شطاری کی نسل میں سے ہیں شیخ عارف جوہوری کی خدمت میں شیخ عبداللہ شطاری کے خلیفہ ہیں۔ دونوں طرح کے علم حاصل کئے تھے۔ اور دونوں جہان کی سعادت کا سرمایہ تحصیل کر کے بہت کمالات فراہم کئے تھے۔ سلطان سکندر لودھی کے عہد میں رہنمائی۔ حقائق نمائی۔ اور خدا شناسی کو فروغ دیا تھا۔ بہت طالبوں کو شطاریہ طریقہ تعلیم کیا۔ شیخ عبداللہ حق دہلوی جو اخبار الاحیاء کے مولف۔ اور راقم گلزار کے دوست ہیں۔ ان کے عم مکرم شیخ رزق اللہ نے ذکر کی تلقین آپ سے ہی پائی تھی۔

مصرع حق رزق اور مشرب شطاریہ زاد

یاد مولانا عبد الرحمن کاروگر

آپ کشف۔ معرفت۔ اور کرامات کے عالم تھے۔ تصوف ناموں کی نکتہ بندی۔ اور مدارج توحید کی دقیقہ شناسی کو رونق صوفیوں کی محفل میں آپ کے ہی شمول سے ہوا کرتی تھی۔ نیستی کی چھری سے آپ تمام طلاقوں کو کاٹ کر حق کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور مشائخ وقت کے دریافت سے اور نیز درویشوں کی مصاحبت سے اسباب معرفت اور سرمایہ کمالات بہت کچھ فراہم کر لیا تھا۔

یاد مولانا محمد حشرانی

آپ ایک لا اوبالی درویش۔ اور مست فقیر تھے۔ ازلی توفیق کی رہنمائی سے آپ مولانا محمد تاباؤد کانی کی خدمت میں پہنچے اور مولانا کو اپنا پیروک بنایا۔ جس طرح پرکھتے ہیں ہوئی۔ چند چلے کینچ کر کامیابی حاصل کی اور وطن سے حجاز تک پیادہ پا اور روزہ رکھتے ہوئے جاکر حرمین معظمین کی طواف سے مشرف ہوئے۔

یاد امیر سید علی قوام

آپ۔ سوانہ کے مساوات میں سے ہیں۔ خدمت طلبی کی شورش کا ثمرہ یہ ہوا۔ کہ گربار سے آوارہ ہو گئے جب فہر جوہوری میں پہنچے تو شیخ بہار الدین جوہوری سے بیعت ہوئے۔ اور ظاہری و باطنی کمالات حاصل کیے۔ آپ کی آمد خدمت جذبہ اور سلوک کے درمیان میں تھی۔ بعض تذکرہ نویس لکھتے ہیں۔ کہ آپ شطاریہ سلسلہ میں شیخ قاضی شطاری کے مرید ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ کو تمام مشور خانوادوں سے نسبت چھو ہے۔ اور تمام رعاظوں سے اپنی استعداد کی بدولت گونا گون دانش و تفسیر حاصل کی ہے۔ آپ کسی میں

لے حراں بجائے محلہ سے محلہ سے ہوا۔ اور حراں میں مقیم ہوئے۔

باس کے پابند نہیں تھے کبھی فرقہ پھٹتے تھے اور کبھی قیاریب بن کرتے تھے۔ آپ کا جذبہ سلوک پر غالب تھا۔ زیادہ تر زمانہ سکرمین گزرتا تھا۔ اور کتر ہوشیاری میں۔ مگر ہوشیاری میں بھی عجیب حال ہوتا تھا۔ جب آپ تجلی کا تماشا کر کے خوش وقت مہوتے تھے۔ تو اس حالت کے عباتے رہنے سے مذمت ہوتی تھی۔ اور مذمت کا حیرت آسان تک پہنچاتے تھے۔ (قصہ رونے سے اور سوز و گداز سے ایک لمحہ بھی رہائی نہیں ملتی تھی۔ یہ بھی تو سوچنا ہے کہ آپ کی جان پاک جسمانی غار سے پانون نکال کر۔ اعلیٰ عالم ارواح کو کوچ کر گئی۔ خوابگاہ جونپور۔

یاد شیخ سماء الدین دھلوی

آپ شیخ فخر الدین کے بیٹھن۔ بڑے بلند ہمت تھے اور ایشار کا درجہ روز افزون ترقی پر تھا۔ کم کمانے اور کم بونے کی۔ اور سونا قطعی ترک کر دینے کی ہمیشہ کوشش کرتے تھے آپ کے پدر بزرگوار آپ سے بہت خوش تھے۔ اور مذہب علی الصلاح آپ کے واسطے بر خور داری اور سعادت مندی کی دعا۔ جناب باری میں کیا کرتے تھے۔ انہیں کی دعا کی برکتوں سے شروع آگاہی کے وقت آپ سید راجو کی خدمت میں جا پہنچے۔ اور سید راجو کی آمدنی و بیرونی پھر سے اہل دانش و بنیش ہو گئے۔ جب کالمین ولایت کے کمالات سے آپ سرفراز ہوئے۔ تو فرقہ خلافت طبع کیلئے اسماعیل سے ملا۔ اور جب سفر حجاز کیا۔ تو احمد آباد میں شیخ احمد کھٹو مغربی کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا شیخ جمال دہلوی لکھنؤ میں جس زمانہ میں شیخ نے رنت بہنور کے قلعہ کے نیچے گوشہ نشینی اختیار کی تھی۔ میں آپ کی خدمت میں کب سعادت کیا کرتا تھا۔ ایک روز آپ عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ کی مکتوبات پڑھتے تھے۔ اس درمیان میں فرمایا عین القضاۃ۔ ایک دفعہ آٹھ جگہ مدعو کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایک ہی وقت میں آپ آٹھوں جگہ پہنچ گئے۔ اور اپنے خلوت خانہ کے لوگوں کے ساتھ ہی بدستور حضور ہی رہی۔ اس بیان کو دل کے اندر میری عقل نے بعید سمجھا اسی مذہب میں اپنے گھر پہنچا۔ تو شیخ کو اپنی آنکھوں سے گھر کے ہر ایک گوشہ میں کھڑا ہوا دیکھا سمجھ گیا کہ یہ نمایش شبہ مذکور و در کرنے کے واسطے ہے۔ نوراً اپنے خیال سے با آ آ یا۔ اور دل میں مضبوطی کے ساتھ یقین کر لیا کہ درویشوں کو یہ طاقت ہے ایک ہی وقت میں کتاباں اور مثال جہون کے ساتھ متعدد مسکانون میں نمایاں ہو سکتے ہیں علمائے زمانہ آپ کو تمام علوم میں استاد و تشار کر کے زانوئی استفادہ آپ کے سامنے کرتے تھے۔ اور فرمان روایان و محدثیے بیلوں لدی۔ اور اس کے نزدیک والد کیا خویش ہو لگانے۔ اور کیا امیران اعظم تمام آپ کی آستانہ بوسی کو مریدانہ حاضر آیا کرتے تھے۔ اور جو مال تدر کے واسطے لاتے تھے۔ قبول نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی بے نیازی کے ساتھ زندگان آپ کی۔ خلائی ستائش

اندر پرستش میں بسر ہوتی تھی۔ ہجری سنہ نو سو نوین کو حج فرمایا۔ قبر دہلی میں ہے۔

یاد شیخ جارا الدہلی

شیخ قطب الدین پنوار ^{لہ} کا بیان ہے۔ آپ کا حلیہ یہ تھا۔ ایک پیرتے زورانی شکل کمر جھکی ہوئی۔ عمر انشی سے متجاوز اور ریاضت کی وجہ سے لاغر اور نحیف ہو گئے تھے۔ حنفی المذہب تھے۔ اکثر آپ کے دس میں حنفی فقہ بڑھائی جاتی تھی۔ ایک روز آپ عمر لانے کے واسطے پیادہ پا جا رہے تھے۔ اور مغلان کا مہینا ہٹانے راستہ میں دیکھا۔ تو کہا۔ یا شیخ کو متروح را جلا قال یا اخی ما سمعت ان اجرو علی قدر تعبک وراح نادبوم اور خواہ گاہ و دنوں مکہ معظمہ میں ہیں۔ مصرع اجرا و بادا تقاسم ذوالجلال۔

یاد خواجہ مرتضی تائبادی

آپ ایسے بلند ہمت اور عالی فطرت تھے۔ کہ نیتی اور بے نوائی میں بھی خوش دل رہتے تھے۔ مولانا زین الدین تائبادی کی خدمت میں خوشی کا تعلق تھا۔ کہتے ہیں۔ ایک سال جب کہ آپ کے سلوک کا آغا ہی تھا۔ آپ نے ملک عراق سے چالیس غلام ترک لیکر مسافرت اختیار کی تھی۔ تمام غلام خوبی اور عمر کے اعتبار سے زمانہ میں ایک دوسرے کا عکس تھے۔ جب آپ کی مہمت کو اور زیادہ صعود ہوا۔ تو تمام کو راہ خدا میں آزاد فرما دیا۔ اور غلاموں کے سوا اور بھی جو کچھ مال تھا۔ درویشوں کے سامنے رکھ کر بٹھا کر دی۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد جب تنگی اور سختی نے آگیر۔ تو ایک واقفکار شخص نے آپ سے کہا۔ آپ کا فلان غلام بڑا مالدار ہے۔ پھر یہ تمام تنگی اور سختی کیوں ہے۔ آپ نے اس طور پر جواب دیا۔ بیت

اگر چہ گروا لو و فقرم شرم با و از ہمتم ÷ اگر باب چشمہ خورشید دامن ترکم

ہمت کا ہاتھ۔ قناعت کے دامن سے کبھی پیچھے نہیں ہٹایا۔ اور لایع کا پنجہ کسی دولت مند کی جیب میں کبھی نہیں ڈالا۔

یاد بابا حبیب رابدال

آپ تجرید کے میدان میں سبک رفتار۔ اور تفرید کے گوشہ میں گران بارتے۔ یہ چند کلمات۔ آپ کے متقیانہ اور ناصحانہ بیانات میں سے ہیں۔ یہ کلمات مولانا محمود کاناگر ہدائی نے آپ کے حوالہ سے بیان کئے ہیں (۱) اپنا دہن فرو مار کر قانون کا پابند کر دینا خواری اور خواہش بڑاتا ہے۔ (۲) دل دنیا کی محبت میں غیبی

لہ پنواری بیایے فارسی دنوں ساکن دعا و مفتوح و الف و را سے مہملہ مکسورہ دیا ہے شناہ تختانی ایک قصیدہ نام پر سار کا بی بی میں ۱۱ لکھ شیخ

کیونکہ دنیا ایک عرصہ نماظرہا ہے۔ اُس پر صرف ایک نگاہ کے سوا۔ دوسری نگاہ ڈالنا مباح نہیں ہے۔ (۳)
 جن ضروریات کے سوا چارہ نہیں ہے۔ صرف انہیں پرکتفا کرو۔ کیونکہ جو چیز ایسی ہے۔ وہ دنیا نہیں ہے
 (۴) فلک کے سایہ میں ست سوؤ۔ کیونکہ ایسی خواب دل میں تیرگی پیدا کرتی ہے۔ (۵) بیودہ گوئی سے زبان
 پر دہن کو قفس بناؤ تاکہ حق کی یاد میں تم اُس کو گلستان بنا سکو۔ آپ کی باتیں اکثر اسی قسم کی ہیں۔ میر فروغی
 اشرف نے اپنے تذکرہ کے مسودہ میں لکھی تھیں۔ جب میر فروغی کی ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ میں عالم علوی سے
 فرمان طلب ہو چکا۔ تو بتعمیل فرمان دنیا کے وحشت آباد سے نہایت اشتیاق کے ساتھ عالم جاوید کو کچھ
 کر گئے۔ اس واسطے مسودہ مذکور بیاض میں نہ آ سکا۔ میں اُس مسودہ کی تلاش میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور
 حاصل ہونا۔ ثمرہ جست و جوہی امیدوار ہوں کہ بہم پہنچ جاوے گا۔ اور اصلاح سے درست ہو کر سننے والوں
 کے واسطے عبرت کا باعث ہوگا۔

یاد مولانا روح اللہ

آپ ایسے شفیقہ اور سوختہ عشق تھے۔ کہ عرفان اور سنجیدہ اعتقاد آپ کے خمیر میں داخل تھا۔ آپ کے
 پیر بیت اور شیخ ارشاد کا نام کسی بیان کرنے والے کی زبان سے۔ اور کسی لکھنے والے کے قلم کے ذریعہ سے راقم
 گلزار کے گوش گزار نہیں ہوا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ آپ کے طبقہ میں جو اصحاب بزرگ منش
 تھے۔ آپ اُن اصحاب کے بڑے دوستوں میں سے تھے۔ جیسا کہ مولانا زین الدین محمود کا لکھنا فرمایا ہے
 ایک روز میں آپ کی خدمت میں اپنی سیاہی باطن کی شکایت پیش کی۔ تو آپ نے میری دل دہی کے
 واسطے دریافت فرمایا محمود۔ اس آزاد گروہ کی صحبت میں تم کو ایک تاگہ کی برابر ہی دلبستگی ہوتی ہے
 یا نہیں۔ میں نے کہا جس قدر عبارت میں آ سکتا ہے اس سے بہت زیادہ ہے۔ جواب دیا۔ تمہاری دو گنا
 سعادت مندی کا نشان بس اسی قدر کافی ہے۔ اور ان دو بیتوں پر ناصحانہ بیان ختم کیا قطعہ۔

دل بندہ الامہر دل خوشان

سوے تاریکی مشو خورشید ہاست

مہر پاکان در میان جان نشان

اکوی نو مسیدی مرد امید ہاست

یاد مولانا معین الدین واعظ ہروی

آپ لقمہ اور توحید میں۔ شاہ قاسم انوار کے قدم پر قدم مارتے تھے۔ آپ کی پاک طینت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۰۔ آپ پیادہ پا کیوں جاتے ہیں۔ جواب دیا۔ ہائی۔ کیا اپنے نہیں بنا۔ کہ تمہارا اجر تمہاری نکالیف کی مقدار

حقیقت کی آبدار باتیں خمیر تھیں۔ اور آپ کا با فروغ باطن معلومات کی تجلیات سے منور تھا۔ آپ کی نصیحت کی مجلس بیمار ان شریعت کے واسطے دار الشفا اور آپ کی موحدانہ تقریر طریقت کے مجروح باطنوں کے لئے باعث صحت تھی۔ ادلاً اپنے رسمی علم کامل طور پر تحصیل کیا۔ سہر بست کچھ تصنیف اور تالیف بھی فرمایا منجملہ ان کے سیر البنی تفسیر کامل۔ اور حدائق الحقائق۔ سورہ یوسف کی تفسیر۔ تاویلات کے رنگ میں صلیاں زمانہ کے نزدیک مشہور اور معتبر ہے۔ اور ہر آیت کے بیان میں توجیہ اور تاویل کے طور پر۔ رنگین الفاظ کے ذریعہ سے بہت کچھ عجیب و غریب معانی ادا کئے ہیں۔ تاکہ جو ذی نگاہ لوگ اہل دل میں۔ اُنکا ہوش اہل بڑھے۔ لکھتے ہیں۔ جب میں تفسیر سیر نکمہ رہا تھا۔ تو بسم اللہ کی بے سے دلناس کے سین تک نبی علیہ السلام کا حلیہ اقدس طرفۃ العین کے واسطے بھی ظاہر ہی نگاہ سے دور نہیں ہوا۔ اس بارہ میں بعض نو آموزان علم کا کنا ہے۔ کہ ایسا لکھنے سے مراد یہ ہے۔ کہ لکھنے والے نے سنت نبوی علیہ السلام کی پیروی اور اُس کے قائم رکھنے میں کمال رعایت مد نظر رکھی ہے۔ اس تحریر کے بارہ میں رافضی کی خاطر فاترین۔ یہ آیا۔ جس کسی کو یہ بات (اس درجہ پیروی نبوی) حاصل ہوگی۔ اُس کو وہ حالت فی الحقیقت کیون نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کا ثمرہ وہ ہو سکتا ہے۔

یاد شیخ بہاء الدین شاہ باجن

آپ ابن حاجی معز الدین ابن علاء الدین۔ ابن شہاب الدین ابن شیخ ملک۔ ابن مولانا احمد خطابی منی ہیں۔ اہل بن خطاب کی نسل سے جو امیر المؤمنین عمر کے بہائی تھے رضی اللہ عنہ آپ کی زاد بوم احمد آباد گجرات اور خواہ بگاہ برہان پور خاندیس ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ ابن شیخ عزیز اللہ متوکل مشدی کے مہدی تھے۔ آپ کے چوتے دادا مولانا احمد منی کے حالات لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ ابو دین کے مریدوں میں سے تھے۔ رسمی ظہر تھوڑا تھا۔ علم حدیث کی اکثر شکلات معاملہ میں صاحب حدیث علیہ السلام سے حل کر یا کرتے تھے۔ ہمیشہ آدمی رات کے وقت جب روضہ منور کی آستانہ بوسی کے واسطے حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو آپ کے واسطے حرم محترم کے دروازے۔ کشادہ ہو جاتا کرتے تھے۔ یکایک دل میں سیر و سیاحت کی آرزو پیدا ہوئی۔ تو اپنے فرزند شیخ ملک کو ہمراہ لیا کچھ سفر دست طلبا ہی ساتھ ہو گئے۔ اور چل نکلے۔ عراقین۔ خراسان۔ ملھار النہر۔ سندھ کی سیر کرتے ہوئے۔ دہلی میں پونچے۔ یہاں پر آپ بڑے بڑے لوگ محبت کرنے لگے۔ نیز نوشتہ تفسیر دامنگیر ہوا۔ لہذا والی ملک نے کمال عجز و ولاری اور منایت خواہش کے ساتھ عروسی جشن ترتیب دیکر شیخ ملک کو اپنا داماد بنایا۔

چند روز اس شہر میں افادہ و استفادہ کا ہنگامہ۔ روز افزون ترقی پر رہا۔ بعدہ بموجب التماس ہر اہل ان آپ شیخ ملک کو بیان چھوڑ کر خود مدینہ منورہ کو سعادت فرما گئے۔ اور وہیں کی خاک پاک میں آرام کیا۔

اب میں حاجی مغل الدین کے کسی قدر حالات بیان کرتا ہوں۔ شاہ باجن کے پدر بزرگوار حاجی محمد اللہ مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کے برگزیدہ خلیفہ ہیں۔ ایک سو چالیس سال کی عمر پائی تھی۔ سات دفعہ حرم شریفین کی زیارت سے زواہم اللہ شرفاً مشرف ہوئے تھے زاد بوم دہلی ہے۔ کہتے ہیں۔ آپ کو اپنے بزرگوں کا وطن اور دیدار دیکھنے کی تمنا۔ اور قوم سے ملنے کا شوق بید تھا جس نے سفر حجاز پر براگینختہ کیا چنانچہ انتظام راہ کر کے۔ جو باتیں ضمیر کے اندر مخفی تھیں۔ وہ ظاہر کر دکھائیں۔ سیاحی کے ذریعہ سے خوشی اور فرحت حاصل کر کے پر اپنے دارالاقامت میں چلے آئے۔ جب گجرات میں پہونچے۔ تو اس ملک کی خاک نے آپ کے پانوں کے ساتھ ولدل کا کام کیا۔ اس کے ساتھ عیال داری جو ہو گئی۔ تو یہ کیچ میں پنسے ہوئے پانوں کے واسطے زنجیری۔

القصد ہجری سنہ سات سو نوے میں شاہ باجن کی روح پاک۔ غصہ ہی منظر کے ساتھ پیوند پاکر عالم طلسم کی سیر کے واسطے آئی۔ اور وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا ہوش بڑھتا رہا۔ بالآخر اور اک کامل ہو گیا۔ جب آپ کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو آپ کے پدر بزرگوار شہید ہوئے۔ اور جب آپ چودہ سال کی عمر کو پہونچے۔ تو عقل آئی۔ دست اراوت سے شیخ رحمۃ اللہ کا من بکڑا۔ اکیس برس تک شیخ کی گرامی صحبت فیض حاصل کیا۔ اور درجہ ولایت کو پہونچے۔ پر اجازت لیکر سفر حجاز کو خشکی کے راستہ سے چل نکلے۔ جب خراسان میں پہونچے تو عالم مثال میں دیکھا۔ کہ حضور خاتم النبۃ علیہ السلام آپ کے پیر کو ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اپنے مرید سے کہ دو حیناں جمع جو کیا متا۔ قبول ہوا۔ اب لوٹ جاوے۔ اور بریلان پور خاندیس میں قیام کر کے۔ وہاں کے طالبوں کی رہنمائی کرے۔ اس کی تعبیر اپنے رحلت پیر سے کی چنانچہ نفس الامرین جی ایسا ہی ہوا۔ چونکہ پیر کے کوئی فرزند نہ تھا۔ لہذا پیر نے اپنے پیچھے شیخ احمد عطاء اللہ ابن شہر اللہ کو جانشین کیا۔ اور ایک خاص خرقہ سپرد کر کے فرمایا۔ شیخ بہاء الدین باجن کو پوچھا دینا۔ جو خراسان سے لوٹ کر آویں گے۔ جب آپ اکیس برس بعد سفر سے لوٹ کر گجرات میں آئے۔ تو بمبیل ارشاد پیر۔ امانتی خرقہ لیا۔ اور دوسرے روز مرقد پیر کی آستانہ بوسی کے واسطے گئے۔ خوش لہجہ گانے والوں کو فرمایا۔ کہ گانہ پڑھنا پڑھنا سکر خوش ہوئے۔ خانقاہ کی مبارکباد غیب کی طرف سے آپ کے کانوں میں آئی۔ اطمینان خاطر روز بروز بڑھنے لگا۔ چند سال شیخ احمد عطاء اللہ کی

نیت میں گزے۔ پہر باطنی اشارہ کے بموجب دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ دولت آباد میں پہونچکر برہان مفت
سلطان برہان الدین غریب کے مرقد مبارک کا طواف کیا۔ اور علو ہمت کی درخواست کی۔ بیان سے شہر بید
میں پہونچے۔ بیدر میں شیخ منجملے تھے جو منصور زمان مسعود یک کے خلیفہ تھے۔ ان کی ملازمت میں اپنے
چلہ کشی کی۔ ایسی مقبولیت پیدا ہوئی کہ مسعود کی خرقہ عنایت ہو گیا۔ پہر آپ گجرات کو لوٹے۔ اور بیان پر آٹھ سال
تک پہر حجرہ کے اندر خلوت اور ریاضت میں نفس کے ساتھ لڑائی لڑانے رکھی۔ اس کے بعد دیرینہ فرمان کی تعمیل عمل
میں آئی۔ جو برہان پور میں رہنے کی نسبت تھا۔ اور اس وقت پر منحصر تھا۔ خانہ پور ایک موضع سوا درہان پور میں
ہے۔ اس موضع میں اگر ایک مسجد میں چند مدت تک بسر کی۔ حاکم صوبہ کو اطلاع ہوئی۔ تو نہایت عذر و
معذرت کے ساتھ آپ کو شہر میں لے آیا۔ آپ کے واسطے گھر۔ خانقاہ۔ جامع مسجد۔ اور خوابگاہ تعمیر کرائی۔
راحم گلزار اس عمارت میں چند بار گیا ہے۔ صاحب عمارت کے مرقد کا طواف کیا ہے۔ اور نماز جمعہ بھی پڑھی
ہے۔ القصد شاہ باجن نے اس عمارت میں رہ کر بقیہ عمر تعمیر باطن میں گزاری۔ بحری سنہ نو سو بارہ تھا۔ ایک
رات اپنے شیخ انصاح الدین کو جو آپ کے دل سوز دوستوں میں سے تھے۔ اپنے کوچ کی خبر دی۔ کہ علی الصباح
باجن کے غسل اور نماز جنازہ کے لئے۔ آنے سے دریغ نہ کیجئے گا۔ چنانچہ آپ حسب فرمان از روی صبح کے
وقت کوچ فرما گئے۔ اور تعمیل وصیت بھی عمل میں آئی۔ ایک سو دو سال کی عمر ہوئی بمصر ع زندگی باشتہارم مدفن و

یاد مولانا نظام الدین حسین

آپ مولانا علاء الدین محمد کتب دار کے بیٹے ہیں۔ جوانی میں بیرون کی سی معرفت۔ اور پیری میں جوانوں کی ہی
ریافت تھی۔ آغاز ہوش سے واپسین نفس تک روز افزون معرفت اور خدا شناسی کے نشہ میں مست رہے۔ کتے
ہیں۔ جہان گردی۔ اور باد و بیابانی کا شوق آپ کے دل میں حد سے زیادہ تھا۔ ایک بار روم کے راستہ میں ہایک سید
کے گھر سمان ہوئے۔ میزبان سید کی لڑکی دائمی صدام میں مبتلا تھی۔ مگر اس رات دیرینہ الم سے تسکین رہی
علی الصباح جب سمان نے سفر کے واسطے کوچ کیا۔ تو روزمرہ کی تکلیف اور گریہ و زاری پہر پٹ آئی۔
مالک مکان نے راہرو کو ایک بہانہ سے واپس بلوایا۔ اور اسی طرح دو تین بار رحلت اور معاودت عملی
میں لائی گئی۔ آخر کار جو پردہ روی راز پر پڑا ہوا تھا۔ وہ اُٹھ گیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ اس دختر کی صحت اس جوان
کے قدوم کی برکت سے ہے۔ ہذا بے علاج یون ہی اس لڑکی کا آپ کے ساتھ عقد کر دیا۔ میر علانی آبیری
اسی لڑکی کے پیٹ سے ہیں۔

یاد مولانا غیاث الدین احمد

آپ تمام عمر بیرونی شست و شو اور اندرونی جہاڑ پونچھ میں مصروف رہے۔ مولانا محمد مکتب دار کے فرزند اور نیز مرید ہیں۔ اپنے کلام میں اپنے نکمہ ہے۔ میں مولانا جامی کی خدمت سے چند معرفتیں اور انہی حقیقتیں حاصل کی ہیں۔ مولانا محمد روحی از روئے محبت چاہتے تھے۔ کہ میں اپنی طرف سے آپ کے نام اجازت نامہ لکھ دوں۔ مگر اپنے باپ کا شرمندگی یہ کہا۔ کہ میں اپنے پدر بزرگوار کا خلیفہ ہوں۔ اور مولانا محمد روحی کے خلافت نامہ کے لئے اپنے تئیں لائق نہ جانتے تھے کہ ساتھ پیش آئے۔ مولانا نور اللہ فرماتے تھے۔ مکتب دار کے صاحب زادہ شیخ روحی سے زیادہ چالاک اور پیش رو ہیں۔ بلکہ سلوک کے راستہ میں ان کا قدم اپنے باپ سے بھی زیادہ استحکام کے ساتھ بڑھا ہوا ہے۔

یاد میرعلانی آسینی

آپ مولانا نظام الدین حسین کے فرزند ہیں۔ جو مکتب دار کے بیٹے تھے۔ آپ کے دل پسند اقوال اور عجائب انحال۔ ربانی جلال و جمال کا نسخہ تھے۔ کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں ترکمانوں کا غلبہ ہو گیا تھا۔ تو قاضی محسن کے خدمت گزاروں میں سے دو سیاہ باطن اشخاص میر کے گھر کا دروازہ کھول کر اندر گئے۔ اس وقت میر گھر پر موجود نہ تھے۔ میر کے رط کے بچے۔ مارے خوف کے پریشان ہو کر ہاگ گئے یہ دونوں ظالم لوٹ پر اتر پڑے۔ اور جو کچھ ملا۔ لوٹ کر واپس چلے گئے۔ جب صاحب خانہ آئے۔ اور چوٹے چوٹے بچوں کو ہراسان دیکھا۔ تو جس جانب وہ دونوں نابکار گئے تھے۔ اس جانب خشم آلود نگاہ سے نظر کی۔ اسی دم جس نے دروازہ کھولا تھا۔ گر پڑا۔ اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جس کے کئی چوٹے چوٹے ٹکڑے ہوئے۔ اور دوسرا شخص دیوانگی کے ساتھ ایسا رسوا ہوا۔ کہ بہر ہوش آیا ہی نہیں۔ قاضی محسن نے جب یہ عجیب کرامات دیکھی۔ تو سخت تعجب کیا۔ اور اسی وقت شرمندگی اور عذر خواہی کے ساتھ میر کے مکان کی طرف دوڑے۔ خانہ نشین لوگ پہر آنے والوں کا ہجوم دیکھ کر مارے ڈر کے کاپنے لگے میر نے فرمایا۔ مت ڈرو۔ اور مت کانپو۔ یہ لوگ بہتاری دل جوئی اور عذر خواہی کے واسطے آتے ہیں۔

یاد شیخ غیاث الدین انکور

آپ بعض روایت کی روسی ہر وی ہیں۔ جذبہ اور ساک دونوں ساتھ ساتھ رکھتے تھے۔ بزرگان وقت کی ملازمت سے فیض کے آثار آپ کے حالات میں پائے جاتے تھے۔ مولانا نظام الدین حسین کی خدمت

میں دانداری کی باتیں گرا گرمی کے ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ پہلو نشین دشمن (نفس) پر جو آپ کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ تو مولانا کی ہی امداد سے ہوئی تھی۔ آرزو مند ان طریقت کے حق میں آپ ایسی نصیحت اور تلقین فرمایا کرتے تھے۔ جو بالکل آئینہ کی طرح صداقت - روشن - اور سرسراہندہ مند ہوتی تھی۔ منہاک کی مسجد میں جب آپ منہوی پڑھا کرتے تھے۔ تو اپنی زبان مبارک کے عمدہ عمدہ دھچپ نکلتے اور توحیات لوگوں کے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے جن کو بعض لوگ لکیر ہی رکھتے تھے۔ جب عذیبہ کا جوش سر سے اونچا نکل جاتا تھا۔ تو ایک شخص آپ کے مرید تھے حافظ اشتر ان کا نام تھا۔ ان کے کندھوں پر آپ سوار ہو کر چکر لگایا کرتے تھے۔ آپ کی دعا کا انجام۔ آغاز اجابت کے ساتھ ہمیشہ دوش بدوش ہوتا تھا۔ آپ کے لڑکے میر عبد اللہ تھے۔ ان کو سلاک باعذیبہ۔ یا عذیبہ باسلوک کہنا چاہئے۔ دارالاسلام مدینہ منورہ میں تعلیم فیض کیا کرتے تھے۔ اور آدمیوں کو آدمیوں کی عادت۔ اور انہی دی اخلاق کے ساتھ موصوف ہونا تعلیم دیتے تھے۔ جس وقت جذبات کو متوجہ ہوتا تھا۔ اس وقت العیاذ باللہ اگر کوئی شخص گستاخی کا خیال بھی دل میں آتا تھا۔ تو بے تامل ایسے سخت برنج و تکلیف میں پھلتا تھا کہ گویا اوپر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

یاد مولانا محمود کمانگر مبدائی

آپ کا لقب زین الدین ہے۔ مولانا نظام الدین حسین ابن مکتب دار کے فرزند ہیں۔ آپ علم عامل عارف۔ عاشق۔ عالی ہمت۔ اور والا فطرت تھے۔ بہت برس خراسان میں رہ کر گزارے۔ جب بدعت کی اشاعت اور امور دینا از اسلام کا ظہور اندازہ سے اتنا زیادہ ہوا کہ لوگوں کو برداشت کی طاقت نہیں رہی تو قرعہ اس کا ناخوشی ہوا۔ آپ بے تاب ہو کر قندھار کی طرف چلے آئے۔ کتے ہیں۔ جب آپ کا آغاز جوانی ہوتا تب رسمی علوم تحصیل کر کے کا خیال آپ کو پیدا ہوا۔ ایک روز مولانا نور اللہ کی خدمت میں سبق کی اجازت چاہی۔ مولانا نے فرمایا۔ کیا تمہاری یہ آرزو ہے۔ کہ صدہ مفتی۔ قاضی۔ محتب۔ مدرس۔ خطیب۔ امام مہتری یا متولی بنو۔ اور اس گروہ دانوں کے انحال۔ رفتار۔ احکام۔ اور آثار جیسے کچھ ہیں۔ وہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے۔ جس پر مخفی ہوں۔ پس متبرہ بے۔ کہ ان عالی منصبوں کے اسباب فراہم نہ کرو۔ اور اس جماعت کے کارنامہ سے عبرت حاصل کر کے خداے پاک کی یاد سے اپنے دل کو منور کرو۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ بلکہ میری یہ آرزو ہے۔ کہ صرف۔ نحو۔ منطق۔ اور معانی کے ذریعہ سے قرآن پاک کے لطیف اور عجیب غریب رموز۔ اور حدیث نبوی علیہ السلام کے عمدہ عمدہ نکات۔ اور اشارات اپنی فطرت کے لائق معلوم کروں۔ اور پوچھنے

والوں کے ادراک - اور حال کے موافق اُن کے معانی جواب میں بیان کیا کروں - مولانا نے فرمایا - تم جس قدر
 ہی زیادہ پڑھو گے - تم کو مبارک ہوگا - مقاصد کے ادراک میں ہمتار اور جہاد پڑھو گے - میں نے عرض کیا - کن
 کے درس میں کتاب کو لون - فرمایا - مولانا غیاث الدین احمد کی خدمت میں - کتے میں - توڑے ہی عرصہ
 کے اندر تمام فنون کی تمام کتابوں میں دستگاہ پیدا ہو گئی - اور آپ مقاصد اور مبادی کے بیان کرنے میں گویا
 زبان وقت ہوئے - آپ کی مجلس میں بزرگان سلف کے سودمند اقوال بیان ہوا کرتے تھے - جس کے
 سبب سے آپ کی مجلس کیا تھی - ایک عجیب پند نامہ تھی - اور جو شخص آپ کے حلقہ میں داخل ہو گیا - وہ مستفیج
 ہو کر نکلا - مابعد کا فقرہ آپ کے پسندیدہ اقوال میں سے ہے - جس شخص کی حراہ - خدا کے سوا ہوگی - وہ کبھی درویش
 کی خدمت سے فائدہ نہیں اٹھاوے گا - رباعی

عاشق کہ ہجر دوست دادے خواہد	یا بردر وصلش الیتا دے خواہد
ناکس تر از دکس بنود در عالم	کز دوست بجز دوست مرا دے خواہد

یاد مولانا نور اللہ

آپ مولانا حسین واعظ کے فرزند اور مولانا سعد الدین کاشغری کریمیدین - آپ کا دل اللہ تعالیٰ الشہادت
 وَالْآسَافِ کے فروغ سے روشن - اور دین میں شئی إِلَّا عِنْدَ نَاخِرَاتِنَا کے خزانہ سے تو لگتا
 دہی اور کبھی علوم میں - اور الہی اور دنیاوی مراتب کے شناخت میں آپ لکھتے تھے - زیادہ تعجب کی یہ بات
 کہ آغاز جوانی میں جب آپ داخل درس ہوئے ہیں - تو نحو کا ایک رسالہ بھی نہیں پڑھنے پائے تھے - کہ خدا طلبی
 کا شوق پیدا ہوا - جس کی بدولت کتابی نقوش کی تحصیل سے دل افسردہ ہو گیا - آپ لکھتے ہیں شیخ عبدالکریم
 یمینی میرے بارہ میں فرمایا کرتے تھے - کہ بہت جلد اس نوجوان کے علم اور صوفی گری کا شہرہ ایک جہان میں ہو جاوے گا
 نیز بہت جلد تمام عقلا اس جوان کی پسندیدہ تقریر سے معلومات حاصل کر کے خوشیاں مناوینگے - بالآخر جیسا شیخ
 نے فرمایا تھا - ویسا ہی وقوع میں ہی آیا - مجھ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے سر پر علوم کا مینہ چاروں طرف سے
 پانی کی طرح برستا ہے - اور مجھ کو نصف قرآن نغماً اور معنی ایک رات میں یاد ہو گیا تھا - اس کے بعد تحصیل
 علم اور حقائق شناسی کی استعداد دم بدم ترقی کرتی جاتی تھی - یہ بالکل سچ ہے - کہ شیخ یمینی کی موثر دعا - جو
 اللہ الہی راست روی کے ساتھ ہم آغوش ہوئی - تو اس خیر و خوبی کے ساتھ - الہی معرفت کا نتیجہ ظہور پذیر ہوا -

۱۷۱۷ھ (۱۷۷۷ء) میں مولانا نور اللہ کی وفات ہوئی - ۱۷۷۷ھ (۱۷۷۷ء) میں مولانا نور اللہ کی وفات ہوئی - ۱۷۷۷ھ (۱۷۷۷ء) میں مولانا نور اللہ کی وفات ہوئی -

یاد شیخ میر جان

آپ زینیہ خانوادہ میں شیخ علی صوفی کے مرید ہیں۔ دارالاسلام نجارا میں آپ واعظ با عرفان واعظ با عفا تھے جب آپ پند و نصیحت شروع کرتے تھے۔ تو حسب تقاضائے وقت زبان سے ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے جو دل پسند اور خود آفرین ہوا کرتی تھیں فنا اور آزادی کا نشہ شیخی اور بزرگی کی شان۔ ضرورت سے زیادہ آپ میں پائی جاتی تھی۔ ناموری کی خوشی کو پوچھ اور پھر سمجھا کہ اس شعر کے ساتھ ترنم فرمایا کرتے تھے بیت

در میان خلق آمدی سر جان

نام شہور کہ بیزارم از ان

یاد شیخ جلال متو

آپ شاہ شہباز کے خلیفہ ہیں۔ ادھوا نگاہ برہان پور میں ہے۔ نقیوت و تحقیق اور تمکین و توحید کی آپ میزان تھے۔ بہت سے سالکان طریقت۔ آپ کی ملازمت سے الہی معرفت اور بیدار دلی کے اعلیٰ درجہ کو پہنچ گئے۔ بخمدان کے

ایک سرپا بخت درد اور مجسم سوز و گداز سید ابراہیم بکری تھے۔ جن کی رفتار میں عرفانی جہلک نظر آیا کرتی تھی۔ اور اقوال سے حقیقت تراش کیا کرتی تھی۔ آپ کی رہنمائی سے بہت سے لوگ سلوک کے راستہ پر بڑا اصل مقصد کو پہنچ گئے۔

دوسرے شیخ زین الدین شیشہ گرتے۔ عرفانی مقامات اور منازل کے گلزار میں بہار آپ ہی سے تھی استغراق اور توحید کی کیفیت بے انتہا بڑی ہوتی تھی۔ عالم علوی اور ممکن بہشت کو گنج انگلیوں سے دیکھا کرتے تھے۔ صوفی حقیقی جمال کو دل کا قبلہ گاہ بنا رکھتا تھا۔ جس وقت آپ کو یاد حق میں گرمی آ جاتی تھی تو آپ کی زبان سے آگ کے شعلے نکلا کرتے تھے۔ میان تک کہ ہمایون کو حنیال ہوتا تھا۔ کہ آپ کے گہرین آگ لگ گئی ہے۔ اور گہرا کر گھبائے کے واسطے دھڑے آتے تھے۔ میان آگ کا نام و نشان ہی نہیں ملتا تھا۔ اور اصلی حقیقت پر ہی آگاہی نہیں ہوتی تھی۔ اس سبب کیران رہ جاتے تھے۔

تیسرے میان پیار جی تھے۔ آپ حقیقی وصال کی مجلس کے محرم۔ اور دریائے شہود و کشف کے تیزاک تھے۔ آپ کے رونے میں یہ اثر تھا۔ کہ جس سے دوزخ کی آگ بھی بجہ جاوے۔ اور آپ کے تبسم سے باغ ارم میں شگفتگی پیدا ہوتی تھی۔ تمام عمر درد و سلام نیچے میں گزار دی اور حضور اقدس سرمد بنیہ علیہ و علیہم السلام کا حلیہ مبارک اپنے انہیں جسمانی انگلیوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ اور سلام اور جواب سلام کے

شرف کے ہی مشرف ہوئے تھے مصرع چشم اور روشن ز نور احمد مختار باد۔

یاد شیخ کبیر

آپ شاہ شہباز کے خلیفہ ہیں۔ تحقیق۔ توحید۔ مشاہدہ۔ اور معائنہ یہ تمام چیزیں آپ کو حاصل تھیں۔ عرفان اور وجدان کا فروغ آپ کی پیشانی سے عیان تھا۔ مرشد کے کل اسرار اور حالات۔ آپ کے علم میں تھے۔ خواب گاہ برہان پور ہے۔

یاد شاہ میان جی پستی

آپ شیخ نجم الدین ابن شیخ بہار الدین صدیقی کے صاحبزادہ ہیں۔ زاد بوم اور خواب گاہ دونوں مشہور ہیں۔ آپ نے آپ کی مان نے آپ کا عقد کر دیا تھا۔ آغاز شباب تک آپ حاکم رہے۔ ایک لڑکی ہی ہوئی تھی۔ مگر خرد سالی میں ہی مر گئی۔ بہر آلتی جذبات پیدا ہوئے۔ اور شرعی تکلیفات دور ہو گئیں۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا تھا۔ یا آپ کے دل میں آتا تھا۔ وہ ایزدی مشیت کے موافق ہی ہوا کرتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ ایک وہی بیچنے والی عورت آپ کے سامنے سے نکلی۔ وہی کا گھڑا اُس کے سر پر تھا اپنے اُس کو پاس بلا کر فرمایا۔ اپنے گھڑے کو اوندھا کر دے اور اس میں جو کچھ ہے۔ گرا دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا ایک مرا ہوا سانپ وہی میں سے نکلا۔ سلطان غیاث الدین۔ اور غیاث الدین کے بیٹے نصیر الدین خلجی کا زمانہ تھا۔ کہ آپ عصری حسم میں رہ کر جاتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں تیرہویں ذی حجبہ اور ہجری سنہ تھینا نو سو اٹھارہ تھا۔ کہ آپ نے جسمانی مکان سے رخصت ہو کر عالم ربانی کو کوچ فرمایا۔ مصرع مشار روح اور ازل باد۔

آپ کے ایک بہائی تھے شیخ جہس نام۔ صاحب حالات و مقامات تھے۔ اعتبار اور مقبولیت بھی اچھی تھی شیخ جہس کی قبر۔ ان کے بہائی کے برابر ہیں۔ شیخ جہس کے ایک لڑکے تھے شیخ نور الدین نام تھا۔ اپنے عم کریم اور پدر بزرگوار کی جگہ سجادہ نشین تھے۔ ہجری سنہ نو سو اکتالیس میں جسمانی جہان سے روحانی عالم کو کوچ فرما گئے۔ وارث۔ سوائے ایک چار ماہہ دختر کے کوئی نہیں چھوڑا۔ دختر کا نام خدیجہ بی بی تھا خدیجہ بی بی کی حقیقت حال بڑی لمبی چوڑی ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہجری سنہ ایک ہزار دو میں جب خدیجہ بی بی کے لڑکے شیخ قطب الدین نے عالم فنا سے گلزار بقا کو کوچ کیا۔ تو یہ رابعہ وقت اپنے آبا و اجداد کے روضہ کی یاد کر کے شہر منٹو (مانڈو) میں جلی آئین۔ اور روضہ مذکورہ کی خبر گیری بقدر استطاعت کرنے لگیں

آپ نے اس تاریخ سے اس تاریخ تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے۔ اپنی اقامت اور عبادت کی برکات سے راقم کے مکان کو سعادت دارین سے مشرف کر رکھا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ عارفات کے گروہ میں ہر طرح کی ثابت قدمی۔ جواہرزدی۔ اشار اور قناعت کے ساتھ مثل خدیجہ بی بی کی دسویں صدی میں کوئی نہیں ہے۔

یاد شیخ ظہور حاجی حمید حضور گوالیاری

آپ مولانا ظہیر غزنوی کے بیٹے ہیں۔ آپ کے عصری جسم کی اقلیم جو جسمانی اور روحانی حصوں کو شامل ہے۔ شہنشاہ عشق کا تخت گاہ تھی۔ اور آپ کے مکانی بدن کی کشور۔ جو ظاہری اور باطنی اجزا پر مشتمل ہے محمدی شریعت اور طریقت سے علیٰ صابہما افضل الصلوٰۃ والسلام پر رونق تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ کے پدر بزرگوار غزنین سے سوداگری سلسلہ میں ہند کی طرف آمد و رفت رکھتے تھے۔ ہجری سنہ آٹھ سو پینس میں آنیو عالم الہی کے باطنی شہر سے۔ عالم وجود کے صحرا میں نزول فرمایا۔ ایک سال بعد نوزاد بچہ کے کرشمے ایسے دل ربا ہو گئے۔ کہ ہم خواب کو ہمراہ لانے کا باعث ہوئے۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ اُس سال کے ایام زندگانی پورے ہوئے۔ بحجوری دودہ نہ پونچنے کے سبب نوزاد کے نازک ہونٹہ خشک شہد کی مانند ہو گئے۔ اور اُس کا نازک ساتھ جو ہنسنا تھا۔ وہ اب گریہ نیاز کی تلخی سے تبدیل ہوا۔ باپ نے اُس کی پرورش کے واسطے بہت جلد دودہ پلانے والی دایہ مقرر کر دی۔ دوش عاطفت پر اٹھا کر سب جگہ اور سب حال میں ہمراہ لئے پھرتے تھے۔ اور اُس کی جدائی کسی بیان سے بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اس اثنا میں ایک رات قافلہ والوں پر ڈاکوؤں کا گروہ آپڑا۔ اور مولانا ظہیر کو شمشیر کے جان گزرا زخم سے شہید کر کے اُس سخت جگر کے دل کو داغ میتھی دیا۔ ایسا سمجھنا چاہیے۔ کہ ان کی وفات کا رنج۔ باپ کے مقتول ہونے کے درد سے حاملہ تھا۔

القصد۔ جس قصبہ کے متصل اور اُس کی حدود میں قافلہ اُترا ہوا تھا۔ علیٰ الصباح اُس قصبہ کا مقدم اُس آفت رسیدہ زمین پر پہونچا۔ تاکہ قافلہ سالار کی حقیقت حال معلوم کرے۔ اور کٹے ہوئے ہون کے واقعات کی تفتیش و تحقیق عمل میں لاوے۔ وہاں جا کر دیکھا۔ ایک بچہ زمین پر پڑا ہوا۔ رو رہا ہے۔ کمال مہربانی اور آرزو کے ساتھ گود میں اُٹھایا۔ اسی درمیان میں ایک گھائی کے گوشہ سے ایک عورت نکل آئی۔ اُس سے پوچھا۔ تو کون ہے۔ جواب دیا میں ابنِ یتیم کی دایہ ہوں۔ مقدم کے دل کو جو یہ فکر تھی۔ کہ اس شیر خوار بچہ کی غم خواری میں کیسے کروں گا۔ اس سے اُسکو نجات ملی۔ اور خوشی پر خوشی ہوئی۔ بچہ اُسی دایہ کے سپرد کر کے اپنے گھر لے گیا

پہلے پورے اور ذرا افزون التفات کرنے لگا۔

اب غوثی تفصیل کا طومار۔ اجمال کے ہاتھ سے تہ کر کے مغزِ قضیہ لکھا ہے۔ جب اُس خرد سال بچہ کو ہوش آئے لگا۔ تو رسمی علم اور درسی فنیت کی تحصیل شروع کی۔ مقدم کے دل میں ہی آپ کا یہ عمدہ طریقہ کمب گیا۔ اور تحصیل کا بہت سا ضروری سامان ذمہ داری اور اہتمام سے جم پونچا یا۔ جب تحصیل علم کے ذریعہ سے آپ کے دل میں پوری فراست پیدا ہو گئی۔ اور نیز آپ ماجرا سے گزشتہ سے آگاہ ہوئے۔ تو اُس منصب کو چھوڑ کر گوالیار میں قیام فرمایا۔ تاکہ جو علوم اور فنون فراہم کیے ہیں۔ اُن کا داد و دستہ شروع کر دیں۔ اور علم کے بازار میں صرانی کی دوکان کھولیں۔ یکار و بار جاری ہی تھا۔ کہ اس درمیان میں ازلی حکم سے آپ کے سینہ میں خدا شناسی کا ولولہ اور طلب کا شعلہ پیدا ہوا۔ ڈھونڈتے بٹھولتے آپ کو شاہ قاضی شطاری کی خدمت میں راہ ملی۔ اور بیان پر اپنے تئیں اپنے سلسلہِ محبت میں سلسل کیا۔ توڑے عرصہ میں کامگار مرشد کی بامعترف تلقین سے مرید کو دولتِ مراد حاصل ہو کر کمالِ خوشی ہوئی۔ جب پیر بگوار نے رحلت فرمائی۔ تو مخدوم زادہ حقیقی شاہ ابوالفتح ہدیہ اللہ مرست کی خدمت میں رہ کر توفیقِ ازلی کا جس قدر فیض شاہ قاضی کی خدمت باقی رہا تھا۔ وہ شاہ مرست کی خدمت گزاری سے حاصل کیا۔ جب آپ کی عمر میں چالیس برس کا چلہ پورا ہو گیا۔ اور ادھر توفیق کی شراب کا دور ختم ہوا۔ تو اپنے سفرِ حجاز کی اجازت چاہی شاہ ابوالفتح نے نامدار خانوادہ کی خلافت کا خرقہ عطا فرما کر سفرِ مبارک کی اجازت دی۔ یہ واقعہ شاہ ابوالفتح کے ذکر میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ وہاں پر دیکھ لینا چاہیے۔ جب رخصتِ حاصل ہوئی۔ اور ارادہ بھی مصمم ہو گیا تو اپنے سیاحی کی چادر کندھے پر ڈالی اور ہرست اور ہر شہر کے بزرگوں اور عارفوں سے راہِ تصوف میں محنوی سلوک اور منزلِ شناسی کا توشہ حاصل کیا۔ منجملہ ان سب کے۔

آپ کا اعلیٰ درجہ کا ذخیرہ وہ ہے۔ جو ادیبیہ سلسلہ میں شیخ علی شیرازی کی خدمت سے ملا تھا۔ شیخ علی شیرازی کا لقب علی ثانی ہے اور شیخ عزیز الدین عبداللہ مصری کے خاص مرید ہیں۔ جو ایک روایت سے امام زمان ابوالوقت خواجہ اولیس قرنی بمبئی کے بے واسطہ مرید ہیں۔ انواع و اقسام کی اثر بخش دعائیں اور طریقہ صوفیہ کے اشغال۔ یہ چیزیں امام زمان کی نسبت محکوم کا حکم رکھتی ہیں۔ اور علی ثانی کو سلسلہ کے معین طریقہ سے تھوڑی تھوڑی کر کے عنایت ہوئی تھیں۔ یہ سب علی ثانی کے ارشاد کی برکت سے حاجی حمید حضور کو بھی پہنچیں۔

دوسرے چشتیہ سلسلہ میں شیخ محمد غیاث چشتی کی ملازمت سے سپردگی نامہ۔ اور اجازت کا فرقہ حاصل ہوا شیخ محمد غیاث چشتی۔ خواجہ معین الاسلام کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ اور خواجہ معین الاسلام۔ شیخ حسام الدین مانک پوری کے خلیفہ تھے۔

خلاصہ اس تمام گزارش کا یہ ہے کہ آپ نے تمام ارکان ادا کر کے مدینہ معظمہ کے طواف کا عزم فرمایا۔ اور وہاں پر چالیس برس کا ایک چلہ نبی علیہ السلام کے روضہ قدس کی جاروب کشتی میں بے انتہا شوق کے ساتھ پورا کیا جب عمارت بدن میں پیری کی سستی پیدا ہوئی۔ تو ایک روز خواجہ معین اوب کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کیا۔ حاجی حمید حضور کو پیری کی ناتوانی نے آدیا۔ اور ظاہری فرزند کوئی ہے نہیں۔ پس یہ ابن احمد یہ اور احمد یہ اسرار کو کیا کرے۔ جو اس کی قوت ملکہ میں محفوظ ہیں۔ اور نیز جو مکاشفہ میں بزرگان امت حضور کی پیروی سے فراہم ہوئے ہیں۔ اور یہ اسرار کس کو سپرد کرے۔ جس طرح ارشاد ہو تعمیل کی جاوے کہتے ہیں خواب کے پردہ میں دو خرد سال با کمال سعادت مندوں کی دو مثالی اور خیالی صورتیں آپ کی چشم بصیرت کے سامنے کر دی گئیں۔ اور ارشاد ہوا۔ یہ فرشتہ نما صورتیں جن اطفال کی ہیں۔ دو ہمارے باطنی خزانوں کی خزانچی گری کے واسطے ازل سے نام زد ہیں۔ اور ان کا دیدار ہند میں تم کو فکر تلاش سے رہائی بخشنے گا۔ اس ارشاد کے مضمون سے آپ نے یہ اخذ کیا۔ کہ زمین ہند کو بازگشت کی اجازت ہے۔ جب دریائے اعظم سے گزر کر اپنے مکان مافوق کو الیاء میں واپس آئے۔ تو چند روز بعد جو علیہ خواب میں دیکھا تھا۔ وہ شیخ بھول باد شیخ محمد کی صورتوں میں بحالت بیداری جلوہ گریا۔ یہ دیکھ کر بہت کچھ شکر الہی بجالائے اس وقت میں شیخ محمد کی عمر سات برس سے متجاوز تھی۔ اور خدا شناسی کے کوچہ میں ابھی یہ طفل نو خرام تھے۔ اپنے دونوں کو موثر نفس کی امداد سے اپنی طرقت کی بیخ خدمت میں متوجہ کیا۔ اور ناموس و خاوندوں کے مشائخ جو کمالات اور حالات رکھتے ہیں۔ ان کے اطوار اور اسرار سے بالخصوص شطاریہ مشرب کی رفتار۔ دعوت کافن افکار کی طرز۔ اور اشغال و تصورات کی سندیں۔ غرض کمال حیرت دو سال کے اندر تعلیم و تلقین فرما دین شیخ بھول کو ہمراہ لیکر صوبہ بہار کی طرقت سیر کو چلے۔ اور شیخ محمد کو چنار کے کوہستان میں حجرہ ریاضت کے اندر حصول معرفت کے واسطے مشغول فرمایا۔ پر چند روز بعد شیخ بھول کی سفارش شیخ محمد سے کر کے حصول فیضان کے واسطے ان کے پاس روانہ کیا۔ شیخ محمد نے بہائی کی گرہ کشائی۔ پیر کی خدمت سے سمجھ کر لوٹا دیا۔ اور اس بتا آپ کے حضور میں ایک عرض لکھا انشاء اللہ تعالیٰ یہ ماجرا ان دونوں بزرگوں کے ذکر میں ایک متوسط تفصیل

کے ساتھ لکھا جاوے گا۔

کتے ہیں۔ تیرہ سال اور چند مہینے بعد جناب حاجی صاحب نے معاودت فرمائی۔ مرید کو مراد کے ساتھ کامیاب پایا۔ اور مرید کی مشاق آنکھیں اپنے دیدار سے منور فرمائی۔ مرید نے بھی ایام ریاضت میں یہ کام کیا کہ اپنے اعمال کو پانچ طریقوں پر ترتیب دیکر ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی جس کا نام جواہر خمسہ رکھا تھا۔ یہ کتاب شریعت و سلوک کے الطوار اور طریقت و تقویٰ کے اسرار پر مشتمل ہے۔ اور جمیع خدا شناس سالکوں کے واسطے دستور العمل کا حکم رکھتی ہے۔ جب یہ کتاب مرید نے پیر کی خدمت میں پیش کی۔ جو حالات عرفان کو شامل ہے۔ اور اس کا انجام بھی عرفان ہے۔ تو پیر نے خوش ہو کر فرمایا۔ اسرار اور اعمال کے جواہرات۔ جو میرے تصرف اور قدرت میں تھے۔ وہ قبل ازین تم کو حوالہ کر چکا ہوں۔ اور میں نے اپنے پاس نام کے سوا کچھ نہیں رکھا تھا۔ اب نام کو بھی کتاب کے صلہ میں جو معلم افعال ہے۔ تمہارے اوپر تصدیق کرتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجا لا کر فرمایا۔ خدا کا احسان ہے۔ کہ اس تنگ کوچہ (دنیا) میں آتے وقت جو رنگ رکھتا تھا۔ یہاں سے جاتے وقت اُس وقت کے ہم رنگ ہونا اس کے چند روز بعد فارغ الہالی اور دل آسودگی کے ساتھ تالیخ بائیسویں ذی الحجہ ہجری سنہ نو سو تیس کو فرق کی تفرقہ سرائے (عالم دنیا) سے مجمع الجمع کی جمعیت آباد (عالم علوی) کو کوچ فرما گئے۔ آپ کی خواہگاں بہار اور سارن کی زمین پاک میں ہے۔ جس کا طواف چوٹے بڑے اب بھی کرتے ہیں۔

مصرع طواف مرقد مردان نصیب ینان باد

یاد شیخ ابوالفتح ہدیۃ السمرست

آپ شیخ قاضی شطاری کے بیٹے ہیں۔ قدس سرہما آپ کی کرامتیں ظاہر اور مقامات عالی تھے بزرگان زمانہ کے تلقین محل میں دانش و نبیش کا چراغ جلا رکھتا تھا۔ کتے ہیں۔ آغاز جوانی میں آپ پدر بزرگوار کی تلقین سے رہ گئے تھے شیخ ظہور حاجی حضور آپ کے باپ کے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے آپ کی رہنمائی میں پرستانا ہمت اور عزم کو کام فرما کر دو جہانی کمالات سے مستفید کیا۔ اور تصویت کی منزلیں اور مقامات طے کر ادئے بیان تک کہ آپ مسند پر وفق بخش ہوئے۔ بالآخر جو خلافت کا فرقہ آپ کے پدر بزرگوار سے حاجی حضور کو ملتا تھا۔ وہ حاجی حضور نے آپ کو دیا۔ اور کہا شیخ قدس سرہ نے یہ فرقہ آپ کے لیے میرے سپرد فرمایا تھا۔ اب آپ اس کو پسین۔ اور طالبان خدا کی رہنمائی کریں۔ اس کے بعد چند روز اور حاجی حضور نے آپ کی خدمت میں

کو شش کی - خرقہ خلافت آپ کے لیا - اور اپنے تین شیخ ابوالفتح کی خلافت سے مشہور کیا - کہتے ہیں ہجری
 سنہ نو سو چھیالیس میں جنبت آشیانی نصیر الدین ہمایون شاہ نے جب صوبہ بنگالہ فتح کیا تھا - تو شاہ آپ
 کی ملازمت میں حاضر ہوا - اور جب دارالسلطنت آگرہ کو واپس آنے لگا - تو نہایت ادب اور آرزو کے ساتھ
 آپ کو اپنے ہمراہ لیا - اثنائے راہ میں شاہ کو دشمنوں کی نظر لگ گئی - اور شکر میں تشویش اور پراگندگی پیدا ہوئی
 مجبوراً شیخ ابوالفتح نے جاجی پور میں قیام فرمایا - اور واپسین نفس تک یہیں رہے - جب زمانہ زندگی پورا ہوا
 تو اُسی جگہ آپ کی قبر بھی بنی - آپ کے بیٹے شیخ رکن الدین تھے - صورت و سیرت - علم و عمل - اور حال و
 قال میں پدید بزرگوار کی مثل تھے - باپ کی جگہ سب جاوہ نشین ہو کے - شیخ کمال الدین سلیمان قریشی جو -
 راقم کے معلم ہیں شیخ رکن الدین کے بڑے خلیفہ ہیں -

یاد مولانا شمس الدین محمد زبیر

شیراز کے بزرگ علمائے آپ کا شمار ہے - عبارت آرائی - اور استعارات پیدا کرنے میں کمال کا درجہ
 حاصل تھا - سلطان محمود دھلان کے عہد میں اپنے وطن ترک کر کے - اپنے قدوم مبارک سے صوبہ گجرات کو رونق
 بخشی تھی - اور آپ کے التفات سے سلطان محمود العاقبت نے بہت کچھ فائدہ اٹھائے مگر محمود شاہی
 آپ ہی کی تصنیف ہے - تشبیہ - توجیہ - تمثیل - اور استعارہ کے ذریعہ سے حکایت لکھنے میں شور انگیز شیرازی
 عبارت کے اندر بہت کچھ پیدا کی ہے - اس کتاب کے واقعات پڑھنے سے تاریخ پڑھنے والوں کا دل خوش اور
 عبرت و تجربہ اور حیرت و آگاہی سے مالا مال ہوتا ہے -

یاد شیخ بخشو

آپ خدا دوست ہیں فرق من اللہ (ولادت) اور وصل الی اللہ (بعد وفات) کا آپ کا مکان
 دکن (سندھ) میں تھا - کچھ کے درخت سے ایک شیرہ (دودھ) نکلتا ہے جس کو ہندی زبان میں تاڑی کہتے ہیں
 اکثر لوگ نشہ اور کیف کے واسطے پیتے ہیں - چونکہ آپ کا قدم - شریعت کے راستہ پر استوار تھا - اس واسطے اپنے
 ایک بند جاگیردار کی امداد سے تاڑی کے گڑون کو توڑ کر پینے والوں کو پینے سے روکا - اس عداوت سے یہ لوگ
 ایک مدت اس بات پر آمادہ ہوئے - کہ شیخ کو عالم ہستی سے ہی نہایت و نابود کر دینا چاہیے - جب فراہم ہو کر آپ کے
 حجرہ کے پاس پہنچے - یکایک اندھے ہو گئے - یہ کرامت دیکھ کر ناچار تمام لوگ عند معذرت کے واسطے روتے
 بہینکے شیخ کے آستانہ پر حاضر ہوئے - اور سڑن پر کہہ دیا - آپ نے ازراہ مہربانی اندھوں کی طرف نگاہ کی - جو رنجی

جاتی رہی تھی۔ وہ پریٹ آئی۔ قصہ کوتاہ یہ ہے۔ کہ ہجری سنہ نو سو سولہ میں۔ آپ نے مکان بستی سے کوچ فرمایا۔
تین بیٹے چھوڑے۔ شیخ بدین شیخ حسن شیخ معین الدین۔ ان میں اولین صاحب زادہ۔ علوم متداولہ
سے آراستہ اور حسن افعال کے ساتھ پیراستہ باطن میں غلغ۔ اظہار میں پاکیزہ تھے۔

یاد شیخ عطن

آپ ترکی نسل سے ہیں۔ آپ کے رسمی اور لدنی علوم کمال کے درجہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ سلطان بکند
دو ہی کا زمانہ تھا۔ جب آپ ترکستان سے ہند کی طرف آئے۔ اور ناگور کو اپنا وطن اور ابدی آرام کی جگہ قرار دیا۔
ایک سو بیس سال زندگی اور زندہ دلی کے ساتھ گزارے بہت سے لوگوں نے آپ کی ملازمت سے نور معرفت
حاصل کیا۔ بالخصوص حقائق آگاہ شیخ مبارک ابن جعفر نے آپ کے موثر اور فیض بخش دم سے تلقین
پائی تھی۔ یہ حال کچھ توڑا سا شیخ مبارک کی مبارک یادداشت میں بھی انشاء اللہ لکھا جاوے گا۔

مصرع عطا ہائے الہی روز شیش باد۔

یاد شیخ عبد اللہ بیابانی

آپ شیخ سہار الدین دہلوی کے بیٹے ہیں۔ علم اور معرفت میں کمال رکھتے تھے۔ آبادی سے ہٹ کر بیابان میں
بسر کرتے تھے جب بھوک کی آگ بڑھتی تھی۔ تو خود روگھاس کھالیا کرتے تھے۔ چاروں فصلیں آسمان کے نیچے گزار
تے۔ ربانی کلام حفظ تھا۔ ایک بار روزمرہ ختم کیا کرتے تھے ہر روز صبح کے وقت صحرائی دھوش بادل پر عذاب کے
دیدار کے واسطے آکر چاروں طرف گرد جمع ہوا کرتے تھے۔ جب آپ اشارہ فرماتے تھے۔ تب اپنا اپنا راستہ
لیتے تھے۔ فرمان روا یاں خلجی کا زمانہ تھا۔ کہ منڈو (مانڈو) میں آئے۔ قلعہ کے نیچے کا جنگل آپ کو بہلا معلوم
ہوا۔ ایک مدت تک آپ نے وہیں بسر کی۔ لوگوں کی صحبت کم رکھتے تھے۔ جب فرمان طلب پہنچا۔ تو کشاں کشاں
کے ساتھ بیٹھا قریب کو روانہ ہوئے۔ خواب گاہ موضع چتری میں ہے قلعہ منڈو سے تین کوس کے فاصلہ پر جنوب
اور مغرب کے گوشہ میں۔ آپ کے کوئی مکان نہ تھا۔ البتہ آپ کے چچا زاد بھائیوں میں ایک ضعیف العمر شخص تھے
شیخ حسین نام تھا۔ شیخ حسین کو خوشگلی اور اذیت غایت درجہ تھی۔ راقم کلزار کے ساتھ موسم یک جہتی
رکھتے تھے شیخ جمال کنبو مصنف سیر العارفین کے اشعار جو شیخ سہار الدین کی مدح میں ہیں۔ وہ شیخ حسین
کو یاد تھے۔ موقع اور محل پر پڑھا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں کوچ فرمایا۔ ایک لڑکا چھوڑا نامہ شیخ
گورن نام۔ بنیاد علی الاطلاق اس کو باطنی نور عطا فرماوے۔

یاد شیخ چمن قریشی

آپ کی خوابگاہ اگر زمین ہے۔ دینی علوم۔ بہرگز گاری۔ بلند تہمتی۔ ایثار۔ توکل۔ شان بزرگ۔ اوجہاں
پسندیدہ یہ صفات آپ کو حاصل تھیں۔ آپ افضل زمان شیخ ابوالفضل مبارک ابن خضر کے عباد دی ہوتے
ہیں۔ ایک روایت سے شیخ سماء الدین دہلوی کے مرید ہیں۔ جو شیخ جمال دہلوی کے پیر تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے
موت کے واسطے حین عنایت الہی سے کہ صورت علیٰ اُسی سے مراد ہے۔ چار چیزیں کافی ہیں۔ علم و عمل۔ عمر۔ اور
عنایت۔ اور یہ چاروں چیزیں۔ طینت بشری کے خمیر میں داخل ہیں۔ ان کے حصول کے لئے دعا کے
ذریعے سے خواہش کرنی چاہیے۔ جب عبودیت کا درجہ کمال کو پہنچے گا۔

یاد شیخ ابوبکر قریشی

آپ نے سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں۔ اصلی وطن سے آکر دار السلطنہ آگرہ میں مقامت اختیار کر لی
تھی۔ رسمی علوم میں آپ کو تبحر حاصل تھا۔ اپنے وقت کے پرہیز گار تھے۔ وصایاے امام محمد رحمہ اللہ پر۔ اور
اصول بزدی پر ایک شرح لکھی ہے جو مشکون کو حل کرنے والی۔ اہمکت آرا ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک رات عالم
مثال میں۔ خاتم النبوة علیہ السلام کی ملازمت حاصل ہوئی۔ حضور سے ارشاد ہوا۔ جاؤ۔ وہ زمین۔
جس میں عصا گاڑا گیا ہے۔ اُس میں ایک کنواں کھدواؤ۔ علی الصباغ اُس زمین کو جا کر جو دیکھا۔ تو ایک گڑھا
نمناک پایا۔ جو گاڑے ہوئے عصا کے نوک کی مقدار سے تھا۔ آپ نے حکم کی تعمیل نہایت کوشش کے ساتھ
اب اس جگہ ایک کنواں ہے۔ جو ہمیشہ شیریں پانی سے مالا مال رہتا ہے۔ آخرین سفر کے بعد جوگی پور میں
دفن کئے گئے جو اگر ملکی اطراف میں ہے۔

یاد شیخ جلال محمد قادری

آپ کی پیدائش دہلی کی ہے۔ ظاہری علم کی تحصیل کے واسطے گجرات کی طرف چلے گئے تھے۔ تمام
منون متداولہ۔ اور علوم و سیۃ تحصیل کئے۔ اس کے بعد حذا شناسی کا دلولہ دل سے جوش کر اٹھا۔ رہنما شہ
کی تلاش ہوئی۔ ان ایام میں شیخ بہاء الدین انصاری ملتانی شہر سنڈو (مانڈو) میں تھو ان کی۔ فیض بخشی کا شہر
آپ نے سنا۔ کان کھڑے ہوئے۔ ناچار گجرات سے سنڈو میں آکر رہائے مریدوں کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔ اور چند
سال شیخ انصاری کی خدمت میں رہ کر دانش و نیش کا حصہ لیا۔ جب آپ کے پیر۔ حاکم مالوہ سلطان محمود
خلجی سے رنجیدہ ہوئے۔ تو آپ نے بھی پیر کے ساتھ دولت آباد دکن کا غزم کیا۔ میان پرنا لکھنؤ نفس کی

کی لڑائی میں کمال کوشش کر کے فتح حاصل کی۔ بعدہ لوگوں کی ہدایت کے واسطے برہان پور میں رہنے کی اجازت مانگی۔ اہ ملی۔ جب سفر حجاز کو گئے۔ تو دل میں یہ ٹٹانی۔ کہ اگر زندہ واپس آؤں گا۔ تو جس شہر میں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ اسی شہر میں قیام کے واسطے بسترہ جمادون گا۔ اتفاقاً اثنائے راہ میں دستون کی بیماری لاحق ہوئی۔ جس نے آپ کو ہمارے یوں کے ساتھ چلنے سے باز رکھا۔ بے علاج قافلہ سے تنہا۔ اور آبادی سے دور ایک جنگل سیابان میں رہ گئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں۔ ایک شتر سوار۔ اوگٹ راستہ سے آنکلا۔ اور بیمار کا مقصد پوچھنے لگا۔ کیفیت عرض کی گئی۔ پر اپنے شتر سوار کے کہنے کے بموجب آنکھیں بند کر لیں۔ شتر سوار نے ہاتھ پکڑ کر اونٹ پر سوار کر لیا۔ اور جلدی سے آنا دیا۔ جب آنکھ کھولی۔ تو اپنے اپنے تین مناک کے بازار میں پایا۔ نہایت خوشی ہوئی۔ اور کمال عجز و نیاز کا اظہار کیا چند روز بعد جو لوگ ہمراہی میں تھے۔ وہ بھی پہنچ گئے اور آپ کے پہنچنے کی سرگزشت سن کر کمال حیرت ہوئی۔ القصۃ حج اہ عمرہ کے ارکان ادا کر کے ہند کی طرف معاودت فرمائی۔ اور برہان پور میں آکر گھر ہی بنایا۔ اور خانقاہ بھی تعمیر کی بہت سے لوگوں کو ہدایت کر کے اسی معرفت کے درجہ کو پہنچایا۔

کہتے ہیں۔ ایک رات پیر نے خواب میں فرمایا۔ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا خرقہ جو مجھ کو پہنچاتا تھا وہ اب تمہارے پاس مانت ہے۔ اُس خرقہ کو بید میں فلان روز شیخ محمد ملتانی کو پہنچا دو۔ جو ہمارے خاص خلیفہ ہیں۔ چونکہ تین شبانہ روز کی مدت میں تین سو کس کی مسافت طے کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ لہذا بجائے پانوں کے بازوئے ہمت پر راز میں ڈالا اور غداؤں و ہا شہر و ورا و اھھا شہر کی طاقت ظاہر فرمائی۔ پاکی وادہ کمار کہتے تھے۔ کندہ ہون پر بالکی کو۔ اور زمین پر پانوں کو مس نہیں ہوتا تھا۔ مسلمان تخت کی طلع ہوا میں نہایت سبک چلی جاتی تھی۔ وقت معیہ سے پہلے جہان پہنچاتا تھا۔ جا پہنچے۔ اور قورے عرصہ میں برہان پور کو لوٹ آئے۔

شاہ شہباز کے خلیفہ شیخ جلال متو کو ایک ذات ایسا معلوم ہوا۔ جو جو فرشتے آسمان سے زمین پر آ رہے ہیں۔ دریافت کیا۔ کس کام کے واسطے ماموری ہوئی ہے۔ فرمایا۔ شیخ جلال کی روح مقدس کے استقبال کے واسطے ہم بھیجے گئے ہیں۔ شیخ جلال متو نے اپنے تین مطلوب سمجھ کر علی الصبح واپس سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس شان میں ایک دوست آئے۔ اور بیان کیا۔ آج رات کو عالم قدس کے باشندوں نے مجھے

۱۲ اُس کی صبح کی منزل ایک جینے برکی (راہ) ہوتی اور (اسی طرح) اُس کی شام کی منزل جینے برکی (راہ) ہوتی ۱۲

شیخ جلال محمد قادری کی رحلت کی اطلاع بخشی ہے۔ ہنوز کلام انجام کو نہیں پہنچا تھا کہ ایک شخص مجلس میں آیا۔
 اسی شیخ جلال محمد قادری کے واسطے حق ہونے کی خبر بیان کی۔ تاریخ تیسویں صبح الاول ہجری سنہ نو سو اٹالیس تھا
 آپ کی قبر برہان پور کے بازار میں مقدر تھی۔ کہ بنائی گئی۔

یاد شیخ احمد ناز نولی

آپ شاگردِ اودیز مرید شیخ حسین ناگوری کے۔ اور فرزندِ قاضی محمد الدین کے ہیں۔ جو قاضی شمس الدین کے
 پوتے تھے۔ نسل میں امام محمد شیبانی کو پہنچتے ہیں۔ جو امام اعظم ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے دوست تھے۔ کہتے ہیں
 شیخ احمد سات بہائی تھے۔ جو تمام۔ علم۔ اور پیرنگاری کا لباس رکھتے تھے۔ لیکن علم عمل۔ عمر۔ اور عبادت کے اعتبار
 سے سب میں زیادہ بزرگ آپ ہی ہیں۔ سولہ برس کی آپ کی عمر تھی۔ کہ زمانہ کے تمام علماء پر علمی بحث میں آپ غالب تھے
 اور دولت مندوں کی محفل میں بالانشین تھے۔ اٹارہویں سال میں بمبئی طبع پر بیعت کر کے مجلسوں میں بیٹھا۔ اور
 مباحثے کرتا ترک کر دیا۔ اور گوشہ نشینی کے ارادہ پر جمیر میں آ پہنچے۔ روزِ مردِ آدمی ہاں تک وقت خواجہ معین الاولیا
 کے روضہ پر جایا کرتے تھے۔ یوسفی اعجاز سے دروازے کھل جاتے تھے۔ اور اُس وقت سے لیکر چاشت کے وقت تک
 سولے ورد۔ دعا۔ نماز نفل۔ اور نماز فرض کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ نہ کوئی حرفِ زبان سے نکالتے تھے۔ اس
 کے بعد سولے کے وقت تک درس۔ قیلو۔ نماز فرض۔ اور مستحب۔ دعا خوانی۔ وعظ گوئی۔ اور تفسیر میں مشغول
 رہ کر ایک پبلک ہاؤس کی فرصت ہی اپنے اوپر جائز نہیں سمجھتے تھے۔

القصة۔ اسی طرح پر شہر برس اُس جگہ گزارے۔ ہجری سنہ نو سو اٹالیس میں جب کہ آپ کی عمر نوے کو پہنچی
 تو خواجہ معین الاولیا کی طرف سے اطلاع ملی۔ کہ اس شہر میں ایک عظیم انتہائی والی ہے۔ لہذا آپ اپنے مریدوں کا گروہ ساتھ
 لیکر اناسا نکال کے حادثہ سے سات روز پیشتر بہرِ حرک سکونت ناز نول میں جا پہنچے۔ تین برس بعد الہدین مجتبیٰ
 سربراہ آپ کے مقابل ہوئے۔ اور کہا۔ احمد۔ دوڑو۔ عنقریب پیغام طلب آتا ہے۔ ناچار آپ سرگردان اور پریشان ناگوار
 پہنچے۔ دو سے سال بچپوں میں ہجری سنہ نو سو اٹالیس میں عالم علوی کو کو بیع فرما گئے۔

غوث الاولیا کی تصنیفات سے کچھ اور ادھین۔ ان میں صاحبِ مودع تحریر فرماتے ہیں۔ جس زمانہ میں
 کہستان چنار میں رہ کر نفس کے ساتھ میں بہاری لڑائی کر رہا تھا۔ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ شیخ
 شرف احمد۔ یحییٰ سنیری۔ بہار اور بنگالہ کے مشایخ کبار کا گروہ ساتھ یہ ہوئے۔ دریائے گنگا کے کنارہ کھڑے
 ہوئے ہیں۔ اور اس درویش کو بلاتے ہیں۔ جب خواب کے میدان ہوا۔ تو ملازمت میں حاضر ہوا۔ ارشاد ہوا۔

ناگور تک تم چار سو سچو پوینے بہانہ کیا۔ تو قبول نہیں ہوا۔ فرمایا۔ آج قطب زمان شیخ احمد مجدد خلیفہ شیخ حسین
 ناگوری نے عالم علوی کو کوچ فرمایا ہے۔ اور حضرت خاتم النبۃ علیہ السلام نماز جنازہ کے واسطے تشریف
 لائے ہیں۔ مشایخ کے پوچھنے کا انتظار دیکھ رہے ہیں۔ یہ تقریر سکر مزید انکار کی گنجائش نہیں رہی۔
 شرف الاولیا نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور ہو کما۔ ہم فوراً دہلی میں پہنچ گئے۔ اس صوبہ کے مشایخ وہاں منتظر تھے۔ ریسے
 فراہم ہو کر ایک ساتھ صوفیہ جو کما۔ تو اپنے تئیں ناگور کی حدود میں پایا۔ ناگاہ حوض برتے کے کنارہ ایک تابوت
 نظر آیا۔ جس کے نزدیک سرور انبیا علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بزرگانِ مشرق و مغرب گروہ کے
 گروہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس درویش کو اولین صفت میں بلایا۔ اٹھ شیخ فرید الدین عظام کی طرف ارشاد ہوا۔
 کہ اپنے فرزند سے کہو۔ کہ امام بنے۔ کمال ادب اور ڈر سے بدن پر عرشہ پیدا ہو گیا۔ عرض کیا گیا۔ یہ ڈرتا ہے اور
 اس کے سوا کوئی اور ذی جسم اس جگہ ہے ہی نہیں۔ فرمایا۔ کہو۔ امامت کرے۔ میں نے عرض کیا۔ نماز جنازہ کی نیت
 اور دعا مجھ کو اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ یہ ناواقفیت کا عند بھی حضور میں پیش کیا گیا۔ فرمایا۔ جنازہ کی نماز میں
 کسی خاص نیت اور دعا کی شرط نہیں ہے۔ بس توجہ اور تکیہ کافی ہے۔ اس پر درویش نے ترکیب کی تعلیم
 کے لئے التماس کیا۔ فرمایا۔ کہو الصلوٰۃ لله والمتوابع للمیت اللہ اکبر۔ اور ہر بار آنکھیں
 بند کرو۔ اور کہو لو۔ اور اسدا کبر کہو۔ بیان تک کہ چار تکبیریں پوری ہو جاویں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب
 آپ کو سپرد گور کر دیا تو رسول خدا نے تحفہ سلام و درویشان حاضر و غائب کو پہنچا کر۔ کوچ فرمایا۔ شرف الاولیا نے
 میرا ہاتھ پکڑا۔ اور اپنے تکیہ میں لے آئے۔ جب آنکھ کھلی تو اپنے تئیں معمولی جگہ پر پایا۔
 خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپ کی بزرگی میں کسی شخص کو کلام نہیں ہے۔ آپ اپنے پیر کی طرح خاندان بنوی
 علیہ السلام کی محنت میں گویا بہن تھے۔ ربیع الاول مہینے کے اولین بارہ روز میں۔ اور محرم مہینے کے اولین
 دس روز میں ہائیں کی طرح نیا اور دہلا ہوا کپڑا نہیں پہنا کرتے تھے۔ اور سو گواروں کی طرح زانو پر سر۔ اور سر پر
 ہاتھ رکھے ہوئے۔ نوحہ اور نالہ کرتے رہتے تھے۔ اور کہنا اور شربت جو کچھ ہاتھ سے بن پڑتا تھا۔ درویشوں کو
 اور یتیموں کو دیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی سید کے مقابلہ میں شرعی دعویٰ پیش کرتا تھا۔ تو آپ منت اور
 سماجت کے ساتھ ایسی صورت پیدا کرتے تھے۔ جس میں سید کی جانب داری نکلتی ہوتی تھی۔ اور کہا کرتے
 تھے۔ سادات کے ساتھ از روئے مروت پیش آنا چاہیے۔ نہ از راہ شریعت۔ آپ کی خواب گاہ سلطان
 اتار کین حمید لا اولیا کے روضہ میں اپنے پیر بزرگوار کے مزار کے تحت میں ہے۔

یاد شیخ عبد الوہاب

آپ بخاری۔ ملتانی۔ اور سید جلال شہر ضلع نسل سے ہیں۔ جو مخدوم جہانیاں کے جد امجد تھے۔ کہتے ہیں۔ سید جلال بزرگ کے دو بیٹے تھے۔ سید احمد۔ اور سید محمود۔ مخدوم جہانیاں سید محمود کے بیٹے ہیں۔ اور آپ اولین بیٹے (سید احمد) کے پوتوں میں سے ہیں آپ کو دوبار سفر عجاز کے ذریعہ سے ارکان مع ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اولاً ملتان سے۔ اور دوسری دفعہ دہلی سے۔ سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں اپنے وطن سے دہلی میں آکر۔ گہر بنایا۔ اور گہر والی ہی ہم پونچائی۔ آپ کے ایک لڑکا تاج محمد بابا ابو الغیث نام۔ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جاتا تھا۔ فرمان رواے تقدیر اسکو راستی کے قالب میں ڈھال دیتا تھا۔ پھر بزرگوار لودھی کی ترقی اور سلامتی کی خواہش رکھتے تھے۔ اور اس میں کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک روز مخدوم بابا کے نے باپ سے کہا۔ بابا بے فائدہ کوشش۔ اور ناشکوری نہ کیجئے۔ کیونکہ اس سال کیا سلطان۔ اور کیا میں اور آپ غرض کوئی بھی اس جگہ رہنے والا نہیں ہے۔ کہتے ہیں۔ اسی سال ظہیر الدین بابر بادشاہ نے دہلی کی طرف چڑھائی کی۔ رودی کے لشکر اور چغتائی سپاہ کے درمیان میں بڑی باری لڑائی ہوئی۔ اس میں سلطان سکندر مع بہت سی فوج کے میدان لڑائی میں مارا گیا۔ اور یہ دونوں شخص ہی ایزدی حکم کے بموجب اسی سال میں۔ کہ ہجری سنہ نو سو تیس تھا۔ عالم صورت سے رخصت ہوئے اور مخدوم کا قول سچا ہوا۔ خواب گاہ شیخ عبد اللہ قریشی کے مزار کے برابر میں ہے۔
بہائی دہلی کی حد میں۔

یاد شیخ سالار ناگوری

آپ نے بامداد توفیق۔ تحقیق کے واسطے جان بیانی کی۔ اور اس ذریعہ سے عبرت اور تجربہ حاصل کیا تھا میرا اور توران میں ہو چکا کتابی فنون۔ اور ضروری علوم۔ بزرگان وقت سے تحصیل کئے۔ لگوں کو بہت کچھ فیض پہونچایا۔ بالخصوص مخزن جواہر علوم واسر شیخ مبارک خفہ نے آپ کی خدمت سے آہنی معرفت میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا تھا مصرع مقام روح قدسی جان اوباد پو شیخ مبارک نے اپنی بعض تصنیفات میں آپ کے حالات موقع موقع سے لکھے ہیں۔ ان تمام حالات کے واسطے یہ مختصر سال گنجائش نہیں رکھتا ہے۔

یاد شیخ جمال بہتری

بہتری ایک موضع ہے احمد نگر دکن کا۔ آپ سید حسین حسینی قادری کے فرزند ہیں۔ آپ کے بزرگان سلف غوث العرفا شیخ محی الدین جیلانی قدس سرہ کو پہونچتی ہیں۔ آپ کے پد بزرگوار ہرگز کے راستہ سے دکن میں آئے۔

تھے۔ اور بہتری کے اندر پیرن کر قیام کیا بیان تک کہ رحلت فرما گئے۔ اُس وقت شیخ جمال خرد سال تھے۔ چونکہ اس موقع میں آپ چوٹے سے بڑے ہوئے تھے۔ لہذا نام موضع کے ساتھ نام زد ہو گئے۔ سلطان بہادر گجراتی جس سال دکن میں آیا تھا۔ اُسی سال میں اُسے شیخ سے ملاقات کا بھی ارادہ کیا تھا۔ مگر یہ چاہا۔ کہ شیخ مجھ کو تعظیم دین۔ شیخ کا حال یہ تھا۔ کہ دنیا کے ساتھ وابستگی رکھنے والوں کے لئے۔ تعظیم کو جگہ سے اٹھانین کرتے تھے۔ لہذا آپ نے سلطان کے آنے پر تعظیم نہیں دی۔ بدستور بیٹھے رہے۔ جب سلطان آپ کی خدمت سے لوٹا۔ تو ندیموں نے دریافت کیا۔ کہ خیال تو یہ تھا۔ شیخ۔ شاہنشاہی تو اس کے واسطے اپنی جگہ سے اُٹھیں گے۔ اس اندوہنی خیال کا ظہور کیوں نہیں ہوا۔ سلطان نے جواب دیا۔ کہ دالین اور بائین دونوں طرف سے مدفیر میرے اوپر حملہ کے واسطے نظر ڈال رہے تھے۔ ادنیٰ آپ کا فروغ دیدار میرے شعہ غضب کو پست کرتا تھا۔ اس سبب میرے دل میں ایسا ڈر بیٹھا جس کا بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ خلا کلام یہ ہے۔ کہ سلطان واپس ہوتے وقت آپ کو کمال عجز و کمسار کے ساتھ گجرات میں لایا۔ اور احمد آباد میں گہرا درخانقاہ بنادی۔ آپ کے پانچ بیٹے مشہور تھے۔ امین اللہ۔ یتیم اللہ۔ صدونی۔ حسین اور بدر الدین۔ یتیم اللہ کو سید غیاث الدین کی لڑکی کے ساتھ کہ خدا کر دیا تھا۔ یتیم اللہ ایک عالم آدمی تھے۔ دس دیا کرتے تھے۔ اور باپ کے بھانشین بھی ہوئے۔ لاقم ہی ہجری سنہ ایک ہزار تین میں بمقام احمد آباد ان کے ملازمت سے مشرف ہوا تھا۔ کم و بیش پانچ برس بعد سنا۔ کہ وہ عالم علوی کو کوچ فرما گئے مصرع بادا جمال دوست ضیا بخش چشم او۔

یاد سید حسینی

آپ عرب زادہ ہیں۔ جس زمانہ میں رانا سانکا نے چندیری کی لوٹ مار کی تھی۔ اُس زمانہ میں اہل اسلام کو ہفت کا دن دیکھنا اتھ لکلیفات کی زمین پر بیٹھا نصیب ہوا تھا۔ ۱۲۰۰ ہر ایک ملک میں در بدر بینوایانہ پرتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ اپنے وطن سے گجرات میں آئے ہوئے تھے۔ چندیری کا حال سکر شکستہ ولوں کی امداد کے واسطے چندیری کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دسور (مندسور) میں پہونچے۔ تو ایک مقام پر پانی کے کنارہ ایک راجپوت مسواک کر رہا تھا۔ اس حالت میں راجپوت کی نظر درویش پر پڑی۔ آپ کے ہمراہ دو شخص ابھی تھے آپ نے راجپوت کی طرف رخ نہ کیا۔ پیکر پرست مذکور بہم ہو کر ابھی تباہی الفاظ بکنے لگا۔ آپ کو سننے کی تاب نہیں ہوئی اُس راجپوت کے سامنے ایک تلوار کھنی تھی۔ فہما آپ نے وہ تلوار اٹھالی۔ اور راجپوت کا سترن سے جدا کر دیا۔ جب

یہ کیفیت اسے گنگوٹر گوجر کو معلوم ہوئی۔ جو رانا کا امیر اعظم احمد سود (مند سود) کا جاگیردار تھا۔ عقنب نامک ہوا۔
 احمد لوگوں کو مامور کیا۔ ملازمین نے آپ کو اد آپ کے ہمراہیوں کو سنگسار کر کے شہید کر دیا۔ اسی رات کو مذکورہ بالا گوجر
 کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ کئی دفعہ اپنے تخت زمین پر اوندھا گرا۔ جب صبح ہوئی۔ تو اس نے چند اشخاص
 اس غرض سے روانہ کئے۔ کہ مسلمانوں کے آئین و مذہب کے بموجب مقتولوں کو دفن کر دیں۔ چنانچہ تعمیل کی
 گئی۔ آپ کی خواہگاہ اسی بہشت نما زمین میں ہے۔

یاد شیخ علاء الدین عیسیٰ دہلوی

آپ حضرت گنجشکر کے پوتوں میں سے ہیں قدس اللہ تعالیٰ سرہما۔ تمام علوم متداولہ شیخ سہما الدین
 کنبو کے مدرسہ میں تحصیل کئے تھے۔ جو علمائے وقت میں سے زیادہ عالم تھے۔ اور باطنی علم کی تحصیل شیخ ابوالفتح
 ہانسوی کی خدمت اور رجعت سے تھی شیخ ابوالفتح ہانسوی شیخ جمال ہانسوی کی نسل سے مشہور ہیں۔ جب
 آپ بیان فرمایا کرتے تھے۔ تو مختلف مذاہب مختلف وجوہ کے ساتھ قرآن پاک کی تفسیر فرمایا کرتے تھے۔
 المقصدہ آپ دو جہانی کمالات کے ساتھ بخلگیر یاریوں کیے۔ ہمدوش تھے۔ آپ کے فرزندوں میں سے دو
 شخص درویشی میں مشہور ہیں۔

ایک شیخ کمال الدین عجائب ہیں۔ انہوں نے علم کے کئی عمدہ عمدہ متعارف۔ رسالے
 تعلق خان کی خدمت میں پڑھے تھے۔ اور نیز علم باطن سے بھی مستفید تھے۔ شیخ کمال الدین کے بھی دو بیٹے
 تھے۔ شیخ رکن الدین اور شیخ حاجی شطاری دونوں خدا شناس اور باطنی فاضل و عابد تھے۔
 اپنے عم مکرم شیخ زکریا کے ہمراہ شیخ ولی شطاری کی خدمت میں رہ کر اخروی کمالات حاصل کئے تھے۔

دوسرے شیخ بہاء الدین زکریا ہیں۔ سلسلہ شطاریہ کے نامور بزرگوں میں سے ہیں۔ راہ تحقیق
 کے سلوک میں بہت کچھ ریاضت اور مجاہدہ کیا تھا۔ شیخ عبد القدوس خفی چشتی کی صحبت سے اور نیز دیگر
 مشائخ وقت کی صحبت سے فیض و فائدہ حاصل ہوا تھا۔ شیخ محمد دودلاری کو درس میں تقویٰ کی کتابوں
 اور حقائق کے مشہور رسالوں کے پڑھنے میں آپ شیخ امان اللہ پانی پتی کے شریک تھے ہجری سنہ نو سو تریں جلین
 فانی سے رخصت ہوئے۔ پیر محمد خان شروانی اس زمانہ میں بڑے مقرر عالم تھے۔ عرش آستان اکبر شاہ کے
 دربار میں بھی امراء اعظم میں شمار تھا۔ باوجودیکہ مولوی شروانی فقرا کے گروہ کو بیکار سمجھتے تھے۔ مگر شیخ زکریا کے ساتھ
 مخلصانہ اعتقاد ضرورتاً اور ان کے محفلین شیخ زکریا کی تعریف کے خالی نہیں ہوا کرتی تھیں۔

یاد شیخ محمد بن خواجہ تاج الدین محمد قدس سرہما

آپ علما اور عقلا سے زمانہ میں سر برآوردہ تھے۔ طریقت کے سلوک میں ہی، یا اعلیٰ مرتبہ پایا تھا۔ کہ اپنے جد بزرگوار گنجشکر کے زمانہ کی روح روان شمار کئے جاتے تھے۔ احمد آباد میں سلطان مظفر گجراتی جمیع علوم میں کامل و نل رکھتا تھا۔ اُس کے آپ مصاحب تھے۔ تاج العلماء کا لقب ملا تھا۔ ہجری سنہ نو سو اکتیس میں عالم قدس کو کوچ فرما گئے۔ قبر احمد آباد میں ہے۔

یاد شیخ محمد مودود لاری

آپ بابا نظام ابدان کے مرید۔ اور مولانا عبد الغفور لاری کے شاگرد ہیں۔ قبر آپ کی شہر پانی پت میں شیخ امان کی قبر کے متصل ہے۔ شیخ امان علم نقیوت میں آپ کے شاگرد تھے۔ قدس سرہما ہجری سنہ ۱۰۰۰ء میں تفرید کے میدان میں آپ کا قانون مستحکام کے ساتھ جما ہوا تھا۔ وحدت اور توحید کے اقسام سے کلی واقفیت تھی۔ وجد اور اسرار وجد کے صحیفے آپ کے مطالعہ سے نکل چکے تھے۔ کہتے ہیں۔ باطنی پرورش آپ کو مولانا عبدالرحمن جامی سے تھی۔ ظہیر الدین بابر بادشاہ کے زمانہ میں طاب شراہ آپ ہند میں آئے۔ اور دار السلطنہ آگرہ میں گوشہ نشینی اختیار کر کے خوشی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ پرہیزان سے آپ پانی پت چلے گئے تھے۔ اس حبش کے دو سبب تھے۔ (ایک) شیخ عبد الغفور پانی پتی کے فرزندوں کی خواہش (دوسرے سبب) بالخصوص شیخ امان کی قبر کی محبت مضموم۔ اور فتوحات کا درس بہت کچھ دیا۔ اور ان کتب کی مشکلات۔ تعلیقات اور حواشی کے ذریعے حل فرمائیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ تمام عمر ظاہری اور باطنی علوم کا درس میں گزار دی۔ ہجری سنہ نو سو سینتیس تھا۔ کہ رمضان مہینے میں عالم وحدت کے کوچ کا عزم فرمایا۔ اور کثرت کی کہنہ سرا سے خیمہ اگلا کر باہر جا کاٹا۔

یاد خواجہ خانوں علا تاج ناگوری

آپ کی قبر گوالیار میں ہے۔ آپ نے ناگہ سے نکل کر اس شہر کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ آپ کی مقدس روح عنقریب جسم کے ساتھ شامل ہو کر ہجری سنہ آٹھ سو ترین میں عالم دنیا میں آئی تھی۔ اسی اور سات ستاسی برس صورت خانہ تقدیر کا نظارہ کیا۔ مگر پابندی علاقہ سے آزاد رہے۔ اور ہر ایک کا حفظ مراتب ملحوظ رکھا۔ دل کو مصور حقیقی کے مشاہدہ سے منور رکھا۔ ہجری سنہ نو سو چالیس میں نقش ہستی۔ چار دیواری عناصر سے شاکر سلیم دل اور مطمئن خاطر کے ساتھ حضور قدس کو روانہ ہو گئے۔ آپ شیخ اسمعیل کے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے طریقت کے تمام مقامات

اور سلوک کی کل منزلین طے کر کے۔ اپنے پدر بزرگوار خواجہ حسن مرست سے خلافت پائی تھی۔ خواجہ حسن مرست
توحید اور تصوف کی مجلس میں پرانے میگسارتے۔ اجازت رہنمائی۔ اپنے والد ماجد شیخ سالار فاروقی سے
رکتے تھے شیخ سالار۔ کعبہ تحقیق کے مسافروں میں قافلہ سالار ہیں۔ اجازت ہدایت خواجہ اختیار الدین عمر
ملی تھی۔ خواجہ اختیار الدین اپنے زمانہ کے اکثر مشائخ میں برگزیدہ تھے۔ فرقہ خلافت۔ خواجہ محمد سعدی سے
پایا تھا۔ خواجہ محمد سعدی شیخ نعیر الدین چراغ دہلی کے بزرگ خلیفہ امام نایب اعظم ہیں قدس اللہ اسمہ۔
شیخ معروف دہاروال نے اپنے شجرہ میں لکھا ہے۔ کہ خواجہ خانوں کو فرقہ خلافت شیخ حسین ناگوری سے
بھی ملا تھا۔ جو تین واسطہ سے سلطان التارکین شیخ حمید الدین سہالی ناگوری کو پہنچتے ہیں۔

کتے ہیں ضعیفی نے بہت ہی آدیا تھا۔ اس واسطے آنے والوں کی تعظیم کے لئے۔ اٹھانیں کرتے تھے جب
وجہ دریافت کی گئی۔ تو فرمایا۔ ضعیفی کی سستی تعظیم سے باز کرتی ہے۔ اور تکلیف کے ساتھ بعض کے لئے تعظیم
مخصوص کرنا۔ حدیث کے مناسب حال نہیں ہے مصرع فیض الیہاں بجان ما برسان۔

یاد شیخ بھول

آپ کا لقب فرید الدین احمد۔ اور خطاب جہانگیر ہے غوث الاولیاء کے بڑے بھائی۔ اور شیخ ظہور جامی
حمید حضور کے خلیفہ ہیں۔ بے نہایت لوگوں کے دل آپ کے پنجہ تصرف میں تھے۔ شاہ سے درویش تک اور بڑے
سچوٹ تک ایک زمانہ آپ کی خدمت میں مریدانہ زانو تہ کرتا تھا۔ اقسام دعوت بہت کچھ یاد تھیں۔ آپ کی
ظاہری خواہشیں۔ اور باطنی قوتیں دونوں کے سنگ لاف سے نکلی ہوئی تھیں۔ اور وحدت کے سبزہ ناز پر خرامان
خرامان پہاڑ کرتی تھیں۔ دہجانی کمالات آپ کو حاصل تھے۔ اخروی اعمال اور دنیاوی مال یہ دونوں چیزیں
آپ کے حصہ میں آئی تھیں۔ جنت آشیانی ہمایون بادشاہ آپ کا مرید تھا۔ ابن ایام میں مولانا جلال الدین
متوی بڑے صاحب عقل عالم تھے۔ ہمایون بادشاہ کے استاد۔ اور ہمایونی سلطنت کے صدر الصدور تھے
نیز ان کو سہروردیہ سلسلہ سے کافی حصہ ملا تھا۔ اور نیز انہیں ایام میں ایک بزرگ مولانا محمد فرغی تھے نقشبند
خانوادہ میں بیعت و تلقین کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ ان دونوں اصحاب نے مجبورانہ اتباع ہمایون
کے سبب اور نیز جہانگیری تصرف کا اثر مان کر از سر نو آپ سے بیعت کی تھی۔ اُس زمانہ میں بہت سے
علماء اور فضلاء آپ کے مرید ہوئے۔ ہجری سنہ نو سو سینتالیس میں شیر شاہ سور نے فتح پائی۔ اُس وقت صدر الدار
دونوں کامل اور استاد وقت نواح قنوج میں گنہگار ہو گئے۔ آپ فرماتے تھے۔ شیخ فضل اللہ بنگالی میرے

بہاؤ شاہی محلہ۔ اور فقیر بھول۔ ہم ترین آدمی چنار کے کوہستان میں ریاضت کے ارادہ پر آئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے بیان کیا۔ کہ دو سو برس ہوئے۔ ہم اپنے بزرگوں سے مسلسل سنتے چلے آتے ہیں۔ اس غار میں ایک دیش گوشہ گرین ہیں۔ اور شخول بچدہ ہیں۔ ہم میں سے کسی کو اند جانے کی طاقت نہیں ہے۔ جو ان کے ہونے یا نہ ہونے کی خبر لاوے۔ یہ سنگریہ تینوں آدمیوں نے تلاش کے واسطے اُس غار میں قدم رکھا۔ جب ہم وہ منزل کی برابر راہ چل گئے۔ تو وہاں پر پہنچے ایک پیر کو مراقب دیکھا۔ کراٹے اپنی نورانی پیشانی سجادہ پر رکھ چوڑی ہے وہ پیر ہمارے پوچھنے سے آگاہ ہوا۔ اٹھا۔ اور نہایت ترحم کے ساتھ آگے بڑھا۔ بہت کچھ دیکھا اور انتفات کے ساتھ پیش آیا۔ اور ہر ایک کو ایک جداگانہ خطاب سے سہرازا کیا۔ مجھ کو جہانگیر بہاؤ کو غوث اور فضل اللہ کو اہل اللہ کہا۔ اسرار و حقائق اپنی تقریر میں ظاہر کر کے آنے والوں کو آگاہ کیا۔ اور اصل حقیقت پر اطلاع بخشی۔ اس کے بعد جلدی سے خلوت میں گس گیا۔ تہیڑی دیر بعد ہم لوگوں نے واپس آنے کی اجازت مانگی۔ جواب کمان سے آتا۔ وہ تو اصل حق ہو چکا تھا۔ اس سفر کا سامان اُس غار میں مہیا کر رکھا تھا۔ ہم نے اس سامان کو کام میں لا کر نقش سپرد خاک کی۔ شیخ بھول کی خواہگاہ۔ قلعہ بیانہ کی حدود میں ہے۔ ایک بلند پہاڑ پر۔ ایک قبر پر نشان انگیز اور روح افزا۔

یاد سید معظم

آپ ترمذ کے سادات میں سے ہیں۔ اور خواہگاہ کالی ہے۔ سلطان سکندر لودھی کا زمانہ تھا۔ کہ آپ کے بزرگوں نے ہند میں آکر کالی میں بود و باش اختیار کی تھی۔ آپ کے وقت میں آپ کے زیادہ کوئی بزرگ شہر میں نہ تھا۔ آغاز ہوش سے رسمی علوم پر کبھی دل نہ دینے ہوئے۔ البتہ قرآن مجید کی تلاوت سے ضرور دلچسپی رہی۔ آپ کا ظاہر پھر نگاہی کے ساتھ آراستہ۔ اور باطن ایزدی تجلیات کے ساتھ منور تھا۔ آپ کا پانون۔ تلاش روزی کے راستہ میں کبھی نہیں چلا۔ اور دہم کبھی آپ کے ہاتھ کا ناخن بن کر نہیں رہا۔ اگر اھیانا ہم پہنچ گیا۔ تو اپنے اہل کو حاجت مندوں کے نام زد کر دیا۔ دل توکل کو۔ اور تن تسلیم کو حوالہ کر کے۔ جو کچھ ضرورت ہوئی۔ وہ ان میں سے **إِلَّا عَسَدًا حَزْرًا** کے خزانہ سے لیا۔ جو کچھ کہا۔ سوچ کر کہا۔ اور جو کچھ کہہ دیا۔ اُس کے بعد کہنے کے برخلاف بہت کم عمل کیا۔ باد صفت اس قدر بے بسی کے دوہندہ نہ خیم تھا۔ دو بیٹے چوڑے سید محمد اور سید احمد آخرین جہان کرب کر گئے۔ اور اولین باپ کے جانشین چھ مہر سیادت باطلاوت ہم ترین شہادت

یاد شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی

آپ کی ابدی آسائش گاہ۔ برہان پور کی حدود میں قطب شمالی کی طرف بنائی گئی ہے۔ لوگوں کے میل جول سے۔ اور دل لہانے والی چیزوں سے علیحدہ رہ کر زندگی گزارتے تھے۔ بعض کہتے ہیں۔ قاضی قاضی سندھی کے ہم نشینوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے وحدت وجود کے بیان میں بہت سے بیش بہا جواہر اپنی زبان سے نظم کے تاکہ میں پڑھائے ہیں۔ اور نیز اس کی دلیلین قائم کی ہیں۔ اور بعض کا یہ قول ہے۔ کہ سید محمد جونپوری کے مستفیدین میں سے ہیں قدس سرہ جن کو ان کے پیروں کا ایک طبقہ مہدی کر کے ماننا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ ختمِ مہدی اور مہدیہ کے دعویٰ پر سید محمد کافی دلیل رکھتے تھے حاشا کہ اہل شناخت ایسا دعویٰ اور ایسی تصدیق۔ حالتِ شکر کے سوا۔ صادر ہووے۔ اس قسم کی باتیں کافی طور پر سید محمد صاحب کی یادداشت میں لکھی گئی ہیں۔ اور نیز جہان کین۔ تقریب آئی ہے۔ وہاں ہر ایک جگہ از روئے عقل و نقل ان کی بریت کی نسبت اشارہ کیا گیا ہے

یاد شیخ مبارک بالا دست

آپ کی زاد بوم اور خواجگاہ مدون جہانہ میں ہیں۔ میر سید علی قوام سوانہ کے مرید ہیں۔ جو شیخ بہاء الدین جونپوری کے خلیفہ تھے قدس سرہ ہم۔ ظاہری کمالات اور معنوی فضائل۔ آپ کی استعداد کو لازم تھے۔ آپ کی ملازمت بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے۔ جیسے شاہ ابوالخیر گڑھ مکتبہ سری جو آپ کے بزرگ خلیفہ اور پیشرو ہیں۔ آپ کے خرق عادات کی گرما گرمی کا حال لوگ بہت کچھ بیان کرتے ہیں۔

یاد قاضی محمود ابن جلیلہ دریائی میرپوری

آپ کا نام شیخ حامد ہے۔ پیدائش احمد آباد گجرات کی ہے۔ وجد و عشق۔ اور سوز و گداز کے آپ ملک تھے۔ مدد و سلع گویا آپ کی زندگی تھا۔ جس وقت اولیاء اللہ کے نزدیک اظہار کرامت مناسب اور ضروری ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں مجلسی آثار کی نمائش آپ کے اقوال اور افعال سے بہت کچھ توقع میں آتی کرتی تھی۔ غلبہ عشق کے سبب ہمیشہ آپ کا یہ حال رہتا تھا۔ کہ اپنے محبوب حال عاشقانہ مضمون باندھا کرتے تھے۔ ہندی عبارت میں اور ہندی مقامات میں دلپسند طرز ہوتی تھی۔ قوالوں کی ایک جماعت آپ کی روش کو کیا پائی کہتی ہے۔ اور یہ لوگ کما پچھ کی علامت ہے اور نیز اپنے گانے کی خاص طرز سے ہند کے جملہ ارباب نشاط میں ممتاز ہیں۔

کسی قدر محالات آپ کے بیان کرتا ہوں۔ بعض کے نزدیک آپ اپنے باب کے مرید ہیں۔ اور آپ کے پیر بزرگوار کو خرقہ خلافت شاہ عالم بخاری سے حاصل ہوا تھا۔ اور بعض اصحاب آپ کو ہی شاہ عالم بخاری کا خلیفہ

سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آغاز ہوش میں آپ کا قیام۔ شہر احمد آباد میں تھا۔ ہجری سنہ نو سو بیس میں۔۔۔
 قصبہ بیرپور آئے۔ اور سکونت اختیار کر لی۔ یہ قصبہ ضافات احمد آباد میں ہے۔ مگر اس میں آدمیوں کی
 بساوت کم ہے۔ آپ کی عمر گیارہ برس کی تھی۔ کہ آپ ہی طلب کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ اپنے پدر بزرگوار سے خلوت
 نشینی کی اجازت لیکر۔ ایک جنگل تھا عمارت کے دور۔ وہاں پر عبادت اور ریاضت کے واسطے حجرہ تجویز کیا۔ ہمیشہ
 چند روز بعد باپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور باپ کی گرمی صحبت سے استفادہ کر کے پر اپنے
 مقررہ حجرہ کو چلے جایا کرتے تھے۔ اسی طریق پر چچا سہ ماہیہ چھپن برس گزار دئے۔ جب عمر سترہ سال کو
 پہنچی۔ تو تاریخ تیرہویں ربیع الثانی کو کہ ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو تھے۔ عالم علوی کا عزم کر کے سامان زندگی
 اس ملک فانی سے باندھے گئے۔

روایت ہے،۔ آپ کے جد امجد کا نام قاضی محمد تھا۔ جب قاضی جی کی صاحب بی بی کے علی الاطلاق چہ لکھا
 ہوئیں۔ تو قاضی جی کو لڑکے کی خواہش ہوئی۔ تاکہ نسل محفوظ رہے۔ قاضی جی کی بی بی نے قبل اس کے۔ کہ یہ ذکر
 دوسرے شخص کی زبان سے سننے خود اپنی دلی خوشی کے ساتھ بالمشاذ شوہر کو اجازت دی۔ کہ دوسری
 عورت کے ساتھ نکاح کر لیجئے۔ اور یہ بھی پیغام دیا کہ دوسری عورت بیٹے کی نیست۔ کرنا آپ کو ضرور ہے
 اور میں ہی راضی ہوں۔ قاضی جی نے جواب دیا۔ آج رات کہ میں اس بات کا استیازہ کر کے خاتم النبوة
 علیہ السلام کے حضور میں عرض کروں گا۔ اور پر حضور کا جیسا حکم ہوگا۔ عمل میں لاؤں گا۔ مقدمہ کوتاہ یہ ہے
 کہ حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں فرمایا۔ محمد۔ تم کو مبارک ہو۔ اسی پاک
 دامن بی بی سے تمہارے تین صاحب کمال لڑکے ہوں گے۔ کسی عورت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور
 حرف (حما) علیہ علیہ تین جگہ قاضی جی کے کف دست پر لکھ دیا۔ اس بنیاد پر اولین لڑکے کا نام حامد
 دوسرے کا نام حماد۔ اور تیسرے کا نام حمیدہ لکھا۔ اولین (حامد) قاضی محمود کے باپ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم

یا مولانا عبد الکریم بن عطاء اللہ رحمہ

آپ نامی علماء شیراز میں سے تھے۔ سلطان محمود بزرگ کے زمانہ میں آپ نے اپنی تشریف آوری سے
 احمد آباد میں شیراز کا ڈھنگ پیدا کر دیا تھا۔ طبقات محمود شاہی آپ کی ہی فراہم کی ہوئی ہے۔ بہت سی عمدہ
 تاریخوں کو جیسے خلکانی اور یافعی ہے۔ نظر میں رکھ کر طبقات کو لکھا ہے۔ آغاز کتاب دوم علیہ السلام
 کی آفرینش سے کیا ہے۔ اور سلطان محمود کے واپسین سفر تک کہ ہجری سنہ نو سو چہرہ ہے۔ انبیا۔

اولیا۔ علما۔ شعرا۔ سلاطین۔ وزرا۔ اور امرا ان سب کے حالات عمدہ طرز کے ساتھ لکھے ہیں۔ اُمید ہے کہ جو اصحاب عقل و فہم کے ساتھ واقعات کی تواریخ پڑھنے کے شائق ہیں۔ ان اصحاب کو یہ کتاب عبرت پیدا کریگی۔ آپ کے ایک لڑکا تھا عطاء اللہ نام۔ ماجراے گذشتگان سلف کے نتیجے میں اپنے پدر بزرگوار کا پیرو تھا۔ نام اور نامہ نے آپ کو مشہور کر دیا۔ مصرع بادا مقام او شان لدور قائل۔

یاد سید صبت اللہ

آپ از نام شاہ میر مشہور ہیں۔ ان بزرگ سادات میں سے ہیں۔ جو حسنی حسینی ہیں خطہ شیراز کے بڑے علما میں تھے۔ امیر صدر الدین محمد شیرازی کے ہم نشین اور ہم دس۔ اور مولانا جلال الدین محمد دوانی کے ہم عصر تھے۔ سلطان محمد و بزرگ کا زمانہ تھا۔ کہ شیراز سے سو گجرات میں آئے۔ اور جانا پناہ میں۔ جوہیل کے سلاطین کا پرانا دارالخلافہ ہے۔ قیام کیا۔ آپ سیادت اور فضیلت کے نیر اعظم تھے۔ اس نیر اعظم کے طلوع سے زمین گجرات برج فشر بن گئی۔ اور طلبا کے ہاتھوں میں علم کے خزانوں کی انجمن آئیں آپ کے کئی بیٹے تھے۔ جو فاضل اور اوصاف حمیدہ سے موصوف تھے۔ آپ نے علم ہیئت کے اندر ایک فارسی شرح اثنائے دہ میں بیٹوں کے واسطے ہی لکھی تھی۔ اس کے سوا آپ کی تصنیفات ادبی ہیں جیسے (۲) اسنی الکواشف فی شرح المواقف (۳) لوامع البرہان فی قدم القرآن۔ (۴) محاکمہ شرح شمسیہ (۵) علم حدیث اور اصول حدیث میں ایک رسالہ سود مند لکھا ہے۔ جو مشکل کشا اور جمیع اقسام حدیث کو جامع ہے۔ آپ کی جملہ تصنیفات کو علما کے زمانہ نے پسند کیا ہے۔ خدا کرے۔ آپ کی تالیفات کے طفیل میں ہر کلزار کو بھی مقبولیت کی شادابی نصیب ہو۔ آپ کے سب لڑکے سعادت مند تھے۔ ان سب میں فرزند رشید شاہ کمال الدین محمد ہیں جن کو دونوں جہان کے کمالات حاصل تھے۔ ان کے بھی بیٹے اور بیٹے ہیں۔ سب میں بڑے شاہ ابو تراب ہیں۔ شاہ ابو تراب کو ہجری سنہ ۸۵۰ یا ۸۵۱ میں شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ نے میر حاجی کا خلعت عطا فرمایا تھا۔ اور بہت سا سامان خیرات دیکر حرمین شریفین کو روانہ کیا تھا۔ شاہ ابو تراب اس اعلیٰ سعادت سے مشرف ہوئے۔ اور بعد زیارت حرمین لوٹ کر ہند میں آئے۔ ہجری سنہ ۹۰۰ یا ۹۰۱ ہزار پانچ تک زندہ رہے۔ خواجگاہ احمد آباد میں ہے۔ شاہ ابو تراب کے بھی ایک لڑکے ہیں۔ شاہ گدائی نام سپاہیانہ لباس میں سلوات اور مشلخ کے طریقہ کی رعایت۔ بقند اسکان کرتے ہیں۔ اور اس کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ ان تمام سلوات کے آبا و اجداد کی سیادت صحیح ہے۔ لیکن یہ تمام

سلوات سلسلہ مغربیہ سے تعلق بیعت کا فرہر کتے ہیں۔ اور گجرات میں خانوادہ مغربیہ کو رونق دینے والے مخدوم شیخ احمد کاشانی ہیں۔ قدس سرہم۔

یاد شیخ عبدالقدوس حنفی

آپ شیخ صفی الدین کی لڑکی کے فرزندوں میں سے ہیں جو تمام علوم کے اصول اور فروع میں لکھتے وقت تھے۔ بعض کی رائے ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کو فی صوفی کی نسل سے ہیں۔ اور بعض کا گمان یہ ہے حنفی اس سبب کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رکھتے تھے شیخ محمد ابن شیخ عارف۔ ابن شیخ عبدالحق کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب ہے۔ انوار الیقین جس کی ترتیب کی بنیاد سنن برکاتی ہے۔ اس کتاب کے اولین فن میں لکھا ہے۔ کہ ظاہر میری بیعت مخدومی شیخ محمد سے ہے۔ لیکن مجھ کو زیادہ فیض اور ہدایت آپ کے جد امجد شیخ احمد قدس سرہ سے پہنچی ہے۔ ان کی تعریف ہی اس فن میں بہت کچھ کی ہے نیز شیخ عبدالقدوس کو درویش قاسم اودھی سے بھی خلافت اور اجازت تھی۔ جو پشتیہ اور سہروردیہ خانوادہ میں بزرگ سلسلہ میں۔ لوگوں کی صحبت سے اپنا دامن کھینچ کر بیابانوں میں اکثر بسر کیا کرتے تھے۔ اور غنودگی کو آنکھوں میں آنے نہیں دیتے تھے کبھی علوم اور متداولہ فنون۔ کہ عبارت کتابی تحصیل سے ہے۔ مدرسہ میں بہت کم پڑھتے تھے۔ لیکن علم لدنی کے دروازہ آپ پر کھل گئے تھے۔ کتب صوفیہ کو جیسے فصوص الحکم۔ عوارف۔ اور اصطلاحات کاشی ہیں۔ مطالعہ کے زور سے حل کر کے ہر ایک کتاب پر ایک عمدہ شرح لکھی ہے۔

کہتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو چالیس میں سلطان نصیر الدین ہمایون شاہ۔ خراسان اور ہند کے عالموں اور عارفوں کی ایک جماعت ساتھ لیکر استفادہ کے ارادہ سے آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس جماعت میں مولانا محمد فرغلی اور مولانا جلال تہ جیسے بلند لوگ ہوتے تھے۔ اُس وقت روحانی اور ربانی انجمن گرم ہوا کرتی تھی۔ اور جو مشکلات کسی فن میں پیش آ یا کرتی تھیں۔ یا سلطان کے سوا جس کسی کو بھی تصوف کے حقائق۔ اور طریقت کے سلوک میں دشواریاں ہوا کرتی تھیں وہ سب آپ کی تقریر و تلقین سے صاف ہو جاتی تھیں۔ اس شان میں بہت سی خرق عادات بھی ظاہر ہوا کرتی تھیں۔

آپ نے ہجری سنہ نو سو چالیس میں عالم خاک سے عالم تقدس کو کوچ فرمایا خواہ گاہ کنکویہ میں ہے۔ جو سرکار دہلی سے متعلق ہے تین راہ کے چوڑے۔ سب سے بڑے شیخ حمید الدین تھے۔ سب سے چوٹے شیخ عبدالمجید

عبد المجید علم عارف سجادہ نشین۔ اور رہنماتے۔ اور منجملے لوگ کے شیخ رکن الدین محمد بن ابی اکابر وقت
میں تھے۔ باوجودیکہ عمر ضعیف ہو گئی تھی۔ مگر سماع کے بغیر صبر نہیں کر سکتے تھے۔ مولانا عالم کابلی نے اپنے
تذکرہ میں لکھا ہے۔ میں ایک روز آپ کی ملازمت میں، ایسے وقت پہنچا۔ کہ ہنگامہ سماع گرمی پر بتا جب وجد
کا اضطراب ذرا فرو ہوا۔ تو میں نے سماع کے رفا اور ذرا ہونے کی نسبت سوال کیا آپ نے یہ بیت پڑھ کر جواب دیا یہ بیت

من گم شدہ ام مرا مجوسید با گم شدگان سخن گموسید

تمام سنے والوں میں بالخصوص مجاہد نامہ میں ایک عظیم تغیر پیدا ہوا۔ اور مجلس سماع از سر نو تازہ ہو گئی
شیخ رکن الدین نے ہجری سنہ نو سو تراسی میں جہان خانی کو ترک کیا۔ ان کے فرزند شیخ احمد تھے۔ ایزد طلب
خدا شناس۔ اور رسمی علوم کے اچھے عالم تھے۔ کہتے ہیں۔ آپ کا قول تھا۔ ہمارے خاندان کا پرانا قاعدہ ہے
کہ اولاً لڑکوں کو ظاہری کمالات سے آراستہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت کرا کر قطبیت اور
غوثیت کے درجہ کو پہنچاتے ہیں شیخ احمد نے ہجری سنہ نو سو بہتر میں رحلت فرمائی۔ ان کے بیٹے شیخ
عبد الباقی رسمی علوم سے آراستہ تھے۔ خاص کر علم حدیث میں استادان عرب کے سند صحیح حاصل کی تھی۔
اور عرش آستان اکبر شاہ کی تمام قلم رو کے صدر الصدور تھے۔ دوبار سفر حجاز کو گئے۔ اور آئے۔ پچھلی دفعہ جو لوٹ
آئے۔ تو صدارت کے درجہ سے اتار دئے گئے تھے۔ اور شاہنشاہی عتاب ہوا تھا۔ اس سبب کے چند روز ان پر
تنگی کے ساتھ گزرے۔ بالآخر منگل کی رات تاریخ تیرہویں ربیع الاول ہجری سنہ نو سو اکیس نوین کو بتعمیل حکم طلب
رحلت فرمائی۔

یاد شیخ فضل السجراتی

زمانہ سابق میں ترک وطن کر کے سفر کرتے ہوئے۔ جب رہتک میں آپ کا گزر ہوا تو اس مقام سے آگے
نہ بڑھ سکے۔ ناچار بود و باش اختیار کر لی۔ رہتک ایک قصبہ ہے مثل شہر کے۔ دہلی سے بیس کوس دور۔ آپ عالم
متوکل۔ اور فانی فی السدقے۔ کسی شخص سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک سوداگر۔ آپ کے خاص مرید
میں سے تھا۔ ایک روز سوداگر مذکور نے اپنا تمام سرمایہ نذر کے طور پر لا کر پیش کیا۔ آپ نے غدر فرما کر اس کے قبول کرنے
سے انکار کر دیا۔ اور لانے والے کو بدستور واپس فرمایا۔ آپ کی رحلت۔ دسویں صدی کے اولین نصف حصہ
میں ہوئی ہے۔ رحلت کے پیچھے چند در تک کا برخانہ۔ جمعہ کی نماز کے بعد آپ کے خزانہ کے پاس حاضر ہو کر علمی مجلس کیا
کرتے تھے۔ اور بہت سے دشوار مسائل آپ کے روحانی فیض سے آسان ہو جاتے تھے۔ اعتقاد صحیح۔ اس شکل نما

مسئلہ حاصل کرنے والا ہے مصرع خوابگا ہش مخزن اسرار دان۔

یاد شیخ نصیر الدین تمیمی انصاری

آپ کی زاد بوم ملتان ہے۔ آپ سپاہی درویش۔ یاد ریش سپاہی تھے۔ جب اُس ملک میں شورش ہوئی تو مع اہل و عیال گڑھ میں آکر قلعہ میں گھرے لیا بہت عرصہ تک سپاہیانہ طہر پر رہے۔ لیکن ہمیشہ رات کے وقت نماز تہجد غسل کر کے پڑھا کرتے تھے۔ زیادہ تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ کبھی کسی وقت کوئی دربان یا کو تو ال آپ کے باہر جانے سے اور قلعہ کے اندر واپس آنے سے آگاہ نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں خدائی عنایت آپ کو ہم جنسوں کی غلامی سے نکال کر خدا پرستی کے شہرستان میں موکشان لے گئی۔ دنیاوی دلتمندوں کی ہم نشینی سے جو نشاط ہوتا تھا۔ وہ جاتا رہا۔ دلگیر ہو گئے۔ ادھر گوشہ گزینی کا تکرار آپ کے دل پر سیر باغ کی بہار دینے لگا۔ دہجانی کمالات تحصیل کرنے کی فرصت حاصل ہوئی۔ طلسمات و کمانے والا نفس کے ساتھ بہت سی لڑائیاں کرنے کے بعد۔ ملک سنی میں آنے جانے لگے۔ کہتے ہیں۔ ایک روز مراقبہ میں سر جھکا کر کہا تھا۔ اُس وقت یہ آواز آپ کے کان میں آئی کہ اپنے چہرہ پر برقع رکھو۔ آپ نے جواب دیا۔ برادرانِ زمانہ سے دوکانداری کی تہمت سننے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ دوسری بار پہر آواز آئی کہ اگر برقع رکھنا منظور نہیں ہے۔ تو گردن ٹوٹنے کی تکلیف گوارا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ مجھ کو پہلی بات منظور ہے۔ اُسی وقت مہرہ گردن کی ایک ہڈی اپنی ترتیب سے ہٹ کر اُبرائی۔ اور سر سینہ پر جا پڑا۔ جس وقت دیکھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو آپ ٹوٹتی کے نیچے ہاتھ لٹک کر اُٹھایا کرتے تھے۔ تب کہیں۔ اُس حذر کو دیکھ سکتے تھے۔ آخر دم تک یہی حالت رہی جب آپ کی زندگی کا سامن۔ اُس جہان کو روانہ ہو گیا۔ تو آپ کے بیٹے شیخ یعقوب نے درویشی کے چہرہ پر سپاہیانہ وضع کا پردہ بدستیر قائم رکھا۔ اور اُسی روش کے نقاب میں سالکانِ طریقت کی طرح بیانِ ملک کوشش کی۔ کہ واجب اور ممکن کی شناخت میں اپنا رتبہ ادلیا واللہ کے عالی رتبہ کی برابر کر دیا۔ شیخ یعقوب کے بعد۔ ابن کے بیٹے شیخ عبد اللہ نے جو شیخ یوسف کے باپ تھے اثنائے چاکری میں بہت کچھ تحصیلِ علم کی۔ کہتے ہیں ہمیشہ بیان کیا کرتے تھے۔ چونکہ سپکری۔ گوشہ نشینی کے ساتھ ممکن نہیں ہے۔ جہان پیمائی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس واسطے میرے استاد و شاگرد جنسوں سے زیادہ زیادہ ہوں گے۔ جس وقت میں ہمت کر کے تحصیلِ علم میں اتھکام کے ساتھ مشغول ہوا۔ اور عالمِ جوانی نے کوچ کیا۔ تو لوگوں کی خدمت گزاری مجھ کو تلخ معلوم ہونے کی چار طریقہ سپکری چھوڑ کر گوشہ خاموشی میں بیٹھ گیا۔ واپسین دم تک کسی غلام اور کسی آقا کے سامنے حاجت مند نہ آرزو پیش نہیں کی۔ اور متعلقین کے

کہا نے اپنے کام فرمات کی مددوری سے پہنچا رہا۔ تاریخ چٹی شوال ہجری سنہ نو سو تینتالیس کو صحرا سے وحدت کی طرف چلے گئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

یاد ملک چاند والہ میان جموجی

آپ کی نادبوم امداد ہے۔ تن شریعت کا مظہر۔ دل طریقت کا منبع۔ جان حقیقت کا آئینہ۔ اور سفر کا معدن تھا۔ اپنے وطن سے سفر حجاز کے لئے کوچ کیا تھا۔ مکہ معظمہ کی خاک آپ کی دامنگیر ہوئی القصہ جس ہمت آپ نے جہان فانی کو رخصت کیا ہے۔ اسی رات۔ امداد کے اند ایک آدم شخص ہی مرا تھا۔ جو ستم امداد سانی کے ساتھ بدنام تھا۔ چند روز بعد بزرگان شہرین سے ایک شخص نے اس سنگار مردم آذر کو مرفہ الحال۔ اور شل مغفودون کے خواب میں دیکھا۔ تیر ہو کر سب دریافت کیا تو جواب ملا۔ جس رات کمترین نافرجام بندہ کے واسطے فرمان طلب پہنچا تھا۔ اتفاق سے وہی رات ملک چاند قدس سرہ کے آخرین سفر کی رات تھی۔ عالمان علوی کو حکم ملا۔ کہ جس کسی کو آج کی رات میں واپسین سفر پیش آوے۔ وہ خود فرمان بردار ہو۔ یا فرمان اس ناشائستہ انعال کے اعمال نامہ پر۔ اس مقبول با نگاہ کے طفیل میں بخشش کے قلم سے خط نسخ کینچ وہ اس میں شک نہیں اس تاریخ کے مرنے والوں کو اس سے بہتر نجات کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

صدرالذکر تقریب کے سلسلہ میں ایک اور گزرا ہوا واقعہ حوالہ قلم کرتا ہوں۔ ایک روز سلطان محمود بزرگ گجراتی نے بیان کیا۔ ایک شخص راہ اللہ بہاری فوج میں تھا۔ ایک لڑائی میں وہ شہید ہو گیا۔ جس کے آدمی اسی طرح دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اہل جہان کی توجہ اور رجوعات چاروں طرف سے جس قدر راہ اللہ کے مزار کی طرف سے۔ اس تذکرہ کسی شہید کے مزار کی طرف نہیں ہے۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بالآخر سوچتے سوچتے یہ بات خیال میں آئی۔ کہ جس طرح مبارک ساعت میں پیدا ہونا۔ بچہ کے حق میں ریز افزون سعادت کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح ساعت سعید میں مرنا بھی آخرین سفر کے مسافر کا مفید نتیجہ بنتا ہے۔

بیان پر راقم کی خاطر فارغین یہ بات آئی۔ کہ ساعت سعید ہونے کے اسباب کو اس بات پر منحصر نہیں سمجھنا چاہیے۔ کہ زائچہ کسی طالع کا اپنا تھا۔ یا کو کب کسی مقام کے خوب تھے۔ ممکن ہے۔ کہ کسی بزرگ کا آنا کسی شخص کے جانے کے ساتھ۔ یا کسی سعادت مند کا جانا کسی شخص کے آنے کے ساتھ موافق اگر نتیجہ سعادت پیدا کرے۔

امد اس عالی رتبہ شخص کی برکت طفیلی کو بھی اس کی شائستگی کا اثر ہو چکے۔

مصرع باد رفیع چو او در سفہ واپسین۔

یاد شیخ سلیمان ابن عفان حاجی

آپ کی نداد بوم دہلی میں ہے۔ آپ کے آبا و اجداد سلطان ابراہیم ادہم کو پو نچتے ہیں قدس سرہم
آپ شیخ محمد عیسیٰ حشتی جو پوری کے مرید ہیں۔ خلع بس کی قوت آپ کو خوب حاصل تھی۔ ظاہر اور باطن کے
مالک تھے۔ نقل روح کا شغل اور ذکر قربان جانتے تھے۔ پچاس سال بڑا بر سجد اقصیٰ اور بیت الحرام میں
اعتکاف کر کے گزرے تھے۔ بڑے بڑے قاریوں سے علم تجوید۔ بلکہ معاملہ میں حضرت خاتم النبۃ علیہ السلام
سے اور نیز سر چشمہ ولایت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت سے علم قرآن یاد کیا تھا۔ تمام مشائخ زمانہ نے
جیسے شیخ عبدالقدوس حنفی۔ اور شیخ جلال حشتی ہیں۔ آپ کی تعلیم سے قرآن کی تصحیح کی ہے۔ اپنے
فہرست کے لائق علوم متداولہ تحصیل کر لئے تھے۔ تمام مشہور خانوادوں کے پیروں سے فرقہ خلافت ملا تھا
آپ جناب خضر علیہ السلام کی ملازمت میں بھی پو پو تھے اور ہر ایک کی روش پر۔ اس کثرت سے
ریاضت کی تھی۔ کہ ولایت کی جہلک آپ کے افعال سے ظاہر ہوتی تھی۔ ایک بزرگ کا بیان ہے۔ کہ
مشائخ کبرویہ میں سے ایک صاحب فرماتے تھے۔ میں ہجری سنہ نو سو چستیس میں۔ خداوند تاج بدیشان
میرزا سلیمان شاہ ابن میرزا بخت خان کے ہم رکاب شیخ سلیمان کی ملازمت میں پو پو تھا۔ ایسی رازداری کی
باتیں ہوئیں۔ کہ کان سے لیکر دل تک بلکہ تمام جسم مسرت کے جواہرات سے پڑ ہو گیا۔ جب نوبت کلام
پنے گزرے ہوئے واقعات بیان کرنے کو پو پو تھی۔ تو فرمایا۔

ہجری سنہ آٹھ سو ایک میں صاحب قرانی امیر تیمور گورکانی نے دہلی فتح کی تھی۔ اس
وقت تمام باشندگان شہر ہر ایک سمت کو جلا وطن ہوئے۔ ہم مالوہ کی طرف چلے آئے۔ اور سنہ
(مانڈو) میں قیام کیا۔ اس سبب ہم کو لوگ سنہ و مالوہ کہتے ہیں۔ سنہ دسے گردش زمانہ ہم کو
گجرات کی طرف کہینچ کرے گئی۔ بالآخر وہاں سے حسب فرمان تقدیر ملک عرب کی طرف
سفر کا اتفاق ہوا۔ ملک عرب سے پچاس برس بعد ہند کو معاودت ہوئی۔ آہستہ آہستہ
اپنی زاد بوم کا رخ کیا۔ مگر آج تک اس گرامی مکان کی دلہ ل میں آب روانہ نے پاؤں
پنسا رکھا ہے۔

اس بیان سے سمجھا گیا۔ کہ آپ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ تھی۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک چار سو برس کی عمر ہے۔ بعض لوگ اسی بنیاد پر آپ کو ابوالرضا حاجی رتن کی عمر کی سند پر مٹھا ہوا سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو پینتالیس میں جسم کی پرانی سلا سے روح کی نشاۃ آباد کو کو پچ فرما گئے۔ آپ کی قبر۔ جہان قطب الاولیاء قدس سرہ کا مرقہ مبارک ہے۔ اُسی مہاسین حوض شمسی کے آس پاس بزرگان مسافر و مقیم کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ داؤد اور شیخ محمود اولین صاحب زادہ کظاہری علم کامل طور پر حاصل تھا۔ انہوں نے عالم شایعین ہی دنیا سے سفر کیا۔ پچھلے صاحب زادہ پدر بزرگوار کے سجادہ نشین تھے۔ اب ان کے ایک بیٹے ہیں شیخ کمال نام۔ جو ظاہری اور باطنی دونوں کمالات سے آراستہ ہیں۔ آغا جوانی میں گوشہ نشینی کی عادت تھی۔ چند روز ہوئے۔ کہ بنا چاری سپاہیانہ طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ لیکن با انیمہ اندرون صفائی۔ اور ایشار کی بہت بدستور اپنی جگہ قائم ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللّٰہِ

مصرع بیرون سنہ زائرہ بندگی مستم یا دوشیخ احمد مدنی

ایک موضع نانوتہ ہے میان دو آب۔ وہاں آپ گوشہ گرین تھے۔ شیخ سلیمان مند (مانڈو) والہ کو خاص خلیفہ ہیں آپ کو جذبہ دسلوک دونوں مرتبہ تھے۔ مشہور سلسلون کے طریقین پر قدم استحکام کے ساتھ جما ہوا تھا۔ اپنے خیر کو خضر علیہ السلام کی طرح زندہ سمجھتے تھے۔ ہمیشہ اپنے نازداروں سے کہا کرتے تھے۔ اگرچہ ہمارے شیخ کا عصبی بدن خاک میں چپا دیا گیا ہے۔ لیکن خلاصہ (روح) مثالی بین میں اُسی حالت زندگی کی طرح۔ طابون کا رہنا ہے۔ مصرع دل زندہ کن۔ کہ مردن تن شادی آورد۔

یا دوشیخ نصیر الدین ہندونی

آپ کی شہرت کیمیاگری کے ساتھ ہے۔ شیخ سلیمان مند (مانڈو) والہ کے خلیفہ ہیں کیمیا بنانے میں اس صنعت کے جاننے والوں سے پیش قدم تھے۔ بہت طرح کی ناکیرین بنا جانتے تھے۔ اور بناتے تھے جنت اشیانی نصیر الدین ہمایون شاد اس فن میں اپنے تئیں آپ کا شاگرد سمجھتا تھا۔ شیخ فرماتے تھے۔ ایک روز ایک بوڑھا بیمار ایک بیابان میں محکوم ملا۔ میں اپنے گھر آیا اور اس کے علاج میں اپنے مقدور بہر کوشش کی۔ اسد تعالیٰ نے شفا بخشی۔ یہ ہنر سنے اُس سے حاصل کیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے۔ کہ وہ بیمار جناب خضر علیہ السلام تھے کہتے ہیں علم کیمیا

آسمانی علم ہے۔ توریت میں متا جناب موسیٰ علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ قارون نے آپ سے ہی سیکرہ کر عمل اکیر کے ذریعہ سے کئی گھر خزانہ کے جمع کر لئے تھے۔ مصرع کیمیا نے ست قناعت کہ نظر پر راز دوست۔

یاد شیخ امین الدین

آپ بڑے پرہیزگار عالم تھے۔ سماع سے باز رکھنے۔ اور بدعت کے توڑنے میں ہزار ہا آدمیوں کی برابر طاقت کام میں لاتے تھے۔ اور سماع و سرود کی ممانعت اور حرمت کے بارہ میں بہت سی روایات فراہم کر رکھی تھیں۔ جن کو وہ بیان کیا کرتے تھے۔ جب آپ سلطان سکندر لودھی کی مجلس میں پہنچے۔ تو سلطان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا۔ کہ سرود سماع کی رسم دہلی سے قطعی موقوف ہو جاوے۔ سلطان نے فرمایا۔ آپ ایک دفعہ شیخ سلیمان سنڈو (مانڈو) والہ کی ملازمت میں جا کر اپنی روایتیں بیان کریں۔ اور ان کو سماع سے توبہ کرائیں۔ پھر بلا کوشش کے شہر سے یہ طریقہ موقوف ہو جاوے گا۔ جب آپ شیخ کی خدمت میں پہنچے۔ مجلس سماع گرم تھی۔ آپ بھی درویشوں کے لغزہ کی تاثیر سے بیہوش ہو گئے اور ہاتھ پینکنے لگے۔ جب افادہ ہوا۔ تو شیخ کے مرید ہوئے۔ اور باطنی حالات غالب آ گئے۔ تو ظاہری آمین سے خود بخود فرد گراشت ہو گئی۔ ایک روز رازادہ کر لیا کہ کتب خانہ میں آگ لگا دی جاوے۔ پیر نے فرمایا الحق فی الكتاب والاسلام فی الدفاتر اگر۔ وفاق نہ ہو گئے تو نہ ولایت ظہور پذیر ہوگی۔ اور نہ نبوت کا جلوہ ہوگا **لَا نَفْعُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ**۔

مصرع دانش آمد مایہ بخش دین و دولت مرد را

یاد شیخ حسین

آپ ملتان سے خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کی زیارت کے واسطے اجمیر میں آئے تھے۔ یہاں پر اپنے صرف ایک حجرہ کے اندر اپنے جسم کے گملانے۔ اور جان کی پرہیز کرنے میں بارہ سال گزار دیئے۔ فرمانروا مالوہ خان جہان کے بیٹے۔ سلطان محمود کو آپ کے اجمیر میں ہونے سے آگاہی ہوئی۔ تو چشت خان کو بھیج کر سنڈو (مانڈو) میں تشریف لانے کے لئے اتنا س کیا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو محمود کو صرف ایک دفعہ اتفاق دیدار پیش آیا۔ پھر اس کے بعد اس کا عہد پورا ایک برس ہی نہیں رہا۔ کہ اُس کے بیٹے عنیاث الدین کی فوت آئی۔ اور عنیاث الدین کے نام سے کوس سلطنت بجھنے لگا۔ سلطان عنیاث الدین نے ایک روز چشت خان سے دریافت کیا۔ کہ شیخ کے رہنے سے سننے کی کیا کیفیت ہے۔ اور کس طرح گزرتی ہے چشت خان **لے حق کتابوں میں ہے۔ اور اسلام و فزون میں** **لے ہم اسدی سے پناہ مانگتے ہیں اس امر کی کہ نادانوں کی باتیں کریں۔**

نے جواب میں مضمون شکر گزاری عرض کیا۔ شیخ کی ملامتی ہر شیخ کی طرف سے پتھر کی ہاکیا تھی سلطان کے روبرو پیش کی۔ سلطان وقت نے کچھ مال ہشت خان کے ہاتھ بیجا۔ آپنے اس مال میں سے کچھ تولانے والہ کو دیا۔ اور جو باقی رہا تھا۔ وہ حاجتمندوں کو تقسیم کر دیا۔ دوسری بار پھر سلطان نے درسیانی شخص سے یہاں کر آپکے کانٹے پینے کے سبب کیا اور کہاں سے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ ریزی تو آسمانی ہے۔ اور اسباب نامعلوم کیونکہ سلطان محمود تو عہد ہشت جلدی سے فرما گئے۔ اور سلطان وقت نے ان حکم شیخ کے مجروح قدم رنجہ نہیں فرمایا ہے جب سلطان کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو آپ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا۔ دیدار سے نذر باطنی حاصل کیا اور بعد آبلوگانوں آپ کے فرزندوں کے نام سے لکھ کر سپرد کر دئے۔

کہتے ہیں۔ نصیر الدین کے بیٹے شہاب الدین نے بہت سی فوج فراہم کر کے۔ اپنے باپ کے لواحق شروع کر دی تھی۔ نصیر الدین اپنی فوج کی کمی سے اور بیٹے کی مخالفت کے دور دراز فکر میں تھا۔ اور ہمیشہ یہ راگ گایا کرتا تھا گوشتہ زمین میں دل کی چھپی ہوئی بات پہچاننے والے درویش بہت تھے۔ جب آسمان کسی کے ساتھی کی ادائی کرتا تھا تو وہ بیچارہ مددیشوں سے استمداد کر کے اپنے نیک و بد کے انجام پر خبر پالیتا تھا۔ لیکن آج کل ایسے روشن ضمیر لوگ نہایت ہی نایاب ہیں۔ یسکر شمشیر خان نے جوشیخ کے عرفان اور وجدان سے باخبر تھا۔ عرض کیا۔ کہ اگر سلطان شیخ حسین کی گراہی محبت میں پہنچ جاوین۔ تو غالباً یہ شکایت جو سلطان کو ہے۔ شکوہ پاس کے ساتھ تبدیل ہو جاوے گی۔

القصد سلطان وہی کا پیار ہاتھ میں لیکر دیہات کے شخصوں کی طرح شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپ اندرون دار سمجھ گئے۔ اور آیہ کریمہ کُرْمِنْ فِئْتَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئْتَةٌ كَثِيرَةٌ کَاِبِ اَذْنِ اللّٰهِ بکر فتح یابی کی خوشخبری سنائی۔ چنانچہ اسی سمانی خوشخبری کے بموجب ظہور ہی ہوا۔ چند روز بعد نصیر الدین خان فانی سے رخصت ہوا۔ اور زمانہ نے ہاتھ پیر کر محمود کو شاہی تخت پر بٹایا سلطان محمود بھی شیخ کی خدمت گلزاری میں باہر کی طرح کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا عہد پورا ہوا۔ کہتے ہیں سلطان باہر مالوہ گجرات کو ہلکا ہونے پر آشیاں ہمایون صاحب کے آپہنچا جب ہمایون شاہ نے قلعہ منڈو (مانڈو) فتح کر لیا۔ تو شیخ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا۔ شیخ نے شاہی ابرق اور چھلک ماطلا اور جواہرات میں طمع کی ہوئی تھی۔ تو آبدار کے ہاتھ سے لیکر اس سے طلا جہد کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ متقی بادشاہ کے واسطے آنکھوں پر شروع چاہیے۔ ملا محمد فرغ علی عذر خواہی کے واسطے اُسے اور حسب حکم شاہنشاہی ابرق۔ شیخ کے سامنے منڈکی شیخ نے کمال آزادی سے اس کے دام کر کے۔ حاجتمندوں کو تقسیم کر دئے۔

دوسرے روز علی الصبیح جنت آشیانی امد میر فرغلی۔ امتحانی مضمون دل میں قرار دیکر شیخ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوئے۔ شیخ کو ہر ایک کے اندر دینی قرار داد پر علم ہو گیا۔ اتفاقاً آدھی رات کے وقت شاد ماجو مجذوب نے اپنے بیٹے قطب الدین بیکاری کے ہاتھ دو سچ کباب۔ شیخ کے واسطے بھیجے تھے۔ ان کبابوں میں سے شیخ نے تین بوٹیاں اٹھا کر میر فرغلی کو کمانے کے واسطے دین چنانچہ واقعہ کا ظہور ضمیر کے موافق ہوا۔ اس کے بعد شیخ نے جنت آشیانی سے فرمایا۔ کہ درویشوں کو بازیگردن کی مثل قرار دینا۔ آئین دوستی کے خلاف ہے۔ اگرچہ آم اس غیر فصل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن قابل پسند نہیں ہوتا۔

آپ بارہون مہینے نماز طہارت کبریٰ (غسل) کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ ایک روز غسل کے ارادہ پر باہر گئے تھے۔ چور دن کی ایک جماعت ملی۔ وہ جماعت آپ کو تو نگر سمجھ کر اپنی غفنی جگہ میں لے گئی۔ اور پانچویں زنجیر ڈال کر ایک دروازہ کے گوشہ میں بٹھا دیا۔ آپ نے فرمایا اگر تار دل دانوں کی پابندی زنجیر سے ہوتی ہے اور جو لوگ آزاد ہیں۔ ان کو پابند صرف محبت کر سکتی ہے۔ سارے دن نے اس بات کو یاد دہانی سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ اور زنجیر پر ہر سہ کر کے۔ ہر ایک اپنے کام میں لگ گیا۔ شیخ اُس جگہ سے ایک پلک مارنے میں سلیمان رفتار سے اپنے حجرہ کے اندر چلے آئے۔ کہتے ہیں شیخ کی عمر ایک سو اٹیس سال کی تھی۔ خوابگاہ اور بین ہے۔ یہ ایک دیہ ہے منڈو (مانڈو) سے بارہ کوس کے فاصلہ پر۔ ہجری سنہ نو سو پینتالیس میں دنیا کے عدم آباد سے عقبی کے شہر سان کو رحلت فرمائی مصر صحر آفرین خدا سے بروے باد۔

یاد شیخ علاء الدین دہلوی

آپ شیخ نور الدین المعروف بہ فیلسف کے بیٹے۔ اد گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ قدس سرار ہم ایٹ داد شیخ تاج الدین محمد ابن شیخ عبد الصمد ابن شیخ منور ابو دہنی کے مرید تھے شیخ منور ابو دہنی کو اہل زمانہ گنجشکر۔ اور شیخ فریثانی کہا کرتے تھے۔ اور با اعتقاد مریدوں کے خواب میں حضرت گنجشکر۔ شیخ منور ابو دہنی کی شکل میں نظر آیا کرتے تھے صاحب کشف علی بن خاں کہتے ہیں۔ جب میرے سلوک کا آغاز تھا۔ تو میں اس بارہ پر کہ مجھ کو کلاہ خلافت خواجہ قطب الاولیا سے مل جاوے۔ خواجہ قطب الاولیا کے روضہ پر محکف ہوا۔ خواجہ قطب الاولیا نے مراقبہ میں مجھ کو شیخ علاء الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت فرمائی۔ میں نے گستاخی کی۔ جو اس امر کو قبول نہیں کیا۔ اسی طرح چند بار میں نے اعتکاف کیا۔ اور چند بار یہی اشارہ ہوا۔ بالآخر میرے کان میں آواز آئی۔ ”علاء الدین قطب الدین میں“ ناچا مجبور ہوا۔ اور بے تامل آپ کے پاس حاضر ہوا۔

سکراتے ہوئے کلاہ میرے سر پر لگی۔ اور فرمایا۔ یہ کلاہ قطب الاولیٰ کی طرف سے ہی ہے خوش وقت ہوگا۔
پندرہویں بیچ اثنی بھری سنہ نو سینا لیس میں فرمان وصال صادر ہوا۔ خوابگاہ قلعہ دہلی۔

مصروع کلاہ عفو توجوید سر پر ہنس دین۔

یاد شیخ علاء الدین ابن شیخ بدر الدین سلیمان

آپ کے پد بزرگوار حضرت گنجشکر کے فرزند ہیں۔ قدس اہم ارہم کہتے ہیں۔ آپ کے نفس ناطقہ کا لہجہ کے
ساتھ پیوند بھری سنہ آٹھ سو بہترین ہوا تھا۔ زمانہ طفلی سے ہی۔ دلی ہو گئے کے آثار۔ آپ کی پیشانی سے عیا
تے جب آپ کا دل وحدت کی روشنی سے منور ہوا۔ تو ساتھ برس تک آپ نے ہدایت فرمائی۔ چونکہ آپ کی
ذات میں بخشش اور بخشائش کی صفت کمال درجہ تھی اس واسطے لوگ آپ کو علاء الدین جوامہدو کہا کرتے تھے
بھری سنہ نو سو اٹالیس میں دہلی سے تشریف لائے۔ اور کوئٹہ فرما گئے۔ اجودھن میں اپنے پد بزرگوار
حظیر دین دفن کئے گئے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ جن سے چاند سورج کی طرح۔ نسب و حسب کا زمین
و آسمان منور تھا۔ ممکن اور واجب میں انہیں دونوں صاحب زادوں کی خاص روش سے انتظام تھا۔
القصد۔ سلطان محمد تغلق نے بہت سی تدبیرات کر کے دونوں صاحب زادوں کو اپنے سے مانوس کیا
بڑے صاحب زادہ شیخ معز الدین کو معز الملکی کا خطاب دیکر ملکی اور مالی کاروبار ان سے لیا اور بالآخر ان
کو صوبہ گجرات کا حاکم بنایا۔ ان کی ہستی کی کشتی اسی جگہ دریاے نیستی میں غرق ہوئی۔ دوسرے شیخ علم الدین
تھے ان کو شیخ الاسلامی کا منصب دیا۔ شیخ علم الدین دنیا اور عقبی دونوں جہان کا کام بنانے میں مصروف
رہتے تھے۔ ان سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا تھا۔ مصروع ساغر اسرار اور پرازے توحید باد۔

یاد شیخ عبدالرزاق مہنجمالوی

آپ خانوادہ قادریہ کے سربراہ اور دونوں میں سے ہیں۔ پیر مشائخ حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کی
خدمت کی تھی۔ اور خدمت سے فائدہ بھی اٹھایا تھا۔ لیکن دوام مشاہدہ کے مقام پر شیخ شاہ محمد حسن قادری کی
ملازمت سے پونچے تھے۔ اور محمدی ہدایت کے طریقہ پر ہمہ کسے ساتھ قدم رکھ کر دانش و نبیض حاصل کی تھی تا فائدہ
سے انجام تک جسم کے گھلانے۔ اور روحانی جوہر کے بڑھانے میں مصروف رہے۔ آخر کار یتیم بھا۔ کہ عالم ارواح کے
چلنے پر نے والوں میں شامل ہو گئے۔ اور ہمیشہ نافرمان نفس کے ساتھ لڑائی لڑ کر بالآخر فتح پائی۔ آپ ہمیشہ آئندہ
کے ساتھ مروت سے پیش آیا کرتے تھے۔ اور ناتوانوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ رسمی علم کی تحصیل کہاں کے درجہ کو پہنچائی

تھی۔ بیان تک کہ سخن گوئی کا ملکہ حاصل تھا۔ کلام پسندیدہ ہوتا تھا سید محمد الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے
مکتوبات پر ایک عمدہ شرح۔ اور تجیدہ اور مفیدہ خائے لکھے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو و پنچاس میں عالم دنیا سے
رحلت فرمائی۔ اکثر سرکار دہلی کے بڑے بڑے لوگ آپ سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ اصحاب بھی ہیں
شیخ احمد مفتی اسفیدونی۔ شیخ حسین بانی تہی شیخ عمر مسوانی۔ میر سید علی لودیانی۔ اور یہ چار شخص۔ شیخ احمد شیخ علی
شیخ طیب اور شیخ صابر۔ قصبات میان دوآب کے باشندہ ہیں۔ شیخ یوسف دہلوی جنہوں نے اپنے پیر کے کلام
کو فراہم کر کے۔ ایک مفید جلد بنائی تھی۔ شیخ حاجی جو شیخ یوسف کے پیر زادہ تھے۔ اور شیخ چاند مجذوب جو ہفتہ ہفتہ
بہر روزہ رکھتے تھے۔ یہ اصحاب جس قدر شمار کرائے گئے ہیں۔ سب کے سب طریقہ ولایت کے رازدار۔ اسرار
طریقت کے مشکل کشا۔ خدا شناسی کی انجمن کو رونق دینے والے۔ اور طالبان ہدایت کے رہنما تھے۔ قدس سرہ
لغالی اسرار ہم۔ مصرع رہنمایان جہان را۔ سند علی بود۔

یاد شاہ تاجو ابن شیخ کمال قدس سرہ

آپ قرشی النسل ہیں۔ آپ کے پدر بزرگوار ملک عرب کا آکر ہند کی سیر سے عبرت حاصل کرتے پہرتے تھے
اتفاقاً۔ قلعہ رنت بہنور کے آس پاس کہ خدا ہوئے۔ ہجری سنہ آٹھ سو پچاسی میں شاہ تاجو کی روحانی صورت
شکم والدہ سے باہر آئی۔ اور اُس کے واسطے بشت زمین گوارہ بنی۔ جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی۔
تو یتیم ہو گئے۔ اور آپ کی مان نے آپ کی دیوانگی مادر زاد سمجھ کر خیر گیری چوڑ دی۔ سونے کی جگہ اور کمانے پینے
کے انتظام میں دوسری ہی شکل پیدا ہو گئی۔ آپ ایک دم شیشہ فردشون کی ہمراہی میں۔ تن تنہا منڈو
(مانڈو) میں چلے آئے۔ بیان پر چند روز بعد و عِلْمُ شَاہِ مَن لَدُنَا عِلْمُ شَاہِ کے مکتب میں تقدیری تہمتی یاد
کی۔ اور آپ کے سینہ پر خدائی علم تحریر ہو گیا۔ سلطان وقت ناصر الدین خلجی تھا۔ اُس نے آپ کی خدمت اپنے
دہ لے لی تھی۔ ایک روز تنہائی کے متعلق ذری سی شکایت آپ کی زبان پر آئی۔ اس کا انتظام سلطان نے
اس طرح کیا۔ کہ ایک عنیفہ تھی جو حرم سلطانی میں پردہ نشینوں کو شرعی کچور و لاکچور تعلیم کیا کرتی تھی۔ اُس
منعیفہ کی ایک حسین و جمیل لڑکی تھی۔ راحتہ الحیات نام تھا۔ سلطان نے اُس لڑکی کے ساتھ آپ کا
عقد کر دیا۔ شادی کے مراسم۔ عروسی لوازم۔ اور خانہ داری کے ساز و سامان کا کافی طور پر انتظام کر دیا گیا۔
اسی اثنا میں سلطان ناصر الدین خلجی کا زمانہ حیات پورا ہوا۔ اور اب فرمان روائی کی نوبت سلطان ناصر الدین

نے آگرہ اور جیپور کے درمیان میں ایک قصبہ ہے ۱۲ جسے آج کل ریاست بھرت پور کہتے ہیں۔

کے بیٹے۔ سلطان محمود کو پونہ پی۔ پیکر پرستون کی ایک جماعت تھی۔ جس کا مذہب راجپوتوں کا ساتا۔ یہ لوگ پوربہ کر کے مشہور تھے۔ اس جماعت نے سلطان کو قید کیا۔ اٹھ بجی حرم نشینوں میں عام پراگندگی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اسی اثنائے میں کہ دسویں صدی کا آغاز تھا۔ راحتہ الحیات کے بطن سے اس ازلی مجذوب کے گہر ہمان نو کی آمد ہوئی قطب الدین بہکاری نام رکھا۔ اس کے بعد راحتہ الحیات کو مرض الموت ہوا۔ کہ وہ مر گئی۔ اور باپ چونکہ فتنائی السد کے دریا میں غرق تھے۔ ہوش میں آکر بیٹے کی پرورش نہیں کر سکتے تھے۔ دربانانِ شہر آپ کے ہمسایہ تھے۔ کارکنانِ قضا و قدر نے قطب الدین بہکاری کی تربیت۔ اُن کے محلہ پر لکھدی۔ جب زمانہ ہوش آیا۔ تو خدمت والدین میں مشغول ہوئے۔ باپ کے خرق عادات۔ اہل زمانہ کے نزدیک شمار سے زیادہ ہیں۔ ہجری سنہ نو سو پچاس تھا۔ کہ شاہ تاجو اپنے عنصری لباس سے جو عاریتہ تھا نکل کر شیخ بہکاری کو اپنا جانشین چوڑ گئے۔

شیخ بہکاری۔ اپنے حسنِ خدات اور باپ کی موثر دعاؤں کی بدولت۔ صاحبِ ولایت ہوئے آپ کا خلیلی دسترخوان ہمانوں کے آگے سے کیسی کسی وقت ایک طلوع سے دوسرے طلوع تک تہ ہوتا ہی نہیں تھا۔ تو نگروں کو اور درویشوں کو یکساں طرح طرح کے کمانے کھلائے جاتے تھے۔ اور کمانا چنے کے اندر شاہ اور گدا کے درمیان کچھ فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ بعض لوگ جو اصل حقیقت کے ناواقف ہیں ایسا کہتے ہیں کہ شاہ تاجو قدس سرہ شیشہ فروش کے رکے ہیں۔ مجذوب اور حضور تھے۔ ان کے کوئی لڑکا نہیں ہے۔ شیخ بہکاری دربان کے رکے ہیں جو خوش قسمتی سے ایسے بزرگ کی خدمت میں پہنچ کر عالی مرتبہ ہو گئے۔ یہ کنا صرف گمان ہے۔ جو راستی اور درستی سے بعید ہے۔ قطعہ

نیت درین عصر کے ہم چوا و

سوئے ارم نہ صد ہفتاد و دو

شیخ بہکاری کہ جہان را یکے ست

انصد ۹۰۲ دو آمد و رفت از جہان

شیخ بہکاری نے پانچ لڑکے یا دو گار چوڑے۔ سب بڑے شیخ سعدی تھے۔ جن کا ظاہر اور باطن سید ہے اور سچے لوگوں کی طرح بنجیدہ افعال کے ساتھ آراستہ تھا۔ باپ کی خلافت کا فرقہ زریب بدن کیا تھا۔ چند روز بزرگوار آبا و اجداد کے طریقہ پر اپنا سلسلہ فقار رکھا۔ بعدہ ہجری سنہ نو سو چھیاسی میں معنوی ملک کا عزم فرمایا۔

دوسرے کے شیخ کمال تھے جنہوں نے دل کی سلامتی۔ شکستگی کے ساتھ جمع کی تھی۔

اموال کے دیدار کا شوق کمال درجہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ہجری سنہ ایک ہزار نوین علیہ السلام چھوڑی۔
 جو تھے اُن کے شیخ جمال تھے۔ جو اصحاب حضور الہی میں بدایاب ہیں۔ وہ آپ کو نظر قبول سے
 یکھا کرتے تھے خاصۃً شہسوار میدان وحدت و حقیقت شیخ ضیاء الدین شیخ محمد غوث قدس سرہما سے پیر ہیں
 خلافت اپنے ہجری سنہ نو سو پچاسی میں زینب بدن کیا تھا۔ اور سالک شاہراہ تجرید و تفرید شیخ محمود ابن
 شیخ جلال شطاری عشقی کی ملازمت میں چند سال رہ کر خدمت کی بدولت فیض پایا تھا۔ اور اجازت نامہ لیا
 تھا۔ راقم گلزار کے پُرانے ایک دل دوستوں میں آزاد فرار کثادہ پیشانی خلوت پسند۔ ادھتپاک سے ملنے
 والا۔ آپ کے مانند کوئی نہیں تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے رمضان مہینے میں آپ نے رحلت فرمائی۔ ایک
 لاکھ و اڑوہ سالہ چھوڑا ہے۔ شیخ شریف نام ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کو شرف کمالات عطا فرماوے۔

یاد سید نظام مندوی

آپ سید شرف کے فرزند ہیں۔ جو سید غیاث کے بیٹے تھے۔ ادھ سید غیاث۔ سید محمد گیسو دراز کے
 پوتوں میں سے ہیں آپ جسم کو گملاتے۔ اور روح کی پرورش کرتے تھے۔ اور نفس پر فتحیاب تھے۔ کہتے ہیں
 آپ کے پیدہ بزرگوار بہ ترک سکونت گھر گھر دکن سے سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد میں مالوہ کی طرف آئے تھے
 اور قیام کے واسطے یہ مقام پسند کیا تھا جب سید شرف نے عالم علوی کو کوچ فرمایا۔ تو اس وقت سید نظام چھوٹے
 تھے جب آپ کا زمانہ ہوش آیا۔ تو شیخ برہان چشتی کے مرید ہوئے۔ وجہ معاش پیشہ بیلداری سے ہمہ پہنچاتے
 تھے۔ ایک روز زر نقد سے بہرا ہوا ایک برتن۔ ایک دیوار کی چڑھن سے نکلا۔ آپ نے اس کو مٹی میں چپا کر گھر کے
 مالک کو آواز دی۔ کہ مال زمین میں دبا ہوا ہے۔ اٹھائے جائیے۔ تاکہ کھدائی کا کام جاری کیا جاوے۔ مالک مکان
 نے جواب دیا۔ جو شے نکلی ہے۔ اس کا ستحق نکالنے والا ہی ہے۔ کیونکہ اُسی کی تقدیر ہے اور اُسی کی سعی بازو
 سے نکلی ہے۔ ایک گنڈہ برابری طریق باہم گفت و گور ہی۔ آخر کار جب سید نے اس کشاکش سے نجات پائی
 تو اس اندیشہ سے۔ کہ مبادا آئندہ پیرایا ہی موقع پیش آوے۔ حرص کو حرکت۔ اور دل کو میلان ہو۔ اور ہاتھ اس
 کی طرف بڑھے۔ اس پیشہ سے ہی درگزر کی۔ اور اس کے بعد اندہن اور آٹا بیچنے کو اپنی قوت ہمہ پہنچانے کا
 ذریعہ بنایا۔

اس عرصہ میں ایک رہنما بزرگ آپ کے پاس آ پہنچے۔ کئی سیر آٹا لیا۔ اور اُسی اندہن سے جو دوکان میں تیار
 روٹی بکا کر صرف اپنی ایک چاشت کی خوراک بنائی۔ آپ کو ذکر قربان کا طریقہ یاد کرایا۔ اور فرمایا۔ زہدان خشک کی

زقار چوڑو اور عاشقانِ حلف کے خوان کی چاشنی چکھو۔ کہتے ہیں۔ اس ذکر کی مشق اپنے بیان تک بڑھائی۔
 اگر شغل کرتے وقت بدن کے اعضا ایک دوسرے سے جدا ہو جایا کرتے تھے اور جب آپ فارغ ہوتے تھے۔ تو وہ
 اعضا پہل جاتے تھے۔

سلطان بہادر گجراتی نے جب منڈو (مانڈو) کو فتح کیا تھا۔ تو سید کی ملازمت میں بھی گیا تھا۔ اور نذر میں
 بہت سامان پیش کیا تھا۔ آپ نے قبول فرما کر سب کو عمارت کے کام میں لگا دیا۔ اور ایک بہت بڑا گنبد پر بزرگوار کی
 قبر پر تعمیر کرایا۔ اور پھر بعد میں جب جنتِ آشیانی کا درود منڈو (مانڈو) میں ہوا۔ تو اُس نے بھی عزم دیدار کیا مجلس
 گرم ہوئی اور رازداری کی باتیں ہونے لگیں۔ بہت سی عمدہ عمدہ اور دل چسپ باتیں ہوئیں۔

کہتے ہیں۔ آپ کے چوبائیل بیٹے تھے۔ ان سب میں سات بیٹے گویا ہمیش بہاموتی تھے۔ سید داؤد
 سید حمید۔ سید جمن۔ سید برہان الدین۔ سید کمال۔ سید سالار۔ اور سید فرید
 چند فرزندوں کو رسمی علم حاصل تھا۔ اور چند اعلیٰ معرفت کے عالی مرتبہ کو پہنچ کر بہت سے لوگوں کے پیشوا
 ہو گئے تھے۔ اصدا مادن میں سے یہ چار شخص ممتاز تھے۔ اولاً آپ کے پیر کے پوتے شیخ نصیر الدین ابن شیخ
 جلال بن شیخ برہان ہشتی۔ دوسرے شیخ جمال تیسرے شیخ چاند چوتھے شیخ شرف الدین۔
 ابن چاندین میں سے ہر ایک اہل عرفان۔ اہل ذوق۔ اور اہل وجد تھے۔

سید نظام نے تاریخ انیسویں ذی الحجہ ہجری سنہ نو سو پچاس کوچ دیدار کے واسطے کوچ فرمایا۔
 خواجگاہ باپ کا گنبد جو سنگرناں سے نزدیک ہے۔ مصرع صفا درودہ او کوئی حق شناسی بود۔

یاد سید حسین

آپ سید محمد کے بیٹے تھے جو جلال ابن زہید کے فرزند تھے۔ آپ اصل میں سادات ترمیز سے ہیں۔
 آپ کے آٹھویں دادا سید جلال الدین ہند کی طرف ترمیز سے آئے تھے۔ اس وقت آٹھویں صدی کا آغاز تھا
 اور قصبہ سارن میں جو سرکار جوینور کی مصنافات میں سے ہے گوشہ گزین ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سید علما۔
 اور سید جلال۔ یہ سید حسین جوہن۔ دوسرے بیٹے کے پوتوں میں سے ہیں۔ سید حسین کی زاد بوم گوالیار ہے
 آپ کے والد ماجد سید محمد۔ سلطان ابراہیم لودھی کے عہد میں قصبہ سارن سے جو آپ کے آبا کے کرام کا وطن تھا۔
 گوالیار میں آئے تھے۔ انہیں ایام میں حاکم قلعہ تارخان سارنی تھا۔ اُس نے کمال محبت اور تعظیم کے ساتھ
 آپ کا استقبال کر کے فہدیٰ مزدریات نہایت عجلت کے ساتھ ہم پہنچائیں۔ اسی عرصہ میں چند روز بعد

قطب الاولیا غوث العرفا - شیخ محمد غوث قدس سرہ ہی شرقی ملک سے جوان کا قیام گاہ تھا۔ گوالیار میں آئے۔ القصہ جب جنت آشیانی ہمایون بادشاہ نے صوبہ بنگالہ کی فتح کے واسطے کوچ فرمایا۔ تو دار الخلافہ آگرہ میرزا ہندال کے سپرد کیا۔ نا بخت بہ کارند میون نے یہ صدا متواتر میرزا کو سنائی حافظ۔

شہر خالی ست ز عشاق بود کز طر فے | مردے از غیب برون آید و کارے بکند

میرزا کو تہ اندیش تھا کہ ہوا سے فرمان روائی اُس کے کانوں میں بہر گئی۔ اس بارہ میں دولت دوست نالائقوں کے مشورہ سے یہ بات قرار پائی کہ شیخ بہول۔ ہمارے بادشاہ کے پیر ہیں۔ اور شیخ محمد غوث پیر کے بہائی ہیں۔ جب تک یہ دونوں بزرگوار عالم ملکوت کو روانہ نہیں کر دئے جائیگے۔ میرزا کی آرزو پوری نہیں ہوگی۔ شیخ بہول۔ دار الخلافہ آگرہ میں موجود تھے۔ ان کو وہیں شہید کر دیا۔ اور غوث زمان گوالیار میں تشریف رکھتے تھے۔ اس واسطے گوالیار کے حوالدار سلطان میرک کے نام حکم جاری کیا گیا۔ کہ جس طریق سے ممکن ہو شیخ محمد غوث کو دار الخلافہ میں روانہ کر دو۔ اتفاق سے شیخ محمد غوث کو اس معاملہ کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ لہذا راتوں رات آفتاب کی طرح لوگوں سے مخفی اور تنہا گوالیار سے نکل گئے۔ اور زمین مشرق میں جا پہنچے جہاں ہمایونی ٹکرتا۔ لیکن گہرا دریا فیہر لٹ گیا۔ اور بال بچوں کو نہایت تنگی کی ذبت پہنچی۔ جب ہمایونی علم واپس ہوئے۔ اور وہ شورش فرو ہوئی۔ اور شیخ محمد غوث بھی اپنے وطن میں آ پہنچے۔ تو یہ بات ذہن نشین کی گئی۔ کہ جو کچر آفت اور مصیبت گہرا دریا بال بچوں پر پہنچی تھی۔ یہ سب سید محمد سارنی کے کہنے سننے سے پہنچی تھی۔ اور پھر جن لوگوں نے یہ چچو ندر چوڑی تھی۔ انہیں لوگوں نے محض گمان ہی گمان پر سید محمد کے گہرا لون سے مکرر یہ جا کر ختیا یا کہ مہتاری اولاد کے واسطے شیخ محمد غوث جلالی نقش جلاتے ہیں یہ متوحش خبر سنکر بچوں کی مان نے اس طریق کے سوانجات کی کوئی صورت نہیں دیکھی۔ کہ اپنے بڑے بیٹے سید حسین کو جس کی حسین صورت دیکھ کر یوسفی حُسن یاد آتا ہے خدمت میں بھیجے۔ اور توہمی تقدیر کی غلہ و معذرت کر کے معافی کے لئے التماس کرے۔

جب یہ نوجوان سعادت مست قدم بوس ہوئے۔ تو شیخ محمد غوث نے نظر مہربانی سے دیکھا۔ جس کی وجہ سے ان کو کمال خوشی حاصل ہوئی۔ اور روز بروز گنجائش اور سوخ کا درجہ بڑھتا چلا گیا۔ جب ستر سال کی عمر ہوئی۔ تو مرید ہو گئے۔ اور سلوک کے طریقہ پر مقامات طے کر کے خدا شناسی۔ حق دانی۔ اور حقیقت پرستی سے ممتاز ہوئے۔ اخیر میں وحدت وجود کے آثار زور و شور کے ساتھ غالب آئے۔ یہاں تک کہ

سلوک سے باز رکھ کر تیس سال کی عمر میں جذبہ کو نوبت پہنچی۔ جس زمانہ میں قطب الاولیا غوث زمان نے شیرخان سور کی شورش کے سبب سے گجرات کو ہجرت فرمائی ہے۔ اُس زمانہ میں آپ ہمز کاہ تھے۔ ایک روز ایک جگہ چند بواہ سون کی مجلس ہو رہی تھی۔ چلتے چلتے ان مجذوب صاحب کا بھی گزر وہاں سے ہوا سر دے کر مجلس میں گس گئے۔ اور پانی کا ایک برتن اٹھایا۔ مجلس والوں نے مجذوب تو جانا نہیں۔ چوہنیاں کیا۔ سمجھ کو کچھ کام میں نہیں لائے۔ غصہ سے کام لیا۔ اس درمیان میں انجمن میں سے ایک ناعاقبت اٹھ اٹھا۔ اور تلوار کا ہاتھ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ خواب گاہ محمود آباد ہے جو احمد آباد سے دس کوس ہے۔

مصرع بود سائے نصیب دنیا ہر دو
یوسف علاء الدین مجذوب المشہور بہ علاء اول بلاول

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید سلیمان ہے۔ آپ کے جد امجد سید حسن حسینی ایام سابق میں۔ رسول علیہ السلام کے مدینہ سے ہند میں آئے تھے۔ جب ہند کی شرقی زمین میں پہنچے۔ تو قصبہ ردولی میں ایزدی مشیت کے بموجب سیاحی کی مسافت انجام کو پہنچی اور اسی قصبہ کے ایک گوشہ میں قیام کا بستر بچھا دیا۔ اور خدا سے لو لگائی۔ چند روز بعد آپ کے دادا کی بیوی ان بھی ہو گئیں مکان بھی بن گیا۔ خاندان بھی ہو گیا۔ فرزند۔ خوش متعلقین۔ درویش بہت سے فراہم ہو گئے۔ جب سید سلیمان کی زندگانی کا تحت برباد ہوا۔ تو انہوں نے اپنا متروکہ نقد کپڑا۔ دیات۔ اور ذرا عتی زمین بہت کچھ چھوڑا تھا۔ اس سب سے فرزندوں میں باہم جگڑا تنازعہ پیدا ہوا۔ شیخ علاء سب میں چھوٹے تھے۔ اور کریم الطرفین تھے۔ اس سب سے چند بایوں نے ان کے مار ڈالنے کا قصد کر کے۔ آپ کے واسطے ولایت یوسفی ثابت کی۔ ان کی مان ان پر محبت کی نظر رکھتی ہی تھی جب اُس کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو وہ سفر حجاز کا غزم کر کے آپ کو ہمراہ لیکر اُس قصبہ سے مخفی طور پر نکل آئی دن میں گرگ طینت بایوں کے تعاقب کے خوف سے گوشہ تاریک میں چھپے رہتے تھے۔ اور رات میں جتنی طاقت کام دیتی تھی۔ راستہ چلتے تھے۔ القصہ۔ جب تک اس خوف سے امن حاصل نہیں ہوا۔ اسی طرح جنگل بیابان قطع کرتے چلے گئے۔ چونکہ صادق نیت کا درخت۔ ہمیشہ مرادوں کے پھل دیتا ہے اس واسطے حرمین شریفین کی زیارت سے شرف سعادت حاصل ہوا۔ پھر چند سال کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ اپنی زندگی کی امانت موکل تقدیر کے سپرد کر دی۔ ایک تو غربت کی محنت تھی اسپر در فقرت اور بڑھ گیا بیت

اپنا رُشغل خاطر کے واسطے اپنے اُن اطراف میں ایک مدت تک رہ کر رسمی علوم تحصیل کئے۔ اور شاگردِ کتاب ہو گئے۔ ہر کام کی طرح جہان کا گشت لگایا۔ اور چونکہ سفر کا آغاز نقطہ ہند سے ہوا تھا۔ اخیر میں ہر اُسی نقطہ پر آکر یہ رُشغل ہو گیا۔ دہلی میں افادتِ دستگاہِ شیخ لادن مفتی کے درس میں بیٹھ کر تفسیر وں کا مطالعہ کیا۔ اور اس درمیان میں ہمیشہ خواجہ بختیار کاکی کے مزارِ قطبِ اسلام پر حاضر ہو کر آستانہ میں فروغِ معنوی کی استدعا کیا کرتے تھے جب وقت آگیا۔ تو آپ کو جذبہٴ مطلق نے اُچک لیا۔ جو حقیقی وحدت سے مقید تھا۔ اور دارالِ خلافتِ آگرہ کے قیام کا حکم ہوا۔ اپنے شہرِ مذکور میں دریا سے جہنا کے کنارہ حجر و تجویز کر لیا تھا۔ اور اُس میں قرآن شریف کی تلاوت اور تفسیر قرآن کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ ان ایام میں فردوسِ مکانی بابر بادشاہ کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ برومضجعہ۔

آپ کے کشف و کرامات کے متعلق کسی قدر حالات ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

شیخ متوجرِ چشتی لکھتے ہیں۔ آپ مٹی گارہ کے کام میں پنسے رہتے تھے۔ اور اس سبب مجکوحیت و حیرت ہوتی تھی۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔ منور۔ علما و الدین کا تو کل کاری کا شغل چند ذرہ ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن تم اسی کام میں واپسین دم تک ہمیشہ مقید رہو گے۔ آخر کار جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ ویسا ہی وقوع میں ہی آیا۔

شیخ حاتم سنبللی اُس زمانہ کے باعمل علمائے چشتی تھے۔ ایک دفعہ ایسا سننے میں آیا۔ کہ ایک درویش شرعی احکام کے دائرہ سے قدم باہر کر کے کرامات اور مقامات کا دعویٰ کرتا ہے۔ جب میں شہر آگرہ میں آپ کے حضور میں گیا۔ تو تمام شرعی تائید بائے جو آپ کے متنبہ کرنے کے واسطے میں نے اپنی قوتِ تخیلہ میں تن رکھے تھے۔ عقیدت اور اخلاص کے لباس سے تبدیل ہو گئے۔ اور اعتراضی مسائل کو میں عرض نہیں کرنے پایا تھا۔ کہ شافی بیان کے ساتھ آپ نے جواب دیدیا۔

داناے وقت شیخ مبارک خضر فرماتے تھے۔ جب میں گجرات سے دارالِ خلافتِ آگرہ میں آیا۔ اولاً آپ کی ملازمت میں حاضر ہو کر۔ امیدوارِ بشارت ہوا۔ تو آپ نے اس دلکش تقریر سے مجکوحوشِ خبری سنائی۔ کہ اسی سعید شہر میں تم کو قیام کرنا چاہیے۔ ستاری خاندان میں عالی وجہ فرزند۔ وافر علم۔ اور کثیر دولت۔ یہ نعمتیں بہت جلد نصیب ہونے والی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔ کہ تمہارے سلسلہ میں ایک جان گزرا آنت۔ اور ملکِ زندہ پیدا ہوگا۔ جو تمہارے اور دنیاوی کا باعث ہونے والا ہے۔ اندیشہ نہ کرنا کیونکہ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى

وَلَا خِرَّةَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاَوْسَلِ انجلم کا خیر یہ ہے شیخ مبارک نے فرمایا آپ کے دل خوش کن
فرمانے کے بموجب آخر کار دوزخ و ناریں آثار نظر آئے گئے۔

کہتے ہیں شیخ نظام نارنولی۔ اپنے وقت کے قطب تھے۔ ان کو ان کے پیر نے ان مجتہد باب الہی کی
خدمت میں بھیجا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ جس قلم میں قیام کے واسطے آپ اشادہ فرمادیں۔ اسی مقام کو اپنا وطن سمجھنا چاہئے
جب نظام العالم آپ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ثانی نظام تمہارے ظہور کی جگہ نارنول ہی
ہے۔ اور تمہارے کام کی رونق۔ اور اس کا اجرا۔ اسی مقام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو اپنے وقت پر وقوع میں
آویگا۔ آخر کار وقوع میں ہی۔ اسی مطابق آیا۔ کہ جس طرح آپ نے ظاہر فرمایا تھا۔

شیخ عبدالسد بخاری آپ کے ہم عصر و ریش تھے۔ چونکہ آپ دریا سے وحدت میں نہایت مستغرق رہتے
تھے۔ ربودگی کی موج میں آیا کرتی تھیں۔ اہمال سکری بالکل غالب رہتی تھی۔ اس واسطے ایک روز
شیخ عبدالسد بخاری آپ کی ملازمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو ان حالات جذب سے ہوش میں لادیں۔ اس عرصہ میں
ایک کوزہ قند کا آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے بخاری کے ہاتھ میں دیدیا۔ بخاری نے دو ٹکڑے کر کے یہ کہا۔ کہ جودلت
دلی میں ہے۔ وحدت میں نہیں ہے۔ آپ نے جواب میں معرفت توحید۔ اور ذوق فنا کے متعلق چند باتیں اپنی
زبان سے اس طرح بیان کیں۔ کہ ناصح کا دل قابو میں نہیں رہا۔ دیوانگی اور ربودگی نے بخاری کی حالت میں
وحدت کا مزہ پیدا کیا۔ اور جان لیا جو کچھ نہیں جانتے تھے۔

ایک شخص شیخ علاء الدین دہلوی کے خلیفہ کے بیٹے تھے۔ ان کو ان کے پیر نے دارالخلافت آگرہ میں اس
غرض سے بھیجا تھا۔ کہ ہمارا سلسلہ جاری کرو۔ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت دو۔ جب بن خلیفہ۔ سید علاء الدین مجتہد
کی ملازمت میں بمقام آگرہ آئے۔ تو آپ نے فرمایا تمہارے پیر نے تم کو اس شہر کی شیخی کے واسطے بھیجا ہے۔ یہ علم کا
کوچہ۔ اور خالہ کا گھر نہیں ہے۔ اس جگہ رہنا شیریں کے ساتھ بچہ کرنا ہے۔ تم جیسی بکری سے یہ کام کیونکر ہو سکیگا
کہتے ہیں۔ دو تین روز نہیں ہوئے تھے۔ کہ دستوں کی بیماری ہو گئی۔ جتنا زیادہ علاج کیا گیا۔ اتنی ہی زیادہ
بیماری بڑھتی گئی۔ بالآخر علاج چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ غم نہ کرو۔ صحت ہو جاوے گی اور
تمہارے اجرا کے کار کی جگہ قصبہ امر دہ ہے۔ ایک کمل پر آپ بیٹھے تھے۔ وہاں بن خلیفہ کو دیا۔ ابن خلیفہ نے
اپنے سر پر باندھ کر دوسرے کی اجازت لی۔ وہاں پر ان کو رونق حاصل ہوئی۔

شیخ ماجونام ایک جہان۔ بنی اسرائیل گروہ میں سے تھا۔ اُس نے آپ کی حضور کی کو اپنے اوپر لازم کر لیا

تھا۔ رفتہ رفتہ بیان تک نوبت پہنچی۔ کہ آپ کے حالات اور عادات پر شیدہ ہو گیا۔ آپ کی ایک لحظہ کی جدائی بھی
اُس کو دشواری تھی۔ ایک روز آپ ادھر پہنچے وہاں اُس کے واسطے ایک لقمہ زمین پر ڈال دیا۔ اُس نے کمال تضرع
سے اور نہایت ادب کے ساتھ ہونٹوں سے اٹھالیا۔ اور نگل گیا۔ جو نعمت وہ چاہتا تھا حاصل ہوئی آپ نے اُس کو
نصیب ہارین بھیجا۔ وہاں پر اُس کی شیخوخت رونق پکڑ گئی۔ اُس مقام پر ایک جادوگر جوگی تھا۔ وہ مباحثہ کرنے لگا۔
شیخ راجو نے موسوی ولایت کے ذریعہ سے اُس کا جادو باطل کر کے۔ اپنا گرویدہ بنالیا۔

اس قسم کی عمدہ عمدہ کرامتیں اور خرق عادات آپ کی بہت کچھ بیان کی گئی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مختصر کتاب اس
قسم کی گفت و گو کے لئے کتر گنجائش رکھتی ہے۔ لہذا حوالہ قلم نہیں کی گئیں۔ سیّد زین العابدین نام ایک عالم آپ کے
معتقدین میں سے ہیں۔ انہوں نے ہجری سنہ ایک ہزار نو میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں آپ کے حالات تفصیل
کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ خدا کرے۔ وہ شائقین کے مطالعہ میں آوے۔ اور جو بندہ یا بندہ بنے۔ ہمیت

یا فتم اینک بکلم من طلب

من طلب کرم و صاشر روز و شب

علامہ الدین محمد وہب آپ کی تاریخ رحلت ہے۔

یاد شیخ کمال الدین قریشی

آپ شاہ عبدالرزاق جنجنانوی کے مرید ہیں۔ گجرات کے بناور اعظم میں سے ایک بندہ کو کہنا نام ہی ہے
اس بندہ میں آپ نے پیر کی اجازت سے قیام اختیار کیا تھا۔ اور طریقت کے اندر اہل حقیقت کے مقامات کو پہنچ کر
سلسلہ بہمانی جاری کر رکھا تھا۔ بسک لوگوں نے آپ کی ہدایت کی بدولت کمالات اور حالات کا فرہ پایا ہے

مصرع نامستی شراب محبت نصیب کیت

یاد شیخ احمد پور نعمت اللہ

آپ کی زاد بوم چندیری ہے۔ قادر شاہ کے عہد میں مالوہ کے شیخ الاسلام تھے۔ آپ کے چوتھے دادا شیخ
علامہ الدین مقتول مکان سواتے تھے۔ اور شیت ایزدی سے گواہی دین قیام فرمایا۔ لیکن فرزندوں کو ہمیشہ یہ خوف
ولایت رہتے تھے۔ کہ پیکر پستون کا لیک ایک غلبہ ہونے والا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب فتنہ مذکور کا آغاز ہوا
تو باشندگان گواہی دین کے سرفراز آئی شیخ الاسلام کتیرے سے دادا شیخ اسمعیل تھے۔ شیخ اسمعیل اہل تہجد کی محبت
ساتھ لیکر چندیری کو گئے۔ اور وہیں مکان بھی بنالیا۔ اسی جگہ شیخ نصیر الدین ابن شیخ اسمعیل۔ اور شیخ نعمت اللہ
ابن شیخ نصیر الدین کی علمی صورتیں ان شہر الخط کے ساتھ جو وجود شامی کو لازم ہیں۔ ظاہر وجود ہیں ظہور پذیر ہوئے

اور اسی جگہ کمال استعداد کو پونچ کر علین (وجود) سے علم (عدم) کو روانہ ہو گئیں۔ صوفیوں کی اصطلاح
 میں اولین حالت کا نام وجود ممکن اور پچھلی حالت کا نام عدم اضافی ہے۔ ان حالتوں کو مسدودہ معاد
 ہی کہتے ہیں۔ ان کے بعد شیخ الاسلام اپنے باپ کے جانشین ہوئے جب رانامی چیتور نے چندیری کو
 شکست دی تو آپ فرزندوں اور عزیزوں کو ساتھ لیکر دوسرے لوگوں کے ہمراہ چترہ میں چلے آئے چترہ
 ایک قصبہ سرکار کا پٹی کا۔ بیان کا حاکم اور حد خان فیروز نیک شخص تھا۔ اسے آنے والوں کو عزت اور
 تعظیم کے ساتھ لیا۔ اور حکم دیا۔ کہ بیان کے باشندوں کو چاہیے۔ چندیری کے آفت زدوں کے ساتھ برادرانہ
 سلوک کریں۔ اور اپنا سامان اور سرمایہ آدھوں آدھ تقسیم کر دیں تاکہ ان لوگوں نے جو تکلیف اٹھائی ہے۔
 اس کو بول جائیں القصبہ اہل اسلام کی خرابی جب سلطان بہادر گجراتی کے گوش گزار ہوئی۔ تو
 اس کو غیرت آئی وہ بہت سی سپاہ لیکر روانہ ہوا۔ اور قلعہ چیتور کا محاصرہ کیا۔ جو رانا کا پرانا وطن ہے۔ اور بڑی
 بہادری بڑائی ہوئی۔ چونکہ لڑائی کے ذریعہ سے قلعہ کی فتح دشوار معلوم ہوئی۔ لہذا علما نے جمع ہو کر فتویٰ لکھ دیا۔ کہ
 اسلام کا بول بالا ہونے کے لئے۔ سپہ سالار کو عقلاً اور شرعاً جائز ہے۔ کہ جو غیر مطیع اسلام ہیں۔ ان کو قسم اٹھانے
 کے ساتھ قبضہ میں لا کر مار ڈالے۔ اور فریب بہانہ کے ذریعہ سے ان پر فتح یاب ہو دے۔ چنانچہ رانا کو صلح کے
 بہانہ سے پکڑ کر تلوار سے مار دیا۔ اس کے بعد سلطان شکار کیلئے گیا ہوا۔ راسین کے قلعہ میں پہنچا۔ جو لوگ چندیری
 سے جلا وطن ہو کر چترہ میں آئے ہوئے تھے۔ ان کے بلانے کے واسطے حکم جاری فرمایا۔ وہ لوگ بتعمیل حکم
 راسین میں آئے سلطان اس وقت میدان چوگان بازی میں تھا۔ فرمایا جلد پیش کے جاوین۔ اور جلد ان
 کے اندرونی زخموں کا علاج کیا جاوے۔ چنانچہ کچھ لوگوں کو تو ان کا گیا ہوا دنیاوی اسباب جس کے مقتدرین
 جتنا لکھا تھا۔ مل گیا۔ اور کچھ لوگ جہان اترے ہوئے تھے۔ وہیں پڑے رہے۔ اور قناعت پر دل نہاد ہوئے۔ انہیں
 ایام کے قریب قریب سلطان تو گجرات کو روانہ ہوا۔ اور ملو خان کو جو قادر شاہ کے نام سے مشہور تھا۔ خبر پہنچی۔ کہ
 شیخ احمد اور نیز دیگر چند متوکل تنہائی پسند لوگ راسین میں ہیں۔ جن کی روزی آسمان میں ہے۔ یہ سن کر محبت اسلام
 جوش میں آئی۔ ایک دسوز دشمن کو بیجا۔ اور وہ ان لوگوں کو نہایت عزت اور حرمت کے ساتھ اُجین میں لے آیا۔
 اپنے بقیہ عمر شیخ الاسلامی کی مسند پر بیٹھ کر ہدایت جاری رکھی۔ اور جو لوگ سالک تھے ان کو تیز روی سکھائی
 دسویں صدی کا آغاز تھا۔ کہ قلعہ اُجین میں خوابگاہ اختیار کی۔ دوا کے چوڑے۔ شیخ جمال۔ اور شیخ عبدالقادر
 مصرع بادادل سلیم نصیبش ز کردگار

یاد مخدوم اعظم مولانا خواجگی احمد

آپ جلال الدین کے بیٹے ہیں۔ جو دوست محمد کا شانی تبلیغی کے بیٹے تھے۔ اور دوست محمد کا شانی شیخ برہان الدین تبلیغ کے پوتوں میں سے ہیں۔ جو صدیقی نسب حنفی زہری تھے۔ اور کا شان فرغانہ سولد تھا۔ آپ کی تلقین سے عقل کے آئینہ کو صیقل ہوتا تھا۔ اور نیز تلقین کے آئینہ میں شاہی حقیقتیں نظر آتی تھیں مولانا محمد قاضی کے مرید تھے۔ جو خواجہ حرا خواجہ عبید اللہ باغستانی کے بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ آپ کے وصال کی تاریخ جس کو عوام وفات کہتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو انچاس ہوتا تھا۔ اور ہجران کا زمانہ جس کو لوگ زندگانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اٹھتر سال بتاتے ہیں۔ جن ایام میں دالی ملک ظہیر الدین محمد یار شاہ گرجانی تیموری نے ہندوستان فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اُن ایام میں سلطان ابراہیم لودھی ملک دہلی کا بادشاہ تھا۔ اُس کے ساتھ بڑی بہاری لڑائی تھی۔ چونکہ گرجانی فوج نے لڑائی کی طاقت اپنے میں نہ دیکھی تو سپہ سالار کا بیان ہے۔ کہ میں نے حلیہ حراریہ کا تصور کیا۔ ایک سوار نظر آیا۔ جس کا گھوڑا اور لباس دونوں سفید تھے۔ اور اُس نے فوج دشمن کے ساتھ تلوار سے مار دھاڑ شروع کر دی۔ توڑے عرصہ میں وہ لڑائی فتح ہو گئی اور لودھی کی فوج نے بہا گئے کو غنیمت بلکہ باعث زندگانی سمجھا۔ سپہ سالار کا بیان ہے۔ کہ میں نے اُس حلیہ کو عبارت میں لکھ لیا۔ جب لڑائی کا شور و غوغا فرو ہوا۔ تو میں نے یہ واقعہ دانشمندان کے روبرو بیان کیا۔ جو میرے پاس تھے۔ اُس مجلس میں اس خانوادہ کے بزرگوں میں سے بھی ایک صاحب تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ حلیہ مولانا خواجگی احمد کا ہے۔ میں نے اُسی روز میر قوی کو جو میرے امیران اعظم میں سے تھے وہ حلیہ کا حق اور اُس کے ساتھ بہت کچھ تحفے اور ہدیے دیکر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ چند بیت نیا زنامہ میں لکھ کر اپنا ضمیر آپ پر ظاہر کیا۔ قطع

دہواے نفس گم رہ عمر ضائع کردہ ایم	پیش اہل الشراطوار خود شرمندہ ایم
ایک نظر بر مخلصان خستہ دل فرما۔ کہ ما	خواجگی را ماندہ اکنون خواجگی را بندہ ایم

رباعی

درویشان را اگر چیز خویشا نیسم پُر	ایک از دل و جان معتقد ایشا نیسم
دوست نگوی شاہی از درویشی	شاہیم دے بندہ درویشا نیسم

بہت سے بیدار مغر لوگ آپ کے بیعت تھے۔ کسی قدر آپ کی معرفت اور ہدایت کے حالات آپ کے بزرگوں

خلفا۔ اور فرزند دن کی یادداشتوں سے معلوم ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔ خدا کرے۔ یہ حالات شائقین حکایات سے مخفی نہ رہیں۔

چونکہ راقم تعریف اور پسندیدہ عادات کے لکھنے میں شدید قلم کی باگ کمپنی ہوئی رکھتا ہے۔ لہذا اس کو جو لائیو میں سرپٹ نہ کر کے۔ تمام تعریفات اور پسندیدہ عادات کو نہایت تنگی کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ اس صاحب ذکر کی سرشت میں بہت کچھ بزرگیان۔ اور بزرگیوں کی استعداد موجود ہے۔ راقم اس صاحب ذکر کی تعریف میں نثر اور نظم کے بے انتہا پھول نثار کرتا۔ بلکہ ہر ایک کی یادداشت میں فصیح البیان کام میں لا کر تحفہ پذیر آنے والوں کے سرمایہ کے واسطے ایک عمدہ یادگار چھوڑتا۔ لیکن پھر ہی حکم مہر باب و رنگ و خال و خطہ حاجت روے زیارا

تحریر سے کام معلومات کی ضروری باتیں ضبط میں لانے کے علاوہ نہیں لیا میری صریح مدح اور شمار بیرون است

یاد مولانا محمد

تمام علوم میں آپ کی طبیعت رسالتی۔ سلطان محمود ابن مظفر ابن محمود کا زمانہ تھا۔ کہ آپ حجاز سے گجرات میں آئے تھے۔ سلطان آپ کا شاگرد ہوا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اور آپ کا رتبہ بلند کرنے میں کوشش بیان تکمیل کی۔ کہ آپ کی مال ٹول چنیاں نہ کر کے۔ جملہ الملکی کا منصب اور خداوندی کا لقب عطا فرمایا۔ اسی طرح بر سلطان محروم کے بیٹے سلطان بہادر نے بھی آپ کی تعظیم میں باپ کے مراسم پر کچھ زیادہ ہی کیا۔ جن ایام میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایون شاہ نے برود مصلحہ صوبہ گجرات فتح کیا۔ اور سلطان بہادر اپنی قلم رو کو فوج سے خالی چھوڑ کر دریا بار کے جزائر میں بہاگ گیا۔ تو اس وقت آپ گجرات میں ہی تھے۔ جنت آشیانی سے ملاقات کی۔ تعظیم و تکریم کے مدارج ادا ہوئے۔ شاہی عنایت کی کشتی آپ کو شکر کے ہمراہ دہلی میں لے آئی۔ یہ دلکش مقام آپ کے دل کا دامن بکریہ بیٹھا۔ ناچار قیام کرنا پڑا۔ شیر شاہ سور کا زمانہ تھا۔ کہ آپ دارالسرور کو روانہ ہو گئے آپ طبقہ مغربیہ احمدیہ میں بیعت تھے۔ اور اسی سلسلہ پیروں کی روش پر طریقت کا سلوک بھی رکھتے تھے۔

یاد شیخ چندن دسوری (مست دسوری)

آپ شیخ بدایہ کے بیٹے تھے۔ اور شیخ بدایہ کے باپ کا نام شیخ چچو تھا۔ شیخ صدر الدین خاموش چشتی کے مرید ہیں۔ موثر و مہجائی انفاس۔ اور ظاہر و باطن کی شست و شو کمال درجہ پر رکھتے تھے۔ ایزدی جذبات اور سلوک کے مقامات بھی آپ کو حاصل تھے۔ آسمانی غزالوں کے دروازے آپ کے ہاتھ پر کھلے ہوئے تھے۔ ہمیشہ کیا نقد اور

کیا جنس بقدر احتیاج۔ اور بقدر خواہش۔ خواستگاروں کو بے تامل دیا کرتے تھے۔ ہر ایک فن کی کتابیں فراہم کر کے۔ غیر ذی استطاعت علما اور طلباء کو پہنچایا کرتے تھے۔ القصۃ سائل کا محروم رہنا اپنے اوپر حرام جانتے تھے سلطان بہادر گجراتی۔ آپ کا مقصد بابرادت تھا۔ اس سلطان کے زمانہ میں بہو پت راے رالیسینی کے ساتھ آپ کے اعزہ اور درویشوں کی لڑائی ٹھنی ہوئی تھی۔ آپ نے اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے ان لوگوں کی امداد میں بڑی باری لڑائی کی۔ آپ کے قلیل کے بہت سے لوگ درجہ شہادت کو پہنچے۔

کتے ہیں شیخ منجہو جمیری۔ سفر حجاز سے ہند کی طرف واپس آئے۔ تو ایک بہاری زنجیر اپنے پانوں میں اس شہر پر ڈال لی تھی کہ مشائخ میں سے جس کسی کے دیدار سے یہ بہاری زنجیر ان کے پانوں سے باسانی نکل جاوے گی۔ اسی کی بیعت کا طوق اپنی گردن میں پہن لیں گا۔ اسی طریق پر منزل در منزل طے کرتے ہوئے۔ دسور (مندسور) میں آئے۔ شیخ فان۔ اور شیخ سلطان شیخ چندن کے بزرگ خلفا میں سے تھے۔ اور شیخ منجہو نے ان بزرگان کی ملازمت حاصل کی۔ اور زنجیر ڈالنے۔ اور کھولنے کی شرط بھی بیان کی۔ ان بزرگوں نے فرمایا۔ بیشک پیر بزرگوار کے مشکل کشا جمال سے یہ عقدہ حل ہو جاوے گا جب عہد پورا ہوا۔ اور جیسا کہ تھا۔ ویسا ہی وقوع میں ہی آیا۔ تو اسی دم مرید ہو گئے۔ بیت

ببار گاہ وصالش سبک رسیدہ شود

از بار ہستی خود گر کے جسے بریدہ شود

اس قسم کی آپ کی باتیں جو عمارق عادات ہیں۔ لوگ بہت کچھ بیان کرتے ہیں۔ تیسویں رمضان ہجری سنہ نوے تریسپن میں آپ عالم علوی کو کوچ فرما گئے۔ خواب گاہ ٹوڈی جو ایک پشتہ ہے دسور (مندسور) کے کنارہ۔ کتے ہیں۔ آپ کے جدا مجید شیخ چچو۔ راؤ کے سکندرہ میں قیام رکھتے تھے۔ تقدیر سے ترک وطن کر کے سیاحی کا ارادہ کیا تھا لیکن آخر کار آب و دانہ کی زنجیر آپ کے سیاح پانوں میں پڑی۔ اور مندسور کے اطراف میں مقیم کیا۔ شیخ موسیٰ انصینی۔ شیخ لال گجراتی۔ اور شجاع خان پدرباز بہادر خان افغان۔ جو چند سال حاکم مالوہ بھی رہ چکے ہیں۔ آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ رحمہم اللہ

شیخ چندن کے بیٹے۔ شیخ محمد ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں اسی برس کی عمر ہے۔ یہی سجادہ نشین ہیں۔ صورت بالکل درویشوں کی۔ تن صوفیوں کا۔ دل سادہ۔ اور خدا دوست پیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ سب انہیں کے بیانات پر سے لکھا گیا ہے۔

یاد سید زحید

آپ شاہ بدہا کے بیٹے تھے۔ شاہ بدہا کے باپ کا نام حمزہ ابن قطب ابن عمر ابن جلال تھا۔ قدس اللہ
اسرارہم آپ کی زاد بوم اور خواہنگاہ : دونوں قصد سبب ان ہیں شیخ محمد عیسیٰ جو پوری کے خلیفہ ہیں۔ جو دو واسطہ
سے نصیر الاولیا چراغ دہلی کو پہنچتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ آپ کا سر زانوے مراقبہ کے سوا۔ کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ اور
آپ کی آنکھیں گریہ شوق کو سوا۔ کوئی چیز پسند ہی نہیں کرتی تھیں۔ آپ کے سینہ میں شورش عشق کی سوا کسی حکم کا خیال نہیں
اور آپ کے ضمیر میں یاد مولیٰ کے علاوہ کوئی بات نہیں آتی تھی۔ آپ نے زندگی کا تمام زمانہ۔ مراقبہ اور انتظار میں ہی
گزاردیا۔ شیخ قاضی شطاری۔ جو شاہ عبداللہ شطاری کے بڑے خلیفہ تھے۔ آپ کے داماد ہیں۔ اور شاہ
ابوالفتح ہریتہ اللہ پسر شیخ قاضی شطاری درپر یا با حاجی حمید الدین حصہ آپ کی دختر سے ہیں مصحح دفتر خلاصہ دانا مکمل اعمال و

یاد مولانا قاضی خان

آپ یوسف نامی کے بیٹے ہیں۔ جلال الحق آپ کا لقب ہے۔ زاد بوم ظفر آباد جو پورہ ہے۔ بیعت کا
شجرہ اور خلافت کا خرقہ۔ شیخ حسن ظاہر کی خدمت پایا تھا۔ قدس سرہما کشفی اور لدنی علوم سے کافی طور پر
حصہ آپ کو ملا تھا۔ والا فطرت اصحاب جو دوی سے بالکل علیحدہ ہیں۔ ان کی اصطلاحات سمجھنے میں آپ
یکتا زمانہ تھے۔ آپ کے پیر اپنی حیات میں سالکان طریقت کو آپ کے حوالہ کر دیا کرتے تھے۔ بلکہ اپنے فرزند شیخ
عبدالغفری کو ہی آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ تاکہ آپ ان کو خدا شناسوں کے پسندیدہ افعال تعلیم کر دیں۔ اس قدر
زیبائش جو پیر زادہ کے حالات میں پائی جاتی ہے۔ آپ کی ہی پرورش کی بدولت ہے۔ آپ کی رحلت کا
سال دسویں صدی کا دوسرا نصف حصہ ہے۔

یاد شیخ محمد عینی

آپ کے بزرگ اسوۃ الاولیاء عین القناتۃ ہمدانی قدس سرہ کو پہنچتے ہیں۔ ہمدان سے آپ ہرمز ہوئے
ہوئے گجرات میں آئے۔ اور احمد آباد میں بودوباش اختیار کی۔ یہاں آپ کے فرزند ہوئے۔ جو دانش مند اور
خدا شناس تھے۔ سب میں بڑے شیخ شہاب الدین تھے۔ جو دینداری۔ طالب علم۔ اور تعلیم علم میں پوری دستگاہ
رکتے تھے۔ یہی باپ کے بعد جانشین بھی ہوئے۔ اور شیخ شہاب الدین کے بھی کئی بیٹے تھے۔ جن میں سے ایک
شیخ حسن کو سجادہ نشینی کا درجہ ملا تھا۔ و جہانی کمالات ان کے گرد اگر گشت کرتے رہتے تھے۔ ان کے بعد ان کے
لڑکے شیخ خان نے خاندان کی رونق بڑائی۔ ان کا جمال اور حال۔ صلاحیت۔ اور پرہیزگاری کے ساتھ

آراستہ تھا۔ ان مذکورہ بالا چاروں شخصوں کی خواہنگاہ احمد آباد ہے صحیح بادا باب از می دیدار جام شان
یاد شاہ منصور

آپ شاہ بکاری کے مرید ہیں۔ جن کی خواہنگاہ برہان پور و متعلقہ دارالخلافہ صوبہ خاندیس میں ہے۔
 انہی جذبات میں بخود تھے۔ اور دیا ہے توحید میں ڈوبے ہوئے تھے۔ عالم جوانی میں سپاہیانہ رنگ اختیار کر رکھا
 تھا۔ اور جب معاش راہ زنی کے فدیہ سے تھی۔ ایک وزیر کی خانقاہ میں عام دعوت تھی۔ آپ کاندھے پر
 تلوار ٹکائے ہوئے چوپٹے۔ اور زور کے ساتھ کمانا لگا۔ پیر نے فرمایا۔ کیا درویشوں کا رسکبا گمانے کی حکم کو طاعت
 ہے۔ جواب دیا۔ مان۔ یہ منکر پیر نے اپنے ہاتھ سے ایک تہ آپ کے منہ میں دیا۔ لقمہ منہ حلق میں اترنے
 نہیں پایا تھا۔ کہ ہیوش ہو گئے۔ بہت دیر تک یوں ہی خاک پر پڑے رہے۔ اس کے بعد چند روز تک کوجہ
 و ہزار میں مجنونانہ برہنہ پرتے رہے۔ جب کسی قدر سکون ہوا۔ تو نلکہ کے دربار کے سامنے بیٹھ گئے صبح سے
 لیکر شام تک آپ کے گرو آدمیوں کا ہجوم بنا رہتا تھا۔ آپ جو کچھ کہہ دیتے تھے۔ اخیر میں ویسا ہی ہو جاتا تھا
 گجرات سے معاد و تک وقت جنت آشیانی ہمایون بادشاہ بھی آپ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا تھا اور
 آپ کے ارشاد کے بموجب صوبہ خاندیس سابقہ والی اور حکام کو سپور کے کوچ کر گیا شیخ عثمان ابن لادن
 راقم کے ہمسایہ ہیں۔ اس مجمع میں حاضر تھے۔ فرماتے تھے۔ اولاً آپ نے جنت آشیانی کے ترکش سے ایک تیر نکالا
 وہ اس کے تین پرالگا کر جب ایک پر باقی رہ گیا۔ تو اس تیر کو پیر ترکش میں رکھ دیا۔ اور ابرق خاص کو ابدار کے ہاتھ
 سے غصہ کر لیا۔ اور اس کا بانی زمین پر گرایا۔ جب اس میں تھوڑا سا پانی ہوا۔ تو ابرق پیر ابدار کے سپرد کر دی۔ اس وقت
 چند موز شاس بزرگ حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا تیر کا ایک پر باقی رکنا۔ علامت اس بات کی ہے۔ کہ فرزند ان
 بادشاہین سے ایک فرزند عالمگیر ہوگا۔ اور ابرق میں تھوڑا سا پانی باقی رکنا۔ خبر دیتا ہے۔ کہ بادشاہ کی عمر کم ہو گئی
 ہے۔ بالآخر جو تعبیر دی گئی تھی۔ وہی موافق تقدیر ہوئی۔

ملک زین الدین جنابان فرمان روا کے گجرات کے وزیر تھے۔ ان کے علم کی عروس گل کے زیور سے آراستہ تھی
 بیان کرتے تھے۔ کہ بابا منصور ایک روز فرماتے تھے۔ آغاز جوانی میں میر کے یہاں دنیاوی روز نور اور ساند سلطن بہت
 کچھ تھا۔ ایک رات ایک مجذوب کی نظر میرے اوپر پڑی۔ جو تاثیر کر گئی۔ یعنی اس نظر سے سر میں شورش پیدا ہوئی۔
 جب میں اپنے گھر آیا۔ تو میرے اپنی راز دار بیوی کے کما۔ میرا دل دنیاوی خیالات سے سر ہو گیا ہے۔ میں چاہتا
 ہوں کہ کل کے روز جو کچھ میری ملک میں ہے سب عاجز ہوں کہ اور فقر سے ہمسایہ کو دیدن۔ اور جس قدر

خوراک اور لباس کے واسطے کفایت کرے۔ مرنے اسی پر قناعت کروں۔ بیوی بڑی بلند مہمت اور رابعہ وقت
 تھی۔ جواب دیا۔ کہ ایسے عزیز مہمان (خیال نیک) کی ضیافت صبح پر موقوف رکھنا جو انفرادی اور مروت کی
 بات نہیں ہے۔ یہ پاک خیال جو دل میں پیدا ہوا ہے۔ اس کو اسی وقت عمل میں لانا چاہیے۔ اور بے تامل
 اپنا زیور۔ بدن پر سے اتار کر اور پتھر سے ٹکڑے ٹکڑے کر کر محتاج ہمسایوں کو تقسیم کر دیا۔ سوائے اس قدر کے جو ستر
 عورت کو کافی ہو۔ گھر میں کچھ نہیں رکھا۔ رفتہ رفتہ میری دیوانگی بڑھنی شروع ہوئی۔ بیان تک کہ مجھ کو لنگی کی بھی خبر نہ رہی
 ملک زین الدین یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ ایک روز چند بزرگان دین نماز کے واسطے تیار تھے۔ اتنے میں
 بابا منصور دور سے آتے ہوئے نظر آئے۔ اور اگر امام کی جگہ جا کھڑے ہوئے۔ اور الفاظ ایتانک نغبتاً بتکرار کرنا
 شروع کئے۔ میری عجیب حالت ہوئی یعنی الاحسان ان تعبد کانک مسواہ کی تجلی میں مشاہدہ کر لی۔
 ایسا اثر ہوا۔ کہ میرے دل کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اس درمیان میں بابا نے پر کر میری طرف دیکھا۔ اور غلبہ بینا تک
 ایسا ہی چاہئے۔۔۔ اور نہایت عجلت کے ساتھ صفت میں سے نکل کر چلے گئے اس وقت تک اس ایک
 لمحہ اقتدا کی۔ اس ایک رکعت نماز کی لذت دل سے نہیں جاتی ہے۔ اور میں نے اپنی عبادت میں ویسی برہنہ
 پر کبھی نہیں دیکھی۔

یاد شیخ عبدالملک قاری

آپ کے بایں شیخ عبدالملک بن شیخ صالح ابن محمود غزنوی خالیدی تھے۔ آغاز ہوش میں تحصیل علم کا شوق
 پیدا ہوا جس نے آپ کو مسافر بنایا۔ آپ اپنے شہر سے چل کر ہری میں پہنچے۔ اور جہاں اب زیارت گاہ ہے۔
 وہاں بود و باغ اختیار کی۔ سب سے اول یہ کام کیا۔ کہ حافظ محمود تاجادگانی کی خدمت میں کلام ربانی حفظ کیا۔ ایک
 صاحب حافظ عثمان ہر دی صاحب ولایت اور جامع انواع علوم تھے۔ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے عالم
 مثال میں جنور خاتم النبوة علیہ افضل التحیۃ کی تعلیم سے کبھی دروہی علوم کی مشکلات حل کی ہیں۔ اور
 چالیس برس کامل خواجہ خضر علیہ السلام کی محبت کے کتاب کمالات کیا ہے۔ آپ نے کلام مجید حفظ کرنے
 کے بعد ان حافظ صاحب کی ملازمت میں شاگردی کی۔ اور عثمانیہ فضیلتوں سے مشرف ہوئے۔ آپ شیخ زین الدین
 خوانی کو مرید و خلیفہ بنے۔ آپ کے اس قسم کے اسباب بزرگی بہت سے ہیں۔ جب سلطان سکندر لودھی نے متواتر عشق
 بیچین۔ اور ان میں آپ کی تشریف آوری کی خواہش ظاہر کی۔ تو چونکہ التماس کا قبول نہ کرنا۔ خانہ مروت کی عمارت
 لے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ لہٰذا خود کی بتیہ کر۔ حق تعالیٰ کی عبادت میں طرح کرے۔ کہ گویا اس کو دیکھتا ہے۔

دہاویں ہے۔ منداپنے التماس سلطان قبیل نرکارا ماحلانہ اگر دین تشریف شریف ارزانی فرمائی۔ اور بیان پر
بے شمار لوگوں نے آپ کی خدمت سے بے انتہا فیض پایا۔ ایک سو تیس سال کی آپ کی عمر ہوئی۔ اس تمام مدت عمر
میں دندی آسمانی ہی رہی۔ کسی زمانہ رو یا کسی حاکم سے معین طور پر کچھ نہیں لیا۔ ماہِ رجبِ اہجر سنہ نو سو چہین
میں ملک معنوی کو رخصت ہو گئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

یاد شیخ عبدالحکیم ابن شاہ باجن

آپ اپنے باپ کے مرید ہی ہیں۔ اور خلیفہ ہی ہیں۔ اور آپ کی خوابگاہ ہی انہیں کے روضہ میں ہے۔

قدس سرہما شیخ احمد رئیس۔ اور ملک شیر خلوتی پسر ملک مشائخ۔ یہ دونوں شخص آپ کے بزرگ خلفا ہیں
ان دونوں بزرگوں کا بیان ہے۔ ایک روز آپ کی ملازمت میں اس قسم کی بات نکلی۔ کہ باوجودیکہ صغیفی۔
لاغری۔ اور ریاضت۔ حد درجہ کی بڑھی ہوئی ہے۔ مگر مخدوم کا جوش و خروش۔ سماع کے وقت اس قدر
دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ کسی دوسرے شخص کو آغازِ شباب میں ہی میسر ہوگا۔ فرمایا۔ کم و بیش سات برس کی عمر تھی
کہ مرضِ چچک میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور اس بیماری میں بدن سے جان نکل گئی تھی۔ پھر بزرگوں کی خدمت میں
خبر پہنچی۔ کہ عبدالحکیم گزر گیا۔ فرمایا۔ جس طرح سے ممکن ہو۔ بیان تک لاؤ۔ جب میں حاضر کیا گیا تو آپ نے
رحمۃ اللہی گوئی اور سعودی خرقہ میں مجھ کو لپیٹ دیا۔ اور یہ بات زبان پر لائے۔ کہ اس بیمار کی موت اچانک
دونوں مینے ان دونوں بزرگوں کے باطن کو سپرد کر دی ہیں۔ اور خود بھی ازراہِ عجز و نیاز اپنا سر مراقبہ میں جکالیا
ایک گنٹہ بعد میرے بدن میں حس و حرکت پیدا ہوئی۔ اور صحت و تندرستی کا چشمہ ابل نکلا۔ آج کے روز
جو طاقت آپ لوگ درویش کے سماع میں دیکھتے ہیں اس کو بالکل اسی تغذیہ کا پرتو جاتا چاہیے درہمچکو
عجز۔ اور کم زوری نے بالکل توڑ ڈنڈ کر رکھا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے شاہ باجن نے رحلت فرمائی کے روز سعودی جبہ درویش کو عنایت فرمایا تھا
اور تھوڑا سا پرزری خورباہ میں سے بھی دیا تھا۔ اور انواع و اقسام کی مہربانیاں فرما کر خوشخبری سنائی تھی کہ جس قدر
فیض و فضیلت بزرگانِ دین سے باجن کو ملی تھی۔ آج کے روز عبدالحکیم کے حوالہ کی گئی۔

مصرع بادول گنج آئی حکمتش

یاد شیخ حسن خطاط

آپ شیخ محمود انصاری شیرازی کے فرزند ہیں۔ درسی کتابوں کی تحقیق اپنے اپنی زاد بوم میں کر کے خوشنویسی

میں بھی ناموری حاصل کی تھی۔ کتے بین جن ایام میں ملک فارس۔ شاہ ظہا سپاہی شاہ اسماعیل صفوی شاہ خراسان کی قلم رو میں شامل ہوا۔ اُس نے شاعروں کے گروہ کو قبول شیعہ مذہب پر لوگوں کو براہِ گنجتہ کرنے کے واسطے مقرر کرنا شروع کیا۔ اپنے تمام شاہ نشینوں سے علیحدہ اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لیکر خشکی کے راستے سے حرمین شریفین کا قصد فرمایا۔ اور ان دونوں مقدس باغیض مقامات میں ایک عمر تک رہ کر حدیث کی سند ہانک کے علمائے صحت کے ساتھ چل کی۔ اور پھر دریا پار کے راستے سے گجرات میں آئے۔ اُس وقت سلطان مظفر گجراتی بزرگ کا عہد تھا۔ بیان پر چند روز بزرگوں کی بلازمت میں رہ کر افاضہ و استفادہ کا بازار گرم رکھا۔ جب سلطان سکندر لودھی کا زمانہ شروع ہوا۔ تو آپ گجرات سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لودھی نے آپ کی خدمت گزاری۔ دل جوئی اور تعظیم کی۔ اور قیام آگرہ کے واسطے التماس کیا۔ چونکہ التماس کا قبول کرنا عہدہ عادات کی خصوصیات میں داخل ہے۔ لہذا آپ نے کدہ سے کمال تار کر مکان بنانے کے ارادہ سے زمین بچھا دیا۔ اور سلطان کی خواہش کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد لودھی اور نیز جو کوئی وہاں کا فرمان روا ہوا۔ وہ آپ کی خدمت ضرور کرتا رہا۔ وہ ہمیشہ آپ کی خلوت اور انجمن کی حاضری کا طالب ہی رہتا تھا۔ روایت ہے کہ اکثر پرستاران خانہ۔ خوش خطی۔ عیضون کے سرورق کی صفائی۔ اور طلائی رنگ آمیزی کے کام میں کامل مہارت رکھتی تھیں۔ اور لوگ اس پیشہ کا اس درجہ پر ہونا۔ آپ کی خرق عادات میں سے سمجھتے تھے۔ شیخ زین نے جو جنت آشیانی ہمایون شاہ کے صدر تھے۔ اپنے اشعار میں آپ کی فضیلت کی تعریف فرمائی ہے

مصرع ہست شعر من ز عقل و نقل خواہم بشنود و جامع المعقول و الممتول مولانا حسن نے تاریخ چوتھی۔ جو بھجری سنہ نو سو چہین کو صفحہ دنیا سے رقم ہستی مٹائی۔ اور قلم سے آخرین نامہ کا لکنا شروع کر کے خط فہی ختم کیا مصرع نام او بر لوح دل مرقوم باد و آپ آگرہ میں دفن ہیں۔

یاد شیخ امان الدیانی پی

آپ کا نام عبدالملک ابن عبدالغفور ہے۔ قدس سرہما۔ شیخ محمد حسین قادری سے آپ بیعت ہی ہیں۔ اور خلافت بھی رکھتے ہیں۔ اور رسمی علم بالخصوص علم تصوف کی تحصیل میں شیخ محمود دودلاری کے شاگرد ہیں جن کا کسی قدر حالات لکھے جا چکے ہیں۔ وحدت وجود کے بارہ میں آپ کی تحقیقات شیخ محمد الدین عربی کا زمانہ یاد آتا تھا۔ فصوص اور فتوحات وغیرہ کتب صوفیہ کی تمام مشکلات باسانی بیان فرمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ ہم رازوں سے کھلتے تھے۔ اگر اہل زمانہ۔ خود داری کی عادت چھوڑ کر انصاف سے کام لیں۔ تو وحدت وجود کے

مقدمت عقلی و نقلی دلائل سے ادنیٰ و اعلیٰ کے ذہن نشین کر دئے جاوین۔ اور نیز فرمایا کرتے تھے۔ مینے سلوک کی بدولت رسمی علم کے تنگ و تاریک کوچہ سے نکل کر آلہی معرفت کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ اور کشف و کرامات کے بارہ میں دو تین میدان سبک آگے ہی بڑھا رہا ہوں۔ وحدت وجود کے مقام کو اہل تصوف طاقت عقل سے باہر سمجھ کر کشف صحیح کے حوالہ کر دیا کرتے ہیں۔ آپ نے عنایت ایزدی کی مدد سے عقل کو اس عالی مقام کی سرحد تک پہنچا کر سولہ معقول و دلیلین باسپر قایم کی ہیں۔ سولانا جامی قدس سرہ کی کتاب نوائے بحر پر ایک فرخ لکھی ہے۔ جو علم تصوف کی تمام ضروریات کو حاوی ہے۔ اور مذکورہ بالا سولہ معقول و دلیلین میں سے بعض دلیلین اس شرح میں ہی لکھی ہیں۔ جو شخص تلاش کرے گا۔ وہ ان کلیات تصوف کے مطالعہ اپنی مقصد میں کامیاب ہوگا۔ تاریخ بارہویں ربیع الآخر ہجری سنہ نو سو ستاون کو عصری عالم سے رخصت ہو کر دائمی خوابگاہ اُسی شہر میں ختم کیا کہ جس میں بزمانہ حیات قیام تھا۔ مصرع باریک کشف اہل دل مقبول او۔

یاد قاضی بیٹا

آپ کے پدر بزرگوار کا نام یوسف ابن حامد ابن ابوالمفاخر ابن یسین منڈو (مانڈو) والا تھا۔ آپ نقلی اور عقلی دونوں علموں میں یکساں زمانہ تھے۔ آپ کے حالات کسی قدر اس طرح پر ہیں۔ انکی شیت سے بہائیوں کی مخالفت نے آپ کو صغریٰ میں ہی۔ وطن سے نکال کر چندیری کا مسافر بنایا۔ یہ سرگردانی اور پریشانی آپ کے کسب کمالات کا باعث ہوئی۔ یہ بالکل سچ ہے۔ جو یوسف منش ہوتے ہیں۔ وہ تھرچاہ سے ہی مصر جاہ کو پہنچا کرتے ہیں۔ القصہ۔ جس سال رانا کے چیتور نے فتح پا کر چندیری کو شکست دی۔ تو چندیری کے باشندے آوارہ ہوئے۔ آپ نے بھی اسی حادثہ میں دوسرے بزرگوں کے ساتھ ہجرت کر کے ایک مدت تک جتھرہ میں بسر اوقات کی۔ جب آپ نے ملو خان کی درویش دوستی اور آنے والوں کے ساتھ عروت اور حرمت سے پیش آنے کا شہرہ سنا۔ تو جتھرہ سے دارالاسلام منڈو (مانڈو) میں آئے۔ ایک مدت تک ملو خان کے وزیر سیف خان نے جس کو آپ کے ساتھ نسبت خوشی ہو تھی۔ ضروریات وقت میں آپ کی مدد کی۔ اور آپ کے آنے سے ملو خان کو آگاہی نہیں دی۔ اس سبب سے آپ بہت پریشان خاطر اور غمگین رہا کرتے تھے۔ اتفاقاً کسی تقریب ایک روز کے وزیر نے ملو خان کے حضور میں آپ کی تشریف آوری کا حال عرض کر دیا۔ کہ ایسا عالم شخص جتھرہ سے آیا ہے۔ اور سیف خان نے حضور سے چپا کر اس کو اپنے واسطے پسند کیا ہے۔ شاہ نے یہ خبر پا کر دونوں کو مجلس خاص میں بلایا۔ اور آپ کی مصاحبت سے بہت خوش ہوا۔ آپ کے خاندان اہل آپ کے بزرگوں کے حالات دریافت

کرنے شروع کئے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے تیسرے داماد شیخ یسین سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں منڈو (مانڈو) کے قاضی تھے۔ یہ سنکر شاہ نے منصب قضا کا خلعت ارشاد اور استحقاق کے طور پر آپ کو عطا فرمایا۔ اور اپنا ہم نشین کیا۔ مصرع بادروزی اور ضایہ قضا

یاد شیخ چکن کھندوتی

آپ کا باطن اخلاص و اخلاق کے ساتھ آراستہ۔ اور آپ کا ظاہر زہد اور صلح کے ساتھ پیراستہ تھا۔ مقصد کسندوت جلال پور سرکار کالیپس میں ہے۔ یہی آپ کا وطن۔ مولد۔ اور مرقد ہے۔ آپ اہل دول کے ساتھ تو نگراۓ پیش آیا کرتے تھے۔ ملک زمانہ کے سامنے اپنی احتیاج ظاہر نہیں کرتے تھے۔ یوسفی ولایت ہی رکھتے تھے۔ آئے دے واقعات مثالی صورت میں آپ کو ظاہر ہو جایا کرتے تھے جس سال میں جنت آشیانی ہمایون بادشاہ نے شیرخان سور پڑھائی کی ہے۔ چونکہ کتابت کے ذریعہ سے شیخ کی بادشاہ سے ملاقات تھی۔ اس واسطے رقعہ لکھا۔ کہ ابن ایام میں درویش کو عالم مثال میں ظاہر ہوا ہے۔ کہ ایک پرند کا بچہ۔ ایک باز کے بازو پر بیٹھا ہوا باز کے سر پر ٹونگیں مار رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ بہتر ہے۔ کہ شکر کشی کسی دوسرے وقت پر منحصر رکھی جائے۔ اس پیغام کو درجہ قبولیت نہیں ملا۔ اور جو نامناسب حالت آسمانی کاغذ میں لکھی ہوئی تھی۔ اُس کا ظہور ہو گیا ہجری سنہ نو سو کسٹھ میں عنقریب جسم چوڑ کر مثالی عالم کو روانہ ہوئے۔ مصرع باد و وحدت سیر گاہ جان او۔

یاد شیخ جلال

آپ شیخ عبداللہ کے بیٹے۔ اور شیخ یوسف کے بیانی ہیں قدس سرہم۔ عبارت آرائی۔ ادائے معانی اور کاغذی حروف کے سمجھنے میں اپنے وقت کے ایک ہی تھے۔ آپ نے ہجری سنہ نو سو تیس میں عالم غیب عالم دنیا میں ظہور فرمایا۔ سات برس کی عمر تھی۔ کہ کلام ربانی حفظ کر لیا۔ جب بارہ برس کے ہوئے تو کتب متداولہ کی تحصیل پوری کر کے بیسویں سال میں اپنی درس دینے سے پیر بزرگوار کے مدرسہ میں ایک تازہ رونق پیدا کی اور مختلف خطوط میں خوش نویسیان زمانہ کے اندر سرگرم ہوئے۔ اُنہالیس سال نشاط زندگی حاصل کیا۔ پھر ہجری سنہ نو سو کسٹھ میں اسی عمدہ آراستگی و پیراستگی کے ساتھ جیسی بیان کی گئی ہے۔ اتنی دیدار کی جلوہ گاہ کو چلے گئے۔ اس حیرت افزا واقعہ کا مجمل بیان اس طرح ہے۔ کہ صدر الزکر سال میں جب سلیم خان پسر شیرخان ہوا۔ آنجنابی ہوا۔ جو فرمان روا کے وقت تھا۔ تو تاریخ چودہویں ماہ ذی قعدہ کو دولت خان پسر غازی خان بیانہ سے دوش لاکر دارالخلافہ آگرہ میں آ پہونچا۔ پندرہویں تاریخ کو شہ نشین محلات کی سیر کے واسطے قلعہ میں گیا۔ بن

اکوٹوں کے دروازے بند تھے۔ اُن کو خزانہ کے مکانات سمجھا۔ قفل توڑے گئے۔ یہ تو پختانہ تباروت سے بہرہ
 ہوا اتفاقاً یا ہمراہی تو بچپن میں سے کسی توپچی نے جس کے توڑہ میں تارہ کی طرح آگ چمکتی تھی۔ ایک چنگاری
 اگر اوی۔ چنگاری کا گزنا تھا کہ وہ بہشت نما عمارتیں دوزخ کی طرح ہڑک اٹھیں۔ یہاں تک کہ سنگین دیواریں ہوائی
 بزدوں کی طرح اڑ گئیں۔ ان اڑنے والی چیزوں میں سے ایک پتھر کا ریزہ چنے کی برابر آسمان سے شیخ جلال
 کے سر میں آکر لگا۔ اس کے بعد ایک رات دن زندہ رہے۔ لیکن زبان بات کرنے پر قادر نہ تھی۔ بعدہ سولہویں
 تاریخ کو پچھلے دن میں اعلیٰ علین کو جانے کے واسطے کجاوہ باندھ کر چلے گئے۔

یاد مبارک خان ہروی

آپ ہند میں ہرات سے آئے تھے۔ اور مہویہ قصبہ میں جو سرکار کا پہلی میں ہے۔ بموجب حکم الہی گوشہ گرین
 ہوئے گھر بنالیا۔ اور خانقاہ بھی بنالی۔ ہمیشہ حجرہ میں رہا کرتے تھے۔ اور قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ لیکن نماز جماعت
 سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور کسی شخص کے آنے پر تعظیم کے واسطے نہیں اٹھا کرتے تھے۔ اس سبب قاضی ابراہیم ابن
 محمد پواری آپ کو بدی کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے۔ ایک اور شخص تھے آزاد مزاج۔ قاضی حسین نام تھا۔ اتفاقاً
 ان کے ہمراہ قاضی ابراہیم مہویہ میں آنکے۔ اور ہمراہی کے سبب خان کے پاس بھی گئے۔ اپنے لڑایا
 بعض لوگ مجھ کو در باتوں میں معیوب جانتے ہیں۔ اور چونکہ بُرائی اُن کے دل میں ہے۔ اس سبب خود جواب
 اپنے دل میں سوچ کر مجھ کو معذور نہیں سمجھتے۔ پھر فرمایا۔ درویش مثل سیت ہوتا ہے۔ اُس کا دیکھنا۔ زیارت
 گور کی مانند ہے۔ اور خاکی تودہ کے نہ اُٹنے سے کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا اور نیز جس شخص نے اپنے تمام اوقات
 قرآن کے پڑھنے میں لگا دئے ہوں۔ اُس کو تملات کے درمیان میں کسی غیر کی تعظیم روا نہیں ہے۔ اس کے بعد
 اپنے فرمایا،

”میں نے سنا ہے۔ کہ خداوند عرفان و وجدان شیخ شرف یحییٰ منیری جماعت میں نہیں آیا کرتے
 تھے۔ ایک روز قاضی شہر کی کوشش سے مسجد میں گئے۔ امام کے گھر کے صحن میں ایک
 کنواں تھا۔ اور ایک گھوڑی کا بچہ بھی پاں رکھاتا تھا۔ جو گھلا رہتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں
 کنوئین میں نہ جا پڑے۔ نماز کے اندر دل پھیر دے کے باندھنے کی طرف گیا۔ یہ حالت دیکھ کر شرف
 اولیاء نے نیت نماز توڑ دی۔ اور کہا۔ امام تو بچہ کے انتظام کے واسطے چلا گیا۔ مجھ میں
 اُس کی ہمراہی کی طاقت نہیں ہے۔ سوائے اس کے جو غائب ہے وہ خود اقتہا کے لائق نہیں

ناچار نماز اسر نو پڑھی۔ امام نے بھی اُن کی اندوہی آگاہی پر اقرار کیا ہے

پہر فرمایا۔ اگرچہ عروس کا ناز۔ مان کے عُن پر زیب نہیں دیتا ہے۔ لیکن پہر ہی اُسی کی لڑکی ہے اور اکثر امام خانہ خدا (دل) کو تو بیل اور گدھے کی چراگاہ بناتے ہیں۔ اور روئے توجہ خانہ خلیل (خانہ مکہ) کی طرف کرتے ہیں بہت

دہ بُو دے دل ست آنکہ درد

گا دو خسر باشد و ضیاع و عقار

کہتے ہیں ہر روز آپ کے دروازہ پر نقارہ بغرض اعلان و طلب بیا جاتا تھا۔ اور آواز نقارہ سن کر کیا غرض
اھ کیا مقیم ساکین فراہم ہوا کرتے تھے۔ اور آپ ہر ایک کو نقدی روزینہ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح جب کہ وہ اپنی
سفر کا وقت آیا۔ یعنی ہجری سنہ نو سو ترسیٹہ تھا۔ تو ہر دم بخود ہو جاتے تھے۔ اور نقارہ بجانے۔ فقر اس کے
جمع ہونے۔ اور معمولی روزینہ تقسیم کرنے کا حال دریافت فرماتے تھے۔ دریا نام ایک خادم تھا۔ وہ جواب
دیدیا کرتا تھا۔ جب خادم نے کہا۔ ہنوز مینے کچھ نہیں دیا ہے۔ تو فرمایا۔ اُس ظرف میں سے دید و جوتخت کے
نیچے ہے۔ چونکہ ظرف میں پیسہ بہت کم۔ اور حاجتمند بہت زیادہ تھے۔ تو خادم متحیر ہوا۔ کہ اب کیا کروں۔ پہر اپنے
دریافت فرمایا۔ تو خادم نے عرض کیا۔ ہر ایک شخص کو کتنا کتنا دون۔ فرمایا پانچ پانچ رائج الوقت قرص دید و خادم
دیکھا کہ پیسے اتنے کم ہیں کہ چار آدمیوں کو بھی کفایت نہیں کرینگے۔ لہذا اس حکم کی تعمیل میں تامل کیا۔ پہر اپنے
فرمایا جلدی کرو۔ دید و۔ خادم نے پہر عرض کیا کتنا دون۔ فرمایا۔ ہر ایک شخص کو ایک مٹھی۔ یہ سن کر اور بھی زیادہ
حیران ہوا۔ فرمایا۔ سنو دریا۔ دینے والا معمار کی مثال ہوتا ہے۔ جو دیوار میں اینٹوں سے چٹائی کرتا ہے
معمار جتنا زیادہ سبک دست ہوگا۔ صاحب عمارت اہتمام میں اتنا ہی زیادہ سرگرم ہوگا۔ اور مزدور بھی گارا
اور اینٹیں پہنچانے میں اتنے ہی زیادہ چالاک ہوں گے۔ جب خادم کو یہ تازیانہ لگا۔ تو دلیر ہوا۔ اور پہر کے
موتروں کی برکت سے سب کو ایک ایک مٹھی پہنچ گیا۔ اور ایدہ ہر ظرف خالی نہیں ہوا۔ جب آپ کو معلوم ہوا۔ کہ
سب نے پایا ہے۔ تب اُس نے کہا۔ اور چاؤ کہیں لی۔ اور عالم علوی کو روانہ ہوئے۔ آپ کے بعد دیدیا جائیں ہوا
جیسے برس تک اُس نے پہر کا طریقہ قائم رکھا۔ اور جب وقت آیا۔ تو پہر کی خواہ گاہ کے تحت میں زیر خاک سورا
مصرع مبارک باد وصل دوست اورا۔

یاد سید محمد ابن سید معطر

آپ اپنے باپ کے مرید۔ اور قاضی محمد ابن کدن کے شاگرد تھے۔ خواب گاہ کا پی ہے۔ آپ کی عادت اسی
خوب تھی۔ جیسا آپ کا چہرہ۔ اور آپ کی طبیعت ایسی زیرک اور عمدہ تھی۔ جیسی آپ کی حُسن تقریر۔ خطاب

عہدہ لکھا کرتے تھے۔ فنا کی چادر کندہ ہے پرتی اور استاد کے ساتھ اعتقاد حلقہ بگوشا نہ رکھتے تھے۔ کتے تھے۔
 اگر بالفرض قاضی پیراہن کے نیچے مخفی طور پر زمار باندھ لیوین۔ تو محمد ظاہر ظہور زمار باندھ لیوے گا۔ زمار
 کے ساتھ پیشانی پر تشقہ بھی لگا دے گا۔ اور بہنا نہ نا توں ہونگے گا۔ اگر ایسا نہ کرے تو معظّم کا بیٹا نہ ہوگا
 باپ اور استاد کے طریقہ کی پیروی میں گائے ٹھوٹے تھے۔ بیٹ

عالمی در لباس ماتم رفت

نصہ و شخصت و سب ز عالم رفت

یاد شیخ و انشمت

آپ کا نام بیارہ۔ اور باپ کا نام کبیر بن محمود چشتی ہے۔ شاہ فخر الدین ابن حامد چشتی کے مرید ہیں۔ زاد بوم
 لکنؤ اور خواں بگاہ منڈو (مانڈو) ہی آپ رسمی علم کا خزانہ۔ اور صلاح و راست کرداری کی کان تھے۔ زمانہ کے لوگوں
 کو آپ کی ذات کے رونق تھی سات بار سفر حجاز سے مشرف ہوئے تھے۔ ساتویں دفعہ اپنی والدہ ماجدہ کو کندہ ہے
 براٹھا کر ہمراہ لے گئے تھے۔ پھر مکہ معظمہ سے گجرات ہو کر معاودت فرمائی۔ اگرچہ پھر والدین جو آج پٹن کے نام سے
 نام زد ہے۔ وطن بنانے کی پیر سے اجازت لے لی تھی۔ لیکن منڈو کی خاک و امنگیر ہوئی۔ اور بیان کے لوگوں
 کی محبت اور ربط ضبط نے بھی جنبش نہیں کرنے دی۔ مندا بیان پر گھر بنالیا۔ اور کد خدا ہی ہوئے سلطان
 ناصر الدین خلجی کے زمانہ سے سب اول خان افغان کے عہد تک تقریباً پچاس سال منڈو میں رہ کر ہر ایک قسم
 کے علوم پڑھائے بہت لوگ فیض یاب ہوئے۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ بغیر عصا کے رات میں
 راستہ چل سکتے تھے۔ اور ہم نشینوں میں کہا کرتے تھے کہ جَاوَزُ الْاَرْبَعِیْنَ وَلَمْ یَاخُذْ عَصَا فَقَدْ عَصٰی
 اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ چالیس سے متجاوز ہونے کے ساتھ اکثر ضعف آتا ہے۔ یعنی تجاوز کو ناتوانی لازم
 ہے۔ اور بیارہ کو ایزدی عنایت طاقتور رکھتی ہے۔ اگر عصا ہاتھ میں نہ لیوے۔ تو تعجب نہیں کرنا چاہیے
 ہجری سنہ نو سو ترسیٹھ کے رمضان مہینے میں واپسین دم آگاہی کے ساتھ سپرد کر دیا۔ اور عنصری چادر جو
 جان کے کندہ ہے پر پڑی ہوئی تھی۔ خاک پر چسکا دی۔ آپ کے ایک لڑکا تھا۔ شیخ عثمان نام کسی قدر تحصیل
 کمالات باپ کے درس سے کی تھی۔ آپ کی رحلت فرمائی کے بعد شیخ عثمان جانشین ہوئے راقم گلزار کے
 مصاحب یک رنگ اور محرم باخلاص تھے۔ کہتے تھے۔ کہ شیخ فرمایا کرتے تھے۔ میں سید محمد جو پوری کو جو بعض کے
 زعم میں مہدی ہیں۔ منڈو میں دیکھا ہے۔ مہدویت کے بارہ میں دریافت کیا تھا۔ تو سید محمد نے جواب دیا۔ کہ یہ بات

۱۵ جس شخص نے چالیس سے متجاوز ہو کر عصا نہیں مٹا۔ گویا اُس نے گناہ کیا ۱۲۔

میں نہیں کہی ہے۔ اور نہ میں کہتا ہوں۔ یہ جاہل معتدین کہتے ہیں کہ مصرع از خدا آفرین خطابش باد۔

یاد شیخ آدھو حصار

آپ پیران سہرورد اور چشت کے سلسلہ کا دم بہرتے تھے۔ ذکر و شغل توکل و تسلیم۔ ہمت و ایثار۔ یہ جملہ صفات آپ کی فات میں موجود ہیں۔ کہتے ہیں دعوت اور تسخیر کے بدون ایک جن۔ آپ کی فرمان برداری اور خدمت گزاری میں رہتا تھا۔ جب آپ کسی کام کے بنانے کے واسطے اُس کو لاتے تھے۔ تو دو تین شخص کا کام دو تین روز کا وہ جن تنہا توڑی دیر میں پورا کر دیتا تھا۔ لوگ جن کی محنت دیکر متعجب ہوا کرتے تھے۔ اور جن کو دیکر شیخ کی سلیمانی ولایت کی قائل ہوتے تھے۔ آپ کا سال وفات دسویں صدی کا آخرین نصف حصہ ہے۔ خواب گاہ قلعہ فیروزہ مصرع حصار نفس شکستن کمال فیروزی ست۔

یاد شیخ ابراہیم کلہو راستی

آپ حضور تھے۔ شاہ منصور مجذوب کے ہم عصر ہیں۔ تصرفات اور کرامات بھی رکھتے تھے۔ ہر روز پانسو مظفری سکۃ فی التاج و زکوة کے خزانہ سے آپ کو پہنچ جایا کرتے تھے اور آپ اُن کو محتاجوں پر تقسیم کر دیا کرتے تھے ایک روز فرمان روا سے وقت میران شاہ مبارک ایک بڑی بباری نذر آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے قبول نہیں فرمائی۔ اور کہا۔ یہ مال مخلون کا ہے۔ ہماری تقدیر کا نہیں ہے۔ چند روز بعد حنت آشیانی کے لشکر نے گجرات سے خاندیس کی طرف رخ کیا۔ کہتے ہیں۔ اُس وقت کا ذکر ہے۔ کچھ لوگ اہل زمانہ کی شکایت آپ کے سامنے لیکر آئے۔ کہ ہمارے زمانہ سے پہلے ایسے بزرگ تھے۔ جن کا کہنا گویا الہی تقدیر کا نوشتہ ہوتا تھا۔ اُن کا کہنا ہے کہ کماست واقعات کے موافق ہو جایا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر زمانہ سلف کے بزرگ اس پتر سے کہہ دیتے کہ زر ہو جا۔ تو کیا اُسی وقت یہ پتر زر ہو جاتا بات ابھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ پتر نے طلا کا رنگ بکھڑا شروع کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا۔ اے سنگ میں تجھ سے طلا ہونے کو نہیں کہتا ہوں۔ میں تو نھسی میں ہم نشینوں سے بات کہتا ہوں۔ مصرع بادشاہ دیروے درہائے آسمانی۔

یاد سید ابوسعید ابن سید راجو

آپ متوکل۔ عالم۔ عارف۔ عاشق۔ اور شاعر تھے۔ جب رانا کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اُس وقت میں آپ کے پدر بزرگوار چندیری سے کاپی کو چلے گئے تھے۔ اور وہیں مکان بنایا تھا۔ قدام کی غزلوں کے دیوان کے دیوانا آپ مخمس کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی قصیدہ بھی کہا کرتے تھے۔ آپ آزاد تھے مگر ساتھ ہی عیال داری کا بار بھی

کنہ ہے پردہ کہا ہوتا۔ باہنہ کہی تنگ دل نہیں ہوئے۔ پچاس برس تک فرمان رواے وقت کی طرف احتیاج نہیں
 لگے اور اپنے دل کو دفع الوقتی کے حوالہ کر رکھتا تھا۔ جب غازی شہاب تھا۔ تعلقہ خاطر سید جلال نامی ایک شخص کے
 یوسفی جمال سے پیدا ہو گیا تھا۔ مگر محبوب حقیقی کی غیرت نے اس عنصری آئینہ کو توڑ کر نیست و نابود کر دیا ایک روز
 ایک نوجوان غلام ہاتھ پر بانی ڈال رہا تھا۔ کہ بجلی اُسپر گری۔ حال آنکہ بجلی گرنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ سید بھی بجلی
 کی چمکے تین روز تک ہر جان جسم کی طرح بڑے رہے۔ بس ہاتھ کی ایک انگلی میں کسی قدر جنبش تھی۔ اس کے
 بعد زندگی از سر نو ہوئی۔ پر اپنے رسمی علم کا درس شروع کر دیا تا ہجری سنہ نو سو چھیاسٹھ میں حقیقی معشوق کے
 بیان حاضر ہونے کے واسطے چلے گئے۔ آپ کی خواہگاہ اور زاد بوم دونوں کا پسین مصرع باد شمش روشن از دیدار حق

یا خطیب ابوالفضل شیرازی

آپ محققی اور منقول علوم بہت طرح کے جانتے تھے۔ اور فروع و اصول کی بہت سی کتابیں۔ پڑھی ہوئی
 تھیں۔ سلطان محمود کے عہد میں شیراز سے گجرات میں آئے تھے تفسیر فیناوی پر آپ کا ایک حاشیہ جس میں
 شان نزول کے متعلق انواع و اقسام کے لطیفے۔ اور تفسیر کے متعلق بہت دقیقے لکھے ہیں جو اصحاب علم
 دقیقہ شناس ہیں۔ وہ اسکی خوبی کو پہچانتے ہیں۔ جب تک زندہ رہے۔ تب تک دو ہندوؤں کے ساتھ اس طرح
 سلوک اور برتاؤ رکھا۔ کہ وہ علم و الون کی عظمت اور آبرو میں افزودنی ہی ہوتی رہی۔ اور آمادہ

مصرع فضل از شیراز معنی ساختہ گجرات راہ

یا مولانا لطف اللہ

آپ مولانا خواجگی کا شانی کے مرید ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ کی منزلیں۔ اور مراقبہ کے مرحلے آپٹے کر چکے
 تھے۔ ملا محمد قاضی کی تلقین اور خدمت سے بہت کچھ کمال اور تکمیل کا حصہ آپ کو ملا تھا۔ کہتے ہیں۔ جب بانیہ
 سعید خان کا تھا۔ تو دارالاسلام سمرقند میں آپ کے اور شیخ حسین خوارزمی کے درمیان میں کچھ عرصہ تک مناظرہ
 جاری رہا۔ اور یہ مناظرہ۔ سلسلہ کے نقشب (حمایت) میں تھا۔ چونکہ مولانا نہایت شیریں زبان اور فصیح البیان
 تھے۔ لہذا مناظرہ میں کامیابی آپ کو ہی ہوئی۔ مگر فرمان رواے وقت کو حسن عقیدت شیخ خوارزمی سے تھی
 اس سبب سے نہایت عرصہ آیا۔ جس سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور اندہ بہرہ چھا گیا۔ اس اشتعال میں کہ
 مولانا کی زبان کا ٹٹ لینے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو بظاہر سبب ناتواں ہیں۔ ناگہانی آفت سے
 اور ان لوگوں کو جو توانا ہیں۔ نشہ دنیا کی لغزش سے محفوظ رکھے۔

یاد خواجہ بہاء الدین محمد

آپ مولانا خواجگی کا شانی کے بیٹے ہیں۔ چونکہ اعیان ثابتہ (صور علمیہ) کی کچھری میں فہرست ایجاد کی اندر آپ کے نام سے ولایت اور عنایت کا ایک خاص حصہ لکھا ہوا تھا۔ لہذا جس وقت آپ کو اس عالم میں آنے کی اجازت ہوئی۔ اُس وقت اُس تحریر کے بموجب فرمان تقدیر۔ آفرینش کی قلم سے پیشانی کی تختی پر لکھا گیا۔ اور توحید کے طغریٰ اور تحقیق کی مہر سے فرین کیا گیا۔ اور پیرہ فرمان آپ کے سپرد ہوا تاکہ اس فرمان کے مطابق عالم شہادت (دنیا) میں تقدیر کا شہنہ۔ کرامات کا نقد۔ اور مقامات کی جنس۔ آپ کے اقوال اور افعال کے کارخانہ میں جو کار پر فائز ہیں۔ اُن کو سپرد کر دیوے۔ کتنے ہیں۔ آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید تھے۔ اور ہدیٰ ہی انہیں سے پائی تھی۔ اور نیز اپنے بڑے بہائی۔ خواجہ کلان سے بھی کچھ حصہ کمالات کا پایا تھا۔

یاد مولانا ولی میاں کاپی

آپ مولانا خواجگی کا شانی کے مرید ہیں۔ بخارا میں ایک مقام پر کسی قدر زمین شیب میں واقع ہوئی ہے اور وہاں پر ایک مسجد بھی ہے۔ جو مسجد مغاک کے نام سے نام زد ہے۔ اُس مسجد کے ایک گوشہ میں آپ کا قیام تھا۔ پاس انفاس اور شناخت ضمائر میں آپ مستغرق رہتے تھے۔ جس وقت آپ نفس ناطق کو کام میں لاتے تھے اور کلام کا دروازہ کھولتے تھے۔ تو ہم نشینوں سے عقل و ہوش اور خودداری ہوا ہو جاتی تھی۔ اور مولوی معنوی کی مثنوی میں عارفانہ توجہیات بیان کیا کرتے تھے۔ کرامت اور ملکین (مقامی از سلوک) کا مقام آپ کو حاصل رہتا۔

یاد مولانا عطاء دھرمی

آپ۔ سماعی۔ (منقولی) علوم میں اہل زمانہ کے اُستاد اور علمائے زمانہ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ جب سلطان محمود اور سلطان مظفر کا زمانہ تھا۔ تو گجرات میں آپ کا درس کمال رونق پر ہوتا شیخ وجیہ الدین علوی اور قاضی علاء الدین عیسیٰ احمد آبادی جیسے با علم اصحاب نے بھی آپ کے زور و کتاب کھولی تھی۔ اور آپ کے درس سے استفادہ کر کے مدرس اور علم العلمائے کے درجہ کو پہنچتے تھے قدس سرار ہم مصرع طارم دانش فزائی راستون آمد عماد

یاد مولانا یونس لاکہ

لاکہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ آپ کو علم کی تعلیم دینے میں اہل بصیرت کے حاصل کرنے میں شیخ وجیہ الدین علوی

اور قاضی عیسیٰ احمد آبادی کی برابر دستگاہ تھی۔ قاضی عبدالغنی۔ سید ابراہیم بکری۔ شیخ نظام الدین ابن کبیر۔
طایب سندھی۔ اوقاضی اسحق۔ آسیری جن کے کسی قدر حالات ہر ایک کی یادداشت میں لکے گئے ہیں
اپکے شاگرد ہیں۔ رحمہم اللہ مصرع بادانیس جانش شوق خدا شناسی۔

یاد قاضی قاضن سندھی رحمہم اللہ

آپ تھیں سے فراغت پانے کے بعد۔ رسمی علوم سے برداشتہ خاطر ہو گئے تھے۔ اور تبدیل خلاق کے ذریعہ
سے عالم اجسام کا (دنیاوی) معامل کرنے کی تلاش ہوئی۔ نفس کی لڑائی کے ذریعے اس معاملے کے حل کرنے
میں کامیاب ہوئے۔ اور اشیا کی حقیقتیں آپ کی چشم شہود میں نظر آگئیں۔ یہ چند کلمہ آپ کی باتوں کا ماحصل ہیں
جن کو سندھی زبان میں اپنے اپنے ملک کی طرز پر نظم کیا تھا۔ (۱) اپنے فرمایا ہے۔ کہ کنز اور قدوری پڑھنے سے
معرفت کی مہک ذرہ برابر ہی میرے دماغ میں نہیں آئی۔ اور حصول مطلب جو ہوا۔ تو اس عالم کے
پرے ہوا (۲) تمام زبانوں میں کلمہ لا سے تیری نفی کی گئی ہے۔ اور تو ہنوز اپنے اثبات کے ورپے ہے (۳)
لا کس کی نفی کرتا ہے جب ماسوائے حق ہستی ہی نہیں رکھتا ہے (۴) ہم جس کے مشاق ہیں۔ اگر غور سے
دیکھا جاوے۔ تو وہ ہم ہی ہیں۔ اس قسم کی باتیں اس سے زیادہ ہیں۔ کہ لکھنے سے ختم ہوں۔ اب ہر بات
کی لطافت۔ اُسی زبان کی طرز کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ کہ جس زبان کی وہ بات ہوتی ہے۔ ترجمہ کے
قابل میں وہ لطافت قائم نہیں رہ سکتی ہے۔ شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی۔ جن کی قبر کا قبہ برہان پور کے
قطب شمالی کی طرف ہے۔ آپ کے باعقیدت دوستوں میں سے تھے مصرع ذات حق باد گلشن روشن

یاد سید عبدالاول دولت آبادی

آپ۔ بڑے علم والے۔ اور بڑے باطن والے تھے۔ تمام فنون میں سب سے زیادہ عالم ہوئے کا دعویٰ
تھا۔ شیخ محی الدین عربی کی فتوحات میں خطبہ سے لیکر خاتمہ تک جو دشواریاں تھیں۔ ان کو مطالعہ کے
رود سے حل کیا تھا۔ اور حاشیے اور تعلیقات لگا کر صاحبان استعداد کے واسطے آسان کر دیا تھا
مجمع بخاری پر ایک بسیط شرح لکھا۔ فیض الباری نام رکھا ہے۔ یہ نام گویا آسمان سے نازل ہوا ہے۔
محقق تفسیرانی کی مطول معانی پر ایک بڑا مباحثہ لکھا ہے۔ علی ہذا القیاس منطق اور حکمت کلام
کی اکثر کتب متداولہ پر مضیہ حاشیے تحریر کئے ہیں۔ طریقت میں قادریہ اور مغربیہ سلسلہ کے ساتھ تعلق
رکھتے تھے۔ بلکہ متعدد طبقات کے اکثر مشائخ کی تلقین سے مستفید اور روشن ضمیر تھے۔ ہجری

سنہ نو سو سینتالیس تا کہ غوث الاولیاء نے گویا ارے گجرات کو ہجرت فرمائی تھی۔ ان ایام میں میر جی گجرات میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ غوث الاولیاء نے کلیہ مخازن۔ جو انہیں کی تعینات سے ہے۔ میر کی خدمت میں صلح کے بہانہ سے پیش کی شیخ صدر الدین ذاکر فرماتے تھے۔ کہ جناب میر نے ایک روز غوث الاولیاء کی مجلس اقدس میں ایک تقریب سے ذکر کیا۔ کہ میت اور حکمت کے جو شکل مسائل۔ سلف کے کئی علما اور حکما اپنی تقریروں اور محرموں سے حل نہیں کر سکے تھے۔ کلیہ مخازن کے مطالعہ سے ان مخلقات کے حل کرنے کے واسطے ایک کبھی ہاتھ لگائی عجیب ایک نار ہے۔ جس سے حقیقتیں نظر آتی ہیں خدا کرے۔ اس نار کا سمجھنا۔ دوستوں کو روزی ہو۔ کہتے ہیں۔ چند سال بعد دکن کی طرف چلے گئے تھے۔ خواہ گاہ دولت آباد دکن ہے۔ جس کا پرانا نام دیو گڑھ تھا۔

مصنع خاندان دولت آباد از طفیل دین آست

یاد شیخ شاہ محمد

آپ حسن طائر قادری کے بیٹے ہیں۔ جو عالی سلسلہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔ صاحب کشف والہام تھے۔ اور جبرائیل کے علوم و فنون جانتے تھے۔ آپ کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔ بہت برسوں تک حرمین شریفین میں مجاور رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک روز سید عبدالوہاب بخاری نے جو حضرت مخدوم جانیان کی نسل سے ہیں۔ مدرس سرھما۔ آپ کو خوشخبری سنائی۔ کہ حضرت خاتم النبوة صلعم نے مجھ کو معاملہ میں ایسا فرمایا ہے کہ اس ہندی شیخ زادہ نے مسافت کی تکلیفات میں بہت کچھ صبر کیا ہے۔ لہذا اپنے ہمراہ ہند کی طرف سے جاؤ۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ جب تک میں اپنے کان سے یہ پیغام خاص حضور کی زبان نہیں سن لوں گا۔ تب تک ملک ہند کو نہیں جاؤں گا۔ جب آپ اپنی آرزو میں کامیاب ہوئے۔ تو جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ تعمیل کرنی پڑی۔ اور ہند میں ہی آخری سفر ہی اختیار کیا۔ کہتے ہیں آپ کے بعد بزرگوار سلسلہ چشتیہ کمریہ تھے۔ جب آپ خانوادہ قادریہ میں گئے۔ تو امان اللہ بن شیخ عبدالغفور بانی تہی نے اور نیز اس صوبہ کے دیگر بست مشائخ نے آپ کی پیروی کی شیخ امان اللہ ہندوستان کے صوفی عالموں میں بشواہین۔ مصنع سالار کاروان ولایت متاع بودو

یاد پیر باجر مستدوالہ محوذب

آپ کو انہی کشتش نے اپنی طرف کیہیج لیا تھا۔ اور عمدہ عمدہ خارق عادات آپ کے صادر ہوا کرتی تھیں۔ اکثر برہنہ رہا کرتے تھے۔ ایک روز راقم گزار کے مامون صاحب سے ایک راستہ میں انجمنہ گئے۔ تاکہ کچھ مامون صاحب سے بیویں۔ مامون صاحب نے کہا۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ مجھ کو یہ مامون صاحب کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔

امکرمین سے ہمایان کوئی۔ اہل اس میں سے وہ مغفرتی سکڑے لئے۔ پھر ایک مغفرتی مامون صاحب کو وہیں
کر دیا کہ ہمایان میں ٹال ہو۔ مامون صاحب کہتے تھے کہ ولایت کے وقت میں نے اُن کو شمار کیا۔ تو بے کم و
کاست اولین شمار کی برابر ہوئے۔

ایک ٹال بیچنے والا ہندو تھا۔ جو آپ کے ساتھ انس رکھتا تھا۔ وہ ایسا بیمار ہوا۔ کہ طبیبوں کو علاج
سے اور اعزہ کو زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ سناچار کپڑے کے اداد پر آمادہ ہوا۔ باجر کو خبر لگی۔ تو آپ چلائے ہوئے
اُس بیمار کے پاس گئے۔ جو وہاں پسینہ سفر پر مستعد بیٹھا ہوا تھا۔ ادا کا۔ کہ تمہاری بیٹی میں پہنچ فرزند میں۔ جو
سلامتی کے ساتھ پیدا ہونگے۔ لہذا ابھی مرنا موقوف رکھو۔ کہتے ہیں۔ اسی دم تندو تنی کی علامت پیدا
ہو گئی۔ ادادہ شخص نین مرا۔ جب تک پانچ بیٹے پیدا نہیں ہوئے۔

علی ہذا القیاس یہ واقعہ بھی ہے۔ باز بہادر پسر سید اول خان۔ شیر خان کے بیٹے سلیم خان کا سپہ سالار
تھا۔ جبری سنہ کم و بیش نو سو چھیانوے ہجری کے سر کے اندر پیدا ہو گیا۔ کہ خطبہ ادا کے میرے نام سے
جاری کیا جاوے۔ اسی خیال میں ہیرا جگر کے پاس آیا۔ اور خوشخبری سننے کا منتظر ہوا۔ آپ نے ہاتھ پر ہاتھ ملا۔ اور
کہا تاکا دہرا نہیں ہے۔ اس کو ہاتھ مت لگاؤ جلد ٹٹ جاوے گا۔ چنانچہ آپ کے فرم کرنے کے بموجب ہی
آسمانی گردش ہی ہوئی۔

اس قسم کی عجیب عجیب باتیں آپ کی بہت کچھ لوگوں کی زبان زد ہیں۔ اس مختصر سالہ میں اُن کی گنت نہیں
ہو سکتی ہے۔ سندھ میں جو شمالی دروازہ ہے۔ اُس کے پائین میں آپ کی خواب گاہ ہے۔ نعلی کے راستہ پر اُس
دالان سے ملی ہوئی۔ جو بہ زمان حیات آپ کا قراگاہ تھا۔ اور قطب رو ہے۔ اس مقام پر غم کی طرح ایک گدا
سرو پانی سے بارہ سینے بہر رہتا ہے۔ آپ کی قبر کا مجاور آنے جانے والوں کو اس پانی سے سیراب کرتا ہے۔

مصرع باد غریق قلم و مدت مثال او۔

یاد شیخ حسن بدلیہ ۔۔۔

آپ دہلی کے بزرگ زادوں میں سے ہیں۔ ادا مان کے پیٹ سے ہی مجذوب پیدا ہوئے تھے۔ ہمیشہ
ننگے بدن رہتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص مجبور کر کے کپڑے پہنا دیتا تھا۔ تو جلدی سے تار کر قوالوں کو دے دیا کرتے
تھے۔ حسن صورت پر۔ اور حسن صوت پر فریفتہ اور کلکی باندھے رہتے تھے۔ بعض بزرگوں نے آپ کو خواب
میں اس طرح پر دیکھا ہے۔ کہ حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی خدمت میں آپ پہنچے ہوئے۔

برپانی ڈال رہے ہیں۔ اور بعض نے آپ کو عرم کہ میں طواف کرتے ہوئے پایا ہے۔ ایک روز سلیم خان سورہ
یہ آئندہ پیش کی۔ کہ آپ میری شہنشین بہا پر اپنا قدم رکھ دیں۔ مگر آپ نے سر ہلایا۔ اور پکار کر کہا۔ بہت جلدیہ
تمہارا قالین نشاۃ ہو جاوے گا۔ آخر کا بہت تھوڑے عرصہ میں آپ کا فرمانا ظہور پذیر ہوا۔ کہتے ہیں۔ آپ جس
طرف جانے کا عزم فرمایا کرتے تھے اُس طرف والوں کا دماغ پہلے سے معطر ہو جاتا تھا۔ اور اسی خوشبو کی عطیات
سے آپ کی تشریف آوری کی لوگوں کو خبر مل جاتا کرتی تھی۔ زیادہ تر تعجب کی سیات ہے۔ کہ آپ کے بول و بار
میں ہی بدبو نہ تھی۔ ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو ساٹھ تھی۔ کہ آپ نے عنصری لباس اتار کر مثالی خلعت زیب بدن
کیا۔ خوابگاہ دہلی کے بازار میں خواص خان کی قبر کے پاس ہے۔ خواص خان۔ شیر خان سور کے پرستاروں میں
سے اور اُس زمانہ کے عطیات لینے والوں میں سے تھے شیر شاہ کے بیٹے سلیم خان نے اُس کو ہجری ہند نو سو ساٹھ
میں شہید کیا تھا۔

یاد شیخ جلال بن طیب پانی پری

آپ کے اتھارہ پد سلوک سے زیادہ دلی تہا۔ آپ کے دور میں خدا شناسی کا پیمانہ بڑا ہوا تھا۔ آپ کی روزی
حریر فروشی پر مقدم تھی۔ جس سہل اور مہینے میں غوث الاولیاء نے گویا رے گجرات کو ہجرت کی ہے۔ انہیں
ایام میں آپ نے اپنے بیٹے شیخ محمود کو آغاز ہوش میں غوث الاولیاء کا مرید کرا دیا تھا۔ خود ہی حاضر باش خدمت
رہے۔ اور بہت کچھ سعادت اور عرفان کا حصہ لیا۔ کہتے ہیں۔ کئی بریق نے ایک ہی پیرا میں اس طرح
گرہروائے اگر آستین پٹ گئی۔ تو نئی آستین اُس میں لگا دی۔ اور اگر پیرا میں۔ سینہ یا بغل پر سے بوسیدہ
ہو گیا۔ تو نئے کپڑے کا پیوند لگا دیا۔ غرض جو قطعہ بیکار ہوا۔ اسی جگہ دوسرا قطعہ لگا کر نیا کر لیا۔ القصہ جب
ایک زندہ ہے۔ اُسی برونی دار جامہ میں بسر کی۔ کوئی ثابت نیا جامہ نہیں سلوایا۔

یاد شیخ محمود چشتی رشتہ جھوری

آپ سہلاب وجود کے حافظ۔ اور کثرت شہود کے مالک تھے۔ اپنے پدر بزرگوار شیخ الہدایہ چشتی کے
خلیفہ ہیں۔ شیخ الہدایہ کو خرقہ خلافت اپنے والد ماجد شیخ سدوہ گنج روان کے ملا تھا۔ شیخ سدوہ۔ معرفت
اور خدا شناسی کے جواب پر کامل معرفت رکھتے تھے۔ ان کا سلسلہ شیخ محمد سعدی کو پہنچتا ہے۔ جو چراغ دہلی کے
بزرگ خلیفہ ہیں۔ آپ حکومت قادر شاہ کے زمانہ میں جس کا نام ملو خان تھا۔ اپنے وطن سے دارالاسلام
مستندہ (مانڈو) میں آئے تھے۔ اور دریا کے کنارے موضع کھادون میں قیام فرمایا تھا۔ موضع کھادون منڈو سے

جنوبی سمت میں تین کوس پر ہے۔ احمد بن یزید میں تالار کے وسط میں ایک پشتہ واقع ہے۔ اُسی پشتہ پر ایک سورت
 ہانک آپ ایک حجرہ کے اندر ہے۔ جو اپنے خلوت اور ریاضت کے واسطے تجویز کیا تھا۔ اور ہمیشہ اپنی
 نفس کے ساتھ لڑائی رکھی۔ آخر کار فتح پائی۔ برسوں تک توکل۔ تسلیم گوشہ نشینی اور خاموشی کے ساتھ اُسی
 حجرہ پڑھ میں بسر کی۔ جہانگیر ملکہ ہوا رخصت ہو کر اپنے واسطے وجہ معاش اور ملاقات کے طور پر کچھ قبول نہیں کیا
 جب عیال داری کے تعلقات بڑھ گئے۔ تو اس زمانہ کے حکام نے امانی اور مواضع پیش کش کر مئے تے
 اور اس خدمت پذیری سے اپنے اوپر احسان مانا تھا۔ اس کے بعد گئے کچھ دنوں میں گھر بنایا۔ مسجد بھی بنائی
 اور مقبرہ بھی بنایا۔ مسجد کے صحن میں اپنے ہمراہی فقرا اور آنے والے ملاح و شیون کے ساتھ خدائی صحبت
 رکھا کرتے تھے۔ اور درویشانہ خوان بچا کر۔ دعوت خلیلی کے سر اسم ادا کیا کرتے تھے۔ اور حاضرین کے ساتھ
 خود ہی کھانا کرتے تھے۔ جب اپنے ہجری سنہ کچھ اور نو سو ساٹھ کے بعد عالم دنیا کو رخصت کیا۔ تو اپنے فرزند شیخ
 شیخ میان کو اپنا جانشین چھوڑا۔ شیخ میان بھی فقر کے طریقہ پر ورڈیشی کے ماستہ میں کمرے رہے اپنے والدین
 کی رسمیں جاری رکھیں۔ اور ہجری سنہ نو سو پچاس میں عالم صوفیہ جہان معنی کو کوچ فرمایا۔ خواجہ گھاوان
 میں بد بزرگوار کی تربت کے پہلو میں ہے شیخ میان نے تین لڑکے چھوڑے ایک شیخ میان جی۔ دوسرے شیخ
 منجم۔ تیسرے شیخ مبارک۔ پہلے لڑکے باپ کے مقام سے ترک سکونت کر کے۔ پرگنہ حاصل پور میں جا کر
 رہے۔ پرگنہ سرکار منڈو میں ہی ہے۔ فقر و فاقہ کے علوی۔ اور خدا کے ساتھ لوگائے ہوئے ہیں۔ دوسرے
 لڑکے اپنے باپ کی عبادت گاہ میں مشغول بحق ہیں۔ القصد خدا کرے۔ عبادت کے ثمرے معرفت سب کو
 نصیب ہوں۔ آمین۔

یاد امیر سید جلال

آپ سید عبداللہ دین حسنی متوکل کے فرزند ہیں۔ برسوں اسباب شکنی۔ اور حصول فقر کی مشق کر کے یہ بات
 حاصل کی تھی۔ کہ تھی دستی میں آرام پاتے تھے۔ آپ کے بزرگ کر فر سے ہند میں آئے تھے۔ چونکہ قصبہ ادو کی آب و ہوا
 موافق آئی۔ اس واسطے اسی قصبہ کو وطن ہی کر لیا تھا۔ ہجری سنہ آٹھ سو ستاون میں جب کہ سلطان سکندریہ
 کا زمانہ تھا۔ آپ نے عالم غیب سے عالم شہادت میں نزول فرمایا۔ جس وقت ہوش کا زمانہ آیا تو اتنی معرفت کی
 ہوا تھی۔ شیخ راہے یہ نور کے سر پہ ہو گئے۔ لیکن بد بزرگوار کی بیروی مد نظر تھی۔ اس واسطے سپاہیانہ بسر کیا کرتے تھے
 اتنے میں وہ وقت آیا کہ سلطان ابراہیم دہلی۔ قصبہ پانی پت کی حدود میں۔ فرانس مکانی بابر بادشاہ

کی جنگ میں مارا گیا۔ اسی جنگ میں آپ کے پر بزرگ گاہے بھی سامان ہستی۔ عالم ناسوت کے۔ باندہ کر عالم لکھنؤ میں جا کھولا۔ زخم ہمارے کاری آپ کے ہی آئے تھے۔ مگر مرمی پی سے اچھی ہو گئے۔ اس کے بعد آپ قصبہ سرسہ پہر میں آئے۔ جو جو پور کی مسافتات میں ہے۔ اہل شیخ الحداد احمد شریف جو پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ الحداد شیخ دقین کے نام سے مشہور تھے۔ چار سال تک سبب یزدی کمالات اہل انہی معرفت تحصیل کرتے رہے۔ چونکہ آپ کے بال بچہ دار الخلفہ اگر وہ میں تھے۔ لہذا شیخ الحداد نے آپ کو فرمایا۔ کہ اگرچہ مصوبہ آگرہ کی ولایت سید معین الدین کے لقب میں ہے جو بیان میں خواجہ بگاہ رکھتے ہیں۔ لیکن ہم نے اتنا س کر کے دسوان حصہ تمہارے نام سے لیا ہے۔ بستر ہے۔ کہ تم اپنے گھر کی طرف چلے جاؤ۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ چونکہ درویشی اور بھوکا رہنے کی عادت تھی۔ اس واسطے کسی فرمان دوا سے زندگی کی خاطر۔ وہ معاش ملکیت کے طور پر قبول نہیں کی۔ اس بنیاد پر آپ نے متوکل خطاب پایا ہے۔

کہتے ہیں۔ ایک روز خانقاہ کے دروازہ پر دو قلندر آئے۔ اہل بخیر ملائی۔ خادمہ باہر آیا۔ قلندران نے کہا۔ ہمارا سلام صاحب خانہ سے کہ دو۔ نام پوچھا۔ تو جواب دیا۔ خود جانتے ہیں۔ خادمہ خانقاہ گری ہوئی کیفیت بیان کی۔ اپنے تئیں دیر سر جھکا کر مائل فرمایا۔ اور پھر کہا کہ جاؤ جمال۔ اہل حسین کہہ کر بلاؤ۔ قلندر اپنا نام سخت متحیر ہوئے۔ جب حاضر ہو کر ہاتھ چوم چکے۔ تو بیعت کے واسطے اتنا س کیا۔ اپنے اتنا س قبول کر کے فرمایا۔ وہ دیشون کی آزمائش کا کبھی خیال ہی دل میں نہ آنے دینا۔ کیونکہ ہر وقت اور ہر جگہ یکساں حال نہیں رہتا ہے۔ لہذا اس گروہ کے ساتھ حسن عقیدت کو آزمائش پر محض نہیں رکھنا چاہیے۔

کہتے ہیں۔ جب آخر میں سفر کا وقت نزدیک آیا۔ تو ہجری سنہ نو سو اثنی عشر کر بیچ الاول میں نے بڑے بیٹے سید بدیع الدین کو بیرون کی مخالفت کا ضعت عطا فرمایا۔ اس درمیان میں چند خادموں نے کھڑے ہو کر دھم فرزند دن کی ہی یاد دلانے آپ نے فرمایا میرے پاس ایک فرقہ تھا۔ سو ایک کو دیدیا۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ پہونچا دے گا۔ اور اسی سال میں نماز عید الضحیٰ سے پیشتر عید گاہ وصال کو روانہ ہوئے۔ ایک فاضل نے آپ کی تاریخ ولادت شیخ جہان باں ہے۔ خواجہ گاہ آگرہ۔

یاد مہ شاد

ہے سید شریف جہان کی نسل سے ہیں قدس سرہما طریقت کا حصہ آپ کو شیخ امان بانی تہی کی ملاقات سے ماہتا۔ رسمی اور فذقی علوم کے ساتھ آراستہ تھے۔ دسویں صدی کے اواخر میں عاریتی جہان کو رخصت

کر کے شہر آگرہ میں خوابگاہ اختیار کی۔

یاد شیخ فخر الدین

آپ کے پدر بزرگوار شیخ داؤد ابن شیخ شاہ صدیقی ہیں۔ آگرہ خوابگاہ ہے۔ اگرچہ شیخ الہداد صالح سرہند کے مرید ہیں۔ لیکن اکثر علوم متداولہ۔ حسام الدین شیخ حسام الدین متقی کے درس سے تحصیل کئے تھے۔ کتے ہیں جس زمانہ میں آپ شکل سپاہیانہ رہتے تھے۔ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز آپ ملک پور میں ایک حوض کے کنارہ وضو کر رہے تھے۔ اتنے میں سیاہ نقاب چہرہ پر ڈالے ہوئے ایک سوار دوڑتا ہوا آیا۔ جس کا گھوڑا مشکلی تھا۔ اور آپ کی پشت پر ایک تازیانہ مارا۔ اور سامنے اردلی میں رکھ لیا چند قدم چلے تھے۔ کہ سوار تو نظر سے غائب ہو گیا۔ اور آپ کو ایسا جذبہ کا سیلاب آیا جس کے اندر ہوش معاش بہ گیا۔ اور ایسی حیرت پیدا ہوئی جس نے زبان بند کر دی۔ بیان تک نہ کر سکا۔ بارہ سال آپ کی زبان امانے حروف پر قادر نہیں ہوئی۔ ایک روز پھر وہی سوار راستہ میں مل گیا اور تازیانہ دھککا کر ڈرایا۔ کہا۔ بات کیا کرو۔ یہ سنکر اسی دم بولنے کی طاقت اور بات کرنے کا خیال اپنے جی میں پایا۔ لیکن زبان میں کسی قدر گھٹکی باقی تھی۔ اس کے بعد آپ قصبہ چندلوس میں جو سرکار بہار میں ہے۔ شیخ الہداد ابن ضیاء الدین کی خدمت میں گئے۔ ان دونوں بزرگواروں کی صحبت گرم ہونے لگی۔ کیونکہ دونوں۔ سہروردیہ سلسلہ میں تھے۔ کم و بیش نو سال ایک دوسرے کے رازدار رہے۔ اور آپ دس علوم ہی دیتے رہتے تھے۔

اس اثنا میں سید آدم پسر سید عین۔ باجارت پدر بزرگوار ہیلسہ سے فاتح کے واسطے شیخ الہداد کے پاس آئے تھے سید آدم ڈار ہی منڈلایا کرتے تھے۔ جس کے سبب ان کا خسارہ صاف رہتا تھا۔ آپ نے سید آدم سے فرمایا۔ سادات کو ترک سنت نہایت نامناسب ہے۔ سید آدم کو غور جوانی تھا۔ جس کے سبب سے غصہ آیا۔ اور ہیلسہ جا کر پدر بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک درویش۔ شیخ الہداد کے ساتھ ہم راز ہے۔ میرے ساتھ اس طرح سختی سے پیش آیا۔ اور خانوادہ مذریہ کے معتقدین کی نسبت نامناسب اندیشہ ظاہر کیا۔ شیخ عین نے فرمایا۔ صاحب زادہ۔ اُس درویش کا کتنا صحیح اور سچی نصیحت ہے۔ اور عمل کرنے کے لائق ہے۔ فوجوان سید آدم باپ کے تقدیق کرنے سے۔ آپ کی بدایت کا گرویدہ ہوا۔ اس کے بعد سید عین نے ایک خادم کو چند ٹنگین اور کسی بھدج دیکر آپ کے پاس بھیجا اور آرزو سے ملاقات ظاہر کر کے یہ عذر کیا۔ کہ مجھ کو آنے سے پیری مانع ہے۔ خادم جس وقت پہونچا۔ درس جاری تھا۔ تبرک اور پیغام دونوں پیش کئے۔ آپ نے طرزیان سے حسن طلب سمجھا۔ اور بے درنگ بارادہ ملازمت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ عجب سید عین کو اطلاع ہوئی۔ کہ قصبہ کے

کنارہ آپا پہنچ گئے ہیں۔ تو اسی اپنے ہار کے کو استقبال کے واسطے بھیج کر اپنی ملازمت میں کہنچ بلایا۔ اولین دیدار کا تعارف یہ تھا۔ کہ کاغذی نقوش آپ کے صفحہ خاطر سے بالکل صاف ہو گئے۔ پھر سید حمین نے فرمایا خانقاہ کے اندر ایک حجرہ آپ کو دیدو۔ چنانچہ دیدیا گیا۔ چند روز آپ وہاں رہے۔ اور پھر التماس کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ باعقیدت غلاموں میں شامل ہو جاؤں۔ سید حمین نے فرمایا۔ فخر عالم۔ حمین جاہل کے مرید ہو جاویں یہ بات زیبا نہیں ہے۔ جب آپ نے مکرر التماس بہت کچھ عجز و نیاز کے ساتھ پیش کی۔ تو سید حمین نے اپنے منہ میں کا پان آپ کو دیا۔ علمی چراغ جو گل ہو گیا تھا۔ وہ از سر نو روشن ہوا۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ ہمارے شیخ شرف الدین کے روضہ پر چند روز اعتکاف کرو۔ اور ان کی روح سے ہدایت چاہو۔ چنانچہ اپنی تعمیل کی۔ خواب میں منہ روضہ سے سنا۔ کہ ہماری ہدایت سید حمین کی بہنمائی پر موقوف ہے۔ انہیں کی خانقاہ میں لوٹ جاؤ۔ چنانچہ آپ لوٹ کر سید حمین کی خدمت میں آئے۔ اور عالم مثال کا گزرا ہوا ماجرا عرض کیا۔ سید حمین نے سنی ہوئی بات قبول کی مگر آپ کا رخ آگرہ کی طرف پیر دیا۔ ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دی۔ کہ خواہ کسی قسم کی بات سننے میں آوے۔ راستے سے مت لوٹانا۔ اور جب خواب گاہ بدیع الدین شاہ مدار کے آستانہ پر پہنچو۔ تو آگرہ کی اجازت مانگنا۔ سید حمین یہ بات راستہ میں کہہ کر بمقام جو پور چلے گئے۔ شیخ فخر الدین کو خبر لگی۔ کہ سید نے تماشا گاہ دنیا کو جو نمود بے بود ہے رخصت فرمایا۔ چونکہ پیشتر نصیحت آپ کو ہو چکی تھی۔ اس واسطے والیسی کا خیال خاطر میں آنے نہیں دیا۔ جب آپ قصبہ بانگرہ میں حوض کے کنارہ پہنچ کر بات کو رہے۔ تو خواب میں مدار الاقطاب نے آگرہ رہنے کی اجازت دی۔ اور فرمایا۔ سیورغال (معین وجد معاش) کے طریقہ پر کچھ نہ لینا۔ اور جو درویش اس جگہ کا بزرگ ہو۔ اس کی رضا مندی لیکر مکان بنانا بالآخر آپ آگرہ میں آئے۔ اداس وقت میں شیخ جلیل زاہد زمانہ تھے۔ ان کے دیدار کے واسطے گئے۔ اس جگہ آپ کا دل گرویدہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد آپ شیخ علاء الدین مجذوب کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ مجذوب نے فرمایا۔ تم بیسہ سے آتے ہو۔ لیکن تمہاری جگہ تو سر نہ ہو۔ آپ نے جواب میں لایا انعم کچھ نہیں کہا۔ پھر شیخ مجذوب نے ایک روٹی کا ٹکڑا۔ کچکول سے نکال کر آپ کو دیا۔ اور فرمایا۔ پنجاب کو چلے جاؤ۔ وہاں گیون ازلان ہیں۔ اس دفعہ بھی آپ جواب دینے سے خاموش رہے۔ پھر شیخ مجذوب نے تیسری بار فرمایا۔ ایک سیر سے آدھا تمہارا اور آدھا میرا۔ اس دفعہ بھی آپ نے کچھ نہیں کہا۔ پھر شیخ مجذوب نے چوتھی دفعہ خطاب کیا۔ اس وقت تک بیان میں تھا۔ اب تم رہو۔ آپ نے جواب دیا۔ اگر آپ کی یہ رائے ہے۔ تو آپ جگہ میرے واسطے چھوڑ دیں۔ اور خود دوسری جگہ تجویز فرمائیں۔ شیخ مجذوب نے ایسا ہی کیا۔

اور اب جس جگہ اُن کی قبر ہے۔ وہاں اپنا حجرہ بنالیا۔

کہتے ہیں۔ شیخ فخر الدین کو جب بیماری پیش آتی تھی۔ تو خوش گلو قبائل کو بلا کر سرود و سماع کی مجلس کیا کرتے تھے۔ اور اسی سماع کو اندر بد فرگی مزاج کی تندرستی سے بدل جایا کرتی تھی۔ مگر جب مرض الموت عارض ہوا۔ تو سماع کی مجلس آپ نے نہیں کی۔ ایک روز شیخ پوسف انصاری سید جلال قادری شیخ عبدالمومن چشتی۔ اور نیز دیگر چند اصحاب عیادت کے واسطے آئے تھے۔ سب اس بات پر حے ہوئے تھے کہ اس بیماری میں سرود نہ سننے کا سبب دریافت کریں لیکن قبل اس کے کہ لب ملاوین۔ آپ نے راجی نام مطربہ کو بلوایا۔ اور فرمایا۔ یہ غزل گاؤ۔ بیت

ما قصہ نوشتم بہ سلطان کہ رساند

جان ساخت کہ دیم بہ جانان کہ رساند

جب غزل تخلص تک پہنچ گئی تو فرمایا۔ فرصت کم۔ اور شرع شریف کی رعایت واجب۔ گانے والی کو جانے کی اجازت دی۔ اور تین روز بعد جمعہ تاریخ ارنیسون جمادی الثانی ہجری سنہ نو سو و ستر کو ایک چھپیس سال زندہ رہ کر۔ اپنی عمر دائمی خواب کے حوالہ کی۔ اور اپنا تن خاک قبر کو سپرد کیا۔ اور جان غلو نگاہ قدس کو چلی گئی قاسم ہندی نے آپ کی تاریخ رحلت الفاظ کو فخر دین میں بانی ہے۔

یاد شیخ سعد بن بدین خیر آبادی

آپ صاحب دانش و نبیش تھے۔ طریقت میں شیخ محمد قطب المعروف شیخ مینا لکھنوی کی ملازمت سے عقیدت اور خلافت رکھتے تھے۔ اور ظاہری علوم میں مولانا اعظم کے شاگرد تھے قدس سرہم کہتے ہیں۔ آپ کے پیر کتاب عوارف آپ کے استاد سے پڑھتے تھے۔ ایک روز آپ نے پیر کی خدمت میں عرض کیا۔ اس کتاب کی عبارت صحیح کرنے کے واسطے تو میری طبیعت کافی ہے۔ اور اس کے معانی اور لطائف کا ادراک جناب مخدوم کے ضمیر سے ملے گا۔ جو ذی کشف ہے۔ پھر معلوم نہیں۔ کہ دوسرے کسی کے درس کی ملازمت کیوں گوارا کی جاتی ہے۔ پیر نے فرمایا۔ سعد۔ تجھے جو کچھ کہنا۔ بجا ہے۔ لیکن عالموں کے ہوتے ہوئے تعلیم کے راستے سے پانون کپنچ لینا۔ اور اپنے ادراک اور عرفان پر بیروسہ کرنا اور باب دیانت اور اصحاب ہوش کا شیوہ۔ اور خوبان معنوی کی عادت نہیں ہے۔ بیت

بخیر آباد شد سعد آنجمنانی

سعادت خیر باد این حسان کرد



یاد شیخ مجید

آپ کا نام عبدالوہاب تھا۔ شیخ ابوالفتح مکی کے بڑے بیٹے ہیں۔ عمدہ صورت اور سیرت آراستہ اور نش و نبش سے پیراستہ تھے۔ دسی فنون کی تحصیل کمال کے درجہ پر پہنچادی تھی۔ بالخصوص حدیث اور تفسیر کمال طور پر یاد تھی۔ وعظ اور تلقین سے اس طرح گریزان رہتے تھے۔ کہ جس طرح درس سے۔ آپ کی مجلس میں خدا کی یاد۔ اور فرستادگان خدا کے حالات کے سوا صلوات اللہ علیہم دوسری باتیں بہت ہی کم ہوا کرتی تھیں علم سیر اور تاریخ کے بہت کچھ عبرت افزا واقعات یاد تھے۔ جو غزوی اور سخاوت آپ کے خمیر میں داخل تھی۔ اگرچہ کچھ پاس نہیں ہوتا تھا۔ اور ایسے وقت میں ماحیا نا کوئی حاجت مند آجاتا تھا۔ تو گھر کے اسباب میں سے جو کچھ ہاتھ پڑجاتا تھا۔ اہل خانہ سے چپا کر اس کو دیدیتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک سال آپ کی ہمت کا امتحان کرنے کے واسطے حاکم شہر نے لوگوں کو ردک دیا تھا۔ کہ اس درویش کو کوئی شخص ایک کوڑی بھی قرض نہ دیوے مگر با اینہما آپ کے مہمان خانہ کا خوان روزمرہ پہلے سے زیادہ اور بہتر بچایا جاتا تھا۔ اور کوئی سائل اپنے مطلب سے ناکام آپ کی خدمت سے نہیں لوٹا۔ شاہ محمد خیالی نے آپ کی دوستی کے سبب آپ کے محلہ میں ایک حجرہ بنالیا تھا۔ اور اسی میں دایمین دم تک رہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار و سولہ تک وہ مکان قائم تھا۔ شیخ عبد اللہ کو ذکر و شغل کی تلقین۔ اور حقائق و تصوف کی تعلیم۔ انہیں شاہ صاحب سے حاصل ہوئی ہے۔ شعبان کی چاند رات کا دن اہل ہجری سنہ کم و بیش نو سو ستر تھا۔ کہ دوئی کی سراسر سے وحدت کے مارا سرور کو آپ روانہ ہوئے۔ خواب گاہ آگرہ۔

اجمن اصحاب شہود و ارباب حضور سلسلہ عشقیہ شطاریہ

تاریخ نگار بیرون اور ذی معرفت ہادیہ نے ایسا لکھا ہے۔ کہ اس خانوادہ کے سر دفتر ماس الواصلین رئیس المحققین۔ شیخ محمد۔ قطب عصر مرشد زمان۔ عارف جہان۔ ابو یزید طیفور ابن عیسیٰ ابن آدم ابن سرور شامی ہیں۔ اور جو اصحاب مشرب عشقیہ کہتے ہیں۔ یہ دو سکر مشہور مشربوں کی بہ نسبت فنا و بقا کے درجات۔ صدق اور صفا کی منازل۔ سب دراد معاد کے ابتدائی مقامات پر نظر کر کے ^{۱۵} السَّابِقُونَ ^{۱۶} اَوَّلُكَ الْمُقَرَّبُونَ کے زمرہ میں داخل ہیں چنانچہ تلویں و تکلیں۔ محتاج ماکلف

۱۵ جو اس کے آگے (ساخے بٹائے گئے) ہیں (سو) یہ آگے ہی (بٹانے کے قابل) ہیں (کہ) یہ دریا نگاہ خداوندی کے مقرب ہیں ۱۱

۱۶ تلویں و تکلیں وغیرہ تمام اظاکہ۔ مقامات سلوک کے اس میں ۱۲

قبض و بسط منع و عطا ہست و نیست - تنہائی و ہمراہی کینج و میدان - خموشی و گویائی - غرض کہ تمام حالات اور اوصاف جو باہم متقابل اور ضد یک دیگر ہیں - ان کو پہنچنا داخل کمال اسمائی ہے جس کو کمال ذاتی کہنا ناموزون نہیں ہے - یہ حالات اور اوصاف اس گروہ کی موحدانہ نظریں یکساں معلوم ہوتے ہیں اور اس طریق کے سالک اور وابستگان حلقہ شمار سے زیادہ ہیں - کسی حال میں اور کسی مقام میں وہ ان ہی علی الاتصال پابند ہو کر نہیں رہتے ہیں - بلکہ ہر لحظہ اور ہر دم جدید شان کے ساتھ اوقات کا زندہ رکنا - اور اس کے ذریعہ سے شہر زندگی کو آرائش دینا - یہ خاصہ اس طریق کے پیروں کا ہے - عراق - عرب - عجم - ایران - اور توران میں جو فروغ محمدی پہنچا ہوا ہے - یہ اسی سلسلہ کے مشائخ کی برکات سے پہنچا ہے علی الخصوص ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو تیس میں اس گروہ کے سربراہ اور وہ - محمد صادق شیخ نے - ماوراء النہر کے شہر دن میں علم ہدایت نصب کیا تھا - اور اس نواح میں تمام مشائخ اور فضلا کے قبلہ گاہ بن گئے تھے - تمام ذی استعداد و معتقدین ان کی ملازمت سے ولایت اور کمال حاصل کرتے تھے - ان بزرگوار عزیزوں میں سے جس شخص نے اپنی ہدایت سے ہندوستان کے تیرہ و تار یک مکان کو **اَللّٰهُمَّ سُرِّ السَّمَوَاتِ وَ اَلْاَرْضِ** کا نور آباد بنایا - وہ شاہ عبداللہ شطاری پسر سام الدین عبداللہ ابن رشید الدین ابن ضیا الدین ابن نجم الدین ابن جمال الدین ہما دین عمر المعروف بہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الحق والدین سہروردی کے ذات خورشید صفات ہے جس نے نوین صدی کے اخیر میں ایران سے ہندوستان کے لوگوں کی رہنمائی کے واسطے نزل فرمایا - اور عالم قدس کو روانہ ہونے کے وقت تک ہر ایک طرح کے اذکار اشغال - اعمال ابرار و اختیار - اور مادعیہ ماثورہ وغیرہ کی دعوت کے طریقہ سے عموماً اور نیز خصوصاً طالبوں کو اون کی استعداد کے موافق تلقین فرمائی -

شطار کی وجہ تسمیہ کے متعلق کسی قلم نے کوئی صریح حرف اور قلم نہیں لکھی ہے - لیکن ایک رسالہ ہے لطیفہ غیبیہ نام - جو آپ کے قلم تصنیف کا نتیجہ ہے - اس رسالہ کی فصل ثانی میں کسی قدس وجہ تسمیہ کی نسبت آگاہی دی گئی ہے - خلاصہ اُس کا یہ ہے - کہ خدا شناسان اُمت محمدی اور پیروان مذہب احمدی علی صابحہا من الصلوٰۃ ۱۰ فضلہا من التحیات املہا سلوک میں تین مشرب پر منقسم ہیں - (۱) اختیار (۲) ابرار (۳) اور شطار - اور ان تینوں گروہوں میں سے ہر ایک گروہ درود - ذکر - شغل - فکر - کشف

اور قرب جدا جدا کرتا ہے۔ اور اپنے اپنے خاص طریقہ کے بموجب۔ صاحب اعتقاد کامل ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ **عَلَمَاءُ اُمّیّ کَانِدِیَا وَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ** کے مضمون پر نظر کر کے فرق اور عدم فرق کی رعایت اس گروہ کے بارہ میں ہی اسی موافق کیا جائے کہ جس موافق انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں فرق و عدم فرق کی نسبت قرآن شریف کے اندر ارشاد ہے یعنی ان کی نسبت اعتقاد اور ولایت کے اقرار میں تفادات اور اختلاف کو دخل نہ دیا جاوے۔ اور جو حکم رسولوں کو ایمان کی نسبت **لَا تَفْرِقُ بَیْنِ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ** ہے اس پر قیاس کیا جاوے۔ تاکہ شریعت کا ایسا ایمان حاصل ہو جو طریقت کے وصف کے ساتھ موصوف ہو۔ اور جس طرح انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں قرب۔ وحی کتاب۔ معجزات منسخ۔ عدم نسخ۔ ۱۔ الواعزی۔ ائمت کی کثرت و قلت اور نیز ان امور کے سوا۔ دیگر امور کے اعتبار سے فرق سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ یہ گروہ مشابہ بنیائے بنی اسرائیل ہے۔ لہذا اسی طرح اس گروہ کے اندر بھی انفرادیت۔ سرعت سیر۔ بطور وسیر۔ ریاضت اور عبادت کے اعتبار سے سلوک میں عالم آخرت کی طرف سے سمجھی جاوے۔ اور احوال۔ درجات۔ مقامات۔ اور خطابات کے اعتبار سے اعیان ثابتہ (صور علیہ) کے بموجب منجانب مبدء و سمجھی جاوے۔ آیہ کریمہ **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ** کے اشارہ سے جو معنی ذہن میں آتے ہیں۔ ۱۔ اس موافق اس مقام سے یہ بات خیال میں آتی ہے کہ ہر لقب کی خصوصیت۔ منازل طریقت کے طے کرنے میں تیز روی کے اعتبار سے ہے **اَلْعُلُوُّ عِنْدَ اللّٰهِ** اور اس سلسلہ کے بعض اصحاب اور نیز دوسرے لوگ۔ نعت کی وضع پر نظر کر کے۔ مذکورہ بالا طریقہ سے جو اس لقب کی وجہ پیدا کرتے ہیں۔ یا قریب بہ صواب ہے۔ نیز اس مشرب کے بعض کا بر یہی فرماتے ہیں۔ کہ جو ادبیا مالہ باوجہم سے سبک دوش ہو چکے ہیں۔ ۱۔ ان کی ادوار سے یہ گروہ فیض حاصل کرتا ہے۔ ۱۔ اور پردہ پوش پاتا ہے۔ بدون اس کے کہ جسمانی ملازمت اور مصاحبت کرے۔ پس چونکہ یہ گروہ عالم مرکبات کو طے کر کے مجردات کے عالم میں معنوی سرعت کے ساتھ جاتا ہے۔ اس سبب سے اس گروہ کو شطار لقب دیا گیا ہے یہ بھی ایک وجہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ تمام مشایخ شطار کو ہند میں شاہ عبداللہ شطاری کی خدمت سے اس مشرب کا

۱۱۔ میری آمد کے علما۔ بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل میں ۱۲۔ ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (یہی) خدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو ماننے میں) ۱۲۔ پیغمبر جو پہنچے ہیں۔ ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ۱۲۔

حصہ ملا سچا نجد ان کے شیخ حافظ جو پوری ہیں۔ جو سلوک اور تصوف کے مراتب طے کرنے میں مثل
 قمر سرچ السیرتے۔ اور ان کے نامور خلفا ہر ملک میں ہیں۔ جو پور میں شیخ بدہن ہیں۔ ان کی قبر
 بانی بیت میں ہے شیخ بدہن کے ہی ایک خلیفہ تھے قصبہ بدولی میں شیخ ولی شطاری۔ طاسری
 اور باطنی کل فضیلتیں۔ اسکانی امد الہی جملہ معرفتیں۔ ان کی ذات میں جمع تھیں۔ انہوں نے ہجری
 سنہ نو سو چہین میں عالم بقا کو کوچ کیا۔ اور خلفائے کامگار دنیا میں چھوڑے۔ ان میں سے ایک شیخ
 فدن تھے۔ بڑے پرہیزگار تھے۔ اور حقائق و معارف بیان کیا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ میں اپنا مثل
 نہیں رکھتے تھے۔ امیر سید علی قوام کے یہی پیر ہیں۔ شیخ ولی شطاری کے دو سر خلیفہ شیخ
 بہا الدین زکریا تھے۔ جو خواجہ گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ اور تیسرے خلیفہ شیخ حاجی ابن شیخ
 علم الدین عجائب برادر زادہ شیخ زکریا تھے یہ سلسلہ شیخ حافظ تک منتهی ہوتا ہے۔

جب شاہ عبداللہ شطاری نے عالم قدس کو کوچ فرمایا۔ تو چند سال اور چند واسطہ کے بعد فرقہ خلافت
 درجہ بادجہ شیخ محمد غوث کو پہنچا۔ اگرچہ واسطین کی ترتیب اس خانوادہ کے شجرہ میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اور
 شجرہ کا وصف خاص یہ ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفُرْعُهَا فِي السَّمَاءِ لیکن مختصر طور پر بیان ہی تحریر
 کرتا ہوں۔ یعنی شاہ عبداللہ شطاری سے اولاً فرقہ خلافت شیخ محمد علا کو عنایت ہوا۔ جو شیخ قاضی کر کے
 مشہور ہیں شیخ محمد علا سے اُن کے بیٹے شیخ ابوالفتح ہدیہ اللہ سرست کو پہنچا۔ شیخ ابوالفتح ہدیہ اللہ
 سرست سے شیخ ظہور حاجی حمید حصور کی خدمت میں منتقل ہو کر آیا۔ چنانچہ اس کی تفصیل ہر ایک صاحب کی
 یادداشت میں جب مقتضائے وقت لکھی گئی ہے۔ اور نیز لکھی جاوے گی۔ اور ملازمان حاجی حصور کی خدمت
 سے منصب ہدایت و اجازت اور فرقہ قطب الاقطابی۔ وحدت مآب حضرت شیخ محمد غوث کو پہنچا۔ جنہوں
 نے اس بہشت نائغمن کو طرح طرح کی معرفتیں اور حقیقتیں بیان کر کے نئی وضع کی ناغمن بنایا۔ شطاری خیر خواہ
 بچوں کو نواذگی کی پستی سے ابھار کر مشایخ کی باطنی پرورش کے ذریعہ سے نوجوان کیا۔ اور توحید و ایمان کے
 درخت کو تقلید اور استدلال کی خزان سے بندہ یوں بہار حقیق رہائی دیکر دائمی سرسبز و بخشی۔ تاکر درخت
 مذکور افراد انسانی کے بلغم میں ازل توفیق کلبانی پیکر بارور ہو۔ اس میں شک نہیں۔ جس نے آپ کی خدمت
 میں چند روز مناقانہ ہی عمر گزاری۔ وہ بھی محبوب حقیقی کی جلوہ گاہ میں پہنچ گیا ہر مخلص کا تو ذکر ہی کیا

یہ مدعا تحت الذکر کرامت کی شہادت سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔

چونکہ گجرات کے کوہ نظر لوگ اپنے اعتباری حُسن پر عاشق تھے۔ اس واسطے حد اور ناتوان مہنی کی مادہ سے غوث الاولیاء کے ساتھ دشمنی کرنے لگے۔ نجم الدین کے شیخ عبدالمقصد ربیانی نے اپنے چہرے بہانی کو۔ غوثیہ خانقاہ میں معتقدانہ طور پر اس غرض سے بھیجا۔ کہ ہمیشہ حاضر حضور رہ کر غوث الاولیاء کے اقوال اور افعال سے ایسے معاملات اخذ کرے۔ جن پر انگشت اعتراض رکھی جاسکے۔ اور وہ معاملات اپنے بزرگوں کو پہنچا دے تاکہ اس جماعت کو نکتہ چینی کا سرمایہ فراہم ہو۔ کتے ہیں۔ اُس متجسس نے ایک روز عرض کیا۔ کیا کمترین مریدان چند مدت سے تلقین کا امیدوار ہے۔ جواب ملا۔ کہ مقصود سلوک کی ترقی ہے۔ انشاء اللہ جو سکنا انقرا کے لنگر سے تم کھاتے ہو۔ یہی تلقین کا اثر پیدا کرے گا۔ بالآخر چند روز بعد اُس کو قوی جذبہ پیدا ہوا۔ اور اس کی آنکھ حقیقت میں ہو گئی۔ چنانچہ تمام حالات میں اور تمام مقامات میں یہ بات اُس کے در و زبان تھی۔ کہ جب منافق کا یہ حال ہے تو اُس شخص کا کیا کنا ہے جو اخلاص کے ساتھ اپنا سر اُس کا مل بند گوار کے آستانہ پر رکھ دیتا

اور وہ تو ان رفد مسلم دارم پُر
کہ روی بر سر آن کو چہ دہشیار آئی

آپ نے جس کسی کو قبول کر لیا۔ اُس کے سر کی۔ اور نیز دل کی آنکھوں کو مشاہدہ اور معائنہ کا نور حاصل ہو گیا۔ اور اُن میں حقیقت بینی کی قوت آگئی۔ بیان تک آپ کا ہے انتہا فیض ہو چکا۔ کہ کیا ہند اور کیا سندب شہرون میں آپ کی عارف اور فاضل اولاد۔ اور رہنا خلفا جاہو پچھے۔ اور اُن کے قدم کی برکات سے خلا محال ہو گیا جن کی فہرست یہ ہے۔

گو الیاء میں جہان آپ کا مرقد مبارک ہے۔ جانشینی اور سجادگی کے مراسم آپ کے مسند نشین صاحبزادہ شیخ عبدالمعروف بوشیخ بدایہ۔ عمدہ طور پر انجام دیتے ہیں۔ نیز شیخ مبارک عالم جو اطراف بانگربو کے باشندہ ہیں۔ یہ بھی دین تھے۔ جامع علوم تھے اور ظاہری و باطنی صفائی بھی رکھتے تھے۔ کم و بیش چالیس سال اصحاب خانقاہ کو کتابی علوم کا درس دیا۔ نیز شیخ بدیع الدین جیلانی سمرقندی غوث الاولیاء کے بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ یہ بھی گو الیاء میں ہی تھے۔ انہوں نے کلبہ مخازن۔ اور کنز الودعہ پر جو غوث الرحمن کی مصنفہ کتب ہیں عمدہ اور سود مند حاشے لکھے ہیں۔ اور تعلیقات لگائی ہیں۔

دارالسلطنہ اگر وہ شیخ نور الدین ضیاء اللہ زندگی بخش نے اپنے پدر بزرگوار کے رہنے سننے کی جگہ

سنبھالی تھی۔ اور شیخ عبداللہ صوفی مرید غوث الاولیاء ہی ہیں۔ تھے۔ روشن ضمیر پورے کامل طور پر عرفانی اور روحانی مقامات حاصل کئے تھے۔

برصہان پور خاندیس میں شیخ اکمل الدین برہان تھے۔ ان کے پدربزرگوار کے ظاہری مادہ معنوی فرزند اور بھی تھے۔ لیکن پدربزرگوار کی ہدایت سے اقتباس نور کرنے میں۔ یہ معنوی فرزند سب میں پیش دست اور مقدم تھے۔ اور اخیر عمر میں بالکل استغراق ہو گیا تھا۔ اور ان کی زبان میں موصدائے کلام اور تقریر کے سوا۔ کوئی گویائی باقی نہیں رہی تھی۔ نیز شیخ شکر محمد نے بھی یہیں برہان پور میں سلسلہ ہدایت جاری کر رکھا تھا۔ نیز اسی شہر میں قاضی سلیم محمد بنیاتی تھے۔ معرفت کجہرغ۔ اور علمی و عینی جزئیات کی شمع انیس کی ذات سے روشن تھی۔ شیخ نظامی گنجوی کی ایک کتاب مخزن اسرار ہے۔ اس کی شکل شکل عبارتیں اور مضامین آپنے سہل کر کے۔ اہل جہان کو فیض پہنچایا ہے۔ **بروردہ (مژدہ) گجرات میں شیخ صدیق الدین محمد شمس** ذکر کرتے ہیں آفتاب تلقین سمت الاس پر نہیں بزرگوار کی بدولت پہنچا تھا۔ اور شیخ حبیب شطاری بھی اسی شہر میں سلوک کے اندر اپنے مریدوں کو تیز روی تعلیم کیا کرتے تھے۔

احمد آباد گجرات میں آپ کے فرزندوں میں سے شیخ اویس اور شیخ اسمعیل ہیں مطلقاً ان کے نانا۔ سلامی مساجد میں سے ہیں۔ اور میر ابو اسحاق کے علم مکرم ہیں۔ ان دونوں عالی مقدار گہرین میں سے اولین (شیخ اویس) اصواد۔ دعوات۔ اذکار۔ اشغال۔ اور جواہر خرم کے رموز۔ ان علوم کے عامل ہیں۔ کہا ہوا الحق۔ اور دیگر بھی شائع طریقت کے عادات اور صفات سے ظاہر و باطن دونوں میں آراستہ۔ اور پیراستہ ہیں۔ خدا کے حال میں۔ کمال میں۔ اور آل میں رضا افزون قرتی ہو۔ بیان امر آباد میں آپ کے خلفائے میں سے دو صاحب ہیں (ایک) شیخ حبیب الدین احمد علوی۔ جن کے فیضان سے طالبان علم و عرفان کے دل زندہ۔ اور زبانیں گویا ہوئی ہیں (دوسرے) شیخ علی شیر بنگالی ہیں۔ انہوں نے جواہر خرم کا انتخاب کیا۔ اور عمل میں لائے۔ اکثر علوم میں بڑے صاحب دستگاہ تھے۔ خاص کر علم ہیئت۔ نجوم۔ حکمت۔ اور ہندو ساچی طرح جانتے تھے۔ اور مسائل علوم کے مغز کو پہنچتے تھے۔ آپ نے جام جہان ناک ایک شرح مفید اور مبسوط لکھا جس کو قرطب معارف کے باب کیا ہے۔ **سید غلام احمد غزالی** بھی حسب ارشاد غوث الاولیاء۔ ایک محققانہ شرح لکھی ہے۔

سید نسل میں شیخ محمد عاشق۔ طالبان حق کا کام انجام دیتے ہیں۔
اجمیر۔ میں مولانا عبدالغفار ناگوری۔ لوگوں کی حل مشکلات کیا کرتے تھے۔

سرسید میں شیخ محمد جمال نے مسند خاد کو حُسن دے رکھا تھا۔

کالپی میں شیخ جلال حاصل۔ سالکان راہ کو منزل مقصود پر پہنچا دیتے تھے۔

بدولی میں شیخ جیو عبدالحی نام تھے۔ یہ ایک مدت تک گوالیار میں ہی خدا پرستی کا طریقہ عمل میں لا چکے ہیں۔

بیجا پور دکن میں شیخ شمس الدین شیرازی نے دانش و بندیش کو رونق دی تھی۔

اجپین مالوہ میں شیخ احمد متوکل۔ اور شیخ عالم نے اپنے تئیں سپرد خدا کر رکھا تھا۔ اور رضانہ قضا کا سہ ماہی ہمت اور اخلاص کے قدم سے ملے کرتے تھے۔

سارنگپور مالوہ میں شیخ منجم تھے۔ کتابی علم اور قلبی وجدان کی بنیاد شہر دارون کے دل میں اول انہیں لٹے رکھی تھی۔ دوسرے شیخ عمر ہیں۔ علوم۔ عرفان۔ طریقت۔ اور توحید کے جواہرات کی آپ کو کان سمجھنا چاہیے۔ اپنے وقت کے استاد۔ اور مرشد تھے سلسلہ اللہ تعالیٰ

یاد شیخ ابوالموید محمد الملقب بن عند اللہ بالغوث

آپ خطیر الدین کے فرزند ہیں۔ جو شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری کی نسل سے ہیں۔ اس ترتیب کے ساتھ خطیر الدین ابن عبد اللطیف ابن عیسیٰ الدین قتال ابن خطیر الدین ابن بایزید۔ اور بایزید شیخ عطار کے فرزند اور ہمبند ہیں قدسنا اللہ باسراہم۔ آپ ولایت محمدی کے جانشین تھے۔ انوار صمدی کا نزول اور اسرار ربانی کا ظہور۔ آپ کی بابرکات ذات پر تھا۔ دونوں قسم کے یزدانی کمال آپ میں پائے جاتے تھے۔ ظاہری و باطنی دونوں سلسلہ کے پیروں کی خلافت۔ اور شہادت و غیب دونوں عالم کے شایخ کی اجازت آپ کو حاصل تھی۔ ایک رسالہ جو ہر خمسہ آپ کی تعینفات سے ہے۔ اس کے دیباچہ میں آپ نے کسی قدر حالات اور گریہ ہوئے واقعات بمضمون ذیل درج کئے ہیں۔

زمانہ ہوش کا آغاز ہی تھا۔ کہ مجھ کو درد خدا طلبی پیدا ہوا۔ اور وہ میرے تمام دل پر حاوی ہو گیا۔

اس آیت کریمہ ^{لہ} وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کے مفہوم نے

امید بند ہائی۔ پس اسی پر دل نہاد ہو کر میں ریاضت کرنی شروع کر دی۔ اس ریاضت کی

بدولت جو ہر کائنات کی شناخت اگرچہ ہوئی۔ مگر اس قدر نہیں ہوئی۔ کہ جس قدر خواہش تھی

لے اور جن لوگوں نے ہمارے دین (کے کام) میں کوششیں کیں۔ ہم (بھی) ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیں گے۔

بناکرا اپنے نداد خلوت کی کیفیت عرض کی۔ پیر نے حد سے زیادہ عنایت اور التفات فرما کر اپنے پیر بن
خاص کو درویش کا خلعت خلافت بنایا۔ اور بیان کیا۔ یہ رسلا ایسا مخزن ہے۔ کہ جس روز
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْيَوْمَ کی ندا ہوگی۔ اُس روز تک تمام اہل ولایت کو جہان اور عرفان کا سرمایہ حاصل
کرنے کے واسطے دستور العمل بن کر دکھار رہے گا۔

کتنے ہیں۔ بھڑی سہ نوسو سینتالیس ہیں افغانان سور کا غلبہ ہو گیا تھا۔ جو شیر خان سور کے سرداروں
میں سے تھے۔ اہل اس سب سے جنت آشیانی نصیر الدین ہمایون شاد تیموری نے صوبہ دہلی سے ایک کوئی اختیار
کر لی تھی۔ اُس وقت میں غوث الادویا بھی گجرات کی طرف ہجرت فرما گئے تھے۔ یہاں پر بہت کچھ صاحبان اعتقاد
آپ کی خدمت سے انسانی کمالات کو پہنچ گئے۔ جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہیں۔ بڑا مکان۔ اور بڑی خانقاہ
تیار ہو گئی۔ یہ مقام آج کل دولت خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہیبت۔

بے تکلف بشنو دولت درویشان ست

دولتے را کہ باشد غم را سب زوال

مسعودی آثار شیخ محمود جلال فرماتے تھے۔ جب غوث الادویا گجرات میں آ پہنچے تو جنت آشیانی کی طرف سے
اس مضمون کا صحیفہ پہنچا۔

(ترجمہ)

(اصل خط)

آداب دستبوسی کے بعد عرض یہ ہے۔ کہ قدیر لایزال کی
عنایت نے تقدیری دشواریوں سے حضور کی ماحیج درویشوں
کی توجہ اور دعا کی بدولت باسانی نکل لیا۔ اور فتنہ نگر زمانہ
کے واقعات سے جو کچھ پیش آیا۔ وہ کوئی بھی آثار خاطر کا باعث
اور تیرگی دل کا سبب نہیں ہوا۔ بجز محرومی ملازمت کے۔ ہم
اور ہر قدم پر اندیشہ تھا۔ کہ دیکھا چاہیے وہ دیوار لوگ حضور
کی ذات ملکوت صفات کے ساتھ کس قسم کے برتاؤ سے
پیش آئے ہوں گے۔ جب سنا۔ کہ اسی اثنائیں میں حضور ہی
ملک گجرات کو ہجرت فرما گئے۔ تو اُس فکر سے دل نے کسی قدر
رہائی پائی۔ اور ہمیشہ ازاد صدق اعتقاد و امیدوار ہوں کہ جبریل

بعد از عرض آداب دستبوس محرومی آنکے عنایت قدیر
لمیزل از کرویہ شواری تقدیر بدقتہ توجہ و دعا سے ایشان و
جمیع درویشان باسانی برآوردہ۔ و از سواغ روزگار فتنہ انگیز
انچہ پیش آمد۔ بجز محرومی ملازمت باعث آزار خاطر و سبب
تیرگی دل نہ گردید۔ و در ہر نفس و ہر گام خیال در گرد این اندیشہ
بود۔ کہ آن دیو شرست مردم بآفات ملکوت صفات چہ سلوک
کردہ باشند۔ چوں شنید۔ کہ وہ ہمارے نزدیک ایشان میں ہجرت
یہاں گجرات فرمودند۔ دل انان اندوہ گرفتاری بقدرے
ہائی یافت۔ و پیوستہ از صدق عقیدت امید دار است
کہ نفیس فضل کردگار۔ پہچان کر از تنگنا سے آفت بیرون آوردہ

اصل خط

از بنام خدا کی مذکور کا دستاویز - از محنت مفارقت
موری نیز خلاص بخشید۔

سبحان اللہ چہ گو نہ سپاس و شکر گزاری تلقین باطن
نشین آن رہنمائے حقیقی بتقدیم رسانند۔ کہ با کثرت اسباب
پریشانی کہ بظاہر قاب فرد چھپیدہ است در جمیعیت
و وحدت سرید اے قلب باند ازہ یک ذرہ قصور
و فتورے راہ نیافتہ۔ راہ آمد و رفت قافلہ دعاے خیر
پیوستہ مسلوک باد۔

ترجمہ

خدا کی فضل کے فیض۔ غم نہ کٹ سکے بلکہ کوچے نکال کر اندر نہ
سے آکر لو کیا ہے۔ اسی طرح ظاہری مفارقت بھی نجات بخشے گا۔
سبحان اللہ۔ اُس حقیقی رہنما کی رہنمائی و نشین تلقین
کا شکر کس طرح ادا کروں۔ باوجودیکہ اسباب پریشانی ہیں
کثرت کے ساتھ ہیں۔ کہ ظاہر جسم کو چاروں طرف جکڑ دیا گیا
مگر سویداے قلب کی جمیعیت اور وحدت میں۔ ایک ذرہ برقصہ
فتور پیدا نہیں ہوا ہے۔ قافلہ دعاے خیر کی آمد و رفت اور
راہ آمد و رفت ہمیشہ جاری رہنی چاہیے۔

نیز فرماتے تھے۔ اس خط خوشی کے آنے سے اپنے آشنائوں کے غمگین دلوں میں ایسا ایک حال پیدا کر دیا کہ
ارباب تقویٰ کسی مشترک اسم کے آثار تجلی ظاہر ہونے سے اس حال کو تعبیر نہیں کر سکتی ہیں۔ اور خط کا جواب تلقین
اور تسلی کی شان میں تحریر فرما کر حوالہ قاصد کیا۔ اُس کا مضمون یہ تھا۔

اصل جواب

وصول نامہ نامی سلطانی و مطالعہ صحیفہ
گرامی ہمایونی مبارک باد زندگانی بہ مخلصان این حدود
رسانید و نوید سعادت صحت و عافیت ملازمان کباب
دولت برداد۔ اپنے بکلاک و قلائع نگار قلمی بود مطابق
نفس الامر است۔ پیچ گو نہ تکلفی دوران واقع نیست
مصرع سخن کر دل برون آید۔ نشیند لاجرم در دل
المرام سر خداوند افسر از اندوہناکی سرگزشت خورید بہاد۔
مصرع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر است بپرگاہ
حق سبحانہ و تعالیٰ بندہ سعادت مند خود را میخواد بہر یکمال
رساند۔ پرورش با ساسے جمال و جلال ہر دم میفرماید۔

ترجمہ

سلطانی نامہ نامی اور ہمایونی صحیفہ گرامی پہنچا۔ بیان
کے محضون کو زندگانی کی مبارک باد دی۔ اور جو
اصحاب ملازم رکاب دولت ہیں ان کی خیر و عافیت ہی
معلوم ہوئی۔ جو کچھ اخبار نویس قلم سے لکھا ہے۔ فی نفسہ
ایسا ہی ہے۔ اس میں کسی طرح کا تکلف نہیں۔
مصرع سخن کر دل برون آید۔ نشیند لاجرم در دل
کلام یہ کہ خداوند افسر کو فاعلات کے غم و اندوہ سے خدا کو
پریشانی نہ ہو مصرع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر است
جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی اپنی سعادت مند بنے
کو درجہ کمال پہنچا دے۔ تو جمالی اور جلالی دونوں قسم کے اسکا

ایک دور جمال گزشت۔ اکنون چند روز نوبت جلالی است
بجمله فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا
برودی باز نوبت جمال خواہر رسید زیرا کہ بقانون عربیہ یک
عسریان دو یسروع شدد۔ وزو بجہت آنکہ سطح
محاط بحسب مسافت کتر از دائرہ محیط است پس عتد بہ
مراد بر منحنی مظلومہ گر خواہ شد انشاء اللہ تعالیٰ
بسم اللہ من قبل ومن بعد۔

اُس کی پرورش فرماتا ہے۔ یہ ایک دور جو گر گیا جالی تھا۔ اب
چند روز دور جلالی کی باری ہے بحکم فان مع العسر یسرا
ان مع العسر یسرا بہت جلد بہر جمال کی
نوبت آئی جاتی ہے۔ کیونکہ قاعدہ عربی سے ایک عسر
دو یسر کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور چونکہ محاط کا سطح نسبت
کے اعتبار سے محیط کو دائرہ سے کمتر ہوتا ہے۔ لہذا عنقریب شکل دائرہ
ظہور پذیر ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہو اول ہی ہو آخر ہی

ہجری سنہ نو سو چہین تھا۔ چند ہجری مار غلفا اور با اخلاص اصحاب سنجو ہر ختم کے ان بعض مقامات کے
متعلق جو تفصیل اور تفتیح کے محتاج تھے۔ عرض کیا۔ اگر اس عبارت کو اجمال سے نکال کر واضح اور بسیط کر دیا
جائے تو ضرور ارباب استفادہ کو۔ حصول مراد میں سہولت ہو جاوے گی۔ آپنے التماس کرنے والوں کی درخواست
قبول فرما کر جس طریق سے وہ چاہتے تھے۔ اُس سے زیادہ واضح اور روشن طور پر عبارت کے لباس میں کر دیا۔
اس ترتیب سے کہ

پہلا جوہر۔ اقسام عبادت کے بیان میں ہے۔ نماز۔ روزہ۔ دعائیں۔ نیز سوائے اس کے اور جو کچھ بھی
ہر مینے۔ اور ہر سینچہ کمز سے اور اُس کی قانون سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سب اس جوہر میں مذکور ہیں۔ ان کا عمل میں
لانا۔ تمام طالبوں کو ادلیاے کرام کے مرتبہ پر پہنچا کر ظاہر میں آراستگی اور صفائی بخشتا ہے۔ اور باطن کو فیض طریقت
کے واسطے مہیا کرتا ہے۔ ان چیزوں کے عالموں کو اہل ارکاتے ہیں۔

دوسرا جوہر۔ زہد اور پرہیزگاری کے اطوار کے بیان میں ہے۔ ان پر عمل کرنے سے عابد کامل کو بچکانہ
خطرات کی پہچان اور خطرات کے دور ہونے کی پہچان پیدا ہو جاتی ہے۔ خطرات کا پہچانا مہرشد کے بتانے سے
تعلق رکھتا ہے۔ نیز اس جوہر پر عمل کرنے سے ہی خطرات کی پہچان ہو جاتی ہے۔ لیکن خطرات کے رفع ہونے
کی علامت یہ ہے۔ کہ خطرات

اگر شیطانی ہیں۔ تو کلر تمجید بکثرت پڑنے سے ناکل ہو جاتے ہیں۔
اگر نفسانی ہیں۔ تو بہت استغفار پڑنے سے دور ہو جاتے ہیں۔

۱۵ بے شک شکل کے ساتھ آسانی ہے نصب شک شکل کے ساتھ آسانی ہے ۱۲

کر ملی ہیں۔ تو تسبیح سبحان ذی الملک والملكوت الخ گیارہ بار بتکرار پڑھنے سے
رفع ہو جاتے ہیں۔

اگر وہی ہیں۔ تو اگر طیب بہت پڑھنے سے دفع ہو جاتے ہیں۔

اگر دفع نہ ہوں۔ تو بھانسا جائیے۔ کہ خطرات رحمانی ہیں۔ پس خدا کا فکر بہت زیادہ کرتا جائیے۔ تاکہ نصرت
نہ کرے ساکب کے دل میں ثابت اور قائم ہو جاوین لا تجو اللہ ما یشاء و لا یثبت و عندہ اتم الکتب
جہ صواب کو یہ حالت پیش آتی ہے۔ ان کو اختیار کئے ہیں۔

تیسرے جو ہر۔ میں۔ اسلمہ اعظم۔ ادعیہ ماشوہ۔ اور معراج شہرہ کی دعوت کے اعمال اور ان کی
شرطیں نکلی ہیں جب ساکب اپنے اعمال کو مذکورہ باور جو ہر میں سے فرین کر لیتا ہے۔ تو یہ تیسرا جوہر بھی اُس پر
مناذ کرتا ہے۔ تاکہ عالم اقصیٰ کے۔ اہل نیر و گہر عظیم الشان حالات۔ ساکب پر منکشف ہو کر۔ اس کے دل کی آنکھ
میں نور بصیرت پیدا کریں۔ اور تاکہ صوری اور معنوی تصرف کی قوت اور ظاہری و باطنی دولت اُس کو حاصل ہو۔
جو ہر چندہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

ادین قدہ فصلوں میں تفصیل مابعد۔ چودہ قسم کی دعوت کا بیان ہے۔ (۱) دعوت حروف تہجی۔ (۲)
مقطعات (۳) حرفی (۴) بغلی (۵) کلیات جزئیات۔ (۶) سفر الارام (۷) صراط مستقیم (۸) عقلی (۹) اربعہ
(۱۰) مجہول (۱۱) خم۔ (۱۲) کبیرہ (۱۳) صغیرہ (۱۴) دعوت سیفی اہل نیر و گہر اعزاج

جو وہ ہیں فصل میں رد دعوت اور دفع سحر کا بیان ہے۔ ۱۱۔

پندرہویں فصل میں چلہ کشی کے آداب اور طریق کا ذکر ہے۔

دنیا اور آخرت کے اعتبار سے ان دعوتوں کے فوائد اور اثرے ہر ایک فصل میں لکھے گئے ہیں۔ اس فن کا جو
شخص طالب ہو وہ وہاں سے معلوم کر سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو ہر طالب حقیقت صوفی کے حالات
کی تکمیل کے واسطے بہت بڑی بے با چیز ہے۔ اکثر انہی حقائق کے اسرار اس جوہر کے ضمن میں اس طرح پنلن ہیں
کہ جس طرح جرم آفتاب ابرین چمنان ہوتا ہے۔ یعنی دعوت کا شغل رکنا۔ کثرت امکان کے بادل کو ہٹا۔
خسانی کے گرہ سے بھل دور کر دیتا ہے۔ اور وحدت وجود کا علم یقین۔ عین یقین کے درجہ کو پہنچا دیتا ہے
چوتھے جوہر میں بشرط شطار کا بیان ہے۔ جب صوفی ان مذکورہ باتیں جوہر میں کے عمل اور کب

لکھ مذہبی کو چاہتا ہے۔ منسوخ کر دیتا ہے۔ ۱۲۔ جس کو چاہتا ہے۔ اُن کو اُس میں کتاب (یعنی روح محفوظ ہو) ۱۴۔

پر قادر ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت میں اس کو مشرب شطراک چاہنی چکنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس
 سلسلہ خاص کی محریست کے واسطے مہیا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مشرب دومہ مشربوں کی بہ نسبت دو ممتاز وجوہوں
 کے اعتبار سے اعلیٰ و اخص ہے۔ (اولاً) یہ کہ اس طریقہ قانون کے واسطے نہ قتا ہے۔ نہ قتا و انقضا۔ بلکہ یہ لوگ
 ہر ایک مرتبہ میں غیر سے مفقود (گم) اپنی ذات کے ساتھ مشہود۔ اور بقا و بقا کے ساتھ باقی ہوتے ہیں (ثانیاً)
 یہ کہ اس مشرب کی تلقین اولاد نبوی علیہ السلام والصلوٰۃ کے واسطے خاص ہے۔ جب حضرت امام جعفر
 صادق رضی اللہ عنہ کی نوبت پہنچی۔ تو جب تک کہ آپ جہان ترکیب میں رہے۔ تب تک اپنے حال شان
 فرزندوں کے سوا۔ اہ کسی کو تلقین نہیں فرماتے تھے۔ لیکن جب آپ ناسوتی سرا سے انتقال فرما گئے۔ تو سلطان محمد
 ابو زید بگرامی کے ساتھ فرزند ہی روحانیت کی مناسبت تھی ہی۔ اس واسطے اپنے عالم روحانی میں اس مشرب
 شطراک کا اقامہ سلطان العارفین کو فرمایا اس کے بعد پیر بگرام سے اس مشرب کا ارشاد مشائخ طریقت کے
 سلسلہ میں آیا۔

دافع ہو کہ اس جوہر کا مقدمہ اذکار ہیں۔ اور اذکار کی دو جنسیں اعلیٰ ہیں۔ چہر اور خفی۔ آدھین جنس کر
 جہ کی چہ نو عین ہیں (۱) نفی اور اثبات کا ذکر ہے اور نفی و اثبات کے افراد جو وہ ہیں (۲) تنہا اثبات کا ذکر ہے۔
 اس کی دس قسمیں ہیں۔ (۳) اسم ذات کا ذکر ہے۔ اس کے دس افراد ہیں (۴) اسم ہو کا ذکر ہے۔ یہ سات افراد
 میں منحصر ہے (۵) کچھ اذکار ہیں۔ جن کے نام مرشدان کا مکار نے ان کے آثار اور شکیج کی مناسبت دیکر
 رکھی ہیں جیسے ذکر لاہوتی۔ ذکر ملکوتی۔ ذکر جبروتی۔ اور ذکر ناسوتی۔ جس کے فرات اسی عالم کے حقائق کا کشف
 ہے و قس علیٰ ہذا ما بقی من افراد ہذا النوع کہ وہ چیس ہیں۔ اور یہ چار عل کر تیس فرد ہیں جن
 (۶) وہ اذکار ہیں۔ جن کو مشائخ نے بزور کشف پرندوں کی آواز سے معلوم کیا ہے۔ یہ چار فرد ہیں۔ اول ان کے
 اسماء ان پرندوں کی طرات منسوب ہیں جن کی وہ آوازیں ہیں۔ ذکر حنفہ۔ ذکر عنقا۔ ذکر فاختہ۔ اول
 ذکر شکر خواہد۔

دوسری جنس ذکر خفی کی تین نو عین ہیں (۱) پاس نفاس۔ اس کی سات قسمیں ہیں۔ (۲) ذکر قالب۔
 اس کے تین افراد ہیں (۳) ذکر استیلا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اگر یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہے۔ تو اس کو استیلا
 عشقہ کہتے ہیں۔ اور اگر بے ضرب ہو تو اس کا نام استیلاے نقشبندہ ہے۔
 ذکر کی دو جنسیں جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔ جلسہ۔ ضرب۔ کشش۔ کوب۔ تصور۔ الفاظ۔ اور فرات کے

معتبر سے ابن ہشون کی نو نوین اہستاسی نزدین ہوتی ہیں۔ ان کو مشرب شطار کے جوہر سے مطاوعہ کر کے پیکر لینا چاہیے۔ جہاں ایک ہندوؤں تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں تو صرف دو دہشون کے ظاہری علامات اور باجوا کا بیان ہندو کے طور پر کیا گیا ہے۔ دوسرے علوم اور فنون کے مقاصد اور مسائل کا جہاں کہیں تقریباً ذکر ہوتا ہے۔ وہاں فقط مقدار ضروری پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جب تحصیل اذکار کی بدولت صوفی کا قلب سکال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ نیز صوفی اشغال اور مراقبہ کی ریاضت میں کوشش کر کے کمالات اسمائی کا منظر ہو جاتا ہے۔ اور تمام کو اپنی ذات میں داخل کر لیتا ہے۔ تو پھر پانچویں جوہر کا عمل آغاز کر لیتا ہے۔

پانچویں جوہر میں اشغال درشتہ الحق کا بیان ہے۔ واضح ہو کہ سبک کس وقت ارشاد کو پہنچتا ہے اور کونسی وجہ ہیں۔ جن کی بنیاد پر سبک وارث حق ہو سکتا ہے۔ تاکہ **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ** کی خوش خبری و بشری **الْمَوْمِنِينَ** کی بشارت فرما دے۔ اُس سبک کے بارہ میں بالخصوص میں بھی جانے دے رہا ہوں کہ چاہیے۔ وارث کی دونوں ہیں۔ صوری اور معنوی۔ صوری وارث کو ارشاد کا پہنچنا مورث کی موت کے ساتھ مشروط اور موقوف ہے۔ اور معنوی ارشاد میں بصورت مطلق ہے۔ پس دونوں قسم کی ارثوں میں جو نسبت ہے۔ وہ یہ ہے۔ بدون محنت اور بدون کسب کے فطرت کا حاصل ہونا اور آثار میں تصرف کرنا۔ صوری ارشاد کے واسطے ظاہری قبضہ اور استفادہ ہونا لازم ہے۔ اور معنوی ارشاد منجملہ عطیات باطن کے ایک عطیہ ہے جس کا ادراک۔ سوائے ارباب دانش و عرفان کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا ہے **عَظِيَ الْكَلِّ ذِي جَوْحَةٍ** اور **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ** ایسے ہی وقت میں اور ایسے ہی مقام پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اشغال درشتہ الحق کی شمار اس طرح ہے (۱) صورت بند کے بیان میں (۲) مشاہدہ کے بیان میں (۳) دل کو مدور تصور کرنے کے بیان میں (۴) مدحانی تصور کرنے کے بیان میں (۵) مقائق فیا کی معرفت کے بیان میں (۶) فناء فہود کے بیان میں (۷) صفات سبعہ کے بیان میں (۸) وحدانیت ذات کے بیان میں (۹) تصور عالم خفی کے بیان میں (۱۰) سبعہ مواد کے بیان میں (۱۱) حضرت خمس کے بیان میں۔ اشغال کا بیان تمام کرنے کے بعد کہنے اس جوہر کو ایک موجدانہ۔ عارفانہ۔ محققانہ اور عاشقانہ مشاہدات پر ختم فرمایا ہے اُس کے چند

نہیں تو گھر اصلی وارث ہیں ۱۲ گھ اور لا پیغمبر ایمان دامن کو خوش خبری سنا دے ۱۲ گھ ہر ایک حقہ ارکوا اُس کا حق عطا فرمایا ۱۲ گھ بیا اپنے باپ کا راز ہے۔

چند فقرے بطور نمونہ بیان لکنا ہوں۔

احدا توحید مرت و ما من الا الله

ما بصورت ما و من بامنا کہ تجلیات صفات تست
ہیں ہر نشو و نما۔

صدا پنچہ از غفلت بر سر گزشت۔ پیشدی گھر
از خود خدہ فتنہم الغافلون بنید۔ و بتایید و لاکن
من الغافلین دست گیر۔

علیا۔ ہشیاری و اذکر ربک اذا نسیت
و اغفر موشی نسوا لله فانشہم النفسہم
میدل مساز۔

قد یا۔ پنچہ در نماز ماننا و اذان اندیشہ ماننا زما
مانچہ در استعداد است کہ فلا تعلم نفس ما
اُخفی لہم و مفرقا اعین بہ شقت پیش۔

از لطف پنچہ مطلوب است و مقصود ہمایا کن ہوجہ اش زود

احدا۔ مرت و ما من الا الله

کو صا اور من کی صورت میں ہم پر ظاہر نہ کر کہ نہ یہ تمام
نشو و نما جو کچھ بھی ہے۔ تیری ہی صفات کی تجلیات ہیں۔

صدا غفلت کے سبب جو کچھ ہمارے سر پر لگا گیا۔ اس کے
ہوشیاری میں تیرا دیگر گزشت نہ کر رہی ہے فہم الغافلون کہ
خدہ قبول کر لاء لا تکتون من الغافلین نو کہ ہم ہی گھریا کہ

علیا جیہ ہم ہوں یا دین تو ہم کو و افکر مبداء الخلیق
ہو شادی میں آئے کی تو میں دیکھوں ہشیاری کا ہوجہ نسوا
فانشہم النفسہم تراوشی سے تہیل کہ کہ ہم کو بیل نہ جا۔

قد یا تو نے جو چیز ہادی شرف میں کو ہی نہیں پاس
چیز تک ہمارا و اندیشہ کو پنچہ پنچہ زود و ہوجہ ہادی استعداد میں
فلا تعلم نفس ما اُخفی لہم و مفرقا اعین بہ شقت پیش۔

از لطف پنچہ مطلوب است و مقصود ہمایا کن ہوجہ اش زود

القصة جب بڑے بڑے لوگوں کی التماس کے بموجب دوسرا نسخہ تیار ہو گیا۔ تو اپنے فرمایا۔ کہ پہلا نسخہ
جہان کیمین ہی ہو۔ اس نسخہ شان سے تصحیح کر کے مطلق کر دیا جاوے۔ کہتے ہیں۔ اس کے بعد کم و بیش چھ برس
اندگجرات میں قیام فرما کر فیض ہدایت عام طور پر جاری رکھا جب ہجری سن نو سو تریسہ ۱۱۰۱ء جلوسن علم ملک
ہند میں پرا نصب ہوئے۔ اور ہمایون کے فرزند رشید ابوالفتح اکبر شاہ نے شاہی تلج اپنے سر پر لکھ کر محنت
سلطنت پر چھ برس فرمایا۔ تو غوث الادبی نے بی السہل شاہ کا شکر بجالا کر ملک گجرات سے گواہیار اور
گواہیار سے دہلی کی طرف معاودت فرمائی۔ بادشاہ نے بہت کچھ مراسم تعلیم ادا کر کے استقبال کیا۔ اس کے

۱۱۰۱ء ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہو گا۔ یہ لوگ غافل ہیں ۱۱۰۲ء تم غافل نہ ہو ۱۱۰۳ء اگر کہیں بھول جایا کرو تو اپنے پروردگار کو
یاد کر لیا کرو ۱۱۰۴ء جنہوں نے خدا کو سبایا۔ ان کی ایسی ست خدا نے ماری۔ کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے ۱۱۰۵ء کوئی شخص
ہی نہیں جانتا۔ کہ کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پہلا و غیب میں موجود ہے ۱۱۰۶ء۔

بھاپنے سات سال ادھی ہیم کے ساتھ تعلق رکھا۔ پہلی ہجری سنہ نو سو ستترین۔ حیات کی کشتی۔ کثرت کی
امواج سے ادھ نھانی ہوا کے طوفان سے صبح و سلم بپھا کر وحدت کے جزیرہ میں منگر کر دیا۔ اور عالم فیود کی سیوینیا
سے فارغ ہو کر عالم اطلاق کی جنت کو روانہ ہوئے۔

اور ادھ غوطہ ادا دیا میں لکھا ہے۔ جب حضرت شیخ ظہور حاجی حضور نے ملقین اور تعلیم کے واسطے اس
مدینہ کو قہول نرما کر خلعت خلافت عطا فرمایا۔ اور کوہستان چنار میں رہ کر چاند کشتی کرنے کی اجازت دی۔
دو گھنٹہ کے کنارہ ایک درہ میں مسبا الارشاد مینے ایک سالہ چاند کی نیت کی۔ جب ساں پورا ہوئے کوہوا۔ تو ایک
شخص میرے پاس آیا اور اُس نے بہت بکرمست و ساجت کی کہ مجھ کو پناہ دے فرما لیجئے۔ مینے ہر چند مانعت کی
اور انکار کیا۔ لیکن میرا انکار اُس کے مستحکم خیال اور اصرار کو روک نہ سکا مجبوراً مرید کیا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ کال
ملقین مینے ملک بیماری میں مبتلا رہا۔ جس کی وجہ سے بہت سے اعمال اور اشغال انجام نہ دے سکا اسی طرح
تین بار گرفتار ہوا۔ یہ حال دیکر یقین ہو گیا۔ کہ ابھی میں حقیقی خلافت کے تخت پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہوا ہوں
لہذا کسی کو مرید مین کرنا چاہئے۔ مگر یہ خلش دل میں ضرور رہتی تھی۔ کہ دنیا کے اندھ بے شمار مشائخ۔ سلسلہ بیعت
جاری رکھتے ہیں۔ مگر کسی قسم کا آزار اُن کو نہیں پہونچتا ہے۔ تھمہ کو جو یہ تمام آزار بیعت کے سبب سے پہونچتا ہے
اس کا کیا سبب ہے۔ جب یہ خلیفان مد سے زیادہ بڑے۔ تو ایک ہاتھ نے مجھ کو مطلع کیا۔ کہ تم رسمی پر نہیں ہو
اس عمل سے چند روز صبر کرو۔ تاکہ حقیقہ پیر بیعت ہو جاؤ۔ بیشک جب میں سب طرح کی ریاضتیں کر چکا۔ اور
عالم باطن میں مشائخ سلف کی ارواح سے قدسنا السد با سرار ہم بشیر حقیقی اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ
وسلمہ کے اشارہ سے فرقتا ہے اجازت پہن چکا۔ اور مرید کرنے سے جو آزار اور آفت پاتا تھا۔ اُس سے وہاں
مل گئی۔ تو اب یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ رسمی اور معمولی اصحاب کے علاوہ جو لوگ اہل حقیقت ہوتے ہیں۔
ان کو نادفے کہ پیران ظاہر و باطن سے اجازت نہیں ملتی ہے۔ اُس وقت تک وہ حقیقی بیعت مینے کے
قابل نہیں ہوتے ہیں۔ اس خلافت کی تفصیل شایقین اُن چند مکاشفین سے معلوم کر سکتے ہیں۔ جو نسخہ
مذکورہ کھاتہ میں لکھے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا دو نسخوں کے علاوہ آپ کے حالات اور مقامات کے متعلق چند کتابیں ادھی آپ کے قلم کی
کسی ہوئی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۳) کلید مخازن عجیب و غریب، سلاہ ہے مبداء و معاد کے متعلق۔ اس میں علوی اور سفلی اشیا کی

حقیقتیں۔ توحید صوفیہ کے مشرب اور کشفی تحقیق کے اصول پر بتائی گئی ہیں۔ اور فیہ از باب فتاویٰ بقا کے مذاق کے لئے۔ عینی اور علمی موجودات کی شناخت۔ کشف اور معائنہ کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی ہے۔ کتے ہیں احمد آباد گجرات میں یہ کتاب میر عبد الاول کو ہاتھ آگئی تھی۔ میر عبد الاول بڑے ذی معرفت عالم تھے جب میر نے اس رسالہ کو صوفیہ صوفیہ کر کے دیکھا۔ اور رسالہ کے مغرب کا اور خلاصہ مافیہا کا مزہ لیا۔ تو رسالہ کی سنجیدگی کی نسبت بہت طرح پر غوث الاولیاء کی خدمت میں عرض کیا کہ حکمت اور ہنر کے چند مسئلے جن کی دشواریاں عدم دستری (ہن کے سبب سے) بآسانی حل نہیں ہوتی تھیں۔ اس مشکل کفار رسالہ کی بدولت آسان ہو گئیں۔

(۵۴) دو صحیفے ضماؤ اور بصائر بھی آپ کے نظم تحقیق کے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں علم تصوف کے موضوع سبب دی۔ مسائل۔ اور مقاصد کا بیان ہے۔ اور نیز اس علم کے حقائق اور معاملات ظاہر کئے گئے ہیں۔

(۶) ایک کتاب بحر الحیوۃ۔ جریدہ دستور العمل طائفہ جوگی و سنیا سی کا ترجمہ۔ اس میں باطنی اعمال۔ تصوری اشغال پاس انفاس کا ذکر۔ ادنیٰ ان امور کے سوا اور بھی اقسام ریاضت بیان کئے گئے ہیں۔ جن کی بدولت روحی شکر کو جسمانی سپاہ پر فتح ملتی ہے۔ جوگیوں اور سینا سیوں کی دو جماعتیں۔ ہنود کے ریاضت مندوں۔ گوشہ نشینوں۔ اور ہسبانوں کی سرگردہ ہیں۔ اور انہیں اشتغال و اذکار کے برکات سے استدراج اور خرق عادات کے درجہ کو پہنچ کر سالکوں کے ضمیروں کی چستان پر اطلاع حاصل کرتی ہیں۔ آپ نے ان تمام معانی کو سنسکرت عبارت سے جو کتب ہنود کی زبان ہے۔ اخذ کر کے۔ فارسی لباس پہنایا ہے۔ اس کتاب کے مضامینات سے زنا و توڑ کر بچا ہے اس کے توحید اور اسلام کی تبلیغ گردن میں ڈال دی ہے۔ نیز حقیقی ایمان کی قوت سے ان مضامینات کو تقلید کی قید سے نکال کر صاحب تحقیق صوفیوں کے اذکار اور اشتغال سے تطبیق دی ہے۔ بالکل سچ ہے۔ کہ بیش بہا شاہوار جواہرات۔ بڑی بہاؤ کے تاجوں میں لگے ہوئے تھے۔ جو اؤل لؤل کال انعام بل ہم افضل کے صدق ہیں۔ وہ جواہرات آپ نے اکھاڑ لئے اور ان کا گچھا بنا کر۔ ان خداوندانِ عرب و کیریم کے تاجوں میں ٹکایا۔ جو اؤل ان الدین عند اللہ الامام۔ میں داخل ہیں لہذا الحمد و انما اُمید ہے کہ اس کتاب کے حالات نے والوں کو جو گمان۔ اس کا وصف سننے سے پیدا ہوگا۔ اس کے شکنجہ سے کتاب مذکور کا دیکھنا۔ اور غور کرنا۔ جلد اور خوں کے ساتھ رہائی دیکر یقین کے

۱۵۔ یہ لوگ چار پاؤں کے مثل ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزر۔ ۱۲۷۰ھ (حق) تو خدا کے نزدیک ہی اسد

درجہ کو پہنچا دیوے گا۔

(۷) ایک کتاب کنز الوحده ہے۔ اور یہ کتاب غوث الاولیاء کی آخرین تصنیف ہے اس کتاب کے ضمن میں توحید کشی اور ایمان حقیقی کا یہ بیان ہے۔

قيل اقسام الايمان عند اهل الذوق
خمسة
سکتے ہیں۔ ایمان کے اقسام اہل ذوق کے نزدیک
پانچ ہیں۔

الاول تكليفى اعلم من الكل ويشتمل كل فرد
من نوع الانسان موثنا كان
او كافرا
ادل۔ ایمان تکلیفی ہے۔ جو کل کو عام ہوتا ہے
اور جو نوع انسان کے جمیع افراد کو شامل ہے خواہ وہ
مومن ہو یا کافر۔

والثاني۔ تقليدى عام يعبر كل موثنا مقلدا
كان او محققا
دوسری۔ ایمان تقلیدی عام ہے۔ جو ہر مومن
کو شامل ہے خواہ وہ مقلد ہو یا محقق۔

والثالث۔ استدلالى خاص يقتصر على العلماء من
المؤمنين۔
تیسری۔ ایمان استدلالی خاص ہے جس کے ساتھ
علماء مومنین خصوصیت رکھتے ہیں۔

والرابع۔ حقيقى اخر من ويتصف به الاولياء
منهم۔
چوتھی۔ ایمان حقیقی ہے۔ جس میں تیسری قسم کے
ایمان سے زیادہ خصوصیت ہے۔ اور اس ایمان کے ساتھ
اولیاء مومنین بتصف ہیں۔

والخامس۔ عيسى ذاتى صلح به مختص بالولاية
المحمدية وجالس على سريره الخلافة الحقيقية
ناظر بعين البصيرة الى الاحدية
المطلقة وبعين الباصرة الى الكثرة بملاحظة
الوحدانية المختصة
پانچویں۔ ایمان عینی ذاتی ہے اس قسم کا صاحب
ایمان ولایت محمدیہ کے ساتھ خاص اور خلافت حقیقیہ
کے تحت پر جلیس ہوتا ہے۔ بصیرت کی آنکھ سے احدیہ
مطلقہ کو اور سر کی آنکھ سے وحدانیہ خاصہ کا گہا غار کھل کر کثرت
کو دیکھتا ہے۔

فاعلم ان صاحب هذه المنزلة الجامعة
كان في كل قرن على بسط الارض واحدا
ففي القرون التي صرفت عنا كان سلطان
واضح ہو۔ کہ یہ جامع مقام جس شخص کو حاصل
ہوتا ہے۔ وہ شخص ہر ایک قرن میں تمام روئے زمین پر
ایک ہی ہوتا ہے۔ پس جو قرون ہم سے چلے گزر گئے ان

المحققین و برهان العارفین المشیخ محمد
المخاطب بالغوث العطاری شتبا و الشطری
مشر با قدس اللہ اسرارہ و نور کان رہیں
المحدثین الشیخ محمد ابن ابی الحسن البکری
الشافعی المصری قدس سرہ و رحمہما و افاض
علینا برکات انعامہما۔ و فی القرآن الذی
کفانیہ ہو عین الزمان مسیح العاشقین
الشیخ عینی بن قاسم امد اللہ ظلال
ارشادہ علی روس المشتاقین الی
جمال هذه الولاية المذکوة والی
صاحبہا علی النخبة والسلام و علی
تابعیہ بالكشف فی اوراک
عالم الجمع والفرق علی
حکما الفرقان المجید المحفوظ المحیط
بمالہ و علیہ۔

قرنوں میں سلطان المحققین برہان العارفین شیخ محمد
المخاطب بالغوث تھے جو عطاری نسب اور شطاری مشرقی
اسہ تعالیٰ آپ کے اسرار میں تقدس عطا فرماوے۔ پہلے آپ کے
بعد رئیس المحدثین شیخ محمد ابن ابی الحسن البکری شافعی
مصری ہوئے۔ اسہ تعالیٰ ابن دونوں آپ کے بیٹے کی روحوں کو
مقدس فرماوے اور ابن دونوں اصحاب کے انعام ہر ایک
کو ہمارے اوپر انڈیل دیوے۔ اور جس قرن میں ہم ہیں۔
اس میں عین الزمان مسیح العاشقین شیخ عینی ابن قاسم
ہیں۔ اسہ تعالیٰ جل شانہ ابن کی ہدایت کا سایہ ان
اصحاب کے سروں پر مہبط رکھے۔ جو اس مذکورہ بالا
ولایت جامع اور صاحب ولایت جامع (محمد مصطفیٰ)
کے جہاں کے مشتاق ہیں۔ آپ پر۔ اور نیز ان صاحبوں
پر وہ دو سلام الہی نازل ہو جنہوں نے مع تعلقات
قرآن کے حکم کے بموجب عالم جمع اور عالم فرق کے ادراک
میں کشف کے ذریعہ سے آپ کا اتباع کیا ہے۔

یاد شیخ عبدالمومن

آپ شیخ محمد ابن شیخ خلیل چشتی کے فرزند ہیں۔ ظاہری اور معنوی دونوں ملکوں کی سیر آپ نے کی تھی
عائدہ خلیل سے اور خانہ خلیل دونوں گروں کے آپ حاجی تھے۔ کتھیں۔ آپ کے جد امجد نے شہر مندو
لکھنؤ سے دہلی میں جا کر وطن اختیار کیا تھا۔ شیخ عبدالمومن کو فرقہ خلافت اپنے پد بزرگوار سے ملا تھا آپ
کو بارہ سال کی عمر میں خدا شناسی اور خدا پرستوں کے دیدار کی آرزو۔ گھر سے نکال کر اجیر کی طرف لے گئے
تھی یہاں سے آپ مکہ معظمہ کے طواف کا احرام باندھ کر حج کو چلے گئے۔ امدار کان جمع انا کئے۔ اس کے
بعد بارہ سال تک بابا ملکوں کی سیر و سیاحت کر کے بہراجمیر میں لوٹ آئے۔ اور قمری چہ بیٹے۔ خوب چہ بیٹے
کے روضہ کے آستانہ میں احکامات کے طریقہ پر گزارے۔ اور اپنی آرزو میں کامیاب ہوئے۔ یہاں سے آگرہ

رہنے کی ہدایت ہوئی۔ چنانچہ اس بنیاد پر اپنے اُسی زمانہ ہوں جبکہ اگر وہیں قیام کی بنیاد قائم کی ہوں
اس وقت سلطان سکندر لودی کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ آپ کی عمر بھی نوے سے سال کی عمر تھی جسے اس نو
سال میں جس قدر حصہ عمر کا باقی رہا تھا۔ وہ کل حصہ اگر وہیں رہ کر رہتی۔ ننگہ داری اور ہمدانی پرستش
میں گزارا۔ دوسری شوال ہجری سنہ نو سو ستتر کو عنصری دیوان سراے سے نودان آباد بستی کی طرف
کو ہجرت فرمایا۔

یاد شیخ سلج

آپ شیخ عبدالملک کے بڑے بیٹے تھے۔ علم عرفان۔ اور معانی آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر برے
تھے۔ جوان موت مرے۔ جب سپرد خاک کئے گئے۔ تو آپ کے باپ نے فرمایا۔ آج علمی پیکر خاک میں مل گئی۔

مصراع از وصل دست خاطر اور بادشاہان

یاد قاضی قطب مجذوب

آپ قاضی کلن ابن قاضی سعد اللہ شرف جہانی کے قرشی انسل بیٹے ہیں۔ آپ کی پیدائش
کی جگہ چندیری ہے۔ عیسوی ملک اور اویسی ولایت پر آپ کا قبضہ تھا۔ جس سال چتور کے نام نے چندیری
فتح کی تھی۔ اُسی سال آپ نے کاپی میں آکر مکان بنالیا تھا۔ آغاز شباب میں تمام اوقات مصروف نماز
رہتے تھے۔ ہمیشہ نصیحت کرنے۔ اور حق کئے میں سخت اور تلخ بات کما کرتے تھے اور ان کے منانے
کے واسطے بہتر اندکڑی سے کام لیا کرتے تھے۔ آپ کی اس قسم کی روش و رفتار سے لوگوں کی طبیعتوں
میں نفرت پیدا ہوتی تھی۔ ایک روز اپنے کچھ علویا باہر سے گھر کے اندر بھیجا۔ جب گھوم جا کر اپنا حصہ مانگا۔
تو جواب ملا کہ وہ تو کما لیا گیا۔ اپنے فرمایا۔ جس نے کما یا ہے۔ وہ مر جاوے۔ تین روز کے اندر تمام گھر واپس
مر گئے۔ آخر میں آپ کا حال یہ ہو گیا تھا کہ ہوش جذبہ کو۔ اور شباب پیری کو سپرد کر دیا تھا۔ اور ظاہری
کے عوض میں گویائی جمع دی تھی۔ لیکن۔ نماز پڑھنے کی آپ کی عادت نہیں گئی تھی۔ اگرچہ وقت کا
اور شمار رکعات کا ہوش نہیں رہا تھا۔ روزمرہ صبح کے وقت گھر سے نکل کر جنگل کو چلے جایا کرتے تھے
اور پانی گرم کرنے کے واسطے لکڑیاں لایا کرتے تھے۔ ایک روز صبح کو دربان نے قفل نہیں کھولا۔ تو
آپ نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر۔ اپنے تئیں نیچے گرا دیا۔ دیوان نے خیال کیا۔ کہ ایسا کم زور بڈبڈا ہے
اور بچے قلعہ سے ایسی عمیق خندق میں گرے گا۔ تو کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ خیر۔ اور چڑھ کر دیکھا

ترتیب آدم کے خیال ہے۔ اور روزوں سے زیادہ تیز راستہ چل رہے ہیں۔ کتے ہیں۔ ایک بار بہت کچھ بہت جو
 سے تین روز بعد ایک جنگل میں ملے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ آپ ایک پتھر کے پاٹ پر ناز پڑ رہے ہیں دریافت کیا گیا
 کہ آپ کمان سے کمانے تھے۔ جواب دیا۔ وہی کینز کمانا دیکھنا یا کرنی تھی۔ جو روناد دیا کرتی ہے۔ ایک دن میں ہلکائی
 کمانا دیکھا جاتا تھا۔ تو کہا جیتے تھے۔ اور اگر بہت روز تک کمانا نہیں ملتا تھا۔ تو خواہش نہیں کرتے تھے۔ صاحبِ تجریم
 حقیقی مبارک خان ہردی کے مصاحب تھے۔ جبری سنہ سو ستترین لوگوں کی نظر سے خفیہ کی طرح مخفی ہو گئے۔ ہر چیز
 تلاش کی گئی۔ بیتہ نہیں لگا۔ مصرع باور میں سیلی ہنشین بار۔

یا وقاضی قطب مجرب

آپ کو زمان و مکان ملے کرے کی قدرت حاصل تھی۔ نصب مہدیہ آپ کی دائمی آرامگاہ ہے۔ قاضی مہدی مجرب
 چشتی کے مرید۔ اور قاضی سعد اللہ شرف جہانی کے پیروں۔ ایک روز قاضی قطب کے پیر نے۔ مرید کا نگلی بانہا
 دور سے دیکھ لیا۔ فرمایا بہت مضبوط باندھنا چاہیے۔ آپ نے جواب دیا۔ اگر پرکا حکم ہو۔ تو دونوں جہان کے
 واسطے باندھ لوں۔ پیر نے فرمایا۔ نہیں۔ صرف اسی عالم میں جس میں ہم اور تم دونوں وصفِ تجرد کے ساتھ
 مشغور ہیں۔ بہتر ہے کہ عیسوی تجرب کی رد کو مجرب کے کندھے پر ناز ہو اور احمدی ولایت کا نگینہ اُس کی اونگلی میں
 درخشان ہو کتے ہیں۔ ہر روز پنجگانہ ناز۔ کعبہ معطرہ کے حرم میں ادا کیا کرتے تھے بہت لوگوں کی یہ خواہش رہتی تھی
 کہ آپ کے ساتھ ناز پڑیں۔ جب مقام معین کا نام پوچھا جاتا تھا تو فرمادیتے تھے مجھ کو معذور رکھئے۔ میں بھی معذور
 ہے جس مہدی میں کثیر جماعت ہوتی ہے۔ پہنچتا ہوں۔ ایک جڑیا نصب مہدی کی تھی مع کرے کو گئی تھی۔ کہ
 سے قافلہ چلا آیا۔ اور موسم گرما گیا۔ اس سبب کہ میں رو گئی۔ ایک روز بہت تنگ دل ہوئی۔ اور چیخنے
 پکارنے لگی۔ کہ کیوں کر اپنے وطن کو پہنچوں گل۔ ایک بزرگ نے اندازہ مہرانی اُس سے کیا۔ غم نہ کرو مجھ
 کے قاضی پانچون وقت حرم محترم میں آتے ہیں۔ تم کو بتا دین گا۔ جب جڑیا کی نظر قاضی جی پر پڑی۔ تو اُس
 قاضی جی کا دامن پکڑ لیا۔ اور طرح طرح سے آنکھوں سے آنسو بہانا۔ اہلبون سے فریاد کرتا شروع کیا۔ بیان تک
 کہ قاضی جی کو انکار اور بیانہ کی گنجائش نہیں رہی۔ کہا۔ آنکھ بند کر۔ آنکھ بند کرنا کہ میں تھا۔ اور کہو نا اپنے گھر میں۔
 المقصد۔ یہ گزری ہوئی کیفیت جڑیا ضبط نہ کر سکی۔ اور لوگوں نے زبان زد ہو گئی۔

ایک بزرگ سید مینا تھے۔ مرتبہ فتانی اللہ حاصل تھا۔ انہوں نے جب جہانِ حرکت روحانی آرام کے
 سپرد کی۔ تو عام لوگوں کی زبان میں کچھ کچھ کہنے لگیں۔ کیا بزرگ ہو کر اپنا ہا پسین نفس کھڑے پر سپرد کرے۔

سید مینا کے بیان کو لوگوں کا ملامت کرنا سخت ناگوار گوارا مذاول میں استحکام کے ساتھ نشان لیا۔ کہ ایسے بیانی کو جلاوطن گا۔ لوگوں نے منع ہی کیا۔ مگر اس پر کچھ خیال ذکر کے۔ جلاوطن کا سامان فراہم کیا۔ اس اثنا میں سید مینا نے کھن سے سر نکالا۔ اور بلند آواز سے کلر پڑا۔ ملامت کرنے والے حیرت میں رہ گئے اور عجالت میں ڈوب گئے۔ سید مینا نے یہی کہا تھا کہ زمانہ بلوغ سے ناز عصر کی سنتیں پڑنے کی جس شخص نے ملامت رکھی ہو۔ اُس شخص کو مینا کے جنازہ کی ناز پڑھنی چاہیے۔ مجبوراً قاضی قطب نے اور ایک اہل شخص نے ناز پڑھی۔ اس کے بعد قاضی نے کہا۔ اب کہلاز بازاروں میں آمد گہروں میں عام طور پر شہر ہو گیا۔ لہذا لوگوں کی نظر سے چھپنا ہو جانا ہی دلی ہے۔ اسی عرصہ میں آپ عالم خاک سے روحہ قدس کو روانہ ہوئے۔ مصرع باد عالم دست درآغوش باد۔

یاد شیخ برہان الضامی

آپ کا پس کے رہنے والے ہیں۔ آغاز شباب میں ہمیشہ شیخ عبدالملک کی شاگردی میں حاضر رہا کرتے تھے۔ اس غرض سے کہ استاد دوسروں کی بہ نسبت آپ کو زیادہ پسند کریں۔ ایک روز صبح کو انہوں نے مدرسہ کی طرف جاتے تھے۔ راستہ میں ایک پیر و سائے سے آتے ہوئے ملے۔ کہا۔ برہان۔ کہاں جاتے ہو۔ تمہارا نام یہ کام ہے۔ اور نہ یہ راستہ ہے۔ لوگو۔ گشت خشن ہو جاؤ۔ اور زانو پر سجدہ کر لو۔ کیونکہ جو لوگ کشافیں چاہتے ہیں۔ وہ گریبان کے راستے سے جاتے ہیں آپ پیر و کے کہنے پر دل مناد نہیں ہوئے۔ اور چلے گئے۔ دوسری بار پیر و سائے صبح پیر و نے آپ کو روکا۔ یہ بھی کارگزین ہوا۔ تیسری بار جب دہلیز سے قدم باہر رکھا۔ تو اُس پیر و نے آپ کا گریبان پکڑ کر زمین پر دے پٹکا۔ کہ آپ کا پانون ٹوٹ گیا۔ ادا کیا۔ جب تک اس طرح نہ توڑینگے۔ پانون جانے سے باز نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ہوش پیدا ہوا۔ ادا کیے تنگ جگر میں گس بیٹھے۔ جس میں پانون پھیلانے کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ تن گدازی۔ اور نفس کے ساتھ لڑائی کرنے میں بہت کچھ کوشش کی۔ پکا ہوا کھانا بالکل ترک کر دیا۔ کسی قدر دودھ۔ اور کسی قدر دہی پر گہر تھی۔ آپ کے بدن کی رگین اور ہڈیاں ایک ایک شمار میں آتی تھیں۔ چونکہ سجدہ میں سر بہت پڑا رہتا تھا۔ تو آپ کی پیشانی کے داغ کو لے بیٹھا تھے۔ **فِي دُجُوْهِ مِزَانِ التَّجْوِزِ** کا حربہ حاصل ہو گیا تھا۔ رملت کے بعد وہی مجروح آپ کی گور بجا۔ دل نازیز تقریر اور خوراکیز کلام کے دوست تھے لیکن اکثر اشعار ہندی زبان میں کہا کرتے تھے۔ آپ کے فراق نامہ میں ایک ایک حرف درد اور ہرزہ سے بہا ہوا ہے۔ بعض لوگ آپ کو مدد دیتے جانتے ہیں۔ لیکن یہ بات تحقیق نہیں ہوئی مصرع باد ہم فیض باد تک جلیں ہو

یاد مخدوم عباس

آپ جلال سندھی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے بلند ہمتی کی طاقت سے شیوہ بیجودی کو کرسی پر۔ اور ساند سلاخ
خواہشت کو خاک پر بٹایا تھا۔ آپ کی ولادت اور نشوونما دونوں موضع پاترمین ہیں۔ جب زمانہ شورش
کی پریشانی نے آپ کو زادوم سے دور نکال پھینکا۔ تو قدیری زمان کے بموجب آپ نے موضع ہنگوہ میں اقامت
اختیار لی۔ جو صفات مہکرمین سے ہے۔ بہت برسوں تک ہنگامہ دس گرم کیا۔ اور آپ کی ہدایت کے فوٹ
پر ازمن عام تھا۔ قاضی عبدالسلام سندھی۔ دارالاسلام برہان پور میں۔ زمانہ رواہہ خانہ یس علی عادل شاہ
فاروقی کے حکم سے قضا کے عالی منصب پر سرفراز تھے۔ قاضی صاحب حکیم عثمان بوبکانی کے شاگردوں میں سے
ہیں۔ جب قاضی جی سندھ بار میں تھے۔ تب تفصیل علوم مذہبی خدمت سے کیا کرتے تھے۔ قاضی جی کا بیان ہے
دین۔ دیانت۔ دانش۔ بنیت۔ طبیعت میں نرمی۔ اور اختلاف میں گرمی۔ اور صفات یقیناً مخدوم کی شرت
میں داخل تھے۔ آغاز ہوش سے داپسین دم تک طلب کے واسطے کسی کے گھر۔ اور کسی کے سامنے منتظر
میں اپنے قدم کو گرد آلود نہیں کیا۔ اب بااستحقاق جانشین اس مسجد میں اور محال کے مدرسہ میں مسیح القلوب
شیخ حبیب اللہ بن جو ظاہری فضیلت میں سب زیادہ کامیاب اور سرسبز۔ اور بہرہ گیری میں وہاں کے
جملہ فضلا سے زیادہ مشہور اور بااستحکام ہیں۔ مصرع دیدہ او منظر دیدہ آباد۔

یاد شیخ شاہ علی احمد آبادی مانہ مہندہ

آپ کی زبان سے حرف توحید کے سوا۔ اور آپ کی قلم سے موعظانہ اشعار کے سوا کوئی حرف نہیں نکلتا
آپ کا ایک دیوان ہے ہندی زبان میں۔ روش احمد معنی کے اعتبار سے شیخ محمد مغربی کے دیوان کا بانی ہے۔
آپ سیدی احمد کبیر نقوی کی منسل سے ہیں۔ قدس سرہما۔ ملک محمود بیارا۔ جن کے عرفانی حالات ان کی
یادداشت میں لکھے گئے ہیں۔ اور ملک اشرف گجراتی جنہوں نے اس جہان کی دوست کے سرمایہ کو اپنی خزان
اعمال کی کیتھی کا تخم بنایا تھا۔ بن دونوں اصحاب نے عالم علوی کو آپ کے کبریا فرما جانے کے بعد آپ کو قطب
عالم تہود کے پائین قرار دیکھا ہے۔ اور نیز احمد آباد اور تہود کے دو سب بزرگوں نے بھی اس خرق عادت کے
متعلق گواہی دی ہے۔ ہجری سنہ نو سو ستون روحانی گلشن کی سیر کا عزم فرما کر جہان مسکن کو رخصت کیا
کبیر نقوی بڑے بزرگ شخص تھے۔ شافعی مذہب میں۔ ہجری سنہ پانچ سو اٹھاسی میں آپ کا وصال ہے۔ اور خواجہ
محمود بن میں ہے۔ ان کے کوئی فرزند نہ تھا۔ اور جو فرزند آپ کی طرف منسوب ہے آپ کے بہائی کی

یاد شیخ شکر

آپ نائنتہ قوم میں سے ہیں۔ نادب و نادان خواہنگاہ دونوں بیداری میں ہیں۔ دایہ و بایہ کی طرف احمد نگر
دکن سے تین منزل دور۔ جو نظام الملک کا دار السلطنہ تھا۔ کتھے ہیں۔ کہ آپ بہت بہترین ملک دوسروں کے
درس میں بیٹھے۔ اور تحصیل فضائل کی۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی آپ کے مدرسہ میں آئے۔ اور اپنے تعلیم
دیکر فیض پہنچایا۔ اخیر میں تمام قس و قال۔ دروہذا طلبی کی عوض۔ زرخیز کر کے پیر طریقت کی رہنمائی کی بدولت
سلوک میں آگئے۔ چند روز بعد وحدت انہی کے جذبہ کی تاگ۔ ایسی بڑکائی۔ کہ جس نے وہ میں عقل
کا فرس جھلا کر راکھ کر دیا۔ اور اسی سوختگی اور بخود دی کے عالم میں جبری سنہ کچھ اور نو سو ستر تھا۔ کہ اس
عالم نیستی کو خیر باد کہا۔

یاد شیخ وہبان سندھی

آپ شیخ ابراہیم کلہوڑا کے مرید ہیں۔ حقیقی وحدت اور ایندھی غیرت کا بہت بڑا جلوہ در بہت جلا
ظہور۔ آپ کی فات میں تھا۔ ایک روز چلتے چلتے سر راہ ایک حور سرشت کے چہرہ پر نظر جا پڑی۔ فوراً
کوش دل میں نما آئی۔ ابھی آنکھ غیر کے من پر نظر ڈالنے کی طرف مائل ہے۔ اُسی دم آنکھوں سے قوت
بینائی زائل ہو گئی۔ اسی طرح آپ دل کو محنت دسوز سے۔ اور وہبان کو شوق و غیرت سے مالا مال لئے
ہوئے گاتے پھر کرتے تھے یہ عادت ہے۔ کہ چلنے میں ہاتھوں کو آمد و رفت دہتی ہے۔ آپ کا ہاتھ زیادہ ہوتا تھا۔
فرمایا ہے ہاتھ۔ تو ہم سے پیشتر پہنچنے کا خیال ہی نہیں کر سکتا ہے یہ کہنا تھا کہ اُسی وقت ہاتھ خشک ہو گیا
اور جنبش ہی جاتی رہی۔ خواہنگاہ برہان پر مصرع سینہ اش معزین عقالتی باد۔

یاد شیخ کمال الدین

آپ سلیمان قرظی کے فرزند تھے۔ اور زاد بوم کاہلی تھی۔ تقویٰ۔ توکل۔ تسلیم۔ اور رضا کا مقام
آپ کے حالات کی پہل قدمی کا میدان تھا۔ آپ شاہ ارغون ماری کے مرید ہیں۔ آپ کو اسماء انہی
اور انکار کی اجازت شیخ ابوالفتح بدیع الدین سرست کے فرزند اور خلیفہ شیخ رکن الدین شطاری سے تھی
باز بیاہا نغان پسر سجاد دل خان کا زمانہ تھا۔ جب آپ مشہور دانشمندی آئے تھے۔ راقم کے پدر بزرگوار
بے دوستی ہو گئی۔ اور میرے ہوئے تھے ہمسایہ میں لے آئے۔ پانچ سال کی عمر تھی۔ کہ راقم۔ اعلیٰ تعلیم قرآن

کے واسطے آپ کی خدمت میں سپرد کیا گیا۔ دو سال کے عرصہ میں آپ کی توجہ سے قرآن مجید ختم کر لیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ سو برس کی عمر توکل میں گزاری۔ کسی شخص کے ساستے اپنا ماز و نیاز نہیں کیا۔ کسی آشنا یا بیگانہ کے روبرو حرص اور خواہش پیش نہیں کی۔ ہجری سنہ نو سو تترتھا۔ کہ واپسین سفر اختیار کیا۔ خوابگاہ منڈو (مانڈو) پہ پہر راتم کے گزار کے اس پاس دونوں جہان کے رفیق مل گئے۔

یاد شیخ فضل اللہ

آپ شیخ حسین چشتی ملتانی کے صاحب زادہ ہیں۔ باوجودیکہ آپ صاحب تعلقات تھے۔ آزادوں ہی تھے اور اپنی ہمت سے تو نگری کو درویشی کے ساتھ دست بہ دست رکھتے تھے۔ تمام چیزیں کو وقتی ضرورت کے موافق ہی اپنے قبضہ میں نہ رکھ کر اہل احتیاج پر نثار کرنے کے واسطے ہاتھ کے سامنے لے آتے تھے۔ بعد ضرورت رسمی علم حاصل کر کے ہوش کے ذریعہ سے عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان موافقت پیدا کی تھی۔ جب آپ کے پدر بزرگوار نے ہجری سنہ نو سو پنتالیس میں مثنوی سفر اختیار کیا۔ تو سنہ چیا لیس میں آپ کو شوق حج۔ راہ حجاز کی طرف لے گیا۔ وہاں جمع اکبر کیا اور مدینہ منیہ مسلم کا طواف کر کے اس شرف سے بھی مشرف ہوئے۔ پھر مدینہ منورہ سے بوشکر مقدس خانہ خلیل کی خاک بوسی۔ اور اوس کی بدولت بیلا دلی حاصل کی ہجری سنہ نو سو پچاس تھا۔ کہ ہمدین معاودت ہوئی۔ اور اپنے مکان پر پہنچ کر کم و بیش بیس سال اپنے بزرگوں کے طریقہ پر رفتار رکھی۔ ہجری سنہ نو سو ہتھن آئی وصال کا پیغام آچو نچا ظاہری دہی سے رہائی پا کر غلجہ میں جو منڈو (مانڈو) کے پائین میں ہے۔ خوابگاہ قبول کی مصحح فضل بیچون قرین جانش باد۔

یاد شیخ علی شیر بنگالی

آپ۔ تمام رسمی علوم سے مستفید۔ اہل عقل فنون سے صاحب سرمایہ تھے۔ نور الہدی الیہ فکریات کی نسل سے ہیں۔ جو شیخ جلال الدین مجدد کے بزرگ خلیفہ تھے۔ اور شیخ جلال الدین مجدد ہیں۔ جو عربوں کا ملک فتح کرنے کے واسطے ترکستان سے ہند میں آئے تھے۔ اور جنہوں نے راجا گرھ کونڈ کے مار ڈالنے بعد قصبہ سر پٹ جو صوبہ بنگالہ میں ہے۔ لہ الہدی کے حوالہ کیا تھا۔ یہ حالات کسی قدر شیخ مجدد کی یادداشت میں بھی لکھے گئے ہیں ایک کتاب شرح نزہۃ الارواح شیخ علی شیر کی تصنیف ہے۔ راتم شیخ علی شیر کے کسی قدر حالات اس کتاب کے خطبہ سے اخذ کر کے لکھا ہے۔

یہ درویش جب آغا ز شباب کو پہنچا۔ تو خدا طلبی۔ حق پرستی۔ اور خدا شناسی کے درونے دل کا

گریبان ہاتھ سے پکڑ کر ایسے مانگی جست و جو میں وطن سے آوارہ کیا۔ جہد ہٹائی کے ذریعہ سے
 علاج کرے۔ اتفاق کی بات ہے۔ جس شناسا کے سامنے اندر مٹی درو بیان کیا۔ اُس کی تلقین
 نے کوئی درستی دل کی نہیں کی۔ المقصود۔ ایک مدت قصبہ ادھ میں اسی اندیشہ کے اندر فتنہ
 پیدا ہوئی۔ اور اس حالت میں غوث الادبیا قدس سرہ کی مثال صورت۔ مشاہدہ کی۔ اس
 مشاہدہ نے مجھ کو فریفتہ کر دیا۔ اب ان آرزوؤں کا جھوم ہوا۔ کہ بیداری میں دوست ملازمت حاصل
 کی جاوے۔ اسی اثنا میں خبر ملی۔ کہ غوث الادبیا آسو دکن دہلی کی زیارت کے واسطے تشریف
 لائے ہیں۔ میں بے تامل۔ شہر دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ جب موضع کیلوکری میں پہنچا۔ تو میان
 پر عالم بیداری میں۔ وہی صورت نظر آئی۔ جو میں عالم مثال میں دیکھ چکا تھا۔ جب مابین بیعت
 طے ہوئے۔ قول کیا۔ جس کی تلاش تھی۔ اور دیکھ لیا جو ملتا نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے چند سال
 آپ کے خدمت گزاروں میں کٹ کر بہت کچھ فیض حاصل کیا۔ اتنے میں پیر بزرگ مارنے۔ افغانان
 سد کی بہ باطنی دیکھ کر گجرات کی طرف ہجرت فرمائی۔ درویش ہی آپ کے ہم رکاب بیرون چلے
 گیا تھا۔ چند روز بعد احمد آباد رہنے کی اجازت ہوئی۔ چنانچہ میں اُس شہر اسلام میں پہنچا۔
 اور ملک عماد الملک رومی کی مسجد میں ایک گوشہ اختیار کیا۔ چونکہ عالم باطن سے سفر
 مجاہد کا اعجاز نامہ نہیں ملا۔ لہذا چند روز بعد پیر بزرگوار ہی بیرون چلے سے واپس ہو کر احمد آباد
 میں تشریف سے آئے۔ بیان پر بعض کوتاہ اندیش عالم۔ اور چھوٹی نظرواں خرقہ پوش آپ
 کے ساتھ دشمنی کا بیان ڈھونڈنے لگے۔ اور منافستہ ادھانہ مہیدہ باتیں آپ کی نسبت کہہ کر
 اس ذریعہ سے آپ کے ساتھ اور شغاف دل کو اد زیادہ روشن کیا۔ اُس جگہ کا رہنا آپ
 کو ناگوار ہوا۔ ایک بار گل آسمان سے خوشخبری آئی۔ کہ ہجرت کا جو سبب تھا۔ وہ دور ہوا اور معاملہ
 کا باعث پیدا ہو گیا۔ یہ سنا آپ نے گویا کی طرف کوچ فرمایا مگر درویش کو اُسی جگہ چھوڑا
 اور آپ کے ارشاد کے بموجب شرع نزہت کا تہہ قلم تصنیف سے مرتب کیا گیا۔

کہتے ہیں۔ جبری سنہ کچھ اوپر نو سو ستترین شیخ علی شیر ناسوتی تنگ و تاریک کو چپہ سے لاہوتی

نہایت آباد کو روانہ روانہ ہوئے۔ خواب گاہ احمد آباد۔

یاد شیخ حسین پور ملک محمد

جب آپ کا آغاز سلوک تھا۔ تو بہت برسوں تک بخودی رہی۔ اور پرمردن کی طرح ایک دھست
 بدعات دن بڑھے رہتے تھے۔ اسی جذبہ کی حالت میں خشکی کے راستہ سے حجاز کی طرف گئے۔ ایک رات کا ذکر
 ہے۔ حرم محترم میں خواب کے اندر خاتم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و جانبہ منجانبانے کی اجازت دی۔ اور فرمایا
 سرکار قنوع میں جو سائی پور مقام ہے۔ وہاں جا کر شیخ زمان صفی الدین شتی سے بیعت ہو جاؤ۔ آپ کتے
 تھے۔ جب میں سائی پور میں پہنچا۔ تو میرے جی میں یہ بات آئی۔ جب میں خانقاہ میں پہنچوں گا۔ تو شیخ
 مجھ کو خلوت کے اندر بلا لیں گے۔ اور جو کلام آپ کے سر پر ہوگی۔ بغیر میری اتھاس کے مجھ کو اٹھا دیں گے۔ اور میری
 عبادت کے واسطے مجھ پر عنایت فرما دیں گے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب میں خانقاہ کے دروازہ پر آیا۔ تو
 شیخ نے خادم کو فرمایا۔ کہ شیخ حسین جو دروازہ پر کھڑا ہے۔ اُس کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ خادم
 چلایا۔ شیخ حسین کون ہیں۔ اندر آویں۔ میں نے چونکہ قلندرانہ پوست باندھ رکھا تھا۔ اس واسطے کہا۔ میں
 شیخ حسین ہوں۔ لیکن نام میرے حسین ضرور ہے۔ خادم کو شک کر گیا۔ اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا۔ عرض کیا۔ ارشاد ہوا
 یہی شخص مطلوب ہے۔ اندر آ جاؤ۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ اور جو باتیں میرے ضمیر کے اندر تھیں۔ وہ
 سب کی سب بطور میں آئیں۔ میں نے اُس خانقاہ میں دو چلتے کہنے۔ اس کے بعد اجازت ہوئی۔ کہ عہد الملک
 کا سکندر دہلی سے دور دروازہ کے قاصد پر ہے۔ اُس میں جا کر رہنا چاہیے۔ اور طالبان خدا کی ہدایت کرنا چاہیے
 چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔

کتے ہیں شیخ عبدالعزیز یحییٰ مندری نے جب ظاہری عالم سے سفر کے معنوی ملک کھاتے اختتام
 کیا۔ تو آپ شیخ عبدالعزیز کی فاتحہ کے واسطے دہلی گئے۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کے فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر
 کی عمیق فرمائی۔ چونکہ فوج اور نادر کرنا۔ شان درویشی سے بعید ہے۔ اس واسطے آپ کے کلام سے سوائے
 تسلیم اور سکون کے کوئی بات نظر نہیں آئی۔ جو لوگ گرفتاران رسوم تھے۔ وہ بڑے بڑے کرباتین مارنے لگے
 آپ نے جواب دیا۔ رونائیں لوگوں کو زیب دیتا ہے۔ جو دور ہیں۔ اور مجھ کو بہت جلد شیخ علیہ الرحمۃ
 سے ملنے کا موقع درپیش ہے۔ دور فوج کے اندر آسیدگان دہلی کی زیارت سے فراغت ہوئی۔ اس کے
 بعد آپ نے سکندر راہ کا راستہ لیا۔ جب سکندر راہ میں پہنچے۔ تو ایک گھوڑا کو بلایا۔ اور اپنی مسجد کے
 معین میں جگہ تجویز کر کے۔ اُس سے کہا۔ کہ ایک بڑی لبنی چوڑی گور کو رو دو اور اُس کے واسطے عہد

علاقت لازم ہے۔ وہ بھی تیار کر دو۔ گو رکن کو اس کام پر مامور کر کے اپنے دوستوں سے اور عزیزوں سے
آخرین الوداع کرنے لگے۔ سب کو حیرت ہوئی۔ جب گورتیار ہو چکی۔ اور وداع سے بھی فراغت ہوئی۔ تو
فرغ خاطر اود کشادہ پیشانی کے ساتھ ہجری سنہ نو سو چترین وصال دوست کا ماستہ لیا۔ ایک شخص
ہین آنادون کے عاشق شیخ محمد یوسف کا تب باشندہ کول جو خدا شناس ہی ہین۔ اور شیخ حسین کی
خدمت میں پہنچ چکے ہین۔ انہوں نے صدر الذکر کیفیت۔ راقم یادگار کے نزدیک لکھ کر بھیجی ہے۔

یاد شیخ عبدالملک بن بانی عباسی

آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دولون احمد آباد ہین۔ اپنے بڑے بہائی شیخ قطب الدین کے شاگرد ہین
جنہوں نے حدیث کی سند شیخ سخاوی مسری شاگرد شیخ ابن حجر عسقلانی سے لی تھی۔ علم حدیث اور تفسیر میں
ترقی پا کر عام اہل زمانہ کے استاد ہو گئے تھے۔ صحیح بخاری اور قرآن مجید۔ لفظاً اور معنی حفظ تھے۔ ہمیشہ
محرم اور مسجد کے اندر دروازہ نماز میں مشغول رہتے تھے۔ گھر میں کچھ جایا کرتے تھے۔ ضعیفی کے سبب سے
آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی۔ اور بجائے اس کے دل میں روشنی بڑھ گئی تھی۔ تمام علوم کا درس حفظ
دیا کرتے تھے توکل اور بجزیرین آپ کی مثل اس زمانہ میں کوئی نہ تھا۔ مولانا کمال محمد عباسی گجراتی جو امین
ماہرہ کے مفتی تھے۔ حدیث میں آپ کے شاگرد ہین۔ ہجری سنہ کچھ اور نو سو ستر تھا۔ کہ ملک تقدس کو
کو پناہ فرمایا۔ مصرع مرقد شاز نور مال مال باد۔

یاد شیخ عبدالعزیز

آپ کا لقب عزیز الحق۔ اور پیدہ بن گوار کا نام شیخ کمال الحق حسن ابن طاہر تھا۔ آپ جو پوری ہین
قدس سرہم ہجری سنہ آٹھ سو چیانوے کا آغاز تھا کہ آپ کا قدسی لیس۔ منصری جسم کے ساتھ ثابت
ہو کر۔ انجام سال میں بعالم ظہور آیا۔ دو سال بعد آپ کے پدر بزرگوار زاد بوم سے ترک سکونت دہلی کو روانہ ہوئے
وہاں پر چند روز زندہ رہے۔ پھر آخری سفر پیش آیا۔ اس واسطے انہوں نے اپنے لڑکے کو مرید رشید
مولانا قاضی خان یوسف نامی ظہر آبادی کے سپرد کیا۔ ظاہری اعدا باطنی پرورش کی بدولت وہ کمالات
پیدا ہو گئے۔ جو آپ کی استعداد میں نہان تھے۔ ستر اور سات۔ ستر سال تکینا آپ رہنمائی کی کرسی پر
بیٹھ رہے۔ ذوق۔ وجد۔ اخلاق۔ اور اشرف۔ یہ صفات آپ میں موجود تھیں۔ نفوس محکم اور
نزدیک کتب حقیقت اچھی طرح جانتے تھے۔ اور عمدہ درس دیتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو پچتر ہین۔ اور

ایک بیان کے بموجب پتیر میں عالم قدس کو روانہ ہوئے۔ خواجہ گاہ دہلی میں ہے۔ آپ کے خلیفہ شیخ محمد دہلوی نے رملت ہر کی تاریخ میں ایک قطعہ لکھا ہے۔ قطعہ

منازل در مقام لامکان یافت

خرد گفنا حیات جادوان یا مست

خدا بحق کہ چون عزم سفر کرد

چو تاریخ و فاقش باز جست

زیادہ تر تعجب کی بات ہے۔ کہ آپ خطبہ میں اپنا نام ذرہ ناچیز عبد العزیز لکھا کرتے تھے۔ تقدیر سے ذرہ ناچیز کی اعداد آپ کی تاریخ وصال کے برابر ہوئے۔ ایک روز حسین ابن خانون دہلوی نے جن کی پیشانی سے مقبولیت کے آثار نمایان ہیں۔ بیان فرمایا۔

”ایک بزرگ نے عالم شال میں شیخ نظام الدین یا قدس سرہ کی خدمت میں اتنا س کہا کہ عس گاہ میں جو کثرت کے ساتھ مجوم ہوتا ہے۔ اس سے محرم کو کوئی خط اور حضوری نہیں ہے جواب ملا۔ البتہ جس عرس میں عزیز آتے ہیں۔ ہم ہی آجاتے ہیں۔ اور ان کی صحبت سے خوش ہوتے ہیں۔“

یاد مولانا پائندہ قلنتی

اپنی نا پائندگی کو حقیقی پائندگی سے ہار کر ایسے زندہ ہوئے۔ کہ پائندہ رہے۔ عقیدت میں نسبت مولانا خواجگی کی خدمت سے رکھتے تھے۔ تقنی اور نفسی تمام علوم آپ کے حالات سے عیاں تھے۔ بہت طرح کے فن فراہم کئے تھے۔ اور کاغذی مقوش کو نفوس قدسی کے فیض کا پردہ بنایا تھا۔ ظاہری درس دینے کی شان میں۔ آپ باطنی معرفتیں لوگوں کو تسلیم کیا کرتے تھے۔ اور بیا کے گرداب سے صحیح رسالہ نکل کر سلوک کی نجات سے آسودہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اس شکل کے ساتھ لوگوں کو آپ کی فیض رسانی عام ہو گئی تھی۔ سخاوت اور ایثار کا پسندیدہ شیعہ آپ کے غیر میں داخل تھا۔ کتے ہیں۔ آپ کی رخص کرامات کی منزل سے سنایت سبکی کے ساتھ اور ہر طرف خرامان خرامان چلی گئی۔

یاد شیخ اوصحن

آپ شیخ بہا الدین جو نہری کے بیٹے ہیں۔ مہر الشہ آپ کا خطاب ہے۔ اپنے چند بزرگوں کے مرید اور متبعین یافتہ ہیں۔ بہت سے چشتیہ۔ سہروردیہ۔ اور قادریہ مشائخ کی ملازمت سے فائدہ حاصل کیا تھا۔ آپ کے دل کو انواع و اقسام کے سخی علوم سے فروغ ملا۔ یکبارگی انہی محبت کے جذبات ایسے پیدا ہوئے

کہ علی گہر بارسٹ ٹ گیا۔ اور اخیر میں ہواے نفاذ کی مخالفت اور دوشیزت نفس کی لڑائی کی بدولت
بعیت کے حضور میں باریابی ہوئی۔ گفتار کی قسم میں سے یاد مولیٰ کے سوا۔ اور خاموشی کی قسم میں سے
عالم اسرار کے اندر استعراق کے سوا۔ کچھ باقی نہیں رہا۔ ضعیفی کے زمانہ میں سلع کا دلول پیدا ہو گیا تھا باوجودیکہ
ظاہری پیری عارض حال تھی۔ مگر قص طاق طور جہانوں سے زیادہ طاقت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اور بہت سے
لوگوں کو رو دیا کرتے تھے۔ جبری سنہ سو چھیتر میں عالم قدس کو کوہج فرمایا۔ خوابگاہ جو بنور۔

مصراع سیماء عشق پیران ماجوانی مسید

یاد شیخ حسین بغدادی

آپ امام ابو حنیفہ کوئی کی نسل سے ہیں رحمہما اللہ بہت طرح کے عقلی اور عقلی علوم میں اجتہاد اور
یجاز سخن کا رتبہ حاصل تھا۔ نیک عادت منکر المزاج۔ برور بارہ اور ذی محبت تھے۔ جب آپ کی تحصیل تمام ہوئی
تو افضل روزگار میر غیاث الدین منصور کی ملازمت کا خیال پیدا ہوا۔ اور یہ خیال آپ کو بغداد سے شیراز میں کسب
لایا۔ ایک روز شیراز کے حاکم ابیہم خلن نے مقیم اور مسافر جملہ علما کو بلا کر ایک بڑی مجلس کی۔ میر قوی کو بجز یہ کی
شرح پر علت و معلول کی بحث میں ایک اعتراض تھا جس کے حل کرنے میں تمام اہل سخن عاجز تھے۔ اور اس پر
سب خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ سوائے شیخ حسین کے جو نور اور تھے آپ کے فرمایا۔ دو روز کے واسطے شرح
تجوید مجکو دیدی جائے۔ تاکہ اس بحث کے اندر تامل کروں۔ اور پھر جو کچھ خیال میں آوے۔ گزارش کروں۔ خیر
خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ نے چند طرح سے اس مسئلہ کی انجمنوں کو کھولا۔ صاحب اعتراض کو یہ بات ناگوار گزری۔
اس سبب سے مشکل کشا نوردار کو خارجیت کے ساتھ متہم کر کے حاکم سے عرض کیا۔ کہ ایسی فتنہ روزگار کا اس
شہر میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ حاکم نے دل میں انصاف کر کے جواب دیا کہ جو شخص حصول سعادت کی نیت
ہمارے افادت دستگاہی کی ملازمت میں آیا ہو۔ اس کو شہر بدر کرنا بہتر معلوم نہیں ہوتا ہے اور اس شکل
کے حل کرنے کی تعریف تو نحمدہ کی ہی ہے۔ اس طریقہ سے حاکم نے رنج خاطر دے دیا۔ چند روز بعد دونوں بزرگوں
کی صحبت میں ایسی گراں گرمی پیدا ہوئی۔ کہ بغدادی کا سینہ۔ معلومات شیرازی کے جواہر سے بلبا ہو گیا
اور سیر و سفر کی باتیں موقوف ہوئیں۔ اخیر میں آپ کو سفر حجاز کا سودا ہوا۔ اور اس شورش نے دوستی کا اور
برور باش شیراز کا پیوند توڑ دیا۔ جب طواف حرمین شریفین سے فراغت حاصل ہوئی۔ تو سیاحت ہند کا
خیال آیا۔ جب دہلی اور دیگر بادہند کی سیر فرماتے ہوئے آپ احمد آباد میں پہنچے۔ تو اسادل کی گلی محلہ

شاہ ابو حنیفہ سلامی میں اترے۔ اس شہر کی محبت انگیز خاک دامن گیر ہوئی۔ جس کے سبب سے پیاشر میں
 کی ہوس دل سے نکل گئی۔ نیز میان کے بزرگوں کی خواہش۔ آپ کے مقید کرنے کے واسطے کند بنی مجبوری
 آپ اقامت فرما کر درس دینے لگے۔ بہت سے طالبوں کا سینہ۔ آپ کے انفاس کی برکات سے علوم کا گہر بنا۔
 یا محفوس حکیم عثمان بوبکانی سندھی۔ اور مولانا عبد القادر بغدادی کو حکمت اور ریاضی کے فنون میں۔ آپ کی
 شاگردی سے۔ امتدادی کی سند ملی۔ جب آپ کی عمر چھیتر سال میں آئی۔ تو ہجری سنہ نو سو ستتر میں آپ کو
 اس سال کی بیماری ہوئی اور اس بیماری میں زمانہ زندگانی انجام کو پہنچا۔ رسول آباد میں دفن کئے گئے۔ تقدیر
 کے طلسمات اور قضا کی گھٹا ریاں عجیب ہیں۔ اولاً سیر مجاز کا خیال ضمیر میں پیدا کیا۔ بعدہ سیاحی کی
 شورش مسکن بری۔ اس کے بعد جب شہر خواہ گاہ میں پہنچا یا۔ تو جہان گردی کی ہوس دل سے دور کر دی
 اے حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ ۝ مصرع علم کا سبب بزم وصل باو۔

یاد شیخ بہاء الدین مفتی

آپ شیخ شمس الدین محبوب ملتان۔ قریشی۔ اسدی۔ ہاشمی کے بیٹے ہیں قدس سرہ آپ
 رسمی علم سے ظاہر کی آراستگی اور حقیقی وجدان سے باطن کا فروغ بڑھاتے تھے۔ غوث الاعرف شیخ بہاء الدین
 کی نسل سے ہیں۔ سعادت۔ عقیدت۔ اور خلافت اپنے پر بزرگوار سے پائی تھی۔ اور انہیں کے جانبین
 تھے۔ اپنی بزرگی کا لحاظ نظر انداز کر کے۔ بیچاروں کا کام بنانے کے واسطے اہل دنیا کے دولت خانوں پر چلے
 جایا کرتے تھے۔ جس زمانہ میں سلطان حسین نے بکر سے ملتان کی زمین میں آ کر فتنہ و فساد برپا کیا ہے۔ تو
 اُس ملک کے بڑے بڑے لوگوں میں جلا وطنی کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ آپ نے بھی اپنا وطن چھوڑ دیا۔ اور
 حمیر الدین بابر بادشاہ کا زمانہ تھا۔ کہ شہر آگرہ میں آ کر دو بارش اختیار کی۔ بہت سی چہپی ہوئی ضمیر کی
 باتیں۔ آپ کے آئینہ خاں کو ظاہر ہو جایا کرتی تھیں۔

کہتے ہیں۔ اسحق نامی ایک حافظ تھا۔ آپ کا سفارش نامہ سلیمان کر رانی کے نام لے گیا۔ چوتھی
 ملک کا فرمان روا تھا سب سے سادہ لوح کی زبان پر یہ بات آئی۔ کہ تورانی اور ایرانی قلمرو کے باشندوں کو
 ہمارے نام رقعہ لکھنے کا کوئی حق نہیں ہے حافظ کا دل یہ تقریر سن کر ناامیدی سے مکھڑھا۔ رات کے
 وقت سفارش لکھنے والا شیخ کی مثالی صورت نے عالم خواب میں زبان فصاحت سے اُس طعنہ زن شخص کو

متنبہ کیا۔ چنانچہ اُس نے صبح کی سفیدی نمودار ہونے سے پہلے ہی اپنے نوکروں کو حکم دیا۔ کہ جو حافظہ رقعہ لایا ہے۔ اُس کی اچھی طرح سے دل جوئی کی جاوے۔ اور بے تامل اُس کو دربار میں لا کر کامیاب کیا جاوے چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔

کتنے ہن۔ عبدالرزاق نامی ایک سوداگر ملتان کا تھا۔ اُس کا بیان ہے۔ شیخ کی رحلت گیا رہوین شوال ہجری سنہ نو سو اٹھتر میں ہوئی ہے۔ آپ کی رحلت کے بعد میں ہندوستان میں بذریعہ خرید و فروخت آتا جاتا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا۔ کہ تمام سامان فروخت کر کے میں نقد روپیہ کر لیا تھا۔ اور سامان سفر باندھ رہا تھا۔ کہ ایک بد نیت غلام جو خدمت میں تھا۔ تمام نقد جو سامان کی بکری کا صبح شدہ رکھا تھا۔ اٹھا کر فرار ہو گیا۔ ایک تو دل کے اندر نقصان کا غم تھا۔ دوسرے ہوشیاری اور احتیاط کام میں نہ لانے سے ملعون و تشنیع کے تیر اوپر سے پڑنے لگے۔ اس واسطے ہمت اور عاطفت فرمانے کی غرض سے شیخ کی روح پاک کی طرف متوجہ ہوا۔ رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ سجاوہ کندھے پر ڈالے ہوئے۔ مسجد کی طرف جا رہے ہیں میں نے جلدی سے دوڑ کر اپنا سرگستاخانہ۔ آپ کے پائے مبارک پر رکھ دیا۔ فرمایا۔ اتنی خوشامد نہ کرو۔ اطمینان رکھو۔ کہ بھاگے ہوئے شخص اور بے گئی ہوئی شے۔ دونوں کا پانوں بہتاری روزی کی زنجیر میں پھنسا ہوا ہے۔ لہذا جلد چو پچا ہوا سمجھنا۔ عبدالرزاق کا بیان ہے۔ کہ دو روز بعد اس خوشخبری کا ظہور ہو گیا۔ آدھی کوڑی کی برابر ہی اُس مال میں حیانت نہیں ہوئی۔

آپ کی خواہنگاہ اگر وہ شمالی سمت کے حدود میں ہے۔

یاد شیخ مبارک سندھی

آپ کی زاد بوم موضع پاتر ہے۔ جس کی آبادی کی بنیاد قائم کرنے میں آپ کے جدامجد مسیح القلوب کے آبائے کرام۔ اور شیخ طاہر کے پدر بزرگوار کے ساتھ متفق تھے۔ آپ رسمی علم میں مخدوم عباس ابن جلال کے شاگرد ہیں۔ نوشتہ تقدیر نے آپ کو وطن سے احمد آباد میں لا ڈالا۔ اور چند سال آپ اس شہر میں ناصر الملک کی مسجد میں مدرس پر بیٹھے رہے۔ اخیر میں سیاحی کا کام پیش آگیا جو سفر کا باعث ہوا۔ جب برطان پور پہنچے تو اُس صوبہ کے حاکم نے قصبہ جو پورہ کے منصب قضا پر آپ کو مامور کیا۔ ناچار آپ نے قبول فرما کر قضا کی چادر سے اپنی اندرونی حالت کو چھپایا اُس وقت میں فرمان روا سے صوبہ بہار کا وزیر اعظم تھاول خان تھا۔ اُس کی التماس قبول فرما کر چند روز

صدر آپ روانہ ایلچی پور ہوئے۔ وزیر اعظم نے کمال عزت اور حرمت کے ساتھ استقبال کیا۔ اسے شہر میں لا کر اسی پایہ تخت کا مدرسہ کر دیا گئے ہیں۔ آپ کافی گائے پر۔ اسے شیخ لادجی سندھی کی نغمہ پردازی بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ہمیشہ انگلیوں میں بانی ہمارے ہاتھ تھا۔ بیداری آپ کی ایسی عادت ہو گئی تھی کہ مات و دن کے ساتھ ہم رنگ رہتی تھی۔ بالآخر آپ وہاں سے شیخ طاہر یوسف کی دوستی کے خیال سے برہان پور کو ہجرت کر آئے اور تمام چیزوں سے دل ہٹا کر شیخ شکر محمد عارف کی مازمت میں لگایا۔ شرح قیصری کا مقدمہ پڑھنا شروع کیا۔ اور انجام کو پہنچایا اس فرصت کے اندر وسیع القلوب نے چند علوم متداولہ آپ سے حاصل کئے۔ القصد روز جمعہ ہجری سنہ ۱۰۵۰ بمقام ملک تقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ خواجہ بگاہ برہان پور۔ شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی کے حنفیہ مقدس میں قدس سرہم۔

مصرع مبارک بر مبارک باد دیدار:

یاد سید مرشد الدین ولد میر رفیع الدین محدث صفوی

آپ کو عقلی و نقلی علوم۔ اور ظاہری و باطنی تصرفات کمال کے درجہ پر حاصل تھے۔ تمام صوفیہ اوصاف و اخلاق کے ساتھ بالخصوص سیرت۔ سخاوت۔ اور ایثار کے ساتھ موصوف تھے۔ ایک رخصت کا ذکر ہے ایک اہل ضرورت کو اس قدر نقد دیا۔ کہ ایسے آدمی کو اس قدر مال دنیا عقل ہرگز بخور نہیں کرتی تھی۔ اس سبب سے خزانچی اور دیگر کارپردازوں نے اسے بخشش کی رقم کو مکان کے صحن میں سید کی آمد و رفت کے واسطے پر لا کر انبار کیا۔ جب آپ کی نگاہ اس ڈھیر چڑھی۔ دریافت فرمایا۔ یہ مال کس غرض سے اس طرح ڈال رکھا ہے۔ عرض کیا گیا۔ کہ یہ بخشش کا ذریعہ ہے۔ جس کی نسبت ظلمان شخص کے لئے حکم ہوا ہے۔ بیان۔ اس خیال سے فراہم کیا گیا ہے۔ کہ ملاحظہ سے گزر جاوے۔ فرمایا۔ ہم تو سمجھتے تھے۔ کہ جو کچھ پہننے دیا ہو گا۔ مگر یہ تو بہت کم ہے۔ اسی قدر۔ اور اس پر زیادہ کر دیا جاوے۔ تاکہ ہمت اور بخود دی کے ناموس ہاتھ میں رہے۔ بیت۔

غلام بہت آدم کہ زیر چرخ کبود	زہر چہ رنگ تعلق پذیر و آزادست
------------------------------	-------------------------------

آپ کی خواجہ بگاہ اپنے بزرگوار باپ کے مرقہ کی برابر آگرو میں ہے۔

یاد مولانا ناصر مفتی

آپ جمال سادات ہرودی میں سے ہیں۔ آپ کا مرتبہ عشق اور عرفان میں اونچا تھا۔ اور آپ کی سنہ

حدیث اور فقہ میں بلند تھی۔ ایک روز مشکوٰۃ کے اندر ایک حدیث نظر سے گزری۔ جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اولاً اپنا بے مثل دیدار۔ قیامت کے روز اس شخص کو دکھا دے گا۔ جس کی ظاہری آنکھ بڑی اور ناچائز چیز کے دیکھنے سے آلودہ نہ ہوئی ہوگی۔ پاک ہوگی۔ اپنے اُسی مجلس میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ کہ آنکھ کی ضرورت نہیں ہے۔ فوراً نابینا ہو گئے۔ اس کے بعد تیس سال تک درس دینے سے طلباء کو فنیس پہنچایا۔ ہجری سنہ نو سو اسی میں آپ کی تدریس آسمان ہوئی۔ آپ کے فرزند رشید مولانا میر آپ کے جانشین ہوئے۔ میر فروری اثرت کتے ہیں۔ جس وقت میں ہدایہ فقہ آپ کی خدمت میں پڑھا کرتا تھا۔ تو اپنے فرمایا تھا۔ اگر معاملات فقہ پڑھنے کی غایت فتویٰ۔ قضا۔ نذرستانی ہے۔ تو تم کو اس سے کوئی نتیجہ نہیں ملے گا۔ اور میری تعلیم تو کل پر نہیں ہوگی۔ ہجری سنہ کچھ اور نو سو نو سے تہا کہ وصال کی نوید آئی۔ چنانچہ بے تامل حقیقی محبوب کے حضور میں روانہ ہو گئے۔

مصرع ناصب میر باد نصرت حق۔

یاد شیخ عبدالحکیم گوشہ نشین کالپی

اولاً آپ سپاہیانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ جب حاجی عبدالوہاب کی خدمت میں بیعت ہوئے۔ تو چند روز بعد خلعت خلافت سے ہی سرفرازی ہوئی۔ شمسی تین دور تک ستارہ کی طرح آپ کی مودوم ہستی۔ آفتاب احدیت کی تجلیات میں منتشر رہی۔ اور محذوبوں کا ساحل رہا۔ اخیر میں ایک گنبد تھا۔ محمود خان کی سجد کی برابر تلاویں میں۔ وہاں کے حاکم نے اپنے آباؤ کے واسطے تعمیر کرایا تھا۔ مگر ان کو نصیب نہیں ہوا۔ اس گنبد میں آپ چالیس برس تک گوشہ نشین رہے۔ اسی مسجد میں خواجہ غفر علیہ السلام کی ملازمت سے فیض پایا۔ جب آپ نے رحلت فرماں تو لفظ حکم خدا شدہ جس کے اعداد نو سو یا سی ہوتے ہیں۔ تاریخ ہوئی۔ آپ کے ایک لڑکا ہے۔ شیخ عبد الشکور نام۔ فضیلت اور پرہیزگاری میں مشہور اور گوشہ نشینی میں باپ کی طرح نامور۔ کسی حاکم اور کسی مال دار سے تندر کے طریقہ پر کبھی کچھ نہیں لیا۔ اور محض توکل اور آسمانی روزی پر گزر اوقات رکھی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ شیخ عبد الشکور کی توفیق میں دوام اللہ عمر میں درازی بخشے بیت۔

حکمت بے علت اور باعث است

ہرچہ بر من میر سدا زینک و بد

یاد شیخ قصاب

آپ میرزا شاہ کے باکمال مرید اور صاحب حال خلیفہ ہیں۔ شہر بنجارا میں صاحب خانقاہ اور صاحب خانوادہ تھے۔ آپ کا اکثر زمانہ جذبہ اور جلال میں گزرتا تھا۔ آپ کی عجیب عجیب خوارق عادات بہت سی تھیں۔ رفتار میں اور نیز قیام میں تنہائی کو پسند کیا کرتے تھے۔ اگر چند دوست اور مرید۔ سیر کے واسطے آپ کے جانے کے وقت پیچھے سے پوچھ جاتے تھے۔ تو دور سے ہی لوٹ کر غصہ سے پکارتے تھے۔ تم لوگ واپسی تباہی آوارہ گرد ہو۔ اس شکل رفتار سے تم یہ بات جتاتے ہو۔ کہ جو کچھ تمہاری آرزو ہے۔ وہ مجھ میں نہیں ہے۔ اور جو کچھ تم چاہتے ہو۔ وہ مجھ کو نہیں ملا ہے، کہتے ہیں۔ بھری سنفہ نو سو اسی میں نمود کا حرف مہم ہستی کی تختی سے دھو ڈالا بیت

اگرچہ اور نہ قصد و ہمتا درفت لیکن از قید جہان آزاد رفت

یاد شیخ راجی محمد عینی

آپ شیخ خان کے بیٹے تھے۔ جو دروشت سے شیخ محمد بہان کو پوچھتے ہیں۔ رسمی اور حقیقی دونوں طرح کے علوم آپ میں جمع تھے۔ اندرونی فروغ۔ آزادگی۔ بخودی۔ فیض رسانی۔ سلامت روی۔ بردباری۔ نماندانی۔ امثال کشائی۔ یہ صفات حد بیان سے زیادہ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں۔ گیارہ سال کی آپ کی عمر تھی۔ کہ وطن سے پیر اور اُستاد کی تلاش میں حیران اور سرگردان نکل باگے۔ تلاش کرتے کرتے برہان پور خانہ میں آپ پونچے۔ دو سال تک یہی علم کی تحصیل میں مشغول رہے۔ اندرونی جوش فروزہ میں ہوا۔ لہذا وہاں سے دکن کی جانب سفر اختیار کر کے شہر بیدر میں پونچے اور بیان شیخ محمد ملتانی کی خدمت میں شرف یاب اور مرید ہو گئے۔ بارہ سال ایک جگرہ میں اپنے مخدوم زادہ شیخ مخدوم کے ساتھ۔ اشغال صوفیہ میں گزارے اور پیر کی پرورش اور حضوری سے۔ کبھی دانش۔ اور وہی انبیش میں کمال اور تکمیل کے درجہ کو پونچے مصرع خوب رور اگر بیا را سبز بیا تر شود۔

آپ فرماتے تھے۔ ایک رات مجھ کو مکاشفہ میں معلوم ہوا۔ کہ اکمل الاولیا شیخ محی الدین جیلانی قدس سرہ مصلی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور بے انتہا آدمی اور بے شمار وحوش و طیر آپ کے گرد محو جمال ہیں۔ ان سب میں سے اپنے میرا نام لیکر بلایا۔ اور مصلے کے نیچے جو غس و خاشاک تھا اُس کو اپنے دست مبارک

سے جساڑ دیا۔ اور فرمایا جو دوری کی زندگی۔ عنصری آثار سے تمہارے آئینہ دل پر تھی وہ صاف ہو گئی اب مصلے پر بیٹو۔ اور یکتا نے بے نیاز کی ناز پڑھو۔ اور قطبی ولایت کی خوشخبری۔ بے منت اس جہوم میں مجکودی۔ اس کے بعد پیر نے ہی غرقہ خلافت عطا فرما کر اربعین میں رہنے۔ اور لوگوں کی رہنمائی اور تعلیم کرنے کی اجازت فرمائی۔

ہجری سنہ نو سو تیس تھا۔ کہ آپ اربعین میں آئے۔ چند روز چہرہ پر برقع رکھا۔ اس خیال سے کہ کسی جگہ چشم ہو س نہ جا پڑے اور کسی بال میں نہ پھنسا دیوے۔ اخیر میں ایک صاحب سید صفی الدین خلیج کے امراء اعظمین سے تھے۔ اور ان کو شریف خانی خطاب ہی تھا۔ سید صاحب نے دشمنانہ لوگوں کو درمیان میں ڈال کر اپنی لڑائی کا لکھ شیعہ کر دیا۔ اس کے بعد خانہ داری کے ساز و سامان کی فکر کا آغاز ہوا۔ خانقاہ۔ جامع مسجد۔ اور مقبرہ تینوں چیزیں تیار ہو گئیں۔ پچاس برس تک درس دیا۔ اور طریقت کی تلقین کر کے بہت سے درویشوں کو۔ رسیدہ لوگوں کے عالی درجہ پر پہنچایا اور ہر ستائیسویں رمضان ہجری سنہ نو سو بیاسی کو ملکوتی ملک کی فتح کے واسطے عنصری ملک سے کوچ کا تقارہ بجا دیا۔ قطعہ۔

شاہ و شہود در چشم شہود

در شمار فضل و ہشتاد و دو

شیخ راہی از محمد آنکہ بود

رفت از کوئے ہوا در ملک ہو

آپ کے چھ بیٹے تھے۔ عبدالرحمن۔ عبدالرحیم۔ عبدالکریم۔ یہ تین ایک مان سے۔ اور عبدالکلیم۔ عبدالمجید۔ عبدالمجید۔ یہ تین دوسری منکوحہ سے تھے۔

عبدالرحمن باپ سے پہلے ہی کوچ کر گئے۔ ان کے دو بیٹے رہے۔ محمد۔ اور محمود۔ پچھلے بیٹے محمود کو ہجری سنہ ایک ہزار دس میں جذبہ ہو گیا۔ اور فقوہ البحر ہو گئے۔ ہائیون کو دہوکہ دیکر ایک روز رات کو نکل گئے مصرع یوسف از ہوادان گم شد پڑ آنے والے حجاز میں بتلاتے ہیں۔

شیخ عبدالکریم پیدہ بزرگوار کے بعد ان کی جگہ سجادہ نشین ہوئے۔ اپنے صاحب ولایت بزرگوں کی روش کو زندہ کیا۔ اخلاق میں پسندیدگی اور اوصاف میں سنجیدگی بہت تھی۔ جوان مرد۔ پرہیزگار۔ حق شناس۔ خدا پرست۔ پاکیزہ باطن۔ مہمان دوست۔ زندہ دل۔ اور فارغ البال یہ جملہ صفات آپ میں موجود تھیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ میں عالم دنیا کو رخصت کیا۔ پیدہ بزرگوار کے گنبد کے

باہر جنوبی سمت میں دفن کئے گئے۔ دو فرزند چھوڑے۔ ایک شیخ عبدالعزیز جو علوم متداولہ سے آراستہ ہیں۔

ایمٹون نے مولانا رسمی علوم کا اکتساب شیخ عبدالکریم نرملہ کی خدمت سے کیا تھا۔ پھر بعد میں وجیہ الملک والدین
خلوی احمد آبادی کے درس میں بالاتزام بیشک کتب مبسوطہ کی تصحیح کی۔ آپ حکام کو مین بتی تمندار الملک
اس غرض سے کہ مستحق بیکسون کی مہات باسانی انجام پاوین۔ بظاہر نواب کا مگارسہ سالہ عبدالرحیم خان
خانخانان ابن بیرم خان خانخانان کے جاگیر ملک کی صدارت کا منصب۔ اور نیز نواب کی مجلس کی
مصاحبت قبول کرلی ہے۔ مگر باطن میں سرسودا بستگی خاطر کو پاس پٹکے نہیں دیا ہے۔ راقم زمانہ ہوش سے
ان کے حالات کا محرم ہے شیخ عبدالکریم کے دو فرزند عبدالقادر ہیں۔ جو اپنے آبا کے کرام کے وطن
میں خانہ اور خانقاہ کا چراغ جلاتے ہیں سلمہما اللہ

یا حافظ عبدالکریم بصیر

آپ شیخ عبدالملک قاری کشاگر ہیں۔ قدس سرہما سا تون قراۃ مع چودہ روایتوں کے از برتین
اور قصیدہ شاطبیہ مع معنی اور اس اشکال کے جو اس پر مارو ہے۔ بالکل حفظ تھا۔ آپ کی قرآن خوانی میں بہت
کچھ تاثیر اور دل ربائی پائی جاتی تھی۔ آپ کی بینائی آنکھوں کی سیاہی سے کم کر کے سویدے دل میں زیادہ کر دی
گئی تھی۔ آپ کا باطن۔ قرآنی نور سے ایسا سنورتا کہ ہمیشہ ہم نشینوں کے ضمیر کی باتیں آیات کے پردہ میں ظاہر
کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی خرابگاہ اگر وہین ہے۔

حافظ جی کے حالات کا بیان کرتے ہوئے۔ یہ خرق عادت یاد آگئی۔ کہ سبھی سنہ ایک ہزار چودہ
تاسا ہزارہ شام مراد اکبر شاہ نے دکن فتح کرنے کے واسطے چڑھائی کی تھی۔ راقم کو بھی بس پورن کی سیر کا
خیال ہوا۔ جب قلعہ احمد نگر کا محاصرہ ہو گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس زمین میں شریف نامی ایک مجذوب اس طرح
پوشہ و رہن۔ کہ زائرین کے حالات۔ آیات قرآن کے منہا میں ظاہر کرتے ہیں۔ ایک روز فقیر۔ مولانا محمد رضا
شکیبی تخلص۔ اور فصیح ابیان انیسویں جن کا نام بوقلی بیگ تھا۔ ہم قینوں شخص ملکر مجذوب صاحب کی
خدمت میں گئے۔ جواب سلام کے بعد اپنے آیتہ ان گنتم جنبا فاطھترو اچھے ہی۔ جب آپ کے
نزدیک سے ہم لوگ اٹھ آئے تو بوقلی بیگ نے فرمایا۔ کہ مجا احتیاج منل تھی آپ لوگوں کے مضطربانہ آنے سے
فرست دلی۔ وگرنہ فصل کے واسطے تیار تھا۔

لے اکثری۔ یہ ہیں ہر ملک کی خدمت کرتے ہیں ۱۳ لے اگر تم پاک ہو۔ تو پاک ہو جاؤ

یاد میرزا شاہ نقشبندی

آپ کے پر بیعت مولانا خواجگی مہن۔ آپ اپنی بخشش سے مال کی گوسمال کرتے تھے۔ اور دل ریش
 و ریش کے ریش پر مریم رکھتے تھے۔ سخاوت کو فقر کا سرمایہ کیا تھا۔ اور الفقیر فخری کی سیلہی سے وحدت کے
 عالی شان محل پر چڑھ گئے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ میں پانچویں پشت میں حضرت خواجہ بزرگ سے جا ملتا ہوں
 اور ان کے باطن سے مینے فیض و کمال پایا ہے۔ البتہ ظاہر میں ارادت مولانا سے ضرور رکھتا ہوں۔ ہجری
 سنہ ۱۰۶۰ء کو نو سو اسی تھا۔ کہ منزل خاک کے سقیموں کو خیر باد لکھ کر دھانیوں کے پاک مقام کو روانہ ہو گئے۔

یاد شیخ حسن محمد

آپ سیابخی احمد کے بیٹے ہیں۔ عالم۔ عارف۔ عاشق۔ عابد۔ اور اپنے عم مکرم شیخ جمال چشتی کے مرید
 تھے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کی نسل سے ہیں۔ زاد بوم اور خواجگاہ دونوں احمد آباد ہیں۔ آپ
 کے حالات کے روزنامہ کی فہرست اس طور پر ہے۔ اولاً نماز صبح کے فرض پڑھنے کے بعد سے بلا فصل دوپہر تک تلاوت
 اور سہی درس میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد درویشان خانقاہ کے ساتھ کسی قدر کمانا کاتے تھے قیلو کے
 بعد نماز ظہر ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد دعا و نصیحت کی مجلس شروع ہو جاتی تھی۔ تو وہ عصر تک رہتی تھی۔ عصر کے
 بعد رواد اور دعائیں شام تک مشغول رہتے تھے۔ پھر نماز مغرب پڑھتے تھے۔ ذکر و ہر شروع کر کے وقت عشا
 تک جاری رکھتے تھے پھر نماز عشا ادا کر کے۔ حجرہ کے اندر چلے جاتے تھے۔ نماز کماں نیاز کے ساتھ ادا
 کرتے تھے۔ رات میں تنہا بیدار رہتے تھے۔ جب صبح کی سفیدی نمودار ہو جاتی تھی۔ تو پھر وہی معمولی
 کام اور شروع کر دیتے تھے۔ المقصد ایک پلاک مارنے کی بلابری زندگی کو بیکار نہیں جانے دیتے تھے
 ہجری سنہ نو سو بیاسی کے شوال مہینے میں رحلت کے وقت وصیت کی۔ کہ عبادت کی زمین درویش کے
 کالبہ سے آشنا ہے۔ مجھ کو اسی خاک کے سپرد کر دینا۔ آپ کے بڑے بیٹے شیخ محمد۔ جن میں زیادہ تر بزرگوار
 باپ کی خوب پائی جاتی ہے۔ آج کے روز آپ کے جانشین ہیں۔ مصرع نور ایمان باد شمع تربتیش

یاد شیخ جوئیاری

خواجہ جوئیاری جوئیاری وحدت کے سرور تھے۔ اور خضر صورت تشنہ لبون کے واسطے حکم چشمہ کا رکھتے
 تھے۔ کان میں حلقہ مولانا خواجگی کی بیعت کا تھا۔ قاسم شیخ کے ہم عصر ہیں۔ کہتے ہیں۔ جو شخص قاسم شیخ
 کی ملازمت میں جاتا تھا۔ تو قاسم شیخ اولاً اُس کی ازلی استعداد پر نظر ڈالتے تھے۔ اگر وہ شخص سعادتمند بن

مین سے ہوتا تھا۔ تو خواجہ جو باری کی خدمت کی طرف متوجہ کر دیتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ طالبانِ خدا کی کشمکش کی کبھی۔ خواجہ جو باری کے ہاتھ میں دیدی گئی ہے۔ اور اگر طالب ایسا نہیں ہوتا تھا۔ تو دعا دیکر رخصت کر دیتے تھے۔ ایک ناظم نے یہ پیت لکھی ہے جو آپ کے ہم عہد تھا۔

مرد خواجہ جو بارباش دشا ہی کن	برو بشہر بخارا و ہر چہ۔ خواہی کن
-------------------------------	----------------------------------

ہجری سنہ نو سو اسی میں ناسوتی سراسے سے ملکوتی گلشن آباد کو کوچ فرما گئے۔

یاد شیخ لہرہ

آپ کا نام عبد الرزاق تھا۔ شیخ عبدالفتح ملی کے چوٹے بیٹے ہیں۔ صاحب کمالات اور بخشایش شعار تھے۔ نان دہی۔ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ کہتے ہیں۔ ایک شخص سے ایک کام میں ایک خیانت ہو گئی تھی۔ آپ نے از روئے نصیحت خائن سے کہا۔ ایسے نالائق کام کی تہمت تھے کیون گوارا کی۔ اُس نے آپ کے بلیکٹ سر پر چھوٹا ہاتھ رکھ کر قسم کھائی۔ کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو۔ تو کرنے والہ کی آنکھیں کور ہو جاویں دو ہفتہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ کہ بدون بیانہ کسی تکلیف کے آفت نابینائی اُس کی آنکھوں کو پہنچ گئی۔ شب جمعہ بیسویں جمادی الاخریٰ ہجری سنہ نو سو چوراسی میں منزل فنا سے مقام بقا کو ولایت فرمائی۔ ایک اہل سخن نے یہ قطعہ آپ کی وفات کی تاریخ میں لکھا ہے قطعہ

بزرگ دین و دنیا شیخ لہرہ	اک سوے جنت المسادی گزر کرد
شب جمعہ سفر چون کرد تاریخ	از ان روشد شب جمعہ سفر کرد

یاد شیخ محمد ابن طاہر نروالہ

آپ کی ذات سے دلع اور تقویٰ کی محفلوں کی سند کوزینت تھی۔ اور کتاب ہست کے نقد کا امتحان ہو جاتا تھا۔ حدیث میں شیخ علی متقی کے شاگرد ہیں۔ اس فن میں ایک بے نظیر کمال حاصل کیا تھا۔ مجمع البیار نام ایک مشکل کشا شرح۔ احادیث کی صحاح ستہ پر جو ہے۔ وہ آپ ہی کے قلم تالیف کی لکھی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میرے استاد اپنے وقت کے افضل البشیر۔ اور خداوند ولایت صدیق اکبر تھے۔ وہ فرماتے تھے۔ میرے بعد تم ہی اس رفیع شان درجہ کو پہنچو گے۔ ہمدردیہ گروہ جو سید محمد جو پوری کا پیروں ہے۔ اس گروہ کی شکست دینے میں آپ اپنے استاد کی طرح ہمیشہ کوشش کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو چھیاسی میں انجین اور ساہنگ پور مالوہ کے درمیان ایک جماعت

اشناسے راہ میں آپ پر آگری۔ اللہ شہید کر دیا۔

اس واقعہ کا آغاز اور انجام اس طور پر ہے۔ بوہرون کا گروہ آپ کے ہم قوم تھا۔ آپ نے عہد کیا تھا۔ کہ جب تک بوہرون قوم کی پیشانی اور دل سے تشیع اور بدعت کی سیاہی۔ تلقین سنت کے آب زرم سے دھونہ ڈالوں گا۔ سرپرستار نہیں باندھوں گا۔ جب ہجری سنہ نو سو اسی میں بادشاہ زمانہ اکبر شاہ نے ملک گجرات فتح کیا۔ اور نہروالدین شیخ سے ملاقات ہوئی۔ تو بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر بگڑی باندھی۔ اور کہا۔ میں نے آپ کے بگڑی چوڑ دینے کا سبب سُن لیا ہے۔ اور اس ذہنی صورت کا خارج میں ظہور۔ دلی زمانہ کی امداد اور دستگیری پر موافق ہے۔ اب اس سرپا خیریت پر عمل کرنا۔ میرے ذمہ لازم ہے۔ چونکہ صوبہ گجرات اور دارالخلافہ احمد آباد کی حکومت۔ اُن ایام میں نواب مستطاب خان اعظم میرزا عزیز کو کہ کے نام نامی پر نام زد تھی۔ اس سبب سے نواب صاحب کی امداد کی بدولت۔ اس قوم کی گمراہی اور کج رفتاری کی بہت سی رسمیں جمع و بنیاد سے اُکڑ گئیں۔ لیکن صاحب تاج کو اپنی محفل سے خان اعظم کی جدائی بہت کم پسند تھی۔ لہذا شاہ نے نواب صاحب کو اپنے حضور میں طلب فرمایا اور امراء اعظم میں سے ایک اور صاحب ایران زمین کے باشندہ تھے صوبہ مذکور کی جاگیر میں دیدیا۔ بس اب کیا تھا۔ اس جماعت نے بے تامل۔ جدید جاگیر دار کے ساتھ مخفی طور پر موافقت پیدا کر کے۔ سنت کی راہ راست سے انحراف کیا۔ یہ حالت دیکھ کر شیخ نے سر سے دستار کھول دی۔ اور دارالسلطنت آگرہ کو جانے کا عزم کیا۔ اس خیال سے کہ پیشگاہ حضور میں جا کر پیش آمدہ واقعات عرض کر دیں گا۔ اُستادی شیخ وجیہ الدین احمد آبادی کی ملازمت میں پہنچ کر۔ وداعی مراسم ادا کئے اُستادی شیخ وجیہ الدین اس عزم سے مانع تھے اور شیخ عزم کے واسطے تحریک فرماتے تھے۔ مگر جو شخص سفر کے واسطے بالکل مہیا ہو۔ چونکہ اس کو صریح طور پر باز رکھنا عوام کے نزدیک مبارک نہیں ہوتا ہے۔ لہذا اس قاعدہ کے موافق انہوں نے اس طرح پر یہ بات کان میں ڈالی۔

اگر اسی برادر کے حقیقت شناس ضمیر کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ اس نظم و نسق کے ساتھ جو کارخانہ عالم کی آفرینش ہوئی ہے۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ اس مائی کائنات کسار سو۔ اور یہ اظہار جمالی اور جلالی مظاہر کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اپنے عربی کے آثار و احکام کی طرز پر ہر ایک اسم کے منظر کی جو کچھ رفتار ہے۔ یہی

رفتار اس کے واسطے مرام مستقیم ہے۔ گواہی کے تعالیٰ بنظر کر کے وہ رفتار عین لغت و لغت معلوم ہوتی ہو۔ اور اس مقام پر ہر وہی کو اپنے فرعون کے ساتھ آشتی رکھنی چاہیے۔

ماضی ہو۔ کہ مرام مستقیم۔ حقیقت شناس مفسرین کے نزدیک دو طرح پر ہے۔ (۱) یکم ایجابی (دوسرے) لہجہ دہی۔ قرآن مجید میں مرام مستقیم کا ذکر جو ان کیں یہ لفظ لکھ کر نازل ہوا ہے۔ وہ ان پر اکثر لہجہ دہی ہے۔ اور جس آیت میں یہ لفظ معروف وارد ہوا ہے۔ وہ ان پر زیادہ تر مقصود ایجابی ہے۔ فافہم۔

دوسری یہ بات ہے کہ انسان جو عالم کبیر کا منور ہے اس کی عین ہی پکیر ہے۔ دقیقہ شناس شخص یہ عبرت کیون حاصل نہیں کرتا ہے۔ کہ اس کی ہمتی۔ اس بندہ دست اور مستعارت اعتدال کے ساتھ چند لطیف اور کشیف اعمال پر بہ قوت ہے۔ چنانچہ اگر اسے جیسے کشیف عنہ کو بھی کوئی تکلیف پہنچ جاوے تو باغچہ دین کی شگفتگی میں سراسر آشفتگی اور پڑ بردگی نمایان ہو جاوے۔ اب برادر من۔ سیاست فراست کی بات نہیں ہے۔ اللہ شغول حق کے ساتھ ہی ہونا زیباء خلق کے ساتھ ہے۔ اِنَّ الشُّكُوْتَ وَالْاِْتِزَامِ النَّبِیُّوْنَ۔

استادی شیخ وحید الدین نے گو آپ کو نہایت کی۔ لیکن بنیاد غصب بہت استحکام کے ساتھ قائم تھی۔ اس واسطے اس نصیحت کو آپ کے گوش قبول میں جگہ نہیں ملی۔ اور جو سفروں میں قرار دے رکھتا تھا۔ اس کے راستہ پر چل نکلے۔ پھر راستہ میں پیش آیا جو کچھ پیش آیا۔ خدا سکلام ہے۔ کہ آپ کی بہن کے بیٹے شیخ نور محمد آپ کے تابوت کو مالوہ سے نروال میں لے گئے۔ اسی بابے کرام کے نکمہ میں سپرد زمین کر دیا۔

یاد سید عبداللہ اندلی ملتان

آپ کو از دی توفیق کی بدولت۔ تعلقات کے بارے سے ایک روشی ہو کر آزادی اور فارغ البالی کے حصول میں باریابی حاصل ہوئی تھی۔ آپ کے حالات کا کسی قدر بیان اس طرح پر ہے۔ کہ آپ کو آب و خورشید کی کشش سلطان محمود غزوہ کے زمانہ میں زاد بوم سے گجرات کی طرف کینچ لائی۔ چند روز بعد آپ نے مناسب سمجھ کر یہ سیدک بخاری کی ملازمت اختیار کر لی۔ اور نوکری کے طور پر بسر کرنے لگے۔ سید مبارک بخاری حیدر آبادی محرم جہانگیر کی نسل سے ہیں۔ جو حاکم حویہ ملوہ کے امراء اعظم میں سے تھے جب آپ کے مخدوم سید بکر

کی عمر کا زمانہ آخر ہوا۔ تو ڈگری اور سپاگری کا خیال۔ آپ نے خاطر خاطر سے قطعی باہر نکال پیش کیا۔ اور آپ کی چشم بختیار
 میں۔ وہ سب امیروں کی ملازمت پر چلے اور بے حقیقت معلوم ہوئی۔ ایک روز آپ ایک دور دورہ غم میں پڑے
 ہوئے تھے اپنی مزاج مان بھڑاہ سے بطریق استعصوب دریافت کیا۔ کہ معاش کی ضروریات سے کون سے
 سبب اور کون سے حیل سے ہم سب بچانی چاہیں۔ بھڑاہ نے یہ رائے دی۔ کہ سپا ہیا نہ دھن ترک کر کے۔ مینو اور ڈشوں
 کے حلقہ میں شامل ہو جانا چاہیے۔ اس کو دوسرے الفاظ میں اس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ بہت کے ہاتھ سے
 فقر اختیار کرنے کا ٹپکا (دوپٹہ) سید کی کمر میں باندھ دیا۔ اور آپ کے بیقرار دل کو تسلی دیکر شاد کام کیا۔ اس کے
 بعد دونوں کی رائے یہ ہوئی۔ کہ اس ملک سے کسی دوسرے ملک کو چل دینا چاہیے۔ کہیں ایسا ہو۔ کہ اس ملک
 کا رہنما دل میں ننگ و ناموس کا خیال پیدا کرے۔ اور فخر کی نئی قایم کی ہوئی بنیاد کو بڑے کمزور پیشے۔ پس اجرات
 سے ماہر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک موضع پٹنہ نام ہے جس کو مقامات مالوہ کا بشت کہنا زیبا ہے۔ اس موضع
 کے تالاب کے کنارہ بود و باش کے واسطے ایک گوشہ اختیار کیا۔ اور توکل و تسلیم کا عادی ہو کر بہت عرصہ تک
 خوش و خوش کے ساتھ زندگی بسر کی۔ چونکہ موضع مذکور آئے جانے والوں کے عین راست پر واقع ہے۔ اس واسطے آپ کا
 گھر بہت مہمان کے نہیں رہتا تھا۔ راقم ہی جب کبھی منڈ (ماٹو) سے عزیز بن آجین کے دیدار کے واسطے
 جایا کرتا تھا۔ تو ایک روز آپ کی باغیچہ سمیت میں ہی قیام کیا کرتا تھا۔ بہت کچھ محبت اور مہمان دوستی کے
 مراسم ادا ہوا کرتے تھے۔ اور انہی سعادت کی سبب اور وہ جہان حقیقت کی روشنی سے معنوی ضیافت بھی
 فرمایا کرتے تھے۔ القصہ جب تک آپ کی زندگی رہی۔ تب تک جاگیرداروں سے وظیفہ کے طور پر کبھی ایک
 درم ہی قبول نہیں کیا۔ اور آسمانی ہندی پرشاد و قانع رہے آپ کو آئندہ اس بنیاد پر کھانے تھے کہ پیشہ
 شگفتہ رو۔ اور خوش دل رہتے تھے آئندہ ہندی زبان میں خوشی کو کہتے ہیں۔ بھری سنے نو سو ف
 میں عالم قدس کو رحلت فرما کر اسی مقام میں خوابگاہ اختیار کی جہاں زندگی میں رہتے تھے۔

یا وفقیہ علی

آپ کی زاد بوم۔ ملہم کلپی۔ اور خوابگاہ بندہ سورت ہے۔ جو گجرات کے پرگنات میں سے ہے۔ کہتے ہیں
 وہ سی کتابیں کما۔ یعنی تحصیل کی تھیں۔ اور کما حقہ جانتے تھے۔ اکثر کتا رہے دریا کے رہنے والے آپ کی
 شاگردی سے علمی حصہ کہتے ہیں۔ دسویں صدی کے جو تھے راج میں عالم صورت سے جہاں معنی
 اور دانہ ہو گئے

یاد قاضی عبدالقادر بن علی

آپ سیانجی چشتی منڈوی کے روحانی مجاور تھے۔ رسمی علوم سے کسی قدر آشنا تھے۔ قرآن کو اچھا جانتے تھے۔ اور تلاوت بہت کیا کرتے تھے چند جریب کی کیتی۔ مومن کا تہا میں کر رکھی تھی۔ جو مصافحات دیپال پور میں ہے۔ اور دیپال پور منڈو (مانڈو) سے اُجین کے عین راستہ پر واقع ہے۔ مکان بھی اُس منہ میں بنایا تھا۔ کیتی سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا۔ اُس کو آنے جانے والوں کی میزبانی میں صرف کیا کرتے تھے والپین سفر کے وقت سے جو وہ روز پیشتر آگاہ ہو گئے تھے۔ کوچ کا سامان کر لیا۔ اور کہا۔ بس اسی قدر زندگی اب باقی رہی ہے۔ آٹھویں شعبان ہجری سنہ نو سو چوراسی کو گزر گئے۔ آپ کے پانچ بیٹے۔ اور ایک لڑکی رہی۔ قطب الدین۔ عزیز اللہ۔ موسیٰ۔ حسن۔ عایشہ۔ اور شرف جہان۔ اولین صاحب زادہ اپنا دل لوگوں سے توڑ کر اور خدا سے جوڑ کر درویشی میں پھر بزرگوار کے جانشین تھے۔ اور دوسرے صاحب زادہ قضا کے کام میں باپ کی طرح مشہور تھے۔ وہ جوان مرے۔ اور انہوں نے کچھ اور پرتیس سال منصب قضا کی۔ نگہداشت اچھی کی۔ تاریخ پیموین شعبان ہجری سنہ ایک ہزار نو کو اہل کی گری نیند میں سو رہے۔ اب موسیٰ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ ادھ حسن حسرت کرتے ہیں۔ عائشہ جوانی میں بیوہ ہو گئیں۔ بیوہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنی زندگی میں شوہر کی خدمت کو آفریدگار کی بندگی کے ساتھ شریک نہیں کیا۔ اور مردانہ زندگی گزارتی ہیں مصرع دلا مردانگی زین زن بیاموز۔ ہجری سنہ ایک ہزار میں میں بھی ہی انجانی ہو گئے

یاد شیخ نجم الحق

آپ کا نام چایلدہ ہے۔ عزیز الحق کے بڑے خلیفہ ہیں۔ قصبہ سہنہ میں جو مصافحات دہلی میں سے ہے۔ مکان تھا۔ آپ۔ ریاضت کے دریا میں ڈوبے ہوئے۔ اور مجاہدہ کی آگ میں پکھلے ہوئے تھے۔ بہت سے ریاضت والوں نے آپ کی خدمت سے فائدہ اٹھایا تھا۔

یاد خواجہ محمد عبداللہ

آپ۔ خواجہ کا خواجہ کر کے مشہور ہیں۔ آپ کے بزرگوار باپ کا نام خواجہ ناصر الدین عبید اللہ ہے جو خواجہ احرار کے لقب سے مشہور ہیں۔ ظاہری علم اور معنوی کشف سے آپ کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ اور پیراستہ تھے۔ باوجود کمالات کے جو آپ کو حاصل تھے۔ اپنی حقیقت شناس نظر سے۔ آداب شریعت و طریقت کے ہر ایک دقیقہ کا لحاظ نظر رکھتے تھے۔ اور اپنے جسم و جان کو فرد گزشتہ کی اجازت

نین دیتے تھے۔ آپ کے دادا چار واسطہ سے حضرت بابا ماچین کو پہنچتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ خواجہ احرار الاولیاء کے ساتھ سلطان ابو سعید مرزا کو حسن عقیدت تھی۔ لہذا اُس نے ان کو نہایت خواہش۔ آفتاب۔ اور خدمت گزاری کے ساتھ تاشقند سے باسک عمارے اقامت سمرقند طلب کیا تھا۔ خواجہ احرار الاولیاء نے قبولِ تہاں کو داخلِ مروت سمجھ کر۔ اُس سمرقند میں آکر بساطِ اقامت بچھا دی۔ اس قسم کی تفصیل مع تقریبات کے کتابِ رشتحات میں لکھی ہوئی ہے۔ خدا کرے۔ شایقین کو دیکھنا نصیب ہو۔

لئے ہیں اس عرصہ میں سیادت و نقابت و سنگا و میر تقی الدین محمد کے ساتھ خسر دادا داد ہونے کی نسبت طرفین سے ہو گئی۔ یعنی خواجہ احرار الاولیاء نے اپنی صبیہ عزیز کی نسبت میر کے فرزند کلان امیر عبداللہ امام کے ساتھ کی۔ اور میر کی صبیہ کا عقد اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ کیا۔ کہتے ہیں۔ میر کی لڑکی سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ جن کے نامی نام یہ ہیں۔ خواجہ عبداللہادی۔ خواجہ خاوند محمود خواجہ عبدالحق۔ محبوبہ سلطان بیگم۔ زینت سلطان بیگم۔ جب دختر میر کی رستی کے چہرہ کو فنا کے برقع نے پہنایا۔ تو خواجہ احرار الاولیاء نے اپنے پسر کلان کا عقد خواجہ نظام الدین کی لڑکی کے ساتھ کیا۔ خواجہ نظام الدین۔ خواجہ عصام الدین۔ شیخ الاسلام کے ہائی۔ اور صاحبِ ہدایہ فقہ کی اولاد سے ہیں ان کا کرسی نامہ اس طرح ہے۔ نظام الدین ابن خواجہ عبدالملک۔ ابن خواجہ عماد الدین۔ ابن خواجہ جلال الدین محمد۔ ابن مولانا زین الدین عبدالرحیم ابن مولانا برہان الدین علی مصنفِ ہدایہ۔ اس دختر سے ہی تین فرزند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ خواجہ عبدالعلیم۔ خواجہ عبدالشمید۔ خواجہ ابو الغیض محمد کلان بیگم۔ خاتون زادہ بیگم۔ سوائے اس کے ایک اور بیٹا بھی تھا۔ جس سے ایک لڑکا تھا خواجہ محمد یوسف۔

چونکہ خواجہ کے خواجہ نے اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد پدر بزرگوار کی اجازت اور خوشی سے محلہ در سین میں عبادت خانہ اور بود و باش کا مکان تجویز کر لیا تھا۔ لہذا خواجہ احرار الاولیاء کی خدمت میں رہان سے مقررہ اوقات میں ہی آتا ہوتا تھا۔ خواجہ احرار الاولیاء آپ کے ساتھ کمالِ مہربانی کے ساتھ بلکہ اعزاز کے طریقہ پر سلوک فرماتے تھے۔ باپ ہی بیٹے کے برتاؤ کی طرح پیش نہیں کرتے تھے یعنی بیٹے کی عزت بہت زیادہ کرتے تھے مولانا علی صفی مصنفِ رشتحات لکھتے ہیں۔

”ایک روز میں آپ کی خدمت میں بجلہ در سین بیٹا تھا۔ ایک تقریب سے آتے کر میں

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَيَّ اِبْرَاهِيمُ کی تفسیر کا ذکر نکلا۔ تو آپ نے علماء ظاہر و باطن کے بہت سے اقوال عمدہ تقریریں بیان کئے۔ اور حکماء نے جو یہ تاویل کی ہے۔ کہ نار سے مراد۔ مزدکی آتش غضب۔ اور برود سے مراد شدت غضب کا فرو ہونا ہے۔ اس تاویل کے رد میں معقول اور حکمی دلائل سے ثابت کر دیا۔ کہ وہ نار عنصری نار تھی۔ اور برودت اس کی ناپائیداری پر ماضی ہوئی۔

ایک ہدایتی فرمان جس میں پر بزرگوار نے آپ کو تلقین فرمائی ہے۔ یہ ہے۔
 زُزَنُ نَزْدَ حِشْمٍ۔ تم کو ایسی بہت رکھنی چاہیے۔ کہ میں باتوں کا جاننا تمہارے اوپر فرض ہے۔ اور میں کے بدون قطعاً ممکن ہی نہیں ہے۔ جیسے اعتقاد صحیح رکھنا۔ اور علم کا ادوار احکام آئی کا جاننا۔ ان باتوں سے تم جلد اپنے تئیں فارغ کرو اور ظاہری و باطنی دائمی عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔ اس امید پر۔ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ تمہارے دل سے اپنے غیر کا اعتبار تعظیم اور دیدہ کر کے۔ تم کو ہمہ تن اُن میں تمام امور میں مشغول کر دیوے۔ جو تم سے مقصود ہیں غفلت و غیبت میں اصحاب کو تو نے محض اپنی عنایت سے اپنی غیر کے اعتبار تعظیم۔ اور دیدہ سے نجات دی ہے۔ اُن اصحاب کے قرب کے طفیل میں۔ حقیر اور ضعیف بندہ زاہد کو جس کے لئے تیری عنایت۔ مانت۔ اور رحمت کے سوا۔ کوئی امید کی جگہ نہیں ہے۔ تمام گرفتاریوں سے رہاں عطا فرما۔ مکنہ و کرمہ۔ بیت۔

تبیخ لابرکش کہ آن مجبور دست

غیر حق ہر ذرہ کان مقصود تست

آپ کے حالات کا بیان مجملہً اس طرح پر ہے۔ جب شاہ بیگ خان کا تسلط اور ظہور ہو گیا تھا۔ تو آپ لوگوں کے آشکار اور اطوار سے زمانہ کی تباہی معلوم کر کے۔ اپنے وطن سے یکدم الفرائد ماکلا بظاقت من سن المسلمین اند جان کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اور اُس جگہ کو بھی آپ کی طبیعت نے پسند نہیں کیا۔ اس لئے جلدی سے عالم فردوس کو جانے کے لئے۔ آخرین سفر کا سامان باندھ لیا۔ آپ کی نعش کو لوگوں نے اس ملک سے شہر تاشقند میں لا کر۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے مرقد کے پہلو میں دفن کیا۔

۵۔ جن تک یہ عقل برداشت کی طاقت نہ ہو۔ اور ان سے بہانہ۔ رسولوں کی سنت ہے۔ ۱۲

ابنِ محمد بن فرزندِ ان خواجہ محمد عبداللہ

خواجہ عبداللہ مادی آپ بہت اور فطرت میں دریا کی طرح فیاض۔ اور بخشش و بخشش میں ابرک طرح باہمت تھے۔ فقر و تجریم میں خزان دیدہ و شلخ کی شکل۔ اور حقائق و معارف کا بیان کرنے میں پرہیز تو جوان درخت کی صورت رکھتے تھے۔ جہاں مجاہد یعنی خواجہ احرار الاولیاء کی زندگی میں ہی۔ آپ کو سفر حجاز کی توفیق ہوئی تھی۔ حرمین شریفین را و ہما اللہ شرفاً کے ارکان سے فارغ ہونے کے بعد روم اور شام کی زمینیں بیکم سیر و اِنِ الارض چلے گئے۔ جب قدم رکھا۔ آگاہی اور عبرت کے ساتھ رکھا۔ ادا ان اطراف کے سلاطین اور حکام کے ساتھ صحبت اور مجالست کا کئی دفعہ اتفاق ہوا۔ ہیٹے خواجہ کی طرف سے برتاؤ میں اور کلام کرنے میں بہت کچھ بے نیازی اور وقار پایا گیا۔ اور کسی بڑے دولت والہ کی طرف سے تہوار سا نقد و جنس بھی نہ دیا اور سوغات کے طور پر اپنے قبول نہیں کیا۔ بلکہ جو لوگ ملازمت میں آتے جاتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ طرین کی مناسبت دیکھ کر برحق فرمایا۔ روم کی قلعہ کا ٹیکس تمام تاجرون پر معاف کر دیا۔ اور بزرگان دین اور امتیان ماست اسلامیہ سے ملاقات کر کے فیض یابی کے بوجہ سے گران بار ہوئے۔ کتے ہیں۔ حقائق پناہی مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی نے آپ کی سیر و سلوک کی روش اور سفر و حضر کا طریق بہت پسند کیا تھا۔ اور جب تقریب ہوتی تھی۔ تو تعریف کیا کرتے تھے۔ جب آپ نے سفر مذکور سے بازگشت فرما کر اپنے وطن میں خواجہ احرار الاولیاء کی قدم بوسی کی۔ تو خواجہ احرار الاولیاء نے کا ہر دزدون کو حکم دیا۔ کہ دولاکھ سیلے شقال جو مدت سفر میں خواجہ عبداللہ مادی نے لوگوں سے بطور قرض لیکر ضروری اور شرعی مصارف میں صرف کر دیے ہیں۔ قرض خواہوں کو فوراً ادا کر دیے جاوین۔ کیونکہ اس فرزند نے دور و دراز ملکوں میں ہماری درویشی اور خواجگی کی تنگ و ناموس کی نگہبانی کامل طور پر کی ہے۔ خواجہ عبداللہ مادی کے دو بیٹے تھے خواجہ عبداللہ مادی اور خواجہ قاسم اولین فرزند صالحی بہت۔ بلند فطرت۔ صاحب شجاعت۔ اور اہل کرم تھے۔ جنت آشیان ہمایون شاہ تیموری کی ملازمت میں تھے۔ جنگ خوشاب میں تیر کھار یا نی میں ڈوب گئے۔ دوسرے فرزند کو زیارت حرمین کی توفیق ہوئی۔ جس قدر عمر باقی رہی تھی۔ اسی جگہ ریاضت اور عبادت میں گزار دی۔ اور زمین اور روم کی زمین میں چل پھر کر ان شہروں میں جو اولیاء اللہ زندہ یا آسودہ تھے۔ ان کے قلوب کی اور قبور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مولوی اسماعیل شردانی۔ خواجہ احرار الاولیاء کے بزرگ۔ خلیفہ صاحب کرامات و مقامات۔ اور اہل علم و معاملات تھے۔ ان کی خدمت میں آپ نے رسم بیعت ادا کی۔ طریقہ رابطہ

ان کی تلقین کے اپنے باطن میں صفائی بہم پہنچائی لیکن اپنی نسبت اور نسل کی حقیقت مولانا کی ملازمت میں
 مخفی رکھی۔ مدت کے بعد اور مبالغہ کرنے سے آپ نے فرمایا۔ میں خواجہ عبداللہادی کا فرزند ہوں۔ جب مولانا
 اسماعیل عالم ارواح کو کو حق فرما گئے۔ اور مخدوم خواجہ محمد الیون عبدالحق۔ مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ تو
 خواجہ قاسم نے اپنے عم مکرم کی خدمت میں تجدید بیعت کی۔ ان کی اولاد کرام مکہ معظمہ میں تھی۔

خواجہ خاوند محمود۔ آپ خواجہ محمد عبداللہ کے دوست صاحبزادہ تھے۔ شہاب الدین آپ کا
 لقب ہے ظاہری علم اور معنوی بصیرت سے آراستہ اور صاحب منازل و مقامات تھے۔ آپ کا جذبہ سکو
 کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ آپ کو طریقت کی تلقین سے۔ اور نیز اپنے جد بزرگوار کی دعا سے بہت کچھ فیض حاصل ہوا
 تھا۔ سفر حجاز کی سعادت۔ اصرار و عمرہ کی دولت سے و دو دفعہ مشرف ہوئے تھے۔ اصحاب حجاز کی قبور کی
 زیارت سے۔ اور ان کے قلوب کے قبول سے اپنا باطن متور کیا تھا۔ حقائق پناہی مولانا عبدالرحمن جلی
 اور حلال و قائق و کشاف حقائق۔ مولانا جلال دوانی کی خدمت سے درسی علوم تحصیل کئے تھے۔ علم طب
 کے اندر رئیس لاطبا مولانا عماد الدین محمود کے شاگرد ہیں۔ اس باب میں سیحانی اعجاز۔ آپ کی خداقت
 سے نمایاں تھا۔ اہل تصوف کے اقوال کی شرح کرنے میں۔ آپ کی زبان۔ اہل زمانہ کے نفس ناطقہ کو حقیقت
 کوئی سکھاتی تھی۔ ہند کی فتح کے بعد۔ آپ دہلی میں تشریف لائے۔ جنت آشیانی نے لائق و قائق ارادت
 اور عروت کے ساتھ پیش آکر اظہار اخلاص کیا۔ آپ کے تین فرزند تھے خواجہ نور الدین۔ خواجہ جلال الدین
 قاسم۔ خواجہ معین الدین۔ اولین فرزند درویش سیرت۔ فقیر دوست۔ غریب پرور۔ اور شکستہ نواز
 تھے۔ دوست فرزند کو جذبہ۔ استغراق۔ خرق عادات اور بنجیدہ حالات حاصل تھے۔ اس گروہ کے
 باعرقان اقوال کی حقیقت کو اچھی طرح پہنچتے تھے۔ جب آپ کے بیان سے گوہر نشان ہوتی تھی۔ تو اہل
 زمانہ کے کان۔ حقائق اور معارف کے موتیوں سے بہر جاتے تھے۔ گو اپنے عالم قدس کو رحلت ہندوستان
 میں فرمائی تھی۔ مگر آپ کی بخش مبارک آباے کرام کے فرامین سر قند کو پہنچائی گئی۔ تیسرے فرزند کو
 جاہ و جلال۔ مال و حال۔ اور بخشش و بخشائش یہ سب کچھ حاصل رہا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان میں
 یعقوبی اور یوسفی معاملہ رہتا تھا۔ ہمیشہ سفر و حضر میں باہم شریک رہتے تھے۔ آپ کو تلقین طریقت باپ سے
 ہی تھی۔ میرزا شرف الدین حسین آپ کے ہی بیٹے ہیں۔ ہند کے اندر خلافت پناہی کبر شاہ ابن ہمایون
 شاہ تیموری کی ملازمت میں میرزا کے طالع کا ستارہ۔ شہنشاہی عنایت کے آفتاب سے شرف

سعادت کو پہونچا تھا۔ ان کے حق میں رعایت کی گئی۔ کہ دولت کے بڑے درجہ کو پہونچے۔ ان ایاک
 میں میرزا کے پدر بزرگوار نے کاشغر سے خانہ مبارک کے طواف کا ارادہ کر کے۔ عبدالرشید خان
 والی نواح کاشغر سے رخصت لی تھی۔ رخصت لیکر ہندین تشریف لائے۔ خلافت دستگاہ۔ خلافت بنی
 عوش آستان نے پدر میرزا کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا۔ اس عرصہ میں حاسد کوتاہ نظروں کی افترا پردازی سے
 سلطان کے دل میں میرزا کی طرف سے عیار کہ ورت پیدا ہو گیا۔ جب میرزا کو اس کار سازی پر آگاہی ہوئی۔ تو
 بانوں اُکڑ گئے۔ اور اس میں استحکام نہیں رہا۔ اپنی جاگیر کو جانے کے نام سے رخصت لی۔ اور یہ بہانہ کر کے
 دار السلطنت سے علیحدگی اختیار کی۔ میرزا کی جاگیر کا محال گجرات کے آس پاس تھا۔ لہذا گجرات کی سرحد میں
 آ پہونچے۔ با اینہم خلافت پناہ نے خواجہ کے ادب اور رعایت سے اپنے تئیں باز نہیں رکھا۔ خواجہ نے
 چند روز تو خجالت والی افعال کے ساتھ اوقات گزاری کی۔ لیکن بعد میں سفر حجاز کے لئے رخصت سے لی۔ جب
 خواجہ بندر کنبایت کے نزدیک پہونچے۔ تو فرمان طلب حضرت رب العزۃ صادر ہوا۔ خواجہ قبول کر کے
 اخروی سفر کا سامان باندھ روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کی نعش کو انواع و اقسام کے بیش بہا عطرون سے معطر کر کے
 ایک صندوق میں بٹھا اور صندوق کو تختی جہاز میں روانہ کیا۔ جہاز مذکور ہنوز توڑا سا ناستہ بھی طے کرنے نہیں پایا تھا کہ
 طوب گیا لاہ فوق آجڑ کا علی اللہ۔ بالکل سچ ہے۔ مصرع بحر معنی را بود دریاے صورت خوابگاہ۔

خواجہ عبدالحق۔ آپ کا لقب محی الدین ہے۔ آپ خواجہ محمد عبدالعزیز کے تیسرے فرزند ہیں قدس
 سرار ہما۔ آپ کا ظاہر بہت سے کمائی اطوار اور پسندیدہ آثار کے ساتھ آراستہ۔ اور آپ کا باطن۔ معرفت اور
 اتنی تجلیات کے انوار سے پیراستہ تھا۔ آپ نے خواجہ احرار الاولیاء سے بلا توسط احد سے باطنی سبق لیا تھا۔ اور
 طریقت کی تلقین پائی تھی۔ اور اس ذریعہ سے کمال و تکمیل کے درجہ کو پہونچے تھے۔ اس جمال کی تفصیل یہ ہے
 ایک روز خواجہ احرار الاولیاء نے سمرقند سے باغ بایزید کی سیر کا عزم فرمایا۔ آپ کے کہا۔ تم ہمارے ہمراہ باغ میں
 چلو۔ آپ نے عرض کیا کہ میں ہنوز سبق نہیں پڑھا ہے۔ خواجہ نے فرمایا۔ آج سبق ہم تم کو پڑھا دیں گے۔ خلاصہ کلام
 یہ ہے کہ اُس روز سبق کے عوض۔ اس مضمون کا تفویض نامہ لکھ کر حوالہ کر دیا۔

فرزند نور چشم۔ (۱) اپنی تمام ہمت اس طرح پر رکھنا۔ کہ تمہارے دل میں حق سبحانہ کے سوا
 دوسری کوئی خواہش نہ ہو۔ (۲) حق سبحانہ کے سوا جو چیز تمہارے دل کو اپنی طرف متوجہ کرے
 لا الہ الا اللہ کہنے سے اُس چیز کو دل سے دور کر دینا۔ اور ایسا کرنا۔ کہ تم اُس چیز کو

اپنا دشمن جانو (۳) ہمیشہ حق سبحانہ سے نہایت نیاز اور انکسار کے ساتھ یہ طلب کرنا۔ کہ وہ اپنے
سوا کسی چیز میں تم کو نہ پسند دے (۴) پاکی کے ساتھ طہارت کرنا۔ اور خلوت میں نماز پڑھنا۔ مین
پر سر رکھ کر حق سبحانہ سے یہ دعا مانگنا۔ کہ وہ اپنے خاص بندوں کے دل میں تمہاری محبت پیدا
کرے۔ اور اس کے سوا کسی اور چیز میں سعادت نہ سمجھنا۔ کہ حق سبحانہ کے خاص بندے اپنے
دل میں تمہاری جگہ دیکر حق سبحانہ سے یہ چاہیں۔ کہ اُس کی محبت تمہارے دل میں
جگہ کرے قطعہ۔

کہ برناید زجانت بے خند اوم
السلطان فی رسالت ازین پاس

تر ایک بند ہیں در درو عالم
اگر تو پاس داری پاس انفاس

آپ ہی فتح ہند کے بعد جنت آشیانی کی ملازمت میں تشریف لائے تھے۔ میرزا کا مران آپ کے ہی
مرید ہیں۔ خطوطا کے اندر جو سوال و جواب جنت آشیانی سے ہوا ہے۔ یہ کسی قدیر عبدالحی کی کتاب حبیب میں لکھا ہوا
ہے۔ اکثر آپ کی عمر کا حصہ ضعف۔ درد۔ دوسرا کمالی کے مرض میں گزرا ہے۔ باوجود اس قدر ناتوانی کے
جماعہ عبادات نفل کے ادا کرنے میں خواہ سفر ہو۔ یا حضر ہو۔ کمال جستی۔ چالاکی اور توانائی کا مہینہ لاتے تھے
حتیٰ کہ آپ کے افعال میں کسی مستحب کا بھی ترک نظر نہیں آیا۔ کتے ہیں۔ جس وقت آپ کو واپس غسل ملتا تھا
تو اس وقت مولانا مسطفیٰ اردوی فرماتے تھے۔ کہ اس سے زیادہ بزرگ اور کونسی کرامت ہوگی۔ کہ جسم کی
ایسی لاغری اور کمزوری پہی تاخرین سفر کے وقت تک اپنی کسی عبادت اور ریاضت میں مسامحت نہیں کی۔ حرمین
شریفین کی زیارت کی توفیق ہوئی۔ اور ازراہِ مردمی دونوں شریف مقامات کے اکابر سوالی۔ اور فقر اک عمدہ خدمت
اور غدر و نیاز کا انتظام کیا۔ فرماتے تھے۔ جب میں مکہ کے اندر طواف کے واسطے حرم شریف میں جایا کرتا تھا میں
کو آٹھ بن بہشت کی صورتوں کا ہیوا کتنا زیبا ہے۔ تو وہاں کے خادموں کی طرف سے ناہمواریاں اور بے ادبیان
دیکھنے میں آیا کرتی تھیں۔ یہ دیکھ کر دل میں خلش ہوتی تھی۔ کہ ایسے مقدس مکانوں کے لہل۔ ان خادموں سے زیادہ
شایستہ ہونے چاہئیں۔ اور یہ کانٹکی سی کٹک ہمیشہ دل کے پاؤں کو زخمی رکھتی تھی۔ ایک روز رات کے
وقت طواف میں کسی قدر خلوت اور فرصت نصیب ہو گئی۔ تو یکایک کان میں ایک آواز آئی۔ اور کہہ رہے
ہر ماتہ کے رکے جانے کا احساس ہوا۔ آواز کا مضمون یہ تھا۔ کہ اس جماعت کے لوگ ہماری درگاہ کے خانہ
بین۔ اعتراض کرنے سے سزا کرنا بہتر ہے۔ یہ مضمون سنتے ہی خاطر فائر کی تشویش بالکل رفع ہو گئی۔ اور کہا

اعضا اور اس - تو اضع اور فرمان برداری کی طرف متوجہ ہو گئے۔

غوثی - اس واقعہ سے یہ سند ہاتھ آئی - کہ خواجہ بابر گار کی بارگاہ میں جو خدام حاضر رہتے ہیں - ان کے ساتھ اپنے معاملات اور حقوق میں - مردت کو کام میں لانا چاہیے - قاضی کے حکم اور مفتی کے فتویٰ پر نظر نہیں ڈالنی چاہیے - کیونکہ جرم معاف - اور اپنا حق ساقط کر دینا جائز ہے۔

خواجہ عبدالعلیم - آپ خواجہ محمد عبداللہ کے چوتھے فرزند تھے - آپ کی صورت اور سیرت بالکل انہی کے باپ کی مانند تھی - والدین شریفین اور برادران مکرم کی خدمت گزاری میں اللہ ذوی الارحام کے حقوق ادا کرنے میں بہت کچھ کوشش اور استہام رکھتے تھے - فرمایا کہ کاموں کو پس انداز کر کے دوسروں کی مہمات انجام دینے میں مصروف ہو جایا کرتے تھے - بیکسون کی حاجتیں پوری کرنے میں عباٹا - گرمی - سفر - اور حضر کو خیال میں نہ لاکر رات دن مشغول رہتے تھے - خواجہ محی الدین عبدالحق فرمایا کرتے تھے - برادر عبدالعلیم خواجہوں کے خاندان میں راسخ پڑا اور ثابت قطب کی مثل ہیں ان کے کاموں میں تردد اور تزلزل کو دخل نہیں ہے - اور ان کی خلفات حمیدہ - شہا حساب سے زیادہ ہیں - جب شاہ بیگ خان کی لڑائی کے سبب اس خانوادہ کے درویشوں اور فقرا کو فقر اور دماندگی کی تکالیف اٹھانی پڑیں - تو آپ کو آشناؤں کے حالات دیکھنے کی برداشت نہیں ہوئی - ناچار سفر کا شکر ارادہ کیا - جو دو تین سال عمر کے باقی تھے - وہ وہاں بسر کر کے - عالم ملکوت کی منزل کو روانہ ہوئے۔

یا دخواجہ عبدالشہید

آپ خواجہ محمد عبداللہ کے بیٹے ہیں - جو خواجہ کے خواجہ کر کے مشہور تھے - اخلاق انہی کے ساتھ آسانی اور حقائق اشیا کی تحقیق جیسی چاہیے - رکھتے تھے - کسی اور لدنی علم حقیقی اور ظاہری بصیرت سلوک میں یہ دونوں آپ کے رفیق تھے - جب آپ کی ولادت سے محلہ درسمین میں بلکہ تمام سمرقند میں خوشی مانی گئی - تو خواجہ احرار الاولیاء نے بھی یہ خوشخبری سنی - اور اُس محایم تشریف لے گئے - پھر بزرگوار نے نوزاد بچہ کو اپنے والد ماجد (خواجہ احرار الاولیاء) کی خدمت میں پیش کیا - دین اور دنیا کی دقت خواجہ احرار الاولیاء کی آستین میں تھی انہوں نے اُس بلغ ولایت کے پورہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے باز روئے محبت اٹھالیا - اور اُس کو ہر عرفان کے کان میں اذان کی - اور منہ میں شہد چٹایا اللہ نام رکھا - جب دوسری بار خواجہ کی نظر اُس عالی قدرت لڑکے کے چہرہ پر پڑی - تو فرمایا - اس فرزند کے گوشہ چشم میں عرفان کا فیض اور حضور آلی کا نور عیان ہے

لوگوں کا بیان ہے۔ کہ حضرت خواجہ عبدالشہید کے کمالات جب ترقی پرتے تھے۔ تو یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس حضور اور شہود کی خوشخبری جلد بزرگوار نے دی تھی۔ اُس کا کچھ اثر ابھی تک توفیق کے اور اکاب میں آیا نہیں ہے۔ لیکن چونکہ خواجہ احوال اولیاء کی بشارت ہے۔ اس واسطے واپس سفر تک ہی اُس کی امید واری ضرور رہتی رہے گی۔ لہذا سمجھ

ہر آرزو کو دلم داشت خیمہ بیدون زرد	جز آرزوے وصالت کہ پائے اونگست
------------------------------------	-------------------------------

بیشک یہی امید واری تو ہے جس سے بہت کچھ کشائش اور کامگاری ہوتی ہے۔ کہتے ہیں۔ آپ کے اوقات چار قسموں پر تقسیم تھے (ایک حصہ) قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث نبوی علیہ السلام کے ذکر میں گزرتا تھا (دوسرا حصہ) کتب فنون کے مطالعہ میں (تیسرا حصہ) فوائد اور رسالوں کی کتابت میں (اور چوتھا حصہ) شب کی نماز اور شغل باطنی میں۔ اور باقی وقت اگر کچھ رہ جاتا تھا۔ تو وہ مراقبہ میں گزرتا تھا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہجری سنہ نو سو چھاسٹھ میں تقدیری کرشمہ۔ اور ہندو اسے ارباب سعادت کا جذبہ۔ آپ کو ہندوستان کی طرف کہنچ لایا۔ اُن ایام میں فرمان رواے زمانہ اکبر شاہ دارالسلطنت آگرہ میں سلطنت اور کامرانی کا حفاظ اٹھا رہا تھا۔ بہت کچھ عجز و نیاز اور کمال تعظیم و تکریم کا اظہار آپ کے استقبال میں کیا۔ اور اس طریقہ سے سلوک کے ساتھ پیش آیا۔ کہ با اعتقاد مرید بھی اپنے روشن ضمیر پر کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آ سکتا ہے۔ اپنے کم و بیش پندرہ سال تک اپنی نکیس سے اس ملک کے لوگوں کو رہنمائی کا فیض بخشا۔ کہتے ہیں۔ ایک رات آپ کے جلد بزرگوار نے معاملہ کی حالت میں ایک جزو ان آپ کے سپرد کیا۔ جو رقعوں سے بھرا ہوا تھا۔ تعبیر اس واقعہ کی اس طرح بر ظاہر ہوئی۔ کہ اخیر میں صاحب قیاس اور خدا شناس لوگوں نے جو قعدہ دین دس ہزار سے زیادہ تھے۔ بیعت کے ذریعہ سے آپ کی کلاہ قبواں اپنے سر پہ رکھی۔ اور توبہ و دعا کی توفیق پا کر سلوک میں داخل ہوئے۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ ہر چہ پائے کا غذا اس جماعت کے نامہ ہائے طریق تھے۔ قصہ کوتاہ چونکہ سیری عالم روحانی کی بازگشت کا مقدمہ ہے۔ لہذا سیری نے آکر آبائے کرام کا اخروی وطن یاد دلایا ہجری سنہ نو سو بیاسی میں واپسی کا عزم۔ اور سفر کی تیاری کر کے ہند سے روانہ سر قند ہوئے۔ منزلوں پر قیام کرنے۔ اور سامان و اسباب کو ہونے میں دیر پور پیدا ہوتی تھی۔ اور سواری اور سفر کا اہتمام فرمانے میں۔ آپ رفتار اور گفتار سے نہایت عجلت ظاہر فرماتے تھے۔ خاص کر جب قافلہ دریا سے آمو کے کنارہ پہنچا۔ تو آپ خلاف عادت سب لوگوں سے پہلے اتر گئے۔ جس سے پایا گیا کہ کوئی اندرونی

سرعت باعث اس کا ہے۔ جو خادم اور ہر اہی محرم خاص تھے۔ انہوں نے بتایا نہ کئی دفعہ اس صورت کا باعث دریافت کیا۔ اور اصلی حقیقت معلوم کرنے کے واسطے آپ کا جواب چاہا۔ لیکن آپ نے سوائے اس کے کوئی جواب نہیں دیا۔ کہ مجھ کو ان ایام میں ہر لمحہ شوق کے سبب ایسی حالت پیش آتی ہے۔ جس کا مخاطب کو مجھنا ناطقہ اور زبان کے امکان میں نہیں ہے۔ اور ہنچاؤ اس کے جو کچھ بیان کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہی منکر سننے والوں کو حیرت ہوگی۔ لہذا

زبان حال وارد نالہ من فہم سے باید	چہ شد گر آرزو ہا از زبان گفتن نمی داند
-----------------------------------	--

ادبیز فرمایا۔ کہ داپسین سفر کا آغاز اس ظاہری سفر کے انجام کے ساتھ مجھ کو ملا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ ان دونوں سفروں کے درمیان میں مدت اقامت سے تخیل پیدا نہیں ہوگا۔ اور با اینہم چند روز سے میرے کان میں طلب کا مضمون میرے بزرگوں کی طرف سے پہنچ رہا ہے۔ بلکہ ابھی انہیں ایام میں حضرت قطب الدین سلیمین خواجہ بزرگ نے ایک شب عالم مثال میں صریح طور پر فرمایا ہے۔ صاحب زادہ۔ اب آئندہ سستی اور درنگ نہ کرو۔ اور اپنے تئیں نہایت تیزی کے ساتھ ہمارے مقام میں پہنچاؤ۔ اس سبب سے میں چاہتا ہوں۔ کہ جہان تک ہو سکے۔ اپنے تئیں بہت ہی جلد اپنے آبائے کرام کے بافیض فرار کے قدموں میں پہنچاؤں۔ اور ان اصحاب کی ہمسائی میں اخروی آسائش گاہ اختیار کروں کہتے ہیں۔ جب سمرقند کی سرحد میں پہنچے۔ تو فرمایا۔ اسی جگہ اپنے سر کے بال و در کر دینے چاہیں شاید سمرقند میں سرشت دار کی بلکہ سر کچا کرنے کی بھی فرصت نہ ملے۔ القصد اپنے وطن میں پہنچنے کے بعد ایک مہینے سے کچھ کم زندہ رہے۔ اور یہ وقت کوچ کے انتہام میں گزرا۔ میر عبدالحی اپنی کتاب جمع میں لکھتے ہیں۔ جمعہ کا دن تاریخ ساتویں رمضان کی تھی جامع مسجد سے بیٹ کر لوگ حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے۔ تمام فرزند۔ خوش متعلقین اور اندرونی و بیرونی خدام باری باری سے رخصت ہو کر آپ کی خوشنودی طلب کرتے تھے۔ بیان تک کہ شلم کا وقت آیا۔ آپ نے تیمم فرما کر مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ اور مجھ کو اپنے نزدیک باکر اپنا دست مبارک کامل مہربانی کے ساتھ میرے سر پر نہا۔ اور کندھے پر پیرا۔ اسی اثنا میں طبیعت شریف پر ضعف غالب ہوا۔ خواجہ ہاشم سر ہانے کی طرت تشریف رکھتے تھے۔ حافظوں کو فرمایا۔ یسین ختم کیجئے۔ آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ جب وقت آجاوے گا۔ تو اس کی طرت اشارہ کر دیا جاوے گا۔ اس پر ایک لمحہ نہیں گزرا تا کہ فرمایا۔ وقت ہو گیا ہے۔ خواجہ ہاشم سمجھے۔ کہ نماز عشا کا وقت دریافت فرماتے ہیں۔ جواب دیا۔ کہ ہنوز شام ہے

پہ فرمایا نہیں۔ وقت ہو گیا۔ اُس وقت ذہن میں آیا۔ کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ حافظوں نے تلاوت یسین شروع کی۔ اور حاضرین السلام کے ذکر میں مشغول ہوئے۔ تھوڑی دیر اس حالت پر گزری تھی۔ کہ احساس حرکت موقوف ہوا۔ مینے خواجہ ہاشم سے عرض کیا کہ شاید حضرت نے جان فانی کو رخصت فرمایا۔ جب ہم نے تحقیق کیا۔ تو ایسا ہی تھا۔ یعنی سنیچر کی رات تاریخ آٹھویں رمضان المبارک ہجری سنہ نو سو ترسی میں اپنے اپنا ظاہری نقش۔ زمانہ کے ناشی صفحہ سے مٹا کر۔ علم الہی کے صورت خانہ میں باطنی نقش جا جمایا۔ لہٰذا کان قبل اللہ کہتے ہیں۔ جمعہ کے روز صبح کے وقت آپ نے خواجہ ہاشم کو فرمایا۔ قلعہ ان منگا کر میری چند باتیں لکھ دو۔ جو وصیت کے طور پر ہیں۔

(اولیٰ) کہ جو میرا جانشین میری پیروی کرنا چاہے۔ اُس کو چاہیے۔ کہ میرے طریقہ کو اپنا پیشوا بنا دے۔ اور لوگوں کو چاہیے۔ کہ وہ بھی اُس کے ساتھ اُسی طرح آداب اور خدمت سے پیش آویں۔ کہ جس طرح بالخصوص میرے ساتھ پیش آتے ہیں۔ (دوسرے یہ) کہ تجمیز و تکفین میں تکلف نہ کیا جاوے۔ اُس پست کو جو حرم شریف میں بچپا یا جا چکا ہے۔ تہ میں بچا دیں۔ اور اگر کسی جگہ کے کمارہ جاوے۔ تو اُس کو کسی ہم رنگ کپڑے سے ڈبک دیں۔ اور میزان کے دالان میں مجھ کو دفن کریں۔ تاکہ روضہ احرار الاولیاء کے زائرین کا پہلا قدم فقیر کی خاک پر پڑے میری یاد اُن کے دل میں ہو۔ اور میری روح پر فاتحہ پڑھ کر آگے بڑھیں۔ (تیسرے یہ) کہ دل کتاب خانہ کے وقف کرنے میں لگا ہوا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ بلا تامل کتاب خانہ وقف کر دیں (چوتھے یہ) کہ حفاظ کو تین دفعہ ختم قرآن کرنا چاہیے (پانچویں یہ) کہ فرزند من۔ دوستوں۔ اوروں اَشافین کو چاہیے۔ کہ سیر اور رضا کو پیشوا بنا کر قطعاً نوحہ اور نالہ نہ کریں۔ جو ماتم داری کی بنیاد ہے کیونکہ اس سفر میں بہت سے مطالب اور مرادیں میری رفیق ہیں گے

جس وقت آپ نے یہ فرمایا۔ کہ دالان میزان کے پائین میں مددیش کی جگہ ہے۔ تو فرزند من اور دوستوں نے عرض کیا۔ کہ خواجہ احرار الاولیاء کے دالان میں ایک قبر کی جگہ اور خالی ہے۔ جس بزرگ کی اس جگہ قبر بن سکتی ہے۔ حضور کی بابرکات ذات کے سوا ایسا احد کوئی نہیں ہے۔ چونکہ التماس کا قبول کرنا۔ مردت کا خیرت لہٰذا آپ نے قبول کر کے فرمایا۔ کہ دالان کے اوپر کے حصہ میں قبر اس طریق سے رکنا۔ کہ اس خاکہ کا سر پڑے بہائی خواجہ عبدالحق کے قدموں کی برابر میں آجاوے۔ چنانچہ اس طرز کے ساتھ آپ کی قبر کا صندوق تیار کیا گیا۔ اس

درمیان میں بڑے بہائی کی لحد کی دیوار میں سے ایک اینٹ جدا ہو گئی۔ حاضرین نے ماموہا لمطلوب کا
تلاش کر کے اینٹ کو پہراپنی جگہ پر استوار کر دیا۔

جناب خواجہ عبدالشہید کے دو فرزند تھے۔ ایک تو خرد سالی میں ہی رضوانی بارگاہ کو رخصت ہوئے
دوسرے فرزند سعید خواجہ عبدالرشید تھے۔ جنہوں نے پرنسز گوار کی رحلت کے بعد خاندان کا چراغ جلا یا تھا۔
خواجہ عبدالرحمن عرف بادشاہ خواجہ۔ خواجہ عبدالرشید کے ہی فرزند رشید ہیں۔ بہت کچھ آرام و اطمینان کی
علامتیں اور درویشانہ اخلاق آپ کی عادات میں نمایاں ہیں۔ امید ہے کہ اپنے آبا و اجداد کے درجات پر پہنچکر
دنوں جہان کی سرفرازی حاصل کریں گے۔

یاد شیخ محمد بن شیخ عبدالملک قاری خالہ دی

کتے ہیں۔ کتب متداولہ پر اپنے عبور اپنے بزرگوار باپ کے درس میں کیا تھا۔ اور علم قرآن میں استاد زمانہ
تھے۔ آپ فرماتے تھے میں اپنے پرنسز گوار کے خرقہ خلافت پر دل مناد ہو کر نہیں رہا۔ اور ہمیشہ غوث العرفا
جیلانی قدس سرہ کے باطن سے پرورش کی تلاش رکھی۔ خانوادہ قادریہ کے ساتھ بہت کچھ
دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اپنے پیر باطن کا نام مینے کبھی بے وضو نہیں لیا۔ جب غوث العرفان کی روح مبارک
کی طرف میں نصف توجہ ہی کرتا تھا۔ تو تمام دشواریاں آسان ہو جایا کرتی تھیں۔ ہمیشہ پاس انفاس میں دل
پنسا ہوا رہتا تھا۔ اپنی تمام عمر میں کسی قسم کی کشود کار۔ اہل دنیا سے نہیں چاہی۔ مولانا محمد بیان کرتے ہیں۔
جو کوئوال کی مسجد میں گوشہ نشین تھے۔ مینے ایک روز نماز کے اندر آپ کو شاہباز کی طرح اڑتا ہوا۔ اور سلام کے
بعد بدستور صفت میں بیٹھا ہوا پایا۔ باوجودیکہ نو۔ نو روز کا علی الاتصال روزہ ہوتا تھا۔ مگر عبادت گزاری کی
طاقت میں کمی نہیں آتی تھی۔ اور تیر اندازی کے بغیر ایک روز بھی نہیں گزرتا تھا۔ چادر اور تہمد کے سبب۔ خست
کئے ہوئے لباس کی طرف کبھی ہوس نہیں ہوتی تھی۔ کمانا کمانے میں آپ کا ہاتھ اپنے سامنے سے
آگے نہیں بڑھتا تھا۔ گو دستار خوان پر طرح طرح کے کھاتے برابر والوں کے سامنے ہوتے تھے۔ اگر گروالوں میں
سے کوئی پوچھتا تھا آپ نے آج کیا کیا۔ تو جواب پاتا تھا۔ جو کچھ تم لوگوں نے دیدیا۔ ایک روز آپ کی ہخوابہ نے
کہا۔ وظیفہ بادشاہ سے آپ لیتے نہیں ہیں۔ اور جو کچھ فتوح کے طور پر آتا ہے۔ وہ تقسیم ہو جاتا ہے۔ پھر فرقہ
کے وقت سوائے تکلیفات کے اور کیا پیش آویگا۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا۔ اس وقت میں کیا ضرورت
ہے جواب میں کسی قدر روپیہ کی ضرورت ظاہر کی گئی۔ ہنوز بات ختم نہیں ہوئے پائی تھی کہ دستک کی آواز

کان مین آئی ایک خرد سال لڑکا دروازہ پر گیا۔ ایک شخص کھڑا ہوا تھا جس مقدار کی ضرورت ظاہر کی تھی۔ وہی مقدار لڑکے کے ہاتھ مین دیکر خرد جلدی سے چلا گیا۔ جب مطلوبہ شے بی بی کے سامنے آئی تو اپنے فرمایا۔ تو لڑکی سے ددیشی زیادہ نشاط افزا ہے۔ خدا کی آفرزش کی طرف بازگشت کرنی چاہیے۔ جب واپسین سفر کا وقت نزدیک ہوا۔ تو کہا کہ محمد کو ایک جگہ مقرر کر دیتا۔ لیکن اب کہاں جاؤں گا۔ یہ اطلاع نہیں ہے۔ آٹھ روز بعد۔ کہ چودہویں ماہِ حجب کی اور ہجری سنہ نو سو چوداسی تھا۔ رحلت فرمائی۔ خوابگاہ آگرہ۔

یاد شیخ محمد ابن ابی اللطف

آپ۔ شافعی المذہب۔ قدس غلیل کے شیخ الاسلام۔ اور جامع علوم عقلی و نقلی ہیں۔ انوار شافعی پر ایک مبسوط شرح لکھی ہے شیخ قطب الدین پنواری کہتے ہیں۔ مین نے ایک روز شیخ کے نزدیک در وں کی شکایت کی۔ کہ مین پھر چند دعا کی۔ وظیفہ پڑھا۔ طومار اور تعویذ لکھے اس امید پر۔ کہ صاحب ختم نبوت علیہ السلام کو ایک بار خواب مین دیکھوں۔ مگر نصیب نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ یہ سعادت اس جانب کی عنایت سے وابستہ ہے۔ نہ اس جانب کی افسوس برداری سے۔ **ہمیت**

اگر دل ہزار دعا خواند و صد نوشتہ بہشت

چو سر نوشت نہ باشد وصال دوست چہ سود

پہر مین نے دریافت کیا۔ کہ یا شیخ کیا آپ اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ کئی دفعہ۔ اور بیان کیا۔ ایک رات خواب مین مجھ کو خبر ملی۔ کہ نورانی شکل پیغمبر علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو اپنے قدموں سے منور فرمایا ہے۔ مین دوڑ کر حاضر ہوا۔ تو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ صلوٰۃ و سلام کا مجھ کو جواب ملا۔ فرمایا۔ یا شیخ محمد طہت قلت الان برویتک۔ جب مین نے حضور کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو حضور نے دعا کی۔ **اللہ باریک** اللہ فی علمک و اولادک اور دوسری دفعہ جوینے دیکھا۔ تو حضور نے حساسا جان کر فرمایا **اللہ** یا شیخ محمد حمیلنی الیٰ ہناک فحملتہ علیہ السلام الیٰ ثلاث الموضع فقمت بین یدیه فقال سئل ما شئت فتاملت لخطہ و قدلت

اللہ شیخ محمد تم خوش ہوئے مینے عرض کیا۔ ہاں اب جو حضور کا دیدار دیکھ لیا۔ **اللہ** اللہ تعالیٰ تمہارے علم و اہل و عیال پر برکت دیوے۔ **اللہ** اے شیخ محمد ہم کو اس مقام پر اٹھائے چلو۔ چنانچہ مین آنحضرت صلی علیہ وسلم کو اس مقام پر اٹھا بیگیا۔ اور اُن کے سامنے بادب کھڑا ہوا حضور نے اٹھا دفرمایا۔ تم جو چاہو۔ دریافت کرو۔ مینے ایک لفظ قائل کیا۔ اور کہا یا رسول اللہ۔ قیامت کب آئیگی۔ حضور نے فرمایا۔ میرے نزدیک آؤ چنانچہ مین حضور کے قریب گیا۔ آنحضرت علیہ السلام نے پتہ دہن مبارک میرے کان کے قریب کیا۔ اور کہا جو کچھ کہنا

یا رسول اللہ متی تقوم الساعة فقال تعال فقربت فوضع
فہ علیہ السلام الی اذ فی قال قال آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ قدس خلیل ہیں۔

مصرع خدائش بانی شتاق داراد

یاد شیخ ابوالنضر طبلای مصری

ہے۔ شافعی المذہب۔ اور اپنے وقت کے دانشمند تھے۔ آپ کی ذات سے علما کو جمال حاصل تھا۔ ازل
علم کی جہاں آپ میں پائی جاتی تھی۔ مہذب الاخلاق۔ خندہ رو۔ کشادہ پیشانی تھے۔ اور نیز دیگر بہت سے آثار
جہاد کی آپ میں موجود تھے شیخ قطب الدین بنواری کتہ مین۔ تاریخ ستائیسویں رجب شب معراج کو۔ مصر کی
جامع الازہر میں شمالی حصہ کے اندر جہان آپ کی درگاہ ہے۔ آیتہ معراج کا بیان۔ نماز عشا کے بعد سے صبح تک
طرح طرح کے معانی۔ اور عمدہ عمدہ تفسیر کے ساتھ کیا۔ اور ہر ایک سننے والہ کو اس کی سمجھ کے موافق تعلیم دی۔ اور
بیان مذکور تمام کرنے کا وعدہ دیا۔ وقت پر موقوف رکھا۔ عجب علمی تھرتھا۔ آپ کی خوابگاہ مصر میں ہے۔

مصرع بمعراج معانی جاے اوباد

یاد شیخ علی تہسی

آپ حنفی المذہب تھے۔ مقدس سے مصر میں جہاد وطن کر لیا تھا۔ آپ کا درس کتب متداولہ کا بہت رونق
پر تھا۔ علم سمیا کا قانون بھی جانتے تھے شیخ محمد ابن ابی لطف مقدسی نے شیخ قطب الدین بنواری سے
روایت کی۔ میرے بھائی ابوالبرکات آپ کے درس میں جایا کرتے تھے۔ اس درمیان میں آپ کی کسی قدر
سمیائی نمائش دیکھی تھی۔ شیخ قطب الدین نے اس قسم کی ایک بات لکھ کر شیخ علی کے سامنے پیش کی
آپ نے قسم کھائی۔ اور کہا۔ جس روز سمیا کی مذمت میں امام ابو یوسف رح کی ایک روایت میری نظر سے
گوری۔ اسی روز اوراق نیرنگات آگ میں جلاد گئے۔ اور اس کی یاد بالکل ہول گیا۔ ورنہ آج اس کے بتلائے
کے کوئی امر مانع نہیں ہے۔

اس علم کے جاننے والوں کو واضح ہو۔ علم سمیا وہ طرح پر ہوتا ہے۔ (ایک مجازی ہے) یعنی ایک ممکن کی
صورت۔ جس سے ممکن کی شکل میں نمایان کی جاوے۔ اور یہ بات عربیتوں اور افسونوں کے ذریعہ سے پیدا
ہو جاتی ہے۔ (اور جسے حقیقی) یعنی ممکنات کی صورت میں ایزدی صفات کا جلوہ دکھایا جاوے۔ اور یہ بات
اشغال۔ اذکار۔ اور تصورات کے ذریعہ سے جو علم طریقت کے مبادی ہیں۔ ہوتے آتی ہے۔ القصہ عالم جو

جوہر واحد میں چند فراہم آمد و اعراض سے عبارت ہے ایک سیمائی صورت ہے اس شخص کی نظر میں جو اہل بعیت ہے۔ مصحح نیش اہل دل فیہش باد۔

یاد شیخ معروف و شیخ عثمان

یہ دونوں اصحاب ذوق و وجدان کے خزانہ اور علوم و عرفان کے جواہر کی کان تھے۔ نیز دونوں مسیح القلوب کی مان کے چچا اور شیخ طاہر یوسف کے چچا زاد بھائی ہیں۔ ان کی زاد بوم موضع پاتر ہے۔ لیکن کرشمہ تقدیر ان کو وطن سے نکال لایا۔ اور ایک مقام صیت پور عثمان اور بکر کی سرحد پر واقع ہے۔ اس سرزمین کے درویشوں کی رہنمائی کے واسطے وہاں پر ان دونوں کو لے گیا۔ اس مقام کے باشندوں نے ان دونوں بزرگ اشخاص کی تشریف آوری کو گنج باد آہ و بکا بہت غنیمت جانا۔ اور نیک اعتقادی کے ساتھ پیش آئے۔ یہ دونوں بزرگ سب چوٹوں فردن کے پشت پناہ اور مرشد ہو گئے۔ قاضی قاضی سندھی کے مصاحبوں میں سے تھے۔ شیخ طاہر یوسف فرمایا کرتے تھے میں ان دونوں صاحبوں سے سندھ میں وحدت وجود کی باتیں سنا کرتا تھا۔ اور مرصاد العباد پر اڑتا تھا اور زمین بجاتا تھا۔ جب تک غوث الاولیاء کی ملازمت میں بمقام گجرات نہ پہنچ گیا۔ دونوں بزرگوں کی خواب گاہ صیت پور میں ہے۔ جہاں نیازمند اور صاحب ارادت لوگوں کی بازگشت ہے۔

مصحح سواد باغ و عنوان خاک شان باد یاد شیخ محمد فقیہ متصفی

فقیہ۔ تحرک میں ایک قصبہ ہے۔ جو دارالکتاب میں داخل ہے۔ صلاحیت۔ صدق۔ صفا۔ بدل اور نیابت۔ یہ جملہ صفات حمیدہ آپ کامل درجہ رکھتے تھے۔ باوجودیکہ تنگی میں مالون بے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ مگر آپ۔ ہر روز دہر کو اور شلم کو طرح طرح کے کمانے کلبہ تھے۔ اور ایک معلم کو کچھ حق دیتے تھے۔ تاکہ وہ لوگوں کے لڑکوں کو قرآن اور نماز یاد کراوے۔ دیکھنے مالون کو یہ حال دیکھ کر حیرت ہوا کرتی تھی۔ ایک بزرگ نے دریافت کیا۔ ایسی دستگاہ اس پُرانے گانوں میں کس طرح حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ ایک ہندی بالنس آدمی بیان آہو تھا۔ وہ مجھ کو علم سکھایا۔ اس بزرگ نے پوچھا۔ کونسا اسم۔ کس شکل میں۔ اور کس طرح ثبت کرتے ہو بیت

دولت بکدام دام گیرند

صیاد کے مریا سوز

آپ نے فرمایا۔ بیت

بل ہو کسر الاشکال و محو الاشياء

لیس تکسری مثل ما عرفت

مصرع محبوبا نام اور نام حق :

یاد شیخ زائر اللہ

آپ شیخ عمر منٹو (مانڈو) دار کے بیٹے ہیں۔ آپکا دادا کے بیان قایلین بننے کی کارگاہ تھی۔ سلاطین خلیج کا زمانہ تھا۔ کہ منڈو میں آئے تھے۔ القصد شیخ عمر نے بزرگوں کا پیشہ ترک کر کے درویشی لباس اختیار کر لیا۔ بہت کچھ کمالات حاصل کر کے۔ عالم دنیا سے رحلت فرمائی۔ شیخ عمر کے فرزند (آپ) نے بھی باپ کے مراسم باپ سے زیادہ ادا کئے۔ پرنسز۔ توکل۔ خوشنودی۔ کوشش۔ سپاس۔ اور استیہ یہ صفات آپ کے غیر ہذا داخل تھیں۔ اسی رفتار سے اپنی عمر اسی سال تک پہنچائی۔ ماہ رمضان ہجری سنہ نو سو پچاسی میں رمضان رات کو راقم کی مسجد میں قرآن سننے۔ اور تراویح پڑھنے کے واسطے آیا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کا گھر دور فاصلہ پر تھا۔ اس واسطے رات اسی جگہ بسر کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ ہماری آخرین تراویح ہیں۔ اگلے سال ماہ رمضان سے پہلے عید وصال نصیب ہو گئی۔ خواجہ گاہ منڈو (مانڈو)۔

یاد میان سیاحی بن داؤد

آپ راقم گلزار کے مامون ہیں۔ آپ کی زاد بوم منڈو ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار۔ سلطان ناصر الدین خلیج کے زمانہ میں ہندو دار سے منڈو میں آئے تھے۔ جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی۔ تو باپ عالم دنیا سے کوچ کر گئے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ آپ بہت سے مشائخ کے مقبول ہوئے۔ خاص کر کلاہ ارادت سید جلال ابن سید محمد جعفر سے حاصل تھی۔ جو سیدی احمد کیر رفاہی کی نسل سے ہیں۔ آپ کی قبر احمد آباد میں ہے۔ اور خلعت خلافت مشیخ احمد الدین دار سے ملا تھا۔ جن کی خواجہ گاہ برودہ اور دہراہ میں ہے۔ ہمیشہ تجارت کے ذریعہ سے قوت حاصل کیا کرتے تھے اور ہمسایہ درویشوں کو تقسیم کر کے۔ اُس کو مقبوضیت کے وجہ پر پہنچاتے تھے۔ اسی سال کی عمر ہوئی۔ منجملہ اس کے تیس سال سے زیادہ آپ کی نیم شبی نماز اور سحری نماز میں فرزگراشت نہیں ہوئی۔ ہجری سنہ نو سو پچاسی میں خاکی کالبد کا بے اعتبار سرخیز۔ منزل گورہ کے سپرد کر کے۔ امر بانی کی حقیقت بنس۔ دار الملک علیہ السلام میں پہنچائی۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ بڑے تنج محمد۔ انہوں نے تو عروس دار کے مہر معجل میں اپنے تمکین دیدیا تھا۔ اور ساگر پوری اختیار کر لی تھی۔ بہت کچھ ثروت حاصل ہوئی۔ چھوٹے شیخ حسین۔ صاحب حال و قال اہل رضا و تسلیم ہیں۔ تقویٰ اور وصیت کی شان آپ کی ذات کے عیان ہے۔ نیاز و شکستگی۔ اور بزدلی و فرودنی یہ اوصاف سر تا پا آپ میں برے ہوئے ہیں۔ باپ کی

طرح رستے ہیں۔ اور مکان کو ظاہری و باطنی چراغ سے روشن رکھتے ہیں۔ خدا کرے۔ عمر میں ترقی ہو۔

یاد شیخ برہان

آپ کی زاد بوم احمد آباد گجرات ہے۔ ہجری سنہ نو سو پچاسی میں اپنے وطن سے شیخ صدر الدین محمد ناک کی ملازمت میں بمقام گواہ گئے تھے۔ اور واپسی کے وقت شیخ ذاکر کے ہمراہ منڈو میں آئے۔ تصوف کا طریقہ اور ذکر و شغل کی سند شیخ ذاکر کی تلقین سے حاصل کی تھی۔ عقلی اور نقلی علوم میں قوت استعداد اور فہم تھی۔ راقم کی دوستی کے سبب سے کہ بخونین آپ کا شکر دے۔ مرشد کی اجازت سے اور شیخ محمود جلال کی مصاحبت کے خیال سے منڈو میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ جب مالک ملک اکبر شاہ۔ سیو فکار کے طریقہ پر عایا اور سپاہ کے حالات کو مخفی تلاش کرتا ہوا ہجری سنہ نو سو پچاسی میں بطرف مالوہ آیا۔ جو قطب لاقطاب غوث الاولیاء کے فرزند مخدوم زادہ گرامی مانا۔ رموز آفرینش شیخ ضیا ماسرہ شاہی شکر میں تھے۔ شیخ محمود جلال شیخ برہان حافظ صالح۔ اور فقیر غوثی حسن یہ چار اشخاص مخدوم زادہ کی ملازمت کا ارادہ کر کے منڈو سے دیپال پور کو روانہ ہوئے۔ جہاں شاہی خیمے نصب کئے گئے تھے۔ القصہ جب شکر پور سلطنت آگرہ کو لوٹا۔ تو شیخ برہان اور حافظ صالح۔ مخدوم زادہ کے ہم رکاب چلے گئے۔ راستہ اجمیر پر جا پہنچا۔ وہاں پر شیخ برہان نے جہاں صبر کو رخصت کیا رحمہ اللہ آپ کی خواہگاہ اسی مقام بزرگ میں ہے۔

مصرع بادہم آغوش بابرہان وحدت جان او

یاد شیخ ابو جیو

آپ مخفر کے بیٹے ہیں۔ قدس سرہما زاد بوم گجرات اور خواہگاہ آسیہ جو برہان پور کا تعلق ہے صاحبِ ٹوکل اور صاحبِ ہمت تھے۔ پسندیدہ اخلاق کے ساتھ آپ کی زندگی بگڑتی تھی۔ جو اصحاب گونا گونہ موجودات میں وحدت وجود کے ماننے والے اور بے شائبہ مظاہرینِ واحد مطلق کے دیکھنے والے ہیں۔ ان لوگوں میں آپ بھی داخل تھے۔ شیخ فضل اللہ گجراتی کے مرید ہیں۔ اور شیخ نعمان آسیہ کے ساتھ خوشی کا بھی پیوند تھا۔ کلام کی بندش میں صوفیوں کی طرز پر چلتے تھے۔ اور غزل قدما کی ردیف پر کہتے تھے۔ جیسے پیرہی شیخ مغربی۔ اور شاہ انوار ہیں۔ آپ کی نظم اکثر دو مستعد کے حق میں حکمِ علان رکھتی تھی۔

مصرع ریور گوشش دل او حلقہ المسام باد

یاد شیخ ناسرہیابی

آپ کی زاد بوم دھارہ ہے۔ جو مندو (مانڈو) سے سات کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے بزرگ سہرورد کے ہیں۔ اس قصبہ میں اگر گوشہ گرین ہو گئے تھے۔ آپ کی چند کریان اُسی جگہ ہوئیں۔ کتے ہیں۔ خود سالی میں آپ کو آہی جذبہ ہو گیا تھا۔ لیکن معینہ فراتھن اور نوافل کے آپ کے اوقات محفوظ تھے۔ بالآخر سترہ سال کی عمر میں آپ وطن سے پیر طریقت کی جست و جو میں اجمیری کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں جاکر خواجہ حسین کی خدمت میں مرید ہو گئے۔ جن کو لوگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی نسل سے سمجھتے ہیں قدس سرہا پیر کی خدمت میں ایک چلہ کینچا۔ اور دسور (مندسور) میں رہنے کی اجازت حاصل کی۔ قصہ کوتاہ دسور کے کنارہ ایک بہت بڑا درخت ہے۔ اُس کا تنہ اندر سے خالی کر کے مکان بنایا۔ درخت کا خشک نہ ہونا۔ آپ کی کرامت ہے۔

القصہ گیارہ چلے اُسی حجر میں پہلو نشین دشمن (نفس) کے ساتھ لڑائی کرنے میں کینچ کر فتح حاصل کی متواتر سترہ سال ریاضت مند درویشوں کی طرح وہاں گزارے۔ چونتیس سال کی عمر میں ہجری ۸۰۰: نو سو پچاسی تا کہ جہان فانی سے بوریابہ ہنا باد د گئے۔ اور اُسی درخت کے تحت میں خواب گاہ اختیار کی۔ ہجری ۸۰۱: ایکتر چودہ کے ختم پر شیخ ابوالخیر مبارک باریک الدینی علم و عمل مالک اقلیم خداوند زمان نور الدین جہانگیر شاہ ابن اکبر شاہ کے حکم سے سلطان بخشان میرزا شاہ رخ کے پاس مالوہ میں آئے تھے۔ تاکہ میرزا شاہ رخ کو حسب الارشاد چیتور کے قلعہ کی طرف رہنا پر سزا دل بنا کر لے جائیں۔ جب شکر تیار ہو کر دسور میں پہونچا۔ تو ایک روز شیخ نے بیابانی کی قبر پر ہی جا کر زیارت کی تھی۔ اور درخت کے مکان میں ہی گیسے تھے شیخ کے فرمانے سے اُس مکان کو اندر سے اور باہر سے پیمائش کیا۔ تو باہر سے تنہ کا دھڑ فرعی چونتیس گز اور اندر سے اس مقدار کا نصف ہوا۔ میں آدمی اس کے اندر بائوگی بیٹھ سکتے تھے۔

یاد شیخ فتح الشراج گدڑی

آپ۔ یگانہ وقت شیخ نظام امیٹی کے مرید ہیں۔ جب سماع میں آپ گرم ہو جاتے تھے تو حیرت اس قدر غالب ہوتی تھی۔ کہ زمین پر گر پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ ہاتھ پاؤں مارنے کی بھی طاقت نہیں رہتی تھی۔ ایک بار راج گدڑ سے سیر کے واسطے فتح پور کو آئے تھے۔ جراگڑ سے بارہ کوس فاصلہ پر پہونچے اور انہیں ایام میں قاضی ابراہیم ہی پنواری سے وہاں جا پہونچے۔ اور آپ کے دیدار کے واسطے ہی

گئے مگر اندر گئے سے پہلے ہی گانے والوں کو شیخ نے گانے سے روک دیا خود زنگار جام پہنا جس پر بہت ساعط
 چڑکا تھا۔ اور کہا۔ اے جمال شریعت اپنی خواہشیں چھوڑ دینا۔ اور خودانہ مشیت الہی میں رہنا یہ بندگی بے کچی
 خسروانہ لباس سے آراستہ کر کے عزت کے صدر مقام پر بٹاتا ہے۔ اور کہی پڑا نے بالوں کی میلی کچلی۔ بے آستین
 و گویاں کی کفنی۔ گردن میں ڈال کر خاک ذلت پر بٹاتا ہے۔ ہم تماشا خانے ہونے اور حیرت کرنے کے سوا کیا فائدہ
 اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے بعد آیہ لَا تَسْتَأْذِنُ بَعَثَ الْفَعْلُ پڑھی۔ اور آنکھوں سے آنسو نکالے۔ اسی
 دفعہ آپ شیخ عبدالبنی صدر کی ملاقات کے واسطے ہی گئے تھے شیخ عبدالبنی درس حدیث میں مشغول تھے
 آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ درس نے رسمی تواضع سے محکوم باز رکھا۔ آپ نے
 جواب دیا۔ کہ درویش مخدوم سے باعتبار حالات چھوٹا ہے مخدوم کی طرف سے بس مہربانی ہی کافی ہے۔
 اور یہ حدیث پڑھی۔ مَنْ لَوِيَ رَحْرَحًا صَغِيرًا صَدَرَ الصَّوْدُورِ يَسْكُرُ خَوْشَ هَوْنٍ۔ اور دعا کی۔

مصرع خداے مہربان باد ؛ یاد شیخ موسیٰ

آپ باشندہ اُچین میں شیخ چند ن ہند سوری کے مرید اور بڑے خلیفہ میں۔ ریاضت۔ تن گدازی۔
 اور نفس کے ساتھ لڑائی کرنے میں۔ تمام اہل زمانہ میں فرو تھے۔ کم کھاتے کھاتے یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ آپ کے بدن
 کا پوست رگوں اور ہڈیوں کے شمار کرنے اور دیکھنے سے پردہ داری نہیں کراتا۔ سانس لیتے وقت آپ کی ہڈیوں
 کی ہڈیاں۔ دو چہریوں کی رگڑ کی طرح آواز دیتی تھیں۔ جس سال دار السلطنت آگرہ سے مالک اقلیم اکبر شاہ نے ملو
 کو کوچ فرمایا تھا۔ اور دیا پور سے ہی واپسی ہو گئی۔ اُس وقت میں خدا شاسان شکر کی ملاقات کا خیال آپ کو
 سیر و سیاحت میں کیج لایا۔ شیخ ضیاء اللہ غوثی۔ قاضی صدر الدین لاہوری۔ قاضی جلال الدین۔ اور
 صدر الصدور شیخ عبدالبنی ان اصحاب کی ملاقات سے نشاء خاطر حاصل ہوا۔ صدر الصدور نے آپ کو
 متوکل اور مستحق سمجھ کر۔ ایک مناسب وظیفہ مقرر کیا۔ لیکن آپ نے اسکو عذر کر کے قبول نہیں فرمایا۔ اور واپس
 نفس تک کہ بھری سبز نو سو چپاسی تھا۔ زمانہ زندگی۔ مول کے کام میں گزارا۔ بہت

۱۵۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے۔ اُسکی بابت وہ پوچھا نہیں جاسکتا ہے ۱۲

۱۵۔ یہ اختصار حدیث ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرًا۔ وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرًا۔ فَلَيْسَ مِنَّا۔ ترجمہ جس شخص نے

ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا یا اور ہمارے بڑوں کا وقار نہیں کیا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے ۱۲۔

رہا ان گریوید۔ سن ترانی لبشندو

ہست با محبوب زمان سان نسبت محکم

یاد شیخ ولی محمد

آپ شیخ شکر محمد عارف کے ماسون تھے۔ زاد بوم قلعہ جانا پیر تھا۔ جو سابق فرمان روایان گجرات کا دارالخلافہ ہے۔ وحدت وجود کا جوش بہت کچھ بتاتا جس کے سبب آپ کائنات کے تمام ذوالن میں ذات کا مشاہدہ۔ صفات کے نقاب میں کیا کرتے تھے۔ آپ کے اولین پیر طریقت شیخ قطب جہان ناکر نروالدین بعد میں اپنے قطب الاولیاء شیخ محمد غوث قدس اسرار رحم کی خدمت سے ظاہری و باطنی کمالات کا حصہ لیا تھا ہجری سنہ ۱۲۵۰ یا ۱۲۵۱ سی تھا۔ کہ احمد آباد سے برہان پور میں آئے۔ کم و بیش پانچ برس اجل نے لوگوں کی رہنمائی کی فرصت دی۔ پھر ہجری سنہ ۱۲۵۱ میں فرمان طلب صادر ہوا۔ نہایت تازگی چہرہ کے ساتھ قبول فرما کر حضور قرب کو روانہ ہو گئے۔ سید حسین قدس اسرار کی زیر ہدایت لاہور پر آپ نے ایک شرح لکھی ہے جس میں متن کی تمام عبارتوں کو توجیہ اور تاویل کے ذریعہ سے وحدت وجود کی طرف پیرایا ہے۔ شرح نہایت دقیق لکھی ہے۔ حقیقت دان عالم کی نگاہ نہایت غور و خوض کے ساتھ اس کے مقاصد کی تہ کو شاید وہ سے پوچھیں گی شیخ شکر محمد عارف کہتے ہیں۔ آپ نے ایک دفعہ رات کو مجھے اپنے مجازی معشوق کے بلانے کے لئے بھیجا۔ اُس نے آنے سے انکار کیا۔ مینے واپس آکر خدمت میں اطلاع کی۔ آپ رو پڑے۔ میں اپنی دستار کے کونہ سے آپ کے رخسار پر جوا کسو بہ رہے تھے۔ پوچھنے لگا۔ یکایک میری نظر جو گوشہ دستار پر جا پڑی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ سب جگہ خون کے داغ لگے ہوئے ہیں۔ شیخ ابراہیم قاری جو غوث ملاویا کے امام تھے۔ کہتے ہیں۔ آپ کے بارہ میں مجھ کو کمال حیرت تھی۔ کہ مظاہر مجید کے ساتھ اس قدر تعلق خاطر ہوتے ہوئے۔ آپ کا ایک مستحب بھی ضائع نہیں ہوتا تھا۔ مصحح ہمیشہ حفظائید روزیش باد۔

یاد شیخ حمید لار

جو شخص بہ زمانہ خرد سال مکتب میں۔ بہ زمانہ جوانی مدرسہ میں۔ اور بہ زمانہ پیری خانقاہ میں عمر گزاری کر کے مالک ہر دو جہان ہو گیا۔ وہ غوث الاولیاء کے خلیفہ ہیں۔ جن کے باپ کا نام لار ہے۔ جن ایام میں علما سے احمد آباد نے غوث الاولیاء کی وجہانی باتوں پر زبان اعتراض کھولی تھی۔ تو آپ نے اور شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی نے۔ اعتراضوں کے رد میں منقولی اور معقولی جوابات دیکر ظاہر بینوں کی دلائل نفسان رو کی تئیں۔ آپ کی زاد بوم گجرات ہے۔ لیکن تقدیری کرشمہ گجرات سے آپ کو برہان پور میں

کینچ لایا۔ حاکم برہان پور نے آپ کو عورت و لوقیر کے ساتھ لیکر ضروریات کے بہم پہنچانے میں بہت محنت کی۔ آپ کی عمر انسی سے متجاوز ہو گئی تھی۔ بے شمارہ عصا کے آپ چلتے پرتے تھے۔ مسیح القلوب کہتے ہیں۔ ایک سوس میں اپنے پیر کے ہمراہ میں شیخ حمید کی ملازمت میں گیا تھا۔ مجلس سماع ختم ہونے کے بعد حضرت کے وقت میرے پیر نے شیخ کے قدموں پر سر رکھ کر بہت کچھ عجز و نیاز کا اظہار کیا۔ مریدان ہمارے ہی پیر کی پیروی کی۔ مگر عرض کیا۔ کہ اتنی زیادہ تواضع کا کیا سبب ہے۔ پیر نے فرمایا۔ ایسا درویش جس نے طغوت سے لیکر زمانہ پیری تک حقیقی محبوب کے خیال میں دل۔ اور اس کی یاد میں زبان مصروف رکھی ہو۔ اور اس کے سوا کسی کے طرف متوجہ نہ ہوا ہو۔ آپ کی مانند نایاب ہے جواب سننے والوں کو ایک بڑا حید ہوا۔ اور رکت پیل ہوئی۔ آپ کی خواہنگاہ۔ اسی اسلامی شہر میں ہے۔ مصر صغیر عاتقہ محمود بادش بود چون اول حمید۔

یاد شیخ جمال ابن شیخ الاسلام

آپ کی زاد بوم چندیری ہے۔ باپ کے ہمراہ رابیعین سے اجمین آئے تھے۔ نقیون کے فارسی رسالوں کا درس محققانہ دیتے تھے بالخصوص سید حسین کی خزائن الارواح پر شیریں اور تازہ تاویلات سے بہت کچھ عطفیے۔ ہر روز بیان کیا کرتے تھے۔ آپ کا باطن گونا گون الہی معارفوں سے آراستہ۔ اور ظاہر بالکل عیبانی کا روبرو بارے معطل تھا۔ میان تک کہ سوئی کے اندھا کا۔ بدون کسی بتانے والے آپ کے ہاتھ سے پڑھیں سکتا تھا۔ سائل آپ کے سامنے سے خالی ہاتھ نہیں پرتا تھا۔ اور مہمانوں کے ساتھ دوستی کرنے میں حضرت ابوالہیتم خلیل اللہ کی عادت کا مہینہ لاتے تھے۔ ایک روز گھر کی نادم کو کھانا آپ کے پاس ملائی۔ آپ نے بولے چند رقم کھائے۔ خوش مزہ کھانا تھا کھایا۔ اس خیال نے آپ کے کھول میں بکھر پڑا کیا۔ ناچار باتی ماندہ کھانا ہاتھ پر رکھ کر باہر آئے۔ اہ باہر والوں سے کہا۔ اس کھانے میں ایسی ہت معلوم ہوئی ہے۔ کہ قیامت کے روز اس کی شکر گزاری یا عند سوائے اسکے خیال میں نہیں آتا ہے۔ کہ کھانا آپ لوگوں کے ساتھ کھایا جاوے۔ ہیٹ

شراب باقو حلال ست و آب بے تو حرام

امرا گھر کہ سہرام از حلال نشنا سم

شیخ نقی الدین محمد۔ آپ کی بہن کے بیٹے تھے۔ کہتے تھے۔ کہ سحری سنہ نو سو چیا سی میں شہنشاہان کی طرف سے شیخ منور صدر مامور تھے۔ ان کی خواہش پر اور نیز ان کی رفاقت میں شیخ جمال منشد (مانڈو) کی سیر کے واسطے گئے تھے۔ وہاں ہا یک روز صبح کے وقت آپ نے فرمایا۔ نقی۔ انسان کو بیمار کی طرح۔ صحت کا عاشق نہیں

ہوتا چاہیے۔ تاکہ واپس نفس کے وقت تاردا اعلان اور کام میں لائی ہوئی تلخ دوا۔ بیمار کے حق میں زہریلی گھاس کا حکم نہ رکے۔ بلکہ تسلیم کی عادت اچھی ہے۔ کہ ایندھی شتاد دعا کو تو ششہ اور لقوئذہ جانے اور کسی علان کو صحت کی دست آویز نہ سمجھے۔ اس نصیحت کے ذریعہ سے اپنے اپنے جلد جانے کی خبر دی اور نیز یہ طریقہ ہی بتلایا۔ کہ بیماری کی کس طرح کی جاوے۔

شیخ نقی الدین محمد کہتے تھے۔ کہ جب آپ منڈو سے پراجین میں آئے۔ تو غرہ رمضان کی صبح کو خانقاہ کے محن میں سرزاد پر رکے ہوئے۔ عالم استخراق میں تھے۔ میرے پانوں کی آہٹ پا کر آگاہ ہوئے فرمایا۔ تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کا فرزند نقی ارشاد فرمایا۔ بابا نقی۔ اس کہنے میں ہی میری جانشینی کی طرٹ اشارہ کیا۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک پتھر کا پاٹ پڑا ہوا تھا۔ وہ مجھ کو دکھایا کہ اس پتھر کا نصف حصہ پیشتر چھوٹے بابائی عید القادر کی قبر کی لوح ہو چکا ہے۔ یہ دوسرا نصف حصہ منتظر ہے کہ فرار جمال کی لوح بنے۔ اور قبر کی جگہ بھی تجویز کی۔ اُس جگہ نار کا ایک درخت تھا۔ اس کے سینچنے میں اہتمام فرمایا۔ اور اسی روز مزاج میں دوسرا رنگ ہو گیا۔ شیخ منبر صدر نے قرۃ سمجھ کر پیغام دیا۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ شیخ کا مزاج بہت جلد مائل بہ تن درستی ہو جاوے گا۔ آپ نے سنا۔ متعجب ہوئے۔ اور فرمایا۔ بیشک۔ صدر کی خبر درگاہ کی ہے۔ اور درویش کی بات بازاری ہے۔ یہ بھی فرمایا۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ صوفی۔ آخر دی سفر کے وقت کو نہ پہچانے۔ اور اس سے بھی زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ آگاہ ہو جاوے۔ اور خوشحالی کے ساتھ آمادہ نہ ہو۔ اور اس کو وصال نہ سمجھے۔ تاریخ ستائیسویں رمضان کی صبح کو ہجری سنہ نو ستاسی میں یہ مصرع پڑھا۔ مصرع پردہ بردار۔ کہ من عارض زیا نگرم اور فرمایا۔ کہ دوسرا مصرع کی گنجائش کیونکر ہو سکتی ہے۔ کہ وقت میں ہی گنجائش باقی نہیں رہی جلدی سے دوسرا مصرع ہو پڑا۔ مصرع در نہ از آہ جگر پردہ عالم بدرم پڑ حشر کا ہاتھ زمین پر دے پٹکا۔ اور آنکھ جہان سے بند کر لی۔

مصرع گوارا با وجہ موصول اورا۔

یاد شیخ اولیا

آپ شیخ سراج کے بیٹے ہیں۔ دنیا سے محبت۔ آپ کی عادت تھی۔ مالی زہری کو درم سمجھتے تھے۔ اور سخاوت کے سبب مال و منال کو لاغر رکھتے تھے۔ اور جو شے ہاتھ پڑ جاتی تھی۔ وہ حاجتمندوں کو دیدیا کرتے تھے۔ گردش زمانہ آپ کو کابی سے مجین میں لے آئی۔ خاندان اور فرزند پیدا ہو گئے۔ ستر سال کی عمر میں

سفر حجاز کی توفیق ہوئی۔ اہل سودگان خاک مکہ کے ساتھ ہم خواب ہوئے۔ اپنے تین ارسل کے چوڑے شیخ قطب شاہ
 شیخ مودود۔ اور شیخ نظام۔ درمیانی صاحب زادہ کو ظاہری فضیلت اور معنوی سعادت حاصل ہو
 حاجی الحرمین ہیں۔ شیخ علی متقی کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں التزام کر کے۔ حدیث کی تفہیم کی۔
 اہل متقین بانی۔ خدا کرے عمر دناز ہو۔ مصرع بادشاہ و صفت گراہی بنام او۔ لکھا کہ۔

ہر روز یاد شیخ احمد ابن شیخ جلال جانی پانی

آپ شیخ محمود کبڑے بہائی۔ اور شیخ صدر الدین ذاکر کے مرید ہیں۔ کلام ربانی مسلسل مع معانی حفظ کیا
 جب آپ تلاوت کیا کرتے تھے۔ تو سننے والوں کو ہوش نہیں رہتا تھا۔ اور متانہ سماع کرنے لگتے تھے۔ آپ کے
 چوڑے بہائی (شیخ محمود) منڈو (مانڈ) میں تھے۔ اتفاقاً دونوں طرف شوق دیدار کا هجوم ہوا۔ اور دونوں طرف
 طاقت مضبوط نہیں رہی۔ ایک بار لگی منڈوی بہائی بغیر گجرات اور گجراتی بہائی بارادہ منڈو سفر کو نکل کھڑے ہوئے
 چونکہ آنے والے اور جانے والے کا راستہ جدا گانہ واقع ہوا۔ اس وجہ سے اس جگہ والے اس جگہ جا پہنچے۔ اور
 اس جگہ والے اس جگہ آ پہنچے۔ کمال منت اور خدمت کر کے گجراتی بہائی کو جلدی لوٹ جانے سے ایک مہینے
 تک باز رکھا غوثی اس لطیفہ کو اپنی ازلی سعادت کا تم کرشمہ جانو۔ اور سمجھو۔ کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے
 ہمتا را خالی رہنا پسند نہیں کیا۔ ایک کو بیان سے روانہ کرو یا۔ تو دوسرے کو بیان ہیج دیا۔ تاکہ کمالات کی تحصیل
 میں تم بیکار نہ رہو۔ المقصد ایک ہلالی دور کے بعد محمود والی عاقبت گجرات سے لوٹ کر آئے۔ اور دونوں بہائیوں
 نے ایک دوسرے کا دیدار دیکھ کر۔ ایزدی شکر ادا کیا چند روز بعد شیخ احمد کو اس سال کی بیماری ہوئی۔ حتیٰ کہ
 تربیت کی اُمید کو موت کا ڈر پامال کئے دیتا تھا۔ اس دشمنین شیخ شمس الدین زندہ دل شیرازی کو الیاس سے
 مراجعت کر کے منڈو میں آ پہنچے۔ یہ شیخ شمس الدین غوث الاولیا کے درگ خلیفہ ہیں۔ اور بیجا پور دکن
 میں مکان بنایا ہے۔ ان کے قدم کی برکت سے بیمار کو کسی قدر آفاقہ ہوا شیخ شمس الدین نے فرمایا۔ محمود۔
 اب بہائی احمد کو ان کے فرزندوں میں پہنچا دینا چاہیے۔ میں بھی اپنی راہ مقصد چھوڑ کر ان کا راہبر اور ہمتا ہوں
 سفر کا رفیق ہوں۔ چونکہ اس سال میں غوث الاولیا کے باطن سے اجازت لے لی ہے۔ کہ اب نے اور جانے
 محکو پیری باندکتی ہے۔ یہ زیارت۔ حدیث کی آخرین زیارت ہے۔ اور بہت روز ہوئے ہیں کہ بہائی شیخ
 صدر الدین فکر سے نہیں ملا ہوں۔ اور شیخ وجیہ الدین حلوی کو بھی نہیں دیکھا ہے۔ عمر پوری ہو۔ بے کراہی نہ
 مندا اس بہانہ سے گجرات جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو باہم وداع کر لیں۔ تینوں عزیز ملاقات

گجرات ہوئے۔ لیکن شیخ احمد کو کامل تندرستی کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ دو سال کے اندر کسی قدر بیماری جسم میں باقی رہ ہی گئی۔ یہاں تک کہ آپ موت کی خطرناک منزل سے۔ دائمی زندگی کے ایمن آباد شہر کو ہجری سنہ نو سو اٹھاسی میں روانہ ہو گئے۔ خوابگاہ بردورہ (ہڑورہ)

یاد شیخ زکریا

آپ شیخ عبدالرزاق جنہا نوی کے مرید ہیں۔ لوزانی باطن۔ اور روحانی شکل تھی۔ ہجری سنہ نو سو چوبیس میں دہلی سے صوبہ مالوہ کا عزم کر کے چلے۔ جب قصبہ دہر میں درود ہوا۔ تو بیان کی ہما کی لطافت۔ لوگوں کی ملنساری۔ اور عارف و قس شیخ معروف سعد اللہ کی صحبت آپ کی دامنگیر ہوئی۔ شیخ صدر جہان کہتے ہیں جب آغاز سلوک میں مجھ کو صرف ایک کرشمہ دکھا کر فیض کا دروازہ بند کر لیا۔ تو مجھ کو ایک عجب انقباض پیدا ہو گیا۔ جس کے بعد انبساط کی کوئی صورت تھی ہی نہیں۔ القصہ مجدد کے رند جامع سید میں آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا۔ آنحضری فریاد بتلی معلوم کر لی۔ ازراہ مہربانی۔ انقباض طبیعت میں کسی قدر کشائش فرمائی۔ اور کہا۔ تم گین نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ معشوقی مذہب کا ڈھنگ اس طرح پر ہے۔ کہ اولاً ایک جہلک دکھا کر ہی مبتلا کو نرہ چکھا دیتے ہیں۔ اور پھر بے نیازی کر کے اس کے سینہ میں شوق کی پورش کرتے ہیں۔ اس وقت میں عاشق زبان حال سے یہ گاتا ہے بیت۔

اکنون کنارہ گرفتگی جو کار خود کردی

بیک کرشمہ دلم را شکار خود کردی

آپ کی اس منان دانی اور دل دہی پر میں سلوک سے باز نہیں رہا۔ اور پہلے سے زیادہ گرم ہو گیا۔ کہتے ہیں تمام عمر محمد در ہے۔ البتہ پیری کے زمانہ میں ایک مرید نے ایک کینہ پیش کی تھی۔ اس کو چند روز خدمت میں رکھا تھا ہجری سنہ نو سو اٹھاسی میں آپ بہشت نشینوں کے ہم نشین ہوئے۔ خوابگاہ دہر ہے مولانا غیاث کی تربت کے پہلو میں۔ مصرع بہشت جاودان ماواے اویاد۔

یاد شیخ صدر الدین ذاکر

آپ شیخ شمس کے بیٹے ہیں۔ اور تلم محمد ہے۔ زاد بوم جانیانیر۔ اور خوابگاہ بردورہ (ہڑورہ) آپ کے آبائے کرام سوداگری کے ذریعے گزراوقات کیا کرتے تھے پچیس سال کی عمر تھی۔ کہ آپ کو ترک اور تجرید کی توفیق ہوئی۔ ہجری سنہ نو سو باون تھا۔ کہ قطب الاقطاب غوث الاولیاء کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہوئے اور ہمیشہ ملازمت میں رہنا اختیار کیا۔ جب آپ کے پیر بزرگوار نے گجرات سے گوالیار کی معاودت فرمائی

تو آپ ہمراہ گئے۔ اور وہاں پر جو ہر قسم کو تمام و کمال عمل میں لائے۔ نفس کے ساتھ جنگ کر کے۔ تقویٰ کو
 لڑائی میں غلبہ دیا۔ اور نفس فرجام کو ہموار اور فرمان بردار بنایا۔ بعد خلافت کا فرقہ۔ اور تمام مشہور سلسلوں
 کا اجازت نامہ حاصل کر کے اپنے وطن میں رہنے کی اجازت لی۔ علی بن اقیاس تین دفعہ گجرات سے گویا
 کو گئے اور آئے۔ ایک بار پیر کی حیات میں اور دوبار پیر کی رحلت کے بعد قدس سرہ ہر دفعہ کی بازگشت
 میں منڈو (مانڈو) پر ہو کر گزارا کرتا تھا۔ پچھلی مرتبہ کم و بیش ایک سال رہ کر چلے گئے تھے۔ اور بہت سے
 صاحب استعداد منڈو والوں کو اپنی بیعت اور تلقین کے حلقہ میں لا کر عرفانی اور وجدانی کمالات کو
 پہنچایا تھا۔ بعد اُن کے شیخ امام السابین شیخ کمال الدین کا پوی ہین۔ جو پھر گاران جہان کے سرگروہ تھے۔ نیز شیخ
 عثمان ابن لاون قرشی۔ نیز سر دفتر مستوکلان زماہ شیخ کنہ مجرہ۔ جو بہت مدت تک شاہ میان جی مجذوب کے رفیق
 میں مجرہ کے اندر رہے۔ نیز شیخ جمال بن شیخ بکھاری۔ اور ماتم گلزار کی عمر ہی اُس وقت میں پندرہ سال تھی۔ میں نے
 آپ کی ملازمت میں اہل زمانہ کے اسباب تعارف سے ہاتھ دھو کر بالکل بیکاروں کا سا طریقہ اختیار کر لیا تھا جب
 آپ اپنے وطن کو تشریف لے گئے۔ تو خلفائے میں سے شیخ محمود ابن جلال کو بیان والوں کی پرورش اور رہنمائی
 کے واسطے قیام کی اجازت ہوئی۔ شیخ محمود سلوک اور قصوت کی منزل میں طے کرنے میں رنگارنگ روزگار تھے۔ تمام
 گجرات آپ کے خلفاء اور مریدوں سے بہرا ہوا ہے۔ چند اشخاص کے حالات یادداشت میں لکھوں گا۔ جو
 صحیح صحیح معلوم ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز۔

القصد آپ کی نظر میں کیسی اثر۔ اور بات میں مقبولیت کی تاثیر تھی۔ آپ کا باطن شوق اور دل سے
 لبریز اور ظاہر اتنا ہر پرستش سے آراستہ تھا۔ آپ کے کرنے کے کام اتنے زیادہ تھے کہ رات دن میں بیکار ایک
 سانس ہی نہیں گزرتا تھا آپ کی ریاضت داخل سلسلہ ہونے کے اولین روز سے واپسین نفس تک دم بدم
 زیادہ ہی ہوتی جاتی تھی۔ بعد اُن آپ کا جس قدر زیادہ ہوا۔ اسی قدر خاموشی بڑھتی چلی گئی۔ خوشی خاموش ہو
 آپ کی تعریف انجام پذیر نہیں ہے۔ آگے چلو۔ تا کہ بات ختم ہو۔ بالآخر جانپانیر کے ویران ہونے کے بعد آپ نے
 گمراہ خانقاہ۔ برودہ (بہدہ) میں بنالی۔ جو جانپانیر سے تین منزل دور ہے۔ آپ بہت سے ارباب بصیرت
 کے پیشوا ہوئے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو نو اسی میں۔ حقیقی وصال کی تاشا گاہ کو رخصت ہو گئے۔

معراج در بیان بے اوندادہ صمد شجری رونقے۔

کی تجلیات کے زہین تارون سے بُنا ہے۔ بغل میں مابلی۔ اور حضور رحمت کو روانہ ہو گئے۔ سلطان شوگ
غوری کے گنبد کے باہر جو صحن ہے۔ اس میں آپ کی قبر تیار ہوئی۔ مصرع سیرگاہش گلشن دیدار باد۔

یا دمولانا روح الدین

آپ کی زاد بوم لار۔ اور خواجگاہ برہان پور خانہ سیس ہے۔ مولانا عطاء دھاری کی بہن کے بیٹے ہیں۔ لار سے
براہ ہرز آئے۔ اور دکن کے بندروں میں سے کسی ایک بندر میں قلمہ فرمایا۔ احمد نگر کا فرمان روا برہان نظام الملک
تھا۔ اُس نے شائستگی کے ساتھ آپ کو نہیں لیا۔ لہذا آپ نے وہاں سے برہان پور کا غم کیا۔ بیان کے سپہ سالار
نے نہایت دلی توجہ سے آپ کی آؤ بگت کی۔ اولاً آپ کے واسطے گمراہ مدرسہ قرار دیا۔ پھر چند روز بعد حاکم
صوبہ نے کمال آندو۔ اور عاجزی کے ساتھ آپ کو اپنے علاقہ کا قاضی القضاۃ بنایا۔ آپ کئی برس تک
عقلی و نقلی علوم کا درس دیتے رہے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی ملازمت سے فضیلتیں حاصل کیں۔

مصرع ادع روحش درو کا اعلیٰ بدان

یا دشیخ حسن محمد

آپ شیخ محمد الدین محمد نگر کی بہن کے بیٹے ہیں۔ زاد بوم اور خواجگاہ دونوں جانا پیر میں ہیں۔ توکل اور
تسلیم نے آپ کے باطن میں گہر بنالیا تھا۔ گڈی اور میرا بہن کو اپنی درویشی کا نشان نہیں سمجھا۔ آپ قبا وغیرہ
لباس پہنا کرتے تھے۔ جس سے فقر کا چہرہ چھپ جاتا تھا۔ احوال کے چھپانے میں آپ اس قدر کوشش کرتے
تھے کہ برسوں تک دوستان محرم کو آپ کی اتنی دستی اورفاقہ کشی پر اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ جب آپ کے قطع اسباب
کی حقیقت ظاہر ہو گئی تو ایک روز آپ کے ماموں نے آپ سے کہا۔ کن ظاہری اسباب کو ہاتھ لگانا۔ کچھ حقیقی قفل
کے منافی نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ اسباب متعارفہ سے جو توسل قطع کیا گیا ہے۔۔۔ توکل کی راہ سے
نہیں ہے۔ بلکہ ہمت کے سامنے دنیا اور مافیہا کی حیثیت دور میں نظر میں ایک رانی کے دانہ سے بھی کم
معلوم ہوتی ہے۔ اور بے شمار شرکاء اس میں دل الجھا کر تلاش میں پڑے ہوئے ہیں۔ ناچار غیرت اور شرم
نے مجھ کو اس بات پر مجبور کیا کہ اپنے تئیں چند فرمان برداران ہوس کا شریک نہ بناؤں۔ اور ممتاز حیثیت
سے زندگی بسر کروں بیت

بائشکے شریک شدن ہست خردانی

در غروے کنیت و ہنیش یکے ست

مصرع درستان را باو مدنی شمرکہ از ہمتش

یا مولانا عبد الجلیل جونپوری

آپ عزیز الحق کے خلیفہ ہیں۔ صاحب فضیلت اہل کمال ریاضت خواہ۔ اور باعزت تھے۔ کتب
مستداولہ محققانہ دس دیا کرتے تھے۔ اکثر گزشتہ کارندہ رکھا کرتے تھے۔ جب وجہ ہوتا تھا۔ یارقت ہوتی تھی
تو فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ میں شانہ میرے اور اعلیٰ مسائل کی صورت میں تجلی فرماتا ہے۔ ہجری سنہ
نوسو اسی میں مجاز کے مبارک سفر کا عزم کیا تھا۔ ناگاہ آپ کے پیر کی خانقاہ میں بے باک بد معاشرتوں کی
ایک جماعت گستاخی، آپ کو شہید کر دیا۔ اسی جگہ قبر بنائی گئی۔ مصرع

شہید غنیمت سلیم حبیب الدان ولید

یا شیخ حسن پور شیخ عبد اللہ قریشی

آپ کی زانو بوم اور خواب گاہ دونوں کالپی میں ہیں۔ شیخ برہان الصمدی کمرہ میں فارسی شعر کا مذاق اور
نظم کا رنگ قدیمانہ تھا۔ رسمی علوم سنجیدگی کے ساتھ تحصیل کئے تھے۔ گروہ وحدت کی اصطلاح پر عقائد
گفت و گو کیا کرتے تھے۔ اور نہ کرتے تھے۔ سماع کی مجلس میں کم تر جلیا کرتے تھے۔ اور جو بہلا مستقام ہوتی تھی
اس میں ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے۔ ملک اشتر شیخ ابو فیض فیضی فیاضی نے آپ کی جلست کا سال کر فیضی
پناہی سے نکالا ہے۔ جو بھی سنہ نو سو بیس ہے مصرع باور زول ابو بقیام وجدان +

یا دراجی سید مصطفیٰ

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید مبارک ابن سید محمود ابن سید نور ابن سید عامر شاہ ہے۔ اور سید عامر شاہ
شیخ حسام الدین مالک پوری کے بڑے خلیفہ تھے۔ آپ کے کردار و شانہ اخلاق اور صوفیانہ اطوار تھے۔ آپ کی
طبیعت۔ ناموافق چیزوں کی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی کمال ظریفانہ طور پر بسر کیا کرتے تھے۔ بیرونی
دائیزگی۔ اور اندرونی صفائی۔ آپ کے خمیر میں دخل تھی۔ سرد اور سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ لیکن
ہر ایک فخر پر آپ کا دل بے قابو نہیں ہوتا تھا۔ جب تک گانے نہ لگے۔ اور بجائے والا۔ ایسے کامل ہنر سے
اور اس میں نہیں جوتا تھا۔ جو عالم موسیقی میں دیکھا ہے۔ تب تک آپ کو نہ وجد اور رقت کی حالت پیدا ہوتی تھی۔ اور
نہ عقید کی پستی سے اطلاق کے اوج کو پہنچتے تھے۔ اس صورت میں آپ کا معنوی سکر طول کشی جاتا تھا۔
غوث الاولیاء کی خدمت میں دامادی کی نسبت تھی۔ اور قطب الاقطاب کی لڑکی سے کئی فرزند ہیں۔ منجملہ
ان کے ایک راجہ سید محمد ہیں۔ جو اپنے بزرگوار آپ کے جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سب کی

اجداد کے کمالات پر پہنچا دے۔ جب ہجری سنہ نو سو چھاسی میں عرشِ ہاشمی اکبر شاہ کا لشکر دہلی آمد آگرہ سے مالوہ کی طرف کوچ کر کے آیا۔ تو تمام مشائخ۔ فقرا۔ فضلا۔ قضا۔ اور شعرا لشکر کے ہمراہ تھے۔ راقمِ برگوں کی ملازمت کا تشنہ ہی ہے۔ جب یہ خبر سنی۔ تو بیتاب ہو کر گرین نہ بیٹھ سکا۔ جو بزرگانِ شہر۔ شیخ کے واسطے روانہ ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ میں ہی عزیمت کیا۔ اس سلسلہ میں راجہ سید مصطفیٰ کے دیدار سے ظاہری اور باطنی آنکھیں منور ہوئیں۔ اور انہیاتِ والوں کی بزرگ انجمن میں۔ بارہا شامل ہوا یہ انجمن ایسی با نفیس جمیں۔ کہ ایک چلہ ریاضت کا فیضان ہر ایک مجلس میں شرکاء مجلس پر شمار ہوتا تھا۔ بالخصوص اس مجمع میں جو شیخ ضیاء اللہ ابن غوث الدلیا قدس اللہ اسرارہم کے خیمہ میں فراہم ہوتا تھا۔ ہر ایک طرف سے الحوصلہ الحوصلہ کی آواز اور الاستعداد۔ الاستعداد کی زیادہ۔ بلند ہوتی تھی۔ وہ شخص عجب سعادت مند ہوش ہے۔ جس کی طلب کا پیالہ اس وعدت کی شراب سے مالا مال ہو جاوے۔

یاد شیخ شمس الدین

آپ کا لقب اور تخلص زندہ دل تھا۔ اور آپ خیرازی ہیں۔ مرقہ آپ کا بیجا پور دکن میں ہے۔ کسی قدر حالات آپ کے اس طرح پھرین چودہ سال کی عمر تھی۔ کہ اپنے علوم متداولہ تحصیل کر کے تفسیرِ بیضاوی شریف پر حاشیہ لکھا تھا۔ فرماںِ روایانِ پارس کی نسل سے ہیں۔ جب سلطنتِ بنیِ اعمام (چچا زاد بھائیوں) کے ہاتھ میں پہنچی۔ تو آپ کے ساتھ بد اخلاقی اور کد نظری کا برتاؤ ہوا آپ کی والدہ ماجدہ نے فرزند کی سلامتی کے واسطے یہ لائے قائم کی۔ کہ تم کو اس ملک سے سفر کر جانے کے سوا۔ چارہ نہیں ہے۔ جب حکومتِ زمین ہی نہیں رہی۔ تو وہ سے پیشین کے ساتھ توسل اختیار کرنے سے روٹنی چھی ہے۔ آپ نے مان کا فرمانا قبول کیا۔ مادرِ مہربان نے وقتِ روحانی و نصیحتوں کو آپ کی راہ کا توشہ بنایا (اول یہ) کہ اپنے دست بیعت سے ایسے بزرگ کا دامن نہ چھو جو زمانہ کا قطب اور نیز غوث ہو (دوسرے یہ) کہ جب تک زندہ رہو۔ اس ملک میں واپس آنے کی خواہش نہ کرنا اپنے والد کی رائے کے بموجب قلندری لباس میں آکر۔ عراقِ عرب کے راستے سے ہر ایک شہر میں گور کیا۔ اس سیر و سیاحت کے سلسلہ میں جہان کین ہوئے۔ پیر کی تلاش میں چوڑی۔ لیکن تقدیر نے آپ کی خاطر میں یہ بات نہیں آنے دی۔ کہ کسی بزرگ کے آئے سامنے ہو کر بیعت ہو جاوے۔ بیان سے آپ جزیرہ دیو میں آئے۔ وہاں پر ایک درویش صاحبِ ملاقات ہوئی۔ جن کا دیدار دیکھ کر ایک قسم کا انجذاب پیدا ہوا۔ لہذا

آپ چندضان کی صحبت میں رہ کر آزمائش دل کے رہ پے رہے۔ اس شائع خبر ملی۔ کہ شیخ محمد فاضل
 قدس سرہ جو ان مددیش صاحب کے پیروں۔ گویا رکی طرے سے ہجرت فرما کر احمد آباد میں آئے ہیں
 اور میدان میں سب سے سبقت لے گئے ہیں۔ آپ نے یہ الہامی پیام شکر۔ خوشی کے ساتھ انکھوں سے احمد آباد
 کا راستہ طے کیا۔ اور خانقاہ کا پتہ لگا کر حاضر دیار ہوئے۔ ایک اخروٹ ہاتھ میں لیکر قلندرانہ سامنے گئے
 محفل اور خواہش جس قدر بھی تھی۔ تمام دکال ایک ہی دیدار کے نذر ہو گئی۔ خیالات اور سوالات جو ضمیر میں
 پھر رہے تھے سب فراموش ہو گئے۔ اس عالم بیوشی میں قطب الاقطاب نے آپ کا ہاتھ مع اخروٹ کے
 پکڑ لیا۔ اور فرمایا۔ تم میرے مرید ہوئے۔ آپ نے جواب دیا۔ مان بالآخر۔ چند سال خدمت اور ریاضت کی بدولت
 اپنے اخلاق اور اوصاف کی تہذیب و تبدیل کر کے مالک ہر دو عالم ہو گئے۔ باشندگان صوبہ دکن کی رہنمائی
 کی اجازت ملی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ جب میں مالوہ سے چلا تھا۔ تو کئی سیرگیہ بن و بنیل میں رہ گئے تھے۔
 جب بیجاپور میں پہنچا۔ تو آبادی سے پانچ کوس دور ایک خوش ہوا ٹیلہ تھا۔ وہاں پر رہنے کا ٹکانا کر لیا۔ اور
 وہ باقی ماندہ گیہون بندی کے دامن میں بکیر دئے۔ ہر سال آگ آتے تھے۔ میں بقدر صرفہ اٹھالیا کرتا
 تھا۔ اور باقی ماندہ زمین پر گر بڑتے تھے۔ پھر فصل پراگ آتے تھے۔ اسی طرح ہلکے جڑا جب گزرا وقت
 کے لائق قوت اس طور پر مقرر ہو گئی۔ تو میں کسی سے کچھ نہیں لیتا تھا۔ اور باوجودیکہ تمام مشہور خانوادوں
 میں مجھ کو جازت تھی۔ لیکن جب تک پیر نے اپنی صورت ظاہر بینوں کی آنکھ سے نہیں چھپائی۔ کبھی مرید
 کرنے کا خیال ہی نہیں ہوا۔ بعد میں شیخ عبدالغفور نام ایک جوان صاحب استعدادتے۔ ان کو اپنی
 خدمت میں قبول کیا۔ اور نیز ان کی تربیت میں ہمت بھی کام میں لائے۔ شیخ عبدالغفور کو اپنے
 مکان میں چھوڑ کر۔ ایک سال درمیان آپ اپنے پیر کے روضہ کی زیارت کو گیا۔ جابجا کرتے تھے۔
 اور جانے میں اور آئے میں دونوں دفعہ مشد (مانڈو) پر سے گزرا کرتے تھے اور راقم کے محل میں اتر کر تے
 تھے۔ راقم علم تکسیر اور جفر جامع میں آپ کا شاگرد ہے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ ایزدی اسرار کے ہنگامہ میں
 عجب رونق آتی تھی۔ ہجری سنہ نو سو چالیس میں زیارت کرنا چھوڑ کر مین سال تک اپنے مکان میں حق
 پرستی کرتے رہے۔ پھر ہجری سنہ نو سو نوے میں اخروی سفر پیش آگیا۔ وہی مرید شیخ عبدالغفور تکبیر میں
 پیر بزرگوار کا طریقتہ جاری رکھتے ہیں۔ خدا اور زیادہ توفیق دیوے۔ مصرع

زندہ دل رفت دیروزندہ دلی و

یاد شیخ عبدالوہاب افغان

آپ شیخ فضل احمد ابن حسین ملتان بشتی کے مریدین۔ خواجگاہ اندرا دہم دونوں سنڈھ میں ہیں
 جہاں پہاڑی تھے۔ یکایک آہی جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور اس کی جہاد نے آپ کے باطن کو امانیت کے غر میں نکال دیا
 سے جہاد پر مار کر پاک و صاف کر دیا۔ اپنی وضع اور طرز چوڑی اس خیال سے کہ برہمن معنی مردانگی نہیں ہے
 اور بظاہر عورت ہی نہیں ہوں۔ پس بہتر ہے کہ اپنے تین عورت اور مرد دونوں کو لباس اور زیور میں تقسیم کر دے
 اس مینا و پہاڑ پہنے نصف حصہ جسم کو زمانہ لباس اور زیور سے آراستہ رکھتے تھے۔ اور دوسرے نصف
 حصہ کو جہاد لباس اور دشمن رکھتے تھے۔ مدتوں تک اسی طرز کے ساتھ بسر کی۔ بالآخر جب جذبہ کا
 جوش فرو ہوا۔ گدڑی پر کرسی و سلوک میں داخل ہوئے۔ کشود کار کی شعا میں آپ کی پیشانی سے نمایاں
 تین۔ کسی آدمی سے تمام فقر کے اوقات میں فتوحات کے طور پر کچھ نہیں لیا۔ لیکن لکڑیوں کا گٹھ
 جنگل سے لاکر بازار میں بیچ آیا کرتے تھے۔ اس کی قیمت کے قین حصہ کرتے تھے۔ ایک حصہ عیال پر صرف
 کیا کرتے تھے۔ دوسرے حصہ اپنی خود ایک خرچ میں رکھا کرتے تھے۔ اور تیسرا حصہ بیچاروں اور یتیموں کو تقسیم کر دیا
 کرتے تھے۔ جس طریقہ سے وہ معاشرہ ہم پہنچا یا کرتے تھے۔ اور کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو نوے میں اپنا
 ظاہری چہرہ عالم خاکی سے چھپا کر دھانیوں کی بزم میں جا کھولا۔

یاد شیخ مستور

آپ شیخ نور الدین قاضی معز الدین ابن قاضی الدواد۔ ابن قاضی محمد شرعی کے فرزند ہیں۔ قلعہ
 گروہ میں سے ہیں۔ آپ کے چوتھے باپ کا وطن زمین توران میں تھا۔ ان کو حادثات زمانہ سے دیوانی
 نے آگیر۔ ناچار ہند کی طرف آنے کا اتفاق ہوا۔ سرکار میوات میں ایک قصبہ جبرائت نامی ہے۔ صاحب
 موصوف میر کنان۔ اس قصبہ میں آ پہنچے۔ اور رسمی علم کی تحصیل پر دل ہٹا دیئے۔ بالآخر انہیں اطراف
 کے کہستان میں کہیں گشت اختیار کر لیا۔ اور اندرونی آلائش اور بیرونی لوث کی شست و شو میں مصروف
 ہوئے۔ چند روز قین گروہ نے پائے تھے۔ کہ اس ملک کے چھوٹوں بڑوں کی انگلیاں قاضی محمد کی طرف
 اٹھنے لگیں۔ اور نیک کرداری میں نامور ہوئے۔ اتنے میں قاضی قصبہ کی قضا لگئی۔ گاؤں کے مقدمہ اور
 نیز دیگر بڑے بڑے لوگوں کے ذہن نشین یہ بات ہوئی۔ کہ قصبہ کے قفسیوں کے تصفیہ کا اختیار قاضی محمد
 کے قبضہ اقتدار میں دیا جاوے۔ اس تجویز پر سب کا تردد اور داد ہو کر قاضی محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور

اس قرار داد کے متعلق گزارش حکومت اور حاجت کے ساتھ شامل کر کے بہت کچھ کوشش کی۔ مگر قبولیت کا جواب نہیں ملا۔ بائیں بہت مدت تک اس گفت و گو کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ بیان کیا کہ ایک مات عالم مثال میں حضور خاتم النبوة علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ محمد۔ تہادی نشست شریعت کی سند ہازل میں پسند کی گئی۔ اور شرعی لقب عنایت ہوا ہے۔ اس سبب قاضی محمد شرعی کر کے شہرت ہوئی۔ جب ایسا واقعہ پیش آیا۔ تو مجبور ہو کر اس بزرگ منصب کا بار اٹھانا قبول کیا۔ وہ فرزندِ دین تکسبیک کے بعد دس برس مبارک سند پر جانشین ہوتے رہے۔

جب شیخ منور کی باری آئی۔ تو منصب قضا اختیار کرنے سے پہلے۔ الہی جذبہ نے آپ کی ہستی کو سر سے بانوں تک ایسا جکڑ بند کیا۔ کہ وطن سے نکل کر رہنمائی کی جستجو میں پائے تلاش آبدانک ہوا۔ وہاں کہیں کسی درویش کا نام سنا۔ ضرور ملازمت میں پہنچ کر فیض حاصل کیا۔ کتھن۔ ایک مات عالم خواب میں ایک دلکش میدان کے اندر ایک مزار نظر آیا۔ چاہتے تھے۔ کہ اس عہدین خاک کو بوسہ دین۔ یکایک اس قبر کے اندر سے ایک ہاتھ نکلا۔ آپ نے مریدوں کے طریقہ پر مصافحہ کیا۔ اور مجاہدین سے دریافت کیا کہ یہ قبر کن خدا شناس بزرگ کی ہے۔ جواب پایا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی۔ یہ خوشخبری پا کر دل باغ باغ ہوا۔ صبح ہوتے ہی شادان اور فرحان ناگور کی طرف چل نکلے۔ بیان پر خواجہ خانوں کی خدمت میں آپ کو فیض بہایت حاصل ہوا۔ پہلا ہی دیدار کرنے پائے تھے۔ کہ تن تمام دکاناں دل ہو کر گرویدہ، عقائد ہوا اور ارادہ بیعت خاطرین استحکام کے ساتھ جما۔ ہنوز اس صمم عزم کو خانہ خیال سے میدان گفتار میں نہیں لائے تھے۔ کہ ضمیر شناس خواجہ نے فرمایا۔ منور۔ میں نے تم کو اپنی بیعت کے فروغ سے درجہ سعادت دیا۔ زیادہ تر تعجب کی بات ہے۔ کہ صرف اسی قدر بیان پر اکتفا کر کے بیعت کے طور پر خواجہ نے اپنے نہیں پکڑا۔ اور فرمایا۔ تم پیشتر ہی دوست بوسی کی دولت سے کامیاب ہو چکے ہو۔ عالم خواب کا واقعہ یاد کر کے۔ اور زیادہ اعتقاد بڑھا۔ کیا سفر میں اور کیا حضر میں اپنے بہت مدت پیر کی ملازمت میں گورانی اور ناگور سے ساتھ ہو کر چندیری میں۔ اور چندیری سے گوالیار میں آئے۔ پیر نے چند روز بعد گوالیار میں فرقہ خلافت آپ کو عطا فرمایا۔ اور اپنے ہمراہ آپ کو آگرہ میں لے گئے۔ اور جگہ دکھائی۔ کہ اس جگہ اپنا مکین بنالو چنانچہ حسب ارشاد و رشد۔ واپسین سفر تک کہ تاریخ ستائیسویں ذی قعدہ ہجری سنہ نو سو نو سے تھا۔ اسی قیام کی زمین میں رہے جب تک جئے۔ اور اسی میں مر گئے۔

کتے ہیں شیخ جنید ابن شیح نبھا، الدین مفتی۔ ایک روز ادبہم خان کو شیخ منہر کی خدمت میں لے کر آئے۔ ادبہم خان دیکھ کر اڑا۔ جب عرض کیا گیا۔ کہ فلان خان کٹر ہے۔ فرمایا۔ کیوں نہیں بیٹتا ہے۔ اُسے مذہبیش کی۔ آپ نے قبول نہیں فرمائی۔ اور فرمایا۔ شہر میں جو لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ ان کو تقسیم کر دو۔ اس کے بعد ادبہم خان نے دعا کے واسطے عرض کیا۔ تو آپ خاموش ہو رہے۔ آنے والا پریشان حالی کے ساتھ خدمت سے اُٹھا۔ جب ہم نشینوں نے دعا نہ کرنے کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کے سر میں فرمانِ رمان کی آرزو بہری ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کے تن پر سر نہیں ہے۔ پرمہمت کیونکہ امداد کرے کتے ہیں انہیں یا مہین اٹکھ خان نے اُس کو قلعہ آگرہ کے اوپر سے ڈال کر نیستی کے مکان کو روانہ کر دیا۔

یاد شیخ یوسف بنگالی رحمہ اللہ

ترطاسی علوم کے واسطے آپ کا دل۔ کتابوں کا صندوق تھا۔ اور آپ کی زبان مجلہ کتابوں کی دکان تھی۔ آپ نے آغاز جوانی میں عربی علم کی تحصیل کے واسطے اپنی نادبوم سے غربت اختیار کی تھی۔ مہربان تعلیم دہندہ اُستاد کی تلاش میں ایک شہر سے دوسرے شہر کو۔ اور ایک دیہے سے دوسرے دیہے کو چلے پہرے۔ بالآخر ازل ہدایت نے آپ کو احمد آباد گجرات میں خدیو نشا تین قطب دار علی بن شیخ وجیہ الدین احمد علوی کی ملازمت میں پہنچایا۔ جب تمام قلبی اور عقلی فنون کو تحصیل کر لیا۔ تو شیخ علوی کی خدمت سے برہان پور کی اجازت ملی۔ آپ نے اُس جگہ پہنچ کر شیخ سالم کی ہمسائیگی میں گوشہ اختیار کیا۔ علم طب میں شیخ سالم کے بیان کو جابینو سی حکم اور نفس کو مسیحائی حکم حاصل تھا۔ چند روز بعد شیخ سالم نے اپنی لڑکی آپ کو دیدی۔ گہرا سلامان دونوں ہم بیونج گئے۔ بہت مدت تک آپ نے درس دیا۔ لیکن تصوف کی تعلیم سے ہمیشہ احتراز کیا کرتے تھے اور اگر کوئی آرزو مند منہد کر بیٹتا تھا۔ تو آپ اُس کو حقیقت آگاہ شیخ طاہر یوسف سندھی کے درس میں ہیج دیا کرتے تھے۔ مسیح القلوب۔ بعض علوم میں۔ اور دریاے فضیلت و کمال شیخ پیر محمد حلیم۔ اکثر علوم میں آپ کے شاگرد ہیں شیخ پیر محمد حلیم۔ آج کے روز اس درجہ کے آدمی ہیں۔ کہ چوٹے بڑے۔ اہل مسافر و مقیم ان کے درس سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ ایک روز شیخ یوسف کے داماد شیخ سکرمی نے جو حکیم عثمان بوبکان کے شاگرد ہیں۔ مسیح القلوب کی خدمت میں عرض کیا۔ میرے خسر نے واپس سفر کے وقت وصیت کی تھی۔ کہ میرے فرزندوں کو جقائق شارح حقیقت آگاہ شیخ طاہر ابن یوسف کے درس میں تیرا جاکر دین حرمت پڑھ لینا چاہئے۔ اس پڑھنے کی برکت کا آخر میں ظاہر ہوگا۔ اب آپ کے دو فرزند عبد اللہ اور عبد الرحمن نے چونکہ پدر بزرگوار کی وصیت پر عمل کیا۔

اس واسطے اُن کو علم - نفسیات - حق شناسی - اور خدا پرستی یہ جملہ صفات حاصل ہو گئے ہین۔ یوسفی خواب گاہ
مصر برہانپور میں ہے۔ مصحح علومش رہنمائے عین حق باد۔

یاد شیخ ابراہیم قاری شطاری

آپ کی زاد بوم سندھ ہے شیخ شکر محمد عارف کے مرید ہین۔ آپ کے افعال کا دامن رعونت کی گرو سے
غبار آلودہ نہیں ہوا تھا۔ اور آپ کے مراقبہ کا گریبان خود فردوسی کے تکریم سے خالی تھا۔ آپ کئی نوع کے
خطوط استادانہ لکنا جانتے تھے۔ علم قرآن میں اہل زمانہ کو جبرئیلی لہجہ سکھایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے پیر اور
سیح القلوب دونوں تجوید قرآنی میں آپ کے شاگرد ہین۔ آپ کے پیر نے چند روز فتوحات کی آمد اپنے اچر
حرام کر لی تھی۔ آپ پچیس سال تک لکھڑیان جنگل سے لاکر فروخت کرتے رہے۔ اور اُس کی قیمت جو کچھ آتی تھی
وہ خوراک پیر میں صرف ہوا کرتی تھی۔ القصد جب آپ نے اپنے پیر کے ہمراہ احمد آباد میں غوث الاولیاء
قدس سرہ کی ملازمت کی۔ تو غوث الاولیاء نے بہت کچھ توجہ فرما کر آپ کو نماز میں اپنا امام بنایا۔ اس
کے بعد آپ نے گیارہ سال تک خاص غوث الاولیاء کی امامت کی۔ اور لاہوتی مرغ لقب پایا۔ سیح القلوب
بجواب بیان پیر روایت ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ آپ فرض عشا سے فارغ ہونے کے بعد آٹھ رکن کا فغل شروع
کر دیا کرتے تھے اور صبح کی سفیدی نمودار ہونے تک جاری رکھتے تھے۔ اور استیلائے عشق کے شغل کو ایک
سانس میں جو بیٹل بار پورا کرتے تھے۔ لیکن آزادگی اور بخودی کو زمانہ کی نیرنگیوں کے ہاتھ جیتے نہیں تھے۔ اس
قول کی تصدیق اس طرح پر ہے۔ کہ ایک روز مولانا حافظ صدر سندی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ ہمارے
حاکم محمد شاہ فادقی نے فرمایا ہے۔ ایک دیرینہ سال ضیعت شخص قرآن پڑھانے والا جو اصول ترویج جانتا ہو۔
پیدا کرو۔ تاکہ ہم اُس کو پردہ نشینان حرم کی تعلیم پر مقرر کریں۔ اب بہت کچھ تلاش کے بعد مذکورہ بالا صفات کے
ساتھ موصوف آپ کو پایا ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو اس کی تجویز عہدگی کے ساتھ کی جاوے۔ آپ نے فرمایا میں
نظر باز نہیں ہوں۔ میری سال خوردہ صورت پر نگاہ نہیں کرنی چاہیے۔ لہذا سمجھ

گا ہے کہ پادگار عذاریم

بر باطن تاکہ حسن ساریم

ابن ظاہر من نگہ روا نیست

بگماہ نظر اگر توانی

کیونکہ میری آنکھ اور میا دل ہنوز میرے قابو میں نہیں ہین۔ لہذا بہتر یہی ہے۔ کہ اس خیال کو ہی چھوڑ
دیکھو اور نیز خود کو خطرناک گرداب میں نہ ڈالو۔ تاکہ میں ہم عمروں کی تجالت کا باعث نہ بنوں۔ اس طرح کی بے قیہ

گفت و گو سے اپنی وضع داری کو اپنے تبدیل نہیں فرمایا۔ اور آناوی کا دامن سبز باغ دکھانے والا کے ہاتھ میں جیلے نہیں دیا۔ توکل اور تواضع میں استیقام کے ساتھ قدم جاسد کما لباس و دریش نما رکھتے تھے۔ ہر ایک طرز کے ساتھ خواہ سلا ہوا ہوتا۔ یا بے سلا ہوا ہوتا۔ ہر ہنگی کا علاج کر لیتے تھے۔ ایک روز اپنے ساتھ ایک شخص ایسا کتا ہے۔ کھانا کھانے کے وقت۔ رندی دینے دار خدا کا نام یاد کرنا چاہیے۔ اس کا جواب اپنے دیا۔ آفرین ہے۔ تم کو۔ لیکن ابراہیم کے نزدیک تو صوفی وہ ہے۔ جو حقیقی مازق کے مشاہد کے بدون کھانے پر ہاتھ ہی نہ ڈراوے۔ ہجری سنہ نو سو اکیانوین میں آپ کی زندگی کی صبح۔ کونج کی شام سے جالی۔ خواب گاہ برہان پور۔ مصرع صبح و شامش باذلف دروی حور۔

یاد شیخ قطب جہان ذاکر نروالہ قدس سرہ

آپ نے تجرید کا پانون ہمت کے کا ندبے پر کہ چھوڑا تھا۔ اور تعلقات کل پابندی اور ذرا مشائات کی دستی سے انکاری سر ملاتے تھے۔ ایسی حالت کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی یاد۔ اور بندگی میں آپ کا ظاہر و باطن آراستہ تھا۔ آپ کے فرزند شیخ عابد کہتے ہیں۔ میرے بزرگوار باپ کے گھر میں۔ پرانی چٹائی کے سوا۔ دیگر اساس البیت میں سے کچھ نہیں تھا۔ مگر ہمیشہ دہلیز کے کواڑوں میں زنجیر لگی رہتی تھی۔ جب کوئی شخص آپ کی ملاقات کے واسطے دروازہ پر آتا تھا۔ اوتار آپ چاہتے۔ کہ اندر بلا لیا جاوے۔ تو خود پہر نکھر دروازہ کھول دیکرتے تھے۔ اور حجرہ تک ہمراہ آتے تھے۔ جب وہ شخص لوٹ کر جاتا تھا۔ تو مشائیت کے واسطے دروازہ تک جاتے تھے اور ہر دستور زنجیر لگا کر خلوت خانہ میں چلے آتے تھے۔ الغرض ہمیشہ اسی طریقہ لوگوں کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے شیخ احمد عینی منیری قدس سرہ کے مکتوبات کے مقابلہ میں آپ نے مکتوبات لکھے ہیں۔ جدا گانہ ہر ایک مکتوب کے اندر لکھی اسرار اور معرفتیں بہت کچھ پوری ہیں ان کے دیکھنے سے ان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ دیگر بیان کے ذریعہ سے کوئی ہاتھ ان کے کمال کے چہرہ پر نقاب کا ایک کونہ ہی نہیں ہٹا سکتا ہے شیخ لشکر محمد عارف۔ اہ ان کے ماسون شیخ ولی محمد نے اولاً ثبوت ذکر انہیں ہو حدیث گوار کی ملازمت سے لی تھی۔ پھر اسکے بعد ان اصحاب نے قطب اللہ بیا شیخ محمد غوث کی خدمت میں اپنی اس قدر اور ترقی دیکر۔ گروہ کے گروہ لوگوں کو ہدایت اور ولایت کے درجہ پر پہنچایا۔

مصرع کل شمش راحبت دیدار باد

یاد شیخ بایزید شروانی

آپ سید ولی چرتا ولی کے مرید ہیں۔ آزادہ ولی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ آپ کے شور و غوغا سے مجلس سماع میں ٹکینی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور آپ کے رونے سے ہم نفس درنظارہ کرنے والے اصحاب رقت لگے، میں اگر اس طرح کا نغمہ گایا کرتے تھے۔ بیت۔

رفتہ از آسودگی تا دیدم این از رده را

اکاش غوثی را نمی دیدم درین آزر دگی

دسویں صدی کے اخیر میں دارالحضو کو روانہ ہو گئے۔ خواب گاہ پایہ تخت اگر۔

یاد شیخ شکر محمد عارف قدس سرہ

آپ ملک راجن۔ ابن ملک پیر۔ ابن ملک رکن قریشی کے فرزند رشید ہیں۔ زمانہ معنی کے اعتبار سے آپ کی نظیر الہی علم کے عالم میں بتلاتا تھا۔ اور نظارہ کرنے والا۔ صورت کے اعتبار سے۔ آپ کی شبیہ۔ آئینہ فروش کی دوکان میں ظاہر کرتا تھا۔ چونکہ عبارت کا گھوڑا حقیقت گزاری کے میدان میں بالکل نگرہا ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کہ کسی قدر آپ کے پسندیدہ حالات بیان کر کے سرمایہ سعادت حاصل کروں۔ مضافات گجرات میں ایک مقبہ مہلا سہ نام ہے۔ اس مقبہ میں آپ کا قدسی نفس۔ دسویں صدی کے آغاز میں علم (عدم) کے عیان (وجود) میں بیجا گیا۔ آپ کی والدہ نے تیرہ روز بعد۔ اور پندرہ روز گوار نے چہ برس بعد فرمان طلب قبول کیا۔ لہذا آپ کی پرورش کی نوبت آپ کے دادا کو پہونچی۔ آپ کے آبا کے کرامت باہی شعار تھے آپ نے ابتداء سے زمانہ ہوش میں قاضی محمود بیرپوری کا دامن رہنمائی۔ اپنے دست ارادت سے پکڑا تھا۔

ایک روز آپ نے فرمایا۔ قاضی محمود کو پیٹ کی بیماری تھی۔ ایک میدان میں پردہ کی ضرورت پیش آئی اسی اثنا میں میرے دادا کا اونٹ آپ کو پہونچا۔ میں نے اُس کو بٹھایا۔ اور اسباب میں سے خیمہ نکال کر کھڑا کر دیا۔ میرے اس عمل سے پر بہت خوش ہوئے اور اُن کی خوشی سے میرے حالات کی بہت کچھ درست ہوئی۔ اور نیز یہی خوشی۔ میری صلاحیت۔ اور راست کرداری کی بنیاد ہوئی۔ شیوہ سپاہ گری۔ آباد اجداد کا طریقہ تھا یہ طریقہ بیسویں برس کی عمر میں توفیق کی بدولت ترک کر دیا۔ اور حقیقی رہنمائی کی تلاش کرنے لگا۔ طالب صادق تھی۔ اس نے مجھ کو بجز المعارف شیخ قطب جہان ذاکر نذر والہ کی خدمت میں پہونچایا۔ شیخ نے اولا مجھ کو ذکر کا شغل تلقین فرمایا۔ تلقین کے بعد میرے باطن پر وہ ذکر کامل طرح سے غالب ہو گیا۔ بیان تک کہ دو سال تک میرے دل پر تمام اشیاء آمد و رفت کا راستہ ہی بند رہا۔ میں رسالہ منہاج العابدین

بڑا کرتا تھا۔ جب تکسپڑ ہے ہوئے سبق کے مفہوم کے ساتھ متصف نہیں ہو جاتا تھا سبق اگر نہیں ملتا
تھا۔ اس کے بعد ہجری سنہ نو سو کیا دن تھا۔ کہ احمد آباد گجرات میں غوث الاولیاء قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر
حق شناسی کے پسندیدہ اسباب بہم پہنچائے۔ جب غوث الاولیاء نے گوالیار کو معاودت فرمائی تو میں نے بھی ہمراہی
کا عزم کیا۔ ارشاد ہوا۔ عارف۔ ہم تم کو اپنی جگہ طالبان معرفت کی ہدایت کے واسطے اسی صوبہ میں چورنگ
میں۔ چنانچہ بتعمیل حکم مرشد کم و بیش تیس سال تک احمد آباد میں رہنے کی توفیق ہوئی۔ آخر کار ہجری سنہ
نو سو بیاسی میں برہان پور خانہ بیس کی طرف ارادہ کر کے روانہ ہو گیا۔

ہجری سنہ نو سو ترانوین تک طالبان خدا کے چہرہ پر آپ کی ہدایت کا دروازہ کھلا رہا۔ بہت سے
لوگوں نے آپ کے موثر انقباس کے فیض سے اسکان کے تیرہ و تار یک گہ کو۔ شہود کے فروغ سے آملی نور
کا محل بنایا۔ اور حقیقت کے ستارہ کو قید کے حفیض سے نکال کر اطلاق کے اوج پر پہنچایا۔ جو اصحاب
آپ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ ان کے اذکار سے یہ حالات ناظرین کو معلوم ہونگے۔ انشاء اللہ
الغیر۔ دوسری سوال سال مذکور کو عالم شہادت کے تنگ کوچہ سے چل کر عالم غیب کی وسیع آبادی
میں جا پہنچے۔ آپ کا اسم شریف جو شکر محمد عارف ہے۔ یہ سال رحلت بتاتا ہے۔

سیح الاولیاء سے روایت ہے۔ ایک روز اپنے فرمایا۔ عیسیٰ۔ اب کثرت اعتباری نے حقیقی لباس
پہن لیا ہے اور حقیقی وحدت پر وہ اعتبار میں چپ گئی ہے۔ کیونکہ عالم (بحیثیت موجودہ) ظاہر ہونے سے
پہلے عین حق تھا۔ اور ظاہر ہونے کے بعد حق عین عالم ہو گیا ہے۔ اور جب یہ حالت طاری ہوتی تھی۔ تو یہ
جنیدی زفر نہ گایا کرتے تھے۔

وَعَنِّي لِي مَنِّي وَتَلْبِي
وَعَنِّي لِي مَنِّي وَتَلْبِي
وَكَانُوا حَتِّمَا كَانُوا
وَكَانُوا حَتِّمَا كَانُوا

نیز سیح الاولیاء سے روایت ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ خدا کو پہنچنا آسان ہے۔ لیکن حضور خاتم النبیین
علیہ السلام کو پہنچنا دشوار بلکہ سخت دشوار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تمام اشیا پر جداگانہ خاص
طریقوں کے ساتھ متجلی ہے۔ اور اپنے اپنے خاص طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف ہر ایک کا
راستہ لگا ہوا ہے۔ پس اُس خاص طریقہ کے ساتھ وجود مطلق کے لعین اور شخص کا ادراک یہی خدا کا پالینا
ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمیع انہی اور امکانی کمالات کی جامع ہے۔ اس

حقیقت کی شناخت تمام اسماں اور مطلق کلمات کے ساتھ متصف ہونے پر موقوف ہے۔ متفرق تعینات کے ساتھ جو طریقے مخصوص ہیں۔ جب تک ان تمام طریقوں کے ساتھ۔ وجود کی معرفت اجمالاً اور تفصیلاً حاصل نہ ہو۔ تب تک طالب فائز بابرکات احمدی علیہ السلام کا عارف نہیں ہو سکتا ہے۔

نیز صبح الاولیاء سے روایت ہے۔ سید عبدالغفور سندھی نے۔ جب آپ کے حضور میں رسم بیعت اٹکی۔ تو آپ نے فرمایا۔ عیسیٰ شیخ ابو العباس قصاب کہتے تھے۔ میرے باپ مجھ کو زکشی کے سوا اور سرگرم کیا تھا ہی نہ تھے۔ اور استعداد کی تعلیم نے ولایت کے اس عالی مرتبہ کو پہنچایا۔ اور خود میرے آباء و اجداد کا شعار مردم کشی و سپاہیانہ نوکری تھا۔ دیکھو۔ استعداد نے مجھ کو کمان لمان لاکر اکابر و اہلکات کی منزلوں کے واسطے مامور کیا ہے۔

نیز صبح الاولیاء سے روایت ہے۔ ایک روز رابعہ وقت بولوراستی فرماتی تھیں۔ ایک روز صبح کے وقت پیرزنگوار نے مجھے اور برادر محمد سے اولاً راز مخفی رکھنے کا عہد لیا۔ اور اس کے بعد یہ الہامی لطیف بیان کیا۔ کہ آج کی رات تاریک مکان میں مراقبہ کے واسطے میں نے سر جھکا رکھا تھا۔ یا عبد الرحمن کی آواز میں دفعہ میں نے سنی۔ تیسری دفعہ میں نے بیک کہا۔ آواز آئی۔ تم تاریکی میں بیٹھے ہوئے ہو۔ میں چراغ بجھاتا ہوں ایک ایک سی رشتی پہلی۔ کہ اس کی کیفیت کے خط سے سر ملاتے تھے۔ اور بولوراستی نے یہ بھی کہا۔ کہ تیس سال بعد آپ کے دریافت کرنے پر میں اس راز کی فکر کر رہا ہوں ہے۔ اور نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ منی قطبیت کا خطاب میں بہت برسوں تک پوشیدہ رکھتا رہا۔ ایک روز قوال آیا۔ اور اس نے وہ قول گائی۔ جو درجہ قطبیت کی خبر دیتی تھی۔ مسکراتے ہوئے فرمایا۔ عیسیٰ۔ اس قوال کو میرے راز کی آگاہی کس نے دیدی بیت۔

سر خدا کا سا کب عارف بہ کس نہ گفت

دھیر تم کہ با و فرشتہ از کجا شنید

نیز صبح الاولیاء سے روایت ہے۔ خدبان کا مینا اور ملل سنہ ایک ہزار تیرہ تھا۔ کہ خلیفہ نسل حق۔ خلیفہ دولت دارین خان خانان سپہ سالار اکبر شاہ۔ ملاحظہ بنجید و اطوار۔ پسندیدہ اخلاق۔ شیخ الہامی مبارک۔ رکن نصیحت و عرفان مولانا صالح سندھی۔ اور صدر آراء شریعت و عدالت قاضی عبدالعزیز عیسیٰ قادری۔ اجینی۔ چاہد بن اسحاق اس درویش کے مکان میں راز کی باتیں کر رہے تھے۔ اسی اثنائے میں بکر العلوم قاضی نصیر الدین شیخ سراج محمد مبنانی دروازہ کے باہر سے جوڑتے ہوئے آ پونچے۔ اور جو چند باتیں بیان کیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ رابعہ وقت بولوراستی دختر شیخ لشکر محمد عارف ایک روز فراتی تھیں۔ بابا کے ادب ایک عجیب حالت طاری تھی۔ جو تعبیر و تقریر میں نہیں آ سکتی ہے۔ جب وہ

حالت موقوف ہوئی۔ تو اُس کی کیفیت دریافت کی گئی۔ فرمایا۔ بایزیدی مقام پرچکوے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا احسان ہے۔ کہ میری زبان سبحانی کہنے سے محفوظ رہی۔ اس کے بعد مسیح الادیاسے روایت ہے۔ کہ اس میں شک نہیں ایسا ہی ہے۔ مجکو بھی اُس وقت میں بلایا تھا۔ اور فرمایا۔ عیسیٰ سبحان ربی الاعلیٰ بہتر ہے یا سبحانی الاعلیٰ اور سبحانہ کنا اچھا ہے۔ یا سبحانی کنا سینے عرض کیا۔ نہیں۔ سبحانہ ہی کنا اچھا ہے۔

راقم۔ گلزار کے ذہن میں یہ بات آتی ہے۔ جب صوفی فنا کی ادا دے۔ عروجی سیر میں۔ امکان خلعت جسم سے آثار کرائی لباس میں آگیا۔ اور اُسکی مراد اپنی تنزیہ ہوئی۔ تو اُس وقت میں سبحانہ کی آواز کا منہ سے نکلنا تاویل اور توجیہ کا محتاج ہے۔ اور سبحانی کی آواز اگر نکلے۔ تو بے محل نہیں۔ کیونکہ یہی اُسکی مراد ہے۔ اس بنیاد پر سبحانہ کے بہتر ہونے کے واسطے دو توجہ میں درکار ہونگی۔ البتہ اُس وقت میں توجیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جب مراد یہ ہو۔ کہ بایزیدی مرتبہ کو پہونچنے والا شخص اگر سبحانہ کہے گا۔ تو ظاہر ہوگا۔ کہ امکان اور وجوب کے دونوں دریاؤں کو جذبات کی موجوں نے درہم برہم نہیں کر دیا ہے۔ اور شریعت کا بربخ کہ اسی کی رعایت کے اندر حفظ مراتب ہے۔ درمیان میں حائل ہے اور اس مقام کا کمال بھی اس کے سوا نہیں ہے۔ یعنی بایزیدی مرتبہ کو پہونچکر سبحانی نہ کہے۔ بلکہ سبحانہ کہے۔ جیسے کہ نزولی سیمون جب ذات مطلق۔ انسانی مظہر سے ظہور کرتی ہے۔ تو سبحانہ کہتی ہے نہ سبحانی۔

جو اصحاب مہبد اور معاد کا راستہ چلنے والے ہیں۔ اور نیز جن صاحبوں پر عروج اور نزول کی منزلوں کے حالات منکشف ہیں۔ اُن روشن ضمیر اصحاب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ عنوان سوال یہ ہے۔ سبحانی کنا بہتر ہے۔ یا سبحانہ۔ اس عنوان سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے۔ کہ جب سالک مکان مراتب طے کر کے وجوب کے مرتبہ کو پہونچتا ہے۔ تو اُس وقت ان دونوں صیغوں میں سے کون سے صیغہ کا کنا بہتر ہے۔ ظاہر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سبحانی کنا مناسب ہے سبحانہ۔ پس اس حالت پر نظر کر لے اس اعتراض کو گنجائش ہے۔ کہ مجیبے کس اعتبار سے سبحانہ کو اولیٰ کہا۔ لیکن جب سوال وجوب کی عبارت سے مراد یہ مفہوم نہ ہو۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ بلکہ مراد یہ ہو۔ کہ مقام سبحانی مقام سبحانہ سے بہتر ہے۔ یا سبحانی کہنے والا۔ سبحانہ کہنے والا سے افضل ہے۔ یا اس کے خلاف ہے۔ تو اس صورت

مین جواب پر ہرگز اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر جواب کے معنی یہ ہو جاتے ہیں۔ کہ سبحانہ کا مقام۔ اور سبحانہ کہنے والا۔ افضل اور اعلیٰ ہے۔

ولا ریب فیہ خصوصاً لمن کان لہ
قنب او القی السمع وھو شہید لان
القائل بقولہ سبحانہ متصف بالکون بعد
الانصاف بالاولیۃ کما انصف الحق ب
بعد ما کان واجباً والقائل بکلمۃ سبحانی
ھو المتصف بالوجوب بلا اعتبار انصاف
بالکون فالاول محقق والثانی مجذوب
ومقام التحقیق اسی من مقام المجذوبۃ
اس میں کچھ شک نہیں ہے بالخصوص اس شخص کے
واسطے جو صاحب دل ہے یا کان نگار حضور قلب کے
بات کو سنتا ہے۔ کیونکہ سبحانہ کہنے والا الوہیت کے
ساتھ متصف ہونے کے بعد امکان کے ساتھ متصف
ہے جیسے کون بعد اسکے واجب متا ب امکان کے
ساتھ متصف ہو گیا۔ اور کلمہ سبحانی کہنے والا۔ وجوب کے
ساتھ متصف ہوتا ہے جس کے اندر امکان کے ساتھ
متصف ہونے کے اعتبار کو دخل نہیں۔ پس سبحانہ
کہنے والا محقق ہے۔ اور سبحانی کہنے والا مجذوب ہے
اور مقام تحقین مقام جذبہ سے روشن تر ہوتا ہے۔

اور اسی توجیہ پر سچ الاولیاء کے خطا کی بھی نظر پڑتی ہے۔ جو رافضیہ کے جواب میں صادر ہوا ہے۔ ہاتم
کے عریضہ میں اسی قسم کا اعتراض تھا۔ حاصل خط یہ ہے۔ کہ جب سلطان العارفین ابو یزید بظامی نے مرجا
سبحانی سے ترقی فرمائی۔ اور اپنے تئیں جس طرح اتہایات کے ساتھ منجلی پایا تھا اسی طرح حکمت کے ساتھ
ستلبس پایا۔ تو بول اُٹھے۔

ان قلت یو ما سبحانی ما اعظم شانی فانا
مجوسی وانا کافر واقطع نہ ناری واقول اشھد
ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ
اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ
اگر نیے کسی رافضی سبحانی ما اعظم شانی کہا۔ تو میں مجوسی
اور کافر ہو گیا۔ اور اب میں زمار قطع کرنے کے کتا ہوں۔
کیونکہ انسان جو مطلق کا خلیفہ ہے مرتبہ واحدیت کے اعتبار سے۔ اس واسطے کہ اُسے مرتبہ واحدیت
کے اندر ظاہر وجود میں ہی ظہور کیا ہے۔ جس کا خاص وصف وجوب ہے اور ظاہر علم میں ہی ظہور کیا ہے
جس کے لوازم میں ممکن و دخل ہے۔

ولذٰلک یقال فی حق ابن منصور لو کان
اسی واسطے ابن منصور کے حق کہا جاتا ہے۔ اگر ہمارے

فی زماننا الرقیدۃ عما کان علیہ و ما
ذلک الترقی الا الاتصاف بالکائنات
بعد الاتصاف بالانسیات کما اتصف الحق بالکون
بعد ما کان واجبا۔

فانہ میں ہوتے تو ہم اُن کو اُس حالت سے ترقی دیتے
جو اُن کو حاصل تھی۔ اور یہ ترقی سوا اس کے نہیں ہوتی
کہ انسیات کے ساتھ اتصاف پیدا کیا جاوے۔ بعد اس کے
کائنات کے ساتھ اتصاف پیدا ہو چکا ہے۔ جیسے کہ
حق۔ امکان کے ساتھ متصف ہوا ہے۔ بعد اس کے
اگر واجب تھا۔

پس سبحانہ۔ عبارت حق مرتب سے ہے۔ نہ سبحانی۔ پس سی کو سمجھ لینا چاہیے۔

ماضی ہو۔ کس مقدمہ کا قلاب۔ صاحب فصوص المحکم کا کلام ہے۔ جس کو مصنف نے نص نوعی میں
ماضی فرمایا ہے۔ یعنی یہ کہ قوم کا نوع علیہ السلام سے باگنا ہوا سٹے تھا۔ کہ آپ کی دعوت میں تنزیہ اور
تشبیہ کے درمیان میں جامعیت نہیں تھی۔

نوع علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں نے اپنی قوم کو بلایا تو ان
میں اُن کی باطنی حقیقتوں کے اعتبار سے تنزیہ کی طرف
اور دونوں میں اُن کی ظاہری حقیقتوں کے اعتبار سے
تشبیہ کی طرف۔ مگر میری دعا نے فرار کے سوا کون فر
نہیں کیا یعنی قوم کو جس امر کی طرف میں بلاتا تھا اُس سے
نفرت ہوئی۔

قال دعوت قومی لیل من حیث
حقایقہم الباطنۃ الی التنزیہ و
نہاراً من حیث حقایقہم الظاہرۃ
الی التشبیہ۔ فلم یزدہر دعا فی الا
فراراً۔ ای نفوراً۔ مہاد دعوتہم
الیہ

پھر مصنف فصوص لکھتے ہیں۔ قوم نے جو نوع علیہ السلام
کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ تو اس کا سبب سوا اس
اس کے نہیں ہے کہ اس دعوت کے اندر تنزیہ اور تشبیہ کے
درمیان میں۔ فرقان (افتراق) ہے۔ اور نفس الامری میں غم
اور تشبیہ کے درمیان قرآن (قرب) اور جمع چاہیے۔
نہ کہ ان دونوں کے درمیان فرقان (افتراق)
اور امتیاز۔

ثم قال انما لم یحبیبوا دعوتہ لما فیہ
من الفرقان بین التنزیہ والتشبیہ و
فی الامرای فی نفسہ قرآن و جمع
بینہما لا فرقان و تمیز بینہما۔

ثم قال فان القرآن يتضمن الفرقان
تضمن الكل لا جزاءيه والفرقان لا يتضمن القرآن فان
الجزء لا يتضمن الكل فالقرآن اكمل من
الفرقان۔

ثم قال وهذا اى لكون القرآن
اكمل من الفرقان ما اختص بالقرآن
الاحمد صلى الله عليه وسلم بالامانة
وهذه امة التي هي خير امت اخرجت
للناس بالمتابعة والمراد بالقرآن الذى
اختص به النبى صلى الله عليه وسلم
وامنه انما هو بالحقيقة السوائية الاعتدالية
المجامة بين التنزيه والتشبيه وسائر
المتقابلات بحيث لا يغلب احد
المتقابلين على الآخر فى مرتبة من
المراتب فليس كمثله شىء اى فقوله
تعالى ليس كمثله شىء فجميع الامور
امرا التنزيه والتشبيه فى امر واحد اى آية واحدة
وهى مجموع تلك الایة او كلام واحد
وهو كل من نصفها۔

ثم قال فلو ان نوحا الى بمثل
هذه الایة اجابوه۔

پرمصنف نصوص لکھتے ہیں۔ کہ قرآن شامل ہے
قرآن کو جیسے کہ کل اپنی بجزا کو شامل ہوتا ہے۔ اور فرقان
قرآن کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ جزو کل کو شامل نہیں
ہوتا ہے لہذا قرآن بہ نسبت فرقان کے زیادہ کامل ہے۔

پرمصنف نصوص لکھتے ہیں چونکہ قرآن۔ فرقان
کی بہ نسبت زیادہ کامل ہے۔ لہذا قرآن کے ساتھ جس کو
غیر مصیبت دی گئی۔ وہ اصالہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اور اتباعا یا مستحق جو بہترین
امم ہے۔ وہ اہم جو لوگوں کی رہنمائی کے لئے پیدا کی گئی ہیں
اور جس قرآن کے ساتھ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
پاک اور آپ کی سمت خاص کی گئی ہے۔ اس سے مراد وہ
قرآن ہے۔ جو ایسی حقیقت کو شامل ہے۔ جو مساوات
اور اعتدال کا درجہ رکھتی ہے۔ اور نیز تنزیہ و تشبیہ اور تعلیم
متقابلات کو اس طور پر جامع ہے۔ کہ دونوں متقابلوں
میں سے کوئی کسی پر کسی مرتبہ میں غالب نہ ہو۔ لہذا مثل
اس قرآن کے کوئی شے نہیں ہے یعنی خود قول اللہ تعالیٰ
جل شانہ کا ہے لیس کمثلہ شىء پس تنزیہ و تشبیہ دونوں
ایہ واحد میں جمع ہیں۔ اور آیت سے مراد ساری یہ آیت
ہے۔ یا تنزیہ و تشبیہ دونوں کلام واحد میں جمع ہیں
اور کلام سے عبارت منجملہ آیت کے دو نصفوں کے
کوئی سا بھی ایک نصف ہے۔

پرمصنف نصوص لکھتے ہیں۔ اگر نوح علیہ السلام
اس آیت کی ہدایت کے بموجب تعلیم فرماتے۔ تو قوم اس کو

ضرورت قبول کرتی۔

اور اسی طرز پر مسیح الاولیا کا یہی بیان ہے۔ جس کو صاحب موصوف انوار الاسرار کے ویجاچہ
میں جہان اقام تفسیر لکھے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

قوله ومن فسرہ واولہ علی الباطن
ولم یلتفت الی ظاہرہ اصلاً کاذہب
الی فرعون انہ طغی مراد بہا ان موسیٰ
روحہ و فرعون نفسہ من غیر ملاحظہ
معنی الاصلی الذی نزل لاجلہ فہو باطنی
لبطونۃ فی احد معانیہ ومن فسرہ علی
الظاہر الصرف من غیر ایمان و اقرار
بالاشارات والنکت الی عین البلاغۃ
الی ربہ و محض الفصاحتہ من نفسہ فہو
حشوی خارجی ما رای من جلال قراتہ
الاسر اوقات عزتہ ولم یظفر بدخولہ
فی مجلس وقوف علی جمالہ المندرج فی
والمندرج تحتہ ومن جمع بینہما فہو
العارف الکامل الی اقف بالکتاب
و بہر اد نزولہ۔

مسیح الاولیا کا بیان ہے۔ جس شخص نے قرآن کی تفسیر
کی اور صرف باطن کی طرف تاویل کر کے کہیں گے گیا۔ اور
ظاہر کی طرف قطعی ملتفت نہیں ہوا۔ جیسے اذہب الی
فرعون انہ طغی سے یہ ارادہ کیا کہ موسیٰ اسکی روح ہے اور
فرعون اس کا نفس ہے۔ بغیر اُن اصلی معنی کے لحاظ
کے۔ جن کے واسطے خاص کر قرآن نازل ہوا ہے وہ
شخص باطنی ہے۔ کیونکہ قرآن کے دونوں معانی میں سے
ایک کو چھوڑ کر ایک کے اندر گھس گیا ہے۔ اور جس
شخص نے قرآن کی تفسیر صرف ظاہر پر کی۔ اور جو اشارات
اور نکات اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی نسبت کر کے عین غفلت
میں۔ اور تفسیر کنندہ کی نسبت کر کے محض فصاحتہ میں
ان اشارات اور نکات کا یہ مفسر نہ ایمان رکھتا ہے۔ اور
نہ اقرار کرتا ہے۔ وہ شخص حشوی خارجی ہے جس کو جلال
قروۃ میں سے بیرونی پردہای عزت کے سوا۔ کچھ نظر
نہیں آیا۔ اور اسکو محل قیام میں داخل ہو کر اس جمال
کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا جو اس کے اندر مندرج اور
پوشیدہ ہے۔ اور جس شخص نے ظاہری اور باطنی
دونوں معانی کو جمع کیا۔ وہ شخص عارف کامل ہے
اور کتاب سے اور مراد نزول سے واقف ہے۔

اور انہیں ظاہری باتوں کے طور پر وہ تحقیق بھی ہے۔ جو لفظ النفس کے متعلق مسیح الاولیا نے لکھی ہے

یعنی انسان کی عنصری ترکیب میں روح واجب کے مرتبہ میں ہے۔ کالبد ممکن کے درجہ میں ہے۔ اور دنی اُس مقام پر پہنچو دونوں کو جامع ہے لہٰذا عِبَارَاتُ شَيْءٍ وَحُسْنُ وَاحِدٍ بِبَيْت۔

ایک نکتہ بیش نیست غم عشق دین عجب | اگر ہر کسے کسے شہنوم نام کرست

خلاصہ اس طویل و طویل منقولات کا سوا اس کے نہیں ہے۔ کہ جامعیت کا مرتبہ افضل ہے سچانہ تنزیہ جامع ہے۔ اور سچانی صرف تنزیہ واجب ہے لہٰذا فظہر المراد و نزال الاعتراض۔

یاد قاضی محمود مورہی

مورہ ایک موضع ہے مضافات گجرات میں۔ آپ شیخ لشکر محمد عارف قدس سرہ کے مرید ہیں۔ رسمی علوم کی تحصیل نے آپ کو فضیلت کے درجہ پر پہنچایا تھا۔ حکیم عثمان بوبکانی اور مولانا موسیٰ بوبکانی جو عادل پور برہان پور کے مدرس تھے۔ بعض علوم میں مثل عربی اور نحو کے آپ کے شاگرد ہیں آپ کے پیر سے روایت ہے۔ جن ایام میں راوی (میں) ہدایہ فقہ قاضی محمود سے اور قاضی محمود نقد لصوص اندمراۃ العارفین۔ اس درویش سے پڑتے تھے۔ تو آپ کو ایک مسئلہ کلام میں سخت دشواری پیش آئی۔ کہ یہ جلیل القدر صفت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نسبت اس طرح کیوں کر ثابت کی جاوے جو اعتراض سے سالم رہے۔ القصہ مسئلہ مذکور اس طرز سے دلنشین کیا گیا۔ کہ تردد کی خلش آپ کے ذہن میں باقی نہیں رہی۔ اور عبارت والون کے جگرے سے آپ کے ضمیر کو نجات مل کر سکون حاصل ہوا۔ اُس وقت آپ نے کہا۔ مردون کے واسطے یہ بڑی لغزش گاہ ہے۔ اس موقع کے واسطے ایک عصا ہاتھ آیا۔ اور نیز آپ فرماتے تھے۔ جس رفقہ سے شیخ عارف کے ہاتھ پر مینے بیعت کی ہے۔ اُس روز سے علوم اور فنون کی بہت سی شکل اور مخفی باتیں میری طبیعت پر ملازمت پیر کے فیض سے بآسانی حل ہو جاتی ہیں۔ اور بہت مدت سے ایسا ہوتا ہے۔ کہ حقائق پناہی مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ عالم خواب میں میری دشواریاں حل کر دیتے ہیں۔

مصرع باد آسان در طریقت انجہ دشواریش بود۔

یاد شیخ اولیا

آپ نے قدم فرسائی کی۔ تو صدق و صفا کے میدان میں۔ اور خانہ نشین ہوئے۔ تو فقر و فنا

لہٰذا ہماری عبادت میں متعدد دین اور تیرا حسن صرف ایک ہے ۱۲ مسئلہ مراد ظاہر ہو گئی اور اعتراض رفع ہو گیا۔ ۱۲

کے کوچہ میں شیخ شکر محمد عارف کے خلیفہ تھے۔ اور شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری سے نسبت تھی۔ قدس
اسرار رحم۔ ایک روز آپ کے پاس خیر آئی۔ کہ آپ کا بیٹا اور داماد دونوں۔ جان فرسا لڑائی کے معرکہ میں مارے گئے
اس خبر کو آپ نے کشادہ پیشانی کے ساتھ سنا۔ ماتم اور تعزیت کا رنگ ڈھنگ آپ کے اوصناع اور اطوار سے قطعی
پیدا نہیں ہوا۔ اور ان دونوں عزیزوں کی خبر کا جان کر اخطا اپنی بیوی کے پاس لیجا کر اس عنوان سے سنایا۔ کہ تمہارے
واسطے ایزدی بارگاہ کا ہدیہ لایا ہوں۔ مصراع خدا بر صبر اوپاداشش بخشاد۔

یاد شیخ رکن الدین ابن محمود

آپ کی زاد بوم بیانہ ہے۔ جو دار السلطنۃ اگرہ سے دو منزل دور ہے۔ بیان کا نیل اور ہندی دونوں چہرین
بے مثل ہوتی ہیں۔ اہل جہان سوغات سمجھ کر ہر ایک ملک کو لیجاتے ہیں۔ آپ فرماتے تھے۔ ہم ترین شخص جو باہم
برادر تھے۔ مراغہ تہریر سے ہند کی طرف آئے تھے۔ شرف الدین۔ داؤد۔ اور عبدالمجید۔ پہلے بہائی نے بیان میں
عقد کر لیا۔ اور دوسرے دُجور ہے۔ یہ مجرد اور حصو رہی مرے شیخ رکن الدین چودہویں پشت میں شرف الدین
کو چوہنچتے ہیں۔ جس سال پہونام پکیر پست۔ جنت آشیانی کے شکر سے بڑ گیا تھا۔ آپ بیانہ سے چل کر دارالامان
منڈ و مالوہ میں چلے آئے تھے۔ صناعت خان کی بے ستون مسجد بادشاہان خلیج کا جہان گنبد ہے۔ ادسکی جنوبی
سمت میں واقع ہے۔ اسی مسجد میں آپ نے قیام فرمایا۔ اور خدا پرستی۔ اور بیدار دل کے ساتھ متوکلون کی طرح گران
کی۔ نحو اور فقہ کی کتابوں سے آگاہ تھے۔ پرہیزگاری اور کم آزاری میں استحکام کے ساتھ قدم جمائے ہوئے تھے
کامل بائیس سال تک درویش زادوں کو۔ بدون اجرت لینے اور احسان رکھنے کے قرآن پڑھایا۔ اور عربی زبان میں
استعداد پیدا کرتے رہے۔ اپنے حجرہ سے جامع مسجد اور جنازہ کی نماز کے سوا۔ کہیں نہیں گئے۔ تاریخ چوبیسویں
جمادی الاول ہجری سنہ نو سو باون کو روانہ مکان قدس ہوئے۔ ایک اور کے کو بیانہ سے ہمراہ لائے تھے۔
جس کا نام عبد الغفار ہے۔ یہ آج تک اسی مسجد میں زندگی گزار رہے ہیں۔ خوابگاہ منڈو۔ سید محمود کی مسجد کے
صحن میں مصراع باد رکشی از ارم ماوے اؤ۔

یاد شیخ یوسف قادری

آپ سید اسماعیل کے مرید ہیں۔ جو شیخ کمال الدین قریشی کے خلفائین سے ہیں۔ اگرہ کے نئے قلعہ میں
سکونت رکھتے تھے۔ سرگشتہ طالبان خدا کی رہنمائی کے بارہ میں بہت کچھ دسوزی اور کوشش سے کام لیتے
تھے۔ بالآخر پیر بزرگوار نے اپنی دامادی سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ اس ظاہری رشتہ کے ساتھ معنوی نسبت کا رشتہ

اور پیدا ہو گیا۔ ان دونوں صدقوں کے شاہوار موتی دارا سلطنت میں موجود ہیں۔ خدا کرے۔ خدا شناسی کا شرف نصیب ہو مصرع کو درخت سعی تا از وصل جانان بخوریم۔

یاد شیخ حسن چشتی

آپ کی زاہد بوم مقصد تہا نیر ہے۔ جو سلطان پور نذر بار کے پرگنات میں سے ہے۔ آپ بہت پرانے ضعیف العمر مگر زندہ دل شخص تھے۔ ہمیشہ نم ناک آنکھوں کے ساتھ زانو پر سر رکھے ہوئے بیٹھے رہا کرتے تھے آپ کی صحبت میں دل ربانی کی صفت تھی جو شخص ایک بار آپ کو دیکھ لیتا تھا۔ اس کو پھر دوبارہ آپ کے دیکھے بدون آرام پانا ممکن نہیں ہوتا تھا مسیح القلوب سے روایت ہے باوجودیکہ آپ کے پانچ لڑکے تھے۔ جو نینداری اور علم سے آراستہ تھے۔ اور بارادرات محققین کی ایک جماعت کی جماعت تھی۔ لیکن درویشوں اور عالموں کی ملازمت میں جب جایا کرتے تھے۔ تو تنہا جایا کرتے تھے۔ جب اس بارہ میں آپ سے دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا کہ مجھ کو یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ میں ایسا نہ ہو کہ بزرگان دین کی ملاقات کے وقت ہمراہیوں کے دل۔ کسی اندیشہ باطل میں مبتلا ہو جاویں۔ یا میرے دل میں اپنے ہمراہی فرزندوں اور مریدوں کے واسطے کوئی ایسی خواہش پیدا ہو دے جس میں مشائخ طریقت کی خوشنودی نہ ہو۔ اس سبب خدا شناس گروہ کی خدمت میں تنہا جانا بہتر معلوم ہوا۔

جانا بہتر معلوم ہوا۔

شب تنہا نیکیش ر اور کمین باد

چراغ ہر و خورشید مجت

یاد شیخ محمد

آپ علوم غریبہ بالخصوص قسام حفر اور دفع اعدا و اچھی طرح جانتے تھے۔ علم کو عمل کے ساتھ رفیق بنا کر اپنی مصاحبت سے لوگوں کو فیض پہنچاتے تھے۔ قرآنی تلاوت کے وقت بہت کچھ تاثیر اور ترتیل کام میں لا کر سنے والوں کو خدائی پیغام پہنچا کرتے تھے۔ ہمیشہ مہمان خانہ میں مقیم اور مسافر ہم نشینوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ محبت کا دلولہ۔ اور عشق کا شعلہ۔ ہمیشہ اور ہر وقت آپ کا حریف تھا۔ اور دائمی شگفتگی آپ کے مزاج کا جزو تھی۔ امام فضل آپ کی رحلت کی تاریخ ہے۔

یاد شاہ منجم

آپ عبداللہ ابن قاضی خیر الدین کے فرزند ہیں۔ شریف اور نجیب الطرفین تھے۔ آپ کے پدری دادا۔ خلاصۃ العلماء قاضی تلح الدین نحوی۔ اور مادری دادا۔ زبدۃ السادات قاضی سہار الدین دہلوی ہیں۔ جو

فتویٰ نویسی کے عالی منصب پر سرفراز اور قلعہ خانی کے پاک خطاب کے ساتھ مشہور تھے۔ آپ کے پرہیزگار
 تاج العرفان سید تاج الدین بخاری ہیں۔ یہ سید صاحب بہت کچھ معرفت اور سیاحتی کے ساتھ دانش
 ہیں۔ اور ہر ایک ملک کے مشائخ سے ان کو خلافت حاصل ہے۔ جب سید صاحب ہند میں آئے۔ تو غوث الاولیاء
 کی ملازمت حاصل کر کے خلعت اجازت پایا۔ پھر اس کے بعد۔ اسی شطاریہ سلسلہ میں اپنے تئیں مشہور کیا۔
 اپنے مرید شاہ منجمن کی سفارش۔ حضور غوث الاولیاء میں کر کے۔ خدمت میں چھوڑا۔ آپ اُس فرصت میں
 مرشد کی جملہ تصانیف میں سے جواہر خمسہ کو پیر کی خدمت میں پڑھ کر۔ اپنے عمل میں لائے۔ جواہر خمسہ ایک
 کتاب ہے۔ جو زاہد کے افعال۔ سالک کی رفتار۔ اور صوفی کے اعتقاد پر شامل ہے۔ خرقة خاص جو کوہستان
 بجنار کی ریاضت کے وقت غوث الاولیاء اپنے رہتے تھے۔ آپ کو عطا ہوا ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں
 آپ کے فرزند ارجمند شیخ عثمان کے ہاتھوں۔ راقم نے ہی اُس خرقة کی زیارت کی تھی۔

اب میں کسی قدحیات لکھا ہوں۔ شاہ منجمن۔ خلاصہ علمائے زمانہ شیخ احمدی کے مدرس تھے۔ تمام
 علوم متداولہ کا محققانہ درس فرمایا کرتے تھے۔ شرعی حدود اور اُس کے آداب کا لحاظ رکھنے میں۔ بہت کچھ کوشش
 اور اہتمام کلام میں لاتے تھے۔ آپ کے ایام زندگانی۔ دس۔ مطالعہ۔ مراقبہ۔ اور محاسبہ میں وقف تھی۔ جس سال
 میں شیرخان سود نے قلعہ رائے سین فتح کر کے اسلام آباد نام رکھا۔ اس سال میں آپ اپنے وطن لکھنؤ تھے۔ چل کر
 اُس قلعہ میں آئے تھے۔ ایک عزمک اُس قلعہ کی شیخ الاسلامی اور خالقہ داری کا منصب آپ کے نام سے
 رہا۔ جب قلعہ مذکور کی سرداری کی نوبت ہوئی تو آپ وہاں سے بہتر سکونت سازنگ پور مالوہ میں
 چلے آئے۔ اور یہیں مکان بنا لیا۔ ایسا عالم جو علوم کی فیض رسانی کا دروازہ لوگوں پر کشادہ کرے۔
 اُس زمانہ میں اور اُن اطراف میں نہیں تھا۔ اور کتابیں بھی حادثہ کے سبب لوٹ بین جاتی رہیں تھیں۔ ناچار
 اپنے ہر ایک فن میں اپنی یاد سے ایک ایک سال مرتب اور تحریر کر لیا۔ اور طالبان علم کو اُس وقت تک کہ
 معسری بسوڈ کتابیں ہاتھ آدیں۔ اُن مرتبہ رسالوں کے ذریعہ سے فیض بخشی فرماتے رہے۔ بعد کہ آپ
 کے گرامی قدم کی برکت سے سازنگ پور شہر۔ شیراز کی طرح دارالعلوم بن گیا۔ اور بہت سے اہل کمال آدیں
 کے واسطے وہاں کی داناگیر خاک سکونت کا باعث ہوئی۔

جب آپ کا وقت پیری آ پہونچا۔ تو اپنے دل کو فرزندوں اور غریبوں کی محبت سے پاک کیا اور قصہ
 ام شٹہ میں جو سازنگ پور سے درمزل دور ہے۔ گوشہ نشینی کے واسطے مکان اختیار فرمایا۔ پھر چند سال بعد ہجری

سنہ ایک ہزار ایک کے ماہ ربیع الاول میں آپ بمقام سارنگ پور گئے۔ اور تمام چوٹوں بڑوں سے خوشنودی حاصل کی۔ اور رخصت ہو کر وہاں سے پہراپنے گوشہ نشینی کے حجرہ میں واپس چلے آئے۔ اب اس وقت میں عمر شریف کا سال اسی کے خانہ میں آگیا تھا۔ اس مہینے میں آپ نے ایک روز ان اصحاب کے ساتھ جو ذکر جبر کے ہنگامہ میں حاضر تھے۔ جہاں فانی کے دعاوی مراسم ادا کئے۔

آپ کے جد بزرگوار قاضی تاج الدین نحوی شیخ محمد وژندہ پوش قرشی عشقی کی منسل سے ہیں۔ جن کی خانقاہ اسلامی شہر بلخ میں تھی۔ جس زمانہ میں اشرف دانشوران قاضی شہاب الدین صاحب بحر موانع اور قاضی فخر الدین کی ذات مبارک سے ہند میں مجلس فیض عین رونق پرتی۔ اُس زمانہ میں قاضی تاج الدین نحوی بلخ سے ہندوستان میں آئے تھے۔ اور شہر لکھنؤ میں قیام کی تجویز کی تھی۔ بہت سے طالبان علوم کو علوم اور فضیلت سے آشنا کر دیا۔ جب ہجری سنہ نو سو چھیاسی میں مالکہ کلیم اکبر شاہ نے مالوہ کی طرف کوچ فرمایا۔ تو صوبہ مالوہ کے تمام مشائخ ایک وجہ خاص سے لشکر میں فراہم کئے گئے۔ اس مجمع میں راقم کو شاہنہجین کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا تھا۔ دیدار اور دست بوسی سے فیض پایا تھا۔ خدا کرے۔ آپ کی برکات و دام کے ساتھ ہم آغوش رہیں۔

یاد خواجہ کلان پور خواجہ چوہباری

آپ۔ دینی سعادت میں۔ موجدان سابق کے ہم پایہ۔ اور دنیاوی تصرفات میں فرمان روا یاں زمانہ کے ہمسر تھے۔ بایںہمہ طریقت۔ آزادگی بے تعلقی۔ اور درویشی کے قانون اور آئین میں۔ ایک شمع ہی فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ حاجتمندوں کی معروضات اور ارباب ہوس کی خواہشات۔ سننے کے بعد۔ اُسی حجرہ میں گس جایا کرتے تھے۔ جو بنا کھاتا اور تن گدازی۔ اور روح پروری کے کام میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اسی طریقہ سے تمام عمر گزار دی۔ جب ہجری سنہ نو سو بانوین میں۔ اپنے اعضا و جوارح ملک عدم کے سپرد کر کے عنصری مکان سے اصلی مقام کو کوچ فرمایا۔ تو گھر میں سے سوائے ایک شکستہ خشت اور ایک پرانی چٹائی کے کچھ نہیں نکلا۔

یاد شیخ یوسف بن شیخ عبد اللہ تمیمی انصاری

آپ نے کتابی علم کی تحصیل۔ اپنے پدر بزرگوار کی تعلیم سے کی تھی۔ جب آپ امیر سید اسمعیل ابن سید ابدال تادری کی صحبت میں ہوئے۔ تو بیان نسبت دادادی پیدا ہو گئی۔ اور نیز ان کا دامن بکڑ کر اتلی

معرفت کا سامان فراہم کیا۔ چند روز بعد یہ اسمعیل نے فرقہ خلافت عطا فرما کر اپنا جانشین بنایا۔ دنیاوی
 وادستہ۔ ہر ایک کی ضرورت اور عدم ضرورت کے اعتبار سے لازمہ بشریت ہے۔ اس داووستہ کے اندر
 کمونیزم کو آپ کے افعال میں اور ناراستی کو آپ کے اقوال میں دخل نہ تھا۔ ہجری سنہ نو سو چوہرانوین میں
 شمال مینا گزر کر چاند رات کے دن نماز عصر مسجد میں پڑھنے کے بعد معمولی وظیفہ میں مشغول تھے۔ آفتاب
 ڈوب جانے کے بعد بعض مسجد نشینوں نے ہلال ذی قعدہ کی رویت کے واسطے اٹھ کر باہم مبارک باد کی
 آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور دکر کہا۔ اگر چاند نظر آگیا ہے۔ تو درویش کو عصری تعلقات کے
 بار سے سبک دوش کر کے۔ اپنے حضور میں کیون طلب نہیں فرمایا۔ شاید خداوندی بارگاہ کے لائق نہیں
 جانا ہوگا۔ اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں نماز مغرب کی تکبیر ہوئی۔ آپ نماز پڑھ کر اپنے مکان کی طرف
 چلے آئے۔ اُسی دم تکیہ پر سر رکھ کر۔ اپنی جان کو کلہ شہادت کے ساتھ۔ اصلی وطن میں پہنچا دیا۔ خواجگاہ گور

یاد مولانا کا سکرانی ابن امیر امین الدین خراسانی

آپ اپنے مامون مولانا فخر الدین علی واعظ کے مرید ہیں۔ آپ کے دل میں عشق اور عرفان کے جواہرات
 بہرے ہوئے تھے۔ اور آپ کی زبان کی گنجی سے عقل و نقل کے خزانے کھلتے تھے۔ کسی مقام میں بلکہ اپنے مکان کراٹا
 میں ہی رہنا پسند نہیں تھا۔ ہمیشہ آزدے قمار ہستی تھی۔ کہتے ہیں۔ بہت لوگ آپ کے درس سے استاد اور مری
 کے درجہ کو پہنچ گئے۔ نیز آپ فرماتے تھے۔ میرے مامون ہمیشہ باغ میں تنہا جایا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے
 عرض کیا۔ مجھ کو بھی اپنے ہمراہ لے چلیے۔ فرمایا۔ تم کو باغ دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ لیکن اس لحاظ سے
 کہ میں دل شکستہ نہ ہوں مجھ کو ہمراہ لے گئے۔ جب باغ کے اندر قدم رکھا۔ تو اُس کے درخت تمام و کمال
 قیام سے رکوع میں جبک گئے۔ مجھ کو حیرت اور حیرت کی وجہ سے بیہوشی ہونے لگی۔ آپ نے میری پیٹھ پر ہاتھ
 پھیرا تب میرے دل میں اس حالت کے دیکھنے اور برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہوئی۔ ہجری سنہ نو سو چوہرانوین
 میں جہان فانی کو وداع کیا۔

یاد مخدوم عقیق

آپ کی زاد پویم اور خواجگاہ سدو نون بوبک گاون میں ہیں۔ جو سیہوان کے نزدیک ہے۔ سیہوان
 کو سیستان سندھ بھی کہتے ہیں۔ زبان کو رسمی فضیلت اور دل کو حقیقی معرفت حاصل تھی۔ آپ ضمیر کی باتوں
 سے آگاہ۔ عمود اولوں کے دوست۔ اور نیز موزان نفس و آفاق سے واقف تھے۔ شیخ طاہر ابن یوسف سنہ

کے استاد زادہ ہیں۔ جو مجمع البحار طاہری۔ اور ریاض الصالحین کے مصنف تھے مسیح زمان شیخ عیسیٰ قاسم مظہر
سے روایت ہے۔ حکیم عثمان بوبکانی سے مینے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ مخدوم نے آخر عمر میں منطق کی کتابیں
دریائیں بہادی تھیں۔ اور احیاء العلوم۔ عوارف۔ فصل الخطاب۔ اور نیزان کتابوں کی مثل جو دیگر کتب ہوتی
تھیں۔ اُن کے مطالعہ کے سوا کوئی شغل نہیں تھا۔ مصرع باد بر وحش مقام جنت فصل الخطاب۔

یا مخدوم بایزید لاکھ

لاکھ۔ ایک قبیلہ ہے سندھ میں۔ غزت آماے دارین۔ ہرہ مند نشاتین۔ مرزا عبد الرحیم خان خانان۔ ابدو
نے مسیح زمان کی خدمت میں بیان کیا تھا۔ کہ جب میں صوبہ تہ فتنہ کرنے کے زمانہ میں۔ مخدوم کی خانقاہ میں
ہو چکا۔ تو صوفیوں کی ایک جماعت دیکھنے میں آئی۔ کہ اُن کے ہاتھ تو لازمی ضروریات بہم پہنچانے کے کام میں
مصرف تھے۔ اُن کی زبانیں تلاوت قرآن کے ساتھ۔ ذکر الہی میں لگی ہوئی تھیں۔ اور اُن کے قلوب۔ نفسانی
خطرات دور کرنے کی فکر میں مشغول تھے۔ آپ کی گرامی صحبت سے بہت کچھ باطنی فروغ حاصل ہوا۔

مصرع آئیے نور باد شمع شبش

یا مخدوم بلال سندھی

آپ۔ حق کے عارف۔ اور خلق کے معروف تھے۔ ہدایت سندھی سے روایت ہے۔ ایک رات
کا ذکر ہے۔ مخدوم خلوت خانہ کے اندر۔ مطالعہ اود مشاہدہ میں مشغول تھے۔ پیاس کا زور بہان تک ہوا۔ کہ پانی کے
داسٹے باہر آنا پڑا۔ ناگاہ خواجہ خضر علیہ السلام موجود ملے۔ دیا۔ جو کچھ دیا۔ اور پایا جو کچھ پایا پیت

آنچہ حق بہر بندگان آراست

آرزو آنچہ ناند خواست

یا مولانا خرد دیوانہ

آپ کے ہاتھ نے دامن مولانا خواجگی کا شانی کے ارشاد کا پکڑا تھا۔ آپ آگاہ دل۔ خدا شناسوں
میں سے تھے ہمیشہ فیض رسانی کی سند پر معرفت الہی کا بیان کرنے کے وقت جذبہ کی جسے چہرہ
سرخ ہو جایا کرتا تھا۔ اور معانی کا نشہ سر سے جوش مارا کرتا تھا۔ ایسی اونچی اونچی باتیں بیان کیا کرتے تھے۔
کہ اندیشہ ہی اُن کے ادراک سے قاصر رہتا تھا۔ اور کوئی دانشمند۔ آپ کے بیان کی توجیہ نہیں کر سکتا تھا۔
کتے ہیں۔ دارالاسلام بلخ کے فرمان روا پیر محمد خان اندک نے اپنے زمانہ حکمرانی میں ایسے خلیفہ کی درخواست
کی تھی۔ جو نقش بند یہ سلسلہ پر لوگوں کو تائیف قلوب کر کے کیچ لاوے۔ چنانچہ مولانا نے اپنے

یاروں سے استفسار فرمایا۔ ہر ایک نے اس کام کے لئے۔ اپنے تئیں تجویز کیا۔ اس وقت مجلس میں مولانا
مردودہ موجود نہیں تھے۔ پیر بزرگوار نے سب کی رائے کو نظر سے گلدیا۔ کیونکہ بوسہ پسند آتی تھی۔ اور قلبی توجہ سے
مولانا غرور کو صحیح کی طرف کیسٹج بلایا۔ اور فرمایا۔ دلیانہ تم وہ ویشان بلخ کے پیشوا کئے گئے ہو۔ اٹھو۔ اور روانگی کا
سامان کرو۔ جب وہاں پہنچ جاؤ تو طریقہ رہنمائی اختیار کرنا۔ اور طالبوں کو اپنے مطلوب میں کامیاب کرنا۔ اپنے
تعمیل حکم کی۔ اور رہنمائی کا کام۔ سنجیدہ روش کے ساتھ انجام دیا۔ ہجری سنہ کچھ اور نو سو نوے تھا۔ کہ آپ کی
طلب۔ روحانی عالم میں ہوئی۔ آپ نے قبول فرما کر بلخ میں خواگاہ اختیار کی۔

یاد شیخ صدیق برودہ (برودہ)

آپ عطار کے راہ کے تھے۔ جب توذیق کی ہرم سے آپ کو کیفیت حاصل ہوا۔ تو آپ کی عطاری کی دوکان
چھوڑ کر۔ پیر کا شطاری طریقہ اختیار کیا۔ توڑے عرصہ میں ذاکر۔ شافل۔ عابد۔ عارف۔ فانی۔ متوکل۔ اور نیز
گوشہ نشین ہو گئے۔ خلافت کا فرقہ۔ اور بیعت کی کلاہ شیخ صدر الدین ذاکر سے ملی تھی۔ ہمیشہ جان توڑ کر گوشہ
کیا کرتے تھے۔ کہ پیر کی ہی ملازمت میں رہیں۔ پیر کی آخری رحلت کے بعد ناچار ہو کر ایک مسجد کا گوشہ
اختیار کر لیا تھا۔ اور اُسی میں رہے۔ جب تک کہ ناسوتی تلچھٹ کا پیالہ بڑا کر لاہوتی شراباً طوراً کا پیمانہ منہ سے
نہیں لگا لیا۔ اور ہرم وحدت میں صاحب دور نہیں ہو گئے۔ ہجری سنہ نو سو بانوین میں جو مظفر گجراتی کے خارج
ہونے کا اور خانانان کی فتح کا سال ہے۔ راقم سہمی علوم کی تحصیل کے ارادہ پر اپنے وطن سے احمد آباد گجرات
کو جارا ہوا تھا۔ جب شہر برودہ (برودہ) ہو کر گزر ہوا تو اپنے مرشد شیخ صدر الدین ذاکر کے روضہ کی زیارت کے
واسطے۔ اور نیز اُس شہر کے مشائخ کی ملازمت کے قصد سے دو تین روز وہاں پر مقام کیا۔ اور اپنی شائق
آنکھیں ان اصحاب کے دیدار سے منور کیں۔ اس درمیان میں شیخ صدیق کی خدمت میں کئی دفعہ رازداری
کی باتیں ہوئیں۔ پیر جب ہجری سنہ ایک ہزار تین میں اسنادی شیخ وجیہ الدین علی کے روضہ مقدس کی
خاک بوسی کے واسطے گجرات کو گیا۔ تو اس دفعہ آپ کو برودہ (برودہ) کی اُس مسجد میں نہ پایا۔ مسجد کے
ہمسایوں سے آپ کے حالات تحقیق کئے۔ تو اوہوں نے بیان کیا۔ کہ ہجری سنہ نو سو ستانوین میں آپ
آنجہانی ہو گئے۔ بعض نے سنہ چیانوین بیان کیا۔ العلم عند اللہ الملک العلّام
یاد شیخ عبدالرحمن صوفی سرہندی
آپ ترین گروہ میں سے ہیں۔ عاشق منش۔ مبتلا سرشت۔ سوختہ دل۔ حسن پست۔ فراخ مشرب

ہر دو جوان بہت - ستودہ خو - گوشہ نشین - گرسنگی پرور - نیاز گزار - آرزو دشمن - قناعت دوست
 اور اہل کشف تھے - آپ کو سید بدایہ بلگرامی کی خدمت میں ارادت تھی - جب اپنی زاد بوم سے آپ دارالسلطنت
 آگرہ میں آئے - تو غوث الاولیاء کے صاحب نادہ مخدومی شیخ ضیاء اللہ کی خالقاہ میں مجروحہ تجویر کر لیا قدس سرہ
 اور چند روز میں ضیائی صحبتوں نے زندگانی کا باغ پُر بہار دیا عایشہ نامی ایک عورت حسینہ اور جمیلہ تھی
 یکایک آپ اُس پر عاشق ہوئے - زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ عورت مذکورہ نے بھی - درویش اور نیز
 درویشی پر دل دیدیا تھا - المقصدہ دونوں طرف کی اجازت - اور خوشنودی سے عقد کی رسم ادا ہوئی - بہت
 برسوں تک دونوں ہم راز رہے - سید احمد قادری آپ کے ہم رازوں میں سے ہیں - ہمیشہ کہا کرتے تھے - کہ
 شیخ اس عورت کے ساتھ ایسا گہرا رقبہ کیا کرتے تھے - کہ رات کو صبح کر دیا کرتے تھے - اور تَنْتِنَ لِلنَّاسِ
 حُبَّ الشَّهَوَاتِ کے گردیدہ لوگوں سے مستثنیٰ تھے - کیونکہ آپ کی نظر بساط زمانہ کی رنگ آمیزی کو دیکھ کر بھی انہی
 جگہ سے نہیں سکتی تھی - اور آپ کا دل - روزگار کے طلسمی ہنگامہ سے کبھی دھوکہ نہیں کھاتا تھا - بلکہ نہایت
 کم حد جب کی خوش اور پوشش سے بہوک کی دفع الوقتی - اور برہنگی کی دلاسا کشادہ پیشانی کے ساتھ فرمایا
 کرتے تھے - ہجری سنہ نو سو پچانوین میں اپنی عنصری صورت - سپرد خاک کر کے - اصلی وطن کو
 رخصت ہوئے -

یاوشیخ طیب طاب ثراہ

آپ - حافظ - عالم - قاری - بے تکلف - شکستہ دل - اور نناک چشم تھے - اپنے گھر کی ضروریات
 خریدنے کے واسطے بازار کو جایا کرتے تھے - ایک روز اپنے ایک حسین کو جو معشوقی کے ساتھ اس ملک میں مشہور
 تھا - بیچ القلوب کے ہمراہ دیکھا نہی - اور مذاق کے طور پر کہا اَلْهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ الْهَيْتَ كُمْ اور یہ کہ کھل
 دئے - مخدوم ہارون ایک بزرگ تھے - سند کی تمام زمین ان کے وجود سے روشن تھی - اور تہ کی تمام اطراف
 ان کی با علم اولاد اور شاگردوں سے منور ہیں - کتے ہیں شیخ طیب انہیں مخدوم کے فرزندوں میں سے ہیں
 ظاہری علم میں آپ کے استاد - ملا یونس مفتی سند ہی ہیں - تقدیر کے کرشمہ سے ناچار ہو کر آپ اپنے وطن
 سے دل برداشتہ ہوئے - اور ایلیج پور برار کی طرف سفر اختیار کیا - اس زمانہ میں شیخ طاہر پور سبب بیان
 ۱۵۰ لوگوں کو (دنیائی) مرغوب چیزوں کے ساتھ دل بستگی پہلی معلوم ہوتی ہے ۱۵۱ کیا ہی ہیں - جو تمہارے معبودوں کو
 (مٹی کی) یاد کرتے ہیں ۱۲ -

تشریف رکھتے تھے۔ ایک دوسرے کا دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور شکر الہی بجالائے۔ ان دونوں صاحبوں کے درمیان میں بیان تک محبت بڑھی۔ کہ شہر کے لوگ دونوں بزرگواروں کو باہم بہائی بہائی سمجھتے تھے لیکن شیخ طیب۔ وہ شیخ طیب نہیں ہیں جو ان کے بہائی تھے۔ ان کا پیمانہ زندگی۔ ہماری سندھو پچاس میں لب ریز ہو چکا ہے۔ القصہ۔ آپ نے ایک مفید شرح رسالہ غوثیہ پر لکھی ہے۔ اور آپ کے عمدہ عمدہ حاشیہ مشکوٰۃ حدیث پر بھی ہیں۔ مسیح القلوب اصول فقہ اور کلام میں آپ کے شاگرد ہیں۔ برار کے عادی و معلوم ہیں۔ شیخ ظاہر کے ہمراہ آپ بھی حاکم کی التماس قبول کر کے برہان پور میں آ گئے تھے۔ بہت کچھ فیض بیان کے لوگوں کو پہنچایا اور دسویں صدی کے دسویں حصہ میں آپ نے اُس جہان کا عزم فرمایا۔ خواب گاہ۔ شیخ ابراہیم عمر سندھی کے حلیہ میں ہے۔ مصرع باد طیب ہمو نامش خاک او۔

یاد شیخ عربی دیانہ سندھی

آپ کی ایسی عجیب و غریب ہوش رُبا خارق عادات۔ زمانہ کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کو تحریر اپنے آغوش میں نہیں لاسکتی ہے۔ منجملہ خارق عادات کے ذکر قربان کو کمال کے درجہ پر پہنچایا تا جب آپ اس کا شغل کیا کرتے تھے۔ تو تمام جسمانی اعضا بند بند کر کے جدا ہو جایا کرتے تھے۔ اور پھر مل جلیا کرتے تھے۔ بعض کا یہ گمان ہے۔ کہ مخدوم نوح آپ کے مریدوں میں سے ہیں والد اعلم۔

مصرع منظر معجزات احمد بدود

یاد شیخ سعد الدہلوی چشتی

آپ کا روزمرہ کا خرچ۔ دہقانی۔ سوگاری۔ یا ساگری پر منحصر نہیں تھا۔ بلکہ فی السماء رزقکم کے جاگیرداروں کے نام دیوان ازل سے فرمان و طیفہ جاری ہو گیا تھا۔ اس سبب آپ نے زندگی۔ اُسی آسمانی رزقی پر بسر کی۔ کسی متعارف سبب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور آزادگی اور گوشہ نشینی کا دامن ہمیشہ ہاتھ سے پکڑ کر دراصلان تریب کی ملازمت سے فیض اٹھایا۔ آپ اپنے تئیں شیخ جاوید دہلوی قدس سرہ کے خانقاہ نشینوں میں سے بیان فرمایا کرتے تھے شیخ عبدالعزیز عجمی ہندوی دہلوی کے ساتھ نسبت خویشی رکھتے تھے شیخ محی الدین علی شاہ کو۔ عادل شاہ برہان پوری کے حضور میں عرض بیگی کا منصب حاصل ہوا۔ یہ آپ کے ہی فرزند ہیں۔ اور عادل شاہ کی التماس پر آپ براہ مہربانی۔ دہلی سے بہرک سکونت برہان پور چلے آئے تھے۔ چند سال بعد۔ اسی شہر کی

حدود میں شمالی سمت پر شیخ ابراہیم سندھی کی قربت کی ہمسائیگی میں خواہ گاہ اختیار کی۔

مصرع ہمایاش رسول خدا باد و بشت

یاد سید حبیب اللہ قدس سرہ

آپ کا آغاز سلوک تھا۔ کہ شیخ بلال کی خدمت میں پہنچے۔ امدان کے موثر انعام سے تلقین چاہی شیخ بلال نے فرمایا۔ سیادت خود فی نفسہ بڑا عالی شان حصہ ہے۔ آپ کو حاصل ہے۔ آپ کا رہنما مجرب حبیب گوڑہ یا فقیر جو کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ زیبا نہیں ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کسی ایسے بزرگ کی تلاش میں بہت کا پائون غبار آلود کر کے اپنی مراد میں کامیابی حاصل کیجئے۔ جو آپ کی نسبت کے ہم پلہ ہو۔ قصہ کوتاہ آپ نے جہاں پہا قدم سے قید اٹھائی۔ امدیامی شروع کی۔ آپ فرماتے تھے۔ ایام سیاحی میں۔ جس صاحب کی خدمت میں پہنچتا ہوں اسید پوری نہیں ہوتی تھی۔ جواب ملتا تھا۔ کہ تمہاری ہدایت شیخ بلال کے حصہ میں آچکی ہے۔ تاجار پر یہاں کہ شیخ بلال کے آستانہ پر حاضر آیا۔ امدبیعت ہو گیا۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ جب میں چہ روز کا تھا اس وقت کے حالات مجھے یاد ہیں کہ میں کس طرح امدکمان تھا مصرع بصارت با بصیرت روزیش باد۔

یاد شیخ کستین لاکہ

آپ کے پیر طریقت شیخ بلال ہیں۔ کہتے ہیں۔ آپ صاحب دولت اور صاحب سامان تھے حتیٰ کہ چند گروہ آپ کے زیر فرمان رہتے تھے۔ یکایک اس ساز و سامان کے ترک کا خیال آپ کے دل میں پیدا ہو سب کو جو بڑ چہاڑ کر کس کی کفنی گلے میں ڈال لی۔ اور پیر کی خدمت کا شغل اختیار کیا۔ ایک روز آپ سے دریافت کیا گیا۔ عز و جادہ کو جو بڑ کر۔ فقر و نیاز کی دوستی اور سوختگی کے ساتھ آشنائی کس حد تک پہنچ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ گدائی۔ امدظاہری خواری کے ساتھ مجھ کو اس قدر آرام معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر میں فرمان برداروں کے مکانوں پہنچا کر روٹی کا ٹکڑا ہیک مانگوں۔ تو میری طبیعت پر گرانی پیدا نہ ہو۔ بلکہ آسودگی پڑے۔ جب آپ قبر میں رکے جاتے تھے۔ تب ذکر کی آواز سننے میں آئی تھی۔ مصرع جزء ذکر حق زبان گو یا مس باد

یاد شیخ محسن کھسانہ

کمانہ ایک قصبہ ہے دہلی سے شرقی سمت میں چالیس کوس دور۔ توکل اور خاموشی یہ دو گواہ آپ کی ولایت کے تھے۔ ایک بزرگ روہنگ سے لکھتے ہیں۔ آپ بچے کا خون سے کہیں نہیں جابا کرتے تھے البتہ چند روز بعد درویشوں کے دیدار کے واسطے ہمارے قصبہ میں آیا کرتے تھے۔ یہاں کے باخند سے

چوٹے سے لیکر بڑے تک تمام آپ کی پیشوائی کے واسطے جاتے تھے۔ اور عمدہ طرح سے آپ کو شہر میں لا کر ہر ایک شخص اپنے گھر میں اترنے کی اتھاس کیا کرتا تھا۔ آپ سب سے عذر معذرت کر کے۔ جہاں آپ کا دل چاہتا تھا وہاں اتر پڑتے تھے۔ سوائے ضروری بات کے زبان نہیں کھولتے تھے۔ اور ایک حکم کی مقدار کے سوا کسی روپیہ پیسہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ اسی طرز کے ساتھ ایک دو ہفتہ وہاں رہ کر اپنے وطن کو لوٹ جلیا کرتے تھے۔ بہت برسوں تک اسی طرح گزاری۔ خواہ گاہ کمانہ۔

یاد شیخ ظہور الدین محمود بن جلال

آپ۔ گجرات کے فرزند۔ قطب الاقطاب غوث الاولیاء کے مرید شیخ صدر الدین ذاکر کے خلیفہ راقم کلزار کے مربی۔ ربانی کلام کے حافظ۔ بے یار و دون کے یار۔ اہل کم زور وں کے قوت بازو تھے۔ ہر ایک خانوادہ کے پیروں میں دعوت کا علم۔ اور اذکار کا طریقہ مختلف ہوتا ہے۔ اور علیٰ ہذا مشہور سلسلوں کے مشائخ میں اشغال اور اسرار کی طرزین گونا گون ہوتی ہیں۔ ان سب امور میں آپ کو کمال فیض حاصل تھا مرشد کے ساتھ بہت مدت تک سیر و سفر میں ہم قدم۔ اور خلا و طمانین ہم دم رہے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیر کے اسرار اور افعال کا آپ آئینہ تھے۔ یعنی پیر کی صورت سے رنگ اور پیر کے معنی سے بوجہم پوچھائی تھی جب مرشد کو گجرات جانے کا خیال پیدا ہوا۔ تو آپ کو انہوں نے منٹو (مانڈو) داون کی ہدایت کے واسطے سین جھوٹا۔ کم و بیش دہائی برس باشندگان شہر کی فیض رسانی کی بعد کہ تاریخ اٹھارہویں شعبان کو ہجری سنہ نو سو چھیانوین میں منزل قدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ خانقاہ میں ہی قبر بنائی گئی۔ شہر والہ آپ کی عمر جو کوتاہ بتاتے تھے۔ اس کی وجہ اپنی کم واقفیت سمجھتے تھے۔ بیچ و فوس کی زیادتی کا حال کیا لکھوں۔ کہ اس علامہ دہر کے نہ لکھے ہوئے واقعات کا ایک انبار ایسا ہے جس پر علم حاصل نہیں ہے۔ رحلت کے وقت آپ کے چند کامگار خلفا حاضر تھے۔ آپ نے حاضرین میں سے شیخ دادو کو منتخب کر کے اپنی جانشینی کے واسطے اجازت فرمائی۔ شیخ دادو جیسے ظاہر میں برگزیدہ تھے دیے ہی معنی میں ہی برگزیدہ تھے انہوں نے شیخ عبداللہ اور شیخ ضیاء اللہ مخدوم زادوں کی خدمت میں رہ کر نفسیاتیات میں اہل صفائی وقت حاصل کی۔ اب ان دونوں صاحب زادوں کے بجانب گوالیار چلے جانے کے بعد۔ آپ ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں منٹو کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کو قیام اور راستہ ہی کی توفیق عطا فرماوے۔ مصحح ہجو داغ بام کاراؤ تو محمود آبادی

یاد شیخ محبت

آپ نبی اسرائیل گروہ میں سے ہیں۔ زاد بوم دہلی۔ اور خواب گاہ سازنگ پور مالوہ ہے۔ سپاہیانہ
 روش تھی۔ نستعلیق خط استادانہ لکھتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو چالیس تھا۔ کہ قصبہ دھارمالوہ میں ایک حسین منظر
 پر عاشق ہو گئے۔ خلعت کو گدڑی کی عوض۔ اور عقل کو دیوانگی کی عوض فروخت کر دیا۔ اس درمیان میں بھر
 حجاز کا دلولہ اندرون باطن سے جوش کراٹھا۔ تو حرمین شریفین زاد صہما اللہ شرقاً کے طواف سے سرفراز
 ہوئے۔ بحر اعظم کے کناروں کی سیر کرتے ہوئے۔ مالوہ کو لوٹ آئے۔ ایک مدت دراز تک راقم گلزار کے
 ساتھ مصاحبت رہی۔ انہیں ایام میں ایک دوست کے گھر خوشی کا جلسہ تھا دو قوال آپس میں بڑ گئے
 آپ نے صفائی کرانی چاہی۔ تقدیر ناموافق تھی۔ آپ کی صلح کنان باتیں۔ ان دونوں میں سے ایک کو ناگوار
 گردین۔ اُس نے کہیں سے خنجر نکال کر آپ کے پہلو میں مارا۔ حاضرین محفل کو انصاف اور حمایت حق نے اُس
 بد کردار کے مار ڈالنے پر آمادہ کیا۔ مگر آپ نے پکار کر کہا۔ کہ درویش کا خون سبیل ہے۔ دیت اور قصاص لئے
 جانے کے لائق نہیں ہے۔ جو اصحاب میری خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کو چاہیے۔ کہ اپنی تکلیف اور
 دشمن کا آزار گوارا نہ کریں۔ کیونکہ ازلی دفتر میں خنجر مارنے والا۔ اور زخم کھانے والا دونوں ایک ہی اصل کی فرع
 ہیں۔ اور کسی کو تقدیر کا لکھا ہوا اگر گون کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ القصہ هجوم غوغا کو شگفتگی کے ساتھ منتشر
 کیا۔ چند روز بعد زخم اچھا ہو گیا۔ تو آپ اُجھین سے سازنگ پور میں چلے گئے اس جگہ ایک سانپ کے کاٹنے
 سے آپ کی عنقریب عمارت کے اندر ہجری سنہ نو سو چالیس میں خرابی پیدا ہو گئی۔ عارف وقت محی قلوب سید
 محی الدین پسر سید چاند سازنگ پوری۔ جن کا ظاہر اور باطن دونوں آراستہ ہیں۔ بیان کرتے ہیں ایک روز میں امیر
 سید علار الدین کے روضہ میں شیخ محبت کے رازداری کی باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک طرف سے ایک نعش آتی
 ہوئی معلوم ہوئی۔ اور دوسری طرف ایک جمیل مظہر نمایاں ہوا۔ میری نظر تابوت پر پڑی جس سے مجھ کو
 حیرت اور عبرت زیادہ ہوئی۔ اور آپ کی نگاہ اُس محبوب کے چہرہ پر پڑی۔ جس سے آپ شاہدہ بین مستغرق
 ہو گئے۔ میں نے کہا۔ تابوت کی طرف نگاہ کرنا عبرت پیدا کرتا ہے۔ اور جمیل صورت پر نظر ڈالنا۔ نفسانی
 خواہش بڑھاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ درویش کی نظر میں یہ دونوں باتیں ہم پلہ ہیں۔ اور جو شخص فناء ہو گیا ہو۔
 موت اور زلیست اُس کے اختیار میں ہے چنانچہ اُسی شب کو آپ نے ہم نشینوں کو یہ دہو کر دیا۔ کہ مجھ کو

سانپ نے کاٹا ہے۔ جب علاج اور جبر منتر کرنا شروع ہوا۔ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ ہر دیش کو اس محل کی فرشتہ
 نہیں ہے۔ پس یہی بہتر ہے کہ اپنے تئیں خدا کے سپرد کر کے بالکل خواب راحت میں ہو جاؤں۔ صبح کے
 وقت لوگوں نے آپ کو رحمت حق میں آسودہ پایا۔ اور آپ کے کسی عضو پر سانپ کے کاٹنے کا نشان نہیں
 رہا۔ اور آپ کے مراقبہ کے مکان میں ایک شرعی تہمد کے سوا۔ کوئی روپیہ پیسہ نہیں نکلا۔ اس بیان سے
 معلوم ہوا کہ سانپ کاٹنے کی روایت عام خلافت کی شہرت ہے۔ واصل آپ کی رحلت فرمائی کی حقیقت اس
 طرح پر ہے۔ کہ جیسے بیان کی گئی۔ اس کے بعد آپ کے دیرینہ رازدار اور نگہدار شیخ صدر رحبان نے آپ کو
 خواب میں دیکھا۔ تو آپ سے آئی عالم کا ماجرا دریافت کیا۔ آپ ہنسے۔ اور فرمایا۔ المؤمن مرآة المؤمن
 اور منہ بند کر لیا۔ مصرع آئینہ خدا سے نما باو جان او۔

یاد سید عبدالدین ابن سید جلال متوکل

آپ کی تمام وکمال ہمت۔ حدود شریعت کی نگاہ بان میں۔ اور تمام وکمال نیت۔ اسرار حقیقت
 کی پاسبان میں مصروف تھی۔ آپ ہمیشہ رہنمائی اور نصیحت کے وقت۔ معرفت۔ اور کشف کے انوار فرشتہ
 کے لباس میں۔ پوشیدہ عبارت کے ذریعہ سے بیان کیا کرتے تھے۔ نقیصہ کی برہنہ باتیں۔ بہت کم کیا کرتے
 تھے حقائق اور اسرار بیان کرتے وقت۔ دل چپ اشاروں۔ اور دل آویز نکتوں کے جواہرات۔ نظم اور
 نثر کے ناگزیر پروردگار۔ سننے والوں کے کان اور گردن کا ہار بناتے تھے۔ ظاہری علم کی تحصیل۔ شیخ ابوالفتح
 تہانوی۔ اور شیخ جلال انصاری کی فیض بخشی ہے۔ اور باطن کی پرورش۔ اپنے پدر بزرگوار کی توجہ سے کر کے
 ان کمالات اور حالات کو پہونچے تھے۔ آپ کی ولادت کا سال نو سو تینتالیس ہے۔ آغاز جوانی کے بعد فرائض
 سنن۔ اور نوافل کے ادا کرنے میں جان توڑ کر کوشش کرتے تھے شیخ محمد صوفی سے روایت ہے۔ ایک
 روز میں جنگل میں جا رہا تھا۔ دو موعب سامنے آئے۔ اور سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے
 دریافت کیا۔ سید عبدالدین ابن سید جلال متوکل کو آپ جانتے ہیں۔ میں نے کہا۔ میں آپ کے خانوادہ کا غلام
 ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہم کو ان سے ملنا ہے۔ میں ان دونوں شخصوں کو سید کے نزدیک لے گیا۔ انہوں نے
 قدم بوسی کے بعد عرض کیا۔ فرزند رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت ہونے کی آرزو ہمارے
 دل میں تھی معاملہ میں حضور نبوی نے ہم کو اجازت دی ہے۔ کہ ہندوستان میں جا کر اگر وہ میں سید عبدالدین کے
 مرید ہو جاؤ۔ اگرچہ ہمارے فرزند اس ملک میں ہی ہیں۔ لیکن۔ ہمارا حصد ازل میں انہیں کی تحویل سے ملنا

معین ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس شہر میں اس ہمتارے مطلوب نام کا شخص شاید کوئی اور ہو۔ تشخیص و تحقیق کے بعد بیعت کرنا۔ انہوں نے عرض کیا۔ جن دل ربا خصلتوں کے ذریعہ سے علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔ وہ تو آپ میں ہی پائی جاتی ہیں۔ خیر۔ رسم بیعت بجا لا کر۔ اُسی رات کو اجازت معادہ حاصل کی۔ راوی ہی دہلیز کے باہر تک انہوں کی متابعت میں گیا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔ جس سال میں کہ **لعان الشیب فی الاسلام** لوری سید کی ڈاڑھی میں فردغ پیدا کرے گا۔ وہی سال سید کے کمال کا ہوگا۔ کہتے ہیں۔ جب آپ کی عمر پچیس کو پہنچی۔ تو پیری کی سفیدی نمودار ہوئی۔ اور اسی سال کی چھٹی ماہ صفر کو استقا کی بیماری آپ کو عارض ہو کر۔ کامل دو مہینے لگتا رہی۔ لیکن عبادات کے وظیفوں میں کسی قسم کا فتور واقع نہیں ہوا۔ تاریخ چھبیسویں ربیع الاول ہجری سنہ نو سو اٹھانوین کو آپ نے بزرگان شہر کو بلا کر ان کے رو برو خرقہ اور سجادہ اپنے فرزند سید بہاری کے حوالہ کیا۔ حاضرین نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اللہ تعالیٰ اجل شادہ اس وصیت کو مبارک کرے۔ آپ نے فرمایا ہر ایک طریق سے مبارک ہے۔ بالآخر۔ اسی ربیع کی چاند رات کے دن دنیا کی دیرانہ جگہ کو رخصت فرما کر عالم غیب کی آباد عمارت کی طرف سفر کر گئے۔ خواب گاہ آگرہ۔

یاد شیخ راجی محمد برودرہ (پڑودہ)

آپ رند تھے۔ مگر سادہ نما۔ آزاد تھے۔ مگر سوزنجیرین پانون میں ٹہپی ہوئے دیوانہ تھے۔ مگر کام سب عاقلانہ فنا فی الشیخ کو فنا فی اللہ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ اور ترجیح کی وجوہ بیان کیا کرتے تھے۔ تمام کردار گفتار۔ اور رفتار میں اپنا نقش خاکی لوح سے مٹا کر تمام کوشش کی طرف منسوب پاتے تھے اسی اندیشہ میں انکی آمد و رفت رہتی تھی۔ ادبدون ستانہ نعرہ ملانے کے کوئی قدم راستہ میں نہیں رکھتے تھے۔ ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو نوے تھا۔ کہ آپ کے نام الہی طالب کا پیغام پہنچا۔ آپ قبول کر کے۔ **عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ** کے حضور میں روانہ ہو گئے۔ آپ نے ایک بیٹا چھوڑا۔ شیخ ولی محمد نام تھا ان کو سلوک سے پہلے آغاز ہوش میں ہی۔ توحید کے قوی جذبہ نے آ لیا۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ توحید کی بات کے سوا۔ آپ کی زبان۔ دو سکر حرف کے واسطے حقیقہ گوئی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار ایک میں احمد نگر دکن کے مقام پر نظر آئے تھے۔ پر آپ کی کوئی خبر نہیں آئی۔ آپ کے برگزیدہ مریدین میں سے شیخ صدر الدین ذاکر ہیں۔ یہ اپنے پیر کے ساتھ ہمیشہ واپسین نفس تک سفر اور

یاد شیخ میان آیا

آپ کا نام ابراہیم ہے۔ صاحب حلّ قال۔ اور اہل مقامات و کرامات تھے۔ زاد بوم قلعہ بہرہ چ گجرات اور خواہنگاہ برہان پور محمد شاہ فاروقی کے حلیہ میں۔ کہتے ہیں۔ یوں تو آپ نے بہت سے مشایخ زمانہ کی نظر دہی اور ملازمت کر کے فیض پایا تھا۔ لیکن فرقہ خلافت آپ کو غوث الاولیا قدس سرہ کی خدمت عالی سے ہی حاصل ہوا ہے۔ المقصد جب گجرات سے برہانپور میں آئے۔ اُس وقت میں محمد شاہ وہان کا حاکم تھا۔ اور سیدین الدین اُس کا وزیر اعظم تھا۔ جس نے غوث الاولیا کی خانقاہ میں ایک مدت تک رہ کر کام کیا تھا۔ یہ دونوں اصحاب صفائی قلب سے آپ کے مرید ہو گئے۔ جب حاکم احمد وزیر مرید ہو گئے۔ تو آپ نے مرید کرنا ترک کر دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو جواب دیا۔ کہ میں ایسا نہ ہو۔ کہ اب جو لوگ میری طرف اظہار ارادت کرتے ہیں۔ اس میں لوگوں کا خیال یہ ہو۔ کہ اس صوبہ کے حاکم کا میں پرہیز پس ہی بہتر ہے کہ میں اپنے تئیں اس خطرناک شیوہ سے باز رکھوں۔ تاکہ جو لوگ ارادت کی استعداد رکھتے ہیں میں اُن کی گمراہی کا سبب نہ بنوں اور کسی کے خالص عمل کو ریا کی آلائش سے آلودہ نہ کروں۔ ہجری سنہ نو سو اٹھائیس یا نیا نوین میں اعلیٰ عالم ارواح کو رحلت فرمائی۔ خلیل الرحمن آپ کی تاریخ وفات ہے۔

مصع ملار اعلیٰ باد جاے یاد او

یاد حاجی ابراہیم سہندی

آپ کی رنگین طبیعت کا شاہد علوم اور معرفتوں کے زیور سے آراستہ تھا شیخ الحدیث شیخ ابن جمن نبی کی خدمت میں اپنے حرم محترم میں رہ کر احادیث کی تصحیح کی تھی۔ حدیث اور تفسیر کی سندیں آپ کو نسبت عالی حاصل تھی۔ آپ کی قوت ناطقہ موثر اور واعظانہ اشعار کی زبان سے آشنا تھی۔ جس زمانہ میں تمام ملک ہندوستان کو شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ نے فتح کر لیا تھا۔ تو اُس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ تمام علما۔ جو گروہ کے گروہ پائے تخت کے شہزادہ ہیں۔ ایک ایک کر کے تمام قلمرو کے ایک ایک حصہ میں مقرر کئے جاویں جس طرح ظاہری فوج اور احرار سے ملک میں امن و امان اور آرائش ہے۔ اسی طرح اس باطنی گروہ کے بابرکت انقاس کی برکات سے بھی۔ ہر ایک ملک کے باشندوں کو اپنی اپنی استعداد کے موافق فیض پہنچے اور نیز ہر ایک شخص بقدر حوصلہ۔ اس جماعت کی ملازمت سے فردغ معرفت حاصل کرے۔ اس

خیال کی بنیاد پر ایک شخص۔ ایک جداگانہ سمت میں نلن نہ کیا گیا۔ جس ملک میں آپ مامور تھے وہاں سے آپ بدون حصول اجازت۔ دارالسلطنت میں لوٹ آئے۔ یہ بات شہنشاہ کوناگوارگری۔ اس ناخوشی کے سبب آپ کو قلعہ رنتھمبور میں بھیج دیا۔ بیان پرتھالی اور اپنی حالت میں سختی دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔ ایک مدت تک تو یہ انتظار کیا۔ کہ کوئی سبب رہائی کا پیدا ہو۔ مگر پیدا نہیں ہوا۔ پر ایک رات رستی بھم پو پچا کر دیوار قلعہ پر لٹکانی۔ تاکہ اُس عالی شان قلعہ سے نیچے اتر جا دیں۔ اور فرار ہو کر چند روز گناہی کے طریقہ پر بسر کرنا آدھی دور تک اتر آئے تھے۔ کرلیکا ایک رسی ٹوٹی۔ جس نے عمر کا بھی پیوند قطع کیا۔ جو ایک بال کے تار سے بند ہا ہوا ہے۔ آپ کی روح نے درمیان میں سے ہی آسمان کا راستہ لیا۔ اور کا لبد نے اپنا اسباب زمین کے حوالہ کیا۔ بیت

غم خوار خوش باش غم روزگار چسیت

پیوند عمر بستہ بہ مومئے ست ہوش دار پڑ

یہ واقعہ پیش آنے سے خرد شناس حقیقت بین نظر کے سامنے آتے کریمہ لہ طیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولیٰ امرا منکر کی حکمت ظاہر ہوئی اور شکی طبیعتوں کو ادا مردنوا ہی کے بارہ میں یقین پیدا ہو گیا۔

یاد شیخ ودود الشطاری

آپ شیخ معروف صدیقی کے بیٹے ہیں۔ اور نام شیخ لاد ہے۔ ہمیشہ درویشی اور فقر میں زمانہ گزارا۔ آپ کے آبائے کرام معنن شیخ عبدالرحمن کو پوچھتے ہیں جو حضرت صدیق اکبر کے پوتے ہیں رضی اللہ عنہ غوث الاولیاء کے مرید اور نیز خلیفہ ہیں۔ کم و بیش بارہ سال برابر اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں رہ کر شطاری مشرب کے اشغال اور اذکار کا طریقہ اور دعوت کی سند حاصل کی۔ اور سب کو عمل میں ہی لائے۔ حضرت غوث الاولیاء نے جب گواہی سے گجرات کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ اور اس کا سبب ابھی ابھی اوپر گزارش ہو چکا ہے۔ تو آپ کو ایک مانع نے ہمراہی سے باز رکھا۔ اور آیت کریمہ لہ لائے الذین اذلوا التواکلت لہم قلت لا اجدہا احمکمر علیہ تولوا واعینہم نفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما یتفقون

لہ رنتھمبور مقام۔ اگر وہ اور جیپور کے درمیان میں واقع ہے ۱۲ لکھ اسد کا حکم مانو۔ اور رسول کا حکم مانو۔ اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں (۱۲ لکھ نان لوگوں پر کسی طرح کا الزام ہے) کہ جس وقت تمہاری پادشاہی کے تم ان کے لئے سواری بھم پو پچاؤ۔ تو تم نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس تو کوئی سواری ہی نہیں۔ کہ تم کو ادھر سواری کر دوں۔ وہ لوگ لوٹ گئے۔ اور غریب میرے آگے غم کے لہو اتار دیں۔ انکو سوچا رہی تھے۔

کے مصداق معذروں میں سے ہوئے۔ ناچار آپ چند سال تک قصبہ آشت میں گوشہ نشین رہے۔ یہ قصبہ
مصناعات مالوہ میں ہے۔ پھر جب باز بہادر افغان۔ اکبر شاہ کی افواج سے ہباگ کر لگلانہ کے اطراف میں
آیا۔ اور ملک مالوہ کو دولت اکبری نے فتح کیا۔ اور افتخاروں کی جو جماعت ازراہ اعتقاد آپ کی خدمت
میں آمد و رفت رکھتی تھی۔۔۔ موقوف ہوئی۔ تو آپ ہجری سنہ نو سو چوبہتر میں۔ اس قصبہ سے تبرک سکونت
ملک خاندیس کو چلے گئے۔ اور قصبہ جامود میں اقامت کا سامان کیا اس زمانہ میں یہ قصبہ اس صوبہ کے حاکم
میران محمد شاہ فاروقی کے حکم سے سید میران شکر کوٹی کی جاگیر میں تھا۔ اس سال میں شیخ و دو والد کی عمر شریف
سٹو سے تجاوز کر گئی تھی۔ مسیح الاولیاء فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھ کو کسی تقریب سے اپنے مرشد شیخ شکر محمد شاہ
کے ہمراہ جامود کے میدان میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں پر شیخ و دو والد کی ملازمت بھی میر
ہوئی تھی۔ ہم نے ایک نورانی پیر دیکھا۔ جس کی پیشانی سے ولایت اور کرامت کے انوار دیکھنے والوں کی نظر
کے سامنے عیان تھے۔ ہجری سنہ نو سو ترانوین میں عالم خاک سے ملک پاک کو کوچ فرمایا۔ خواہ گاہ جامود۔
آپ نے ایک لڑکا چھوڑا جسے شیخ اسمعیل نام۔ انہوں نے بیس سال تک مسیح الاولیاء کی خدمت میں رہ کر اندرونی اور
بیرونی شست و شو کی تھی۔ اور مفروضات کے ساتھ اس طرح یگانگت پیدا کی تھی۔ کہ اگر تمام اہل جہان کی دولت
مندیان ان کی بے نیازی کے سر پر قربان ہو جاویں۔ تو زیبا ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں مرشد کی اجازت
سے پدر بزرگوار کے پرانے مقام کو جا رہے تھے جو قصبہ آشت ہے۔ چونکہ آشت جانے والے کا گزر منڈو (مانڈو)
میں ہونا ضرور ہے۔ لہذا شیخ اسمعیل کو منڈو میں آنا پڑا۔ اور راقم گلزار کے غریب خانہ پر چند روز مہمان رہے
بہت کچھ تسلی دلا سادی گئی۔ کہ فقرائے باب السد کی گوشہ گرینی کے واسطے آشت سے منڈو بہتر ہے۔
تو آپ نے یہ عذر کیا۔ کہ مرشد کی اجازت آشت میں ہی رہنے کے واسطے ہوئی ہے۔ اور راقم کی التماس
کو قبول نہیں فرمایا۔ تاریخ پندرہویں ربیع الثانی سنہ صد کو لغات آشت ہوئے۔ مصرع

ہر کجاہست خدا یا بسلامت دارش

یاد میان حبیب سندھی

آپ کی ولادت ایک گائون میں ہے تہ سے نزدیک۔ ایک روز مسیح زمان کہتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار
سات میں ہرگزیدہ صاحب دلاں۔ مردم چشم کیمیا نظران۔ خانخانان ایدر دولت نے جب برہان پور خانہ
میں نزول فرمایا تو اولاً خانخانان غیمہ گاہ میں نہ اترے۔ براہ راست جلو کے سازد سامان کے ساتھ فقیر

کی مسجد میں چلے آئے۔ سب سے پہلے آپ کی بات یہ تھی۔ کہ جب میان وجیہ کے گانون کی حدود میں
شکر کے خیمے نصب ہوئے۔ تو باوجودیکہ میان کے ساتھ میرا اعتقاد درست تھا۔ مگر نیکو کا ایسا غلبہ ہوا
کہ ناوقت غنودگی پیدا ہوئی۔ اس عرصہ میں میان کا گانون لوٹا میں آگیا۔ اس سبب سے میرا دل ہر وقت
ایک عجیب انقباض میں ہے۔ اور اسی خیال اور خوف سے خیمہ گاہ میں نہ اتر کر آپ کے دیدار کے واسطے
آیا ہوں۔ اور میان وجیہ کے کچھ حالات بیان کئے۔ جس کا اجمال یہ ہے۔ بیان کیا کہ ایک شخص تھے
جن کا دل ہمیشہ درد طلب سے مالا مال تھا۔ آنکھیں اشک پشیمانی سے ہری ہوئی تھیں۔ اور زبان یاد
حق سے لبالب تھی۔ مصرع چشم و زبان دولش باد پر از معرفت

یاد شیخ احمد متوکل اجدینی

اجدین۔ صوبہ مالوہ کا ایک شہر ہے۔ آپ کو خرقہ خلافت غوث الاولیاء سے حاصل ہے۔ قدس سرہ
آپ ہمیشہ زبانی اور نمائی ذکر کے ساتھ پاس انفاس رکھتے تھے۔ امور کی باریک باریک تدابیر کو اپنے کبھی
ایک جو کی برابر ہی نہیں سمجھا۔ پیدائش ہند میں کسی شرقی شہر کی ہے۔ شیر شاہ سور کا زمانہ تھا۔ کہ آپ وطن
سے چل کر اجدین میں آئے۔ اور سامان قیام کیا۔ کسی شخص سے روپیہ پیسہ۔ ایک روز کے خرچہ سے زیادہ
کبھی نہیں لیا۔ ہمیشہ واپس نفس تک آپ کی روزی آسمان پر رہی۔ اہل روزگار کی دانائی پر نادانی کو
ترجیح دیتے رہے۔ راقم کو آپ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ نہایت محرمیت اور دلچسپی تھی
اور وہ بھی استمرا کے ساتھ۔ ہجری سنہ نو سو اٹھانوین میں آپ کی نوبت زندگان انجام کو پہنچی۔ خواب گاہ
اُس حوض کے کنارہ ہے۔ جو قلعہ اجدین کے باہر کی طرف سے ملا ہوا ہے۔ ایک جانشین چھوڑا تھا
شیخ عبداللطیف نام تھا۔ انہوں نے ریاضت کے ذریعہ سے خلافت کے چراغ میں بہت کچھ روشنی
بڑائی تھی اور سیح القلوب کی خدمت میں برہان پور جا کر حقیقت اور معرفت کا سرمایہ ہم پہنچایا تھا۔
ہجری سنہ ایک ہزار سات میں عارتی عالم کو ترک کیا۔ مصرع شدہ وزیش اللہ لطیف بجایا

یاد شیخ معروف ابن قاضی سعد اللہ

آپ صدیقی النسل ہیں شیخ نظام نارنولی کے خلیفہ تھے۔ زاو بوم دہار۔ خواب گاہ خاک مدینہ۔ آپ کے
اصدا بغداد سے آئے تھے اور شرقی دیار ہند میں صوبہ جوینور کے متعلق ایک شہر بہار نام ہے۔ اُس کو اپنا وطن
بنالیا تھا بارہ سے آپ کے دادا شیخ محمود سلاطین خلیج کے عہد میں منڈو (مانڈو) میں آئے۔ اور میں سامان

اتھست کیا چند روز بعد قصبہ انجمیرہ کے قاضی ہو گئے۔ جو مشد سے بارہ کوس۔ اور دہار سے پانچ کوس تھا۔
 اس قصبہ کے پان ایسے خوشبو۔ اور عمدہ خرو دار ہوتے ہیں۔ کہ دوسرے صوبوں میں لوگ سوغات
 لیجاتے ہیں۔ جب شیخ محمود کو سامانی قضا آئی۔ تو ان کے بیٹے شیخ سعد اللہ سند شریعت پر بیٹھے جب
 انہوں نے بھی عالم دنیا کو چھوڑا۔ تو اس وقت شیخ معروف چھوٹے تھے۔ جب شیخ معروف کا
 زمانہ ہوش آیا۔ تو پیر لقیات کی جست و جو میں بہاگ دوڑ کرنے لگے۔ اس شان میں شیخ نظام نارنولی کی فیض سامانی
 کا شہرہ سنا۔ دل سے صبر جاتا رہا۔ ناچار نارنول جا کر مرید ہوئے۔ اور چند سال خدمت حضور سے فیض پایا
 فرماتے تھے۔ پیر کے ہم کتاب نارنول سے دہلی کو جاتا تھا۔ ایک سیاح شیخ عبداللہ تھے۔ ان کو عالم
 اربعہ کی رموز اور عالم شہود کے حقائق میں اچھی واقفیت تھی۔ اثنائے ماہ میں ایک گاہوں کے بند
 ان کی ملازمت پہنچا حاصل کی۔ ہر ایک قسم کی باتیں کہیں۔ بالآخر میں ماور و دونوں ایک دوسرے کے بنی عم
 نکلے۔ بہت کچھ دلجوئی اور نوازش عمل میں آئی۔ اور مجھ کو ہر ایک خانوادہ کے پیروں کی خلافت کا خرقہ حمت
 فرمایا۔ سوائے اجازت سلسلہ چشتیہ قدسیہ کے۔ جو مجھ کو پیر سے حاصل تھی۔ چند سال بعد قصبہ دہار
 میں لوٹ آئے۔ اور اسی قصبہ کی حدود میں ایک کوٹری پسند کی۔ جہاں پر نفس کے ساتھ لڑائی میں
 مشغول ہوئے۔ اور اس خانگی چور اور ہم نشین فراق کی درد پر آمد کے راستوں پر چوکیدار مامور کئے۔
 تھوڑی تھوڑی غذا گھٹانے سے۔ نفس فریب ہونے سے باز رہا اور اس طریقہ پر سونے اور کھانے کی
 پابندیوں سے رہائی پائی۔ سبحان اللہ اگر بانی یا شربت آپ پیتے نہ ہوتے تو لہ و با جعلتہ قد
 بسد الا یا کلون الطعماء کی نفی میں شامل ہونے سے۔ آپ مستثنی ہو جاتے۔ با این ہمہ
 آہنی خار۔ ایک پرانی گوڈی کے اندر پیٹا ہوا۔ پیرا میں کے اندر ہمیشہ رکھتے تھے۔ اور تمام عمر نماز
 معکوس میں راتوں کو دن کرتے رہے۔

ہجری سنہ نو سو پیناونین میں صوبہ مالوہ کے حاکم نواب خان اعظم میرزا عزیز بزرگ کو کہ اکبر شاہ تھے
 ابد و ولتہ اس سال میں شیخ نے انجین سے احرام عمرہ باندھا۔ اور راہ حجاز اس شکل کے ساتھ طے
 کرنے کا عزم دل میں مصمم کیا۔ کہ سر کو نیچے ٹسکائے ہوئے جاؤں گا۔ لیکن نواب سے دوستی تھی۔ نواب
 نے آپ کو روکا۔ اور نیز دستوں اور عقیدت مندوں نے ہی اسی طرح پرالتماس کیا۔ لہذا آپ نے
 مہربانی فرما کر اس سال میں توقف کیا۔ جب زیارت کعبہ کے شوق کا غلبہ ہوا۔ تو اپنے آنکھوں پر

پٹی باندہ لی تاکہ دوسری دیکھنے کی چیزیں دیکھنے میں نہ آدیں۔ ادھاپنے اور پر لازم کیا۔ کہ جب تک جمال کعبین دیکھ لیں گے۔ پٹی نہیں کہوں گا دوسرے سال قرار داد کے موافق زراعت اور سفر خرچ کے واسطے جس قدر ضرورت تھی۔ امداد وہی صرف اس قدر کہ درویشی میں بھی خلل انداز نہ ہو۔ نواب عزیز کے خزانہ سے لیکر انتظام سفر کیا۔ ایک آدمی کے قہ کی برابر ایک حجرہ تیار کر کے اور ڈنڈوں پر بند ہوا یا۔ ادھاس حجرہ کے اندر اپنے اپنے تین اونٹن لٹکایا۔ اسی طریقہ سے سمندر کے کنارے پہنچے۔ بعدہ حجرہ کو جہاز میں کٹا کر دیا۔ اور آپ اُس میں بدستور آویزان تھے۔ کتے ہر گز راستہ کے اندر آپ بہت روئے۔ آنسوؤں کی حرارت سے پٹی کے اوپر بٹنے کا داغ لوگوں نے دیکھا ہے۔ المقصد بیت الحرم کا دیدار آپ کو ہوا۔ جس کے سبب سے آپ کی آنکھوں پر لذت نظارہ حلال ہوئی۔ عمرہ اور حج کے ارکلیں ادا کئے۔ اور مدینہ مقدسہ کا طواف کر کے روشن ضمیری حاصل کی پانچ مہینے کی فرصت ملی۔ جب تاریخ تیسری بیچ الاول ہجری سنہ نو سو اٹھانوین کو فرماں طلب صادر ہوا۔ تو کمال آرزو شگفتگی خاطر۔ اور خندہ پیشانی کے ساتھ عالم قدس کو روانہ ہوئے۔

مصرع پیش گاہ قرب باد اجاے او۔

یاد مولانا اسماعیل سومرہ

سومرہ۔ سندھ میں ایک گروہ کا نام ہے۔ آپ اُس ملک کے نامور شائخین سے ہیں۔ آپ کی خانقاہ کیا تھی۔ ایک زاہدستان تھا۔ کئی ہزار گون غلہ۔ زراعتی تخم کا ہوتا تھا۔ جس کا حاصل خانقاہ نشینوں کے مایحتاج میں صرف ہوا کرتا تھا۔ آپ کا خاص طریقہ۔ درویشوں کی خدمتگاری کرنا تھا۔ ہجری سنہ نو سو اٹھانوین میں یا نینانوین میں رحمت حق سے جاملے۔ مصرع بادش غنچہ بارغ صفا۔

یاد شیخ عبدالمدکتھواسن

آپ کے پر بیعت اور رشد طریقت کہیں بیان میں نہیں آئے ہیں۔ غالباً آپ کا مشرب اولیہ تھا۔ آپ نے۔ توکل اور آزادگی کے محل کی بنیاد نہایت گہری اور مستحکم رکھی تھی۔ کبھی اہل زمانہ کے روبرو محتاج کا منہ بیکر نہیں گئے خواہ بگاہ دارا مخلانہ آگرہ۔

یاد ملا دوست صیاف

جو محرم ہم نشین تھے۔ وہ آپ کو کاکا کا کرتے تھے۔ آپ مولانا خواجگی کا شانی کے خاص عقیدت مندین میں سے ہیں۔ آپ کے دریا جیسے ضمیر کے عرفان ڈبہ میں۔ آئی اسرار اور نقوش کے بے شمار جواہرات اور

سوقی ہرے ہوئے تھے۔ ایک مدت تک بلجین لوگوں کی رہنمائی کی۔ بہت سے طالب آپ کی ملازمت سے اپنے مطلوب کو پہونچے۔ ایک روز پرانے رازدار صوفی شادی آپ کے عبادت خانہ میں آئے۔ اہ کیا۔ کاکا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ جب تلاش مقصود میں آپ کی کوششیں بڑھ رہی تھیں۔ اور جلد سازی کی دکان کیا کرتے تھے۔ اُن ایام میں آپ کیسے خوش وقت اور خوش دل رہا کرتے تھے۔ اب مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ جو لوگ خانقاہ میں رہتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو خلوت قرب سے دور ہینک دیا ہے۔ اور آپ کو پریشان خاطر رکھتے ہیں آپ نے یہ بات سنی۔ آنکھوں میں آنسو بہا آئے۔ اور جواب دیا۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ جیسا آپ نے فرمایا۔ کہتے ہیں ہجری سنہ کچھ اور نو سو نوے میں عنصری منزل چوڑ کر علوی وطن کا عزم کیا۔ خواجہ بگاہ بلج۔

یاد شیخ جنید مفتی

آپ شیخ بہار الدین قریشی اسدی ہاشمی کے فرزند ہیں۔ صاحب علم۔ درست احوال۔ پاکیزہ اخلاق ستودہ صفات اور زاہد انہ افعال تھے۔ علم کی تحصیل اپنے پدر بزرگوار کی خدمت سے کی تھی۔ بے مہانوں کے کمانا نہیں کیا کرتے تھے۔ اس طریقہ سے آپ نے خلیلی رسم زندہ کر رکھی تھی۔ صاحبان احتیاج کے حق میں آپ کی سفارش موثر ہوا کرتی تھی۔ اہل ضرورت کی ضرورت کا تعلق جہاں ہوتا تھا وہ خواہ کتنا ہی نامرزا اور سیہ دل ہوتا تھا مگر کام بے تامل حسب وخواہ انجام کو پہونچ جاتا تھا۔ علی ہذا القیاس آپ کی دعاؤں کا حال تھا۔ کہ آشنا اور بیگانہ کی مشکلات میں مقبول ہوا کرتی تھیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپ کی گفتار کی پیشانی ناکامی کے داغ دہرے سے پاک صاف تھی۔ تاریخ جو تھی شعبان ہجری سنہ نو سو اٹھانوین کو آپ روحانی باغ کی سیر کو چلے گئے اگرہ میں مدفون ہیں۔

یاد شیخ نظام ابن عبدلکریم نارنولی

آپ حضرت فاروق اعظم کی نسل سے ہیں۔ اور الہمداد نام ہے۔ مولد اور مرقد دونوں نارنول میں ہیں آغاز شباب میں آپ محقق رہنما کی تلاش کے واسطے وطن سے غربت میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور ہمدرد یار۔ سید فیروز کی ہمراہی میں بہت کچھ نشیب و فراز طے کیا۔ بہت سی آبادیاں اور جنگل و یکہ ڈالے۔ اور بہت سے سالکوں اور مجذوبوں کی ملازمت کی لیکن فضل کشا کبھی کوئی بات نہ نہیں لگی۔ اس اثنا میں میں آپ کو الیاء پہونچے اور چند روز غوث الاولیاء قدس سرہ کی خانقاہ میں دیگر خانقاہ نشین صوفیوں کے ساتھ رہے۔ تقدیر میں لکھا تھا۔ جس کے بموجب خواجہ غلاموں علائح ناگوری کی ملازمت سے

اپنی مراد میں کامیاب ہوئے۔ اور نور خلافت سے۔ روشنی قلب حاصل کی۔ خواجہ کی صحبت اصفیٰ
کی برکات سے کمال اذکیں کے درجہ پر پہنچے۔ اور پیر کی اجازت سے اپنے وطن میں آکر رہنمائی کی
سند پر جلوں فرمایا۔ پاک ذات اور صاحب استعداد لوگ گروہ کے گروہ آپ کی پرورش اور فیض سے الہی
معرفت کے عالی درجہ پر سر فراز ہوئے۔ اور ہر ایک صوبہ اور سرکار میں بڑے چوڑے کی ہدایت کے واسطے
آپ کے فیض یافتہ باخبر اصحاب میں سے ایک ایک صاحب نام زد کئے گئے۔ آپ کے صاحب ولایت
حفاظ کی فہرست بڑی لمبی جوڑی ہے اس کتاب میں نہیں آسکتی ہے۔

القصہ آپ کی فیض رسانی۔ نور پاشی۔ سہری۔ اور رہنمائی کا شہرہ اس قدر ہوا کہ تمام اطراف
ہندوستان میں پہل گیا۔ آپ کے زمانہ میں بالکل سلطان مشائخ نظام الادبیا قدس سرہ کا عہد مبارک
حاصل ہو گیا تھا۔ اور نارنول کی زمین سے مثل دہلی اشاعت فیض ہوئی تھی۔ تاریخ اثنا سیسویں صفر چری
سندھ نو ستانوں کو عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی سیر کو روانہ ہو گئے۔ مصرع

سیر گاہش سنندل لاہوت بادؔ

یا دشیخ بیارہ نور ظہور رحمہ اللہ

آپ ایک مجذوب تھے جمالی مظاہرے عشق رکھتے تو چند سال دیوانگی کا عیش اٹھایا۔ اندرونی بے
آرامی بہت کچھ رہتی تھی۔ اس سبب سے ایک ساعت بھی ایک جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔ اور زبان حال
سے لوگوں کو سناتے تھے۔ بیت۔

باندک حسن از جامیہ رد و دل

بحسن از بس کہ بسیاریم مائل

اس میں شک نہیں۔ کہ عشق اور دیوانگی یہ دونوں جب دل میں جمع ہو جاتے ہیں تو نظر بازی کا شوق اوپر
آتا ہے۔ اور دور اندیشی اور عقل و فہم۔ ملک باطن سے کوچ کر جاتے ہیں۔ اس سبب سے آپ کا پردہ فاش
ہوا۔ اور آپ ہر ایک شمع پر۔ پروانگی طرح کر کے تکلیف اور مصیبت جیسا کرتے تھے۔ ایک روز راقم
گلزار آپ کے ساتھ ایک راستہ میں کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں عماری دار ہاتھی آہوچا۔ آپ نے
اچھل کر ہاتھی کے دانت پر قدم جا جمایا۔ اور عماری کے پردہ سے ٹٹک کر ایک پردہ کشانغمہ کی تان لی۔
عماری کے اندر جو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے بتیاب ہو کر پردہ اٹھا دیا۔ اور دیوانہ کو اپنے ناز و کرشمہ
کا نشانہ بنا کر خود بھی اس کے راز و نیاز پر فریفتہ ہوئیں۔ القصہ طرفین کی حیرت بیان تک بڑھی۔ کہ

اُس حیرت کی بیوشی نے ہاتھی میں ہی سرایت کی۔ بے اختیار ہو کر فیلبان نے پردہ عماری کا چوڑا۔
اور غصہ سے آنکس مار کر ہاتھی کو راستہ پر لایا۔

مختصر یہ ہے۔ کہ چند روز بعد آپ لوگوں کی نظر سے مخفی ہو گئے۔ مصرع غنی یا کم نشانِ او کی نیت
میان تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار و سولہ میں شیخ دولت کی زبان جو نہ بڑی و نہ پیا پور کے تالاب کے کنارہ ایک
کوہڑی میں رہتے ہیں۔ کچھ حال سننے میں آیا۔ اُنہوں نے بیان کیا۔ کہ ہجری سنہ نو سو ستاون میں ہمسایہ
فقیر اُس وقت اُجین میں شیخ عبد الغفور داد کی مسجد نور نام کے اندر رہتا تھا۔ شیخ بیارہ بھی اُس مسجد میں
آکر گوشہ نشین ہوئے۔ چند روز بعد آپ کو اس مال کی بیماری ہوئی۔ یہی بیماری اس عالم سے آپ کے
چلے جانے کا سبب ہوئی۔ اور اُسی مسجد کے صحن میں دفن کئے گئے۔

یاد سید ابراہیم ہکمری

آپ شیخ جلال متو کے خلیفہ ہیں۔ جو شاہ شاہباز کے بزرگ جانشین تھے۔ قدس سرہم
پیر کی مدد سے اور مہربانی۔ اور حاکم وقت کا آرزو اور نیاز کے ساتھ پیش آنا۔ آپ کے برہان پور رہنے کا
سبب ہوا بہت برسوں تک اس دارالاسلام میں آپ نے قیام فرمایا۔ اور بہت سے لوگ جو صحرا سے
ملاش میں بہکتے پرتے تھے۔ عرفان اور وجدان کی آبادی میں پہنچ گئے۔ مسیح القلوب سے روایت ہے۔ ایک
میں سید کی ملازمت میں بیٹھتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ شیخ شکر محمد عارف قدس سرہ سے بیٹے سنا ہے جس وقت
وہ امریکہ کی کاٹا شاہ کے زبان حال سے یہ ترانہ گایا کرتے تھے اے اعلیٰ العاصی فی عصیانک
و ذکرک فی نسیانک حال آئندہ اس بات کے سننے کو ایک زمانہ گزر گیا۔
لیکن ابھی تک دل کے اندر۔ اُس بات کا جو ذوق باقی ہے۔ یہ ذوق شکل فوارگی نہیں چھوڑتا ہے۔ ایک روز
ایک سپاہیانہ وضع کا آدمی عرس کی مجلس میں ایک گوشہ سے اٹھا۔ اور دونوں ہاتھ ادب کے ساتھ باندھ کر
سامنے آکر اٹھا ہوا۔ اور ذکر فاتحہ اور دعا کے خیر کی التماس کی۔ جواب پایا۔ ابراہیم کا باطن آتش غرور سے
بھی زیادہ پردہ دہے۔ اگر تم کو اس پر اطلاع ہو جاوے۔ تو سو دفعہ لا حول پڑے گا۔ اس کی صحبت سے گریز کرو۔
اور ہزاروں مہربانی اور دوسوزی کے ساتھ۔ اُس کی بخشش کے واسطے دعا مانگو۔ یہ جواب سن کر انجمن میں
جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک جوش و غروش پیدا ہوا۔ ہجری سنہ نو سو اٹھاون میں آپ شش مہینے

لے مافران نے تیری مافران میں گریبان برداری کی۔ اور بولنے والے تیری نسیان میں گویا تم کو یاد کیا۔

قید خانہ سے رہا ہو کر بہشت بہشت کی سیر کے واسطے ناز کے ساتھ چلے گئے خوابگاہ برہان پور۔ تین
روکے خلف۔ اور بہت سے خلفا چوڑے جو روش سلف کے ساتھ متصف ہیں۔

یاوشیخ عمر اللہ

آپ کا قدیمی نام بیکہ جی ہے۔ آپ کے باپ نطب خان ضرب خانہ کے داروغہ اور سکھ کن تھے۔ آپ
ہی باپ کے کاغذ خانہ کا پیشہ کرتے تھے شروع جوانی میں کدخدا ہو گئے۔ عروس کے ساتھ کمال بولبشگی ہوئی۔
جب ناز و نیاز نے ایک دوسرے سے باہم کیف پایا۔ تو شوق اور کرشمہ ایک دوسرے کی مصاحبت سے
کامیاب ہوئے۔ بیان تک کہ اجل کی جان گزرتی تھی۔ نو عروس کے سلوین ڈال کر بلا دی گئی۔ فراق کے دلغ
سنے آپ کے شکستہ دل پر دیوانگی کا سکھ جایا۔ پریشان ہو کر اپنا کام چھوڑ دیا۔ اہل زمانہ کا لباس اتار کر کھل
کی کفنی پہن لی۔ چند روز بعد پیر طریقت کی ہدایت سے آپ کی مجازی محبت حقیقی عشق کے لباس میں نمایان
ہوئی۔ بہت برسوں تک گھر کے اندر بیٹھا رہا نہ تنہائی میں نہ سر کی۔ اور خدا شناسی کا راستہ سلوک کی پامروں سے
ٹپے کیا۔ آپ ایک حزانہ تھے۔ جس میں دل آذر گفتار کے جواہرات برے ہوئے تھے۔ ہجری سنہ نو سو و سی و
میں آپ نے چشم عبرت کو نائش گاہ دنیا کے تماشائے بند کر لیا خوابگاہ شہر منڈو۔ مصرع

بافانزدل اور بہت مودہ

یاوشیخ ابو یزید

آپ شیخ شکر محمد عادت کے فرزند ہیں۔ قدس سرہما۔ جو اصحاب آپ کے پدر بزرگوار کی دعوت
اہستی کو قبول کر کے آئے ہوئے تھے۔ جب وہ ضیافت زندگانی ختم ہو جانیکے سبب سے ایک ایک
کر کے اپنے اپنے مقام کو لوٹ گئے۔ اور باپ کی جگہ آپ جانشین ہوئے۔ تو حاکم نے نوجوان بیٹے کا استحقاق
مسافر باپ سے کمتر سمجھ کر وظیفوں کے مواضعات کو ضبط کر لیا۔ چونکہ تسلیم اور توکل آپ کی سرشت میں
داخل تھے۔ تو آپ نے پیشانی میں چین تک نہیں آنے دی۔ اور خانگی روزی کمانے والوں کے واسطے
آپ کے دل میں طبع فکر کا غبار پیدا نہیں ہوا۔ باوجودیکہ ایک ایک ہفتہ تک بدل مایہ تجلل نہیں پہنچتا
تھا۔ مگر عبادت کی طاقت زائل نہیں ہوتی تھی۔ اور آپ کے خاندان پر ہر طرف سے فقر خواہ کتنی ہی۔
چڑھائی کر کے آیا۔ لیکن آپ نے پاسے ترود۔ خلوت خانہ کی دہلیز سے باہر نہیں نکالا۔ البتہ آپ وصیت کے
بموجب سچے اقلوب کے درس میں آفتاب طلوع ہونے سے پہلے روزانہ پونچکری عیسوی فیض حاصل کیا

کرتے تھے۔ القصہ راستی اور سلامت روی آپ کا حصہ تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ مسیح القلوب کے
 ہمراہ سید براہیم بکری قدس سرہ کی ملازمت کے ارادہ پر جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک خدمتگار نے
 لیک ایک گھر سے ایک دل آزا خبر لا کر آپ کو دی۔ اور بازگشت کے واسطے جلدی کی۔ آپ نے فرمایا۔ ایک بزرگ
 کی ملاقات کے ارادہ پر۔ درست نیت کے ساتھ چلا ہوں۔ لہذا معاودت نہیں کروں گا۔ کیونکہ شروع کیا
 ہوا کام۔ انجام کو نہ پہنچا کر۔ نفس کے بہکانے سے کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جانا صوفی کے واسطے
 زیبا نہیں ہے۔ تھوڑی سی زندگی میں بہت سارے بانی عرفان آپ نے حاصل کر لیا تھا۔ ہجری ۱۰۰۰
 نو سو نیا نوین میں اپنے اہل جہان سے دل اٹھالیا۔

یا محمد و م نوح مالا کندی

آپ۔ سندہ کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ مسیح القلوب سے روایت ہے شیخ یوسف۔ رسمی علوم
 کے آغاز تحصیل میں آپ کے ہم درس تھے۔ یہ کہتے تھے۔ آپ کو جذبہ نے ایک بارگی آلیا تھا۔ ہر چند روز بعد
 آپ کی زبان میں قوت بیان پیدا ہو گئی۔ باوجودیکہ علم نحو کی استعداد نہیں تھی۔ مگر قرآن کی تفسیر آپ کئی کئی
 طرح سے بیان کیا کرتے تھے۔ کیا سندہ کے۔ اور کیا تہ کے اکثر اہل علم لوگ امتحان کے واسطے آکر ہر ایک
 فن کی مشکلات آپ کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ آپ بے تامل ایک روشن جواب کے ساتھ خدشات
 کی شورش و بادیتے تھے۔ اور معترضوں کو مستفاد کر لیا کرتے تھے حکیم عثمان بوبکانی سے روایت ہے۔ میں
 ایک روز مجزوم کی خدمت میں گیا۔ اور چاہا کہ علمی کمالات حاصل ہونے کے واسطے دعا کے لئے۔ تھامس
 کروں۔ ہنوز ضمیر کی مخفی بات عبارت میں نہیں آنے پائی تھی۔ کہ آپ نے فرمایا لاہ و اتقوا للہ یعلمکم
 اُس وقت سے میرا اتقا اور علم روز افزون ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ قرآن کے معانی کی تعلیم آپ کو من
 عند اللہ ہے۔ اور بعض کا یہ بیان ہے کہ خضر علیہ السلام سے ہے۔ اور بعض روایت کرتے ہیں
 ایک بزرگ خراسان سے اس قصبہ میں آئے تھے۔ اُن کی تلقین سے پہنچا جو کچھ پہنچا۔

یا د شیخ مبارک مجزوم

آپ کی حالت دل فریب۔ اور صحبت خوش گواری تھی۔ اگر وہ میں ڈھولی کہاں دروازہ۔ خس پوش
 گھر کے اندر مدتوں تک جگر گدازی کے ساتھ بسر کی۔ چونکہ دل کی تعمیر کا کام درپیش تھا۔ اس واسطے آپ

انگلی بنیاد کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ واپسین سفر کے بعد اس زمانہ میں آپ کی قبر پر پختہ اینٹوں کی ایک عمارت بنا دی گئی ہے۔ لراسمہ

چرا بکار و گردل نند بہشت طالب

بنائے قعر بہشت ست بر عمارت دل

یاد سیّد حبیب رحمہ اللہ

آپ کا جذبہ سلوک کے ساتھ شامل تھا۔ اورستی ہوشیاری کے ساتھ ملی جلی تھی۔ پوشیدہ واقعات اور پنهانی حالات کا آپ کی بصیرت آئینہ میں عکس پڑتا تھا دارالسلطنۃ آگرہ میں شاہ قلی خان محرم کا ایک بلغ ہے۔ جو دولت۔ اور فقر کی محبت میں مشہور ہیں۔ اس بلغ کے پہلو میں آپ کا گہر تھا۔ لراسمہ

اندک از منی بمن نہ گذاشت

اندکے سکر برد و سختی صحو

یاد شیخ نطفہ ام محذوب

آپ نے اہل زمانہ کی طرح لکڑی اور سی سے ایک لمبا چوڑا مچان بنوا رکھا تھا۔ جس پر وٹل آدمی آہستگی کے ساتھ لیٹے لیٹ سکتے تھے۔ آپ ہمیشہ اسی پر بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اور اس پر سے بہت کم نیچے اترتے تھے۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا تھا دیر سے یا جلدی سے۔ وہی وقوع میں ہی آجاتا تھا کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں شیخ ابوالفضل مبارک کے ہوش اور عقل کو روز افزون ترقی ہوتی جاتی تھی۔ عقلی و نقلی علوم کی تحصیل میں نمایاں افزائش تھی۔ اور خلوت نشینان صوۃ ومعنی کے آستانہ کی حاضر باشی میں۔ کمال کوشش تھی۔ اس زمانہ میں جب شاعرانہ شیخ کی ملازمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو آپ بلند آواز کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ آؤ۔ وزیر چغتائی آؤ۔ بالآخر شیخ ابوالفضل مبارک تو بڑے ہی عرصہ میں شہنشاہ زمان اکبر شاہ کی خدمت سے بڑی دولت پر مہر فراز ہوئے۔ اور سلطان کی مصاحبت اور مہم کی خلعت پایا۔ نیز کئی صوبوں کی جاگیر دار ہوئے۔ شیخ ابوالفضل مبارک کے چہوٹے بھائی۔ شیخ ابوالبرکات مبارک نے آگرہ میں آپ کی قبر پر ایک گنبد تعمیر کرا دیا ہے۔ خداے تعالیٰ اسکو جزائے خیر عطا فرماوے۔

مصحح از حبیب نیستی طلبان دوست مرشد

یاد شیخ عبدالعظیم ننگوری

آپ کو لداوت اور نیز خلافت چشتیہ معینیہ سلسلہ سے تھی۔ آپ کا سکر۔ آپ کے ہوش پر غالب تھا جب آپ ہوش میں آتے تھے تو اپنے ہمدون کو قیل و قال کے گرفتار علما۔ اور دانشور کے

خریدار طلبا کی ہم نشینی اور ہمدی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جب حالت ہوش کے بعد پراسٹغراقی حالت کا عود کر آنا۔ دوسری قسم کی باتوں کی گنجائش نہیں دیتا تھا۔ تو سوائے اسکے۔ کہ آپ سب کو دعا دیکر بخود ہی بین محو ہو جاوین اور اپنے تئیں حوالہ مستی کر دیں۔ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

یاد ملک محمود بیارہ

آپ ملک خاندیس کے وزیر زادہ تھے۔ اور آپ کے سبب فضلاء زمانہ کو اعتبار حاصل تھا ربانی کلام کا حفظ۔ عربی زبان اور فارسی عبارت کا علم۔ اسماء رجال کی یادداشت طبیعت کی موزونی سنجیدہ کاری۔ انھاس کی پاسبانی۔ جوہر شناسی۔ اور اندرونی صفائی۔ یہ تمام صفات۔ آپ کی ذات میں کمال کے درجہ پر حاصل تھیں۔ فرماتے تھے۔ جب پدر بزرگوار کو واپسین سفر کی اجازت آئی۔ تو نوبت وزارت میرے نام پر پہنچی۔ یہ کام شروع سے ہی مجھ کو دشوار معلوم ہوا۔ اور ترک کا خیال بالکل دل میں سمایا۔ اس اثنا میں ایک روز شاہ منصور مجذوب کی خدمت میں گیا۔ تو شاہ صاحب نے فرمایا۔ محمود فارسی قرآن جو تم نے ان ایام میں ہم پر پڑھایا ہے لاؤ۔ آپ کہتے تھے۔ میں سو لوی کی شنوی خریدی تھی وہ شاہ صاحب کی خدمت میں لے گیا۔ فرمایا کہ لو۔ اور پڑھو۔ جب چند بیتیں پڑھی گئیں۔ تو فرمایا کہ بیشی اسی کتاب کے مصاحب رہنا۔ بہت سہل طریقہ کے ساتھ آمادی منصب گرفتاری سے حاصل ہو جاوے گی۔ میں نے شاہ صاحب کے فرماتے پر کمال کوشش کے ساتھ عمل کیا۔ اور عجلت کے ساتھ ظاہری منصب کے دل ہٹا کر بیکاری اختیار کر لی۔ اس کو بعد میں شاہ صاحب کے ارشاد سے عرشہ بخاری کی خدمت میں حیدر آباد گیا اور ان کی ملازمت کے بہت کچھ فیض حاصل کیا میرے شاہ قطب عالم بخاری کیوتے۔ اور سجادہ نشین ہیں۔ انیس ایام میں خراج باز کی بھی توفیق ہوئی۔ اور حرم فرہین زادہ صاحبہ شرفا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس مبارک سفر سے سعادت کرنے کے بعد چند روزا جمیعین مقیم رہا۔ اور نیز اس وقت میں روضہ معین الاولیاء کا متولی بھی ہو گیا۔ بیان سے ہجری سنہ نو سو پچاسی میں حیدر آباد کی طرف منڈو (مانڈو) کے راستے سے گیا۔ اس وقت میں راقم نے ہی آپ کی دست بوسی سے برکت حاصل کی تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ کو جملہ نامور خانوادوں سے خلافت اور نسبت تھی بالخصوص مغربی مشائخ اور بخاری سادات کے سلسلہ سے استحکام کے ساتھ وستیگی نہ کئے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار میں سامان زندگی۔ اتنی عالم کی سیر کے واسطے باندھ گئے۔ خواہنگاہ حیدر آباد مصحح جملہ کارش رہنا برعاقبت محمود باد۔

یاد سید مصطفیٰ محبوب اللہ

آپ سید حسین شہیدی کے پوتوں میں سے ہیں۔ ہمیشہ پیش ما خلعیت پہنا کرتے تھے۔ اور عشق و فغانہ وضع رکھا کرتے تھے شیخ مشائخ کے بیٹے ملک شیر کتے ہیں۔ ایک رات عرس تھا۔ اس رات میں یہ حسین نے مجاور قطب زمان شیخ عبدالملک کے بلانے کے واسطے بھیجا تھا۔ چونکہ شیخ عبدالملک سلسلہ ابول کے مرض میں گرفتار تھے۔ اور رات تھی۔ اس واسطے نہیں آئے۔ کہ معلوم العذر بیماروں کا بلانا دن میں تبرع اور اگر رات میں بلانے کا موقع آوے۔ تو بلانے والے میں مردانگی چاہیے۔ ملک نے پیغام سید کے نزدیک پیش کیا۔ تو سید۔ تامل کے بعد فرمایا۔ ملک شیر جاؤ۔ اہ کہو۔ جس طرح اشارہ فرمایا گیا ہے اسی طرح بلانا چاہتا ہوں جس شیخ عبدالملک۔ نہ یہ جواب سنا۔ تو بے تامل مجلس عرس میں چلا آئے صبح تک وجہ و سماع میں مصروف رہے۔ اور استنجا کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اہ سید کو فقیر نے کچھ اور پر ایک سو کلون دیے۔ اور جب میں نہیں ہوتا تھا۔ تو دوسرے خادم پہنچاتے تھے المقصدہ اپنے مذکورہ بالا بیماری شیخ عبدالملک کے سبب کر لی۔ اور اپنے اوپر لے لی۔ مسیحائی تصرف کو اپنے ایوبی ولایت کے ساتھ ملا دیا۔ آپ کی خواب گاہ احمد آباد گجرات میں ہے۔ مصرع و مسل حق تا ابد بکاش باد۔

یاد شیخ محمد نابلسی

نابلس۔ شام کا ایک قصبہ ہے۔ بیان کی آب و ہوا خوش گوار ہے۔ سیاح لوگ اس کی زمین کو بہشت کی زمین بتلاتے ہیں۔ اس قصبہ کے باشندے۔ نقد بہشت سمجھتے ہیں۔ آفاق کے سافر عاریتی بہشت جانتے ہیں۔ اور جو لوگ درہونے کے سبب سے محروم ہیں۔ وہ بہشت موعود کی طرح امداد کر کے مانتے ہیں۔ آپ اپنی زلو بوم سے چل کر مصر میں آئے۔ امد بیان پر سعادت مند اور دیا اب کی دوستی اور کشتش کے سبب وطن اختیار کر لیا۔ آپ اپنی زندگی کے ہر سال کو ازہر عبادت تین حصوں پر تقسیم کرتے تھے۔ چار مہینے دس میں صرف کیا کرتے تو دس چار مہینے سفر حجاز میں گزارتے تھے۔ اور تیس چار مہینے حجاز کے واسطے اسکندریہ میں جا کر گزارتے تو اس طور پر آپ زمانہ ہوش و سہی نفس تک اپنے اعمال کے روزنامہ کی خانہ پری کرتے رہے۔ خواب گاہ مصر مصرع روح اور کنار راحت باد۔

یاد شیخ قاسم

آپ شیخ یوسف سندھی کے صاحب زادہ شیخ طاہر محدث کے چھوٹے بہائی۔ اکبر شیخ الغلوب کے آپ ہیں۔ تقویٰ۔ توکل۔ اور تصرف یہ جملہ اوصاف حمیدہ آپ کی ذات میں موجود تھے۔ آپ کے پرہیز

شیخ بہار الدین پیدہ شیخ کبیر ہین۔ جو دسویں صدی کے اخیر میں شیخ الاسلام شیخ بہار الدین زکریا ملتانی کے جانشین تھے۔

مسیح القلوب بیان کرتے ہیں۔ ہنوز میر زمانہ ہوش نہیں آیا تھا۔ کہ آپ کا سایہ عاطفت میرے سر پر اٹھایا گیا۔ اُس وقت میں پدر بزرگوار کے بعض ہم نشینوں سے بیٹے سنا ہے۔ کہ توحید دانی۔ خدا شناسی۔ اور وحدت وجود کے اعتراف کے بارہ میں لوگ آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی بہت کچھ خارق عادات۔ اور بے تعینی و آزادی کی باتیں۔ بیان کیا کرتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک واقعہ مجھے یاد ہے۔ ایک روز میری ماں بچوں کو ہمراہ لیکر میرے عم مکرم شیخ طاہر رحمہ اللہ کے گھر گئی تھیں۔ عم مکرم کا گھر دو۔ تین گلی کے فاصلہ پر تھا۔ پدر بزرگوار کا ارادہ ہوا۔ کہ آپ بھی وہاں جا دیں۔ لہذا میں نے چاہا کہ مکان کو مقفل کر دوں۔ مگر آپ نے اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا۔ اہل حقیقت کا یہ شیوہ نہیں ہے۔ یہ سن کر میں اسی طرح غیر مقفل دروازہ چھوڑ کر چلا گیا۔ لراقمہ

دور این خانہ بے لوح ست غوثی از خرو نبود	پنے پاس متاعش خستہ دیوار بر بستن
---	----------------------------------

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا احسان ہے۔ کہ واپس آ کر تمام چیزوں کو اپنی مقامات پر پرستور پایا۔ اور آپ کے توکل کی بدولت کسی چور کا ہاتھ کسی شے کو نہ لگا۔

”اور اب اس زمانہ میں اپنے عم اُستاد سے میں نے سنا۔ کہ فرماتے تھے میرے چوٹے بھائی شیخ قاسم کا مشرب صوفیہ تھا۔ اور اُن کی دل آویز گفتار۔ اور پسندیدہ انحال سے اختیار اور ابرار کی علامتیں ظاہر تھیں۔“

نیز مسیح القلوب کہتے تھے۔ جب شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ مجکو بدون میری خواہش کے۔ ازلی مشیت کے بموجب برہان پور سے دارالسلطنت آگرہ کو لے گئے۔ تو چند روز بعد میں نے اپنے پدر بزرگوار کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ایک سندھی زبان کی بیت اس مضمون کی پڑھی۔ اُسے فرزند۔ ترجمہ کو ہر چند لفظ لا کے ساتھ دوہرایا میں سے ہٹا کر نیست کر دیا۔ مگر تو ابھی تک اپنی ذات میں زعم ہستی رکھتا ہی ہے کہ جب میں بیدار ہوا۔ تو اس اشارہ سے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اپنی رہائی کے واسطے تفکر کے ذریعہ سے تدابیر نکال کر زبان سے بیان کرنا۔ اس سے مطالب فنا حاصل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا کرنا دراصل اپنے حقین تسلیم اور رضا کے مرتبہ سے شکوہ اور طرک کل پستی میں ڈالنا ہے۔ لہذا یہ شیوہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اس خیال کی بنیاد پر انواع و اقسام

کے تحنات کا مجموعہ دل سے دھڑک دیا۔ اور اسودگی حاصل ہوئی۔ اور ایک ہفتہ سکھ مدت میں وطن آنے کی اجازت مل گئی۔ یہ بیشک سچ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو غیر سے استقامت کی تھی۔ تو یہ استقامت زندان میں بضع سینین تک قیام کرنے کا باعث ہوئی تھی۔

یاد شیخ ہول مجذوب

آپ کی ذات سے خرابات کا مکان زیادہ رونق پاتا تھا۔ خرق عادات کی قوت حاصل تھی۔ اور اسی جذبات ہی آپ میں موجود تھے۔ چند سال تک مٹیامحل میں زیر زمین فارکسو کراہا پر سے خس پوش کر کے بسری (مٹیامحل دارالاساطینہ اگرہ میں ایک مشہور جگہ ہے) اس وقت میں خس پوش مکان کی جگہ ایک بڑا عالیشان محل ہے۔ بیت

نصر فردوس و کاغذ دل باشہ

اجاے دیدار و جہان

یاد سید جمال

آپ شیخ ابراہیم میان آبادی مسجد میں مدرس تھے۔ نیز عابد وقت۔ اور زاہد زمانہ تھے۔ احیاء العلوم اور عین العلم کے مطالعہ سے ایک خاص تعلق رکھتے تھے۔ شیخ محی الدین عربی کی تصنیفات پر آپ کا دل مائل نہیں ہوتا تھا۔ لیکن انصاف کو کام میں لا کر باطن سے انکشاف میں کرتے تھے۔ علم حدیث پر بہت کچھ آپ کا دل تھا۔ جب شیخ طاہر یوسف نے برار سے نکل کر برہان پور کو نورانی فرمایا۔ تو سید اپنی بزرگی کو چھوڑ کر چند سال تک جب تک کہ زندگی باقی رہی۔ اپنی مسجد سے روزہ شیخ کے درس میں پہنچا کرتے تھے۔ شیخ کا قیام سندھی پورہ میں تھا۔ جو سید کی مسجد سے ایک میل کی مسافت سے کچھ زیادہ ہی زیادہ ہے اس مسافت کا کچھ خیال نہیں ہوتا تھا۔ چاروں فضلوں میں برابر جایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری آغاز سے انجام تک پڑھی۔ مولانا حافظ سندھی جو معنوی خوب روہین۔ آپ کے شریک اور سامع تھے۔ جب آپ کی زندگی کا ورق بوٹ دیا گیا۔ تو خوابگاہ شیخ ابراہیم عمر سندھی کے مقبرہ میں بنائی گئی۔ مصرع جمال حق فروغ دیدہ اش باد۔

یاد شیخ الہد او مارہرہ

آپ کو ہمیشہ تلاوت کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ آپ نے ہمیشہ زمانہ توکل۔ تسلیم۔ اور رضا مندی حق میں گزرا۔ قرآن کا ترجمہ یاد تھا۔ کہتے ہیں۔ آغاز جوانی میں ایک حسینہ و جمیلہ عورت کے ساتھ دلبستگی ہو گئی تھی۔

چند سال نظر بازی میں گورے۔ بعدہ دل کی اجازت لیکر عقد کر لیا۔ المقصد ہمیشہ حسین مظاہر پر نظر بازی کے ساتھ زندگی گزاری۔ لیکن مظاہرین جو ظاہری شاہدہ کا ذوق حاصل ہوا تھا۔ یہ بصیرت کے ذریعہ سے حاصل ہوا تھا اور اس بیت کا مضمون زبان حال سے پڑھا کرتے تھے بیت

حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردہ
پس چشم عاشقان آزار تا شا کردہ

یاد شیخ محمود نجب ارہ

آپ خوبان سکنا آگرہ میں سے تھے۔ مہر اور معاویہ کی شناخت میں آپ کا مرتبہ عالی تھا۔ آپ کے خالق عادت کا مون میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ دیو سے یا پری سے۔ جس کسی کو آسیب ہوتا تھا جب آپ کا نام اس کے سامنے لیا جاتا تھا۔ یا آپ کے ہاتھ سے پھول لیجا کر ماؤں شخص کو سونگھایا جاتا تھا۔ تو وہ بہت جلد ہوشیار و متحرک ہو جاتا تھا۔ گویا سلیمان دلایت آپ کو حاصل تھی لہذا سمجھتے۔

کسی کا نقش ترا بر نگین دل دارد
بکار خلق کند معجزہ سلیمانی

یاد شیخ عبدی ساکن آگرہ

آپ۔ عابد۔ مستوکل۔ اور عارف زمان تھے۔ سردار مخمبیرن علیہ السلام کی محفل میلاد ترتیب دینے میں استطاعت سے زیادہ کوشش کیا کرتے تھے۔ اور عمدہ عمدہ طریقہ کے ساتھ انجام دیتے تھے غالباً آپ کو اخروی کشود کار۔ اسی پسندیدہ کام کی بدولت ہاتھ آئی تھی۔ اور یہی خدمت۔ آپ کی مخدومی و بزرگی کا سراپہ ہوئی تھی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذرہ برابر محبت ہی آخرت میں تمام اہل عالم کی نجات کے واسطے بس ہے۔ مصرع محبت کیمیا کے اہل در دست۔

یاد شیخ شہاب الدین واصل

آپ۔ باعمل عالم اور باحضور کامل تھے۔ شیخ طاہر یوسف اور ان کے بہائی شیخ طیب نے جب ان کے احوال کا متوسط زمانہ تھا۔ منہاج العابدین آپ کے درس میں گزرائی تھی۔ اور نیز آپ کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا تھا۔ مسیح القلوب نے اپنے عم مکرم شیخ ظاہر کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ کہ کہتے تھے۔ میں ایک ہندو ستلخوان پر شیخ سے دور بیٹھا تھا۔ اُس وقت میرے دل میں آیا۔ کیا اچھا ہوتا۔ جو میں شیخ کے پیالہ میں شریک ہوتا۔ فوراً اُسی وقت آپ کے آئینہ خاطر میں عکس پڑ گیا۔ مجھ کو وہاں سے بلایا۔ اور اپنے برابر من جگہ دی۔ پھر میری یہ آرزو ہوئی۔ کہ شیخ ایک لقمہ اپنے ہاتھ سے مجھ کو دیں۔ آپ نے ایسا ہی

کیا۔ اور تبسم فرمایا۔ اس قسم کی بہت سی عجیب و غریب روایتیں آپ کی گجرات اور سندھ والوں کی زبان زد
ہیں۔ آپ کی اولاد بھی بزرگی کے اعتبار سے اپنے آبائے کرام کی خانقاہ کو آباد رکھتی ہے۔ خدا کو
آباد رہے۔

یاد شیخ عبدالملک

آپ۔ علامہ وقت۔ اور شیخ ابراہیم کے صاحب زادہ تھے۔ بہت برسوں تک رسمی علوم کا درس دیا
جنت آشیانی ہمایون بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔ واپسین سفر کے روز بھی حسب معمول درس دیا۔ لیکن
فرزندوں کو اطمینان علم کو فرمایا۔ جلد ناز کے واسطے آجاؤ۔ چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔ فرض سے فارغ ہونے
کے بعد مسجد میں رکھ دیا اور دعا پڑھا۔ **يَا تَيْبُكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** پڑھا۔ اور ترجمہ کا خاتمہ۔ آخرین
سانس کے ساتھ دوش بدش ہوا۔ خوابگاہ کا پی مین پید بزرگوار کے گنبد کے باہر مصرع

باد انصیب سینہ او نور معرفت

یاد شیخ النخشب پستی

آپ کے آبا و اجداد کا سلوک۔ چشتیہ سلسلہ کی بیعت اور خلافت پر تھا۔ انہی مشیت نے
آپ کے اعتقاد کی جوٹی خانوادہ شطاریہ کی طرٹ کینچ کر غوث الرحمن کے دست نصرت میں دیدی تھی
صاحب موصوف کے فیض ارشاد سے قطع منازل میں تیز روی۔ اور سیر مقامات میں استغراق اس
درجہ ہم پہنچا۔ کہ مناظرہ کے آداب۔ اور درسیہ قیل وقال کے مقاصد سے دل سر ہووا۔ اور تحقیق
کی طرف التفات کرنے سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ زمانہ اور اہل زمانہ کی رسوم سے آنادی مل گئی۔

کہتے ہیں جس وقت آپ سماع میں محو ہو جاتے تھے۔ تو غوث الرحمن آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھ کر
گھوما کرتے تھے سینکڑوں طرح کی نوازشیں اور اکرام کام میں لاتے تھے۔ چونکہ آپ مغلوب احوال زیادہ تھے
آپ کے اوقات اور حالات اکثر جہد و توجہ۔ اور سکری و بخودی میں گزرتے تھے۔ اگرچہ اختلاف ممالک کے سبب
نقش اور صورت کی بندش میں ہر جگہ راگ کارنگ جدا گانہ ہوتا ہے اور صوفیوں میں اکثر ایسے ہیں۔
کہ جو روش ان کے ملک کی معمولی ہوتی ہے۔ اسی ایک روش کے عادی ہو کر دوسری وضع کی طرف
مائل کمتر ہوا کرتے ہیں۔ لیکن آپ کو سرود کی ہر ایک روش۔ رقت اور شورش پیدا کر کے خوش وقت

۱۵ اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو۔ بیان تک کہ تم کو مرعینی (یعنی موت) پیش آئے۔

ما سٹے اپنے کمالات کا نمونہ چھوڑا ہے۔ پدر بزرگوار فرماتے تھے۔ جب آپ سفر حجاز کو تشریف لے جاتے تھے۔ تو منہ و دماندہ کو بھی آپ کے عبور سے شرف حاصل ہوا تھا۔ اپنی والدہ کی بیماری کے سبب چند روز بے ارادہ قیام کرنا پڑا۔ آپ کی فیض بخش ملازمت میں معرفت کی باتوں کے بیان سے فائدہ کا بہت کچھ حصہ لوگوں کو ملا۔ جب پاک دامن مریضہ نے جہان فانی کو رخصت فرمایا۔ تو آپ نے حوالہ خاک کر کے دوسرے روز کو بیچ کر دیا۔ اور وداع کے وقت ہجر سے کہا۔ کہ پتر ایسی جگہ سے نہ اٹھائے جاوے۔ جس میں دوسرے کی ملک کا وہم ہو۔ بلکہ سر راہ سے جس طرح کا اینٹ پتر ہم پہنچ جاوے۔ اٹھا کر مقبرہ میں صرف کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ ذکر۔ فکر۔ شغل۔ مراقبہ۔ اور دیگر نفل عبادات میں پوشیدگی کو کمال درجہ کام فرماتے تھے۔ اس بنیاد پر لوگوں نے آپ کی نسبت قیاس نقش بند یہ شرب کا کیا ہے۔ ہجری ۱۰۵۰ء نو سو پچیس میں جب آپ مکہ معظمہ میں تھے۔ فرمان طلب صادر ہوا۔ آپ نے قبول فرما کر عالم ترکیب کی قید سے آزادی پائی۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ آپ کو سنت نبوی علیہ السلام کی پیروی میں اہتمام بہت کچھ تھا۔ اس سبب الفاظ متابعۃ نبی شمار میں آپ کے سال رحلت کی برابر آئے۔ اور چونکہ اُس مقام کے شرفا و علما۔ اپنے شہر کا شیخ جانتے تھے۔ اس واسطے الفاظ شیخ مکہ ہی آپ کے سال انتقال کی برابر ہوئے مصرع پیر و خاص مصطفیٰ است علی۔

یاوشیخ خواجہ عالم

آپ۔ باپ کی طرف سے خواجہ مودود چشتی کو۔ اور مان کی طرف سے مخدوم شیخ جلال بانی قبی کو پہنچتے ہیں۔ غوث الرحمن کے بالخلاص مرید۔ اور خاص خلیفہ تھے۔ آپ کے حالات کا کسی قدیم بیان۔ اس طرح پڑا کہ جب سینہ کے عنقریب طاق میں (جو قندیل قلب کے رکھنے کی جگہ ہے) استعداد اور قابلیت کے نور کا عکس۔ چراغ کی طرح پڑا۔ تو آپ نے دینی علوم اور یقینی معارف کی شاہراہ میں بہت کا قدم استحکام کے ساتھ لے کر علوم کے چمک دار جواہر ہم پہنچائے۔ اور ان کو طبیعت کے خزانچی کی تحویل میں رکھا۔ باقی زمانہ زندگی جو رہا۔ یہ طالبانِ علم کی فیض رسانی میں صرف کیا۔ خاتم نبوت علیہ السلام کی سنت کی پیروی میں تیر اندازی کی مشق اس درجہ کی۔ کہ خطا قبضہ اسکان سے باہر ہوئی۔ اور ہمیشہ استغفار و توبہ اللہ شکر اسلام کے ہمراہ۔ حرب کفار کے مقام پر پہنچ کر درست تیر اندازی کا استحسان مقبولیت کے ساتھ دیا۔ جب ملک علام کی طرف سے فرمان طلب آیا۔ تو آپ نے عارف وقت شیخ عبد الملک شطاری

اور قاضی عبدالقادر کو اپنی عیادت کے بہانہ سے طلب فرمایا۔ اور کہا۔ کہ سرور انبیا علیہم السلام با صیابہ
 کرام رضی اللہ عنہم تشریف اذانی فرما کر محکوم بلا تے ہیں۔ آپ دونوں بزرگ اصحاب آگاہ اور گواہ زمین
 کہ میں اپنے اسلام کی جنس اور ایمان کا نقد صحرا سے ناسوت کے ٹیڑھوں کی لوٹ سے صحیح و سالم ملکوت کے
 دارالاسلام کو لئے جانا ہوں۔ اور حکم ہے کہ میری قبر بیرپور میں بنائی جاوے۔ مصرع

خواجہ عالم شد ندیم خواجہ عالم در بہشت
 یاد شیخ جیوہ

آپ کا نام عبدالحی ہے۔ حضرت غوث الرحمن کے بڑے خلیفہ ہیں۔ ہمیشہ ریاضت کے گریبان
 میں سر جھکا ہوا اور قناعت کے دامن میں بانوں سمٹا ہوا رہتا تھا۔ کنج توکل۔ گوشہ تسلیم۔ زاویہ نقر۔ کلمہ نہائی۔
 صحرائی آزادی۔ ویرانہ بخودی۔ اور حجرہ شکیبائی۔ یہ سات مقامات آپ کی دنیاوی تجربہ کی سات اقلیمیں تھیں۔
 جس وقت تک آپ کے نورانی جسم پر زندگی کا خلعت رہا۔ اس وقت تک آپ نے فتوحات قبول کرنے کے واسطے
 ہاتھ آستین سے باہر نہیں نکالا۔ تہہ مینے کی عادت سے استغنا کی پیشانی کو داغ دار نہیں بنایا۔ اور نہ اپنی بہت
 کو اس عادت کے رنگ سے رنگین فرمایا۔

شیخ داؤد شطاری سے روایت ہے۔ ایک روز حضرت غوث الرحمن نے چاول اور نیز دیگر غلہ سے
 بار کئے ہوئے۔ چند زرگاؤ۔ آپ کے گہرا لون کی قوت کے واسطے بھیجے۔ آپ نے اُن کو نہیں لیا۔ حضرت
 غوث الرحمن نے فرمایا۔ پر لیجاؤ۔ اور یہ کہو۔ ہر کی بھی ہوئی شے نہ لینا۔ ادب کی عمارت کا ڈھانڈنا ہے۔ آپ نے
 جواب میں کہلا بھیجا۔ بھیجی ہوئی شے کسی کی ہی ہو۔ مرید جیوہ معذور ہے۔ نہیں لیوے گا۔ پھر حضرت غوث مجنوں
 نے فرمایا۔ ایک بار اور لیجاؤ۔ اگر نہ لین۔ تو سرزنش کرنا۔ کہتا ہے پیر فرماتے ہیں۔ دفتر خلافت سے ہمارا
 نام کاٹ دوں گا۔ آپ نے جواب دیا۔ پیر کی رہنمائی کی بدولت۔ روکے غوث کا۔ اور قبول کی اُمید کا نقش۔
 خاطر ویش سے بالکل دھو دیا گیا ہے۔ یہ تہہ دیدی پیغام ہی نقش بر آب ہے۔ جب یہ جواب حضرت غوث الرحمن
 کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ تو زبردقت اور افزونی توجہ کا باعث ہوا۔ حضرت غوث الرحمن بے اختیار
 اپنے خلو تخانہ سے نکل کر مرید کے تکیہ میں آئے۔ بہت کچھ نوازش اور مہربانی کام میں لائے۔ اور نہایت
 گرم جوشی کے ساتھ ہم آغوش ہو کر یہ خوشخبری سنائی۔ عبدالحی استقامت اور ثابت قدمی کے منصب کا
 فرمان۔ آج تمہارے نامی نام پر مراد دستخط سے مکمل ہو گیا۔ اب تم الاستقامت فوق الکوامتہ

کا علم طریقت کی سرکارانی میں نصب کرو۔ اور ۱۵ فَاَسْتَقِرَّ كَمَا اُمِرْتُ کاتاج۔ افعال کے سر پر۔ اور فقر کی
بغت کشر کی سلطنت اپنے اوپر تسلیم سمجھو۔

کہتے ہیں۔ جب گوالیار میں لوگوں کے هجوم سے آپ کے اوقات میں خرابی کا نقصان پیدا ہوا۔
تو آپ یہاں سے بہت جلد دہلی کی طرف چلے گئے۔ چند روز بعد اس جگہ بھی ایسی ہی صورت پیش آئی
اس واسطے اس شہر سے بھی عجلت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بانی بیت مقام کو روانہ ہو گئے۔ یہاں بھی بدستور
آپ کے اوقات میں آفت پیش آئی۔ لہذا یہاں کی اقامت سے بھی دل اٹھانا پڑا۔ اور قصبہ بدولی میں جا کر
دیباے جمنائے کنارہ۔ خدایہ پرستی کے واسطے ایک حجرہ اختیار کیا۔ اور جس قدر آب حیات زمانہ کی
ابریق میں رہا تھا۔ اُس کو ظاہری اور باطنی طہارت میں صرف فرما کر خاک پاک کے خلوت خانہ میں گوشہ گرین
ہو گئے۔ اور دائمی خوابگاہ بنالی۔ مصرع باد خاک پاک اور شک بہشت۔

یاد شیخ وجیہ الدین احمد

آپ شیخ نصر اللہ علوی کے بیٹے تھے۔ مولد اور قدردون احمد آباد گجرات میں ہیں۔ آپ دونوں جہان
کے قطب۔ دونوں جہان کے حقائق کے مرکز۔ حصول اور ضروری علوم کے مالک۔ اکتسابی اور دہی ننون کے خداوند۔
کتابی منقوش اشیا کے رموز دان۔ اور اسرار لوح محفوظ کے راز دار تھے۔ کہتے ہیں۔ اپنے علمی سہوت سے بخل کر
ہجری سنہ نو سو دو میں غصہ پیکر کے وطن کو بنی ولادت کے جلوہ سے منور فرمایا۔ اور ولادت کے بعد پانچویں
سال کے آغاز سے اخیر تینتیس سال تک آپ طرح طرح کے علوم متداولہ اور غریبہ کی تکمیل میں مشغول
رہے۔ یہاں تک کہ ساٹھ علم سے زیادہ ہی زیادہ آپ کو حاصل ہو گئے۔ جب مجازی کثرت آباد سے
حقیقی وحدت گاہ کو آخرین سفر ہوا۔ تو تاریخ اونیسویں صفر تھی۔ اور ہجری سنہ نو سو ستاون میں تھا۔ اس
وقت تک آپ تمام علوم کے درس دینے میں مشغول رہے۔ اور اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی بخشش آپ
کے اوقات عزیز کے شامل حال رہی۔ اس بائیس سال کی مدت میں آپ کی فیض رسانی کی بدولت
بہت سے ذی استعداد لوگوں نے آپ کی شاگردی سے خلعت استادی پایا۔ اور بہت سے بلند ہمت
صوفیوں نے آپ کی دلنشین تلقین سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔

مولانا عالم گلبہاری اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ہجری سنہ نو سو تراسی تھا۔ میں نے وجیہ الحق کی

خانقاہ میں آکر مریدوں کے طریقہ پر فیض یابی کے لئے اتماس کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم کو خطا ہری علم کامل طور پر حاصل ہے۔ تم دو سو لوگوں کی تکمیل کے محتاج نہیں ہو۔ اپنی معلومات کو کام میں آدھ کر مار میں لانا چاہیے۔ مینے عرض کیا۔ ان مقاصد کے سوا۔ کسی شغل کی آرزو رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے زیادہ کیا بہتر ہے۔ کہ باطنی سعادت کے اسباب بھی ہاتھ آجائیں۔ ملامت کلام یہ ہے۔ کہ آپ نے تقریب کا موقع نکال کر یہ ماجرا بیان فرمایا۔ جن مقدمات پر اتنی حقائق کا دریافت۔ اور کشف سو تو جس کے۔ ان مقدمات کی تحصیل کا شوق میرے دل میں ہی اُس وقت پیدا ہوا تھا۔ کہ جب میں درس اور تدریس میں مشغول تھا۔ ناگاہ اندر دی شیت جس کی ہر ایک مقدار شے میں سو سو نکتے اور نیزنگیان ہیں۔ حضرت غوث الرحمن کو گوالیار سے گجرات کی طرف کوچ لائی۔ یہ صورت وجہ الدین کو (مجبور) حضرت غوث الرحمن کی شرف پابوسی سے مشرف ہونے کا باعث ہوئی۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں صاحب ممدوح کی کمیائی پرورش کے ذریعہ سے میرا اسلام تانبے کی طرح کندن سونابن گیا۔ رسمی عقائد کی قید سے نکل کر حقیقی ایمان کی بہشت میں چل قدمی کرنا نصیب ہوا۔ اور چند روز بعد خلافت مطلق کا خلعت پا کر سر فراز ہو گیا۔ اور پالیا جو کچھ پاس نہ تھا۔ اور جو کچھ پاس تھا۔ پر وہ نہ ملا۔ بیت

آرزو آ پختان نداند خواست

انچہ حق بہر بندگان آلاست

خاص کسج الاولیاء کے خدا کے مضمون سے ہی ایک شکل آپ کے خرق عادت کی ظاہر ہوتی ہے مجھ کو واقعہ ہذا کا بیان اس طور پر ہے۔ کہ ایک روز خواجہ عبدالشہید کے ایک مرید نے وجہ الحق کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کیا۔ فقیر اپنے وطن میں ایک سخت مرض کے اندر مبتلا ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو صحت ہونے سے مایوسی ہو گئی تھی۔ خیر میں پیر کی اجازت سے۔ پیر کے آستانہ پر جا پڑا۔ اس خیال سے کہ اس جگہ کا موجود ہونا بشرط حیات یقیناً جلد تن درست ہو جانے کا سبب ہے۔ اور بشرط موت بے شک حصول آسائش کا باعث ہوگا۔ گویا میرے سہی۔ ایک روز پیر نے مراقبہ کے واسطے زانو پر سر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نورانی شخص ایسے لباس میں جو ہمارے ملک کے اعتبار سے غیر متعارف ہے۔ مجھ میں آئے۔ کچھ دیر کے بعد پیر نے فقیر کو بھی مجرہ کے اندر بلالیا۔ آنے والے نورانی شخص نے پانی کے اد پر دم کر کے ہمارے لئے گویا شربت خفا بنایا۔ فی الفور مجھ کو آثار صحت اپنے جسم میں معلوم ہونے لگے اسی وقت وہ خضر رفتا میرا مجرہ سے نکلے۔ اور میری آنکھوں سے آن کا مبارک حلیہ پوشیدہ ہو گیا۔ مینے پیر

سے دریافت کیا۔ کہ ابن بزرگ کا نام کیا ہے۔ جو یہی امیر شہزادہ محییٰ مظہر ہیں۔ اور ان کا مقام کمان ہے فرمایا
 خام شیخ وجیہ الدین احمد۔ اور مسکن احمد آباد گجرات ہے اسم الحیحی کے مظہر اس زمانہ میں آپ ہی ہیں۔
 جب میری نظر متاری دشوار بیماری پر پڑی۔ تو نا اُمیدی کا اثر دل میں محسوس ہوا علاج کے واسطے محبت
 اٹھ کڑی ہوئی۔ لہذا ضرورتاً مینے آپ سے استدعا کی۔ اس کے بعد تنہا دیکھا ہی جو کچھ گزرا۔ اور معلوم ہی
 کیا جو کچھ پیش آیا۔ جب پیر کی زبانی مینے یہ ماجرا سنا۔ تو اس ملک کے سفر کی اجازت لیکر روانہ ہوا۔ طلب
 اور ارادت صادق تھی کہ اس کی برکت سے قدیم بوسہ کی سعادت کو پہنچ گیا۔ احمد اللہ مینے پایا جو کچھ
 پتا ہوتا تھا۔

شاہ شیخ جی کے ایک مرید شیخ نام قصبہ کپڑی میں رہتے تھے۔ احمد آباد کی سیر کے واسطے کبھی
 کبھی آیا کرتے تھے ایک دفعہ ان کے دل میں یہ بات آئی کہ اس شہر میں آنا۔ اور وجیہ الحق کی ملازمت بدو
 حاصل کئے ہوئے لوٹ جانا۔ ناسعادت مندی کی نشانی ہے۔ اس بنیاد پر عزم ملاقات کر کے ایسے وقت میں
 پہنچے۔ کہ شیخ طالبان علم کے درس سے فارغ ہو کر گھر میں تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ کو اطلاع پہنچی۔
 کہ فلان درویش دروازہ پر کھڑا ہوا قدیم بوسہ چاہتا ہے۔ تو گھر سے باہر نکل آئے۔ مسافر کے بعد زائرے آئے
 کی۔ کہ ملاقات کا فخر ظاہر ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا شیخو۔ رو برو دیکھو۔ پہرہ یافت کیا۔ فقیر کی صورت سے
 کس کی صورت تم کو نظر آتی ہے۔ عرض کیا حضرت غوث الرحمن کا علیہ شریف نظر آتا ہے۔ پہر فرمایا۔
 اللہ نظر کرو۔ جب دیکھنے والے کی نظر آپ کے چہرہ پر پڑی۔ تو دریافت فرمایا۔ اب کس کی شکل ہے۔ جو درویش
 کی صورت سے ظاہر ہو رہی ہے۔ عرض کیا۔ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بالکمال جمال
 ظاہر ہے۔ تیسری بار فرمایا۔ اور زیادہ تامل کر کے دیکھو۔ اور معلوم کرو۔ کہ اس دفعہ کس کی تجلی ہے۔ اللہ کیا ہے
 ناعز نے سبحان اللہ ککر اسی وقت سر سجود میں رکھ دیا اور بہت سے کلمات تنزیہ زبان سے نکالے
 اور کہا۔ جامی۔

ہمہ بردہ کمال ست کمال کھنی

ہرچہ اسباب جمال ست رخ خوب ترا

سید خواجہ عالم کی گزارش بھی بالکل اسی گزشتہ بیان کی مثل ہے۔ اس کی کیفیت مجھلا اس طور پر ہے
 کہ سید خواجہ عالم۔ عرش آستان اکبر شاہ کے ادراسے اعظم میں سے تھے۔ بالآخر تمام سامان دولت پرانداہ ہمت

ملہ احمد آباد سے پانچ کوس پر، قصبہ واقع ہے ۱۲

لاست مار کر فقر کے توکل آباد میں آگئے۔ اور رہنما پیر کی تلاش میں سیاحی شروع کی۔ جب آپ احمد آباد گئے
 میں آئے۔ توجیہ الحق کی خدمت میں حاضر ہو کر شغل اور ذکر کی تلقین کے لئے عرض کیا۔ آپ ارشاد کے
 ہر ایک باب کے متعلق جو فصل بیان فرماتے تھے اُس کے جواب میں سید خواجہ عرض کرتے تھے۔ کوئی اور
 بات فرمائے۔ کیونکہ جو کچھ بیان ہوا ہے۔ یہ سب مرشدان کا مکار کی امداد سے عمل میں لا چکا ہوں جب
 اپنے صورت حال سے ایسا معلوم کیا کہ اس قسم کی کوئی بات کارگر نہیں ہوگی۔ تو فرمایا۔ کل کے روز
 درویش کو درس دیتے وقت تشریف لا کر مشاہدہ کرنا۔ خیر۔ تمیل حکم کی گئی۔ وہی دیکھا جو اولین شخص
 نے دیکھا تھا۔ کہتے ہیں یہ دونوں اشخاص اسی مشاہدہ کی بدولت اپنے مقصد کو پہنچے۔

شیخ عثمان ابن شاہ منجم سازنگ پوری مالوی سے روایت ہے۔ ایک روز شیخ منور ابن شیخ
 عبد المجید لاہوری نے بیان کیا۔ کہ وجیہ اللہ کے حاشئے دورانیش اور بلند نظر نکتہ سخن کی نظر میں کمال
 علمیت کا کوئی رنگ نہیں رکھتے ہیں۔ راوی نے جواب دیا کہ بزرگوار محشی کا انداز تعلیقات کے کہنے
 میں۔ اس طرف ہمت کا صرف کرنا نہیں ہے۔ کہ وقت اور عمیق نظری سے کوئی کام لیکر سخن کا پایہ
 اونچا کیا جاوے۔ بلکہ آپ کی طبیعت اور ہمت کو جو منظور ہے۔ وہ یہ بات ہے کہ جب عبارت کی دشواری
 مشحون اور ممنون کے اندر طالب کی نظر میں مراد کے چہرہ پر نقاب ہو جاوے۔ تو آپ آسان تحریر اور سہل
 ترکیب کے ساتھ وہ نقاب طلبا کی نظر کے سامنے سے اٹھا دیوں حال آنکہ یہ جواب معانق واقعہ ہے
 لیکن معترض نے اس کو سست توجیہ سمجھا، اتفاقاً چند روز بعد درس کے وقت مختصر عرضی کی شرح میں
 ایک عبارت پر نظر پڑی۔ کہ اُس کی گرہ کشائی کی طاقت شیخ منور نے اپنے اندیشہ میں بلکہ کسی حاشیہ نویس کے
 حل میں نہیں پائی۔ ناچار وجیہ اللہ کے حاشیہ کی طرف استدعا رخ کیا۔ توڑی توجیہ سے وہ عقدہ حل ہو گیا
 اور اس واقعہ کی صورت کو شیخ منور نے محشی کی کرامات سمجھا۔ **رسم گلزار** نے توجیہ کرنے والے کو
 ہی اہل کرامات ہی سے سمجھا ہے۔

شیخ عبد القادر بغدادی گتے ہیں۔ کہ آپ عقد کی شب میں اپنی عروس کے گھر ایک مجمع کے ساتھ
 گئے تھے جیسی کہ رسم ہے۔ صبح کے وقت اہل ہند کا دستہ تھا کہ داماد اور عروس کو بنا سنوار کر ایک آگاہ
 کئے ہوئے تخت پر بٹاتے ہیں اور کچھ تکلفات اور تجلیات کام میں لاتے ہیں۔ آپ اس معینہ وقت پر
 درسمین چلے گئے۔ لوگ اس غرض سے کہ مقررہ رسم پوری کی جاوے۔ آپ کی تلاش کے درپے ہوئے

آپ کے پدر بزرگوار نے فرمایا۔ کہ وجیہ الدین کو تحصیل علم کا شوق۔ اُس سے زیادہ ہے۔ کہ بیان میں آسکے۔ مدد
میں ہونگے۔ وہاں سے بلالیا جاوے۔ کیونکہ آپ کا پانون کسی منزل اور کسی محفل سے آشنا نہیں ہے اس وقت
کو وجیہ الحق۔ علوم کے مطالعہ اور تحصیل کی ترغیب کے واسطے فرزندوں اور شاگردوں کے سامنے بار بار
بیان فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز اثنائے درس میں ایک طالب علم نے اُس وقت کے ایک جاگیردار کا حال بیان کرنا شروع کیا
اور شیریں عبارت سے اُس کی تنگ دلی۔ کوتاہ دستی۔ اساک۔ اور بخل ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اُس کی صفت
سب لوگوں کے واسطے عموماً اور خدا پرستوں کے واسطے خصوصاً اچھی ہے۔ کیونکہ وہ اس صفت کے
ذریعہ سے دلوں کی محافظت طمع۔ طلب۔ خواہش۔ اور نیز آرزو پیدا ہونے سے کرتا ہے۔ یہ بالکل سچ
ہے۔ مصرع نازنین جملہ نازنین میت۔

یہ تفصیل آپ کی مصنفات کی ہے۔ جہاں قبیل حواشی و شروح وغیرہما ہیں۔ حاشیہ فوائد معنیائے
شرح ارشاد قاضی۔ شرح ابیات منہل و مائینی علم نجومین۔ حاشیہ مطبل و مختصر تلخیص علم معانی میں۔ حاشیہ
عضدی و ملتوی و بزدی اصول فقہ میں۔ حاشیہ شرح تجرید و اصغہانی۔ محقق دوانی کے قدیم حاشیہ پر حاشیہ
علم کلام میں۔ حاشیہ بیضاوی علم تفسیر میں۔ حاشیہ شرح وقایہ و ہدایہ فروع فقہ میں۔ حاشیہ قطبی شرح شمسیہ فن
منطق میں۔ حاشیہ شرح کلمۃ العین مرگ چنگل فن حکمت میں۔ شرح نختہ الفکر اصول حدیث میں۔
شرح جام جهان نما و کلید مخازن غوث الاولیاء و رسالہ حقیقہ محمدیہ بیان تصوف میں علی صاحبہا
افضل الصلوٰۃ و اکملہا۔

یاد قاضی جلال الدین ملتانی

آپ۔ ہندوستان کے نامور علمائے ہند۔ چند روز تک استاد شیخ وجیہ الدین احمد علوی
احمد آبادی کے درس میں بیٹھ کر دینی علوم تحصیل کئے تھے۔ اور نیز فقر و تصوف کی چاشنی چکھی تھی۔ پھر
کئی برس تک دارالسلطنۃ آگرہ میں گوشہ خاموشی میں بیٹھ کر توکل کے طور پر رہے۔ اس کے بعد چند
روز چھوٹے سی سوداگری کر کے روزمرہ کی ضروریات بہم پہنچاتے رہے۔ پھر علوم کی برکت سے درس دینا
شروع کیا۔ گروہ کے گروہ عجمی اور ہندی لوگوں نے آپ کی ملازمت سے فہم اور علوم سکھ کر عقل و
فہم کا سرمایہ بہم پہنچایا۔ قاضی کمال الدین یعقوب کروی۔ فقہ کے اصول اور فروع کے اندر۔ اُس

زمانہ میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ اور بہت برسوں تک عوش آستانی اکبر شاہ کے لشکر کے قاضی رہے تھے جب وہ معزول کر دیے گئے۔ تو لشکر کی قضا کا منصب آپ کے نام سے نام زد ہوا۔ ایک مدت تک زمانہ کی گردش شریعت کے طریقہ پر رہی۔ جب ظاہری علما اور فضلا خود نمائی کے واسطے نہ کہ متقی حق کے واسطے آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ تو کچھ اور ہی طرح کی باتیں ہونے لگیں۔ فقہ اور اجتہاد کے اختلاف اور باہمی نزاع علی الاعلان پیدا ہوئے صاحب اقلیم نے اختلافات اور باہمی نزاعات کی اصابت کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اور شک کی طرف اپنا خیال دوڑا اگر گفت و شنید کے درمیان میں صلح کل کا طریقہ اختیار کیا۔ جو اہل فتنہ کے نزدیک سلطان الطرائق ہے۔ لیکن اس طریقہ کو کرسی پر بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ اس سبب چند متعصب علما کو صحبت کی بے لطفی کا شربت پینا پڑا۔ یعنی سلطان نے خود رائی سے اس گروہ کو جدا جدا ہر طرف بھیجا کہ اپنی ملازمت سے منتشر کیا۔ اس میں شک نہیں سلطنت کی نوعروس کے گلہ میں موتیوں کا ایک ہارتا۔ جس کو غصہ کی حالت میں نادانی کے ہاتھ نے توڑ کر موتیوں کا ایک ایک دانہ الگ الگ کر کے اکبیر دیا القصد اس سلسلہ میں آپ کی روانگی بیجا پور دکن کی طرف ہوئی۔ آپ نے ایک مدت تک اُس جگہ بسر کی۔ اُس صوبہ کا حاکم آپ کی تعظیم و توقیر حد سے زیادہ عمل میں لایا ہجری سنہ نو سو نیا نوین میں آپ کی زندگی کا زمانہ ختم ہوا۔ خواب گاہ اُسی جگہ ہے۔

یاد قاضی عبدالدین لاہوری

آپ اپنے وقت کے فقیہوں میں سے اور اُس ملک کے بزرگ عالموں میں سے تھے۔ نقلی علوم کے دقیقے۔ اور کشفی علم کی حقیقتیں آپ کو بہت کچھ یاد تھیں۔ صوفیہ گروہ کے ساتھ محبت اور اخلاص کے ساتھ تھے بالخصوص شیخ موسیٰ حداد (لوہار) لاہوری کی صحبت میں بیٹھ کر۔ بہت سافیز حاصل کیا تھا اور طریقت کا سلوک مکمل تھا۔ شیخ موسیٰ حداد۔ ذی ہوش مجنون۔ اور اپنے وقت میں مرجع خاص و عام تھے۔ بزرگان شہر بعض تو آپ کے بارہ میں نیکی اور راستی کا گمان رکھتے تھے۔ اور بعض ناروا بہتان بن دیا کرتے تھے۔ لیکن اولین گروہ۔ نظر بظاہر راست معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے گروہ کی راستی کا پتہ لگانا دشوار بات ہے۔ القصد سلطان وقت اکبر شاہ کے حکم سے ہجری سنہ نو سو چالیسی میں لاہور کے عہدہ قضا سے حصار بردہ کے عہدہ قضا پر جو مضافات گجرات میں سے ہے آپ کی خدمات منتقل کی گئیں۔ آپ جائے تقرر کو جا رہے تھے۔ کہ منٹو (مانڈو) کے راستہ سے گزر رہا۔ راقم نے بھی آپ کے دیدار سے

استفادہ کیا تھا۔ ایک سرفراز قاضی صدر الدین۔ عارف سید احمد قادری ابن سید اسمعیل کی ملازمت میں شیخ
 محمود ابن جلال شطاری شیخ المن السد قریشی۔ اور فقیر غوثی حسن کے ساتھ رانگی بائین کر رہے تھے۔ اس
 اثنائین ایک بار کی قاضی جی رونے لگے۔ اور آنکھوں سے آنسو روان ہوئے۔ اُس جلسہ میں جو لوگ بیٹھے ہوئے
 تھے۔ اُنہوں نے اس رونے کو آنہی جذبات سے تصور کیا۔ جب جوش فرو ہوا تو آپ نے فرمایا۔ وطن کی
 اکفت۔ اور اُس کی خوبیوں کی یاد سے آنسو نکال دئے۔ یہ سنکر سننے والین کو حیرت ہوئی۔ چونکہ آپ
 باوقار اور فضیلت شعار سپر۔ اور معزز زہمان تھے۔ لہذا ایرانی نصیحت کا موقع نہیں تھا۔ اور طبع دنیا
 طبیعت کو گوارا نہیں ہوا۔ ناچار صبح کے وقت بحکم لہ سیر دانی الارضین کیف کان عاقبۃ الدین
 من قبلکم۔ منڈو کی عالی شان عمارات اور محلات کے دیکھنے کے واسطے راقم نے آپ سے
 قدم رنجہ فرمانے کے لئے التماس کیا۔ منڈو شہر۔ عمارت کی پسندیدگی۔ اور افرادانی کے اندر تمام ہندوین فرد
 ہے۔ جب آپ کی نظر۔ بلند اور منقش محلات۔ اور آؤ پچے اور روشن والانون پر پڑی۔ تو دل کے اوپر ایک
 عبرت کی روشنی کا اثر پڑا۔ اور اپنے گہروں کی دبستگی نکل گئی۔ مسکرا کر فرمایا۔ اس قسم کی جو چیزیں ہوتی
 چوڑی ہیں۔ وہ ان محلات کے کترین ستون کی ایک سنگین کرسی کی قیمت کی ہی نہیں ہیں۔ ہر کہا
 یہ بات بالکل سچ ہے۔ جو کتہ آفرین دانشمند ہوتے ہیں۔ وہ غلگین دستون کا دل ایسی ہی نصیحتوں کے
 ذریعہ سے ٹکادیکر ٹکانے لایا کرتے ہیں۔ دو سہ روز جہان کو جانے والے تھے۔ روانہ ہوئے۔ تین سال
 تک بروج میں عسہ قضا کا کام انجام دیا۔ جب آپ کی عمر ستر سال سے متجاوز ہو گئی۔ تو تاریخ پندہ میں
 موصنان المبارک ہجری سنہ ۱۰۵۰ کو غروب آفتاب کے وقت۔ آسمانی قضا آ پہونچی اور آپ کی زندگی
 کا آفتاب۔ نیستی کی مغرب میں جا چھا۔ کتے ہیں غسل کے وقت جب غسال کو جسم شریف کے پٹنے
 کی احتیاج ہوتی تھی۔ تو آپ خود اس پہلو سے اس پہلو کو پہر جاتے تھے۔ اور شہر گاہ کو اپنے ہاتھ سے چھا
 لیتے تھے۔ یہ حال آپ کے فرزند قاضی محمد کی زبانی لوگوں کے زبان زد ہے۔ قاضی محمد۔ تمام علوم اور
 فنون میں۔ نفوذنا کی تمام باتوں میں۔ اور سلوک و تقویٰ کے طریقہ میں فرد کامل ہیں مصرع

مکن اقصیٰ جنت باد و بس

یا دملک شیر خلوتی

آپ شیخ مشائخ کے بیٹے۔ اور شیخ بابا الدین زکریا کے پوتوں میں سے ہیں۔ سید عظیمی حبتی کے

میدیتے۔ زاوہوم احمد آباد گجرات اور خواجگاہ موضع بوہرہ جو علاقہ خاندیس میں ہے۔ آپ درویشی کی وضع کو سپاہیانہ وضع میں چپائے رکھا کرتے تھے۔ لیکن اولاً معاہدہ کر لیا کرتے تھے کہ تمام رسوم سے آزاد رہوں گا۔ اور دوسرے سپاہیوں کی طرح سلام کے واسطے ہر روز زمین آؤں گا۔ بلکہ جس وقت سردار لشکر شکار کے واسطے۔ یا لڑائی کے واسطے۔ یا دیہات اور ملک کے دیکھنے کے واسطے سوار ہوتا تھا۔ اُس وقت آپ بھی رکاب میں ہوتے تھے۔ اور ان اوقات کے سوا۔ دیگر اوقات کے اندر باطن کی صفائی۔ اور ظاہر کی شست و شو میں مشغول رہتے تھے مشائخ زمانہ کے رحمانی انفاس کی برکات سے۔ معرفت پر معرفت بڑھاتے چلے جاتے تھے۔ اور سالکان طریقت کو منزلوں کی رسمیں اور علامتیں تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طریقہ پر اپنے گرامی اوقات کو معمور رکھتے تھے۔ اور تمام دن اور رات کو نفل نمازوں کے پڑھنے میں اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجنے میں صرف کیا کرتے تھے۔ دسویں صدی کے بہت سے مشائخ کی صحبت سے فیض حاصل ہوا تھا اور شیخ بدہاشتی کی ملازمت سے بالخصوص علم طریقت یاد کیا تھا۔ اور اُن کے ارشاد سے مقامات اور منازل پر فائز ہوئے تھے۔ ہجری سنہ نو سو بیاسی میں گجرات سے خاندیس میں آئے۔ چند روز اس ملک کے امراء اعظم کی نوکری میں بسر کئے۔ جب آپ کی بزرگی اور آدادی کا شہرہ عادل شاہ فاروقی کے کان میں پہونچا۔ جو اُس ولایت کا فرمان روا تھا۔ تو اُس نے حکم جاری کیا۔ کہ سردار لشکر کو آپ کی اس نسبت کے شرف سے سعادت حاصل کرنی چاہی۔ ملک نے بھی سردار لشکر کی اتماس کو قبول فرمایا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چار میں جب عادل شاہ۔ شاہ زادہ شاہ مراد کی ملک کے واسطے دکن کی لڑائی پر گیا۔ تو آپ ہمراہی میں نہیں جاسکے۔ نوکری ترک کر دی اور ظاہری چاکری سے دل بالکل ہٹالیا۔ قصبہ بوہرہ کے ایک گوشہ میں ہو بیٹھے۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار پانچ کے نصف میں ملک علیہم کا فرمان طلب صادر ہوا۔ جس کے بموجب ملک معانی کی طرف روانہ ہوئے۔ موضع نہرت کو وصل باوجائش:

یاد شیخ عبد الغفور

آپ داؤد ابن خان قادری کے فرزند تھے۔ اور شیخ راجی محمد قادری اُجینی کے بھتیجے ہیں۔ زاوہوم بیاس ہے۔ جو ایک قصبہ ہے۔ سرکار سلطان پور نذر بار کا۔ آپ نے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے علوم کی تحصیل اپنے عم مکرم سے کی تھی۔ اور بہت سے مشائخ وقت کی ملازمت سے فیض پایا تھا۔ قرآن حفظ یاد تھا۔ قرآنی مشکلات کو تفسیر دن کے ذریعہ سے حل کیا تھا۔ بیان کی وجوہ نو کہ زبان پرتین۔ ہر سال

رمضان مینے میں ایک قرآن خود لکھ کر قرآن خوان درویش کو دیا کرتے تھے۔ لوگوں کے کاموں میں دوسوی کر کے انجام کو پہنچا دیا کرتے تھے بیت۔

در خدمت کے نشاۃیم ہائے خویش

سعی من از برائے فروماندگان بود

اکثر اوقات بے چاروں کے کاموں کی مددستی میں صرف کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حرمین شریفین (لوحیہ) شرفاً کا طوائف کر کے لوٹ آئے۔ لوٹ آنے سے پشیمان رہتے تھے۔ پھر دوبارہ جانے کی آزد۔ آپ کے دل سے باہر نہیں نکلی۔ ہر چند سفر مبارک کا سامان ہم پہنچانے کے درپے ہوئے۔ لیکن میسر نہیں ہوا۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ یا چھ میں ظاہری کعبہ سے معنی قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ بیت

ہزارت آفرین مردانہ رفتی

اکسال از کعبہ رفتی بردبار

خوابگاہ کنوئین کے کنارہ مسجد کے صحن میں جمابھین کی مشرقی سمت میں آپ کی ہی بنوائی ہوئی ہے۔ اور دوسرے مسجد کے مشہور ہے۔

یاد شیخ زین الدین پور شیخ منور

پربزرگوار کی پیردی کا خیال بالکل آپ کے سر میں بہا ہوا تھا۔ ظاہراً اور معنی باب کے قدم بہ قدم چلنے کے سوا کبھی ایک قدم نہیں رکھا۔ سبھی علم کی تحصیل زیادہ تر قاضی جلال الدین ملتانی کی خدمت سے اور کٹر ملا سقیم کے درس سے کی تھی۔ القصہ آپ کی ظاہری رایش کامل طور پر تھی اپنے تنگ گوشہ کو چھوڑ کر کسی دولت مند کو وسیع دولت خانہ پر آپ کو بہت ہی کم جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ علی العموم درویشوں کی خدمت کی عادت رکھی اور غبار آگین ہونے سے دلوں کو محفوظ رکھنے کے لئے بہت سے طریقہ کام میں لایا کرتے تھے۔ غالباً اس لحاظ سے کسی دل کو نہیں ستاتے تھے۔ بیت

کہی ترسم درو جانے تو باشد

نیازاںم ز خود سرگردے را

تاریخ سترہویں رمضان ہجری سنہ ایک ہزار پانچ کو معنوی سفر کے واسطے سامان کو پچ کا باندھ کر چلے گئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

یاد شیخ عبدالرحیم کپورتی گجراتی

یہ مونس احمد آباد سے پانچ کوس دور ہے۔ آپ نے اس مقام سے چل کر برہان پور سے ایک کوس کے فاصلہ پر دریائے کے کنارہ حجرہ پسند کیا تھا۔ چند روز بعد علی عادل شاہ فاروقی فرمان روا سے صوبہ خاندیس

نے اُس جگہ جامع مسجد ادا یک بڑی سرائے تعمیر کرا کر ایک شہر آباد کر دیا۔ ادا عادل پور نام رکھا۔ اور آپ کا حجرہ جامع مسجد کے متصل واقع ہوا۔ اس میں شک نہیں۔ آپ ایک شخص تھے۔ فارغ البالی اور آزادی میں بہت اور توکل کے ساتھ آشنا۔ آپ کے پیر ارادت کا نام معلوم نہیں ہوا۔ لیکن آپ کے مرشد طریقت شیخ ابراہیم قاری سندھی ہیں۔ جن کا لقب مرغ لاہوتی ہے۔ ایک روز آپ نے مسیح القلوب کی قطبیت کی خوشخبری لوگوں کو سنائی۔ ادا کہا۔ مجھ کو عالم خواب میں اس مضمون کی آگاہی دی گئی ہے۔ آپ کی رحلت ہجری سنہ ایک ہزار اربابوئین ہوئی ہے۔ اسی حجرہ کے اندر آپ کی قبر بنائی گئی۔ جس میں بزمانہ حیات رہا کرتے تھے۔

یاد سید حسین

آپ کی زاد بوم سون پت میں ہے۔ آپ کی زبان رسمی علم سے۔ اور آپ کا دل خدا طلبی کے شوق سے تو نگرتا۔ رہنمائی کی تلاش میں۔ اپنے وطن سے دل برداشتہ ہو کر جنگل بن جنگل بن قدم نرسائی شروع کی۔ تقدیر اکہی۔ اہمیر کی طرف آپ کو کینچ لائی۔ اور خواجہ عمر بالمحشی کی ملازمت سے مشرف کیا۔ خواجہ غالباً آپ کے آنے کے منتظر ہی تھے۔ فرمایا میں حضور ہوں۔ تم کو میری فرزندگی کے واسطے بھیجا ہے۔ آنے والے نے اس بات کو سوا دل سے قبول کیا۔ قصہ کوتاہ خواجہ نے مرید کر کے اپنے ایک عزیز کی لڑکی کے ساتھ کد خدا کر دیا اور خرقہ خلافت دیکر سجادہ طریقت پر بٹھایا۔ شیخ گدائی پانی بتی سے روایت ہے۔ خواجہ کا زمانہ عمر تھوڑے روز بعد پھل ہو گیا۔ اور میرے پیراؤں کے جانشین ہوئے مصحح پیر و خوش بہ فرزند بست۔

یاد شیخ یوسف لنک

آپ شیخ داؤد ملتانی کے فرزند ہیں۔ جن کے آباؤ کرام کو انزوی تقدیر اس طرف کی رہنما ہو کر دارالسلطنت آگرہ میں باعث قیام ہوئی۔ باوجودیکہ آپ کا باطن توحید کے زیور سے آراستہ اور آپ کا دل تحقیق کے نور سے منور تھا۔ آپ شیخ جلال تہا نیسری کے مرید ہو گئے علم تصوف کی شکلات۔ اس طرح مضمیع البیانی کے ساتھ حل کیا کرتے تھے کہ اشکال کی وجوہ کو سننے والہ کے دل میں راہ ہی نہیں ملتی تھی۔ القصد آپ کا ضمیر الہی ہمسار کا فرمانہ تھا۔ با اینہم بے تعینی اور خاکساری کو نہایت خوبی کے ساتھ فراہم کر رکھا تھا۔ اپنے گھر کی ضروریات خریدنے کے واسطے بازار کو جایا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا تھا۔ کہ لڑکے راستہ میں شوخی سے پیش آکر تسخیر چہرہ کرتے تھے۔ آپ پیشانی پر چین تک نہیں آنے دیتے تھے۔ اور مسکراتے ہوئے نکل جایا کرتے تھے۔ میر فتح الدین محدث صفوی نے لکھا ہے۔ آپ کی ملازمت بہت کچھ تاثیر

پیدا کرتی تھی۔ کسی تخت کے ادیکادولتین سے ایک آپ بھی ہیں۔ عام طریقہ آپ کا برتاؤ۔ آپ کی درویشانہ حالت کی چہرہ پر نقاب تھا۔ آپ کی رحلت کے وقت جو اصحاب حاضر تھے۔ اُن میں سے بعض نے آپ کے معتقدین کے حالات کی نسبت دریافت کیا۔ تو ہر ایک کے بارہ میں ایک جداگانہ عنایت فرمائی۔ جب رفیع الدین کی (میری) نوبت آئی۔ تو فرمایا اَلَسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اَوَلَيْكَ الْمُتَوَكِّلُونَ۔ میں نے ابھی اس التفات کے اسرار پر آگاہی نہیں پائی ہے۔ لیکن امیدوار ہوں۔ کہ آپ کے موثر بیان۔ افضیٰ بخش ملازمت کی برکت سے دنیوی اور اخروی فلاح کو پہنچوں گا۔ خدا کرے۔ پہنچ جاؤں۔ خوابگاہ آگرہ میری محدث صفوی کے روضہ کے پہلو میں مصرع لنک خود راں ہرگز سے وصل کن۔

یاد شیخ آدم صوفی

آپ تصوف کے جمال کو سپاہ گری کے لباس میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ ناگاہ آپ کا تعلق خاطر ایک دہو بن کے ساتھ پیدا ہوا۔ اُس کے حُسن کی تروتازگی نے صابون کا کام کیا۔ دنیاوی تعلقات کے میل سے اچھی طرح پاکیزگی کے ساتھ شوب دیا۔ لٹری کا دماغ سوخت ہو گیا ناچار نوکری ترک کر کے خرقہ پوشی میں آرام دل کی جست وجو ہوئی۔ ادھ مجازی عشق کو حقیقی مشاہدہ کا آئینہ بنا کر کائنات کے صحرا سے آسمیات کے باغ میں جا پہنچے۔ بیت

از قیہ حقیقت و مجازش برہان

راہے نصف خانہ مطلق ہمنما

یاد شیخ محمد

آپ شیخ ابوالحسن۔ بکری شافعی مصری کے بیٹے ہیں۔ آپ کی ذات میں دونوں جہان کی فضیلتیں اور دونوں جہان کے اسرار موجود تھے۔ جب تک زندگی باقی رہی۔ تب تک اپنے پیر بزرگوار کی طرح ہمیشہ ایک سال بیچ۔ مصر سے حرم محرم مکہ معظمہ کے طواف کو جایا کرتے تھے کہتے ہیں جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی۔ تو پیر بزرگوار کی حیات میں ہی۔ ان کے درس کی سند پر صورت اور معنی جانشین ہو گئے۔ موعظین نے اس واقعہ کی کیفیت مجمل طور پر۔ اس طرح لکھی ہے۔ کہ شیخ ابوالحسن ایک سال باری کے قنادا کے بموجب مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں سے اکابر مصر کے نام اس مضمون کے خطوط بھیجے کہ جس ہفتہ میں یہ خطوط پہنچیں۔ اسی ہفتہ کے جمعہ کے روز نور چشم شیخ محمد کو درویش کے درس کی سند پر ٹھکانا لے جو (سب) آگے (سند بٹانے گئے) ہیں (سوائے آگہی بٹانے کے قابل) ہیں (کہ یہ بارگاہ خداوندی) مقرربین

جاوے۔ جب آئی ہوئی تحریرات کا مضمون پڑھا گیا۔ تو تمام ارباب فضیلت اور اصحاب مناصب کو حیرت ہوئی۔ کہ شیخ محمد کا حوصلہ ابی ایسا نہیں ہے۔ کہ قانون عبارت فہمی کے اصول کو ضبط میں لاسکے جس مدرسہ میں شیخ ناصر طبلاوی شیخ ابوالقاسم مفتی۔ اور شیخ یوسف کرو۔ جو آپ کے پدر بزرگوار کے درس میں نائب ہیں۔ حاضر ہوتے ہیں۔ اُس مدرسہ میں شیخ محمد ہر ایک فن کے مقدمات اور مقاصد کی تقریر۔ اور ہر ایک علم کے مسائل اور مبادی کی صورت اور تہید کیونکر بیان کر سکیں گے۔ کیونکہ جس بچہ نے میدان علم میں ابی ابی قدم رکھنا سیکھا ہے۔ اُس کو اُن اصحاب کے برابر چلنے کی طاقت نہیں ہو سکتی ہے۔ جو گونا گون علوم کے دقیقون اور حقیقتون کی مسافت طے کر چکے ہیں۔ اس سبب سے اس عجیب و غریب حکم کے قبول کرنے میں بہت کچھ بہانہ اور تاخیر کی آوازیں اندرون دل سے زبان پر آئیں۔ قصہ کوتاہ یہ ہے چونکہ کل کاموں کا انجام لاعلمی کے پردہ میں چپا ہوا ہوتا ہے۔ لہذا تمام دورانہ پیش ارباب مجلس نے رجم یا لغیب اطاعت حکم کی رائے دی۔ اور کہا۔ کہ یہ حکم ایسے شخص نے صادر فرمایا ہے۔ جو عالم ارباب اور عالم شہادت کی رمیز کا جاننے والا ہے۔ اور ہم کو اس عجیب و غریب فرمان کی اصلیت پر پوری پوری آگاہی نہیں ہے۔ اگر حکم کی بجا آوری کے بعد کوئی نامناسب بات ظہور پذیر ہوگی۔ تو مامور محذور مانا جاوے گا۔ لیکن بائیںہما یا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید میں سے کوئی آیت پہلے سے ہم تجویز کر لیں۔ جس کی تفسیر کی وجوہ اور اُس کے لطائف سجادہ نشین صاحب آئندہ جمعہ تک حفظ کر لیں۔ اور قرار داد کے بموجب مقرر ہی وہی آیت پڑھے۔

جب اس مشورہ کی کیفیت شیخ محمد کی خدمت میں عرض کی گئی۔ تو آپ نے جواب دیا۔ یہ فرصت میرے ظاہر حال کے اعتبار سے ہرگز کافی معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اس فرصت میں چند در چند غور و فکر کی گنجائش نہیں۔ اور ایسے عجیب و غریب حکم کے بجالانے کی بنیاد حیا و حوالہ پر نہیں رکھنی چاہیے۔ اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے۔ کہ ہمت کا قدم توکل کے راستہ میں استحکام کے ساتھ رکھ کر یہ دشوار نامہم سبب الاستعاذہ کی گرو کشائی کے سپرد کر دی جائے **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ذَا الْكَرَمِ عَلَى اللَّهِ** یسیر کے عقیدہ پر اور **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ** علی ما بینت **عَوْدِ** تیرے یقین پر ورسہ کیا جاوے۔ اور تردد کا گرد و غبار۔ ضمیر کے خلوت خانہ سے ہٹا کر تسلیم کی صفائی بیان جلوہ گر کی جاوے۔ **الْقَصْدُ** جو بات قرار پا چکی تھی۔ وہ جمعہ کے روز

اگر میں چاہوں۔ کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر قلم سے لکھوں۔ تو سات اونٹوں کا بوجھ ہو جاوے۔ اور جناب نے ایک الف
 الف کی تفسیر اس مدت میں اس قدر فرمائی ہے کہ اگر لکھنے میں آتی۔ تو بہت سے اونٹوں کا بوجھ ہو جاتا۔ پس
 جناب کا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم سے شاید زیادہ ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ سلطان الخلفا
 برہان الاولیاء نے جو تفسیر فاتحہ کا حصر اس اندازہ میں کیا ہے۔ تو یہ مخاطب کے حوصلہ۔ اور مشکل کی فرصت پر نظر
 کر کے کیا ہے۔ کیونکہ اُس وقت میں اسلام کی ابتدائی حالت تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باوجودیکہ
 آپ اتنی علوم کا خزانہ تھے۔ مگر کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے اور اعلائے کلمۃ الحق سے فرصت بہت کم
 تھی۔ ادبیہ درویش۔ اس زمانہ میں باتیں بنانے کے سوا۔ کوئی کام ہی نہیں رکھتا ہے۔ اور نیز معلومات فقیر کی
 حقیقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وجہانی انوار سے ہی اخذ کی ہوئی ہے۔ جو گونا گون علوم کے
 قواعد کے بانی ہیں۔

غوثی صدر الذکر عبارت لکھنے کا سبب یہ ہے۔ کہ اس ذکر کے پڑھنے والے۔ آپ کے حُسن۔
 ادب اور جمال علم کو استعداد کی نظر سے مشاہدہ کر کے اپنے اعتقاد کی درستی کریں۔ اور دل میں استحکام کے
 ساتھ سمجھیں کہ مِشت خاک انسان کے ساتھ خداے پاک کے کیسے کیسے راز ہیں سبحان اللہ یہ
 چند کلمہ آپ کی حقائق بیانی اور رہنمائی کا نمونہ ہیں۔ ورنہ آپ کے حالات لکھنے کی قلم کو۔ اور بیان کرنے
 کی زبان کو طاقت کمان ہے۔

آپ کی تصنیفات تمام فنون میں ہیں۔ بالخصوص آپ علم حدیث میں استاد تھے۔ اور حال کے
 مصنامین کو قال کی زبان سے تشبیہ اور تاویل کے پیرایہ میں اس طرح سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ بے
 حامل لوگوں کی سمجھ میں آجاتے تھے۔ دسویں صدی کے اخیر عشرہ میں عالم علوی کو کوپہ فرمایا۔ اس زمانہ میں
 آپ کی باکمال اور ہدایت کنندہ اولاد بہت سی ہے۔ منجملہ اُس کے پیشواے ارباب ارشاد۔ آپ کے
 فرزند رشید تاج العارفین نام ظاہر اور معنی آپ کے خاص جانشین ہیں۔ یہ بزرگ۔ عقلی۔ کشفی۔ اور کبھی
 علوم میں اپنے پدر بزرگوار کی مثل بے نظیر ہیں لے اَللّٰهُمَّ مَتَّعِ الْمُسْلِمِيْنَ الطَّالِبِيْنَ بِطَوْلِ بَقَاۃِ
 سید احمد قادری فرماتے تھے۔ میں نے شیخ محمد بکری کی خدمت میں رہ کر اپنی عمر کے چند سال محسوب
 کئے ہیں۔ اُس مدت میں دیکھا گیا ہے۔ کہ ہر ایک ملک کے قسم قسم کے آدمی۔ آپ کی محفل میں حاضر

کرتے تھے۔ اور چونکہ عربی زبان پر قدرت نہیں ہوتی تھی۔ اس واسطے ہر ایک شخص اپنے مقاصد اور مسائل کو اپنی خاص زبان میں عرض کیا کرتا تھا۔ اور آپ سب کے جوابات عربی زبان میں دیا کرتے تھے۔ مسائل کو نیز مجیب کو۔ سوال اور جواب کا مدعا سمجھنے میں ہرگز ترجمہ کی احتیاج نہیں ہوا کرتی تھی۔ یہ مجیب صورت دیکھ کر تعجب اور حیرت ہوئی۔ اس واسطے میں ایک روز بے اختیار ہو کر عرض کر بیٹھا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جناب مختلف لغات اور ہر ایک طرح کی زبان جانتے ہیں۔ لیکن عجیبی لوگ اکثر عربی زبان نہیں جانتے ہیں۔ کس طرح اُن کو مدعلے جواب پر اطلاع ہو کر تسلی ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک۔ اگر میں چاہوں کہ ہر ایک زبان میں بیان مقاصد کروں۔ تو کر سکتا ہوں۔ لیکن جب مراد کے معانی۔ عربی محاورہ اور زمرہ میں محمد بکری کی زبان سے۔ عوام کے ذہن میں آجاتے ہیں۔ تو ہر زبان مخصوص میں جواب کیون دیا جائے۔ اور بدردن ضرورت کے محبوب اللہ خاتم النبوة علیہ افضل الصلوٰۃ کی زبان کیون حرکت کی جاوے۔ اور پراسی تقریر کے ضمن میں چونکہ تقریب تھی۔ فرمایا۔ کہ بیان کے افہام و تفہیم۔ اور عدم افہام و تفہیم کی قوت محمد بکری کے اختیار میں سپرد کردی گئی ہے۔ اگر محمد بکری چاہے۔ کہ الفاظ کے معانی کو روک لیوے۔ تو حاشا لشربیان کسی سننے والے کے ادراک میں ہی آسکے۔ خواہ مخاطب کتنا ہی بڑا مدعا فہم عالم۔ اور کلام نہایت درجہ سادگی میں ہو۔ اور اگر چاہے۔ کہ سننے والے کے ذہن میں معانی آدین۔ تو عبارت خواہ کتنی ہی زیادہ دقیق۔ اور سننے والا بازاری غمی ہو۔ مگر بہت جلد ادراک مقصود کر لیوے گا۔

مولد اور مرقد یوسف علیہ السلام کے مصنفین۔ اور ایام رحلت نوسواٹھ سائون۔ اور اور ستائون ہی کہتے ہیں۔

یاد شیخ ہانساجتاری

آپ محمد دوم جہانیاں کی نسل سے ہیں۔ آپ آغاز جوانی میں سلوک اور شریعت کے پابند تھے اوسط عمر میں انہی جذبہ پیدا ہوا۔ اور تمام حواس اور قوی اپنے اصلی مرکز کو بازگشت کر گئے۔ بیان تک کہ آپ میں ہستی مہیوم کا خیال اور گمان ہی نہیں رہا تھا۔ ڈیڑھ سو برس کی عمر پائی۔ بات کرتے وقت ہر ایک نیک و بد کی نسبت ہمیشہ اپنے نفس کی طرف کیا کرتے تھے۔ لیکن مخاطب میں اُس بات کے آثار بہت جلد ظاہر ہو جاتے تھے۔ آپ کی زبان سے ایسی بات جو وقوع پذیر نہ ہو۔ نکلتی ہی نہیں

تھی۔ سید قاسم پسر سید محمود بارہہ عرش آستان اکبر شاد کے امراء اعظمین سے تھے۔ یہ سید صاحب
ہجری سنہ ایک ہزار تین میں آپ کو اپنے ہمراہ شہر مٹن سے احمد آباد کو لے گئے تھے۔ ایک روز ایک
کنوئین کے کنارہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سید نے ایک روپیہ آپ کے ہاتھ پر رکھا آپ نے اُسی ہاتھ سے کنوئین
میں ڈال دیا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ فرمایا۔ میں نے کچھ بُرا نہیں کیا۔ ایک برہمن کے
ہاتھ جنت کو بھیج دیا۔ چند روز بعد آپ کی والدہ کے پاس سے اس معنوں کا خط آیا۔ کہ تم نے جو کچھ ایک
برہمن کے ہاتھ بھیجا تھا۔ پہنچ گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ جنت آپ کی مان کا نام تھا۔ اور یہ بھی عجب نہیں
ہے کہ الہ الجنة تحت اقدام ائھا متکو کے اعتبار سے کہا ہو۔ جب آپ لوٹ کر مٹن میں آئے
تو ہجری سنہ ایک ہزار پانچ یا چھ میں علوی عالم کو کوچ فرمایا۔ قبر صحن مسکان میں بنائی گئی۔ آپ کی ایک
ہمیشہ بزرگ نام ہیں۔ جو آپ کی قبر پر مجاور ہیں۔ اور ذکر و فکر میں زندگی بسر کر رہی ہیں بہت سے آثار
ولایت ان کے اندر موجود ہیں۔ مصرع رونق آرام گاہش دولت دیدار باد پڑا

یاد شیخ حمزہ پور شیخ سدا قریشی

آپ کی زاد بوم قصبہ دیپالپور مالوہ ہے۔ اور مخدوم شیخ بہار الدین زکریا کی نسل سے ہیں قدس
پرہیز گار۔ نیکو کار۔ اور خیریتہ افعال تھے۔ آپ ہر ت کے کارخانہ میں جام اور طاس وغیرہ ظرافت بنانے
سے اپنی وجہ قوت بہم پہنچایا کرتے تھے۔ نذر کے طور پر کوئی روپیہ پیسہ کسی سے نہیں لیا کرتے تھے۔ بلکہ
ضرورت مند دوستوں کی امداد اپنی محنت کے پیسے سے کیا کرتے تھے۔ ملحقین طریقت شیخ ضیاء الدین
غوث الادبیا قدس سرہما کی خدمت سے تھی اور راقم کے مربی شیخ محمود جلال کی ملازمت سے
بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا۔ عبادت اور عادات میں عجب راستی بہم پہنچائی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ
میں آپ کی زندگی کی باری پوری ہوئی۔ قبر زاد بوم میں ہی ہے۔ دوار کے چھٹے ہیں۔ دونوں پدر و جد گوار
کے طریقت پر چلتے ہیں۔ اس جہل شانہ ان کو توفیق معرفت نصیب کرے مصرع

بادوام از می وحدت بابا حبام او

یاد شیخ امان اللہ

آپ شیخ کمال الدین سلیمان قریشی کا پبی وال کے فرزند ہیں۔ آغاز ہوش سے انجام زندگی تک زہد
فقر۔ ابشار۔ توکل۔ اور راستی میں عمر گزاری۔ آپ کا پائے سلوک۔ شریعت کی شاہراہ کے سوا۔

ایک قدم ہی نہیں چلا اور آپ کا دست ہمت۔ دامن ہستی کے سوا۔ کسی شے کو چھو تک نہیں شیخ صدر الدین ذاکر شطاری کے مرید ہیں۔ تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ چالیس سال تک راقم کو اپنی ہمسائیگی سے سرفراز کیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ مین عنصری تیرہ و تار یک کو چھ سے عالم قدس کی وسیع آبادی کو روانہ ہوئے۔ آپ کے دولہا کے تھے۔ بڑے شیخ منصور۔ حمیدہ اوصاف اور پسندیدہ اخلاق سے آراستہ تھے۔ باب سپانچ مینے پیشتر سامان ہستی باندھ کر چلے گئے۔ دوسرے شیخ عبدالشکور ہیں۔ ان کی طینت میں تمام فضیلتیں جمع ہیں۔ خمول۔ خموشی۔ اور خوش دلی ان کے خمیر میں داخل ہیں۔ خدا کے ان کو عظم طبعی روزی ہو۔ مصرع شاکرند را کہ ہم دم و ہمسایہ من است۔

یاد شیخ نور الدین ضیاء اللہ

آپ غوث الارباب کے صاحب زادہ ہیں۔ قدس سرہما اطوار شریعت کے سلوک میں آپ کی رفتار دل پسند تھی خوان معرفت کی بھی اچھی چاشنی چکھی تھی۔ وجدان طریقت کے بیان میں آپ کی تقریر و نواز تقریر تھی۔ اور اسرار حقیقت کی شراب کا ایسا سکر حاصل تھا جس میں چون و چند کی کیفیت کو دخل نہ تھا۔ آپ کی عقدہ کشا زبان صاف عبارت میں رموز حقیقت کے پھرہ کا نقاب اٹھاتی تھی۔ آپ کا طریقہ اور آئین۔ عالم وحدت کے چلنے والوں کو کثرت کی گھاٹیوں سے سلامتی کے ساتھ نکال لیجاتا تھا۔ آپ کی عطا پیشہ نظر سنگ دلون کو موم کرتی تھی۔ اور شکستہ دلون کے حق میں مومیائی کا حکم رکھتی تھی۔ آپ کی سلیم فکر۔ لوگوں کے سقیم افعال کو صحت کی طرف پھیر لاتی تھی۔ آپ اپنی حسن معاشرت اور مصاحبت سے مسافرت کا اندوہ۔ غم ناک مسافر کے دل سے دور کر دیتے تھے اور نیز مقصودہ مطلوب میں کامیاب کر کے۔ ذی احتیاج مقیم کے دوش سے ناامیدی اور بیچارگی کا بہاری وزن اٹھا لیتے تھے۔ اس قدر کمالات کا سرمایہ ہوتے ہوئے۔ آپ فقراے باب اللہ کے ساتھ طالبانہ پیش آتے تھے۔

القصدہ مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ آپ کا زندگانی کرنا۔ واپسین سفر تک کہ رمضان کی تاریخ تیسری اور ہجری سنہ ایک ہزار چہرہ تا۔ یکسان استقامت کے ساتھ رہا۔ یعنی آپ نے نوافل اور دائمہ خیرات اور عبادات جس قدر اپنے اوپر لازم فرمائی تھیں۔ ان میں فرد گزاشت کا دخل کہی نہیں ہونے دیا۔ ہجری سنہ نو سو ستر تا۔ کہ پدربزرگوار کی رحلت کے بعد آپ گوالیار میں آئے۔ یہاں پر چند مذہب مجاور و صفہ رکھدار سلطنت آگرہ کو چلے گئے۔ اور اس جگہ سامان اقامت رکھا کہ رادرنیز خانقاہ تعمیر کرائی۔ کم و بیش پینتیس سال

از روئے باطن خدا شناسی کے حجرہ میں چلہ نشین رہے۔ اور از روئے ظاہر لوگوں سے میل ملاقات سے اجتناب کیا۔
 جاسون کی نشست برخاست کو اپنی خلوت کے جمال کا نقاب بنائے رکھا۔ علم حدیث کے اندر نہروال
 شہر میں کامل دس سال تک شیخ محمد طاہر محدث نہروال کی شاگردی کر کے اور نیز شیخ وجیہ المسلمہ علوی
 احمد آبادی کے درس سے تمام فنون کی تحصیل کر کے کل علوم میں استاد وقت ہوئے۔ اگرچہ ظاہر میں ظاہری
 سجادہ نشینی کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن الولد لایبہ کا فروغ آپ کی پیشانی سے
 درخشان تھا۔ جس زمانہ میں آپ احادیث کی تصحیح نہروال میں کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں محمد اقبال
 سے غوث الاولیاء نے شیخ نور محمد کو فرقہ خلافت اور اجازت نامہ دیکر آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔
 اور اجازت عطا فرمائی تھی۔

آپ کی رحلت فرمائی کا واقعہ اس طرح پر ہے۔ جن ایام میں عرض آستان اکبر شاہ دارالخلافہ لاہور
 میں تشریف رکھتے تھے اُن ایام میں ایک روز ہرنون کی لڑائی کے ہنگامہ میں ایک ہرن کے سینک کا
 ایک کاری زخم شہنشاہ کی ران مبارک میں آیا تھا۔ شہنشاہ نے چند روز بعد فرمایا۔ کہ اس واقعہ کے اندر
 دور نزدیک کے جمیع اکابر اور امرا کے آنے سے پہلے شیخ ضیاء اللہ کی یاد کی۔ لیکن شیخ نے ہماری یاد
 نہیں کی۔ شیخ ابوالفضل مبارک نے اس تقریر کی نقل لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجی۔ جب یہ اطلاع
 آپ کو پہنچی تو آپ نے بے تامل اپنے تئیں لاہور میں پہنچا کر سلطانی دیدار حاصل کیا۔ اور شہنشاہ نے بھی
 آپ کی تشریف آوری سے اپنی عافیت اور تن درستی کی فال لی۔ چند روز بعد فرمایا۔ کہ شاہزادہ دانیال کی
 ایک حرم امیدوار ہے۔ بادشاہ کو منظور یہ ہے۔ کہ حرم مذکور شیخ ضیاء اللہ کے مکان میں رہے۔ تاکہ
 وضع حمل اُسی جگہ ہو۔ آپ نے اس حکم کی تعمیل میں دو تین مرتبہ عذر کیا۔ مگر قبول نہیں ہوا۔ اور حرم مذکور
 نے آپ کے مکان میں آکر وضع حمل کیا۔ چونکہ شیخ اس واقعہ کی اصلیت سے بالکل محترز تھے۔ لہذا اپنی
 زندگانی سے ہی تنگ دل ہوئے۔ ایک ہفتہ بعد مرض الموت پیش آیا۔ اور صدر الذکر تاریخ میں
 اپنی جان حوالہ جہان کی۔

پھر سید نو سو بیاسی میں راقم اپنے وطن سے چل کر دار السلطنت آگرہ میں گیا تھا۔ اُس وقت میں
 راقم کے چچا زاد بھائی شیخ علی شمس آپ کی ملازمت میں استفادہ کر رہے تھے۔ انہوں نے فقیر کو آپ کی
 آستانہ بوسی اور خدمت کر شرف سے مشرف کیا تھا پانچ مہینے اُس جگہ رہ کر آپ کی فیض بخشی کا حصہ

لیا۔ اسی سال میں احرار لادیا کے پوتے مشہود العرفا خواجہ عبدالشہید قدس سرہما شہر آگرہ کے قلعہ میں اکبر شاہ کے بنگالی محل کے اندر اترے ہوئے تھے۔ اور شاہنشاہ فتح پور میں داد سلطنت دے رہا تھا فقیر ہی خواجہ کی قدم بوسی کے واسطے اس محل میں گیا تھا اور شرف دیدار سے اپنے حوصلہ کے موافق فروغ حاصل کیا تھا۔ مصرع خوشہ ہائے خرمین میں خوشہ ہر خرمین ست؛

یا حاجی ابراہیم محدث قادری

آپ شیخ داؤد کے بیٹے ہیں۔ کنیت ابوالکلام۔ تخلص وصالی۔ زاد بوم مانک پور۔ اور خواجہ گاہ آگرہ ہے آپ کے افعال سے شریعت عیان تھی۔ اور اسرار میں طریقت کا خزانہ نہان تھا۔ عقیلی اور نقلی علوم کی تحصیل اپنے وطن میں کر کے سیر و سیاحت کا ارادہ کر لیا تھا۔ بالآخر بغداد میں ڈہائی سال رہ کر تفسیر اور حدیث کا علم تحصیل کے ذریعہ سے درجہ کمال کو پہنچایا اور پھر وہاں سے خانہ مبارک طواف کے واسطے روانہ ہوئے۔ پرستش اور معجز کے ارکان بجا لا کر مصر کو چلے گئے۔ یہاں پر شیخ شمس الدین علقمی کے نزدیک حدیث کی تصحیح کی۔ شیخ شمس الدین علقمی شیخ جلال الدین سیوطی کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ اور اسی جگہ آپ نے شیخ العرفا شیخ محمد بکری شافعی سے سند اجازت لی۔ اس قدر کمالات فراہم ہونے کے بعد۔ پیرکے مغلہ کی طرف لوٹے۔ اور شیخ عبدالرحمن ابن الفہم مغربی شیخ مسعود مغربی۔ اور بدرالافتاب شیخ علی متقی کی محبت سے از سر نو کتب احادیث کی تکرار کی۔ اور صحت و شناخت کا بڑا مرتبہ حاصل کیا۔ اس کے بعد پھر دوبارہ مصر میں گئے۔ اور چوبیس سال تک تمام علوم کا درس دیا۔ با اینکہ کسی سال میں حج کو جانے آنے کا سلسلہ ہی منقطع نہیں ہوا۔ ملک شام میں شہری اور صحرائی بزرگوں کی محبت میں بیٹھ کر فیض پایا۔ اس کے بعد وطن کی محبت نے جوش کیا۔ تو آپ نے ہندوستان کو اپنے قدم کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ جب وہاں سلطنت آگرہ میں گورہوا تو تقدیری کرشمہ۔ اور آپ وہاں کی کشش نے یہاں کی قیام کا خیال آپ کے دل میں پیدا کیا۔ لہذا اگر اختیار کر کے تفسیر۔ حدیث۔ اور فقہ کے درس میں۔ اور نیز و عظامین آپ مشغول ہوئے اور ہست سے اشخاص کو فہم اور علم کی منزل پر پہنچایا۔ تاریخ اونیوسین ذی الحجہ ہجری سنہ ایک ہزار یک میں چپاسی برس کی عمر کے بعد جہان کی محنت آباد کے تنگ و تاریک کوچہ سے روحانی راحت افزا اقلیم آگرہ روانہ ہو گئے۔ مصرع پیری و علم و بہت و آزادگی طلب۔

یاد شیخ امان اللہ افغان

آپ سید ابراہیم بکری کے مرید ہیں۔ خود دینی سے گزر کر اراوت اور شریعت کی مشکلات کے تماشہ میں محو تھے۔ کہتے ہیں الہی دیدار کی آرزو۔ ہمیشہ آپ کے دل کو بے آرام۔ اور آنکھوں کو اشکبار کنتی تھی۔ اور پیر کی ملازمت میں اسی خواہش کا درد بار بار بیان کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ زیادہ نہیں۔ صرف ایک ہی دفعہ اس آرزو میں کامیابی ہو جاوے۔ آپ کے پیر وعدہ دیکر تسلی اور تسکین دیا کرتے تھے۔ بالآخر اس اندیشہ نے آپ کو آیا۔ یہاں تک کہ جس جنبش کرنے والے اور اڑنے والے پر نظر پڑتی تھی۔ اُس پر آپ مطلوبہ کام کر رہے تھے۔ کہتے تھے۔ میں ایک رات پیر کے ہاتھ پاؤں داب رہا تھا۔ یکایک اٹھ بیٹھے۔ اور مجھے بخلگیر ہوئے۔ فرمایا۔ امان۔ تم نے دیکھا جس کی تم کو تلاش تھی۔؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں دیکھا۔ اس کے بعد وحدت وجود کا دروازہ صورۃ اور معنی کشادہ کر دیا۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے۔ ایک سوار نے اپنے گھوڑے کو گولامانا۔ آپ نے آہ کینچی۔ جب گدڑی اٹھا کر دیکھا گیا۔ تو آپ کے بدن پر تازیانہ کا نشان پایا گیا۔ المقصود پیر کی اجازت سے براہ خشکی۔ سفر حجاز کو روانہ ہوئے۔ ماوراء النہر۔ خراسان۔ پارس۔ اور عراقین کے اکثر مشایخ کی ملازمت کی۔ اور اُس سے فیض و فائدہ بھی اٹھایا۔ جب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو گئے۔ تو ایک دختر کے حسن پر فریفتہ ہو گئے۔ ایک روز سخت بیتاب ہوئے اور حالت بیتابی میں اُس کے باپ سے کہا کہ اپنی لڑکی کا میرے ساتھ عقد کر دیجئے۔ اُس نے جو جواب دیا۔ اُس سے مہر کی خواہش پائی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ امان اللہ۔ وہ بندہ نہیں ہے جو اپنے پاس پیہ رکھے۔ پھر لڑکی کے باپ نے کہا۔ کہ اگر آپ اس رعنائی کے ساتھ دوشی کا بھی دم ہرستے ہیں۔ تو یہ ہو سکتا ہے۔ کہ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام مجھ کو اس بارہ میں خواب کے اندر اجازت فرمادیں۔ آپ نے کہا۔ اگر آپ تمام مال و دولت۔ جو آپ کے ملک میں ہے۔ محتاجون کو تقسیم کر دیں۔ اور دنیاوی آلائش سے پاک ہو جاویں۔ تو اس شرط پر شاید ایسے خواب سے آپ کو سعادت حاصل ہو جاوے۔ لڑکی کے باپ نے کہا۔ اس مال و منال کے ساتھ مجھ کو بت ہی دہشتگی ہے۔ اگر آپ کا تھرتھکاؤ آزاد۔ اور بے میل کر دیوے۔ تو آپ کا فرمانا ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھ سے اور نیز تمام مقبولون سے جو بہترین۔ انہوں نے آرزو فرمائی تھی۔ کہ ابو جہل کا دلی کفر سے ہٹ جاوے۔ تو یہ وقوع میں نہیں آیا۔ اَللّٰہُ اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ کا عتاب سنا۔ اسی طریقہ پر چند

ملک (اسے پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق) تم جس کو چاہو۔ ہدایت نہیں دیتے۔

ان دونوں اصحاب کے درمیان میں گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہو سکتے ہیں۔ اولاً مدینہ مقدسہ کو حرم میں ایک مجھو کے اندر رہتے تھے۔ پھر بعد میں بقیع کے اندر قبة عثمانیہ کے نزدیک خلوت اختیار کر لی تھی۔ اس انتقال مکان کا سبب دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا۔ روزمرہ آدھی رات کو مدینہ کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور سورہ انبیاء علیہ السلام اس قبہ میں تشریف لاتے ہیں۔ اور حضور کے ساتھ خلفائے اربعہ میں سے تین اصحاب بھی ہوتے ہیں۔ اور اس قبہ کا دروازہ بھی کھلتا تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ استقبال کے واسطے دروازہ کے باہر آتے تھے اور امان دروازہ پر کھڑا ہوتا تھا۔ اور اپنے تئیں اس مقام کے نامناسب شہر مندہ پاتا تھا۔ لہذا ازراہ ادب سابقہ جگہ چھوڑ کر اس جگہ حجرہ تجویز کر لیا ہے۔ چند روز بعد عنصری قفس ٹوٹ گیا۔ اور مرغ حقیقت روضہ جاوید کی طرت اُڑ گیا۔ مصرع جان اوہم نشین جانان باد۔

یاد شیخ اسحق قلندر سندھی

جہان پائی کر تکتے۔ آپ کے پائون گس گئے تھے۔ ہر ایک ویران اور آباد گوشہ اور کنارہ میں ٹھیک ہر ایک ملک کی خصوصیات سے آگاہ ہوئے تھے۔ لیکن ہجری سنہ نو سو اٹھاون کے آغاز سے سیاحی ترک کر کے۔ قدوة المحدثین شیخ طاہر یوسف سندھی کی مصاحبت اختیار کر لی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار تین۔ ان روحانی مصاحب (شیخ طاہر یوسف) کا سال رحلت ہے۔ اس سال تک آپ نے شیخ کی ملازمت سے کبھی جدائی پسند نہیں کی۔ راقم گلزار نے ہجری سنہ ایک ہزار و دین برہان پور مقام پر ان دونوں بزرگوں کی ہمسائیگی سے بہت کچھ حصہ فیض کا لیا تھا۔ آپ کا سلوک استقامت کے طریق پر تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار دس میں آپ کی اقامت اس جہان کی انجام کو پہنچ گئی۔ مصرع روح اوہم نشین رضوان باد؛

یاد شیخ افضل محمدی

آپ شیخ یوسف تمیمی کے بیٹے۔ مرید۔ اور خلیفہ ہیں۔ اپنے پدر بزرگوار کی زندگی میں ہی۔ جانشین ہو گئے تھے۔ رسمی علم کی کسی قدر تحصیل اپنے عم مکرم شیخ جلال کی خدمت سے۔ اور ان کی رحلت کے بعد یقینی علوم کی تحصیل شیخ ابوالفتح مفتی کی درس سے فرمائی تھی ہمیشہ اہل تجرید فقرا۔ اور صاحب عرفان و رویشوں کے ساتھ ہم نشینی رکھا کرتے تھے۔ کبھی زمانہ کے دولت مندوں اور امیروں کے دیدار کی آرزو نہیں کی۔ خاتم النبوة علیہ السلام کے حلیہ اقدس کی زیارت سے عالم خواب میں کئی بار مشرف ہوئے تھے۔ اور حزب البحر پڑھنے کی اجازت ملی تھی۔ تاریخ اکیسویں صفر کو ہجری سنہ ایک ہزار تین میں

عنصری صورت - خاک آگرہ کے سپرد کر کے - اتنی دیوار کے جلوہ گاہ کو روانہ ہو گئے۔ لفظ **افضل** نام
اور آپ کا نام واپسین سال کے ساتھ ہم عدد ہیں۔

یاد شیخ طہا

آپ یوسف ابن رکن الدین ابن معروف - ابن شہاب الدین سندھی کے بیٹے ہیں - آپ مینخانہ
تحقیق کے پُرانے میگسارون کے حریف - اور منزل توحید کے دیرینہ سیاحون کے ہم قدم تھے - جب آپ
فیض رسانی کی مجلس میں علمی مسائل بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تھے - تو دل پذیر نکستون کی گل افشانی
سے نصیح البیانی کام میں لاتے تھے - اور جب تصنیفات جمہور کے معانی اور مطالب ذریعہ - مطالعہ
حل فرماتے تھے - تو آپ کی پرہیزگاری - رنگ برنگ کے پھول کھلاتی تھی - آپ کا بیان رسمی علوم
کی نوع و صون کے چہرہ کا نقاب دور کرتا تھا - اور آپ کا قلم حقیقی علوم کے خلوت خانہ میں رہنے
والی پردہ نشینوں کی چہرہ کشائی عمل میں لاتا تھا - تاکہ علمی اور عینی کمالات کے تلاش کرنے والے - نظارہ کی
امداد سے - اندرونی فروغ حاصل کریں۔

غوثی آپ کی تعریف - کوتاہی کی آشنا - اور اتمام کو پہونچنے والی نہیں ہے - لہذا تم کسی قدر
حالات لکھنے کے واسطے قلم اٹھاؤ - اور وہ جو تمنے اختصار کا عہد کیا ہے - اس کا لحاظ - نظر رکھ کر سخن
کا آغاز کرو - کہتے ہیں - دسویں صدی کی دوسری دہائی کے کسی سال میں قصبہ پاتری کے اندر کار پر دازان
قضا قدر نے آپ کے نفس ناطقہ کو عنصری جسم کے ساتھ وابستہ کیا تھا - قصبہ پاتری آپ کے جد بزرگوار کا
آباد کیا ہوا قصبہ ہے۔

القصد جب آپ کا آغاز ہوش ہوا تو آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی شیخ طیب کو باپ کے
ہمراہ سفر کا اتفاق پیش آیا - تینوں اشخاص - وانا حقیقت آگاہ شناسائے فضیلت دست گاہ شیخ
شہاب الدین سندھی کی ملازمت میں ایک گائون کے اندر پہونچے - جو شیخ سندھی کے نام زد تھا - آپ
نے شرح شمس پڑھنے کی التماس کی - چونکہ شیخ شہاب الدین نے منطق کا درس - اپنے مناسب
حال نہیں سمجھا - اس واسطے حجت الاسلام امام محمد غزالی کی منہاج العابدین پڑھنے کی طرف اشارہ فرمایا -
کم و بیش دو ہفتہ کے اندر کتاب مذکور کو ان تینوں شخصوں نے لکھ کر سبق شروع کر دیا - اس کے بعد چوبیس
سنہ نوچاس میں آپ کو میان سے خیال سفر ہوا - چنانچہ آپ گجرات کی طرف تشریف لے گئے - شہر

ہر پانچ مین ہونچکر غوث العالم شیخ محمد غوث قدس سرہ کی بابرکت محبت سے بہت کچھ حصہ لیا۔ پھر
 تنویر ملک دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں ہونچکر شیخ وقت پیر عہد میان مخدوم محی پسر شیخ محمد
 ملتانی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ شیخ محمد ملتانی شیخ بہا الدین قادری کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ بعد
 ایرج پور برار میں قیام فرمایا۔ اور غرقہ خلافت آپ کو پیر سے اسی شہر میں عنایت ہوا۔ بہت مدت تک آپ اس
 جگہ رہے۔ اور لوگوں کو درس و تلقین کے ذریعہ سے فیض پہنچاتے رہے۔ جس سال حاکم احمد نگر مرقضی انظام ملک
 ایرج پور پر قابض ہوا تھا۔ اور نرنالہ کے قلعہ پر فتح پائی۔ ملک برار کی آباد بساط فتنہ و فساد کے سبب سے ہو گئی
 اور وہاں کے باشندوں کو مجبوراً جلا وطن ہونا پڑا۔ اس اثنائے اپنے والی خاندیس کی التماس سے برہان پور میں
 ہونچکر سامان قیام فرمایا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چار تک اس شہر کے اندر آپ ظاہر و باطن کی صفائی اور آرائش
 میں ثابت قدمی کے ساتھ مقیم رہے۔ اور بہت سی تصانیف صغیر و بزرگ پر یادگار چھوڑ کر ملک تقدس
 کو روانہ ہوئے۔

منجملہ تصانیف مذکورہ کے ایک تفسیر مجمع البہار ہے۔ جو بالکل لطائف قشیری کے اسلوب پر
 طائف صوفیہ قدس سرہم کے نکات اور اشارات کو حاوی ہے۔ اُس میں سے توڑی سی عبارت
 نقل کر کے نمونہ کتاب کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

السدیل شانہ کا جو قول ہے فی قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ
 اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ مرض۔ ایک تو حقیقی ہوتا
 ہے۔ اس اعتبار سے کہ جب وہ جسم کو عارض ہوتا ہے
 تو اُس کو اُس کے خاص اعتدال سے خارج کر دیتا ہے۔
 اور اُس کے اعتدال میں لازمی خلل ڈالتا ہے۔ دوسرے
 مجازی ہوتا ہے۔ جو حالت اعراض نفسانی کو عارض
 ہو کر اُن کے (اعراض نفسانی کے) کمال میں خلل انداز
 ہوتا ہے۔ اُس حالت پر مرض مجازی کا اطلاق
 آتا ہے۔ جیسی جہل۔ سور عقیدہ۔ کجی۔ اور گناہوں
 کی رغبت یہ تمام امراض مجازی ہیں۔ کیونکہ یا تو یہ

فی تفسیر قولہ تعالیٰ۔ فی قُلُوبِهِمْ
 مَرَضٌ الخ المرض حقیقۃ فی مایعرض للبلد
 فیخرجہ عن الاعتدال الخاص۔ ویوجب
 الخلل فی افعالہ وفعالہ فی الاعراض
 النفسانیۃ التي یخل بکمالھا کالجہل و
 العقیدۃ والزیفۃ وحب المعاصی لانھا
 مانعۃ عن نیل الفضائل ومودیۃ
 الی نزوال الحیوۃ الحقیقیۃ لا بد
 والایۃ تحتلھا فان قلوبہم
 کانت متالمۃ تحزن علی

مافات عنہم من الرئاسة وحسداً علی
 ما یرون من اثبات امر الرسول واستیلاً
 شأنہ یوماً فی مآثراد اللہ عنہم بما
 ناد فی اعلاء امرہ واسادۃ ذکرہ
 ونفی سہم کانت ماؤفۃ بالکفر و
 سوء الاعتقاد ومعادۃ النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم ونحو ہا۔ فراد اللہ ذلک
 بالطبع او باز دیاد التکالیف وتکریر
 الوحی وتضا عیف النص۔

چیزیں انسان کو حد فضائل تک پہنچنے سے مانع
 ہوتی ہیں۔ یا یہ چیزیں انسان کو حقیقی اور ابدی حیات
 کے زائل ہونے کی طرف کینچ لیجاتی ہیں۔ اور قرآنی آیہ
 سے یہی مجازی معانی مراد ہیں۔ کیونکہ منافقین کے ہاتھوں
 سے جو ریاست نکل گئی تھی۔ تو اسکے غم میں وہ مبتلا تھے
 یہ گویا ان کے قلوب میں مرض تھا۔ اور یونانیوں کا جو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ثابت اور آپ کی شان ارفع ہوتی ہوئی
 دیکھتے تھے۔ تو اس پر وہ حسد کرتے تھے اور ان وجوہ سے
 ان کے قلوب سخت الم پارہے تھے۔ گویا کہ ان کا مرض
 یا الم اسد تعالیٰ جل شانہ نے زیادہ کیا۔ کیونکہ حکم رسول صلی
 علیہ وسلم اور آپ کے ذکر کی شان ارفع کرنے میں زیادہ تر حصہ
 اس جل شانہ نے ہی تولیا۔ اور منافقین کے نفوس پہلے
 ہی سے کفر۔ سوء اعتقاد۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 عداوت وغیرہ وغیرہ کی وجہ سے ماؤت تھے تو اس جل شانہ
 نے منافقین کا الم یا تو بالطبع زیادہ کیا۔ یا اس طور پر زیادہ
 کیا کہ الم کی تکلیفات بڑھائیں۔ مستورات و حیاں بھیجیں۔ اور
 فتوحات پر فتوحات عطا فرمائیں۔

اور تفسیر رحمانی میں لکھا ہے۔ فی قلوبہم مرض۔ یعنی
 منافقین کے قلوب میں قوت حکمیہ کی کمی اور قوت شرعیہ
 کی زیادتی ہے۔

احیاء میں لکھا ہے۔ واضح ہو۔ کہ غضب اور شہوۃ
 کے دو شکر کہی تو قلب کے مطیع ہوتے ہیں کامل طا
 کے ساتھ۔ اور اس صورت میں دو قلب کو اس طریقہ پر

وفی الرحمانی فی قلوبہم مرض ہو نفق
 فی القوۃ الحکمیۃ وافر اطم فی
 الشہویۃ۔

فی الاحیاء اعلم ان جندی الغضب
 والشہوۃ قد ینقادان للقلب انقیاداً
 تاماً فیعیناہ علی طریقہ الذی لیس لک

وقد يستعصيان عليه استعصاء بغی و
 نمر دحتی یلکاه ویتعبداہ وفیہ
 ہلاکہ وانقطاع عن سفرہ الذی
 بہ وصولہ الی سعادۃ الابد والقلب
 حیدر آخر وہو العلم والحکمة والتفکر
 وحقہ ان یستعین بہذا الحیدر فانہ
 حزب اللہ تعالیٰ علی الحیدرین الآخرین
 فانہما قد یلحقان بحزب الشیطان فان
 من ترک الاستعانة وتسلط علی نفسہ
 جندی لغضب والشهوة هلاک - ہلا
 یقیناً وخیر خسراناً مبیناً وذلک
 حال اکثر المخلوق فان عقولہم صارت
 مسخرة لشرہوا تھم فی استنباط الحیل
 لقضاء الشهوة وكان ینبغی ان یکون
 الشهوة مسخرة لعقولہم -

اما بیان علاقات مرض القلب
 فلکما ان کل عضو من اعضاء البدن خلق
 لفعل خاص بہ ومرضہ ان یتغذر علیہ فعلہ

چلنے میں مدد دیتے ہیں۔ کہ جس طریقہ پر قلب چلتا ہے
 اور کبھی قلب کی نافرمانی کرتے ہیں اور روئے بغاوت
 اور تروکے۔ بیان تک کہ قلب کے مالک بن جاتے
 ہیں۔ اور قلب کی اطاعت چاہتے ہیں۔ اور اس عہدت
 میں قلب کی ہلاکت متصور ہے۔ اور نیز جس سفر کے
 ذریعہ سے قلب ابدی سعادت کو پہنچ سکتا ہے
 اس سفر سے بوجہ تعبیت غضب اور شہوۃ کے انقطاع
 ہو جاتا ہے۔ اور قلب کا ایک شکر اور ہے۔ جس کے
 افراد علم حکمت۔ اور تفکر ہیں۔ اور قلب کو یہ حق حاصل
 ہے۔ کہ اس شکر سے مردمان کے۔ کیونکہ یہ شکر صدر بالذکر
 دونوں شکرون کے مقابلہ میں۔ خدائی گروہ ہے۔ یہ
 دونوں شکر شیطان گروہ سے مل جاتے ہیں۔ تو جس
 شخص نے اس شکر سے مدد نہیں مانگی۔ اور اس کے
 نفس پر غضب اور شہوۃ کے دونوں شکر مسلط ہو گئے
 وہ شخص یقیناً ہلاک ہو گیا۔ اور اس نے صریح نقصان
 اٹھایا۔ اور اکثر مخلوقات کا خیال ایسا ہی دیکھا جاتا ہے
 یعنی شہوات پوری کرنے کے واسطے حیلے اور بہانے
 سوچ سوچ کر نکالتے ہیں۔ اکثر مخلوقات کی عقلیں
 ان کی شہوات کی تابع ہو رہی ہیں۔ حال آنکہ یہ نایہ
 چاہیئے۔ کہ شہوۃ ان کی عقلوں کے تابع ہو۔

مرض قلب کی علامات کا بیان اس طرح ہے
 جیسے جسمانی اعضا میں سے ہر ایک عضو اپنے خاص
 فعل کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کا مرض

الذی خلق لاجلہ کذلک من ان
ان یتعذر علیہ فعلہ الذی خلق لاجلہ
العلم والحکمة والمقرر وحسب تعالیٰ وعما
والنار ذبہ وایثار ذلک علی شہوة
وخامیة النفس التي للادنی فایتمیز
به عن البهائم ولم یتیز بها بقوة الاکل
والوقاع بل بمقرر الاشیاء علی ما هی علیہ
اصل الاشیاء موجد ہا ومختارها الذی جعلها
شیئاً هو الله تعالیٰ فلو عمر کل شیء لم یعب
الله تعالیٰ فکانہ لم یعب شیئاً فان الناس کلہم
قد حرجوا ہذا السام والندر فی ہذا الاعصار
واستخلوا بتوسیط الخلق فی الخسومات
التامة من اتباع الشہوات وقالوا هو
الفقہ وخرجوا ہذا العلم الذی ہو فقہ الدنیا
من جملة العلوم وتجرى والفقہ الدنیا الذی
ما قصد بہ الارفع الشوائل لتتفرغ مقفہ
الدین فکان فقہ الدنیا من فقہ الدنیا
بواسطہ ہذا الفقہ

منزلہ

وفي بعض الكتب - اعلم ان القلب في الحقيقة
القاب في الشريعة ولا موصول الاعلى القلب لا موصول
فقط الله تعالیٰ قال علیہ السلام ان الله

یہ ہے۔ کہ جس فعل کے واسطے وہ عضو پیدا کیا گیا ہے۔ اُس فعل کا
عضو نہ کہہ سے صدہ وبتعذر ہو جاوے۔ اسی طرح قلب کا فرض یہ ہے
کہ جس فعل کے واسطے قلب پیدا کیا گیا ہے۔ اُس فعل کا قلب سے صدہ و
بتعذر ہو جاوے۔ اور افعال قلب یہ ہیں۔ علم۔ حکمت۔ معرفت
اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی محبت۔ اُس کی عبادت۔ اُس کے ساتھ لذت پانا
اور کامل اتقنا کے موافق ان چیزوں کو کام میں لانا اور نفس آدمی کی خامیت
ایسا امر ہونا چاہیے۔ کہ جس کے سبب آدمی بہائم سے الگ متمیز ہو سکے
آدمی بہائم سے قوت اکل اور قوت جنگ کے سبب متمیز نہیں ہو سکتا ہے
بلکہ اشیا کو اُن کی اصلی بابت کے موافق پہچاننا یہ وجہ تیسرہ ہے۔ اصل اشیا و اُن
کے موجد اور مختار کو سمجھنا چاہیے۔ جس نے اشیا کو اشیا کر کے بنایا۔ اور وہ ہر
شے کو جس نے انسان نے بالفرض تمام اشیا کو پہچانا اگر اشیا
تعالیٰ کو نہیں پہچانا۔ تو گویا اُس نے کچھ ہی نہیں پہچانا۔ تمام لوگوں نے ان علوم کو
چھوڑ دیا ہے۔ اس زمانہ میں یہ علوم پُرانے پڑ گئے ہیں۔ اور جو خصوصیات
اتباع شہوات سے پیدا ہوتی ہیں۔ اُن کے تصفیہ کے اندر اپنے اخلاق کو
واسطہ بنانے میں لوگ مصروف ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ فقہ یہی ہے اور
اس علم کو جو خاص فقہ دین ہے۔ تمام علوم میں سے خارج کر دیا ہے۔
دنیاوی فقہ سے مقصد یہ تھا۔ کہ اس ذریعہ سے کوسکے ممانعات اُٹھاوے مبادین
تا کہ فقہ دین کے واسطے فراغت حاصل ہو۔ مگر اب مجر اس دنیاوی فقہ کی طرف
رخ کر بیٹھے ہیں۔ گویا دنیاوی فقہ ہی دراصل دینی فقہ ہے۔ اس فقہ کے
ذریعہ سے۔

بعض کتب میں لکھا ہے۔ واضح ہو۔ کہ قلب حقیقہ میں زروے شریعت
بمقرر القلب ہے۔ اور قلب کے سوا کسی اور شے پر اعتماد نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
کی نظر کا مقام قلب ہی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

لا ينظر الى صومك الخ - فقل قلب على
 مثل امراض الاشخاص فان قلب الانسان
 حقيقة وله من الاعضاء حقائق فقل قلب
 يعني يكما يحيا القلب براسه فاذا اخبرنا
 البدن لا يحيا فذلك القلب راس القلب
 ادراك لطائف الغيب هذا الادراك
 ينقسم مثل انقسام حواس الراس اقسام
 البصيرة والتذكر المراقبة والتمييز والتفكر
 فالبصيرة عيّن القلب للتذكر لسان القلب
 والمراقبة سمع القلب للتفكر خيال القلب
 والتمييز تجاربه وقطره فاذا اراد الله تعالى
 بسبل خيل فتح عيّن قلبه شرح لسانه فاذا اراد
 واذا اراد الله تعالى بعد شراختم على سمعه
 وبصره ومنعه عن ادراكاته وذلك لمنع من
 روحاني يكون صلبا القلب منه ومحمما
 زاد المنع تولدت الغفلة الغفلة للقلب
 بمنزلة الصرع وغلبة الطنون الفاسدة
 مثل الماء الخويا للرأس فان الرأس اذا
 به يتخبط اعماله والقلب اذا انغل بالطنون
 الفاسدة تظهر فيه تخبطات كثيرة و
 يصير كالمجنون المتخبر المنوع من معرفة
 بالله تعالى وحسن الفطن به واملا ع
 القلب لفضول الطمع والطمع به

السر تعالى تماری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا ہے بل جس طرح انسان کو
 امراض لاحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح قلب کو بھی علتیں اور امراض لاحق ہوتے
 ہیں۔ کیونکہ قلب ہی فی نفسہ انسان حقیقی ہے۔ اور اس کے اعضا بھی حقیقی ہیں
 چنانچہ قلب کا ایک سر ہے۔ جس کے سبب سے وہ زندہ رہتا ہے جس
 طرح بدن اپنے سر کے سبب سے زندہ رہتا ہے۔ اگر بدن کا سر کاٹ لیا جائے
 تو جس طرح بدن زندہ نہیں رہ سکتا ہے اسی طرح قلب بھی زندہ نہیں
 رہ سکتا ہے۔ اور قلب کا سر غیبی لطائف کا ادراک کرنا ہے۔ اور
 جس طرح سر کے حواس کی تقسیم ہے۔ اسی طرح اس ادراک کی بھی تقسیم ہے
 اور انقسام ادراک یہ ہیں۔ بصیرۃ۔ تذکر۔ مراقبہ۔ تمييز۔ اور تفکر۔ بصیرۃ
 سمس کی تاکہ ہے۔ تذکر قلب کی زبان ہے۔ مراقبہ قلب کے کان ہیں
 تفکر قلب کا خیال ہے۔ اور تمييز قلب کے تجربہ اور افعال ہیں۔ پس جب
 اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی بندہ کو خیر پہنچانا چاہتا ہے تو اس کے دل کی
 ذہن انگین کھول دیتا ہے۔ زبان روان کر دیتا ہے۔ اور کان کو قوت
 سماعت دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی بندہ کو شر پہنچانا چاہتا
 ہے۔ تو اس کے کان پر ادا تکبہ پر لگا دیتا ہے۔ اور اس بندہ کو ادراکات
 سے باز رکھتا ہے۔ اور یہ بازداشت۔ روحانی مرض ہے جس سے کسدار قلب
 عارض ہوتا ہے۔ اور بازداشت جس قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اگسی قدر
 غفلت زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اور قلب کی غفلت بمنزلہ صرع کے ہے۔
 اور فاسد تخيلات کا قلب سر کے واسطے مثل مایخو لیا کے ہے۔ جب سر مرض
 مایخو لیا میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو اس کے اعمال متخبط ہو جاتے ہیں۔ اور جب
 قلب تخيلات فاسدہ سے منفعل ہوتا ہے۔ تو اس میں بہت سی
 خبط یا متن پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور ایسے مجنون کی طرح ہو جاتا ہے
 کہ جیسے کوئی متحیر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی معرفت سے باز رکھا گیا

یورث الاستقاء فی القلب حتی انه لا یروی من المال والجاه والدخان
 العقلة یوشع البصیرة فان البصیرة تطلم
 وقیل لعلها یلذذ انھو کما یظلم البصر
 بخار الھو فی عالم الدنیا

اور نیز اسد تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن نہ رکھتا ہو۔ اور طمع کی فتنوں سے قلب
 کا متلی ہو نا۔ اور نیز طمع اس کو لاحق ہونا۔ قلب کے اندر استقامت پیدا
 کرتا ہے۔ یہاں تک کہ مال سے اور جاہ سے سیر نہیں ہوتا ہے۔ اور غفلت
 دھون ہے۔ جو بصیرت کی نابینائی پیدا کرتا ہے۔ یعنی بصیرت میں تاریکی
 آجاتی ہے۔ اور اس کا نور۔ نفسانی خواہشات کے دھوکے سے کم چماتا ہے
 جس طرح آنکھوں کی نظر بیرونی بخارات سے عالم دنیا میں تیز و تاریک ہو جاتی
 وہ شخص بلا خوش قسمت ہے جو اس دریا سے معانی کی تہ کو پہنچ کر اسرار کے موتی عبارات کے ذریعہ سے
 نذر ناظرین کرے۔ ایک روز اس تفسیر کے اجزا۔ دریا سے کشف و شہود کے مستغرق شیخ شکر محمد عارف شطاری
 قدس سرہ کی نظر سے گزرے تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ اس رنگین کتاب کا مصنف اپنی حنات کی
 جزا کا اندازہ شاید قیامت کے روز ہی کر سکیگا۔ کیونکہ یہ اندازہ آج کے روزان حنات کی کیفیت بیان
 کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔

فرمانِ رفاے صوبہ علی عادل شاہ فاروقی نے مولانا حسین شیرازی کو جو حکمت کے فنون اور عقلی
 علوم میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اور ندیم خاص جلال خان بہابری کو جن کو رسمی علوم میں دستگاہ تھی۔ ان
 دونوں اصحاب کو مصنف کی خدمت میں بھیجا تھا اور التماس کی تھی۔ اگر اس پاسان خلایق کا عمد اس
 کتاب کی تصنیف کی تاریخ میں درج کر دیا جاوے۔ تو غایت درجہ عنایت ہوگی آپنے التماس قبول فرمائی
 اس وجہ سے کتاب ہذا کا خطبہ و طرح پر واقع ہوا ہے۔

آپ کی دوسری تصنیف مختصر قوۃ القلوب ہے۔ تیسری منتخب سواہب الدنیہ۔ چوتھی ملقط جمع الجوامع
 سیوطی۔ پانچویں موجز و تطلانی۔ جس سے بڑی کوئی شرح بخاری پر نہیں ہے۔ بڑے بڑے بارہ دفتر و دلائل بیت میں
 مختصر کئے ہیں۔ چھٹی تفسیر مہارک اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ و رحمۃ اللہ کے واسطے۔ مختصر کی تھی۔ اور اس
 کا آغاز اس طرح سے کیا ہے۔ قال ابو عبد اللہ طاہر بن یوسف علیہ رحمۃ اللہ۔
 ساتویں اسامی رجال صحیح بخاری۔ ایک شرح ہے کرمانی کے طور پر۔

آپ کی آٹھویں تصنیف ریاض الصالحین ہے۔ جس کی فہرست کی ترتیب میں ردھون پر رکھی گئی ہے
 (پہلا ردھون) ان احادیث صحیحہ اور حسنہ کے بیان میں ہے۔ جن کے اندامت کی بخشش۔ اور امیڈوں

کامیابی کی نوید فارو ہے۔ (دوسرا روضہ) بڑے مشائخ طریقت کی تاسیخ باتوں سے سنبھرتے ہیں۔ جیسے
 قطب الاقطاب شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی حجة الاسلام امام محمد غزالی۔ قدوة العرفاء ابو طالب مکی۔
 شیخ الادب شہاب الدین سہروردی۔ تاج السالکین زین الدین خوافی۔ اور اکرم الاتقیا۔ شیخ علی متقی ہندی
 وغیرہم من الاکابر قدس سرہم (تیسرا روضہ) ارباب توحید و وجدان اور اصحاب عشق و عرفان کی عمدہ
 عمدہ عبارتوں اور نمکین اشاروں کے ترنما رہتے ہیں۔ جیسے قافلہ سالار شاہراہ تحقیق شیخ محی الدین عربی
 منبع عین قاتی چشمہ سار آثار اسمائی۔ عین القضاہ ہمدانی۔ صدر آراء طائفہ توحید شیخ صدر الدین
 قزوینی۔ اور نیز دیگر معتدین وحدت وجود۔ نفعنا اللہ و جمیع الطالبین بانفاہم اس طرح
 پر تینوں روضہ سہروردی و شاداب ہیں۔ وہ شخص نیک نجت ہے جو مطالعہ کے ذریعہ سے ہر ایک روضہ
 کے پیل پونے اور رنگ آمیزی کو دیکھ کر بوجب اس کے کار بند ہو۔

یاد شیخ محمود بن عبد اللہ گجراتی

آپ کی زاد بوم گجرات۔ اور خواہ گاہ برہان پور ہے۔ جس وقت سماع میں آپ کو جوش آتا تھا۔ تو آپ
 کی آہ سے دریا سے عشق میں طوفان پیدا ہوتا تھا۔ اور آپ کے آنسوؤں سے فنا کے گرداب میں موجوں
 پر موجیں آتی تھیں۔ آپ شیخ شکر محمد عارف کے خلیفہ ہیں۔ قرآن حفظ کیا۔ دل آویز ہجو اور داکدی الحان سے
 ملاوت کیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں میان مجموعی محدث تھے اور ملک پر محمد حسن کی دولہی تھی۔ فرمان رعائے
 نواح گجرات کی وزارت سے ملی ہوئی تھی۔ آپ ان دنوں اصحاب کی مصاحبت میں برہان پور سے سفر میں
 کوہانہ ہوئے۔ اور لوٹ آئے۔ مسیح القلوب کہتے ہیں۔ ایک روز میں آپ کی عیادت کے واسطے گیا تھا۔
 اپنے فرمایا۔ اے فلان۔ میرے واپسین سفر کا دنت آگیا ہے۔ آپ ایسی دعا سے میری مدد کریں۔ کہ ارباب
 شہود کے طریقہ پر میں دفن کیا جاؤں۔

القصد فقیر اور نیز دیگر چند دوست رحلت فرمائی کے روز آپ کے سر ہانے موجود تھو۔ حلقہ چشم میں لکھیں
 اس طرح عاشقانہ گردش کرتی تھیں۔ کہ جیسے کوئی محبوب جان نشانی اور نظر بازی کرتا ہے۔ نیز مسیح القلوب کہتے
 تھے۔ ہنگام رحلت اسی طرح دو شخص اور بھی میری نظر سے گزرے ہیں۔ میرے علم مکرم شیخ طاہر ابن یوسف
 اللہ شیخ الادب۔ آپ کا سال رحلت ہجری سنہ ایک ہزار چار ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک سطر ب کا لڑکا
 مہر میں نام تھا۔ مدتوں تک آپ کی نظر اسکو دیکھتی رہی۔ چند روز میں مٹھی عشق کے کشش نے اُس

ہر لکے کو سپر پرستی کی قید سے نکال کر۔ تاج ایمان سے سرفراز کیا۔ اور یازی کے درجہ کو پہنچا دیا بہت

مشتوق در لباس یازست جلوہ گر

خوش مگر دولت محمود میرسد

یاد قاضی ابراہیم ابن قاضی محمد

آپ اپنے باپ کے شاگرد اور مرید ہیں۔ اور قاضی قطب مجذوب آپ کے عم مکرم ہیں۔ عالم خوشنویس فصیح البیان اور محبوب القلوب تھے۔ ایک عمر تک قصبہ پنواری میں جو سہ کار کا لپی میں ہے۔ رسمی علوم کا درس دیتے رہے۔ اور وہی کو جمال درویشی کا برقع بنا کر کھنکا۔ بہت سے لوگ آپ کے فیض پا کر عربی زبان سے واقف ہو گئے۔ پرانی بغیر پڑھی ہوئی کتابوں کو آپ کی پرزور طبیعت پڑھی ہوئی کتابوں سے زیادہ آسانی کے ساتھ پڑھتی تھی۔ دایہ فقہ کو استاد شہر شیخ عبد الملک کے درس میں نکالا تھا۔ اور استاد کے موثر دم کی بدولت سب جگہ سب قسم کی گفت و شنید میں سب لوگوں سے آپ سبقت لے گئے تھے۔ نسب الانساب نام ایک بڑی کتاب اپنے مادی و پدری آبا و اجداد کی نسل کے بیان میں زبان فارسی تصنیف کی تھی۔ اس کتاب میں دو ہمتہ ان صورت و معنی کے کسی قدر حالات درج کئے ہیں۔ جو بہتر سال کی عمر پائی۔ مادر مصنان ہجری سنہ ایک ہزار چار میں اس جہان سے دل اٹھالیا۔ خواجگاہ پنواری ہے۔

مصراع ارم با خاک پاکش ہم نشین باد

یاد سید حبیب اللہ

آپ کے آباؤ کرام رضوی سادات میں سے ہیں۔ امام رضا رضی اللہ عنہ کے مشہد سے ہند میں آئے تھے۔ مان ادب آپ کو خرد سال چھوڑ کر آنجنمانی ہوئے۔ دایہ کی مہربانی اور قسمت کی خوبی نے آپ کو خواجہ حسن کی خدمت میں پہنچایا۔ خواجہ حسن کو لوگ معین الدین ثانی کہا کرتے تھے۔ اور نیز خواجہ حسن خواجہ معین الاولیا جشتی اجمیری کی نسل سے تھے۔ خواجہ حسن نے فرزند کی طرح آپ کی پرورش فرمائی۔ جب عقل آئی۔ تو اپنا مرید کیا۔ جب پیر کی رہنمائی سے تزکیہ اور تصفیہ ہو گیا۔ تو خرقہ خلافت مل گیا۔ اور ملکوتی سیر کا درجہ حاصل ہوا۔ ہمیشہ گزرے ہوؤں کی روح سے گفتار اور دیدار کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آپ کی عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ بیان تک کہ آپ کے سفید بال دوبارہ مائل بہ سیاہی ہو چلے تھے۔ جس طرح سیاہ بال سفید ہوتے ہیں۔ اور دانت بھی دوبارہ نکلنے شروع ہو گئے تھے۔ کسی قدر آپ کے حالات کا بیان اس طرح ہے۔ جب زمانہ شیر خان سور کا تھا۔ تو آپ نے اجمیر سے گواپار میں آکر حجرہ اختیار کر لیا تا

پہر بیان سے گردش روزگار کی وجہ سے مالود کی طرف سفر فرمایا۔ قصبہ جہلی مہیر منڈو سے جنوبی سمت میں تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بیان آکر بستر اجمایا۔ پرگنہ کے بہت سے باشندے مرید ہوئے۔ آپ کے پیر کا سلسلہ نوبطن سے خواجہ فخر الدین محمد کو پہنچتا ہے۔ جو خواجہ معین الاولیا سے اجمیری کے صاحبزادہ ہیں اس طرح پر خواجہ معین الدین ثانی۔ خواجہ بانیرہ ثانی۔ خواجہ طاہر۔ خواجہ بانیرہ کبیر۔ خواجہ شہاب الدین خواجہ احمد۔ خواجہ نجم الدین۔ خواجہ حسام الدین۔ خواجہ فخر الدین محمد قدسنا اللہ باسرارہم آپ کا سال رحلت ہجری سنہ ایک ہزار چار ہے۔ آپ کے ایک بیٹے ہیں شاہ محمد۔ پرگنہ جہلی مہیر کے۔ یہ تاحی ہیں جہان آپ کے باپ کی قبر ہے۔

یاد شیخ ولی پور ملوک شاہ صدیقی

آپ سید ولی بدایونی کے مرید ہیں۔ وطن اور مرقد دونوں چرتا ولی میں ہیں۔ چرتا ولی سرکار دہلی میں ایک قصبہ ہے سہارنپور کے پہلو میں۔ ایک روز آپ ایام طفلی میں ہم عمروں کے ساتھ کیل رہے تھے۔ سید ولی بدایونی کی بالکی دور سے آتی ہوئی دیکھی۔ آپ کیل چوڑ کر۔ ایک طرف ہو گئے۔ اتفاقاً اس وقت سید کی نظر خرد سال ارد کے ہوش کی طرف گئی۔ سید نے دریافت فرمایا۔ کیل سے تم نے کیوں کنارہ کیا۔ آپ نے عرض کیا۔ آپ کے دیدار کی آب و تاب نے مجھ کو کیل سے باز رکھا۔ پر پوچھا تمہارا نام کیا ہے آپ نے کہا ولی۔ فرمایا۔ ہمارا اور تمہارا دونوں کا نام ولی ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ لیکن ایک فرق ہے۔ میرا نام باپ کا رکھا ہوا ہے۔ اور جوڑا ہے۔ اور آپ کا نام فرستادہ حق ہے۔ اور سچا ہے۔ سید اس بات کو سن کر خوش ہوئے دعا کی۔ مرید کیا فعلین خاص عنایت فرمائیں۔ اور کہا تمہارے پاؤں میں ہی آتی ہیں۔ اس کے بعد آپ کو سلوک کی توفیق ہوئی۔ حقیقی اور مجازی کمالات حاصل کئے۔ اور عالم و محقق بنے۔

مصرع ایزد بہاں یار شش باد؛

یاد شیخ فتح اللہ ہروی فتح اللہ علیہ البواب ما اراد

ہروی ایک قلعہ ہے صوبہ گجرات کا۔ دریا سے نزہا کے کنارہ آغاز جوانی میں رہی علوم کے ساتھ دائمی استغراق تھا۔ اور آپ کے کلام میں نہایت سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ بالآخر خدا طلبی۔ اور حق شناسی کی آمد ہی جو چلی۔ تو رسوم کی پابندی اور حروف کی وابستگی کا خس و خاشاک آپ کے سینہ کے میدان سے صاف ہو گیا۔ اور اسپر فرید یہ ہوا کہ ازلی سنادت نے آپ کو شیخ لشکر محمد عارف کی فیض بخش خدمت میں

ہجری سنہ نو سو آٹھ میں نقاش تقدیر نے آپ کی علمی صورت کو بشری شکل میں نمایاں کیا۔ دیکھنے والوں نے یہ ترانہ گایا بیٹ۔

شام گئے بصورت انسان برآمد

انخل قاش کہ از چین جان برآمد

اور تاریخ بارہویں شعبان ہجری سنہ ایک ہزار چار کوناسوت کے تیرہ پارک کوچہ سے نکل کر ملکوت کی آباد
نمایش گاہ کو چلے گئے مامیوں نے اس طرح نوہ کیا ۵

مرگ از در آئین برآمد

آبے سید از زمین برآمد

داز گلبن مامن اندر گے

بارید باغ ماتر گے

چیانوین سال زندگی کو شریعت غرا کے طریقہ پر اللہ تعالیٰ اصل شانہ کی پرستش میں اس طرح گزارا کہ
زمانہ کا ہاتھ آپ کے ایک مستحب کو بھی غارت نہ کر سکا۔ اور بے تعلقی اور آزادی کی بنیاد اس طور پر استحکام
کے ساتھ رکھی تھی۔ کہ روزانہ آئے ہوئے نقد اور جنس کو جب تک ضرورت مندوں کے گھر نہیں پہنچا
دیتے تھے۔ شام کو آرام نہیں پاتے تھے۔ اور رات کے آئے ہوئے مال و منال کو جب تک تنگ دستوں
کے مکان میں بست بست نہیں بیچ دیتے تھے صبح کے وقت خوش نہیں ہوتے تھے۔

ایک روز ایام طہنلی میں آپ ایک درخت پر چڑھ کر ہاتھیوں کی لڑائی دیکھتے تھے۔ پانوں پھلا تو سر کے
بل زمین پر آئے۔ بال برابر ہی صدر میں پہنچا۔ خدائی حفاظت کا شکر بجا لا کر عرض کیا۔ ازلی عنایت
نے نگہبانی کی۔ ورنہ جان کا نقصان تھا۔ آپ کے پیر بزرگوار نے فرمایا۔ اس میں شک نہیں۔ مگر انہی
نسبتوں کا ظہور بے سبب نہیں ہوتا ہے۔ یقیناً سبب یہ تھا۔ کہ میں ہاتھ کا کام آٹکے سے لیکر تم کو
درخت کے اوپر سے آہستگی اور نرمی کے ساتھ اتار دیا۔ اس قسم کا تصرف وہ شخص کر سکتا ہے جو انہی
اسم یا سطر اور جامع کے ساتھ متصف ہو کر جو اس اور اعضا سے ایک دوسرے کی جگہ کام لے
کے۔ اور الكل في الكل کا لطیفہ حاصل کرے۔ یہ عالی شان مقام تم کو بھی عنقریب عطا
ہو جاوے گا۔

ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ زمانہ کی ناموافقیت سے آپ مع سامان خانہ داری وطن سے
ہجرت کر کے قصبہ بار کو چلے آئے تھے جو فاندیس اور دکن کے درمیان میں ہے۔ آپ کے ہمارے
میں سے ایک شخص کو کسی چوٹی سی بات پر وہاں کے باشندوں نے شکنجہ میں پھنسا دیا۔ شخص حکم

موقع پاکر درویشوں کی پناہ میں آگیا۔ وہ نالائق گروہ سراغ لگاتا ہوا چلا آیا۔ اور اس بہانہ سے صوفیوں کے گہروں کو لوٹ کر جہاڑو پیر دی۔ اور چند آدمیوں کو مجروح کر کے۔ آپ کے اوپر بھی کہ مجسم روح تھے خنجر اور تلوار کے بے شمار وار کئے۔ لیکن کاٹ پیرا ہن سے آگے متجاوز نہیں ہوا۔ الحاصل جب شورش فرو ہوئی۔ اور بے تمیزی کی تاریکی درمیان میں سے اٹھ گئی۔ تو شقہ دار پرگانوں والوں کی زیادتیان مخفی نہیں رہیں۔ اُس نے تمام مفسدون کی مشکین بند ہوا کر اور غارت کی ہوئی تمام اشیا کو (جو لازمہ سفر ہے) فراہم کر کے شیخ کی ملازمت میں بھیجا۔ بیان پر شیخ کے حکم سے مشکین کہول دی گئیں۔ اور واپس لائی ہوئی کل چیزیں اسی گروہ کو بخش دیں۔

ہجری سنہ نو سو اسی تھا۔ کہ آپ نے کسی قدر روپیہ جمع کیا۔ ایک محرم نے جو آپ کی عادت سے آگاہ تھا۔ اس کی وجہ دریافت کی۔ جواب ملا۔ یہ آرزو ہے۔ کہ فرض زکوٰۃ اور فرض حج بھی ادا کر کے استفادہ کروں۔ اور نیز اس کے سوا ایک پوشیدہ فائدہ اور بھی ہو سکتا ہے۔ اتفاقاً ہجری سنہ نو سو بیاسی میں ایک بکرا نے صوبہ گجرات فتح کیا۔ اور اس ہنگامہ میں بہت سے مصیبت زدہ لوگ وہاں سے خاندیس میں آئے۔ آپ نے اُن چیزوں سے جو جمع کر رکھی تھیں۔ اس مصیبت زدہ گروہ کی بے سامانی کا علاج کیا۔ آغاز سلوک سے وقت وصال تک جو الہی اسرار اور کشفی اطوار وقتاً فوقتاً آپ کے اوپر نزول کرتے تھے اُن میں سے آپ ایک شمع بھی زبان پر نہیں لاتے تھے۔ آغاز ہوش سے ختم زندگی تک خضوع علیہ السلام کے ساتھ ملاقات رہی۔ یہ حال واپسین نفس کے وقت صرف ایک محرم سے ظاہر کیا۔ باقی کسی سے کبھی نہیں کہا مصرع گلشن دیدار باد آرا نگاہِ حسان او :

یاد میان جموجی پور ملک چاند

آپ کا نام جمال محمد۔ اور زاد بوم احمد آباد گجرات ہے۔ خواب گاہ عادل پور برہان پور میں۔ دریا خان رومی کے باغیچہ کے اندر جو آپ کے با اعتقاد مریدوں میں سے تھا۔ آفتاب طلوع ہونے کے وقت سے نماز عشا تک مدتوں تفسیر اور حدیث درس دینے کا شغل رکھا۔ اور ایسا نہیں کیا۔ کہ فیض کا دروازہ دشمن کے واسطے بند کر کے صرف دوست کے واسطے کھولا ہو۔ تعلیم دینے میں کبھی آشنا کو بیگانہ پر ترجیح نہیں دی۔ ہجری سنہ نو سو ستاون میں تھا۔ کہ سفر حجاز کے واسطے روانہ ہوئے۔ شیخ محمود عبداللہ شیخ عبدالقادر اور وہ ملک پیر محمد حسن۔ جنہوں نے اولیا رحمہ کے حالات کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ تینوں اصحاب آپ کے ہمراہ

تھے۔ ایک روز اپنے مسیح زمان شیخ عیسیٰ قاسم سے دریافت کیا۔ سنہ یون کے محلہ میں کتنے مدرس ہیں
جواب دیا۔ دو شخص تھے۔ لیکن شیخ طاہر یوسف قدس سرہ دنیا سے کوچ کر گئے۔ اب حکیم
عثمان بوبکانی کو جو معنی کے اعتبار سے یکتا زمانہ ہیں۔ ظاہری تنہائی ہی ہو گئی۔ فرمایا نہیں نہیں۔
قاسم ہی ان کے عمدہ تر مقابل ہیں اس کے بعد انسانی جواہرات سے زمانہ کا دور احوالی ہونے کے
مستعلق کچھ بیان کر کے موتیوں کی طرح آنسو آنکھوں سے نکالے۔ مسیح زمان کتے ہیں۔ شیخ طاہر یوسف
نے جب سنا۔ غوث الثقلین شیخ محی الدین جیلانی کا پیرا ہن شیخ جموجی کے نزدیک ہے تو شیخ
طاہر آپ کے نزدیک گئے۔ فقیر اور دیگر چند مشائخ وقت ہی ہمراہ تھے۔ قمیص کی دامن بوسی سب
کو نصیب ہوئی۔ مصرع بادار داسے جانس تشریف لی مع اللہ۔

یاد سید پیر سیدی تخلص

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید علی ہے۔ آپ کے باپ قطب الاسات سید محی گیو دراز کی نسل سے
اور آپ کی ماں۔ قدوۃ المشائخ شاہ باجن کی نسل سے ہیں۔ قدس اسرار رحم آپ کی زاد بوم برہان پور۔ اور ابدی
آرام گاہ آسیر خاندیس کا قلعہ ہے۔ آپ کو سپاہیانہ وضع میں ارادت مسیح زمان شیخ عیسیٰ قاسم مدظلہ سے تھی
آپ کی طبیعت نظم کے ساتھ مناسب تھی۔ ہمیشہ صوفیانہ باتوں کو نظم کے پیرایہ میں ادا کیا کرتے تھے
مشائخ شطاریہ کا شجرہ، اپنے پیر سے شروع کر کے۔ حضرت خاتم النبوة علیہ السلام تک فصیح عبارت
میں موزون کیا تھا۔ کہتے ہیں۔ آپ اپنے پیر ارادت کو اتنا دوست رکھتے تھے۔ کہ دوسرے صوفی آپ کو
دیکھ کر حرص کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ آپ کو بی و مکانی مظاہر کے تبدیل شدہ حالات سے الہی صفات
کی تجلیات کا نظارہ کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار کے بعد اولین عشرہ میں کوچ فرمایا۔

مصرع بادروخش غریب بکر کرم

یاد خواجہ کلان خواجہ وحبیبی

آپ مولانا خواجگی کا شانی کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کو لوگوں کے دلون پر تصرف اور ضمیرون
کی باتوں پر وقوف حاصل تھا۔ جس سال میں براق خان۔ سمرقند کا قبضہ چور کر بخارا کو گیا۔ اُس زمانہ
میں بہت سے علما۔ خان کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ ان خواجہ کو انوار دا قسام کی خواہش سے

ادھ کمال عجز و انکسار کے ساتھ خان بخارا میں لایا۔ آپ کے طلسماتی سلوک کے کرشموں کو دیکھ کر توڑے
 زمانہ میں ازراہ عقیدت بہت سے نیک منش اور درست عقیدت آدمی۔ خدا پرستی اور حق شناسی کی
 راہ راست پر آئے۔ اور صورتہ اور معنی سعادت حاصل کی۔ بالآخر ہجری سنہ ایک ہزار چھ مین فرمان
 طلب صادر ہونے پر۔ آپ ملک تقدس کو روانہ ہو گئے۔ خوابگاہ بخارا۔ مصرع

باد و صہیب دجای رشت بہشت

یاد شیخ الہ بخش لہمیتور می

یہ ایک گانون بے سازنگ پور مالوہ کا۔ آپ کی کرامتیں بالکل عیان تھیں۔ ایک شخص شیخ فرید علی
 لا محمد باسر سرکینچی گجراتی کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے گجرات سے آکر اجین مالوہ میں گھر بنالیا ہے۔ شیخ فرید نے
 ایک روز راقم کے سامنے بیان کیا ایک سال پانی برسے میں دیر ہوئی۔ باشندگان دیہ۔ شیخ کے پاس
 آئے۔ ہر ایک طرح زار زار روئے۔ اور مدعی طرح نالہ و فغان کیا۔ اور مینک خواہش کی۔ شمار میں جتنے آدمی
 آپ کے پاس گئے تھے۔ ہر ایک سے اپنے مٹھائی چاہی۔ لوگوں نے قبول کر کے فرمایش پدی کی
 دور و انتظار میں گورے۔ پانی نہ برسا۔ آپ نے ایک خادم سے کہا۔ مجرم کی طرح رستی پانون میں باندھ کر بجک
 گانون کے گردا گرد گشت کراؤ۔ دور و دریا بھی کیا گیا۔ مگر آسمان کو آپ کے حال پر رونا نہیں آیا۔ پڑنے
 فرمایا۔ غنیم۔ مینے غلط کہا۔ میں سنگساری کے لائق ہو گیا ہوں۔ قصہ کوتاہ مگر برابر ایک گڈھا کو دیا گیا۔ آپ
 حاک کے اندر اس گڈھ میں کڑے ہوئے۔ اور لوگوں کو پکار کر فرمایا۔ کہ چھوٹے بڑے سب بچو سنگسار
 کریں۔ اہتمام سنگساری ہو ہی رہا تھا۔ کہ آپ کے دل میں یہ بات آئی۔ جو نادان اللہ تعالیٰ جل شانہ کے
 کرم کی امید پر تکیہ کر کے لوگوں کو دشواری کے وقت میں بہتری اور آسانی کے وعدہ سے تسلی دیوے
 اس کا سنگسار کرنا زیادہ آسان ہے۔ یا مینہ برسا دینا۔ یہ بات ہنوز دل میں ختم نہیں ہوئی تھی۔ کہ آسمان
 نے اس سے پانی برسایا۔ اور کیتوں کو شادابی کی خوشخبری پہنچی۔ کہتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد اپنے
 پگڑی سوہر نہیں باندھی۔ اور عورتوں کے لباس میں زندگی گزاری۔ جب تک زندہ رہے۔ آپ کی خوابگاہ

وہی گانون ہے جس میں رہتے تھے۔ مصرع بکام اوسند و بازار رحمت

یاد شیخ علاء الدین ثانی مجذوب

آپ کی گفتار۔ غیبی علوم کا رسالہ۔ اور آپ کی زبان لوح محفوظ کی ترجمہ تھی۔ زاد بوم تھارسہ ہے جو

احمد آباد گجرات کے تالیع میں سے ہے۔ کتے ہیں۔ آپ کو آئی جذبہ نے ایک بارگی آیا۔ اپنے وطن سے جمیر
 میں آئے۔ اور چند سال اُس شہر کے اندر حالت چیمین گزار کر گوا لیا رہو۔ چنے۔ چند روز بیان کا ہی تاشاکر کے
 دامالخلافت اگرہ کو چلے گئے۔ جو ذی احتیاج لوگ آپ کی خدمت میں حاضر آتے تھے۔ اُن کے ضرورین
 پر آپ کو علم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ بغیر عرض حال کے ہوئے۔ ہر ایک شخص اپنے معاکا جواب آپ کی تقریر سے
 پالیتا تھا۔

آپ کے خادم شیخ نظام کا بیان ہے۔ تاریخ ساتویں جمادی الآخر۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار ایک تھا۔ کہ
 جب ہمارے زمانہ کے سپہ سالار میرزا عبدالرحیم خانخانان ابن یرم خان خانان منگل گجرات چل کر خداوند اقلیم کبر شاہ
 کی ملازمت میں بمقام دارالسلطنت لاہور حاضر ہوئے تو حکم ہوا۔ کہ ایک کثیر شکر اپنے ہمراہ لیکر صوبہ تہ کی فتح کے
 واسطے کوچ کریں۔ یہ حال شکر میرے دل میں آیا۔ کہ صوبہ تہ میں بہت سے خدا شناس حق پرست اور
 ایزد دوست لوگ تھے۔ اور نیراب ہیں۔ کیونکر فتح کی صورت پیدا ہوگی۔ ہنوز اس خیال کی تصویر ذہن میں
 پورے طور پر منعکس ہونے ہی نہیں پائی تھی۔ کہ آپ نے خشم آلود نگاہ سے مجھ کو دیکھا اور بہت سی نئی نئی
 وضع کی تصنیف کی ہوئی گالیوں کا خلعت عطا کیا۔ اور فرمایا۔ تو کون ہے جو تجھ کو بزرگوں کے قرار دے رہا ہے۔
 اور خطا کے ساتھ اسے زنی کا منصب حاصل ہو۔ مالک تہ علامہ الدین ہے۔ اور سپاہ یونانے والا
 اُس کا برگزیدہ دوست ہے۔ ایسی خوبصورتی کے ساتھ فتح کا چہرہ نمایاں ہوگا۔ کہ اس سے بہتر شکل کسی
 کے ہی تصور میں نہیں آسکتی ہے۔ چنانچہ آپ نے جیسا فرمایا تھا۔ ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ اسی طرح جب سپاہ
 نے دکن کی فتح کے واسطے عزم کیا تھا۔ تو اپنے خوشخبری دی تھی۔ کہ گانا آملہ قلعہ اس دفعہ میں ہنسے تمہارے
 واسطے فتح کر دیا ہے۔ اُس قلعہ کو تم بے تامل دیکھ لو گے۔ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ قلعہ سے مراد احمد نگر یا تخت
 دکن ہے۔ اس قسم کی باتیں شیخ نظام کے نزدیک بہت سی تھیں۔ مگر اُس نے چند بیان کیں ہجری
 سنہ ایک ہزار آٹھ کے بعد آپ آسمان کی جانب تیاری کر گئے۔ حدود اگرہ میں قبر ہے۔

مصرع علم حق جو ہر زبان شس بود
 یاد شیخ بالو جیو ابن شیخ جیو

آپ کی زرا دو م پٹن ہے۔ اور مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کی نسل سے ہیں قدس سرہم
 کتابی علوم اور ایزدی عرفان آپ کو کمال کے درجہ پر حاصل تھا۔ شہر پٹن کے اکثر طالبان علم نے آپ کے

دس میں تحصیل کی ہے۔ آغا جوانی میں آپ شیخ یعقوب چشتی نروالہ کے روضہ پر متولی تھے جو شیخ برہان الدین دولت آبادی کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ کو خرقہ خلافت شیخ نظام الاولیا قدس سرہ سے ملا ہے۔ شیخ برہان غریب اللہ کے ساتھ بہت کچھ لگانگت اور ہمدمی تھی۔ اور اسی شہر میں خواجگاہ بھی ہے۔ عس گاہ کے اندر مشائخ گجرات کا طریقہ ہے۔ کہ زنبیلین ریشمین اور زرین کپڑے سے منڈھ کر اور وہ النوع و اقسام کے حلوے اُن میں بہر کر سر بہر کرتے ہیں۔ اور وہ زنبیلین بزرگان دین و دولت میں تقسیم کرتے ہیں۔ مگر آپ نے اُن ظروف کو بنیواد و دیشون پر تقسیم کیا۔ دوسرے مجا درون کو جن کو تہذیب سے اس کے بدل میں نذرین ملتی تھیں۔ یہ بات ناگوار گزری۔ اور خشم آلودہ گفتگوئیں کیں۔ آپ ان لوگوں کی ناموزون تعمیر سے دل تنگ ہوئے۔ تمام تصرف اور تولیت انہیں ارباب غرض پر چھوڑ دی اور خود گوشت اختیار کر کے باقی ماندہ عمر توکل اور تسلیم میں گزاری۔ ہجری سنہ ایک ہزار چہمیں عالم صورت سے ملک معنی کو سامان زندگی باندھا اور چلے گئے۔ مصرع از خود گستن و بتو پیوستم یکے ست

یاد سید تاج الدین قادری نروالہ

آپ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کی نسل سے ہیں قدس سرہما آپ ایک پیر سال خورد۔ اور صحاح ستہ حدیث کے حافظ تھے۔ کہتے ہیں۔ اُن ایام میں جاگیر دار سرکار سید محمود بارہ کے بیٹے۔ سید تقی تھے۔ بڑے عارف پرست اور درویش سیرت آدمی تھے اپنے سید قاسم کو ہجری سنہ ایک ہزار سات میں کہلا بھیجا تھا۔ کہ ان دو تین روزوں میں تاج الدین واپسین سفر کر جاوے گا۔ معلوم رہے جب تیسرا روز شام کے بعد اپنے عالم بقا کا غم کر کے جہان فانی کو رخصت کیا۔ تو جن صاحبوں نے پیغام سنا تھا۔ اُن کو حیرت ہوئی اور روئے۔ آپ کے چار لڑکے تھے۔ جمال۔ احمد۔ اسحق۔ اور ابراہیم سب چھوٹے کو خرقہ اور سجادہ سپرد کر دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ یہ میرا جانشین ہے خواجگاہ پٹن۔

مصرع تحت رحمت بابخاک تلج دین یاد خواجہ کلان ابن مولانا خواجگی

آپ کے بیان کی اکسیر میں معانی کا نرخ اور حیثیت بڑبڑانے کے خواص۔ اور آپ کی صورت کے دیدار میں ربانی مشاہدہ کے احکام پائے جاتے تھے طالبان خدا کی رہنمائی کے واسطے بلج میں خوش وقتی کے ساتھ آباد تھے۔ کہتے ہیں۔ جب عبداللہ خان نے بلج کو اپنے بیٹے عبداللہ بن سلطان کی

جاگیر میں نام زد کیا۔ تو عبدالمومن سلطان کا یہ حال تھا۔ کہ دولت جوانی۔ اور جوانی دولت سے مدہوش
 تھا۔ گوشہ گزینوں اور خاک نشینوں کے ساتھ متانہ سلوک سے پیش آتا تھا۔ اور امتیازی منش کو
 معزول کر کے۔ سب سے اپنی تعظیم اور تسلیم کراتا تھا۔ اس عام بلوے میں خواجہ سے بھی مثل دیگران فروتنی چاہی
 اپنے تعمیل نہیں کی۔ اس سبب سے غصہ ہو کر حکم دیا۔ کہ فلان شخص سلطان قلمرو سے باہر چلا جاوے۔ آپ نے
 بلا ارادہ تاشقند میں جا کر سامان اقامت رکھ دیا۔ جب عبدالمومن سلطان نے تاشقند بھی فتح کر لیا۔ تو
 خواجہ باجارت سلطان پیر بلخ میں چلے آئے۔ میر فروغی اشرف کتے ہیں میں اس دفعہ کی بازگشت
 میں آپ کی خدمت سے مستفید ہوا تھا۔ ریاضت کی جان گدازی سے تن بالکل گملا ہوا۔ اور صورت مطلق
 کاغذ ہو گئی تھی۔ جب کسی طرف کا ارادہ ہوتا تھا۔ تو ڈولی میں بیٹھ کر جایا کرتے تھے۔ جو شخص چند روز آپ کی صحبت
 میں بیٹھ گیا۔ اس کا کام خیر و خوبی کے ساتھ انجام پا گیا۔ آپ کے دیدار سے بہت کچھ انہی فیض و گون کی آنکھوں
 کو نصیب ہوا تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات تھی۔ کہ روحانی عالم قدس کو روانہ ہو گئے۔ میں نعش پر
 حاضر ہوا۔ اور تعمیل وصیت آپ کی قبر بلخ کے شوقیا محلہ میں آپ کی خانقاہ کے اندر تیار کی گئی۔

مصرع معبد اور وصف جاوید شد

یاد شیخ لا وجیو سندھی

آپ بامقبار صورت مقید۔ اور باعتبار معنی آزاد تھے۔ چونکہ آپ کا حجر دربان پور میں مسیح القلو
 کی جامع مسجد کی شمالی دیوار سے ملا ہوا تھا لہذا راقم گلزار کا گہرا اس طرف وقتاً فوقتاً ہوا کرتا تھا۔ سامان
 خانہ داری میں سے کوئی چیز اس گہر میں مطلق نہیں پاتا تھا۔ کبھی پُرانا بوریا ہی بچھا کر است کو اس پر سو جایا
 کرتے تھے۔ آپ حسن فروش معشوقوں کی محبت سے دل باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ ہمیشہ نظر بازی کا
 بازار گرم رکھتے تھے۔ کافی سندھ کے مقبول ناگون میں سے ہی۔ آپ ہمیشہ گانا سنا کر سننے والوں
 کا دل چین لیا کرتے تھے۔ کم بیش ستر سال کی عمر پائی۔ اور اپنے تئیں اسی طرز کے ساتھ کم و بیش ہجری
 سنہ ایک ہزار سات تک پہنچا کر آنجہانی ہونے کا ارادہ کر دیا۔ خواجہ گاہ حدود برہان پور کے اندر
 شیخ ابراہیم سندھی کے روضہ منورہ کی ہمسائیگی میں۔ عادل پور کے راستہ پر مصرع

روضہ اش بزم گاہ رضوان باد

یاد بابا بہرنگ

آپ ایک شیریں مجذوب اور رنگین دیوانہ تھے۔ آپ کے حرف اور حرکات کی ہوا سے خوشی پیدا ہوا کرتی تھی۔ اور آپ کے شگفتہ دیدار کو دیکھ کر غمگینی سا مان باندھ جاتی تھی۔ آپ کی تعریف کی شرح ختم نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا کسی قدر حالات لکھتا ہوں۔ پرگنہ دہار کے ایک گائون میں آپ ایک مقدم کے بیٹے تھے ایکبارگی آپ کو عقل کو دینے والا ایک جذبہ پیدا ہوا جس نے خان ومان کے آوارہ کر دیا۔ آپ منڈو (مانڈو) میں آئے۔ قلعہ کی ہوا کچھ ایسی خوش گوار معلوم ہوئی۔ کہ آپ کی رفتار کے پانوں میں زنجیر پڑ گئی تمام دن کو چہ و بازار میں سیر کرتے۔ اور گاتے پیرا کرتے تھے۔ اور تمام رات ایک حلوائی کی دوکان کے گوشہ میں سہرا نوے حیرت پر رکھے ہوئے۔ دن کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی ایسی برکت تھی۔ کہ دنیاوی دولت مند ہی حلوائی فروش کے حق میں۔ شیریں کام ہوئی۔ ایک مدت تک اسی طریقہ پر بسر کی۔ منڈو (مانڈو) سے بیس کوس فاصلہ پر شہر قی سمت میں کوہستان جیت پور ہے۔ اس کوہستان سے حمیر نام ایک زمیندار نے ہجری سنہ نو سو پچانوین میں حوالی شہر کو شاہی لشکر سے خالی دیکھ کر بڑے کاموقع پایا۔ ایک شاہی افسر نے کیا کیا۔ دو سو سوار۔ اور ہزار پیادے قلعہ کے اوپر چڑھا دیئے۔ اور خود ایک اور جماعت لیکر ملک کے طور پر نیچے قلعہ کے کھڑا ہو گیا۔ کوچہ میں گھسنے اور ہمارے ہون کے مقابل ہونے کے وقت بابا کو چیل چڑھایا۔ بابا نے پکار کر کہا۔ شہر والو۔ آرام سے رہو۔ سحرانی لوگ۔ لاتون میں رل گئے۔ یہ بات ان جتاتیوں کو ناگوار معلوم ہوئی۔ ان میں سے ایک سگ طینت شخص نے تلوار نکال کر چند زخم بابا کو لگائے۔ آپ نے کشادہ پیشانی سے ان زخموں کو برداشت کیا۔ جب قدم آگے بڑھایا۔ یکایک تیروں کی شپاشپ۔ اور تلواروں کی چاکا چاک کی آواز ایسی کثرت سے سننے میں آئی۔ کہ کان بہر گئے ناچار یہ لوگ ہماگ کہ پریشان ہوئے۔ اکثر ان اجل رسیدوں کو صبح کے وقت پہاڑوں میں اور دیروں میں بدوں زخم تلوار اور تیر کے مردہ پایا۔ کتر لوگ پائین قلعہ تک نیم جان گئے۔ اور یہ گوشمالی دیکھ کر خود حمیر زمیندار کے ہاتھ میں باگ اور رکاب میں پانوں نہ تھا۔ بلکہ کئی آدمی اس کو دائیں بائیں سے گروں کے اوپر تھامے ہوئے تھے۔ بالآخر چند روز زندہ رہا۔ لیکن ہوش میں نہیں آیا۔ اور بابا نے ہی یہ اجازت نہیں دی۔ کہ زخم پر پٹی باندھی جاوے۔ یا موم کا پایہ رکھا جاوے۔ اس سبب سے

چند روز میں زخموں کے اندر کیڑے پڑ گئے۔ جب کوئی کیڑا زمین کے اوپر گر پڑتا تھا۔ تو آپ اس کو اٹھا کر
 بستروں کی جگہ رکھ دیتے تھے اور ایسی طریقہ لوگوں کو دکھاتے تھے۔ القصہ اسی طرح پیر زندگی گزار
 تھے۔ ایک سال بعد وہ زخم مندمل ہوئے۔ اور تندرستی حاصل ہو گئی۔ آپ کی اس قسم کی بہت سی
 خرق عادات راقم کے علم میں موجود ہیں۔ لیکن اس گلزار میں گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے
 تختہ ہائے چمن تنگ ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں آپ طبیعت کے تنگ و تاریک
 کوچہ سے۔ حقیقت کی نزہت گاہ کو روانہ ہوئے منڈو میں قبر بنائی گئی مہر

عقل کل ہم دم جنونش باد

یا وحیہ عثمٰن

۲ پ کے پدر بزرگوار کا نام شیخ عیسیٰ ابن شیخ ابراہیم صدیقی ہے رحمہم اللہ زاد بوم موضع
 بوبکان جو سیوستان سندھ کے مصنفات میں سے ہے۔ خوابگاہ علاقہ خاندیس کا ایک گاؤں
 آپ متداولہ علوم اور حکمیہ فنون کے اندھا استاد وقت تھے۔ آپ کے علوم نقلی میں طراوت اور تازگی۔ اسوۂ معلی
 قدوۃ الاولیاء۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی اور قاضی محمود مورپی کی شاگردی سے پیدا ہوئی تھی۔ اور آپ کے
 علوم عقلی کے خزانوں میں بہت سے جواہرات۔ خلاصہ خرد و دیوان شیخ حسین بغدادی کی شاگردی سے
 جمع ہوئے تھے علماء زمانہ میں سے کوئی عالم ہر ایک فن کے سببوی اور مسائل کی تحقیق اور دقیقہ شناسی
 میں آپ کے رتبہ کو نہیں پہنچا راقم گلزار چند ہیئتہ اور حکمت کی کتابوں میں آپ کا شاگرد ہے۔ شیخ سران محمد
 بنانی کے بیٹے قاضی نصیر الدین شیخ صالح سندھی جو استاد کے داماد کے مشہور ہیں قاضی عبدالسلام
 سندھی جنہوں نے مختصر وقایہ پہ ایک شرع لکھی ہے جو تمام جزئیات روایت کو شامل ہے۔ اور شیخ
 یوسف بنگالی کے داماد میان سکھ جی۔ یہ بھی سب آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کے حالات اس طرح پر ہیں۔ ہجری سنہ نو سو تراسی کا آغاز۔ اور محمد شاہ ابن مبارک شام
 فاروقی خاندیس کا زمانہ تھا کہ آپ گجرات سے براہ پور میں آئے۔ حاکم نے آپ کی تشریف آوری کو مبارک
 سمجھ کر عزت و توقیر سے رکھا۔ اور درس و فتوے کے عالی منصب کی رونق آپ کے نام زد کرنے سے جو چند
 کی۔ ستائیس سال تک آپ نے درس دینے اور فتوے لکھنے سے لوگوں کو فیض و فائدہ پہنچایا۔ القصہ
 ہجری سنہ ایک ہزار اٹھ کی فصل خریف میں اپنے وظیفہ کے موضع میں۔ جو خاندیس کی سرحد پر تھا۔

بزرگ سکونت چلے گئے۔ جب گانون میں پہنچے۔ تو خداوند اقلیم اکبر شاہ کا شکر آنے کی خبر سننے میں آئی۔
 برطان پور کو ٹٹا مصالحت نہ دیکھا۔ بلکہ چند روز جنگل کی ہی بو دو باش بلی معلوم ہوئی۔ ناگاہ اسی سال کے
 ماہ شعبان میں چوروں کا ایک گروہ جن کو ہندوستان وائے کوئی کہتے ہیں۔ صبح کے وقت تنگی تلوار میں کھینچے ہوئے
 اور نیزے ہلاتا ہوا۔ آپڑا۔ آپ مع ستر کس قریب ترین عزیزوں کے۔ جو حسب و نسب سے ہر اسے اور سیدان
 علوم کے پہلوان تھے۔ شہید ہوئے۔ اور خون میں ہری ہوئی جاننازین ان کے کفن ہوئیں۔ شیخ شکر محمد عارف
 فرمایا کرتے تھے۔ حکیم کی مثل سکون و آرام کے ساتھ نماز گزار۔ مجھ کو بس حکیم ہی نظر آئے۔ اور حکیم ہی فرمایا کرتے تھے
 کہ میں اعتقاداً شیخ شکر محمد عارف کا گرویدہ اس سبب سے ہوا ہوں۔ کہ میرے استاد قاضی مور پی
 ان کے مرید ہیں۔ سچ القلوب کہتے ہیں۔ میرے عم مکرم شیخ طاہر یوسف ہمیشہ کہا کرتے تھے جیسی
 شکستگی خاطر۔ خوشی۔ عاجزی۔ اور گناہی۔ نامی حکیم کی ہے۔ ایسی بیٹے عالمون میں سے کسی کی
 بھی نہیں دیکھی ہے۔ کیونکہ علم کی مدہوشی ایک بڑا امتحان ہے۔ دیکھا چاہیے۔ علوم کی مجلس کے بیٹھنے
 قانون میں سے کس کو ہوشیاری قلب نصیب ہو۔ چالیس سال کے اندر کسی کے گھر کا قمر نہیں کمایا۔
 کمال بہنرگاری کے ساتھ زندگی بسر کی۔ آپ کی تصنیفات بہت سی ہیں منجملہ ان کے تفسیر قاضی بیضاوی
 کا حاشیہ۔ اور بخاری کی شرح۔ یہ دو کتابیں۔ نہایت مشکل نما۔ اور دشوار کشا ہیں مصرع

شریت دیدار خواہم بشکند پیر ناد

یا دخواجہ اسحق ابن مولانا خواجہ علی

آپ مسیحائی معجزات میں جان ڈالنے والے۔ اور ظاہر و باطن دونوں عالمون کے علم سے
 واقف تھے۔ خرقہ خلافت اور نامہ اجازت پدر بزرگوار سے ملا تھا۔ اور بزرگ داماد مولانا لطف اللہ کے
 فیض ہم نشینی سے گویا معرفت کا خزانہ حاصل ہو گیا تھا۔ جو شخص آپ کے پاس ایک دم کو بھی بیٹھ گیا
 کامیاب ہو کر اٹھا۔ آپ کی کام بخشی کی چادر۔ ایسی موزون قطع کی گئی تھی۔ کہ ہر ایک شخص کی استعداد کے
 قدر ٹھیک آجاتی تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ کی رہنمائی کے زمانہ میں چند روز بعد جب آپ دشت قبیاق کا گشت
 اور تماشا فرما رہے تھے۔ اُس وقت اُس جنگل کے باخندے۔ اور پرگنات کے ترک جنگل کے جنگل۔ کفر
 کی گناہیوں سے نکل کر اسلام کے دارالسلام میں داخل ہوتے جاتے تھے۔ اور بہت سی خرق عادات
 آپ کے اقوال اور افعال سے ظہور پذیر ہوتی تھیں۔ جیسے بیمار کی تندرستی۔ تابیب کی بینائی۔ جذام

اور برص سے صحت یابی - خلاصہ کلام یہ کہ آپ کے موثر دم سے عیسوی معاملات اُن شہروں کے لوگوں پر
 ظاہر ہوتے تھے۔ چونکہ انسان اس شیوہ پر فطرۃً دلدادہ ہوتا ہے۔ لہذا آپ کی بزرگی کا اعتراف کر کے رونق
 اسلام کے واسطے کوشش کام میں لائے۔ اور خواجہ سے پیشوا اور معلم کے لئے التماس کیا۔ اس بنیاد پر
 آپ نے صوفیوں کی ایک جماعت کو اُس ملک میں مقرر کیا۔ جب رہنمائی اور تعلیم اسلام کی رونق دن و دن
 بڑھتی گئی تو فرمان رواے کا شجر محمد خان ابن عبدالکریم خان ابن عبدالرشید خان ابن تعلق تیمور خان
 آپ کا مرید ہوا۔ اور کافی اور آبی سنگیش کا حاصل مع دیگر فتوحات کے آپ کے خاتقا و نشینوں
 کے نام سے سال در سال نام زد کر دیا۔ خواجہ نے بھی خان کی آند و قبول فرما کر دیوانہ اختر نامی شخص کو
 جس کو مستی اللہ ستوری دونوں حاصل تھیں۔ کا شجرین بھیجا کہتے ہیں جب دیوانہ اختر کو جذبہ کا جوش اور
 دیوانگی کا متوج ہوتا تھا۔ تو اُس وقت میں اُس ملک کے باشندوں میں سے اگر کوئی شخص انکار کا
 خیال بھی ضمیر میں لاتا تھا۔ فوراً زمانے سے اُس کو گوشمالی ملتی تھی۔ عبدالامون خان فرمان رواے
 ایران و توران عبداللہ خان اذربک کا بیٹا تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چہمیں بلا وجہ۔ تحکم کی تیرگی نے
 اسکی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ کہ اس نے خواجہ کو سمرقند سے نکال کر بلخ میں جانے کی اجازت دی۔ آپ
 ہشتنگی سے کام لیکر تھوڑا تھوڑا چلتے تھے۔ ہمارے ہوں نے سستی رفتار کی مصاحبت دریافت کی۔ جواب دیا
 ہماری معاودت سمرقند کو عنقریب ہے۔ لہذا دور کیوں جانا چاہیئے۔ ہنوز باقی راستہ قطع نہیں ہونے
 پایا تھا۔ کہ عبدالامون خان کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ اُسی منزل سے آپ نے وطن کا رخ کیا۔ ۱۰
 دو سال بعد ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ میں عالم شہادت کے سمرقند سے غیب کے مہر کو معاودۃ
 زمانِ مصرع سیرت جان بخش عیسیٰ صودت اسحق ماست و

یاد شیخ عثمان ابن لادن قرشی

آپ راقم کلزار کے ہمسایہ۔ اللہ شیخ فضل اللہ حسین جشتی کے مرید تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد
 سپاہی تھے آپ تیس سال کی عمر کے بعد۔ اسباب سے ہاتھ دھو کر گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔
 سوال نہیں کیا۔ وظیفہ نہیں لیا۔ بدون همان درویش کے بقرہ نہیں اٹھایا۔ ہر روز کوشش کر کے
 کسی نامراد کو پیدا کرتے تھے۔ راتوں میں نہایت سوز و گداز کے ساتھ بہت سی نمازیں پڑھا کرتے
 تھے۔ جمعہ کی رات کو ایک دامن بہر غلہ خرید کر لے کر تھے اور چاروں طرف درود پڑھتے ہوئے لوگوں کو

تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ جب غلہ تمام ہو جاتا تھا۔ تو اپنے گھر کو لوٹ آیا کرتے تھے۔ اور یا دھن میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جب تک گوشہ گزین نہیں ہونے تھے تب تک بہت سے مجذوبوں اور سالکوں سے ملتے تھے جیسے شاہ منصور مجذوب برہمپوری۔ شاہ تاجو۔ اور پیر باجو منڈوی جب کیفیات کا بیان شروع کرتے تھے تو صدرالذکر اصحاب میں سے ہر ایک کی دل ربانقلین سنایا کرتے تھے۔ ہندی طرز کا گانا خوب جانتے تھے۔ آدھی رات کے وقت اپنے حجرہ میں تنہا۔ دل آویز راگ سے دردناک چیزیں گایا کرتے تھے۔ سننے والوں کو گویا داؤدی ولایت کا پیغام پہنچتا تھا۔ جب پیری آپو پنچ۔ تو گانا چوڑا دیتا تھا۔ لیکن مجلس سماع میں جانے سے پانوں نہیں روکا۔ اسی طرح پچاس سال تک عہد رآمد رکھا کم و بیش اسی سال کی عمر پائی۔ ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ میں عالم صورت سے ملک معنی کو روانہ ہوئے۔

منڈو (مانڈو) میں قبر بنائی گئی۔ مصرع رحمت حق نثار روحش باد

یاد شیخ ابو الفتح ابن جمال الدین

آپ کی۔ عباسی۔ اور قادری ہیں۔ ہر ایک قسم کے فضائل اور کمالات سے خود بھی مستفید تھے اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچاتے تھے۔ غوث الاعرف اگیلانی کا خرقہ خواص آپ کو پہنچاتا۔ وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ زاد بوم شروان ہے۔ مکہ معظمہ میں بہت رہے تھے۔ اسو سطلے کی کر کے مشہور ہوئے۔ سیاحی و اطراف زمین کی کیفیات معلوم کرنے کا شوق آپ کو پیدا ہوا۔ اس نے آپ کو وطن سے نکال کر براہ خشکی۔ ہند کی طرف متوجہ کیا۔ جب آپ سندھ کے کنارہ پہنچے۔ تو ایک پیکر پرست کو سیر کج رہایا۔ یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ اور کہا جس ملک میں اسلام والوں کی عنان اختیار۔ دوسری قوم کے ہاتھ میں ہو۔ ابو الفتح کا اُس ملک میں رہنا موزوں نہیں ہے۔ لہذا قندھار کو لوٹ جانے کا عزم فرمایا۔ اُن ایام میں فرمان روا سے اقلیم۔ سلطان۔ سکندری۔ ملتان کے اطراف میں تھا اُس کو خبر ملی۔ کہ ایک پرہیزگار دانش مند آدمی۔ سندھ کے ملک میں آیا تھا۔ اور وہ فلان سبب سے لوٹا جاتا ہے۔ ایک عریفہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جس میں طرح طرح کی خوشامدیں اور آرزوئیں۔ دین کی تہن اور دار الخلافہ آگرہ کی طرف آنے کے لئے عرض کیا۔ شیخ نے نصیحت کی نیت کر کے معاودت فرمائی جب آپ کی ملاقات ہوئی۔ تو سلطان نے جو کچھ لکھ کر بھیجا تھا۔ اُس سے دو چند زیادہ عاجزی اور محبت کے ساتھ پیش آیا۔ اپنے فرمان روا کی دوستی کے سبب قیام کا ارادہ کر لیا۔ کہتے ہیں

ایک دولت مند شخص نے اپنی بد باطنی سے آپ کے خط کے مشاہدے سے ایک خط - ایک دشمن سلطان کے نام مکمل اس طرح بھیجا کہ راہداروں کے ہاتھ جا پڑا - جب وہ نوشتہ - سلطان کے حضور پیش ہوا - تو سلطان نے شیخ کے پاس بھیج کر کسی قدر گلہ کیا - آپ نے جواب دیا - ابو الفتح ایسا نہیں ہے کہ ایسی تالائق تحریر سے اپنے قلم کو ملوث کر کے دل آزاری روا رکھے - حکم خداوند تعالیٰ سے مغتری شخص جلد اپنے کیفر کو دار کو پہنچ جاوے گا - کہتے ہیں - ایک ہفتہ نہیں ہونے پایا تھا - کہ اُس نابکار کا ہاتھ ایک ایک مست اونٹ نے اس طرح چاب ڈالا - کہ بیکار اور خشک ہو گیا - نیز یہ بھی کہتے ہیں - جس وقت ظہیر الدین بابر شاہ ہند میں آیا - تو سلطان ابراہیم نے اُس سے لڑنے کے واسطے فوج میدان میں نکل - اور یہ بھی حکم دیا - کہ تمام قلمرو کے فقرا اور فضلا بھی - جو خیمہ لشکر میں ہمراہ ہیں - سید رفیع الدین معوی اور نیز دیگر بزرگوں نے کوچ کیا - آپ بھی بادل ناخواستہ ہمراہ لشکر ہو گئے - جب دہلی میں پہنچے ایک ہفتہ پہچلی دو نمازون کے درمیان ایک صحن کے اندر آپ ٹل رہے تھے - ایک بارگی مغرب کی سمت سے آپ عجلت کے ساتھ لوٹے ایک شخص نے جو وہاں کھڑا ہوا تھا - یہ لڑنا بے سبب سمجھ کر دریافت حال کیا - فرمایا اس طرف سے خدائی آفت اور زلی آشوب اس لشکر کے اوپر نام زد ہے - لہذا ہلنا واجب ہوا - دو سہ در صبح کے وقت یاروں کو آگاہ کر کے خود اگرہ کی طرف چلے آئے - جب شکر بانی پتہ میں پہنچا - تو طبری بیماری لڑائی ہوئی - سلطان ابراہیم مارا گیا - اور بہت سی فوج - اور فوج کے سوا دوسری مخلوقات بھی غناہ ہوئی آپ نے دسین ہفتے تک ایک سو چونتیس سال - طالبان خدا کی رہنمائی کی - تاریخ بانیوں شعبان ہجری سنہ نو سو تریس کو آپ خاک اگرہ کے سپرد کر دیے گئے - سید رفیع الدین محدث نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی - مصحح رحمت حق باد بردیش و شاہ ز

یاد شیخ داؤد براری

آپ کی زاد بوم موضع بورکام میں ہے - جو خاندیس سے سات کو س شمال سمت میں قلعہ آسیر کی طرف واقع ہے - سپاہی کے لڑکے تھے - جوانی میں توفیق ہوئی - سپاہگری اور اسباب نوکری ترک کر دیے - سواے نیزہ کے - کہ عصا کی جگہ ہاتھ میں رکھا کرتے تھے - اور تیر و کمان اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے - رسمی ارادت کسی رہنما کے ساتھ نہیں تھی - اویسیہ فیض - آپ کے حالات سے عیان تھا - جذبہ اور سلوک کے درمیان میں ایک حالت بنی رہتی تھی - آغاز سخن -

ہوش کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور اخیر میں کلام کے اندر نامتشار پیدا ہو جاتا تھا۔ لیکن خشم آلود باتوں سے جلد پر جاپا کرتے تھے۔ اور مہربانی کرنے لگتے تھے۔ لوگوں کے ملنے سے اور آبادی سے بہا گتے تھے اور عمر تنہائی کے ساتھ صحرا میں گزارتے تھے راقم تذکرہ کے استاد سید شاہ محمد کے ساتھ دوستانہ پیش آتے تھے۔ اور شیخ بہکاری کے بیٹے شیخ جمال سے بہت ملتے تھے۔ کیونکہ شیخ کا گھر آپ کے جنگل سے نزدیک تھا۔ راقم کی مصاحبت سے بھی خوش ہوتے تھے۔ اور خدمتوں کی فرمائش کر کے۔ راقم کو احسان مند فرماتے تھے ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ میں جسمانی جاگیر آپ کی تبدیل کر دی گئی۔ اور مدحانی پر گنہ جاگیر میں دیا گیا۔ منڈو (مانڈو) کے اندر بابا بزرگ کی ہمسائیگی میں خواہنگاہ ہے۔ مصرع باد جانش بلبل باغ ارم۔

یاد شیخ کمال

آپ شیخ ابراہیم ابن شیخ جمال کے بیٹے ہیں۔ یاد شیخ جمال سر غزل دیوان ولایت۔ اور سر دفتر اہل ہدایت شیخ نعمان آسیری کے پوتوں میں سے تھے۔ ابتدا ابتدا میں مسیح القلوب مظلمہ کے ساتھ اویسہ نسبت رکھتے تھے۔ جب ہجری سنہ ایک ہزار وین عرش آستان اکبر شاہ نے خاندیس پر لشکر کشی کی تھی۔ اور فرمان رواے خاندیس مسیح القلوب کو برہان پور سے قلعہ آسیر کے اندر لے آیا تھا۔ تو اُس اثنائے میں اویس منزلت (شیخ کمال) ملازمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور ظاہر ظہور بھی تلقین سے حصہ پایا۔ اسی سال کے اندر آپ کی روح قدسی کا لبد کے عنقریب حصار سے نکل کر لامکان کی نزہت آباد کو کشادہ بستان کے ساتھ چلی گئی۔ اور ایسی خوش دلی کے ساتھ دوش بدوش گزر گئے۔ کہ جیسی خوش دلی قیدیوں کو آزادی کے بعد ہوتی ہے۔ خواہنگاہ۔ قلعہ آسیر کے دامن میں مصرع زندان جہنم شکن و بکشا درخت

یاد شیخ ضیاء الدین چشتی

آپ کا نام اسماعیل۔ اور زاد بوم قلعہ گویا رہے۔ قصبہ سور (مند سور) میں گوشہ نشین تھے۔ اپنے سلطان ابراہیم لودھی کا زمانہ لڑکپن میں پایا تا پندرہ برس کی عمر تھی کہ سید رضی ابن صفی حسینی سوانیہ کی خدمت میں پہونچ کر آداب ارادت بجالائے۔ سید رضی حضرت غوث الاولیاء کے خلفا میں سے تھے۔ بہت تھوڑے عرصہ میں خلعت خلافت پاکر کامیاب ہوئے۔ آپ کے مکان کے پہلو میں ایک مسجد تھی۔ خلعت خلافت پانے کے بعد۔ اسی مسجد کی زمین میں حجرہ کے اندر حجرہ کو در۔ کم و بیش نوے سال خدا پرستی۔ تن گدازی اور جان پردری میں گزارے ایک سو پانچ برس کی عمر تھی۔ کہ فرمان طلب

پونچا نہایت خوشی کے ساتھ تاریخ پندرہویں جمادی الثانی ہجری سنہ ایک ہزار نو سو سالن باندہ کرانہ
تعالیٰ جل شانہ کے دیدار کے واسطے کوچ فرمایا۔ اسی سجد کے صحن میں قبر بنائی گئی۔ آپ کے چار ارکان
تھے۔ منجملہ ان کے شیخ حبیب نے جانشینی کا جھنڈا کھرا کیا مصرع پیرانہ وصل و دست جوانی دیگر ست
یا وقاضی عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ۔ صوبہ حاندیس کے قاضی القضاۃ۔ اور کتابی نقوش اہل لدنی علوم کے عالم تھے۔ جب
جوانی تھی۔ تو کتب متداولہ کا درس بہت دیا کرتے تھے بالخصوص علم تراویح میں بہت سے حافظوں کو فیض
پونچایا۔ جب ضعیفی نے آدبایا۔ تو تمام قیل و قال۔ اہل علم و دانش کو مناظر سے نکال پھینکا۔ صرف پیر ہروردی
کی عوارف۔ گلشن راز لاہی کی شہج اور بخاری کی شروح۔ ان کتب کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہو گئے
تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار نوین عالم قدس کا سامان کو کے۔ جہان خاکی کو رخصت فرمایا۔ اور برہان پور
میں ابدی خوابگاہ کے اندر آسائش کے تکیہ پر سر رکھا۔ بیت

رحمت حق و منت احمد

بادیرجان پاک جو سراو

یاد شیخ نظام رحمہ اللہ

آپ کو فرقہ خلافت سید ابراہیم ہیکری سے ملا تھا۔ باوجودیکہ پیر کے دو بیٹے تھے۔ مگر انہوں نے
اپنا جانشین آپ ہی کو کیا تھا۔ آپ متداولہ علوم۔ اور صوفیوں کی اصطلاحات خوب جانتے تھے
تمام سال کتابت کیا کرتے تھے۔ اور جو کچھ اُس کا حاصل آتا تھا۔ وہ اپنے پیر کے عرس میں صرف کرتے
تھے۔ شرح مباحث اور سطوح معانی پر حاشیہ یہ ارمی یہ دو ذہن کتابیں اپنی قلم کی لکھی ہوئی راقم گلزار کو
ہجری سنہ ایک ہزار میں عنایت فرمائی تھیں ہجری سنہ ایک ہزار نوین سہنچی سراسرے کو رخصت
کر دیا خوابگاہ برہان پور مصرع نظام ہرود عالم روزیش بادو

یاد شیخ عبد الزاق طالی

آپ کی زاد پورم پٹن ہے۔ نوربان تھے۔ زہد و تقویٰ کا خلعت زیب بدن تھا۔ ناگاہ آہی جذبہ
پیدا ہوا۔ اور ایک بارگی خود داری جاتی رہی۔ جو لباس کہ بدن پہنچا۔ پارہ پارہ کر دیا۔ اس کے بعد
لوگ آپ کا ستر عورت سواے کفن کے نہ کر سکے۔ جب کوئی شخص عبد الزاق لکھ ریکا تانا تو آپ غصہ
ہوتے تھے۔ گالیان دیتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ الزاق کہو۔ کیونکہ میں کسی کا بندہ نہیں ہوں۔

اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ رزاق۔ تم جیسا تک دو الہ کے ساتھ گرویدہ نہو گے۔ حقیقی ایمان کی سرحد پر
 نہیں پہنچو گے۔ اور انہی معرفت کے کمال کا راستہ نہیں ملیگا۔ غالباً آپ کا مقصود دو الہ سے یہ ہے
 کہ بعض اصحاب الہ کو منزہ جانتے ہیں۔ اور بعض تشبیہ کے ساتھ کہتے ہیں۔ لہذا جو شخص جامع بین تشبیہ
 و المنزہ نہ ہوگا۔ کامل مومن نہ ہوگا۔ اس بنیاد پر خدا پرستوں کی تین قسمیں ہیں۔ مشبہ۔ منزہ۔ اور جامع
 اہل تشبیہ کا فرہین۔ ارباب تنزیہ مومن ہیں۔ اور اصحاب جمیع صوفی ہیں۔ یہ بحث مفصل الحکم میں۔ اور
 فتوحات میں ایک دلپند وسعت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اس صحرائے پیا سون کو اُس عبارت کے
 چشمہ سے سیراب ہونا چاہیے۔ ہجری سنہ کچھ اوپر ہزار میں آپ کی عمر کا زمانہ انجام کو پہنچ گیا۔ خواب گاہ
 زاد۔ یوم ہے۔

یاد شیخ تاج الدین

آپ شیخ بہار الدین زکریا بن عیسیٰ دہلوی کے فرزند میں۔ بہت سے کمالات اور حالات حاصل تھے
 علم تصوف کچھ تو اپنے پدر بزرگوار کے نزدیک۔ اور کچھ شیخ مان السہبانی پتی کی خدمت میں پڑھتا تھا۔ شاہراہ
 طریقت کی روش میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا تھا۔ بالآخر یہ آئندہ ہوئی۔ کہ عاجزون کے خدمات انجام ہو چکے
 میں تگ دو کرنی چاہیے۔ اس واسطے عبا کا پہننا چھوڑ دیا۔ اور قبا زیب بدن کر کے عرش آستانی اکبر شاہ
 کی چاکری کے واسطے کمر باندھ لی۔ اور عمدہ طور پر خدمات انجام دیکر مقبول مقربوں میں داخل ہوئے۔ یہ
 بالکل سچ ہے۔ بہت سے لوگ آپ کی بہت اور دسوزی کی بدولت تکلیفات کی پستی سے نکل کر۔
 تو نگری کی اونچی سیڑھی پر چڑھ گئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ شریعت والے۔ اور نیز جلی و خفی
 وحی والے بہت سے پیغمبر۔ اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے ساتھ چاکرانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ اس
 نیت سے۔ کہ عاجزون کا کام شاہنشاہ کے حضور میں یاد دلا کر اچھی طرح انجام کرا دیں۔ اور ظلم کا دھڑکا
 کھائے ہوئے۔ اور شوکر کھا کر گرے ہوئے لوگوں کی شکستہ دلی کو داورس کی خدمت میں عرض کر کے
 دستگیری کریں۔ ایک روز راقم کے مرشد بھی فرماتے تھے کہ درویش صورت مرد کو دنیاوی دولت مندوں
 کی ملازمت اس نیت کے ساتھ رو اسے کہ ارباب احتیاج کی ہم انجام دیوے۔ قطعہ

در خدمت کے نشاہم برای خویش

غوث کہ بہت خسرو وقت و گدائی خویش

سعی من از برای فرد ماندگان بود

بہر کس کہ با کسان بنماید نیاز و نیاز

یاد شیخ فیضی فیاضی

آپ کا نام ابوالفیض - اور باپ کا نام شیخ مبارک خضر ہے - زاد بوم تو آگرہ ہے - لیکن آپ کے عقیق کی کان بنی ہے ہندی نفس نین ہے علوم متداولہ اور غریبہ کی تحصیل پیر بزرگوار کی شاگردی سے کر کے چودہ سال کی عمر میں کمال کے درجہ کو پہنچے تھے - فارسی شعر گوئی میں خسرو کا سوز - سعدی کی ملاحیت اور حسن کا حسن - تمام اہل زمانہ کے اوپر وقف کر رکھتا تھا - اور ملک اشعر ہو گئے تھے - آپ کی ہمت نے دنیاوی طمطراق کو لوگوں کی فیض رسانی کے واسطے ہم پہنچا کر لوگوں کے کام میں رکھا و باقی نہیں رکھتا تھا - آپ کی طبیعت فطرۃً ایسی زکی تھی کہ رسمی علم کے لم ولا تسلیم کو حاصل کر کے کسی فن میں کوئی بات مشکل سمجھی ہی نہیں - آپ کی مٹھی تئید ستون کا خزانہ تھی - اور آپ کی زبان عاجزون کو سرمایہ دینے والی تھی - آپ ان صوفیوں میں سے ہیں - جو وحدت وجود کے مقرر ہیں - زمانہ کے ورق پر آپ کی بہت سی تصنیفات یادگار ہیں - یہ تصنیفات اس میرے بیان کی مستحکم دلیل ہیں -

منجد تصنیفات (۱) سواطع الالہام - ایک بے نقط تفسیر عزلی زبان میں ہے - (زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ ایسے مشکل کام کو مدت دو سال میں الحمد کے الف سے والناس کے سین تک انجام کو پہنچایا - اندازہ شناس طبیعت آپ کی دانش و بنیش کے درجہ کا قیاس تفسیر موصوفہ کے مطالعہ سے کسی قدر کر سکتی ہے (۲) موارد الکلم ایک رسالہ ہے غیر منقوطاً عربی میں بہت کچھ عجیب و غریب باتیں اس رسالہ میں درج ہیں (۳) دیوان غزلوں اور قصیدوں کا بارہ ہزار بیت سے زیادہ ہی زیادہ ہے (۴) خمسہ میں سے چار کتابیں تو یہ ہیں - (الف) مرکز ادوار (ب) نل و من (ج) سلیمان بلقیس (د) رزم نامہ اور پانچویں کتاب رسالہ ہزار رباعی ہے (۵) لیلادتی کا فارسی ترجمہ ہے - لیلادتی ایک رسالہ ہے ہندی لغت کے اندر عالم حساب میں جو بہت کچھ غرائب اور عجائب کو شامل ہے -

چونکہ مدت سے اپنی طرف متوجہ ہونا - اور بوقلمون نفس کی معرفت کے واسطے سرگرجاں میں حبکائے رکھنا آپ کو پسند تھا - اور خاموش رہنے کو اور نیز ایزدی صفات کے اندر تفکر کام میں لانے کو گویائی اور باتیں کرنے پر ترجیح دیتے تھے - اس سبب سے منجد خمسہ کے

بچہ ملی دو کتابیں باوجود شہنشاہی کوشش اور اہتمام کے انجام کو نہیں پہنچیں۔ شروع بیماری میں جو بازگشت اور تدارک مافات کا وقت ہے یہ رباعی کہی تھی۔ رباعی

دیدم کہ فلک چہ زہرہ نیست سنگی کرد	میرغ دلم از نفس شب آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمے درومی کنجید	تا نیم نفس برآدم تنگی کرد

اور اثنائے بیماری میں یہ بیت اکثر پڑھارتے تھے۔ بیت

اگر ہمہ عالم ہم آئند تنگ	بہ نشو و پایاں کے مورنگ
--------------------------	-------------------------

القصہ راقم گلزار نے آپ کے کسی قدر حالات جو لکھے ہیں۔ سنے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ اُن حالات میں سے لکھے ہیں۔ جو معائنہ کر کر اور پاس بیٹھ کر معلوم کئے ہیں۔ اور نیز جو تحقیق ہوئے ہیں۔

یاد شیخ برہان علوی

آپ شیخ وجیہ الدین احمد آبادی کے بہائی ہیں قدس سرہما گجرات سے برہان پور میں آکر توطن اختیار کیا تھا آپ کی بہت سی انگلیان مٹھی باندھنے سے دور رہیں۔ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا اور نیز دوسروں کی منفعت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا۔ یہ امور آپ کے ہاتھ کے ساتھ آسان تھے۔ آپ کے کارخانہ کا نقد و جنس بے دریغ تھا اور کسی شے کے ساتھ دبتگی آپ کے نہ افعال سے ظاہر تھی نہ اقوال سے۔ اس طریقہ سے زندگی بسر کر دی۔ اور وہ کمال آزادی کے ساتھ گزر گئی۔ خوابگاہ برہان پور

مصرعہ جانفش از آزاد رفتن شاد باد
یاد شیخ عبداللہ صدیقی شطاری آگرہ

آپ کمال الدین ہبلول ابن چاند۔ ابن جلیند۔ ابن محمد۔ ابن برہان الدین۔ ابن عزالدین محمود ابن نجم الدین احمد۔ ابن مولانا شمس الدین ہروی عثمانی کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے کسی قدر حالات اس طرح ہیں۔ نماز عصر کے وقت دو شنبہ کے روز تاریخ بارہویں ربیع الثانی ہجری سنہ نو سو چار کو آپ کی ولادت سے قصبہ سندیلہ میں بیحد خوشی ہوئی۔ چونکہ خدا طاہی کا جوہر آپ کے ساتھ تھا۔ ہندو نو سال کی عمر میں آپ کو پیر ارادت کا شوق پیدا ہوا۔ مخدوم شیخ صفی ساقی پوری کے مرید ہو گئے اور سو اہرے کی عمر میں کتابی عبادت کی تحصیل کے ارادہ پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور قصبہ گویا موہن شیخ امداد ابن سعد اللہ عثمانی کی خدمت میں پہنچے۔ جو مان کی طرف سے اپنے ہوتے تھے۔

اور صرف و نحو کا پڑھنا شروع کر دیا۔

شیخ بدرالدین بدایونی اپنے وقت کے قطب تھے۔ انہوں نے آٹھائے تعلیم میں خواب کے اندر تشریف لا کر آپ کو فرمایا۔ عبد اللہ تم چند روز ہماری خدمت سے حصہ لو۔ جب آپ بیدار ہوئے۔ تو بے قائل بدایون کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ بدایون میں پہونچنے کے بعد شیخ بدرالدین کا سراغ لگایا۔ کسی نے بتہ نہیں دیا۔ رات کے وقت ناامید ہو کر جامع مسجد میں اندیشناک سو گئے۔ پھر شیخ نے خواب میں فرمایا کہ فلان جگہ ہمارا روضہ ہے۔ وہاں آکر مجاور بنو۔ پس آپ ہللی چہہ دور کامل اعتکاف کے طور پر اُس قرار پاک پر رہے۔ اور بہرہ یاب ہوئے۔

اس اعتکاف کا انجام ہی تھا کہ خواجہ قطب الدین اوشی حشتی دہلوی نے خواب میں فرمایا۔ تم کو ایک سال ہمارے حلیہ میں رہنا چاہیے۔ صبح ہوتے ہی۔ دہلی کو روانہ ہوئے۔ چاشت کا وقت تھا۔ کہ قلعہ دہلی کے دروازہ پر پہونچے۔ شیخ معز الدین بخاری سے ملاقات ہوئی۔ وہ آپ کو اپنے گھر لے گئے جہاں مکان میں پہونچے تو مہمان کے ساتھ بہت کچھ مہربانی سے پیش آئے۔ اور فرمایا۔ اس شہر کے قطب نے تم کو میرے سپرد کیا ہے۔ تم اسی جگہ ٹیرو۔ روضہ کی خدمت کرتے رہو۔ اور اس خانقاہ کے مدرس سے سبق پڑھا کرو۔ نحو کا کافیہ۔ لب۔ اور ارشاد۔ یہ تینوں کتابیں۔ اسی جگہ پڑھیں اور ہمیشہ نماز عشا سے فارغ ہو کر روضہ متبرکہ پر جایا کرتے تھے۔ اور رات کو دن کر دیا کرتے تھے۔ فیض روحانیت سے روشنی قلب حاصل ہوئی۔ اور ایک سال بھی ختم ہونے کو آیا۔

حضور خاتم الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ عالم مثال میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ مولانا برہان الدین متانی حصار میں تمہارے پہونچنے کے منتظر ہیں۔ اُن کو درس میں جا کر تحصیل کمالات کرو۔ آپ نے تعمیل حکم کی۔ چند روز بعد جناب مولانا نے احمد آباد گجرات کا عزم فرمایا۔ آپ بھی ہمراہ گئے اکثر علوم غریبہ کی کتابیں اور تفسیر مولانا کی ملازمت میں رہ کر پڑھیں۔ اور شرح مواقف۔ شرح مقاصد الکلیات۔ اور نیز بعض دیگر ریاضی کے رسالے۔ شیخ وجیہ الدین احمد علوی شطاری کو درس میں نکالے۔ بزودی۔ ہدایہ فقہ۔ اور عندی یہ کتابیں۔ شیخ مبارک دانش منہ شطاری کو الیہ بھی کچھ سامنے حل کین علم حدیث اور اصول حدیث میر عبد الاول دولت آبادی کی تعلیم سے حاصل کیا۔ اور فصوص کی اجازت مولانا مصطفیٰ ارمی سے لی۔

بالآخر چوبیس برس کی عمر میں جب یہ تمام کمالات فراہم ہو گئے۔ تو ایک عجیب جذبہ پیدا ہوا
 تمام کتابیں لوگوں کو تقسیم کر کے بلخ ارم کے ایک گوشہ میں نفس بوقلمون کی اصلاح میں مصروف
 ہو گئے۔ چند عرصہ کے بعد اعلیٰ طلب اور انہی معرفت کا ایسا ہجوم ہوا۔ کہ تمام حواس اور قوی کو
 جکڑ بند کر لیا۔ اور ہر ایک کو اس کے کام سے معطل کر دیا۔ حضور خاتم النبوت کی طرف توجہ ہوئی علیہ
 من الصلوٰۃ المکملہ کسی مرشد کا پتہ بتا دین۔ جو نایابی کے در کا علاج کرے۔ اور جس کے
 نفس ہدایت سے طالب عرفان کے اعلیٰ مطلب کو پہنچ کر۔ صاحب بصیرت ہو جاوے۔ آخر کار
 حضور نے غوث الاولیاء کی خدمت کا راستہ دکھایا۔ حضرت غوث الاولیاء نے دو مہینے کے اندر۔
 مشرب عشقہ کے تمام اذکار۔ اور اشغال سکھا کر۔ انوار اور اسرار سے بہرہ یاب کیا۔ اور ہجری سنہ
 نو سو پچاس میں عید الضحیٰ کے عرہ کے روز آپ کو تمام خانقاہ نشینوں کا حلقہ بنایا۔ تمام صوفیوں
 کی حلقین آپ کے سپرد ہوئی۔ کامل دس سال تک ہمیشہ بتدی درویشوں کی تربیت آپ کرتے
 رہے۔ بتدی درویشوں میں سے جو شخص کمال کے درجہ پہنچ جاتا تھا۔ غوث الاولیاء کی خدمت
 میں عرض کر کے سند ارشاد لیکر اس کو دیدیتے تھے۔ اور کسی سمت کی رہنمائی کے واسطے احازت
 ہو جاتی تھی۔

اس اثنا میں غیبی حکام کے طواف۔ اور حرم سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی زیارت کے واسطے مامور ہوئے۔ مدینہ منورہ میں پانچ سال قیام کر کے کمال ریاضت میں منہمک
 رہے۔ اور ہر سال حج کے واسطے ہی آمد و رفت رکھی۔ پھر حکم عالی کے بموجب احمد آباد میں بازگشت
 فرما کر قیام پل ہوئے۔ کم و بیش پندرہ سال اس شہر میں گزارے۔ ہجری سنہ نو سو اکیاسی میں پیر کی زیارت
 کے واسطے گواہیا رہیں آئے۔ یہاں دو سال روضہ منورہ کی خدمت کی۔ بعدہ بفرمان پیر ہجری سنہ
 نو سو تراسی کے آغلذین دار الخلافۃ آگرہ کو جا کر مٹیا محل گلی میں حجرہ تجویز کیا۔ اور نماز عصر کے
 وقت درشنہ کے روز۔ تاریخ تیسویں جمادی الاول ہجری سنہ ایک ہزار دس میں عنصری منزل
 سے تدریجی مقام کو عروج فرمایا۔ آپ گوشہ نشین تھے۔ آشنا اور بیگانہ کے دروازہ پر مطلق نہیں
 گئے۔ اور اسی عبادت خانہ میں اپنی خواہش کے موافق خوابگاہ اختیار کی۔

آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔ (۱) سراج السالکین برسنن جواہر خمسہ (۲) اوراد صوفیہ (۳) رسالہ

صوفیہ (۴) انیس المسافرین (۵) اسرار الہیۃ (۶) شرح رسالہ غوثیہ (۷) رسالہ کنز الاسرار فی حال شقائق مثلاً
آپ کے بابرک کلمات میں سے نمونہ کے طور پر چند لکے جاتے ہیں۔ صوفی ایسا درخت ہے جس کو دانت
کی آندھی جنبش نہیں دیکھتی۔ اور ایسا بادہ نوش ہے۔ جس کو شراب محبت کے پیمانے نے متواتر
چڑھا جانا مست نہیں کر سکتا۔ دریا کو نوش کر جاوے۔ اور اس پر بھی عقل منقذ فریڈ کا نعرہ لگاوے۔ اور
اوس کی گرمی سے پسینہ کی نمی تک اس کی پیشانی پر نہ آوے (ویگر) فقیر کو چاہیے۔ کہ تو نگوں کی ہم نشینی
سے ہمیشہ گریز کرتا رہے۔ مینے مانا۔ کہ دنیا پرست کا مصاحب خواہ ایسا شخص ہو۔ جس کے افعال
حضرت بایزید کے جیسے ہوں۔ مگر یہ خوف ضرور ہے۔ کہ مرتبہ میں عام لوگوں سے نیچے ہو جاوے گا۔
اور اگر اغنیاء سے گریز کرنے والا خواہ فاسق ہی ہو۔ مگر یہ امید ہے۔ کہ بایزید وقت ہو جاوے گا۔ (ویگر)
صوفی کو چاہیے کہ بے آرام اور ترقی طلب ہو۔ کسی واردے کے سامنے سر نہ جھکاوے اور کسی منزل اور کسی
مقام پر آرام نہ لیوے (ویگر) راستہ چلنے میں جب یہ تین چیزیں فراہم ہو جاوین گی۔ بے شک سالک
ولایت کے کمال کو پہنچ جاوے گا۔ (۱) فردوسیوں کا سائز کیہ اور تصفیہ۔ (۲) سہروردیوں کی سی غذا
(۳) شطاریوں کی سی مشغولی۔ (ویگر) نفسانی کدورتوں کی شست و شو کرنے کے بدون صرف ریاضت
سے کشف و کرامت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اور مراقبات اطفال کے بدون فنا اور بقا کا چہرہ نظر نہیں آ سکتا
ہے (ویگر) جب تک سالک اپنی قید سے رہائی نہیں پاوے۔ تب تک واصلوں کے درجہ کو نہیں
پہنچ سکتا (ویگر) صوفی کا کام صرف اندیشہ کا تبدیل کر دینا ہے۔ اور بس۔ (ویگر) بتدی کو چاہئے
کہ عظمت کی آمد کو روکے تاکہ عرفان کے دروازے اس پر کشادہ ہوں۔ اور متوسط کو تحلف (خلافت آئی)
اور القیام مزدی ملت ہے۔ تاکہ وسط سے نکل کر منتی ہو جاوے۔ اور منتی کی سر غیر منتی ہے۔ (ویگر)
شریعت اور طریقت بمنزلہ مغربی و کبریٰ کے ہیں۔ اور حقیقت بجائے نتیجہ کے۔ جب تک سالک شریعت
اور طریقت کے آداب کے ساتھ آراستہ نہیں ہوتا ہے۔ تب تک حقیقت کے انوار اس پر جلوہ گر نہیں ہوتے
ہیں۔ (ویگر) ملاحظہ کے ساتھ اور مفہوم ملاحظہ کے ساتھ ذکر موجب کشایش ہوتا ہے۔ اور بدن اس کے
سبب ثواب کا۔ بس یہ باتیں سمجھ لی جائیں۔ آپ کے فرزند رشید شیخ عبدالنبی ہیں۔ مدظلہ بہت سے علوم
میں آپ کو کافی دستگاہ ہے۔ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار کے حالات۔ رسالہ جوامع کلام الصوفی میں جو انہیں
کی تصنیف ہے۔ مفصل لکھے ہیں۔ ناظرین کو چاہیے۔ کہ کتاب مذکور مطالعہ فرما دیں صحیح دے مطالعہ حال خوب نصیب تو

یاد شیخ ولی محمد

آپ قاضی زادہ احمد آباد گجرات کے بیٹے ہیں۔ کہتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو اکیاسی میں جب شیخ صدر الدین
 ذاکر جانیپانیہ سے غوث الاولیاء قدس سرہ کے مرقد کا طواف کرنے کے واسطے احمد آباد کے راستہ سے
 گواہیار کو روانہ ہوئے تھے۔ تب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ اُس وقت میں سلوک طریقت کی آرزو۔ آپ کے
 سر کے بال پکڑ کر شیخ ذاکر کی خدمت میں لے گئی۔ مگر بار کو چھوڑ کر اُس سفر میں آپ بھی ہمراہ ہو گئے۔ واپسی کے
 وقت منڈو (مانڈو) ہو کر شیخ ذاکر کا گزر ہوا تھا۔ بیان کے لوگوں کی محبت اور اس مقام کی سرسبزی اور شادابی زیادہ
 دیکھ کر حلقہ نشینی کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ چنانچہ تین چلے پورے کئے۔ جب وطن کا ارادہ کیا۔ تو شیخ محمد جلال
 کو راقم گلزار کی پدش کے واسطے۔ اور شیخ ولی محمد کو محمود العاقبہ کا رنج تنہائی مٹانے کے واسطے بیان
 رہنے کی اجازت دی۔ آپ نے چند سال اس شہر میں خدائے یکتا کی پرستش۔ اور اسباب کمال کی تحصیل
 کی۔ بعد ازاں رہنما شیخ محمد جلال کی اجازت سے روانہ ہو کر برہان پور خانہ بیس میں قیام فرمایا۔ ہجری سنہ
 ایک ہزار دس میں قسَم کنان لب کے ساتھ۔ جانِ گرامی کو رخصت کیا۔ راقم اور حافظ صالح اُس وقت
 برہان پور میں موجود تھے۔ اور آپ کے جنازہ کی نماز میں بہت سے ولایت شعار اصحاب شامل تھے۔

مجمع مجمع کن جمع درمن از دنیا زب

یاد شیخ ماکھو علیہ الرحمۃ

آپ حضرت غوث الاولیاء کے مرید ہیں۔ متاہل ہوئے پر دل ہنادہ ہو کر مسیح علیہ السلام کی طرح
 بعالم تجرد کو ہی کیا۔ زاد بوم گجرات۔ اور خواہ بگادہ برہان پور ہے۔ کسی سبب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور نہ توں تک
 توکل پر بسری۔ سرور و سعادت کے جلسہ میں عارفانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ خوش گلو اور داؤدی لہجہ قوالوں کو
 نسبت مستعدا دیکھ کر جدا اُن سامعین کے نامزد فرما دیا کرتے تھے جن میں رقت اور وجد کی استعداد
 پاتے تھے۔ اور آپ کی تجویز اور تدبیر سے حال پدش پاتا جاتا تھا۔ جو صوفیان ابن الوقت کا نواز
 ہے۔ اس بنیاد پر مذاق دوست اصحاب نے آپ کا نام وجد میں آنے والے درویشوں کی دایہ رکھ چھوڑا
 تھا۔ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی کہ ایک حسینہ عورت اسنو نام پر آپ عاشق ہو گئی آپ کی توجہ کی برکت

اور باطنی کشش سے محبوب کو توبہ کی توفیق ہوئی۔ اُس نے درویشی کے لباس میں اگر عاشق کی خدمت دل جان سے اختیار کی۔ اور آپ کی ہدایت۔ اور ارشاد کے بموجب راہِ صفا چلنا شروع کیا۔ آپ کے گلے میں داؤدی لہجہ تھا۔ والی خاندیس علی عادل شاہ۔ درویش دوست اور ولی شریعت تھا۔ زمین آباد میں جامع مسجد اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔ اس مسجد کی خطابت کا عہدہ والی خاندیس کی التماس کے بموجب چند روز کے واسطے اپنے قبول فرمایا تھا ہجری سنہ ایک ہزار دس میں جب کہ عرش آستانِ اکبر شاہ کے شکر نے خاندیس سے دارالخلافہ آگرہ کی طرف مراجعت کی۔ تو اپنے ہی واپسین سفر کا سامان باندھا۔ اور روانہ ہوئے۔ مصر ع متاعش راخدا بادا خریدار۔

یاد شیخ سران محمد بن بنانی

آپ کبھی اور وہی علم سے آگاہ۔ اور متداولہ وغیرہ علوم سے بہرہ یاب تھے۔ فرقہ خلافت حضرت غوث الاولیاء سے حاصل ہوا تھا۔ شیخ نظام گنجہ کے محزن پر ایک حقیقت آمیز شرح لکھی ہے۔ بلکہ یون کسانا موزون نہ ہوگا۔ کہ اس خزائن کے ناپید دروازہ کی مشکل کشا کنجی ارباب زمانہ کے حوالہ کردی ہے۔ ہجری سنہ نو سو بیاسی تھا۔ کہ اپنے احمد آباد سے خاندیس میں آکر زمین آباد میں گہر تجویز کر لیا تھا۔ تقریباً تیس سال تک درس اور تلقین کی راہ سے ارباب استعداد کو فیض پہنچایا۔ ایک روز راقم کلمہ ارسید احمد قادری کے ہمراہ بیت

تانا ناید فقر گا ہی روی خود را گل عذار

آنکہ گرداند تو نگر پیشگی راعفازہ کار

واپسین سفر کی بیماری میں آپ کی عیادت کے واسطے گیا تھا۔ رازگوئی کا جلسہ گرم ہوا۔ اور فرمایا اللہ موجود کا تصور بہتر ہے۔ یا اللہ موجود کا مینے عرض کیا۔ اللہ موجود کے معنی کا تصور کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے معنی میں احاطہ اور شمول زیادہ ہے۔ اس جواب کو آپ نے گوش قبول سمنا۔ اور خوش ہو کر فرمایا۔ تمہارے نہ آنے اور نہ پوچھنے سے مجھ کو کسی قدر گلہ تھا۔ اب آئندہ ایسا مناسب ہے۔ کہ ان دو تین روزوں میں میرے حال کے خبر گیران رہنا۔ اس گفت و شنید کے بعد تیس روزہ ماہ شعبان ہجری سنہ ایک ہزار دس میں عالم قدس کو روانہ ہوئے مصر بعالم نیست جز اللہ موجود۔

یاد سید حسین

آپ شیخ جلال بہتری کے چوتھے فرزند ہیں۔ حافظ۔ زاہد۔ عارف۔ اور درویش تھے۔ اکثر وقت

و داد تلامذت میں گزرتا تھا۔ گجرات سے ہجری سنہ ۸۵۰ میں خاندیس آئے تھے۔ بیان کے حاکم نے موضع جو کامہ میں دغلیف مقرر کر دیا۔ جو کامہ۔ پرگنہ جوہرہ میں ایک گاؤں ہے۔ آپنے اسی جگہ گوشہ نشینی اختیار کی۔ تیس سال خدا پرستی اور تنگداری میں گزارے۔ پرمادہ رجب ہجری سنہ ایک ہزار گیارہ میں محمد پور کو چلے آئے۔ موضع محمد پور سرکار سارنگ پور میں ہے۔ محمد پور کا جاگیردار اپنے وقت میں یکتا سے روزگار تھا ناہر خان نام تھا۔ آپ سے سابقہ شناسائی تھی۔ اور طبیعت بھی درویش دوست واقع ہوئی تھی۔ ان بزرگوار کی تشریف آوری سے جاگیردار نے بہت خوشی مانی۔

ناہر خان راے سلمدی کی نسل سے ہے۔ جو شمشیر بازی۔ جان بازی۔ سپہداری۔ دلیری۔ اور دلاوری میں اپنے زمانہ کا ایک ہی تھا۔ راجستھان کے قلعہ پر مع اُس کے مصنفات کے قابض تھا۔ چنانچہ اس کا قصد ہندوستان میں کمائی کے طور پر گاتے ہیں۔ اور ترانہ میں بجاتے ہیں تقدیری کرشمہ آگے باب جہان خان کو بندگان کی سز میں سے خاندیس کی طرف کینچ دیا۔ ناچار بیان پر قیام کی بساط بچھا دی۔ اور اس ملک کے امیران اعظم میں سے ہوا۔ ہجری سنہ ۸۵۰ میں اسی تھا۔ کہ بیان کے زمانہ روا کہ جہان خان کی نسبت ناراستی کا وہم پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے غصہ آیا۔ جہان خان کو سننے کی تاب نہ ہوئی۔ اپنے صاحب کے روبرو میان سے تلوار نکالی۔ اور چنید لوگوں کو خاک و خون میں ملایا۔ پرد والوں اور حاشیہ نشینوں نے جہان خان کو گیرا۔ اور کام تمام کیا۔ جہان خان کے بڑے لڑکے نے یہ دنگہ اور فساد دیکھ کر تمام خانہ نشینوں کو۔ اور چوٹی بڑی پردہ والی عورتوں کو گھر میں بند کر کے آگ لگا دی۔ اُس وقت میں ناہر خان کی عمر کم بیش دو سال کی تھی۔ ناہر خان کو وایہ اٹھا کر باہر نکالے گئے۔ بالآخر لوگوں نے پایا۔ اور اُس کو حاکم کے نزدیک لے گئے۔ ان ایام میں ایک حبشی بھی جہان خان نامی تھا۔ ایسا بامردت اور مرد شناس شخص تھا۔ کہ اُس کی مثل حبش کے ملک کا کوئی آدمی ہندوستان کی نظر میں نہیں آیا۔ باپ کی مناسبت ہمنامی کے لحاظ سے ناہر خان حبشی جہان خان کے سپرد کر دیا گیا۔ اُس نے اپنی فرزندگی میں بے کر پرورش میں پورا اہتمام کیا۔ جب زمانہ ہوش آیا۔ تو دانش مند استاد کے سپرد کیا۔ چند روز میں ناہر خان خوبصورتی اور نیک نشی سے آراستہ اور پیراستہ ہو گیا۔ سچان المدح بوسف ناموت کی نقاشی تھی۔ اگر بالفرض یعقوبی یا زلیخائی نظر عالم ملکوت سے عاریت لاکر نظر بازوں کی آنکھوں کو بخش دی جاوے۔ تو یہ لوگ پہلے ہی نظارہ میں محو ہو کر ایسے بے خود ہو جاویں۔ کہ دوبارہ خوبی دیدار دیکھنے

کی تاب اپنی دیرین عقل میں نپا دین۔ اور عجب عروسانہ مزاج کا بناؤ سنگھار تھا۔ اگر ہزاروں تماشائی دل اور آنکھیں۔ عالم وحدت کے دانشمندان کی راسے سے روشنی مانگ کر اس کی شائستگی کو عمیق نظر سے دیکھیں۔ تو بے انتہا اخلاق میں سے معمولی دریافت اور شناخت کے ایک شمع کو بھی نہ پہنچ سکیں۔ غوثی تعریف کا دروازہ مست کھولو۔ اور محفل واقعات نگاری کا دامن ہاتھ سے مست چھوڑو۔

القصد ناہر خان کے روشن ضمیر پیر شاہ لطیف محمد جو قطب عالم بخاری قدس سرہ کے ہاتون میں سے ہیں۔ مرید کے جمال پر فریفتہ ہو گئے۔ اور مرید ایک حسین اور خوش گلو مطربہ تحفہ نامی کی حسین آواز اور حسین صورت پر عاشق تھا۔ یہ عجیب بندہ ہے۔ جو یوسفی پیکر میں یعقوبی روح رکھتا ہے۔ اور ظاہر میں محبوب اور باطن میں محب ہے۔ اور راقم گلزار نے ان دونوں معشوقی آسمان کے شمس و قمر کی خوبصورتی پر آنکھ اور دل دے رکھا تھا۔ یہ تماشائی داستان بڑی لمبی چوڑی ہے۔ اس کے جواہر جہانگشا نظم و نثر کے ناگے میں پردے جا رہے ہیں خدا کرے انجام کو پہنچ جاوے۔ ہجری سنہ ایک ہزار و بیس میں جب عرش آستان اکبر شاہ کا لشکر برہان پور گیا۔ تو اس صوبہ کے جاگیرداروں کو دوسری جاگیر میں دیدی گئیں اس سلسلہ میں ناہر خان کو محمد پور میں مصافقات سازنگ پور مالوہ دیا گیا۔

نوجوان اور سعید ناہر خان نے سید کی تشریف آوری کو مبارک سمجھ کر جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ تمام مراسم ادا کئے۔ اور مسافر سید نے دنیا سے دل ہٹا کر ایک مہینے دس روز بعد تاریخ بارہویں شعبان میں نیاویں سفر کو آنجہانی سفر کے ساتھ دوش بدوش کیا۔ اور قصبہ کے کنارہ قبر بنائی گئی۔

مصحح بادا با سہامی احسن اختتام

یا وقاضی عبد القادر

آپ شاہ عبدالرزاق جنجھانہ کے مرید۔ اور خلیفہ۔ اور قاضی محمود کے بیٹے ہیں۔ قاضی محمود حاجی عبدالصمد اور شیخ عبدالغفور بولہ کے پوتے۔ اور شیخ امان اللہ پانی پتی کے چچا کے بیٹے بہائی تھے قاضی عبدالقادر نے علم تصوف کی تحصیل شیخ امان اللہ کی خدمت سے کی تھی۔ جوانی شروع ہوتے ہی سیاحی کی ہوا۔ سرزمین بھری۔ ہر ایک لباس بدل کر۔ ہر ایک ملک میں سیر و سیاحت کی۔ تین دفعہ حرمین شریفین اور بیت المقدس کی زیارت کر کے سعادت پر سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔ اثنائے سفر میں پیکر پرستوں کی وضع بنا کر انہوں کی بڑی بڑی پرستش کا ہون میں بہو پنچے۔ اور بیان ہی دریافت

حقیقت کام میں لائے۔ اور سفین میں کسی جگہ توشہ اور زاد راہ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ راستہ میں قدم عاشقانہ رکھ کر تمام دریاؤں اور جنگلوں کو چہان مارا۔ اس کے بعد اُجین مالوہ میں آکر چند سال گوشہ میں بیٹھے۔ بالآخر عظیموں کی عاجزی اور خواہش سازنگ پور مالوہ میں آپ کی اقامت کا سبب ہوئی۔ آپ کے عم مکرم۔ سازنگ پور کے قاضی تھے۔ اُن کی رحلت کے بعد منصب قضا آپ کے نام ہو گیا تھا۔ لیکن آپ کے دل سے بدستور درستی اور آزادی جوش کرتی رہی۔ اس سبب سے کئی دفعہ مسند قضا چھوڑ کر آپ آوارہ ہو گئے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا۔ کہ دس سال بعد دوست اور احباب بہت کچھ جست و جو کر کے دور دراز ملک سے گوناگون فریب دیکر پیر لائے تھے۔ المقصد کسی چیز کے ساتھ ذرہ برابر ہی نشان و لبثگی پایا نہیں جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی ذات کے سوا۔ کسی شے کی طرف آپ کی بہت کارُخ نہیں تھا۔ قدما کے عربی اور فارسی اشعار جو صوفیہ عبارتوں کے ساتھ آراستہ اور آشنا ہوتے تھے۔ فصیح الہیانی کے ساتھ اُن کی ایسی توجیہ کیا کرتے تھے کہ سننے والے وجد اور سلوک میں گرم ہو جایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ جس طرح آنے کے وقت آپ ہمہ نوع مجر د آئے تھے۔ اسی طرح بازگشت کے وقت بھی بدن لباس اور احساس سے۔ اور دل لعل اور خیال سے سبکدوش کر کے۔ عالم قدس کو روانہ ہو گئے۔ قاضی زندہ دل آپ کی رحلت کی تاریخ ہے۔ جس میں ایک ہزار گیارہ عہد نکلتے ہیں۔ شیخ عثمان پسر شاہ منجم بیان کرتے تھے۔ کہ تفسیر کا علم حفظ تھا۔ تشابہات کی تاویلات۔ ناسخ و منسوخ کی تقدیم و تاخیر۔ مشکلات کا حل۔ مجملات کا بیان اعراب کی تخصیص۔ تعلیم۔ اور وجوہ۔ حقیقت و مجاز کی شان نزول۔ اور قرآن کی عبارات اور استعارات کو خوب جانتے تھے۔ اور ہر جمیع کے روز جامع مسجد میں تفسیر قرآن بیان فرمایا کرتے تھے۔ جس میں مفسرون کے بہت سے قوانین کی رعایت رکھتے تھے۔ رحلت کے روز بھی حسب عادت مقررہ سورہ منزل کی تفسیر بیان کی۔ آپ کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ تھوڑی دیر وصیت فرمائی۔ بعدہ جس طرح کہ لکھا گیا۔ اس فانی جہان سے ملک بقا کو کوچ فرمایا۔ مصرع شکر ایزد کز جہان آزاد رفت پڑ

یاد شیخ مبارک صدیقی شطاری

آپ مرید توشیح جلال لوہانکی کے تھے۔ مگر فرقہ خلافت شیخ عبد الملک شطاری سازنگ پور مالوی سے حاصل تھا۔ شیخ عبد الملک خلیفہ وجیہ الملئہ احمد آبادی کے ہیں۔ آپ تصوف میں والی ملک

اور عفان میں صاحبِ عثم تھے۔ ہجری سنہ نو سو اکیاسی ہوا۔ کہ سنہ میں آئے۔ راقم کے رہنما شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت میں جوہر دعوت میکا۔ اور اجازت لی۔ چند چلے ہی گئے تھے۔ دعوت کے جزئیات اور کلیات کو عمل میں لائے۔ استغنا کی بنیاد بہت استحکام کے ساتھ رکھی تھی۔ کسی اہل حکومت سے روزمرہ نقد۔ یا کمیتی کی زمین قبول نہیں کی۔ تیس سال تک سنہ دو (مانڈو) میں رہ کر توکل کی نوشادر سے بیماری احتیاج کا معالجہ کیا اور ہجری سنہ ایک ہزار دس میں غنصری گودری۔ جسم کے اوپر سے اڈمارہ پینکی۔ خوابگاہ سنہ دو۔ مصرع مبارک باد ملک جاودانش؛

یاد شیخ علم الدین مجذوب

آپ رہتک کے باشندہ ہیں۔ آپ کی بات ایزدی تقدیر کا نسخہ تھی۔ ایک روز مولانا منکن مفتی ہم کے دور اس گھوڑے گم ہو گئے تھے۔ ہم ایک گاون سے رہتک سے بارہ کوس دور۔ چند روز بعد مفتی کے ہم نشینوں نے کہا۔ اس مجذوب سے گمشدہ مال کی حقیقت پوچھنی چاہیے۔ چونکہ گم ہونے کو ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ لہذا مالک مال کی رائے اجازت نہیں دیتی تھی۔ تاہم مفتی مجذوب کی ملازمت میں گئے۔ مجذوب جلدی سے پکار اٹھا۔ فلان دروازہ پر تلاش کرو۔ چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔ اور بیان سے گم گشتہ مال مل گیا۔ خوابگاہ رہتک۔ رحلت دسویں صدی کے اواخر میں مصرع

خرد قربان این دیوانگی بازو؛

یاد شیخ علی افغان

آپ ادیب مشرب میں چشتیہ سلسلہ کے مرید تھے۔ آپ کے پیر ارادت معلوم نہیں ہیں۔ کم و بیش پچاس برس تک مولانا میث افغانی کے روضہ کی مجاور رہے۔ سو برس کی عمر پائی۔ حسین مظاہر سے تعلق خاطر رکھا کرتے تھے۔ قلندر وں کی طرح تجرد میں زندگی گزاری۔ کسی مخلوق کی طرف احتیاج لیکر نہیں گئے۔ اپنے گوشہ سے بہت کم کہیں جانے کا اتفاق ہوا۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں راقم اُجین کو گیا تھا۔ تو اپنے کھلا بیجا۔ کہ مجھ کو پیری جنبش سے باز رکھتی ہے۔ لیکن شوق اور آرزو دل سے جوش مار رہے ہیں۔ ازراہ ترجمہ اگر آپ چند قدم چل کر فقیر کے حجرہ میں آویں۔ اور آرزو کا شعلہ فرد کرین۔ تو نامناسب نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اخروی سفر پیش آکر یہ گران۔ آزادی کو اذیت پہنچا دے میں حسب اشارہ ملازمت میں حاضر ہوا۔ تو بے انتہا شگفتگی اور خوشی دونوں طرف پیدا ہوئی۔ رحلت

کے وقت فرمایا۔ یہ درویش کی آخرین ملاقات ہے۔ چند روز بعد آپ کی رحلت کی خبر سننے میں آگئی۔

خوابگاہ روضہ مغیشہ قدس سرہما۔ مصرع باد جانش روشن از انوار عشق :

یاد شیخ کمال محمد عباسی

آپ کی ولادت احمد آباد گجرات میں ہوئی۔ شیخ حبیب الدین احمد علوی احمد آبادی کے شاگرد۔ اور نیز

خلیفہ ہیں۔ عالم۔ عارف۔ عابد۔ حافظ۔ اور محدث تھے۔ حدیث کی سند شیخ عبد الملک بن بانی سے

حاصل کی تھی ہجری سنہ نو سو بیاسی میں وطن سے خاندیس کے راستہ بھین مالوہ میں آئے تھے۔

یہیں گمر تجویز کر لیا۔ اور شیخ اولیا کا پوی کی لڑکی سے کہ خدا ہوئے۔ فتویٰ نویسی کا منصب ملا۔

کامل تیس سال اس مقام پر شرعی اور حکمی علوم کا درس دیا۔ اور مفتی پر روایات پر فتوے لکھے۔ بیکاری

کبھی آپ کے گرد ہٹک ہی نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ رات اور دن کی تقسیم آپ نے اس طرح پر کر رکھی تھی۔ رات

کا ایک ثلث حصہ باقی رہتا تھا۔ کہ اٹکر غسل کرتے تھے اور نماز تہجد کے اندر کبھی چہ اور کبھی سات پارہ قرآن

پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کی سفیدی نمودار ہو جاتی تھی۔ پھر دعائوں اور ذکر جبر سے فارغ ہو کر نماز صبح ادا

کرتے تھے۔ پھر وقت اشراق تک تلاوت کرتے رہتے تھے۔ نفل اشراق پڑھنے کے بعد زوال تک برابر

دس ویٹے رہتے تھے۔ پہاں سبق کے ساتھ کہنا کاتے تھے۔ پہر ایک گھڑی کے انداز سے قیلول

کر کے نماز ظہر کے واسطے اٹھ بیٹھتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد نماز عصر تک لوگوں کی مشکلات۔ فتویٰ نویسی

سے حل کیا کرتے تھے۔ پہر شام کے بعد درویش دوستوں کے ساتھ راز نقوت اور تحقیق کی باتیں کرتے رہتے

تھے۔ نماز عشا پڑھ کر اندر گھر میں چلے جاتے تھے۔ شب کے اولین ثلث تک آئندہ روز کے سبقوں

کے مطالعہ میں مشغول اور منہمک رہتے تھے۔ اور شب کے درمیان ثلث میں سے کچھ حصہ تو خانہ

نشینوں کے ساتھ۔ اور کچھ حصہ سونے میں صرف کرتے تھے۔ گیارہ سال کے آغاز سے چوں سال

تک اسی طریقہ پر زمانہ گزرا۔ ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں ایک خط فقیر غوثی حسن کے نام اس مضمون

کا بھیجا تھا۔ کہ بنیاد عمر نہایت نا پائدار ہے۔ اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ مشوق اس بات کو چاہتا تھا۔

کہ دوستانہ منڈو کے دیدار کے واسطے میں وہاں آؤں۔ لیکن موانع مانع ہوئے۔ اگر منڈو والوں

کو کوئی عذر مانع نہ ہو۔ تو سیر اربعین کرنی چاہیے۔ تاکہ باہم ایک دوسرے کا دیدار غنیمت سمجھ کر تھوڑی

دیر مل بیٹھیں۔ میں حسب التعمیر آپ کی ملازمت میں گیا۔ چند روز حقائق کی عید۔ اور معارف کا لفظ

رہا۔ بالآخر اسی سال کی دسویں شعبان کو دوشنبہ کی شب میں ہر شب کے معمول کے موافق جس قدر طاقت میں گنجائش ملی۔ معینہ معتاد میں مشغول رہے۔ راقم ہی اُس وقت حاضر تھا۔ دو کلموں پر وصیت تمام کی اور شب کے اخیر حصہ میں ناسوتی مجلس سے منہ پیر کر ملاو اعلیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ خواب گاہ اُسی دالان میں اختیار کی جس میں درس دیا کرتے تھے۔ مصرع یقین میدان کمال از ملک مارت۔

یاد شیخ تاج العاشقین پور عبد اللہ سندھی

آپ کا نام محمد ہے۔ زاد بوم برہانپور۔ اور شیخ شکر محمد عارف کے خلیفہ ہیں قدس سرہم حسن آواز پر۔ اور حسن سیرت پر شہید رہتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار ایک کے آغاز سے چار سال تک راقم مکرار آپ کی۔ اور مسیح زمان کی ہمسائیگی سے سعادت حاصل کرتا رہا۔ اس درمیان میں بار بار فرمایا کرتے تھے میں ایام طفلی میں مسیح زمان کا ہم مکتب۔ اور آغاز ہوش میں علوم عربی زبان کی تحصیل کے اندر ان کا شریک تھا۔ چنانچہ شباب میں ایک آنکھ کی مردم فریب نگاہ نے میرا قدم راستہ سے ڈگادیا۔ اور مسیح زمان کی ثابت قدمی گوناگون علوم کے دروازوں کی کنجی ہوئی۔ بالآخر عقلی علوم میں حکیم عثمان بوبکانی کی شاگردی۔ اور نقلی اصطلاحات میں شیخ طاہر یوسف سندھی کی شاگردی کی۔ اور شرح منازل السائرین۔ نقد نفوس۔ شرح گلشن راز۔ اور کسی قدر شرح مواقف مسیح زمان کے درس میں بھی نکالیں۔ ایک حسین منظر کے حسن پر عاشق تھا۔ کہ اس درمیان میں چلہ نشین ہو گیا۔ اور نفس نافر جام کی لڑائی کے واسطے کوشش کے لئے کمر باندھ ہی۔ ایک رات خواب کے اندر حقیقی معشوق کو مجازی محبوب کی صورت میں دیکھا۔

جس سال میں عرش آستان اکبر شاہ نے اپنے خاص نزول سے صوبہ خاندیس کو مزین فرمایا تھا اُس وقت میں دیرینہ حاکم خاندیس کی دوستی کی تہمت لگا کر آپ قید میں بھیج دئے گئے تھے۔ پھر چند روز بعد دوستوں کی عسائب تدبیر کی بدولت اس تیرگی سے نجات ملی۔ اس کے بعد دار الخلافۃ آگرہ کو روانہ ہوئے۔ قلیج خان نامی سردار۔ شانہ شاہ کے امراء کے اعظم میں سے تھا۔ اور عقلی و نقلی علوم سے آراستہ تھا۔ یہ سردار تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا۔ اور آپ کی خدمت کا بار ازراہ ہمت اپنے ذمہ لیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار گیارہ میں خان کا کوچ لاہور کو ہوا۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں غزوہ مجادی لاہور کو آپ پنجاب میں پیکر پرست راجپوتوں کی لڑائی کے اندر شہید ہو گئے۔

مصرع شہید و عاشق در ویش و دانا رفت از دنیا۔

یاد شیخ ابوسعید پور شیخ جگن کھت دوتی

آپ کی رسمی علوم کی تحصیل کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں عالم ناسوت کو رخصت کیا۔ ملا کلامی کاپی کے فصیح شاعر دن میں سے ہین انہوں نے آپ کے واپسین سفر کا سال مصرع۔
 فریاد زبوسید ثانی سے نکالا۔ ادا کہا۔ ابوسعید جو صحابہ کبار میں سے ہین رضی اللہ عنہ ان کی
 نس سے آپ کے ہونے نے نفا ثانی کو معنی ہی برابر کر دیا ہے۔ خواہ گاہ کاپی اپنے پدر بزرگوار کے
 مرقد کے پائین میں اختیار کی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

یاد شیخ کبیر برصہ مالوی دیپالپوری

آپ کے باب درزی۔ اور پیکر پرست تھے۔ آپ مان کے پیٹ سے ہی مجذوب پیدا ہوئے تھے
 خرد سالی میں یتیم ہو گئے مان پرورش کے زمانہ میں تنگ رکھتی تھی۔ اس واسطے قصبہ دیپالپور کے
 قاضی شیخ عبدالقادر نے آپ کی کفالت اپنے ذمہ لے کر کبیر نام رکھا۔ کم و بیش پچیس سال اپنی زاد بوم
 میں رہے۔ پھر ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں بیان سے چل کر دولت آباد میں جا رہے۔ جو دیپال پور
 چار کوس دور ہے۔ لوگ آپ کی خرق عادات بہت کچھ بیان کرتے ہین۔ راقم نے بھی بارہا آپ کا دیدار
 دیکھا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ آپ کی بچو دی میں آثار انبساط پاکر بہرہ یاب ہوا ہے۔ لیکن کوئی حرف
 یا کوئی حرکت ایسی ظاہر نہیں ہوئی۔ جو آپ کی خرق عادت پر محمول کیجا سکتی۔ یا راقم کے ہی علم میں نہ آئی
 ہو۔ ہجری سنہ ایک ہزار سورہ میں دنیا سے گزر گئے۔ مصرع دے پوشیدہ در تحت قبا بست۔

یاد شیخ مرتضیٰ

آپ سید محی الدین ابن سید یحییٰ گجراتی کے فرزند ہین۔ زاد بوم برودرہ (ڈرودہ) جہانک بڑا شہر
 ہے احمد آباد اور بہرچ کے درمیان میں۔ آپ والا ہمت۔ نیک نیت۔ درست عقیدہ۔ شفیقہ دل
 تجرید دوست اور پیر پرست تھے۔ آپ کے پیر بیت سید کا لے شطاری برودرہ والے تھے۔ جو غوث الاولیاء
 کے خلفائے کرام میں سے ہین۔

القصہ آپ نے حقیقی رہنما کی حبت و جو میں وطن سے سفر اختیار کیا۔ اور دوران سفر میں
 گزر برمان پور پر ہی ہوا۔ تقدیر میں لکھا تھا۔ جس کے بموجب شیخ شکر محمد عارف کی ملازمت سے فیض

حاصل کیا۔ شیخ شکر محمد عارف کی رحلت کے بعد سادات کی تلقین مسیح القلوب کے ہاتھ میں آئی۔
 مولیٰ کے عشق میں بے انتہا آرام پاتے تھے۔ اور نیز حقیقۃً فریفتگی تھی۔ چند چلے گئے۔ اور خلوت میں
 بھی بیٹھے اس آرزو میں کہ کیا چوٹے اور کیا بڑے جملہ سادات کو ایزدی محبت نصیب ہو۔ چونکہ فنا فی الشیخ
 کے مقام میں کمال استغراق تھا۔ اس واسطے آپ نے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کو اپنے مرشد کے حلیہ
 میں عالم خواب کے اندر شاہدہ کیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار دو میں عنصری عالم سے ملکر ت آباد کو کوچ
 فرما گئے۔ خواب گاہ برہان پور میں شیخ ہیکاری قدس سرہ کے حظیرہ کے روبرو اختیار کی۔ ملا یونس
 سلمیٰ کہتے ہیں پچھلے لوگوں میں تو سلطان ابراہیم ادہم نے دائرہ ترک میں قدم رکھا تھا۔ اور اس
 زمانہ میں سید یحییٰ برودرہ والد بنجودی کا راستہ چلے ہیں۔ مصرع خسرو ملک بے نیازی بود۔

یاد شیخ نصیر خان

آپ ترض خان کے بیٹے۔ اور میان جموجی کے داماد ہیں۔ آپ کے آباد اجداد۔ سپہداری وضع کے
 اندر پر گنہ گجرات میں رہتے تھے۔ جس سال میں فرمان رواے اقلیم اکبر شاہ۔ گجرات فتح کرنے میں کامیاب
 ہوا۔ اسی سال آپ خاندیس کی طرٹ چلے گئے۔ اور آہستگی کے ساتھ ترک اور تخرید میں کمال پیدا کر کے
 توکل اختیار کیا۔ بیان تک ہوا۔ کہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ اور کسی سبب پر دل نہاد نہیں
 ہوتے تھے۔ نیستی اور گرسنگی کے ذریعہ سے دل کے اندر فروغ بڑھاتے تھے۔ آرزو اور حرص کا دروازہ
 آشنا اور بیگانہ دونوں کے لئے مقفل رکھتے تھے۔ بہت کچھ بہاگ دوڑ کے بعد خوش قسمتی نے میان
 جموجی کی ملازمت کی طرف آپ کی رہنمائی کی تھی۔ احیاء العلوم کے مطالعہ پر عاشق تھے۔ اداسی پیمانہ پر
 اپنے اندرونی اعتقاد اور بیرونی اعمال کو جانچ لیا کرتے تھے ایک روز آپ نے مسیح زمان کی خدمت میں عرض کیا
 دنیا کا ترک کرنا۔ حقیقت فہمی کی رو سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ میں گجرات مقام پر
 مغلوں میں نہیں گیا تھا۔ تو سپاہیانہ وضع ترک کر کے رہائی پائی تھی۔ اب رویشی کا سبب اُس نذر کا ایفا
 ہے۔ جس روز آپ نے اخروی سفر اختیار کیا ہے اُس روز خداوند ہر دو عالم شیخ حبیب الدین علوی گجراتی
 کے بہائی کے بیٹے شیخ محمد مبارک الدین فرماتے تھے۔ آج کے روز شیخ علی متقی دنیا سے جمال تقویٰ گور
 میں اپنے ساتھ لے گئے۔

مصرع گوراد پر نور تقویٰ باد تا روز جزا

یاد شیخ عبداللطیف پور ملک شاہ گوری

معرفت حقیقت - صفا - اور صلاح ان جملہ صفات کے آپ مالک تھے - آپ کے حالات
 اصلاح الناس حافظہ صالح محمد نے بہت کچھ بیان فرمائے تھے - اُن میں سے کسی قدر حالات جو یاد ہیں
 وہ یہ ہیں - آپ کی زاول بوم نروال ہے - بنو زاپ کا زمانہ ہوش بنین آیا تھا - کہ پدر بزرگوار کو حج فرما گئے - چند روز
 بعد قلعہ اطلبی کی شورش آپ کے سر میں پیدا ہوئی - اور اسی اثنائیں شیخ صدر الدین محمد شمس ذاکر جانی پانی پوری
 کی ہدایت کا شہرہ سننے میں آیا - لہذا قلعہ جانی پانی میں آکر خواہان ہدایت ہوئے - شیخ صدر الدین کی ملازمت
 سے درویشی اور صفا کا طریقہ حاصل کیا - اور ریاضت کے ذریعہ سے نفس کی گوشمالی کر کے - مرتبہ
 کمال کو پہنچے - ہجری سنہ نو سو ستر میں اجازت ملی - کہ حضرت غوث الرحمن کے مقدس روضہ
 کی آستانہ بوسی کے واسطے آپ کو ایارہ کو جاوین - اثنائے راہ میں جب نارنول پہنچے - تو
 شیخ نظام ابن شیخ عبدالکریم نارنولی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے - جب بیان ماجرا ہوا - تو سفر کا
 مقصد بھی دریافت کیا گیا - جواب دیا - حضرت غوث الرحمن کے مرقہ مبارک کی زیارت کا شوق سر میں
 ہوا ہے - یہ تقریب پا کر صاحب مکان نے کسی قدر اپنی کیفیت بیان کی جو آغاز سیر و سلوک میں
 پیش آئی تھی - اس ضمن میں تقریر شروع کی کہ ”فقیر نظام چند مدت تک غوثیہ خانقاہ میں کلبہ نشین
 رہا تھا - حضرت غوث الرحمن کی عنایت سے بحسب ظاہر و باطن بہت کچھ فیض پایا - اور آپ کے
 بار احسان کے نیچے میری گردن ہمیشہ دلی رہے گی“

القصۃ شیخ نظام سے رخصت ہو کر دہلی میں پہنچے - اس شہر ولایت کے مشائخ کی ملاقات
 اور مقابر کی زیارات کو قدس الہام سرار ہم اپنے حسن نیت کی علامت سمجھ کر عنایت جاتا - پھر
 دہلی سے دار الخلافہ آگرہ میں آئے - بیان پر حضرت غوث الرحمن کے صاحب زادہ شیخ منیار الہ گشت
 رکھتے تھے - ان کی مشکل کشا خدمت کے فیض سے بہت کچھ شرف اور سعادت کا حصہ لیا - جب
 مخدوم زادہ کی اجازت لیکر گویا رین پہنچے - تو اپنے گواہ رخاہ و روضہ پاک کے آستانہ کی خاک پر
 رگو کر اس میں آفتاب کی سی روشنی پیدا کی - اور حظیرہ کے گرد گردہنے والوں کی مصاحبت سے
 کامیاب ہو کر مقام سنیچر امین ذکر اور فکر کے ساتھ متواتر دو چلے کینچے - سنیچر پہاڑ کے دامن میں ایک

غار ہے۔ گوالیار کی عمارتوں سے سات کوس دور۔ اور حضرت غوث الرحمن ہی ابتدا سے سلوک
 میں اُسی جگہ چلے نشین ہوئے تھے۔ اُس مقام پر چند حجرہ۔ چبہ۔ نہر۔ حوض۔ اور سایہ دار
 درخت ہیں۔ جب چلے سے فراغت ہوئی تو باحقیقت سجادہ نشین شیخ عبداللہ سپر غوث الاولیا
 کی ملازمت سے اور نیز دیگر با عظمت مجدد و مزا دون اور خلفا کی خدمت سے واپسی کی اجازت لی۔
 آپ کی ہمت کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مرشد کی قدم بوسی حاصل کی جاوے۔ چنانچہ جانپانیر میں ہو چکر کا میا
 ہوئے۔ جب شہر جانپانیر ویران ہونا شروع ہوا۔ تو آپ شہر بردہ (برودہ) میں چلے گئے۔ یہاں پر
 صاحب مکان اور کد خدا ہوئے۔ ایک دفعہ اور ہجری سنہ نو سو چوراسی میں مالوہ کے راستہ سے
 گوالیار کی طرف کا احرام باندھا تھا۔ جب منڈو (مانڈو) میں ہو پئے۔ تو آپ کے قدموں سے راقم
 کے ہما نخانہ کو بھی شرف صفا حاصل ہوا تھا۔ اس کے بعد بقیۃ العمر اپنے مجرہ سے سیو سفر کا عزم
 آپ کی خاطر میں کبھی آیا ہی نہیں۔ اور توکل و تسلیم میں خوش رہ کر شاد و پیشانی کے ساتھ ایقات گوی
 کی۔ مگر مسیح الاولیا کے دیدار کا غوق آپ کو ایک دفعہ برہان پور کی طرف دامن کشان لے گیا تھا۔ اور
 حسن اتفاق تھا۔ کہ ان ایام میں فقیر ہی اُسی جگہ موجود تھا۔ چند روز دوستانہ گفت و شنید کر کے۔
 اپنے وطن کو لوٹ آئے۔ یہ آپ کا محققانہ کلام ہے۔ فرماتے تھے۔ سلوک کے جنگل میں غلے سے
 کرنے والوں کو مرشد کی جنت جو میں بھاگ دوڑ کر ناسیر الی اللہ کی منزلین ملے کرنے میں داخل
 ہے۔ اور مرشد کامل کامل جانا سیر مذکور کا واسطہ ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں جہانی تنگ
 کوچہ سے روحانی وسعت آباد کو روانہ ہوئے خوا بگاہ بردورہ (برودہ) مصرع

ساکب مالک طریقت بود

یاد شیخ پیر محمد

آپ عبدالحکیم ابن شیخ جلال محمد قادری برہانپوری کے بیٹے ہیں۔ نفعیات و دانش مندی
 اور صلاح و پرہیزگاری کے چشمہ تھے۔ شیخ یوسف مفتی بنگالی۔ استاد شیخ وجیہ الدین احمد
 علوی احمد آبادی کے تمام شاگردوں میں مقدم اور پیش رو تھے۔ ان کے درس میں آپ نے التزام
 کو کے رسمی علوم تحصیل کئے تھے۔ جب تکفیل تمام ہو گئی۔ تب سے لیکر واپسین نفس تک سلسلہ
 درس کا۔ اس روش کے ساتھ جاری رکھا۔ کہ نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد شام تک طلبہ

کے درس دینے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے مدرسہ میں کبھی تعطیل نہیں ہوتی تھی۔ بہت سے لوگ آپ کی خدمت سے عالم ہوئے۔ ایک روز والی ملک خاندیس نے آپ کو بے انتہا تعظیم کے ساتھ اپنی مجلس میں تشریف آوری کی تکلیف دیکر۔ یہ بات درمیان میں لایا۔ کہ بادشاہی خواہش یہ ہے آپ جیسے لوگ ملازم حضور ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ میں ایسے گروہ کی خدمت سے جو علم کا حاجت مند ہے۔ اپنی اوقات میں فرصت نہیں پاتا ہوں۔ جس سے فرصت کے وقت پیشگاہ خداوندی میں اپنے تئیں پہنچا سکوں۔ لہذا جس طریق سے تمام عمر گزری ہے۔ اسی طریق سے اگر مجھ کو حکم آزادی رہے۔ تو مراجم خسروی سے بعید نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔ ہم ہر روز آپ کو بلانا نہیں چاہتے ہیں۔ نہ فقرا کے افادہ سے باز رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ جب کبھی موقع سے طلب کی نوبت پہنچے۔ تو حاضر ہونا چاہیے آپ نے اس فرمانے کا جواب خاموشی میں دیکر گفت و گو کا سلسلہ ختم کیا۔ مسیح القلوب کہتے ہیں۔ کہ آپ دوسری بار۔ والی ملک کے دولت خانہ پر نہیں گئے۔ اور میرے پاس آکر ظاہر کیا۔ اس شرم سے کہ میں بادشاہوں کے دربار میں ہوا یا ہوں۔ دینی دوستوں کے روبرو نہیں ہو سکتا ہوں۔ کہتے ہیں۔ بہت مدت نہیں گزری تھی۔ کہ والی ملک اور نیز آپ دونوں فانی جہان سے۔ جاودانی سراے کو چلے گئے ارباب عبرت و قیاس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ کہ سعید دولت مندوں کو۔ اگر خلوت آشنا درویشوں کی صحبت کی آرزو پیدا ہو۔ تو اجازت مانگ کر خود ان کے گھر جانا چاہئے۔ اپنے گھر قدم رنجہ فرمانے کی ان کو تکلیف نہیں دینا چاہیے۔ نعم الامیر علی باب الفقیر ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں دنیا سے چلے گئے۔ خوابگاہ برہان پور۔

یاد شیخ عبداللہ ابن شیخ حبیب الدین احمد آبادی

آپ کی ذات میں تمام عقلی و نقلی علوم جمع تھے۔ کبھی اور کشفی دقیقے آپ سے حل ہو جایا کرتے تھے۔ ملک و ملکوت (عالم شہادت اور عالم غیب) کے حقائق کا جلوہ آپ کے اوپر ہوتا تھا۔ عالم مصوری اور عالم معنوی کی معرفت حاصل تھی۔ اور نیز اپنے پند بزرگوار کے ظاہری کمالات اور باطنی خزانوں کے وارث تھے۔ کم و بیش دو قرن آپ کے والد ماجد کی درس کا زمانہ ہے۔ اس مدت میں ایک گزری بھی خدمت اور حضور سے جدا نہیں ہوئے۔ ہمیشہ باپ کی کام بخش دانش و بنیش سے فائدہ اٹھایا

اور ہر دو جہان کی فلاح اور معرفت حاصل کی۔ کتے بین۔ جب اسکان کی عارتی چادر اوتار پھینکنے کا وقت وجہ الملک کا نزدیک آ پہونچا۔ تو انہوں نے خرقہ خلافت اور فرمان اجازت آپ کو عندلیت فرما کر ظاہر اور معنی اپنا جانشین کیا۔ جب آپ مندر پر جلوس فرما ہوئے۔ تو عنصری پیکر کو بیان تک اگلا لایا۔ اور روحانی لطیفہ کی پرورش اس حد تک پہونچائی۔ کہ آپ کے قوتِ یومیہ کے واسطے مرن شربت کا ایک پیالہ۔ اور مصری کی ایک ڈل کفایت کرتی تھی۔ سبحان اللہ ان دونوں بزرگوں میں عجیب یکتائی اور یگانگی تھی۔ کہ کوئی مقیم یا کوئی مسافر یہ معلوم نہیں کر سکا کہ مقام دوسرے جانشین کے سپرد ہو گیا ہے۔ وہی سابقہ روش جاری تھی۔ ایک شخص تاش بیگ نام۔ سعادت مند و جہان نواب کا سیاب اعظم خان کے پرانے ملازموں میں سے ہے۔ اور وہ آج کل آپ کی خدمت کی برکت سے سرداری کے درجہ کو پہونچ کر شہنشاہی منصب داروں میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کا بیان ہے۔ جس سال نواب نے اطرافِ سورت کی فتح کے واسطے لشکر کشی فرمائی تھی۔ تو وہاں پر ایک عظیم جنگ ہوئی۔ لشکروں کے مقابلہ میں مجاہد وقت تنگ ہوا۔ تو میں نے درست اعتقاد اور صادق نیت سے شیخ عبداللہ کی یاد اپنے دل میں کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہنگامہ فرو ہونے کے وقت تک آپ کی صورت شریف کو میں اپنے گرد ہر وقت دیکھتا رہا۔ خلاصہ کلام۔ کہ آپ کی نگہبانی کی برکت سے میں میدان جنگ سے جہان سو جان میں ایک جو کی برابر ہی حیثیت میں رکھتی تھیں۔ سال اور غانم نکل آیا۔ اور مقابلہ لڑنے والے پر فتح پائی۔ روایت ہے۔ کہ صادق محمد خان کا ایک عمل ہوتا وہ خیانت کی قہمت میں ماخوذ ہوا۔ اور قید خانہ میں بیچ دیا گیا۔ اس کا ایک بہائی تھا۔ جو ہمیشہ شیخ کی خدمت میں آتا جاتا تھا۔ وہ اپنے بہائی کی رہائی کے واسطے فاتح کی اتنا س کہا کرتا تھا۔ چونکہ تمام کاموں کا ہونا اپنی اوقات پر منحصر ہے۔ اس واسطے اپنے کوئی دعا نہیں کی۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی۔ ایک روز بے موسم کا ایک سبب شیخ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ سبب شیخ نے قیدی کے بہائون کو دیا۔ اہ فرمایا۔ ملازم قیدی کے پاس پہونچا دو۔ ہنوز اس نجات بخش مسیوہ کی خوشبو قیدی کے دماغ میں نہیں پہونچی تھی۔ کہ صادق محمد خان نے کمال نرمی اور مہربانی سے اس کو یاد فرمایا۔ اور کہا۔ یہ بیچارہ یوں ہی ناحق قید خانہ میں پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وقت بیڑیان پانوں سے کاٹ کر حاضر کیا گیا۔ اور ایک عمدہ خدمت اس کا دی گئی۔ مصرع آفتاب معرفت یک لمحہ رخسار دوست

یاد شیخ منور

آپ عبد المجید ابن عبد الشکور ابن حاجی سلیمان - ابن اسرائیل کے بیٹے ہیں - اپنے جد بزرگوار کے مرید تھے - صورت اور سیرت میں دل فریبی - اور بیان میں اور نظریں دلربائی بہت کچھ تھی - اکثر علماء زمانہ کے جلسہ میں اپنی حسن تقویٰ سے امر مناظرہ کو تردد کے الجھاد سے نکال کر تحقیق کے درجہ کو پہنچا دیتے تھے - جب میر فتح اللہ شیرازی بیجاپور دکن سے عرش آستان اکبر شاہ کے فرمان کے بموجب دار السلطنہ آگرہ میں آئے - تو ایک روز شیخ منور سے بھی عقل و دانش کی باتیں ہوئیں - بہت سی پرانی لانیل باتیں آپ کی موشگافی سے راہ راست پر آگئیں - شیرازی عالم نے آپ کی تعریف میں فرمایا - سیر ہند کرتے ہوئے ایک مدت گزر گئی - اس مدت میں آج شیراز کی ہلک آرزو مند دماغ میں پہنچی ہے - کہتے ہیں - قبل اس کے - کہ فرمان روا سے اقلیم کی ملازمت میں آپ داخل ہوں - چوالیس سال برابر تمام کتب متداولہ کے درس کو اپنے جوہر بیان سے - آرائش بخشے رہے - باوجودیکہ فتویٰ نگاری کا بڑا باری وزن آپ کی گردن پر تھا - لیکن درس کے واسطے جمعہ کے روز بھی تعطیل نہیں کرتے تھے - کہتے ہیں - عزیز الحق شیخ عبد الغفری دہلوی کے بڑے بیٹے شیخ قطب عالم کو سیاحی کا بڑا شوق تھا - اور اس شوق نے ان کو قلندرانہ لباس پہنا کر سفر کے سلسلہ میں ڈال دیا تھا - جب شیخ قطب عالم لاہور میں آئے - تو ایک روز تماشائیوں کے طور پر سنوری درس گاہ میں بھی گزر ہوا - چونکہ علم کا مزہ چکھا ہوا تھا - آپ کی شیوع بیانی پر فریفتہ ہو گئے - فقہ کوتاہ - وہ ایک لمحہ کا عبور - دل دادگی کا سبب ہوا - اور ملوچ اصول فقہ کا سبق شروع کر دیا - چند سال کے اندر ظاہری فیض و فضل کا سرمایہ بہت سا جمع کر لیا - اور کمال کے معیت میں اپنے وطن کو معاودت فرما کر آبائے کرام کے طریقہ کو رونق بخشی - اور سجادگی کا چراغ روشن کر کے روز افزون اس کی روشنی بڑھائی -

شیخ منور کے بیٹے شیخ کبیر کہتے ہیں - شمس الدین علی گیلانی کو اکبر شاہی عنایات سے حکیم الملکی کا خطاب تھا - مولانا شاہ محمد شاہ آبادی کی طرف اپنی شاگردی کی نسبت کرتے تھے - ایک روز موقع آگیا - تو حضور شاہنشاہی میں عرض کیا کہ تفسیر پیٹھادی پر - اور نیز دیگر تفسیرات کتب پر - شاہ آبادی ہتھار کے لایدفع اعتراضات ہیں - اکثر علماء نے زمانہ سے صل اعتراضات کے میدان میں جواب کی

ڈھال، وزلو اور۔ کمر سے کہول کر کہ دی ہے۔ اس طرح سے شاہ آبادی استاد سب پر غالب آئے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ شاہنشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ علما کا جلسہ فراہم کر کے اس تقریر کو درست اور صاف کرنا چاہیے چنانچہ عقلموں کے امتحان کا جلسہ قائم کیا گیا۔ گیلانی نے کہا۔ اِذَا بُنِيَّ اِبْرَاهِيْمَ رَبُّكَ يَكْلِمُ آتِ خَائِمُنْ بِهَا اس آیت کی تفسیر پر اعتراض ہے۔ شیخ منور نے معترض سے اعتراض کی صورت دریافت کی۔ اور اثنائے بیان میں جواب دیا۔ کہ عنمیر کے راج اور مرجع کے متعین کرنے میں تساہل ہمارے۔ اگر کیا کسا جاوے گا۔ تو اعتراض پیدا نہیں ہوگا۔ اور مراد میں بھی غلط واقع نہ ہوگا۔ حکیم الملک نے نامنصفانہ جانب داری کی۔ اور تقریب پر نظر کر کے ایسی گفت و گو کی جو حد ادب سے متجاوز تھی۔ شیخ منور نے شہنشاہ سے بذریعہ قرعہ حکم کے واسطے التماس کیا۔ قرعہ قاضی صدر الدین لاہوری کے نام سے نکلا۔ قاضی نے بیضاوی کی عبارت۔ اعتراض۔ اور جواب۔ ان تمام باتوں کو منصفانہ نظر سے دیکھ کر فرمایا۔ آج کے روز اگر قاضی ناصر الدین بیضاوی موجود ہوتے۔ تو شیخ منور کی دور بین طبیعت کی داد دیتے۔ یہ معما کی مثل نمائش کی بات بدون تعین اسم کے اس واسطے لکھی گئی ہے۔ تاکہ فنون اور علوم کے اندر شیخ منور کی دقیقہ شناسی اور سخن آفرینی ظاہر ہو جاوے۔ کہ مجلس علم کی ہم نشینوں کے مقابلہ میں کس درجہ برتری۔

ہجری سنہ نو سو پچاسی میں آپ کو صدارت صوبہ مالوہ کا عالی قدر منصب عطا ہوا علماء ارباب ریاضت۔ اور عاشق مزاجوں کے ساتھ اس عہدگی سے پیش آئے۔ کہ تمام لوگ اوقات اجابت میں۔ آپ کے لئے دعائے خیر کے واسطے آسمان کے سامنے ہاتھ پھیلاتے تھے۔ اور چند سال تک سازنگ پور مالوہ میں قیام فرما کر اس صوبہ کو طالبان علم کو فیض پہنچایا۔ ہجری سنہ نو سو پچانوین میں عضد الدولہ علامہ عصر میر فتح اللہ شیرازی کو جو صاحب دانش ملا میرزا جان کے ہمدرس۔ اور میر غیاث الدین منصور کے بالواسطہ شاگرد مشہور تھے۔ صوبہ مالوہ کا منصب صدارت ملا۔ جب میر فتح اللہ سازنگ پور میں پہنچے۔ تو شیخ منور نے مقدمہ طوابع کی شرح علامہ کے سامنے پیش کی جس کو خود عقیم اور منہج اشکال کے مطالب میں لکھا ہے۔ اور جس کو وہ اپنی سخن آفرین طبیعت کا نتیجہ فکر سمجھتے ہیں۔ دو سہ روز علامہ نے فرمایا۔ میں نے اس باب میں چند باتوں کا مسودہ کیا ہے جن سے جواب پر اعتراضات واقع ہوتے ہیں۔ کسی شخص کو میرے ہمراہ کر دیجئے۔ میں ان کو

صاف کر کے۔ اُس شخص کے ہاتھ خدمت میں پہنچ دوں گا۔ شیخ کا بیٹا ہوا شخص۔ دو تین منزل گیا۔ اور بے جواب واپس آیا۔

تحصیل علوم میں آپ کے پاس سندھالی تھی۔ آپ کے خالو شیخ سعد اللہ۔ اپنے وقت کے عالم اور خدا شناس تھے۔ آپ انہیں کے شاگرد ہیں۔ شیخ سعد اللہ کے حالات کسی قلم اس گزرا۔ میں تحریر ہو چکے ہیں۔ دیگر یہ ہیں کہ شیخ سعد اللہ نے تحصیل علم کا آغاز ہی کیا تھا۔ کہ اپنے پدر بزرگوار شیخ ابراہیم جامع کی شاگردی میں داخل ہوئے۔ پھر جب پدر بزرگوار کو آخری سفر پیش آیا۔ تو بقیہ تحصیل دار السلطنت لاہور میں آکر مولانا عبدالرحمن ملتانی کے درس میں تمام کی جن کو ثانی امام اعظم کہتے ہیں مولانا عبدالرحمن۔ اپنے والد ماجد شیخ عزیز اللہ کے شاگرد ہیں۔ اور شیخ عزیز اللہ نے باتفاق شیخ ابراہیم جامع۔ جامع کے پدر بزرگوار مولانا فتح اللہ کی خدمت سے تحصیل علوم کی تھی۔

شیخ جمالی کنبو نے سیر العارفین میں مولانا فتح اللہ کی بہت کچھ تعریف لکھ کر تحریر کیا ہے۔ کہ میں نے مولانا کو۔ اور مولانا کے بیٹے جامع کو دیکھا ہے۔ اور ان کے درس کے جلسہ میں آمد و رفت رکھی ہے۔ اُس زمانہ کے تمام فضلاء مولانا کے ساتھ مستفیدانہ تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھتے تھے اور مولانا فتح اللہ۔ مولانا سناؤ الدین شیرازی کے شاگردوں میں سرگروہ تھے۔ مولانا سناؤ الدین۔ میر سید شریف جرجانی کے شاگرد ہیں۔ شیخ سعد اللہ کی تحقیقات یہ ہے۔ کہ مولانا فتح اللہ نے دہلی میں ہی مولانا موسیٰ جعبری سے بہت سے علوم اور فنون حاصل کئے۔ اور انہیں کی اجازت سے درس کی مسند کو اپنے جلوس سے آرائش بخشی تھی۔ مولانا موسیٰ جعبری۔ علامہ تقی زانی کے بزرگ شاگردوں میں سے ہیں۔

مصنفات منوری کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) شرح طوابع (۲) شرح بدیع البیان مسمیٰ بہ حقائق البیان (۳) رسالہ موسوم بہ حق صبیح۔ یہ رسالہ سب کنندگان رسول علیہ السلام کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارہ میں ہے۔ العیاذ باللہ اور رسالہ مذکور۔ رسالہ مخدوم الملک مولانا عبداللہ لاہوری کی رد میں لکھا گیا ہے۔ جس میں مذکورہ بالا سیاہ باطن جماعت کی توبہ کا قبول ہونا ثابت کیا گیا ہے (۴) شرح قصیدہ بردہ۔ (۵) تفسیر دررا المنظر فی ترتیب آلاء اللہ الکریم (۶) تعویب بحر الموانع تفسیر قاضی شہاب الدین۔ پانچ برس گواہی کے قلعہ میں آپ قید رہے تھے۔ اس مدت میں ان کی

تفسیر دن کا مسودہ کر لیا تھا۔ چاہتے تھے کہ نظر ثانی سے تصحیح کر کے صاف کر لیا جاوے۔ مگر اس دنیائے
مین فرمان روا سے زمانہ کا دل آپ پر سخت نامہربان ہوا۔ اور آپ کی تمام کتابیں جو کم و بیش ڈیڑھ ہزار
جلدیں تھیں۔ ورق ورق کر کے۔ بادشاہی کتب خانہ میں لے گئیں۔ آپ کی تمام تصنیفات اس
اس درمیان میں دریائے نیستی کا لقمہ بن گئیں۔ مگر ایک کتاب در را نظم نوح گئی جو قیخانہ
میں مصنف کے پاس رہ گئی تھی۔

القصد۔ اسی سلطان قہر کے جوش میں حکم صادر ہوا۔ چنانچہ آپ کو قلعہ گوالیار سے دار الخلافہ
آگرہ میں لے گئے۔ جو چند روز زندگی کے باقی رہے تھے۔ نہایت تنگی اور تاریکی میں اپنے بسر کر کے
تاریخ بارہویں ذی قعدہ ہجری سنہ ایک ہزار گیارہ میں کون دھند کے جہان کو رخصت کیا۔ غربا اور فقرا کے
مرزعوں میں خاک کے اندر سپرد کر دئے گئے۔ مگر آخر کار ماہ محرم ہجری سنہ ایک ہزار و پندرہ میں آپ کے
فرزندان کرام ایک مناسب تدبیر سے آپ کی نعش خاک آگرہ سے نکال کر دارالاسلام لاہور میں لائے
اور اپنے آبا و اجداد کے روضہ میں دفن کیا مصرع ریخ خار بادہ وانش چنین بود و

یاد شیخ داؤد حلج

آپ کا وطن عماد پور ہے۔ جو احمد آباد گجرات کا ایک کوچہ ہے۔ آپ کے چوٹے بہائی شیخ غلیل کا
بیان ہے۔ کہ پیشہ وری چوڑنے کا اولین باعث یہ ہوا۔ کہ ایک روز آپ کے ساتھ وہ سید ہم عمر اطفال
ایک گلی میں کیل رہے تھے۔ اُس گلی میں شیخ بدین گوڈریو کا گزر ہوا۔ آواز دی کہ جس کسی کے پاس کچھ
ہو۔ اس گدا کو دو۔ تمام لڑکے بہاگ گئے۔ آپ نے دلیری کر کے ایک تانبے کا پیسا ہاتھ پر لکھ کر نہایت
ادب کے ساتھ پیش کیا۔ شیخ بدین نے وہ پیسہ لے لیا۔ اور اپنے منہ کا لعاب اُس نوجوان کے منہ میں
ٹھالا۔ بس اسی میں ہونٹ بیخ گیا۔ جو کچھ نصیب میں تھا۔ اُس وقت سے خدا طلبی کی چنگاری دل کے میخانہ میں
جا بڑی۔ دنیا پرستی کی عادت اور خیال کو اُس کا اندھن بنایا۔ اور خدا شناسی کی شورش دماغ میں پیدا
ہوئی۔ دنیاوی محبت کی رسم و عادت کو توڑا توڑا کر کہ خدا شناسی میں زیادہ کیا۔ بیان تک زبوت پہونچی
کہ اُس چنگاری میں شعلہ پیدا ہوا۔ اور شورش جنون سے جا ملی۔ جو ہندی اشعار۔ عشق اور خفیضگی اور تجرید
و توحید کی یاد دلاتے تھے۔ اُن کے پڑھنے۔ سنے۔ اور کہنے کا ہمیشہ دلولہ تھا اس سبب سے آپ کا
غریب خانہ کیا تھا۔ گویا سود و سماع اور رقص و رقت کا معرکہ تھا۔ جب یہ شہرہ۔ فرمان روا سے زمانہ

اکبر شاہ کے کان میں پہنچا تو آپ کی ملاقات کی آرزو۔ روز بروز بڑھنے لگی۔ بہت۔

جو آید جلوہ حسن از رو گوشتش ز جان آرام بر باید ز دل ہوش

ایک روز بادشاہ نے فرمایا۔ کون سے ایسے طریقہ سے میں آپ کو طلب کروں۔ جو آپ کا دل آزار نہ مانے۔ ایک مزاج شناس کار پر داز نے عرض کیا۔ شاہنشاہی اقبال سے یہ مہم اس خوبصورتی سے سر کی جاسکتی ہے۔ کہ ہر وقت شگفتگی۔ آپ کی خاطر کے اس پاس ہی رہے گی۔ فوراً حکم ہوا۔ کہ بہت جلد اپنے تئیں آپ کی خدمت میں پہنچا کر قول کو فعل کے سانچہ میں ڈال دکاؤ۔ جب بھیجے ہوئے شخص نے آپ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کیا۔ تو دو روز تک ہمت سے آپ کے مزاج اور طبیعت کی جاسوسی کا کام لیکر آپ کی ہم زبان کا طریقہ پہچانا۔ تیسرے روز آپ سے کہا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس ملک سے چل کر راہ آگرہ۔ اختیار کرو۔ آپ بے تامل سیر و تماشا سمجھ کر روانہ ہوئے۔ چند روز بعد دارالخلافہ میں آپ پہنچے۔ جب درویش کی تشریف آوری کی خبر۔ بادشاہ کے حضور میں ہوئی۔ تو بادشاہ نے شیخ ابوالفضل مبارک کو فرمایا۔ کہ آنے والے کی خدمت میں حاضر ہو۔ اگر تمہاری رائے ہوگی تو میں خود حاضر ہو کر ملاقات کروں گا۔ ورنہ درویش کو اپنے ہمراہ نہایت عزت و حرمت کے ساتھ۔ شاہنشاہی حضور میں لے آؤ۔ جب شیخ ابوالفضل درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو معرفت اور حقیقت کی باتیں بہت کچھ ہوئیں شیخ ابوالفضل نے دریافت کیا۔ آپ نے خدا کو کیسے پہچانا۔ جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ چیل شانہ کی ذات۔ شناخت کے درجہ سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ عرفان کا ہاتھ صرف مبادی صفات کے دامن تک پہنچ سکتا ہے۔ متاثر جس اثر کا ظہور۔ موثر کی طرف سے اپنے میں نہیں پاتا ہے۔ اُسی کے مناسب کوئی اسم۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جلت عن الاوراک کے واسطے قرار دیتا ہے۔ اور اُسی اسم کے ساتھ دعوت اور عبادت کرتا ہے لیکن جس جگہ اُس کی ہوئی ہی ہوئی ہے۔ وہاں پر اسم اور سعی دونوں کا راستہ بند کر دیا گیا ہے ابوالفضل۔ اس کو تم اس طرح سمجھو۔ شیریں میوؤں کو شکر کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بات یقینی ہے۔ کہ حقیقت میں اُن میوؤں کی نہ ذات شکر ہے۔ اور نہ نام شکر ہے۔ شیخ ابوالفضل نے گزارش کیا۔ سلطان کی خواہش یہ ہے۔ کہ مجھ کو سعادت ملازمت اسی جگہ حاصل ہو۔ تو بہتر ہے جواب دیا جس شخص نے عزم کر کے تین سو کوں قدم فرسانی کی ہوگی۔ وہ شخص دیگر چند قدم ہی دریغ نہ کرے گا۔

اور اپنی جگہ سے اٹھ کر شیخ کے ہمراہ شاہنشاہ کے حضور میں چلے آئے۔ جب بادشاہ نے آپ کو دیکھا۔ تو درویش دوستی اور محبت کے مراسم نہایت شوق سے بجالایا۔ اور فرمایا۔ کوئی بات کہے درویش نے جواب دیا۔ کوئی بات پوچھے جس کا جواب دیا جاوے۔ پھر فرمایا جو گنج معرفت آپ کے پاس ہے۔ اس میں سے کچھ ہم کو بھی دیکھئے۔ اور اللہ تعالیٰ صل شانہ کے عطا کئے ہوئے جو خزانہ ہم کو سپرد کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کچھ آپ طلب فرمائے۔ درویش نے جواب دیا۔ کہ نہ میں کچھ رکھتا ہوں۔ جو آپ کو دوں۔ اور نہ آپ کچھ رکھتے ہیں۔ جو میں طلب کروں۔ پھر چند روز دار السلطنت کا تماشہ کرتے رہے۔ جب وطن کو واپس جاتے تھے تو راستہ چلتے چلتے قصبہ سانہر میں پہنچے۔ جو ہندوستان کا ننگ زار ہے۔ مقام اچھا معلوم ہوا۔ اسی جگہ ٹھہر گئے۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں آخری سفر کو روانہ ہوئے۔ خواب گاہ سانہر۔ جو راجہ مان سنگھ کچھواہہ کے جاگیر میں قدیم الایام سے مقرر ہے راجہ مان سنگھ۔ اکبر شاہی بزرگ امرا میں سے ہیں۔ جن کو شاہنشاہ کی عالی توجہ اور عنایت نے صوبہ مالوہ کے شرقی حصہ کا افیسر بنا دیا تھا۔ ایک لاکھ سوار کی جاگیر ہے۔ مصرع

نکین باو نقش گفتارش

یا مولانا خواجہ محمد باقی

آپ قاضی عبدالسلام کے بیٹے۔ اور مولانا خواجگی آٹکنکی کے مرید ہیں۔ جو اصحابِ اہلِ امان
 اَیُّ اللّٰہُ یَقْلِبُ سَیِّئِمُ کے استثنائین داخل ہیں۔ اور نیز جوار بابائے عباد الرحمن الذین یحسبون
 عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا کی صفت سے موصوف ہیں۔ ابن کے زمرہ میں آپ داخل تھے۔ زادوم
 کابل ہے۔ ماوراء النہر کے شہرون میں۔ کتابی علم تحصیل کرنے کے بعد ہندوستان کی ہوا۔ راہ غربت
 میں آپ کی قدم فرسائی کا باعث ہوئی۔ جب آپ دار السلطنت لاہور میں پہنچے۔ تو شیخ فرید بخاری
 اکبر شاہ کی عیسیٰ بیگی۔ جو نہایت غریب دست شخص تھے۔ کہنوں نے آپ کے روزینہ مصارف کی
 ذمہ داری اپنے اوپر لازم کر لی۔ بیان پر سابق برگزیدگان خدائی بارگاہ کے پُرانے تذکرے مطالعہ
 میں آئے۔ جس کے سبب سے سلوک کی شورش آپ کے باطن میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ چنانچہ ان اہلِ امان
 ۱۵ گردان اُسی کی بنات ہو گئی جو پاک دل سے کُر خدا کے حضور میں حاضر ہوگا ۱۲۵ (خدای! رحمن کے (خاص)
 بندے تو وہ ہیں۔ جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں ۱۲۔

کے بزرگوں کی خدمات میں چل پھر کر اپنے حوصلہ اور وقت کے موافق فروغ معرفت حاصل کیا۔ اور دوسروں سے پوشیدہ - نقشبندیہ نسبت پیدا کرنے میں بہت کچھ مشق کی۔ بزرگوار خواجوں کی پاک روحوں نے معنوی امداد دیکر کرامت اور کرامت کے اوپر سعادت عطا فرمائی۔ بیان تک ہوا۔ کہ نقشبندیہ نسبت کے گرامی آثار نے آپ کے باطن کو سر سے پانوں تک جگہ بند کر لیا تھا۔ بالخصوص خواجہ بزرگ اور خواجہ احرار۔ آپ کی ہر ایک شکل کو جو پیش آجاتی۔ فوراً حاصل کر دیا کرتے تھے۔ بیان تک کہ آپ کا سلوک اویسیہ طریقہ پر انجام کو پہنچا۔ مگر طریقہ کے مقاصد میں سے دوسلوں کی تنفیج نہیں ہو سکی۔ لہذا اسمہ

از طفیل عشق آسان گشت ہر شکل کہ بود

مشکلے کا سان نشد بر دل غم ہجران آستان

ہر چند توجہ کی گئی۔ لیکن مذکورہ بالا دونوں مسئلے۔ حل نہیں ہوئے۔ اس نگرانی میں بے شمار مدت گزر گئی۔ پھر اس طور پر آگاہی دی گئی کہ ارباب طریقت کی عادت خاص کر اس طرح پر ہے۔ کہ بحسب ظاہر بیعت کرتے ہیں۔ اسی سبب سے دوسلے لاینحل پڑے ہوئے ہیں۔ شرط یہ ہے۔ کہ جو رہنما اس انقباض کو دریافت سے پہلے دور کر دیوے۔ اُسی کے دست قبوں پر بیعت کے واسطے اپنا ہاتھ رکھ دینا چاہیے۔ ناچار آپ ایسے انفسی و آفاقی رموز کے جاننے والے بزرگ کی ملازمت حاصل کرنے کے ارادہ پر چلے۔ اور ہند کے اکثر شہروں کو تلاش کے پانوں سے کھوند مارا۔ لیکن کسی برگزیدہ بارگاہ سے حصول مطلب میں کامیابی نہیں ہوئی۔ جب طلب کی پریشانی سے رہائی نہیں ملی۔ تو ماوراء النہر کے سفر پر کمر باندھ ہی۔ اور وہاں پہنچ کر بھی بہت سے بزرگوں کی ملازمت کی کسی شخص سے معمودہ ضمیر شناسی کا ظہور نہیں ہوا۔ اتفاقاً قصبہ اکمنہ میں گزر ہوا۔ بیان پر مولانا خواجگی کے سعادت دیدار سے آنکھوں میں روشنی حاصل ہوئی۔ بدون اسکے کہ بات کی تمہید کی جاوے مولانا نے مذکورہ بالا دشواری واضح عبارت کے ساتھ حل فرمائی۔ اُسی وقت مراسم بیعت بھی ادا ہوئے۔ چند روز خدمت میں رکھ کر ہندوستان جانے کے واسطے اجازت دی۔ اور فرمایا۔ کہ ہندوستان میں ایک شاہباز ہمارے ہاتھ لگے گا۔ جو ظاہر میں تو تم سے فیض پاوے گا۔ مگر باطن میں وہ تم کو منزل مقصود کی رہنمائی کرے گا۔ چنانچہ آج رات میں موعود واقعہ۔ اور اپنا طفیلی ہونا تم کو عالم خواب میں ظاہر ہو جاوے گا۔ کہتے ہیں۔ اُسی رات آپ نے عالم خواب میں دیکھا۔ کہ ایک طوطی ہاتھ پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اور آپ اپنے

منہ کا لعاب اُس کی چونچ میں ڈالتے ہیں۔ اور طوطی اپنی چونچ کا قند آپ کے دہن مبارک میں ڈالتی ہے۔ جب عالم بیداری میں بازگشت ہوئی۔ اور تعبیر کو نوید مذکور کے موافق پایا۔ تو آپ عرض کر کے راہی ہند ہوئے۔ چند مدت لاہور میں بسر کی۔ پھر دہلی کے ارادہ پر چل نکلے۔ جب شہر سرہند کی حدود میں پہنچے۔ تو آفتاب کی سی روشنی اس شہر کے گردا گرد پھیلی ہوئی دیکھی۔ یہ حال شاہدہ کر کے کمال حیرت ہوئی۔ رجال الغیب میں سے ایک نے آواز دی۔ پیر بزرگوار نے جس مرد کی بشارت فرمائی ہے۔ وہ اسی مرتزین میں مشغول خدا پرستی ہے۔ لیکن ازلی فرمان کا مضمون یہ ہے۔ کہ اُس کو دہلی مقام پر آپ کی مصاحبت میں داخل کرینگے۔ اب مزید جست وجو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

القصة۔ آپ نے کچھ عرصہ دہلی میں رہ کر انتظار کیا۔ ناگاہ شیخ احمد کو حرمین شریفین کے طواف کا شوق پیدا ہوا۔ یہ شوق اُن کو پریشان کر کے وطن سے سفر میں کہنچ لایا۔ جب شہر دہلی میں پہنچے۔ اور خواجہ کی ملازمت حاصل ہوئی۔ تو خواجہ کو پہلے ہی دیدار میں معرفت کا چہرہ نظر آگیا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ شخص معہود یہی شخص ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ایک ہفتہ کی صحبت میں ہی آنے والے کام انجام کو پہنچ گیا تھا۔ مگر اس اثنائ میں مقیم کو ایک عزیز کے کارخیر کے لیے قصبہ بہنل کا سفر پیش آیا۔ مجبوراً واپس آنے تک شیخ احمد کو دہلی میں توقف کرنا پڑا۔ چند روز بعد جب خواجہ نے خاتقاہ میں معاودت فرمائی اور کمال عروج کی حالت میں شیخ کا نظارہ کیا۔ تو اردو سے خواہش یہ فرمایا۔ وہ وقت آگیا ہے۔ کہ یہ وحدت کی شکر خاطر طوطی درویش کے منہ میں۔ ایک مہری کی ڈلی ڈال دیوے۔ چند مدت تک اسی طریقہ پر رازداری کی باتیں گراگرمی کے ساتھ ہوتی رہیں۔ ان واقعات کے بعد ایک محرم عزیز نے دریافت کیا۔ کہ حضرت خواجہ کے مشرب کا رنگ اس سے قبل کچھ اور تھا۔ اور اب ان ایام میں بیان معارف کے متعلق جو کچھ فرمایا جاتا ہے۔ وہ سابقہ روش کے بالکل برخلاف ہے۔ فرمایا۔ کہ توحید کو چہ تنگ تھا۔ اب شیخ احمد کی مصاحبت کی برکات سے ایک شاہراہ مل گئی ہے۔ امید ہے۔ کہ تمام حقیقت طلب حقیقی دوستوں کو یہ شاہراہ نصیب ہوگی۔

کتے ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں خواجہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے دریافت کیا۔ کہ فقیر کی عمر کے چالیس سال ہونے میں کس قدر باقی ہے۔ فرمایا۔ بارہ روز پوچھنے سے دو روز نہیں گزرے تھے

اک بیماری کا اثر عنصری ترکیب میں پیدا ہوا۔ جس روز کہ چالیسواں سال ختم ہوا۔ اسی روز منزل قدس میں
جائے اترے۔ خوابگاہ دہلی۔ آپ کے مرید صوفی محمد صدیق ہدائی تخلص تھے۔ انہوں نے تاریخ رحلت
ان الفاظ میں نکال ہے۔ ہادی شریعت بود۔ اور یہ تمام بیان صوفی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے۔
وہو اعلم بحقیقۃ الحال فمنہ الیہ مافی ہذا المقال۔

مصرع گفت وگوئی طوطی من حرف استاد من است

یاد شیخ دولت گجراتی

گننامی و خاموشی آپ کے افعال کی پیشانی کے نقش تھے اور بنجودی و انکسار آپ کے حالات
کے کف دست میں خطوط تھے۔ شیخ کپور مجذوب مداری گوالیاری کے آپ مرید ہیں۔ اور شیخ کا جامہ جذوب
سازنگ پوری کی ملازمت میں بھی پہنچ چکے ہیں۔ شیخ بہکاری گوالیاری جو سازنگ پور میں مقیم تھے
اُن کے منور باطن سے بہت کچھ حصہ آپ کو ملا تھا۔ آپ کا پانون پر کار کی طرح چکر میں ہی رہتا تھا۔ اس
سیاحی کی بدولت تمام سطح زمین آپ نے ناپ ڈالا۔ اور جہان کا نشیب و فراز خوب دیکھا۔ ہجری سنہ نو سو ستاسی
میں قصبہ دسور (مندسور) کے اندر آکر ایک حجرہ اختیار کر لیا۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ تک
زندگی کی گوڑی جسم پر پہنے رہے۔ اور پہلو نشین دشمن (نفس) کے ساتھ لڑائی رکھی۔

مصرع خدائش ردی فی سہ روزی نہا یاد

یاد شیخ صدر جہان ابن ابوالفتح

آپ کا مولد موضع موال ہے۔ جو مانک پور کے مضافات اور ہند کے شرقی حصہ میں ہے۔ ظاہری
انجمن کی آرائش۔ آپ کی باطنی خلوت میں مانع نہیں ہوئی۔ اور دنیا جیسی بڑی وسعت آبادی کی بیابان میں
آپ کی معنوی گوشہ نشینی میں ہر جہ نہیں ڈالا۔ ہمیشہ ہنگامہ میں گوشہ گزین اور سیر و سیاحت میں چلے نشین
رہے۔ جب تک آپ نے امانت حیات واپس پہرہ نہیں کی۔ تب تک آپ کے عیال و اطفال کی رفتاری
میں حیثیت کا بچھڑا ہوا پتہ نہیں۔ اہل جہان میں جو اسباب متعارف ہیں۔ اُن میں سے کسی
سبب کو کسی وقت آپ نے خواہش کا ہاتھ نہیں لگایا۔ بائینہ جو کچھ خشک و تر۔ دوپہر کے وقت یا شام
کے وقت نصیب ہو جاتا تھا۔ کسی مینواہمان کو تقسیم کرنے کے بدون کام میں نہیں لائے۔ اور
اپنے وطن میں جہان کہیں ہو کے کی خبر ملی۔ اُس کی غم خواری کو اپنی دلسوزی کے ذمہ لازمی سمجھا۔

ایشارہ - (دوسرے کی منفعت بنی مصالحت پر مقدم رکھنا) از خود رفتگی - اور خیر فراموشی کا شیوہ - آپ کی خاص عادت اور خیر میں داخل تھا - ایک عجیب و غریب حالت - آپ کے وجدان کے ساتھ ساتھ رہتی تھی - راقم نے ہر چند فکر کی - زبان کو آراستہ - اور قلم کو روان کیا - لیکن ایسا حرف جو آپ کے سلوک سے آشنا ہو - صفحہ پر تحریر نہ کر سکا - بیت

چہ بتایم بحسن زلفِ درویش

کہ حُسنِ او در ای این و آن ست

آپ فرماتے تھے -

آغا جوانی تھا - طوافِ حرمین شریفین کے واسطے شرفنا اللہ و ایامِ بزیار تھا - جہان پیمائی کا شوق اپنے وطن سے دریا کے کنارہ کی طرف موکشان سے لگا - اتفاقاً اس سال دریا کے اندر ایسی شورش تھی - کہ کوئی جہاز اس بندر سے مقامِ مقصود کو نہیں پہنچ سکا - خوفِ دہندہ بیماری بھی عارض ہوئی - جس نے درستی عزم میں تباہی پیدائی اور سہولتِ دہندہ اسبابِ مفقود ہوئے - جو علامتِ انزلِ اجازت کی ہے ان امور کے جمع ہونے سے معلوم ہوا - کہ اس سال غیب کی طرف سے رخصت نہیں ہے ناکام و شاکر ملکِ مالوہ میں آیا - اور قصبہ دہار میں گزر رہا -

ایک تو زمین دہار کی تردنازگی دامگیر تھی - دوسرے بہت سے خدا شناس بزرگ بیان پر مقبروں کے اندر آسودگی کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں - جیسے شیخ کمال مالوہ سوانا عنایت برادر مولانا مغیث جن کی آرامگاہ دریا سے اُجین کے کنارہ ہے - شیخ عبد اللہ چنگال - اہل شیخ جو ہر ان صدر الذکر بزرگوں کے کسی قدر حالات ہر ایک کی یادداشت میں لکھے ہی گئے ہیں - ان کی معیت نے مجھ کو جنبش نہیں کرنے دی - یہ دونوں باتیں باقیاتِ اور تاہل کا سبب ہوئیں - القصۃ شیخ معروف غیب اللہ کی خدمت میں آمد و رفت بہت زیادہ ہوئی - جس نے مجھ کو درویشی اور مینوائی کی روش سے آشنا کیا - اور استعداد کے موافق الہی تجلیات نے خودی سے کہو دیا - چند روز بعد شیخ معروف کو انزلِ توفیق اور خاکِ گور کی کششِ حرمین شریفین کی طرف کینچ لے گئی - اور ان کے (بکے) شیخ تاج الدین عطاء اللہ کی نسبت یہ اسے قرار پائی کہ چونکہ شیخ علی الدین خرد سال ہیں

لہذا ان کی پرورش میرے شیخ صدر جہان کے سپرد کرنی چاہیے۔ اس سبب سے
میری کوشش نے سفر مبارک کی رفاقت کا ثمرہ پیدا نہیں کیا۔ اور خطاب میں مغلوب ہوا
بات آخر شیخ معروف مجھ کو اپنی خانقاہ میں جانشین کر کے روانہ ہوئے۔

چنانچہ شیخ معروف کا تخت الکریم جو مکہ معظمہ سے شیخ صدر جہان کے نام آیا تھا۔ یہ بھی صدر الکریمین
کو ظاہر کرتا ہے۔

محب جان یار و دو جہانی بالصدق والا یقان شیخ صدر جہان۔ معروف غریب اللہ
کی طرف سے عارفانہ دعا اور سلام قبول فرما کر خدا کرے۔ ہمیشہ خیر کے ساتھ مع العشق
والعرفان رہیں۔ والسلام بآسہ۔ ایک دم اور ایک قدم ہی آپ کے بدون نہیں گزرتا ہے۔
اگرچہ بظاہر مصاحبت اور قربت سے جدائی ہے۔ لیکن معنی ہمیشہ اس طریق معظمتی میں
رفاقت بنی ہوئی ہے۔ مدعا ضروری یہ ہے۔ کہ فرزند ارجمند شیخ تاج الدین عطاء اللہ
کو میں نے آپ کی سپردگی میں دیا ہے۔ اور آپ کو اپنی جگہ چھوڑ آیا ہوں۔ جو شخص میری
طرف ارادت لیکر آوے۔ اس کو بیعت اور حق سبحانہ تعالیٰ کی رونمائی کرنا۔ اور با
بشارت خلافت نامہ۔ عالی مقام ابیت الحرام سے روانہ کیا گیا ہے۔ مشایخ رحمہم اللہ
تعالیٰ کے طریق میں ثابت قدم رہنا۔ اس حج و عمرہ کا ثواب آپ کو اس مقدار سے
زیادہ نصیب ہوگا۔ کہ جس قدر ہمارے ہوں نے پایا ہے۔ والسلام۔

جب آپ کے پاس خبر آئی۔ کہ شیخ معروف کی خاک پاک مدینہ منورہ میں مدفون ہو گئی۔ نیز اس
جگہ اُن کے فرزند رشید کو بھی علی کتابوں کے پڑھنے کی استعداد ہو چلی۔ تو شیخ صدر جہان کی نیاز مندی
جو معنوی رہنما کے ساتھ تھی۔ جوش میں آئی۔ جست و جو کے راستہ میں قدم رکھنا تیزی کے ساتھ شروع
کیا۔ تقدیری سعادت کا جذبہ آپ کو مسیح الاولیا کی خدمت میں بے پہونچا۔ نقد کوتاہ۔ توڑے عرصہ
میں نایافت کے درد کا مسیح الاولیا کی ہادیانہ تلقین سے علاج ہو گیا۔ اس کے بعد جب تک کاہد کے
عنصر آباد سے آپ کی رحلت نہیں ہوئی۔ تب تک ہر سال اپنے وطن سے ایک دفعہ مسیح الاولیا کی
خدمت میں برہان پور جاتے رہے۔ برہان پور وطن سے ساٹھ کوس دور ہے۔ وہاں پر ایک اعتکاف
کر کے بازگشت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی تاریخ رحلت ستر ہویں ربیع الاول ہجری سنہ ایک ہزار چودہ ہے

آپ کے وطن سے جو راستہ برہان پور کو جاتا ہے۔ منڈو (مانڈو) اُس راستہ کے عین خطا پر واقع ہے اور راقم کا اقامت کدہ ہے۔ آپ جب اس طرف سے اور نیز اُس طرف سے جاتے آتے تھے۔ تو چند روز اِس عبرت افزا شہر میں بھی ٹھیرا کرتے تھے۔ اور نیز بدون اِس سلسلہ آمد و رفت کے بھی راقم کی دوستی اور آرزو کا لحاظ کر کے سال میں دو۔ تین دفعہ اپنے سعادت بخش قدم سے غریب خانہ کو منور فرمایا کرتے تھے۔ اور رازداری کی باتیں کرنے میں باہم ایک کے حالات دوسرے کو معلوم ہو جایا کرتے تھے۔ نیز ایک دوسرے کے عیب و ہنر پر بہت کچھ تنبیہ کرنے والی نگاہیں پڑ جایا کرتی تھیں۔ آپ کی مصاحبت کا مزہ بس ذوق ہی پاتا ہے۔ گویائی میں ہمیں آسکتا۔ جس کو زبان حوالہ قلم اور قلم حوالہ کا عقد کرے۔

یاد شیخ حمیت

آپ کے پیر ارادت شیخ نظام نارولی ہیں۔ آپ کئی چشم بہت میں زمانہ کا قیمت پانے والا نقد و جنس۔ کچھ قدر نہیں رکھتا تھا۔ آپ کا ہاتھ سوال کے حق میں۔ گویا چلنی تھا۔ اسی دم دو حصہ اس طرح کر دیتا تھا۔ ایدہر لینا۔ اور اودہر بخشا کمال چابک دستی سے ایک چیز کو پاک مارنے میں ایک ملک سے دوسری ملک میں پہنچا دیتے تھے۔ توقف کو داد و دہش کے مقام پر تنگ جوا غروی۔ اور نشان و بستی سمجھتے تھے۔ جب جذبہ پیدا ہوا۔ تو دار السلطنت آگرہ میں آکر ایک درخت کے نیچے نشستگاہ اختیار کر لی تھی۔ چند روز بعد اُس درخت کی شاخیں۔ چاروں طرف سے ایسی بڑھیں۔ کہ آفتاب کی دھوپ آپ تک نہیں پہنچتی تھی۔ ہمیشہ اپنے سانسے ایک بڑی اونچی آگ مشتعل رکھتے تھے۔ اس سبب سے ہند کی زبان میں آپ کو تپا کہتے ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار اونیس تھا۔ کہ عنصری پیکر کا آتش خانہ ترک کر کے۔ جاوید بہار باغ کی سیر کے واسطے روانہ ہوئے۔

مصراع رخت ہستی آتش با فروز شتاے عشق باد پڑا

یاد شیخ امین ابن احمد نروال

آپ علوم متداولہ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ مولانا محمد طاہر محدث نروال کے بزرگ شاگردوں میں سے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو تراسی میں گجرات سے مالوہ کی طرف تشریف لائے تھے۔ ایک سال سے کچھ زیادہ دارالفقر منڈو (مانڈو) میں رہے۔ بعد اُجین کی طرف چلے آئے۔ بیان پر شیخ راجہ محمد

قادری شیخ عبدالغفور شیخ الاسلام شیخ جمال ابن احمد۔ قاضی بابا خواجہ میان کالے میان امین مالوی
اور نیراس مرزین کے دیگر مشائخ کی مصاحبت ہوئی۔ نفعنا اللہ وجميع الطالبین ببرکاتہم
یہ مصاحبت کچھ ایسی دل چسپ معلوم ہوئی۔ کہ جہان گردی کی ہوا۔ اور گہر کی تجویز کی فکر دل سے نکل کر
اُجین کی اقامت کا سبب ہوئی۔ اس یادداشت کی نگارش کا آغاز ہجری سنہ ایک ہزار چودہ
سے ہوا ہے۔ اس سال تک آپ زندگانی کی سند پر بیٹھے رہے۔ اور درس دیتے رہے ہمیشہ وہ
آب روان سے کیا کرتے تھے۔ بارش کی کثرت۔ تازت آفتاب کی شدت۔ سرما کی فراوانی۔ اور گہر سے ندی
کا دور ہونا ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپ کو مانع نہیں ہوتی تھی۔ قاضی عبدالغفور۔ ابن شیخ عبدالکریم۔
ابن شیخ راجی محمد قادری برہان پورین ظاہری اور معنوی کمالات سے آراستہ اور سیراستہ تھے۔ آپ ان کے
دیدار کے واسطے ہجری سنہ ایک ہزار ستروین برہان پور کو گئے تھے۔ اتفاق سے چونکہ آپ کی خاک
پاک دہن کی تھی اس واسطے تاریخ یکم۔ میج الاول سنہ مذکور کو اُسی جگہ سپرد خاک کر دئے گئے۔

مصرع چون امن بود شد ظلم و جہول و یاوشیخ محمود ابن سید ملک

آپ کی زاد بوم قلعہ سورت ہے۔ جو دارالملک گجرات کے بندرون میں سے ایک بندر ہے ہجری
سنہ نو سو اسی میں اپنے وطن سے بتلاش پر جہان پیاں کا آغاز کیا۔ چند روز سید احمد بخاری کی خدمت
میں دل نہاد ہو کر رہے۔ اور آرزو سے ارادت ظاہر کی۔ سید احمد بخاری نے مراقبہ اور تامل کے بعد جواب
دیا۔ تمہارا نام میرے یاروں کے دفتر میں نہیں ہے۔ لیکن سبر کرنا چاہیے۔ میں جس کی طرف اشارہ
کردن۔ اُسی سے تم ارادت لانا۔ بیان سے آپ چلے۔ اور اثنائے سیاحت میں دولت آباد دکن کے
قلعہ پر گزر ہوا۔ اور بیان پر آپ باجارت سید احمد بخاری۔ شیخ عبداللطیف مجاور کے مرید ہوئے۔
شیخ عبداللطیف چند واسطہ سے سلطان برہان الدین غریب قدس سرہ کو پہنچتے ہیں۔ آپ کو پیر کی
خدمت میں رہنے کی توفیق نہیں ہوئی خوشی کے ساتھ سفر کی اجازت لی۔ اور مالوہ کے راستے سے نازول
کو گئے۔ وہاں پر قطب الاولیا۔ شیخ نظام نازولی کی ملازمت حاصل کی۔ اور شیخ جمال کو بھی دیکھا۔
خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک مقام کے زندہ دہن اور مدفون کے آستانوں پر ناک رگڑی۔ اور فروغ باطن چاہا۔ قلعہ
سنہو (مانڈو) کے بائیں میں دو کوس کے فاصلہ پر ایک قصبہ بغلچہ نام ہے۔ اُس قصبہ کے اطراف میں

ہجری سنہ نو سو چھاسی تھا۔ کہ دالان اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ انیس سال سے برابر آج تک آپ سر راہ
 سر دیانی سے بہے ہوئے گہرے موجود رکھتے ہیں۔ اور آنے جانے والوں کو ان میں سے پانی پلا کر تازگی
 بخشتے ہیں۔ حرص سے اور آلاؤہی سے آزاد زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور طبیعت کو ہوس سے دور رکھتے
 ہیں۔ فرماتے تھے۔ ایک روز ایک شخص ایک تیتڑ زنج کر کے درویش کے کمانے کے واسطے بکالایا۔ اور
 نقد کی لذت ایسی ملی کہ ہوس نے بیدار ہو کر یہ بات دل میں جمائی۔ کہ کبھی پہر ہی تیتڑ کا شور باکمانا چاہیے
 پہر یہ خیال آیا۔ کہ کوئی کون کرے گا۔ خود ہی منے کما کہ فلان شخص زنج کی پوے گا۔ فوراً سمجھ میں آیا۔ کہ
 نفس چاہتا تھا لذت کا فریب دیکر۔ دل کو ہوس کے جال میں پھنسا دے۔ اس کشاکش سے پشیمان
 ہوا۔ غیب سے نما آئی۔ کہ زندہ کو بچان کرنا۔ اور اپنے تن کو پالنا۔ درویشوں کا طریقہ نہیں ہے۔ بس
 وہی فرہ دال چاول کے پانی کا پسند آیا۔ میں گہری خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور وہ کمانا دھڑکے
 کو دیدیا۔ خشک روٹی کما کر ہوک کر رخصت کیا۔

سال کے اندر ایک دو مرتبہ منڈو (مانڈو) کے قلعہ میں آتے تھے۔ اور اپنے مبارک قدموں سے
 راقم گلزار کے مکان کو منور فرمایا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار انیس میں ظاہری بیداری کو ترک کر کے
 قصبہ لغجہ کے میدان میں ابدی خواب گاہ اختیار کی۔ مصراع ظل رحمت بر سرش ممد و باد۔

یاد بوسالی اسحق حضور

آپ۔ حافظ اسماعیل سندھی کے را کے ہیں۔ جوانی کا کسی قدر زمانہ سپاگہری میں گزارا۔ جب تیس
 سال کی عمر ہوئی۔ تو اتنی جذبہ پیدا ہوا۔ یہ جذبہ ہستی کا سامان۔ درویشی کی منزل میں کیج لایا۔ اور
 بنیوالی کا آشنا بنایا۔ متفرق طور پر جا بجا سے قرآنی سورتیں اور آیتیں یاد تھیں۔ ان کو ہمیشہ حزمین
 آواز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اور سننے والے کو ہلا دیتے تھے۔ اور جہان کیمین پنجگانہ اوقات نماز
 میں سے کوئی وقت آجاتا تھا۔ وہیں بلند آواز سے اذان دیا کرتے تھے۔ مسجد اور بت خانہ میں کوئی
 تفاوت نہیں کرتے تھے۔ قصبہ میسر میں شیخ عبد اللہ حشمتی قدس سرہ کے روضہ کی چار دیواری
 کے اندر رہا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ کے ذی حجبہ میں راقم کے یہاں بہر خوردار
 شیخ عبد الاول زرا و عمرہ کی شادی کا آغاز ہوا۔ شہر منڈو (مانڈو) کے اطراف کے قصبات اور
 موضع سے بہت سے دہت اور درویش۔ مہمانخانہ میں تشریف لائے تھے۔ طبیعت بڑے بڑے

کاموں میں مشغول تھی۔ اس وجہ سے آپ کا بلانا بھول گیا۔ لیکن نگرانی دل میں ضرور تھی۔ جس کا سبب ظاہر
 نظر نہیں آتا تھا۔ کہ مبادا دوستوں میں طلبی سے کوئی صاحب باقی نہ رہ گئے ہوں۔ آپ کے دل میں
 وہی سابقہ دوستی کا خیال آیا۔ اور بے تکلف اپنے مکان سے چل کر ایک گلدستہ تہنیت کے طور پر
 ساتھ لیتے آئے۔ مجلس شادی کو رونق بخشی۔ فرمایا۔ جس کی طلب دل کے اندر کھٹکتی تھی۔ وہ اسحق
 ہے۔ کم و بیش تین مہینے وہاں رہے۔ ایک روز بدون رخصت ہوئے۔ اپنے گھر کو چلے گئے۔ سید شاہ محمد
 ولد سید بہتہ الدین میسرے سے روایت ہے۔ آپ کا مرض الموت مرض اسہال تھا جب ہاتھ پاؤں کی
 طاقت سفر کر گئی۔ تو تنہائی سے دل تنگ ہو کر اپنا حجرہ چھوڑ دیا تھا۔ اور راوی کے مکان پر چلے آئے
 تھے۔ بعد کچھ روز تک دانہ پانی سے حلق کو آشانہ کر کے ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے رمضان
 مہینے میں حقیقی محبوب کی دیدار سے روزہ افطار کیا۔ صبح شام افطارش پینچ و سبیل باو پو

یاد شیخ محمد حمی برہنہ

آپ کی زاد بوم احمد آباد گجرات ہے۔ شیخ صدر الدین ذاکر کے فارغ البال صوفیوں میں سے ہیں
 آپ کا سلوک جذبہ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ لیکن آپ کے اکثر حالات جذبہ میں گزرا کرتی تھی۔ زیادہ تعجب
 کی یہ بات ہے۔ کہ آپ کے فرض نماز اور روزہ کے تمام اوقات۔ درنگ اور تعطیل کی غارت گری سے
 ازلی حفاظت میں محفوظ رہتے تھے۔ آپ کے پیر بزرگوار۔ حضرت غوث الاولیا کے روضہ مقدس
 کے طواف کے واسطے۔ ہجری سنہ نو سو تراسی میں برودرہ (بڑودہ) گجرات سے گوالیار کو گئے
 تھے۔ اُس وقت آپ نے پیر کی خدمت سے رخصت ہو کر شیخ حبیب شطاری کے ہمراہ۔ مالوہ کے
 راستہ سے اپنے وطن کو معاودت کی۔ شیخ حبیب شطاری۔ حضرت غوث الاولیا کے بزرگ خلیفہ ہیں۔
 اس سلسلہ میں آپ کا گزرمندو (مانڈو) پر بھی ہوا تھا۔ جو راقم کی زاد بوم ہے۔ چند روز باہم ایک
 دوسرے کی صحبت غنیمت شمار کی گئی۔ جب آپ اپنے وطن میں پہنچے۔ تو تھوڑے ہی
 روز کے اندر آپ کی زندگی کا آفتاب واپسین نفس کی افق میں غروب ہو گیا۔ جس گفت و گو
 سے کہ ایک شہہ انانیت یا علامت ہستی پائی جاوے ایسے مضمون سے آپ کی زبان روزمرہ
 کے محاوروں میں بھی قطعاً آشانہ تھی۔ ہمیشہ اپنے عرفانی مقاصد کو موجدانہ عبارت

سے بیان کیا کرتے تھے۔ سخت افسوس ہے۔ کہ اس روزمرہ روش کی خصوصیات تحریر کے ذریعہ سے
ادانہ نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور تقریر کا عصا ان خصوصیات کو دل سے باہر نہیں کیج سکتا ہے۔ ورنہ آشاور
کے قانون کو اس لذت میں شریک کر لیتا۔ جو ابھی تک فقیر کا دل۔ آپ کی دل آویز تقریر کے اثر سے
سے رہا ہے۔ واہ عجب تعبیر اور تصویر کی نارسائی ہے۔

یاد شیخ عبدالواحد تارک الما

آپ کے باپ کا نام شیخ محمد ہے۔ جو تحت الذکر جبار واسطہ سے شیخ رحیم الدین یوسف چندیری
کو پہنچتی ہیں۔ یعنی شیخ عبدالکریم شیخ ابراہیم شیخ نعمت اللہ شیخ سالار۔ پد بزرگوالہ نے آپ کو خواجہ حسین
چشتی اجمیری کا مرید کر دیا تھا جب آپ کا زمانہ ہوش آیا۔ تو کسی قدر علم اپنے شیخ محمد کی شاگردی سے تحصیل
کیا۔ جو میر عبدالاول شیرازی کے شاگرد تھے۔ اور پھر چند روز بعد شیخ عبدالصوفی شطاری اکبر آبادی
اور شیخ مبارک دانش مند گوالیاری کی ملازمت میں پہونچ کر شطاری طریقہ پر تلقین طریقت ل۔ صدر الذکر
دونوں اصحاب حضرت غوث الاولیا قدس سرہ کے بزرگ خلفائین سے ہیں۔ آپ کو دونوں سلسلوں
کے خلعت خلافت سے سرفرازی ہوئی اور اگرچہ آخر الذکر شیخ کے دس سے آپ کو تمام علوم کے کمالات
حاصل ہو چکے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں تمام علوم سے درگزر صرف فقہ اور تفسیر کے علم میں منہمک تھے
ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے آخرین حصہ میں راقم ہی دسور (مندسور) مقام پر آپ کی خدمت میں پہونچا تھا
ایک رات رازداری کی باتیں ہوئیں۔ بہت سی پوجانی باتیں دونوں طرف سے کہی سنی گئیں۔ اس
درمیان میں اپنے فرمایا۔ جب میری عمر تیس سال کی تھی۔ اس زمانہ میں دو تین سال تک مجھ کو جذبہ رہا تھا۔ اب
کہ آپ ستر کے قریب ہو گئے ہیں۔ ابھی تک اسی از خود رفتگی۔ جنون۔ بے تعینی۔ اور بخودی کارنگ
آپ کی پیشانی اور کاہ بار سے عیان ہے مصعع آب حیوان را بسان بادہ میدان حرام؛ کم دیش ستائیس
برس تک اپنے پانی قطعی نہیں پیا۔ خواہ کیسا ہی سخت آب طلب کما نامعدہ میں پہونچا۔ ہجری سنہ
ایک ہزار سترہ میں اپنے آب و خاک کی اس سراے سے جان پاک کے جہان کو جا کر سیر فرمائی۔

مصعع خشک لب میراب دیدہ زندگانی کرد و رفت؛

یاد شیخ بدھ

آپ کا نام عبداللہ ہے۔ حضرت غوث الاولیا کے فرزند رشید سجادہ نشین ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ

حضرت گنجشک کی پاک نس سے ہیں۔ گنت گز اخفیا کی رموز دانی کی عبا۔ اور وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا
عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ کی تبا آپ کے زیب بدن تھی۔ دنیا اور آخرت کی سعادت مندی۔ آپ کے واسطے بہت
پرستجات تھی۔ اور آپ کی نسبت کی استین پر ذاتی شرافت کا ٹپہ لگا ہوا تھا۔ حبیب الملک احمد آبادی۔ اور
مولانا مبارک دانش مند گویا رسی کی شاگردی سے بہت سے رسمی علوم کا سرایہ آپ کی جیب میں فراہم ہو گیا تھا۔
ہر نیر استاد کے درجہ کو پہنچے تھے۔ تمام فنون میں درس دیکر آپ نے طلباء کی استعداد کے موافق فیض اہ
فائدہ پہنچایا تھا۔ جب حضرت غوث الاولیاء عالم قدس کو روانہ ہوئے۔ تو آپ نے پرنسز گوار کی سند مہمانی کو
اپنے جلوس سے رونق بخشی۔ اُس زمانہ میں شہنشاہ زمان اکبر شاہ کو یہ منظور ہوا۔ کہ روضہ غوثیہ کی عمارت
دولت کی طرف سے تیار کی جاوے۔ شیخ بدہانے عرض کیا۔ کہ یہ خدمت اپنے فقیر زادہ کو سپرد زمان جاوے
تو اچھا ہے۔ تاکہ شاہنشاہی بارگاہ سے جو کچھ میرے نام مقرر ہو۔ اُس میں سے درویشانہ معاش
کے موافق صرفہ معاش میں اٹا کر باقی جو کچھ بچے۔ حظیرہ کی تعمیر کے مصالح میں صرف کر دے۔ اور اسپر ہی
اگر کچھ ضرورت باقی رہے۔ تو حضور خیر سے مددوں۔ بادشاہ انصاف پسند اور مست آفرین تھا۔ اُس نے
آپ کی ہمت کی داد دیکر بہت کچھ عنایتیں اور استغاثت فرمایا۔ چونکہ شہنشاہ کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ آپ گوشہ نشین۔
درویش ہو کر رہیں۔ لہذا حکم دیا۔ کہ محمد دم زاد و چند روز بحسب ظاہر کمر میں تلوار باندھ کر اولیاء سے دولت میں شامل
رہیں۔ تاکہ آپ کی باطنی توجہ پر ظاہری امداد اضافہ ہو کر۔ یہ دونوں امدادیں شاید حضرت غوث الاولیاء کی
باطنی پرورش کے ثمرات کی برابر ہو جاوے۔ اور سب جگہ اور ہر حال میں آپ کی ہمراہی میرے قلبی سکون کا باعث
ہو کر گنج شاد کام اور کامیاب کرے۔

القصہ چونکہ دواموں کے درمیان میں تعارض کی ادنیٰ شرط۔ مساوات مان لی گئی ہے۔ اس
بنیاد پر اگرچہ اختیار دنیا کے تمام باعث بوجہ معارضت (بارج ہونے) سوانح کے درجہ اعتبار سے
مساقت تھے۔ مگر نقد ان شرط کے سبب سوانح موجودہ معارض نہیں ہو سکتے تھے۔ اس واسطے یہ باعث
اختیار دینا جس کے آثار۔ سپاگری کا قبول کرنا ہے۔ وقوع پذیر ہوا۔ یعنی آپ نے منصب عالی کے
ساتھ سرفرازی پائی۔ اور چالیس سال تک صورت عین سپاہی اور معنی میں درویش رہے۔ کتنے عین
جب شہنشاہ زمان اکبر شاہ نے آپ کو وکالت کے نام سے میرزا شاہ رخ کے پاس بدخشان کو روانہ
فرمایا تھا۔ تو میرزا نے ایک منزل کی مسافت آپ کا استقبال کیا۔ اپنے دولت خانہ پر کمال عورت و

اکرام کے ساتھ لے گیا۔ اور شاہانہ ہمائاری کی۔ اس ملک کے امرا اور علما۔ آپ کی سپاسیانہ شکل۔ اور سبزی کی اس قدر تواضع و تعظیم کو دیکھ کر حیرت اور تعجب میں ہوئے۔ اور آپ کے حوصلہ کی آزمائش کے واسطے علمی گفت و گو کے پسندون سے مشکلات علوم کا جال بنا کر پھیلا یا بالآخر جب بات کی نوبت آپ تک پہنچی۔ تو پھیلائے ہوئے جال کو اپنے ایک ہی اٹھان میں توڑنا ذکر و ہم پریم کر دیا۔ اس واقعہ سے آپ کی شاہبازی کی حقیقت اور باب امتحان پر روز و دشمن کی طرح ظاہر ہو گئی۔ اور اس نواح کے طلباء نے جیسی جیسی فرصت پائی۔ آپ کی خدمت سے مختلف فنون کا استفادہ کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب ملک و ملت کا تخت و تاج ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں جب انگیر شاہی جلوس سے زینت یاب ہوا۔ تو نشاط۔ کامرانی۔ خواہش پذیری۔ اور آرزو شکنی کا ہنگامہ گرم ہوا۔ اور آپ کو سپاہگہری کے منافی جو پیری ہے اُس نے آگیر۔ ترک اور تجرید کا شوق آپ کی جلی بات ہی اس کو ترقی ہوئی۔ لہذا آپ نے اپنی ناتوانی کو شفیع بنا کر حضور شاہی میں التماس کیا۔ کہ زندگانی کے دن میں نماز عصر کا وقت آگیا۔ اگر سلطانی اجازت دستگیری فرماوے۔ تو میں اپنی صورت کو معنی کے ہم رنگ بناؤں اور یک رنگی و یک جہتی کے ساتھ۔ اپنی عمر کی نماز مغرب ادا کروں۔ آپ نے مشایخ کے طریقہ پر دو تین گھڑی گوشہ نشینی کو غنیمت سمجھوں۔ اور ایک دل اور یکتائی کے ساتھ دنیا سے نکل جاؤں۔ تاکہ سابقہ عمر کا تذکرہ اور تلافی کر سکوں۔ کیونکہ العبرة بالخواتیم واقع ہے شہنشاہ نے آپ کی حقیقت نامہ رائے کی آفرین کی۔ اور التماس کو شرف قبول بخشا۔ سال جلوس کے آغاز سے ہجری سنہ ایک ہزار اسی تک کہ یہی سال رحلت ہے۔ آپ حسب اجازت سلطانی اپنے وطن میں فارغ البال۔ عبادت ذوالجلال کے اندر مشغول رہے۔ اور اپنے پدربزرگوار کے مرقہ مبارک کی مجاورت سے عزت حاصل کی۔ شیخ ظہور الدین محمود جلال شطاری کے خلیفہ شیخ داؤد جواریا ب طریقت میں نظیر کے قابل ہیں روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے رحلت سے چھ مہینے پہلے تمام ماکولات اور مشروبات کو ترک کر دیا تھا۔ صرف ایک کٹورہ پانی پی کر و ما جعلناہم جسدًا الا بیا کلون الطعام و ما کانوا خالدين کی نصیحتیں فرماتے تھے۔ جب تلخ اٹھارہویں محرم سنہ مذکور اور شب بیدار آئی۔ تو جاننہیں ملے اور ہم نے ان کے ایسے جتنے نہیں بنائے تھے۔ کہ کمانہ کھاتے ہوں۔ اور نہ وہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے ہی تھے ۱۲۔

خدمت کو رخصت کر کے عالم محسوس سے ملک معقول کو روانہ ہوئے۔ اور حضرت غوث الاولیاء کی نورانی
 آسائش گاہ کے پہلو میں خواب گاہ اختیار کی۔ آپ کی معنوی درویشی کا یہ بڑا شاہر عدل ہے۔ کہ آخری
 سفر کے بعد آپ کا نقد مترکہ تجبیر و تکفین کو کافی نہیں ہوا۔ اور متاع۔ اساس البیت اور آبادی کے
 مکان کی قیمت میزان قرض کی برابر نہیں آئی جو آپ کے ذمہ تھا۔ حال آنکہ چند سال آباد سرکار میں
 اور معمور پرگنات ہی آپ کی جاگیر میں رہے۔ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حقیقی فقر والہ کا دل صاف ہوتا ہے
 اور معنوی تجرید والہ کا ہاتھ چلنی کا حکم رکھتا ہے۔ اگر بالفرض مشرق و مغرب کی سلطنت کی دستگاہ اُس کو
 مل جاوے۔ تب ہی وہ ظاہری تعلقات میں مبتلا نہ ہو۔ اسی بنیاد پر کہا ہے۔ جس کسی نے کہا ہے
 مصرع گدا اگر ہم عالم بدو دہستہ گداست۔

یاد شیخ نور محمد خلیل جانا پیری

آپ بھرہ قوم میں سے ہیں۔ مدت ساٹھ سال تک خوردہ فروشی کی بساط سے قناعت۔ توکل۔
 اور رصنا بہ قناعت کے ساتھ نعمت حاصل کرتے رہے بازار نشینی کے شیوہ کو اپنے مقام خلوت در انجمن کے
 چہرہ کا نقاب بنا سے کہتے تھے جب حضرت غوث الاولیاء نے گوالیار سے ہجرت فرما کر اپنا حبان افروز
 جمال گجرات نشینوں کو دکھایا۔ تو ایک روز بازار جانا پیر کے راستہ میں حضرت غوث الاولیاء کی کیمیا اثر
 نگاہ شیخ کے استغراق پر جا پڑی۔ فرمایا۔ اے شیخ۔ کمان تک فطری نور مخفی رکھو گے۔ بہت مدت ہوئی
 ہے کہ لوح محفوظ سے تمہارا خطاب شیخ نور اسد ہو گیا ہے۔ یہ لکھ حضرت غوث الاولیاء نے آپ کا ہاتھ
 اپنے ولایت بخش ہاتھ سے پکڑ کر دوکان سے اٹھالیا۔ اور دوکان کو فقرا برٹا کر۔ آپ کو خانقاہ میں لے
 آئے۔ اسی وقت خلعت خلافت پہنا کر رہنمائی اور شیخوئی کی سند پر بٹھایا۔ پھر اخیر زندگی تک آپ
 سوائے عزم مسجد کے حجرہ سے باہر نہیں نکلے۔ اور اللہ نوری السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کا منظر
 بن گئے۔ خواب گاہ احمد آباد۔

تمہید نگزاری

چونکہ کتاب گلزار ابرار۔ طوالت سے مطلق خالی۔ اور اختصار سے بالکل مالا مال۔ چار چین

کی چار چوٹی طنائون میں بندھی ہوئی ہے۔ اس سبب سے دانش و نبیش واسے اصحاب کے حالات کے سبزہ زار کو تفصیل نگار قلم کے سینچنے سے نہیں۔ بلکہ محفل نویس قلم کی ہوا داری سے جو سرسبز نگر سکا۔ اور اس نہ لکھ سکے کی خلش ہمیشہ دل کے اندر خراش پیدا کرتی رہتی۔ اگر اپنے اپنے وقت کے تذکرہ نویسوں نے صدر الذکر اصحاب کے بابرکت حالات لکھنے سے کہ ورت خاطر کی جھاڑ پونچھ کر کے صفائی نہ بخشی ہوئی۔ با اینہم دل اور جان کو تسلی اور تسکین نہیں ہوئی۔ ناچار ہر ایک ملک کے چند اصحاب جو اس چار چمن کی انجمن میں رنق بخش نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے نام آخر میں لکھا جس طرح فرمانون کو تام کرنے کے بعد مہر اور سکے سے فرین اور سبیل کرتے ہیں۔ اسی طرح راقم نے بھی اس سالہ کو مکمل اور مرتب کیا بیت

رواق خالقہ نامہ ماست

اتمام ہر یک کہ در دھامہ ماست

یاد شیخ ابوالفتح و صہلوی

آپ۔ سید محمد گیسو دراز کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے مراتب اور مقامات نہایت عالی تھے۔ مگر گزشتہ سے بجا زت پر بزرگوار گجرات میں تشریف لائے۔ بہت سے اصحاب معرفت کے کمالات آپ کی رہنمائی کی بدولت۔ قوہ سے فعل میں آئے۔ جیسے (۱) شیخ علی خطیب احمد آبادی۔ (۲) شیخ سراج الدین۔ شروع شروع میں یہ دونوں صاحب۔ سلطان السادات قطب عالم بخاری کے مرید تھے۔ مگر اخیر میں شیخ ابوالفتح کی صحبت سے فیض پایا۔ (۳) شیخ محمد پیارا۔ ان کی پرورش سید محمد گیسو دراز نے اپنے عزیز پوتے شاہید اللہ حسینی کے حوالہ فرمائی تھی۔ خرق عبادت میں ان کو پورا کمال ملتا اور (۴) شاہ جلال گجراتی۔ جو شیخ منکن کے پر تھے۔ اور جو سنبھل کے ملاوہ میں مدفون ہیں۔ یہ چاروں اصحاب آپ کے مرید تھے۔

یاد مولانا سعود بیگ

آپ۔ ترکان عراق و تبریک قوم میں سے ہیں۔ کتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں معرفت کا میوہ کتابی علم کے باغیچہ میں کمال کی شاخ سے آیا تھا۔ لیکن صحیح روایت یہ ہے۔ کہ سعود بیگ۔ شیخ نصیر الدین محمد چراغ دہلی کے مرید ہیں۔ ترکمانی تھے۔ سپاہیانہ وضع تھی۔ ظاہری علم اور فنیلت کی تحصیل سے کوئی حصہ نہیں ملا تھا۔ چراغ دہلی کی خدمت سے آپ کی دانش و نبیش کی شمع روشن ہوئی تھی

اور آپ کا ملون کے درجہ پر پونچے۔ بہت سے رسالے عربی اور فارسی زبان میں آپ کی طرف سے منسوب ہیں۔ آپ کی تصنیفات جو زیادہ تر مشہور ہیں مرآۃ العارفین، اور غزلون کا دیوان ہے۔ جس کو اپنے پیر تہجد کی طرز پر تراجم کیا ہے۔

(۱) شیخ شہاب الدین لکھنوی۔ حاجی الحرمین۔ اور محرم اسرار کونین تھے۔ (۲) مولانا حجتہ الدین بٹکانی آپ کی پرستش اور پرہیزگاری طرح کا تھا۔ اور اقوال و انعال میں شوق انگیزی کی شان عیان تھی۔ چشتیہ بڑے بڑے سلسلوں کو عربی زبان میں نظم کیا ہے۔ (۳) مولانا بدر الدین تولہ (۴) مولانا رکن الدین (۵) خواجہ عبدالرحمن سازنگ پوری (۶) خواجہ احمد بدایونی (۷) خواجہ لطیف الدین کاندھلوی (۸) مولانا نجم الدین محبوب عرف شکر حامی تمانیسری (۹) خواجہ شمس الدین دہلوی جنہوں نے اپنے پیر کے ملفوظات کو صحیفوں کی شان میں محفوظ کیا ہے (۱۰) مولانا سراج الدین حافظ بدایونی (۱۱) مولانا قاضی شاہ باہلی (۱۲) مولانا قوام الدین یکدانہ اودھی جن کی نسبت شیخ کلام کرنے میں ہمیشہ نیک مرد کر کے خطاب کیا کرتے تھے (۱۳) مولانا برہان الدین سادی (۱۴) خواجہ عبدالعزیز بانگرہ سادی (۱۵) مولانا جمال الدین اودھی جو تحصیل علم اور تعلیم فنون میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے (۱۶) مولانا بھاشا جودہلی کے تمام علمائے مناظرہ کے اندر سبقت کیا کرتے تھے۔

القصہ صدر الذکر تمام بزرگان نام آفرین جو آئی حقائق کے نمونے اور ایزدی تجلیات کے مظاہر ہیں ان میں سے اکثر کو فرقہ خلافت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی خدمت سے حاصل ہے۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے مقام پر گروہ کے گروہ لوگوں کو جن کی جیب حسن عمل کے نقد سے بھری ہوئی تھی۔ اپنی ہدایت بخش تلقین سے سلوک اور رہنمائی کے خزانہ کا مالک بنا دیا ہے۔ غرض اس سے ہے کہ طریقت کا سلسلہ اس نمود بے بود کا رشتہ ٹوٹنے کے وقت تک مسلسل جاری رہے۔ اور نیز انہوں نے غول کے غول نبی آدم کو جہالت کے غار سے اپنے فیض تعلیم کی بدولت علم اور دانائے کے بالا خانہ پر چڑھا دیا ہے۔ اس نیت سے کہ عنصری اور فلکی صحیفوں سے موجودات کے نقوش ٹٹنے کے روز تک کتابی تصویر خانہ میں رنگ آمیزی کرتے ہیں۔

یاد مولانا عالم دہلوی

آپ کا لقب فرید الدین ہے سلطان فیروز ابن رجب اخلجی کے زمانہ میں۔ اُن کے داماد ملک

تہ بازخان نامی کے مصاحب تھے۔ کئی قسم کے علوم اور فنون میں تبحر حاصل تھا۔ بالخصوص فقہ کے اصول اور فروع میں آپ کی یکتائی کا ذکر لکھتا تھا۔ فتاویٰ تاتارخانی آپ کی ہی تالیف ہے۔ عجب کتاب ہے فقہ کی تمام جزئی روایتیں۔ جو فتویٰ لکھنے والوں اور لکھوانے والوں کو درکار ہوتی ہیں اس فتویٰ کے بابوں درج ہیں۔ کہتے ہیں سلطان نے بہت کچھ کوشش کی تھی کہ فتاویٰ تاتارخانی فتاویٰ فیروز شاہی کے ساتھ نامزد ہو جاوے۔ لیکن مصنف نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اور اپنے محسن مصاحب کے نام پر معنون اور فرین کر دیا۔ اس کتاب کی تالیف اسی سال میں ہے۔ کہ جس کی اکائیان۔ و ہائیان اور صدیان سات سات ہیں۔

اس میں شک نہیں۔ اگر ایسے لوگ۔ نوازم آشنائی کے بارہ میں حقیقت کا لحاظ نہ کر کے تمثیل کے تیز مزاج گھوڑے کو سابقہ معرفت کی شاہراہ سے لٹا لیجائیں۔ اور اس باب ہوا و ہوس کی تحصیل کے میدان۔ اور نفس پروری کے کوچہ میں اُس کو جولانی دیں۔ تو پھر یہ مناسب ہوگا کہ حق شناسی اور حق گزاری کی ماسید کا قافلہ۔ ولون کی سرا سے کوچ کر جاوے۔

یاد مولانا سماء الدین جو پوری

آپ قاضی شہاب الدین زراہلی کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ سلطان حسین۔ ابن سلطان ابراہیم شرقی آپ کا ہی شاگرد ہے۔ چونکہ سارا ملکہ کی را سے امور ملکی میں پیش بہا ہوتی تھی۔ لہذا سلطان نے خواہی نہ خواہی سند وزارت پر بٹھا کر قتلخ خالی خطاب عطا فرمایا تھا۔ جب سلطان بلول لودی نے سلطان حسین شرقی پر لشکر کشی کی۔ تو قتلخ خان گرفتار کر لئے گئے۔ اور شہر دہلی میں لاکر مثل یوسف قید خانہ میں محبوس رکھے گئے۔ دہلی کے بہت سے با استعداد لوگوں نے آپ کے دیدار اور گفتار سے قلبی فروغ اور فراغ بہم پہنچایا۔ بالخصوص شیخ عیسیٰ ابن شیخ بدایہ آپ کی صحبت میں بہت جایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ خان۔ ظاہری و باطنی علم میں ایسا کمال رکھتے ہیں۔ جس میں نقصان نہیں ہے۔

(۱) مولانا خمس الدین (۲) شیخ رکن الدین (۳) بابو تلج الدین (۴) شیخ مرغان (۵) شیخ جہانگیر (۶) اور شیخ کبیر۔ ان محقق بزرگوں نے شہر جو پور میں نشو و نما پائی تھی۔ اور اسی شہر میں ان کی خوابگاہیں بھی ہیں۔ چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ میں منسلک تھے۔ اور اس باکمال جماعت میں سے ہر فرد۔ تن گدازی۔ جان نوازی۔ تحصیل علوم۔ اور عمل کے ساتھ تکمیل علوم میں۔ استوار رہا۔ اڑون کی مانند

راست مستقیم - اور مستقل بنا۔

یاد (۱) شیخ حاجی چراغ ہند (۲) ویداسد الدین

یہ دونوں صاحب نظر آباد کے باشندے۔ اور شیخ رکن الدین جو ننہی کے خلفائے سہین
من اور ارات۔ بقیوں نفس کے ساتھ روزہ والی کا محاربہ رہتا تھا۔ اور بیداری کی صفت آرائی بہتی تھی
جہاد اکبر کے میدان میں فہمور تھے۔

یاد شیخ المداد صالح

آپ شیخ عبدالواحد کے خلفائے سہین۔ ظاہری اور باطنی علوم آپ میں جمع تھے۔ لیکن کتابیں
علم کو اپنے با صفا باطن کے جمال کا برقع بنا کر ہمیشہ درس دینے میں مشغول رہتے تھے۔ اکثر اُس زمانہ کے
طالبان علم۔ آپ کی خدمت میں فضیلت اور مولویت کی اپنی سیڑھی پر چڑھ گئے ہیں۔
منجملہ اُن کے ایک مولانا مجید الدین محمد ہیں۔ تمام علوم اور فنون میں آپ کی مشکل کشا تصانیف
اور لطیف تالیفات ہیں۔ اور ہندوستان کے بہت سے متحرک علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ اور مشہور
سلسلوں کے اکثر مشائخ آپ سے کامل طور پر پروہیاب تھے۔ ہجری سنہ نو سو تیس میں فرمانِ رواد
سلطنت ظہیر الدین بابر شاہ نے ملک ہند کو فتح کیا تھا اُس زمانہ میں آپ مسند حیات پر ارباب فضل کی فیض
سانی کر رہے تھے۔ اس بزرگ دولت اور بزرگ دوست بادشاہ کی طرف سے آپ کے بارہ میں بہت
کچھ تعظیم اور توقیر طور میں آتی تھی۔

انہیں میں سے ایک مولانا عبد القادر صابونی ہیں۔ شہرِ دہلی کے تمام درس دینے والوں
میں آپ افضل تھے۔ کہتے ہیں۔ مولانا عصام الدین ابراہیم سفرانی کے شاگردوں میں سے ایک
شاگرد بیان کرتا تھا۔

میں ہجری سنہ نو سو چالیس میں شرح کافیہ مولانا المداد کی جو میان السہ دیا کر کے
لوگوں میں مشہور ہیں۔ دہلی میں لایا تھا مولانا کے تمام شاگردوں نے اور نیز دیگر علمائے
اُس شرح کو مطالعہ کر کے تعلیقات اور حاشیے چڑھا دیے۔ جب میں دارالعلوم
بنارہ کو رٹ کر گیا اور اُستاد کی نظر سے وہ حاشیے گزرے تو تمام تعلیق نویسوں میں سے
مولانا عبد القادر کی علمِ نحو میں زیادہ تعریف فرمائی۔

یاد مولانا عابد اللہ

آپ مولانا شمس الدین انصاری لاہوری کے فرزند ہیں۔ آغاز جوانی سے آپ کو مخدوم الملک اور شیخ الاسلامی کا خطاب تھا۔ آپ کی تقریر کی زبان اور تحریر کا قلم فصاحت اور بلاغت کی عروسوں کو زیور پہنا کر حسن و دبلا کرنا تھا۔ آپ کے قلم کی لکھی ہوئی تالیفات اور تعلیقات تو بہت کچھ ہیں۔ لیکن عصمت الانبیاء۔ منہاج الوصول۔ اور رسالہ تفصیل عقل بر علم جو عقلی اور نقلی دلائل سے استوار کیا گیا ہے۔ یہ تین کتب باتمیز ظریفوں کے نزدیک آپ کی جملہ تصنیفات میں زیادہ مقبول ہیں۔ ہجری سنہ ۱۲۵۰ جو چونتیس میں جب میر ابو البقا ابن میر عبدالباقی ابن میر تقی الدین محمد جوایران اور توران کے تمام علما اور فضلاء میں افضل تھے۔ ہند میں آئے۔ اور بیان کے علماء کے ساتھ علم آزمائی کی مجلسیں ہوئیں تو انہوں نے مخدوم الملک کو سب پر ترجیح دی۔ اور فرمایا۔ اس نوجوان کی معنوی فطرت۔ پختگی کی راہ سے کمال پیری میں۔ اور استحکام کے اعتبار سے آغاز شباب میں ہے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ جمع کی فرضیت ساقط ہونے کے بارہ میں انہیں معمولی کتب فقہ میں سے آپ نے روایتیں سو سے زیادہ ہی زیادہ نکالی تھیں اکثر روایتوں کی بنا۔ راستہ کے غیر مامون ہونے پر رکھی تھی۔ لیکن اخیر میں تقدیری کرشمہ۔ عرش آستان اکبر شاہ کی سلطنت کے صدر الصدہ شیخ عبدالبنی کی رفاقت میں۔ آپ کے گردن اختیار۔ اگر وہ (تا خوشی) کی رسی میں باندھ کر دریا کے راستہ سے سفر حجاز کو لے گیا۔ ایک مدت تک اُس اسلامی مقام میں رہے۔ اور مدسائے گفت و گو کے ذریعہ سے مختلف علوم کے آئینوں کی رنگ دور کر کے صیقل پر چڑھایا۔ جب آپ نے وطن کو معاودت کی۔ تو اشنا سے راہ میں احمد آباد گجرات بھی پڑا بیان پر آپ کا زمانہ حیات جو تقریباً سو سال تھا۔ پورا ہوا۔ اور صدر عالی قدر عرش آستانی کے دربار عالی میں آ پھونچے۔ اور جن طرح سے مقدسین ہوتا۔ روزِ زندگی کی شام لے لی۔

یاد مولانا عابد الرحمن لاہوری

آپ شہر لاہور کے بڑے عالمون میں سے ہیں خواجہ عبدالحق احراری کی خدمت میں راویہ لائے ہوئے تھے۔ ہجری سنہ ۱۲۵۰ جو پچاس میں جب سب انان کو خدمت فرمایا۔ خواجگاہ لاہور۔

اوبالمنته ولا تيسر ان القوم في الجنة
 لكنهم ليسوا في الشرج بل في النور ومن في
 كل كون لقول متدا يستحق الحب
 واحب الجنة احب الجنة هم الفائزون
 الفوز النجاة من كل ما يمكن في شيا
 علا وملاحظة في ويقال شرف قلب
 الدار لكونها في محل الكرامة واختصاصها
 بعدية الزلفة والا فلا قطار كرها
 لكن بقية الدار ما يجاري منها كالشد
 قطعه

ان لا حد جارك لجواركم
 طوبى لمن اضمحى لدارك جارا
 باليت جارك باعنى من داسره
 شبر الا عطيه لشبر داسره
 يقال الحقيقة واركانت منزلة من
 الجوار ليس القرب منه تبادى الا قطار
 ما طلاق هذا اللفظ القلوب الاحباب
 بل لوجاز القرب في وصف من سبب الساب
 لم يكن لهذا كثيرا اثر وانما حيوة القلوب
 بهذا الان حقيقة مقدسة عن
 هذا الصفات ثمر لاجل قلوب احباب
 بطلق هذا ولوقوع العلماء في كذا التا
 بل هو هذا اماره الحب انما من اجلك

یہ لوگ صحت جنت کے پرور میں بیٹھے دے نہیں ہیں۔ بلکہ کل کوئی و مکانی
 قید سے نجات پاؤنگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ صلی شانہ کا ارشاد ہے۔ - صاحب نار۔
 (دورخی) اور اصحاب جنت (جنتی) باہم برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ
 اصحاب جنت ہی نجات پانے والے ہیں۔

نیز کے معنی میں نجات پانا۔ اُن تمام چیزوں سے جن میں شائبہ کسی علاقہ
 کا یا رعایت کسی قید کی پائی جاوے۔ اور کہتے ہیں۔ اس دار السلام کے
 مرتبہ کا شرف اس سبب ہے۔ کہ یہ محل کرامت میں واقع ہوا ہے۔ اور
 قرب قربی کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ نہ کل اقطار دار گھر ہیں لیکن
 قدر و قیمت گہری باعتبار ہمسائیگی ہوتی ہے اسی معنی میں کسی شاعر نے اچھا لکھا
 ترجمہ

میں آپ کے ہمسایہ پر آپ کی ہمسائیگی کے سبب حسد کرتا ہوں
 جو شخص آپ کے گھر کا ہمسایہ ہو کر رہا۔ اُس کو بڑی خوشی کا موقع ہے
 اے کاش آپ کا ہمسایہ اپنے گھر میں سے مجھ کو فروخت کر دیوے
 ایک بالشت بہرزمین۔ میں اسکو بالشت بہرزمین کے عوض ایک پودا مکان میں لگاتا
 کہتے ہیں۔ اگرچہ حقیقت ایزدی ہمسائیگی قبول کرنے سے بالکل پاک ہے اور
 حقیقت کا قرب۔ قرب اقطار کے ذریعہ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ انہماک اس
 لفظ قرب کا جو اطلاق کیا گیا ہے۔ تو اس کا سبب یہ ہے کہ لفظ قرب کا اطلاق
 قلوب احباب میں اُس پیدا کرنے والا ہے۔ بلکہ اگر قرب کا وصف مست
 کے اعتبار سے جائز مانا جاوے تو یہی اس کا کچھ فرمایا نہیں ہے۔ اور
 اسی قرب سے قلوب کی حیات ہے کیونکہ حقیقت انہری ان صفات کے
 پاک ہے۔ پس قلوب احباب کے لحاظ سے قرب کا لفظ بولا جاتا ہے
 اور البتہ علما تاویلات کے جھگڑے میں بڑے سہوئے ہیں بلکہ یہی تو
 محبت کی علامت ہے۔ کہ اپنے آپ کے سبب سے ایسی شے کو اپنے

حملت الذی لا استطیع | اپر انگیز کر یا جس کی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔

یادداشت شیخ نور الدین و (۲) شیخ شمس الدین

یہ دونوں اصحاب شیخ یعقوب ابن شیخ رکن الدین کے فرزند ان رشید ہیں۔ اولین صاحب زادہ ظاہری علم سے بہت کچھ بہرہ یاب تھے۔ تکمیل علم کی سیڑھی پر چڑھ کر اخیر میں دریا سے لاہور کے کنارہ موضع میانہ میں چلے گئے تھے۔ اور وہیں گوشہ درویشی اختیار کر لیا تھا۔ اور بقیۃ العمر اسی گوشہ میں اور اسی کنارہ دریا پر گزار دی۔ دوسرے صاحب زادہ کو بھی بقدر حاجت رسمی علم کا سرمایہ حاصل تھا۔ سلوک اور طریقت کے اندر اپنے بڑے بہائی کی برابر تھے۔ دونوں صاحب زادے اپنے پدر بزرگوار کی راست روی کے راستہ پر ثابت قدم تھے۔

مولانا قاضی شاہ لاہوری۔ شریعت اور طریقت کی شاہراہ کے سوا۔ قدم نہیں رکھتے تھے۔ اور مجاز حقیقت کے اصول سے بھی پوری معرفت حاصل تھی۔ بخودی کے گوشہ میں قناعت پسند قوت سے عمر گزاری۔ اور مرتبہ تلوین (ایک مقام ہے تصوف کا) کی رنگ آمیزی سے رہائی پا کر بے رنگی کے مقام میں آسودہ رہتے تھے۔

یاد مولانا اسماعیل لاہوری

آپ ارباب حدیث کی بڑی سند دینے والوں میں سے ہیں۔ فقہ اور سنت کی کتابیں ایران میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی۔ اور حضرت امیر سید جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت میں تعییم اور مطالعہ فرمائی تھیں۔ نقشبندیہ سلسلہ میں ارادت رکھتے تھے۔ امیر عبداللہ ہروی جو میر قبطی کر کے مشہور ہیں شیخ جلال واعظ ہروی بخاری کے مرید تھے۔ امیر عبداللہ کی ملازمت میں آپ مریدانہ سلوک سے پیش آتے تھے۔ ہجری سن نو سو اسی میں فرمان طلب قبول فرما کر لاہور میں خوابگاہ اختیار کی۔

یاد (۱) مولانا اللہ داد و (۲) مولانا شمس الدین

آپ دونوں صاحب شیخ احمد ابن شیخ شمس الدین ملتانی سلطانپوری کے بیٹے ہیں۔ بڑے بالکمال عالمون میں سے ہیں۔ ان کے پدر بزرگوار۔ ملتان کے بزرگان ولایت میں سے تھے۔ اور

ان کے جدا مجد جناب مولانا کمال الدین دادوہین۔ جو تمام علوم میں فاضلان عہد کے استاد تھے فنون حکیم کی زیادہ تر تحصیل۔ سید شریف جرجانی کی خدمت میں بمقام شیراز کی تھی۔ القصد ان اصحاب کے طبقہ میں۔ دین۔ دانش۔ دیانت۔ درویشی۔ پرہیز۔ پرستش۔ پند۔ اور پذیرائی یہ جملہ اوصاف موردی اور نیز کسبی ہیں۔

خواجہ قطب الدین سہرندی۔ زمان کے شرف۔ مکان کی سعادت۔ علم کی کمال۔ اور عمل کے جمال میں شیخ الہدایہ صالح کے سہیم و شریک تھے۔ اور مولانا مجد الدین محمد کی خدمت میں لوجہ المدحست اور دوستی رکھا کرتے تھے۔ سراسر مجد کے دروازہ پر آپ کی قبر اس مدعا کی شاہد ہے۔

یاد شیخ بدر الدین سہرندی

آپ شیخ یحییٰ کے خلیفہ ہیں۔ جو مقام سندیا میں قیام رکھتے تھے۔ اور نہایت بزرگ تھے۔ اُس نواح کے بہت سے عالی قدر لوگوں نے استنباط النوار بدر اللہ سے کیا۔ اور آپ کی تلقین کی روشنی میں طریقت کی منزلیں طے کی ہیں۔ بمجلدان کے ایک میان امن الدین میان غازی سہرندی ہیں۔ جو مقاصد فنون کے عالم۔ مخفی اسرار کے عارف۔ کلام مجید کے حافظ۔ اچھے شاعر۔ رنگین نگار منشی۔ موسیقی دان۔ مختلف قلموں کے خوشنویس اور فقراے باب اللہ کے خادم تھے۔

دوسرے مولانا میر علی کنہوہین۔ صاحب حکمت و صفات تھے۔ اور آپ کا ظاہر ہمیشہ باطن کا مغلوب رہتا تھا۔ درویشوں کے ساتھ ہمیشہ پرستار نہ بسر کیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں سہرند کے اکثر فضلا۔ آپ کے ساتھ نسبت شاگردی رکھتے تھے۔ آپ کے تمام شاگردوں میں افضل۔ جامع کمالات صوری و معنوی شیخ عبدالحی ہیں۔ جو شیخ جوہر کر کے مشہور تھے۔

یاد میان علی شیر سہرندی

آپ ایک عالم تھے۔ جن کو تمام مشہور سلسلوں سے بالخصوص قادریہ خانوادہ سے استحکام کے ساتھ نسبت تھی اپنے عمر عزیز مشائخ طریقت کی خدمت میں صرف کر کے ہجری سنہ نو سو پچاسی میں عالم علوی کو کوچ فرمایا۔

یاد شیخ احمد سرزندی

آپ فقہ کے اصول اور فروغ کو استادانہ جانتے تھے۔ اور اکثر اہل تجرید۔ اور صاحب فن
شائع کے ساتھ اعتقاد صحیح رکھتے تھے۔ اس مقام کے تمام چوٹے بڑے ہنگام ضرورت فتویٰ۔ آپ
کے محکمہ میں آکر اپنی مشکلات حل کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ۱۳۵۰ھ چپاسی میں مفتی قضا کے حکم سے
آپ نے نقد حیات ملک الموت کے سپرد کر دیا۔

یاد شیخ عبدالاحد سمرندی

آپ شیخ عبد القدوس حشتی کے دلی ارادہ مندوں میں سے ہیں۔ آپ کو مولویت کا شرف اور تصنیف و تالیف کا سلیقہ حاصل تھا۔ بہت سے مفید رسالے آپ کے قلم کے نکلے ہوئے ہیں۔ باطنی شعلہ۔ پردہ سوز برق تھا۔ اس کی روشنی میں آپ نے مجاہدہ کے ہنگامہ سے نکل کر مشاہدہ کے خلوت خانہ میں راہ پائی تھی۔ بڑی عمر تک خوشحال زندہ رہے۔ مگر دُعاؤں سے یَرَدُ اِلٰی اَرْضِ دِلِ الْعَمْرِ لِيَكْمِلَ لِيَقْلَمُ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا کے قبیلہ میں داخل نہیں ہوئے۔

قال بعض المحققين ارذل العمر
 زمان الفترة بعد المجاهدة وحال
 تنقيب المشاهدة ويقال ارذل الع
 تخلى المرء بحيث لا يعرف قدره
 ويقال ارذل العمر التطوع
 في اذنية الحسبان ان شيا
 بعير الله -

یادداشت‌های علامه‌الدین سارنی و (۲) شیخ خیرالدین سارنی

یہ دونوں صاحب۔ الہی تجلیات کے مظہر تھے۔ پرہیز اور صبر کا مرقع۔ توکل اور محویت کی چادر۔

۱۵ اور تم میں سے کوئی کوئی سے زیادہ کمی عمر (یعنی بڑھاپے) کی طرف لوٹا کر لایا جاتا ہے۔ کہ (سیکچر) جانے چھپے۔

(آخر میں ستر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جو خاک مینیں ۱۲۔

دانش اور نبیش کا خرقہ اور فقر و فاقہ کی گودری۔ اپنے مشرب کے قدر پہنے ہوئے تھے۔ تمام تعلقات سے آزاد و خاطر اور آزادانہ رہتے تھے۔

یاد شیخ اختیار الدین سارنی

آپ کو تمام شیا کے روحی تصرفات میں۔ اور جانداروں کے ضائر معلوم کرنے میں کامل اختیار تھا۔ روایت ہے کہ غریزان قصہ سارن چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ میں ملازم ارادت و خلافت ادا کیا کرتے تھے۔ سو حدانہ ولایت احمدی کی چادر اور فقر محمدی کی عبا علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ اپنی دوش بہمت پر رکھتے تھے۔ اور انفسی و آفاقی (عالم ارواح اور عالم شہادت) کی رموز سے واقف تھے۔ کما فہم من مضمون بعض مکتوبات بعضہم الی بعضہا منها۔

عزیز من۔ ارباب بصیرت کو تحقیق طور سے دریافت ہوا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام اودان کے بنی نوع کی پیدائش۔ ذات اور صفات جلت عن احاطتہ کی معرفت کے واسطے ہے۔ اور معرفت اس مقدمہ پر موقوف ہے۔ کہ شناخت نتیجہ اس امر کا ہے۔ کہ عارف اور معروف کے درمیان میں اشتراک اور اتحاد۔ صورت اور معنی کے اندر پیدا ہو جاوے۔ نظیر اس کی یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص بادشاہ نہیں ہو جاتا ہے۔ وہ دوسرے بادشاہ کے حالات اور اوصاف کافی تحقیق کار نہیں ہو سکتا ہے۔ پس انسان بدون اس مرتبہ کے حقیقی مالک الملک۔ اور اصلی ملک الملوک کو کیسے پہچان سکتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو انسان کو پیدا کیا۔ تو اپنی سلطنت کی صورت اور ملکیت کی صفت پر پیدا کیا۔ تاکہ انسان۔ انسان سلطنت کی مطابقت۔ الہی سلطنت کے ساتھ اس ترتیب سے دیوے۔ کہ دل عرش۔ دماغ کرسی۔ توجہ خیال لوح محفوظ روح حیوانی اسرافیل۔ دوسرے ظاہری حواس اور باطنی قوی ملائک۔ قہ دماغ جو اعصاب کا منبت۔ اور قوت نامیہ کا منبع ہے آسمان اور کوکب۔ اخلاط اربعہ اور کیفیات مترجہ عناصر اور قوت ہلے ہارنہ و دبرہ۔ سپاہ اور اہل کچہری۔ یکے با دیگرے جڑے ہوئے اعضا وغیرہ رعیت۔ اور انسانی روح جو یگانگی۔ بیچونی۔ اور بیچگونگی کے عالم سے اصل خلقت میں حصہ اپنے ساتھ لیکر آئی ہے۔ سب پر بادشاہ اور حکمران ہے۔

القصد عالم ارواح پر عالم شہادت کے قیاس کی شرطیں انسان کو حاصل کرنا چاہیے۔ اور

اور معلوم کرنا چاہیے کہ جو شخص ازلی عنایت کی مدد سے جس کا ہیول - پیر کا ارشاد اور مرید کا مشغل ہے
 اپنی سرکاری سبب اسباب درہم برہم کر کے ناشناسا ویران جنگل میں جا کر مقیم نہ ہوگا۔ اور نیز جو ^{۱۵}مَنْ كَانَتْ فِي
 هَذِهِ اَعْمَى فَمِنْهُ فِي الْاُخْرَى اَعْمَى کے گردہ میں داخل نہ ہوگا۔ وہ شخص اس معرفت کے فروغ سے ان معانی
 کی اہل صفائے دیکھ سکے گا۔ وہی شخص اہل معرفت کی سعادت سے سرفراز ہوگا۔ اور وہی شخص ^{۱۵}مَنْ
 عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کے دائرہ میں داخل ہوگا۔ لیکن اس معرفت کا چہرہ بدون فکر کے نظربین
 آسکتا ہے۔ اور فکر - ذکر سے۔ اور ذکر - محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سالک طالب جب تک دنیا کی غریبی
 خواری - تباہی - اہتاہی (انتہا) معلوم کر کے۔ اُس کو دشمن قرار نہیں دیتا ہے۔ اور اس کی محبت کو
 جو بغض - حسد - کینہ - اور نیز دیگر خسیس عاداتوں اور ناقص سیرتوں کا سرمایہ ہے بالکل سینہ کے اندر
 سے جہاز بہار کر کے پاک صاف نہیں کرتا ہے۔ تب تک اُس کی گردن اس مکار دنیا کی محبت کے طوق
 سے آزادی نہیں پاتی ہے۔ اور ایزدی محبت جل ذکرہ اُس کی انسانی سلطنت میں پیدا نہیں ہوتی ہے
 وَ هَذَا مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَالْأَنْبِيَاءُ السَّابِقُونَ وَالْأَهْبَابُ وَالْأَوْلِيَاءُ
 الْآلِاحِقُونَ۔ امید ہے کہ توحید کی توفیق بخشے والا اللہ جل شانہ اپنے تمام دوستوں کو انفس
 و آفاق (عالم ادواح اور عالم شہادت) کی یگانگی اور اصل کے اندر سایہ کی فنا کا مکاشفہ روزی فرما دیگا۔
 اس انفاس فروشی کی غرض۔ اس امر کا ظاہر کرنا ہے۔ کہ اس مقبول جماعت کے کچھ لوگ تو ظاہر و
 باطن سے آراستہ اور بیرونی و اندرونی گزشتگی سے پیراستہ تھے۔ جو فنا اور بقا کے مرحلے۔ اور جمع و تفرقہ
 کی منزلیں طے کر کے اہل کشف و کرامات ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے کاغذی نقوش کی شناخت اور تحصیل
 کی سیمن سخن آفرینی کا منصب پا کر علم کا دروازہ اہل جہان کے سامنے کھول دیا۔ اور بعض لوگ درویشی -
 قناعت - گوشہ نشینی - اور تن گدازی کے طریقہ میں مشغول ہو کر تجرید اور تفریق کی شاہرہ پر پڑے۔

یاد شیخ یحییٰ کبیر نجیبیاریہ

آپ مخدوم جہانیاں کے خاص مرید۔ اور بزرگ خلیفہ ہیں۔ جو کوہستان ملتان اور قندھار کے درمیان
 رہے۔ اُس میں رہتے تھے سیادت اور شرفیت کے نسب کے ساتھ خلافت اقدس شریف اپنے
 ۱۵ جو شخص اس (دنیا) میں (دید و دانستہ) اندھا (بنا) رہا۔ وہ آخرت میں ہی اندھا ہوگا۔ ۱۴ جس شخص نے اپنے
 نفس کو پہچانا۔ اُس نے اپنے رب کو بھی پہچانا۔

حاصل کر لیا تھا۔ تمام صحرا کے رہنے والے افغان آپ کے ساتھ اعتقاد اور ارادت سے پیش آتے تھے۔ اب آپ کی نسل کے تمام افراد بختیار کے لقب کے ساتھ مشہور ہیں۔ منجملہ ان کے ایک شیخ محمد بختیار ہیں۔ تمام ہند کے رہنے والے افغانوں کی گردنوں میں آپ کی بیعت کا طوق پڑا ہوا ہے۔ جیسے شیر خان سورا اپنے تئیں آپ کے مریدوں میں سے شمار کیا کرتا تھا۔ اور اپنی ظاہری سلطنت اور اُس کا تسلط آپ کی باسعادت دعا کا ثمرہ سمجھتا تھا۔ شیر خان سدھری سندھ و سوات میں ہند کے تمام صوبوں کا فرمان روا۔ ہو چکا ہے۔ شیخ محمد کے فرزند خواجہ خضر دار السلطنت آگرہ میں گوشہ گزین تھے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ اور مشرب تعلیم کرتے کرتے زندگی کی شام کو اہل کی صبح کر دیا تھا۔ منجملہ پرہیز گاران سلسلہ بختیار یہ کے دو سے شیخ حسن محمد۔ اور تیسے شیخ ابا بکرتے۔ جنہوں نے آغاز جوانی میں ترک و تجرید کی توفیق پا کر اپنے بابرکت اوقات خدا پرستی میں گزارے۔

یاد سید حسین مشہدی

آپ کے آباؤ اجداد کرامت کے ہیں۔ اور خواجہ بھگت گجرات ہے۔ مخدوم جہانیاں کے سعید خلیفہ تھے۔ اکثر سفروں میں ہمرکاب اور ہم عنان رہنے کا شرف حاصل تھا۔ آپ کی باحقیقت باتیں بالکل سید محمد گیسو دراز کے ہم رنگ تھیں۔ غالباً ان دونوں بزرگوں کا باطنی باغ۔ ایک ہی ندی کے پانی سے سیراب کیا گیا۔ اور شاداب ہوا ہے۔

القصد۔ یہ دونوں والا فطرت نامور اپنے وقت میں کمالات اسمائی کے عیش محل کی رونق سنے۔ اور رہنمائی کی صفائی سے فروغ معرفت کی متلاشی اپنی آنکھوں میں خدا شناسی اور حق بینی کا سرمہ لگا کر نرانی رکھتے تھے۔ نفعا اللہ والمسلمین ببرکات آثار ہم اجمعین۔

یاد سید شیخ ابن شیخ عبداللہ عندروسی صادق منی حضرتی

آپ عالی نسب سادات میں سے ہیں۔ نسب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پہنچتے ہیں۔ حدیث۔ اسماء رجال۔ اور انساب کے علم میں سیر و تاریخ میں۔ اصطلاحات نقوون میں۔ اور بیان عرفان میں کامل طور پر تبحر اور سائی رکھتے تھے۔ داد و دہش کی ہمت کی۔ اور اخذ و جر سے دگر گرد کر کے۔ مشق اعلیٰ درجہ کو پہنچائی تھی۔ اپنی مدۃ العمر میں کسی امیر و وزیر کے دروازہ پر نہیں گئے

اپنے عالی خاندان آبا و اجداد کا سلسلہ صحیح ہوتے ہوئے۔ قادریہ خانوادہ اور مغربیہ خاندان میں اپنی ارادت اور خلافت کی نسبت قائم کرتے تھے۔

یاد شریف شیخ

ذاتی اور اکتسابی دونوں طرح کی شرافت آپ کو حاصل تھی۔ دسویں دور کے اخیر حصہ تک حیات کی سند پر بیٹھے رہے۔ راقم گلزار ہی شریف کی شریف ملازمت سے بہرہ یاب ہو چکا ہے۔ احمد آباد کے محلوں میں سے ایک محلہ جوہری داڑہ ہے۔ اُسی میں آپ کی خوابگاہ ہے۔

یاد شیخ عبد المعطی

آپ اپنے وقت کے بزرگ محدثین میں سے ہیں۔ حدیث کی تصحیح اور سند آپ کی ایک واسطہ سے امام سخاوی مصری کی خدمت میں پہنچتی ہے۔ احمد آباد میں رہتے تھے۔ قادریہ اور مغربیہ خانوادہ میں اعتقاد ارادت رکھتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو چوراسی میں عالم علوی کو کوچ فرمایا۔

یاد شیخ عبد السد شیخ رحمت اللہ

ان دونوں بزرگواروں کی زاد بوم سیوسان سند ہے۔ ایک تو انہوں نے شہر مدینہ میں رہ کر زراوہا اللہ شرفاً علم حدیث کی تحصیل بہت کچھ کی تھی۔ دوسرے شیخ علی تقی کے ساتھ شیخ ابوالحسن بکری شافعی مصری کی ملازمت میں اور نیز دیگر دالاسند میثین کی ملازمت میں حاضر ہو کر احادیث کی تصحیح کی۔ اور عالی درجہ کی سندیں لی تھیں۔ لہذا یہ دونوں بزرگوار شیخین مدنی کے لقب سے مشہور تھے۔ بالآخر گجرات میں آکر دونوں نے احمد آباد میں مکان قیام تجویز کر لیا تھا۔ لیکن شیخ عبد السد کو حجاز کی طرف پہلوٹ جانے کی توفیق ہوئی۔ اور ہجری سنہ نو سو چوراسی میں مدینہ معظمہ کے اندر آخر دی خوابگاہ اختیار کی۔

یاد سید عطا محمد

آپ کا لقب علاء الدین ہے۔ صحیح النسب سادات۔ اور سلسلہ قادریہ کے عالی مرتبہ مشائخ میں سے ہیں۔ احمد آباد گجرات میں ریاضت اور عبادت کے لئے۔ ایک حجرہ تجویز کر لیا تھا۔ ہجری سنہ نو سو اکتالیس ہوا۔ کہ جنت آشیانی ہمایون شاہ نے جب صوبہ گجرات فتح فرمایا۔ تو سلطان بہادر ابن مظفر گجراتی شکست کھا کر جزائر کے سواحل کی طرف ہٹا گا۔ اُس وقت سید نے بھی بہادر کے لشکر کے ہمراہ ہجرت کی تقدیری کرشمہ سے۔ دریا کے ایک ساحل پر اسیر فرنگ ہو گئے۔ اور جب وہاں سے رہائی ملی۔ تو حرمین محترمین

زاوہما اللہ شرفا کے طواف سے سعادت حاصل کی۔ پھر وہاں سے تھوڑی سی ہی مدت میں قدیمی وطن کی طرف بازگشت فرمائی۔ آپ کے حالات کا بیان کسی قدر اس طرح پر ہے کہ ایام سال کا اکثر حصہ روزہ میں گزرتا تھا۔ روزہ کے اندر افطار کا سبب ضیافت کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا رات کا کھانا صرف ایک پیالہ شوربا سے باقلا۔ اور ایک پیالہ دودھ ملا ہوا قہوہ تھا۔ دونوں پیالوں کا وزن پانچ چھ چمچہ سے زیادہ نہیں ہوتا تھا چشتیہ۔ سہروردیہ۔ مغربیہ۔ اور بخاریہ خاندانہ سے بھی اجازت۔ خلافت اور ارشاد کا فرقہ ملا تھا۔ عربی شعر شیخ ابن فارض مصری کی مدح پر کہا کرتے تھے۔ اعجوبۃ الزمان۔ اور نادرۃ الدوران۔ یہ دودویان آپ کے۔ ارباب سخن میں مشہور ہیں۔ ماہ ربیع الاول ہجری سنہ نو سو چھیاسی میں اُخروی سفر فرمایا۔ آپ کی قبر اسی خانقاہ میں بنائی گئی۔ جس میں رہتے تھے۔ پانچ بیٹے اور تین خلیفہ چوڑے۔ سب رشید تھے۔ اولین فرزند سجادہ نشین تھے۔ سید عبدالرزاق نام اور ابو بکر کنیت تھی۔ دوسرے فرزند سید نصیر نام اور ابو صالح کنیت تھی۔ تیسرے فرزند سید محمد۔ چوتھے فرزند سید علی۔ اور پانچویں سید احمد تھے۔ اولین خلیفہ شیخ بہا الدین۔ دوسرے خلیفہ شیخ محمد۔ اور تیسرے خلیفہ شیخ ابراہیم تھے۔ یہ تمام اولاد اور خلفاء۔ رہنمائی کی مسند پر ظاہری و باطنی کمالات۔ دینی و دنیوی سعادت۔ اور علمی و عملی شرف سے آراستہ اور سیراستہ تھے۔ اور زمانہ کے مشائخ اور اولیاء کے حلقہ میں کامل طور پر ممتاز رکھتے تھے۔

یاد شیخ کلیم الدین موسیٰ گجراتی

آپ نامور علما میں سے ہیں۔ تقریر اور تحریر میں فصیح زبان اور شیریں قلم تھے۔ کئی طرح کی عبادات میں اپنی اوقات منضبط رکھتے تھے۔ شمس عالم اور قمر عالم آپ کے فرزند ان رشید ہیں۔ یہ دونوں صاحبِ ارادہ حقانی الزوار اور ربانی تجلیات کے منظر تھے۔ ان تینوں اصحاب کی خوابگاہ احمد آباد میں ہے۔

یاد شیخ نصیر جمال

آپ کی خوابگاہ نوساری میں ہے۔ جو گجرات کے پرگنات میں ہے۔ آپ شیخ الشیوخ سہروردی کی پاک نسل سے ہیں اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ بہت سے لوگ آپ کی ہدایت سے کمال کے درجہ کو پہنچے۔

یاد شیخ شریف محمد

آپ ہجری سنہ نو سو چوراسی میں منڈو (مانڈو) میں تھے۔ تصوف کا آغاز۔ علم کی تحصیل۔ جواہر فرما کا عمل۔ دعوات کی استجازہ۔ اذکار کی سند۔ اور اشغال درشتہ الحق کی تعلیم۔ یہ تمام کام آپ نے شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت میں کئے تھے۔ جو راقم گلزار کے مربی ہیں شیخ نصیر جمال کی نسل میں سے ہیں۔ کشائش (کشف ہونے) کے بعد چند روز اپنے قصبہ دیو اس مالوہ کے کوہسار میں ریاضت کی۔ اور بیان سے حضرت غوث الاولیاء کی زیارت کے واسطے گواہیار کو گئے۔ گواہیار پہونچکر شیخ عبداللہ شہید کی خدمت سے اور شیخ ضیاء اللہ۔ اور نیز بیان کے دیگر مشایخ کی خدمت سے فیض حاصل کیا۔ پھر بیان سے دہلی کی سیر کے واسطے روانہ ہوئے۔ دہلی میں اہل دہلی کے قلوب اور قبور کی زیارت کی۔ پھر گجرات کو لوٹ آئے۔ اب اپنے آبائے کرام کے وطن میں۔ چراغ معرفت روشن کر کے۔ گوشہ گزین ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ تک خبر ملی ہے۔ کہ مسند حیات پر بیٹے ہوئے تھے۔ خدا کرے۔ عمر دراز ہو۔

این ترانہ در پردہ شکر گزاری ست

الحمد لله المعین علی اتمام ما اراد ظہورہ فی الانزل منا کہ چارون صدیوں کے بیداروں اصحاب جو خروید خواہنگاہ کے تہ خانوں میں آسودہ ہیں۔ ان کے موجدانہ حالات کے لکھنے سے فراغت ہوئی اور جو شب زندہ داران خلافت ظاہری زندگان کے دالان میں تلقین و ارشاد کی انجمن۔ ان ایام میں گرم رکھے ہیں۔ ان کے بابرکت حالات لکھنے کے واسطے ایزدی تجلیات کے دربار سے مجکو شروع کرنے کی توفیق ملی اعلیٰ افعال الجالسون علیٰ بساط القز و الجکو کہ یہ بات کسی اہل دانش کے یقین میں نہیں آتی ہے۔ کہ اباب سیر و تاریخ۔ اصحاب تذکرہ و تبصرہ۔ اور اہل انساب و اسما و رجال۔ اس امر کا شکر کیوں کر ادا کریں کہ محیی علی الاطلاق نے ان کے خامہ تصنیف کے ذریعہ نفس کتابت میں کرامت کے طور پر عاۃً احیا کیا اور البقاہ نسل انسانی کی وہ خاصیت عطا فرمائی ہے۔ جو نطق کے ذریعہ سے انفاس سیحانی کو بطور معجزہ عطا فرمائی تھی۔ یا یون کیئے۔ وہ خاصیت رعایت و شفقت کے طور پر نفس رحمانی کے ساتھ

مخصوص ہر آدمی کے لئے من اجابہا فکا نھا اخی الناس جمیعاً کے ثواب کا خلعت مصنفین کو پناہ کا کافی امتیاز بخشا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ طبیعت اور فطرت کے اہل حقیقت اور صاحب طریقت گروہ نے عالم ارواح اور عالم اجسام کی رموز دانی کے دریا میں جو اپنے ادراک کا جال ڈالا ہے۔ اس تلاش سے ان کی غرض سوائے اس کے نہیں ہے کہ عالم شہادت اور عالم ترکیب کے بیابانی شکار کے بارہ میں تو حلال و حرام اور منع و اجازت کی نسبت کمین اختلاف اور کمین اتفاق ہے۔ لہذا اپنی فرصت کا وقت اس شکار کے کام میں صرف نہیں کرنا چاہئے۔ تاکہ روز پریشی کی کشاکش سے۔ جواب دہی کی کشاکش میں گرفتار نہ ہونا پڑے۔ بلکہ بجائے اس کے فنا اور استغراق کے دریا میں مراقبہ کو شکار کا موقع دیا جاوے۔ اور کشف اور عین الیقین کے ذریعہ سے مرکبات اور مجردات کے حقائق کو شکار کر کے حقیقۃ الحقائق کے دستار خوان پر الاکل علی ملک البیوع کے فتویٰ کے بموجب اپنے لئے مباح کیا جاوے۔ تاکہ فرقانی بطون کی عرفانی مجلس میں آیۃ اللہ اُصل لکم صیْدُ البحر کے مخاطب ہوئے کا شرف حاصل ہو۔

<p>قيل المراد من البحر الفناء في الله ومن الصيد حقائق الموجودات ومراكز الكائنات۔</p> <p>كما قال بعض المحققين في تفسيره حکم البحر خلاف حکم البر فاذا غرق العبد في بحر الحقائق سقط حكمه فصيد البحر مباح له لانه اذا غرق صار محو انما اليه وليس به ولا منه اذ هو محو والله غالب على امره۔</p>	<p>کہا گیا ہے۔ کہ بحر سے مراد فنا فی اللہ اور صید سے مراد موجودات کی حقیقتیں اور کائنات کے مرکز ہیں۔</p> <p>جیسا کہ بعض محققین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے بحر کا حکم بر (جنگل) کے حکم کے خلاف ہوتا ہے۔ جب بندہ حقائق کے دریاؤں میں غرق ہوا۔ تو حکم بری اس پر سے ساقط ہو گیا۔ اور اس وقت میں دریا کا صید اس کے واسطے مباح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بندہ جب غرق ہو گیا تو وہ محو ہو گیا۔ پس کوئی بات نہ اس کی طرف سے نہ اس کے ساتھ ہے۔ اور نہ اس کی طرف سے ہی کیونکہ وہ تو محو ہوا اور اس لئے اپنے حکم پر غالب اور قادر ہے۔</p>
--	---

۱۲ جس نے مرتے کو پالیا۔ تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو پالیا ۱۱ مہیاں شکار ہمارے لیے حلال کیا گیا ہے ۱۲

اس بنیاد پر اعتقاد اور اخلاص کی منزلوں کے رہنے والوں اور چلنے والوں کے حال و حال کے مناسب یہ ہے۔ کہ اس جماعت کے جس حال اور حال کو اپنے اندر اک کی ترازو سے صحیح صحیح نہ کر سکیں۔ یا جس حال و حال کو اپنے حوصلہ کے ظرف میں نہ لاسکیں۔ اُس حال و حال کی تحقیق اور تصحیح سے متعرض نہ ہوں۔ کیونکہ جس شے کو اس جماعت نے آفتاب کشف کی روشنی میں پایا ہے اُس کو یہ لوگ چراغ عقل کے پر تو سے نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا

از خرد جان را جهان افروز نتوان ساختن | از فروغ شمع شب را روز نتوان ساختن

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْلُوا
عَنْ أَشْيَاءٍ أَنْ تَبَدَّلَ لَكُمْ تَسْوُكُمْ قَالَ
بَعْضُ الْمُحَقِّقِينَ فِي تَفْسِيرِهِ إِذَا اسْتَبَلَّ
عَلَيْكُمْ سِتْرُ اللَّطْفِ فَلَا تَتَعَرَّضُوا
لِلْعِلْمِ بِمَا اخْفَى عَلَيْكُمْ فَيَتَنَغَّصَ
بِالتَّجَسُّسِ عَلَيْكُمْ عَيْشُكُمْ وَيَقَالَ
لَا تَتَعَرَّضُوا لِلْوُقُوفِ عَلَى مَحَلِّ الْأَنْبَاءِ
فَلَا يَسْتَوْجِبُونَ ذَلِكَ فَيَسُوءَ كَمُ
تَقَاصِيرِ تَبَتُّكُمْ۔

مسلمانو! بہت باتیں (کرید کرید کر) نہ پوچھ کر۔ کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بُری لگیں۔ اس آیت کی تفسیر میں بعض محققین نے فرمایا ہے۔ جب تمہاری آنکھوں پر (مصلوہ کسی امر کے مخفی رکھنے کے واسطے) مہربانی کا پردہ ڈال دیا جائے تو جو امر تمہارے اوپر مخفی رکھا گیا ہے۔ اُس پر علم حاصل کرنے کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اس تلاش سے تمہارے اوپر تمہارا عیش منغص ہو جاوے گا۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ تم اکابر کے مقامات پر وقوف حاصل کرنے کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اکابر یہ علم تم کو دنیا (اپنے اوپر) واجب نہیں سمجھیں گے۔ اور ہر تم کو اپنے مراتب کی کمی جڑی معلوم ہوگی۔

پس یہی بہتر ہے۔ کہ اصحاب دعوت اس کتابی کشف (غار) کے اندر عبارت کی قیلو لگاہ میں بے اعتبار اختیار کی نظر سے اپنے تئیں پوشیدہ رکھیں۔ اور حقائق و معارف بیان کرنے کے مقام پر بظاہر۔ تحت رحمت کے سونے والوں کی طرح سے خاموشی۔ اور باطن میں محفل زندگانی کے مستند نشینوں کی مانند گویائی اختیار کریں۔ تاکہ ان کی رہنمائی کی ہمیشہ رہنی والی بہار۔ طالب افسردہ دلون کی زمین استعداد سے مل کر اُس زمین کو الارضیہ انعم و عنہ کا باغ بنا دیوے الی یوم الوقت المعلوم۔

یاد شیخ علی بن شیخ قاسم سندھی

جب آپ کی عقیدت کے آفتاب سے وحدت کی شعاعیں نکلیں۔ مقبولیت کے چاند میں بجائے

کا اقتباس ہو۔ مراقبہ مشاہدہ کے جہان کو حاوی ہو۔ ہمت کا سایہ دار درخت۔ بد نصیب و بدیشوں کے سرور پر چتر کا کام کرے۔ ہنگام ارادت آپ کی دست بوسی۔ زردی عرفان کا سرمایہ بخشے۔ تلقین کی گوہر نشان زبان۔ آئنی وجدان کے خوانہ کا راستہ دکھا دے۔ ایک لحظہ کی باطنی توجہ ملک و ملکوت (عالم شہادت اور عالم ادراج) کے کام بنا دے۔ اور آپ کی کشادہ پیشانی کا شیوہ۔ ربانی لوگوں کی دل ربا کی کرے۔ تو کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ آپ کے وجود کا باغ صرف علوم اور فضائل کی بہار سے سرسبز ہے۔ بلکہ یوں کہنا نہایت موزون ہے کہ آپ کا فیض رسان وجود تمام عقول اور کل علوم کے چمنستان کا نوروز ہے۔ مدظلہ العالی آپ شیخ شکر محمد عارف کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ اگر تصوف کے شہرستان کو شیخ شکر محمد عارف کی بصیرت کا قدم فرسودہ کوچہ اور سلوک کے سنسان جنگل کو صاحب مدوح کی دانش کے قدموں سے کھندی ہوئی گھاٹی کہا جاوے تو ناموزون نہ ہوگا قیس مسرکہ۔ شیخ عیسیٰ کی زرا و بوم ایرج پور و اس سلطنت صوبہ برار ہے۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔

جن ایام میں میری مان مجھے امیدوار تھیں۔ ان ایام میں پدر بزرگوار کے استاد نے خواب دیکھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ انہیں ایام کے قریب قریب میری مان نے یہ خواب دیکھا۔ کہ مولانا یونس ہمارے گھر آئے ہوئے ہیں جو ایک عالم متبحر اور ورور ویش ستغریق تھے۔ ان ایام میں پدر بزرگوار ایک گانون کو گئے ہوئے تھے۔ جو ایرج پور کے نزدیک ہی ہے۔ والدہ ماجدہ نے علی الصباح عمی و استاد شیخ طاہر محدث کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ خواب کا عرض کیا۔ عم کرم نے فرمایا۔ تمہارے اس شکم سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جس کو دونوں جہان کی ریاستیں نصیب ہوں گی بالآخر عم کرم کے موثر انفاس کے فیض سے روز کیشنبہ تاریخ پانچویں ذی الحجہ ہجری سنہ ۱۲۸۵ یا ۱۲۸۶ کو عنقریب تصویر خانہ میں میرا نقش نمودار ہوا۔ عم کرم نے تمنا اپنے عم کے ہم نام میر نام عیسیٰ رکھا۔ عم کرم کے عم محترم۔ دونوں جہان کے فضائل اور کمالات کے راستہ۔ قرآن کے حفظ اور قرات کے ساتھ نامور۔ اور سخاوت و دہوت میں شہر بزرگوار تھے۔ اس کے بعد پدر بزرگوار اس موضع سے لوٹ کر آئے کہ جس موضع کو گئے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے اپنے استاد کی خواب کی بنیاد پر یہ چاہا۔

کہ میرا نام سلیمان رکین لیکن بڑے بہائی کی بزرگی اور ادب کے لحاظ سے باز رکھا۔ بہت تاریخ پوچھ کر
محرم ہجری سنہ نو سو اکیاسی کو پید بزرگوار کا سایہ میرے سر پہ سے اُٹھ گیا۔ اسی سال اپنے عم مکرم
رحمہ اللہ کے ہمراہ سامان اقامت اٹھا کر عمران پور خاندیس میں چلا آیا۔ اور ہم دونوں نے
میں مکان تجویز کر لیا۔ ہجری سنہ نو سو پچاسی تھا۔ کہ رہنما پیر کی تلاش کے واسطے۔ جو معرفت
کی آباد اور با فروغ بستی میں ہو پنا دیوے۔ سیاحی کی شورش نے دل کے اندر سے پانون
باہر نکالا۔ جب مکان سے نکل کر مسافرت کے راستہ میں چل کھڑا ہوا۔ تو دوسری منزل پر
تعبہ کو روک دیا۔ اس کے قریب ہو چکر یہ تلاش ہوئی۔ کہ منزل پر جلد ہو چکر کسی عزیز آشنا
کا حمان ہونا چاہیے۔ یہ خیال دل میں اتھکام کے ساتھ قائم ہوا۔ اور اس اندیشہ سے
خاطر میں ایک قسم کی شگفتگی تھی۔ ایک بارگی ایک گہائی میں راہ بول گیا۔ کوہستان اور
سیابان میں بہت کچھ سرگردانی اٹھائی۔ اتنے میں دور سے ایک ویران دیکھ نظر آیا۔ میں
سمجھا۔ کہ پٹے پڑانے پرے جو پاس ہیں۔ یہ بھی لٹ جا دیں گے۔ یہ خیال کرتے ہوئے
فقیر اور رفیق دونوں شکستہ دل اور دعا کسان پانی کی تلاش میں گانون کے کنارہ پہنچے
ویرانہ کے گوشہ میں جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہم درویشوں کو دیکھا۔ اور دوتی
دبجی۔ فردتھی۔ اور خوش دلی کے ساتھ گانون کے اندرے گئے۔ اور جو کچھ ان سے
ہو سکا۔ پرستاری میں کوتاہی نہیں کی۔ اس کے بعد آئندہ منزل کے واقعات بھی اسی روز
کی طرح پیش آئے۔ یہ دوتی ثبوت دیکھ کر توکل کا خیال دل میں پیدا ہو گیا۔

القصد جب میں امجدین مالوہ میں پہنچا۔ تو شیخ عبدالکریم ابن شیخ راجے محمد قادری علی
کی خانقاہ میں اُترا۔ ان ایام میں مالوہ کی جاگیر دار اور امیران اعظم ایک اہم کام کے واسطے
شہر کی حدود میں خیمے لگا لگا کر ایک جگہ جمع ہوئے تھے۔ شہر کے مشائخ اور عالموں نے
جاہا کہ میری ملاقات ان اصحاب سے کر دین اور میں علم پر بہیز۔ فقر۔ اور فنا غرض کہ جو کچھ
ہی اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی خوشنودی کے واسطے حق پیشانی سے فراہم کیا ہے۔ اس کو
قلیل المقدار تنخواہ کے عوض بیچ دین۔ سبحان اللہ

راقم گلزار ہی ان ایام میں وہاں موجود تھا۔ آپ کے دیدار سے بہرہ یاب ہوا تھا۔ اور بیچنے والوں کے

حالات اسے دی تھی۔ چونکہ لوگوں کے قرارداد کو آپ کے اہمام پذیر ضمیر نے پسند نہیں کیا۔ لہذا دوسرے روز پیغام کے ذریعہ سے سب کو رخصت کر کے۔ سازنگ پور کا راستہ لے لیا۔ آپ کہتے تھے۔

”جب میں سازنگ پور پہنچا۔ تو شیخ عبدالملک شطاری کی ملازمت میں حاضر ہوا۔ شیخ عبدالملک شطاری شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے خلیفہ تھے۔ اور سالک تھے۔ مگر اہل توحید و تحقیق بہت کچھ مہربانی فرمائی۔ اور معرفت کی باتیں تعلیم کیں۔ میرا ایک رفیق تھا۔ جس کا دست راست کارآمد نہ تھا۔ کچھ متا جب کمانا سامنے آیا۔ تو اُس نے بیان ہاتھ خرقہ کے اندر سے نکالا۔ اور مذاق سے کہا۔ روایت کے بموجب عیسیٰ کے ساتھ اندھا شخص

ہو چاہیے۔ نہ کچھ ہاتھ والا۔ توڑی دیر اسی قسم کی باتوں سے دل بہلتا رہا۔ پھر جب میں گوالیار کو گیا۔ تو یہ چاہا۔ کہ اُسی مجذوب سید کپور حسینی کی قبر پر جاؤں۔ فوراً دل میں یہ بات آئی۔ کہ جب تک حضرت غوث الاولیاء کے روضہ کی آستانہ بوسی سے سعادت حاصل نہ کروں گا۔ تب تک کسی دوسری جگہ نہیں جاؤں گا۔ جب میں قبلہ خدا پرستان حضرت غوث الاولیاء کے حلیہ میں پہنچا۔ تو دل میں آہام اور بصیرت پیدا ہو کر کچھ ایسا جما۔ کہ ہمیشہ فاتحہ کو حضرت غوث الاولیاء کی روح پر فتوح کا تحفہ کرتا رہتا ہوں۔ پھر گوالیار سے روانہ ہو کر دارالسلطنت آگرہ میں آیا۔ یہاں پر قاضی جلال الدین ملتانی علمی مدرسہ کے استاد اور خانقاہ کے صوفی تھے۔ ان سے ملا۔ انہوں نے ادل ہی۔ رئیس المحدثین علمی شیخ طاہر کے حالات دریافت فرمائے۔ میں نے جواب میں مانڈو کی کیفیت بیان کی۔ اُس وقت مولانا ابو بکر عطار السہ۔ اور حکیم اسحق لاہوری بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ یہ مہمان شیخ طاہر کے بہائی کا بیٹا ہے۔ بہت خوش ہوئے۔ اور بہت دلجوئی کی۔ میں نے چند روز پرانی کمائی پر۔ چند تارکان دنیا کے ساتھ بسر کئے۔ ہر روز کسی قدر نقد ہاتھ آجاتا تھا۔ اور شکم پروری کے شاہ ہو جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر دل میں خدشہ پیدا ہوا۔ شاید میری ودیشی۔ ایزدی دگاہ میں قبول نہیں ہوئی۔ جو ہر روز تو نگرانہ۔ سیری کے ساتھ گزرتی ہے۔ اس اندیشہ پر میں دلیل نہ آزمایا گیا۔ اس آزمائش میں ظاہر ہوا۔ کہ اس طرح کا توکل ہی شرک خفی ہے۔ اور قوت انقلاب میں جو التوکل هو الفرد عن التوکل کا بیان ہے۔ وہ یہیں سے ہے۔ جب اس قضیہ

من ہی خوب اندیشہ کیا گیا۔ تو تسلسل کی صورت معلوم ہوئی۔ پس حیرت ہوئی۔ کہ توکل کیا چیز
 ہے۔ بحکم الہی۔ نفس ملہم نے آگاہ کیا۔ کہ اسم قوی اور متین کی اُس تجلی کو توکل کہتے
 ہیں۔ جو سالک کے دل پر پڑے۔ یعنی حب تک و رویش کا دل ان دونوں بزرگوار
 اسموں کا تجلی گاہ نہیں ہو جاتا ہے۔ تب تک اوسکو متوکل نہیں کہتے ہیں۔ اور یہ
 توکل۔ توحید حق اور فنا سے خلق کے معنی میں ہے۔ قصہ کوتاہ۔ میں نے برہان پور کو باز گشت
 کی۔ بیان آکر ایک حسین منظر کے حسن پر دل مائل ہوا۔ اور محویت کی ذبت بیان
 تک پہنچی۔ کہ کتاب پڑھنے کے وقت صحیفوں کے حروف اور خطوط سے۔ نام محبوب
 کے نقش کے سوا۔ کچھ نظر میں یا اندیشہ میں نہیں آتا تھا۔ اور نماز کی محراب میں
 محبوب کی صورت نے صنم ہونے کی شان اختیار کی۔ بلکہ اور رکات اور حواس اپنے
 مدرکات سے بیکار ہو کر محبوب کے سوا کچھ معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ قوۃ ذائقہ۔ پانی
 کو دودھ سے جدا نہیں کر سکتی تھی۔ اور کان۔ نغمہ کو نوحہ سے علیحدہ نہیں پہچانتے
 تھے۔ میرے سودا کی کسی قدر کیفیت استاد ی عم مکرم کو معلوم ہوئی۔ تو فرمایا۔ ایسی
 استعداد والا اگر رسمی علم کی طلب چھوڑ کر ایزد شناسی کے دامن سے لٹک جاوے۔ تو
 سب سے زیادہ جلدی مقصد میں کامیاب ہو جاوے۔ بالجملہ چونکہ محبوب کی صورت نظر
 کے سامنے سے بالخصوص نماز کے اندر۔ تغافل کرنے اور لاجول پڑھنے پر ہی دور
 نہیں ہوئی۔ اور میں نے اس بات کو از روئے شریعت ناروا جانا۔ لہذا شیخ شکر محمد علی
 شطاری قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلیت گراہی بیان کی۔ ان ایام میں طالبان
 ہدایت کی عنان شیخ طکر محمد عارف کے دست رہنمائی میں تھی۔ شیخ شکر محمد عارف نے فرمایا۔
 تین روز روزہ رکھو۔ اور چوتھے روز تلقین ذکر کرو۔ ذکر کے ذریعے۔ یہ دسویں نیستی کی طرف
 کوچ کر جاؤ گے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ ہنوز تیسرا روزہ انظار نہیں کرنے پایا تھا۔ کہ میرا
 دل اُس تعلق سے یکبارگی ہٹا۔ اور تلقین کے روز دل کے اوپر ذکر نے ایسی جگہ پکڑ لی
 کہ گہری طرف واپس آنے کے وقت بلار کے چراغوں سے اصل شانہ کے نام کے سوا
 کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ اولین جلد کے آغاز میں تمام بنی اعضا سے بلکہ ہر ایک بال کی جڑ سے

ذکر مذکور میں گمشدہ خیال سے سن لیا۔ اسی جلد کے انجام میں توحید کا تخم۔ زمین دل پر بکیرا
گیا۔ اور دوسرے جلد کی بہار سے گلستان بنا دیا گیا۔ اس میں اسی گلستان سے بے شمار
پھول۔ تعینات اور تلقین کے ذریعہ سے۔ دوستان حال و استقبال کے واسطے
ذخیرہ کرتا ہوں۔

ایک روز یاد کر کے آپ فرماتے تھے۔

ہر رمضان کا مہینا اور ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ تھا۔ ایک رات اعتکاف کے اندر
مجموعہ معتکف سرِ پاپا عبودیت کی خاطر میں یہ بات آئی۔ کہ اس وقت میں تمام اصحاب کو جمعیت
اور حضور حاصل ہے۔ اور حصن حصین کی حدیث میں لکھا ہے۔ کہ رقت قلب کا وقت
دعا کی قبولیت کا محل ہے۔ لہذا مجھ کو دعا کا ہاتھ قبولیت کی امید پڑا اٹھانا چاہیے۔ مہنوز جینیل
نفس ناطقہ سے آگے بڑھ کر زبان تک نہیں آنے پایا تاکہ میں حق سبحانہ تعالیٰ کو ان تمام
مظاہر سے آشکارا دیکھ لیا جو نظر آتے تھے مع ذلک سوال کا خیال اس بنیاد پر دل سے
دور نہیں ہوا۔ کہ مرتبہ عبودیت اسی صورت میں ثابت ہوتا ہے۔

<p>انما یسال العبد امتثالاً للأمر الذی وقع فی قوله تعالیٰ أَدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ فَالْعَبْدُ المحض لله سبحانه من هو لیس فیه شوب ربوبیة و شائبة رفیة لا مرسواة و لیس لهذا الداعی همة و مرم متعلقة فیما سال فیه من مسئول معین و غیر معین و انما همة مضمومة الی الامتثال فقط غیر متجاوزة لہ۔ ہم سے جائز ہے کہ ہم ہمتاری دعا قبول کر لیں۔</p>	<p>بندہ دعا صرف تعمیل حکم کے واسطے کرتا ہے جو اسے جل شانہ کے قول اذہون استجب لکم میں واقع ہوا ہے۔ کیونکہ خالص اللہ جل شانہ کا بندہ وہی ہو سکتا ہے۔ جس میں ربوبیت کا لگاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سوا کسی اور شے کے ساتھ پناؤ نہ ہو۔ مذکورہ بالا سائل کا قصد اور ارادہ اس غے کے متعلق نہیں ہوتا ہے۔ کہ جس کے بارہ میں اس کا سوال ہوتا ہے۔ خواہ وہ مسئول معین ہو۔ یا غیر معین ہو۔ سائل کا قصد تمام مکالم صرف تعمیل حکم کی طرف متوجہ</p>
---	---

الی مطلوب سواہ فانہ لا یجوز
ان یکون مطلوباً لان من شان المطلق
ان یکون موجوداً فی نفس الامر
ومفقوداً عند الطالب باعتبار
والغیر ما سواہ معدوم فی
نفسه فلا یکون من شأنه
ان یطلب فلا ینبغ ان یطلب احد احد
سواہ فاذا اقتضى الحال السؤال اللفظی سأل
عبودیة واذا اقتضى التفویض و
السکوت عن الدعاء سکت عنه
فسمخ هذا المرجوفی صورة التیمن
على خاطری عند تخیل السؤال معاً
الیست الموجودات یمکن ان تتصف
بالرحمة الرحیمہ بما اتصفت بالرحمة
الرحمانیہ علی مقتضى رَحْمَتِي وَسِعَتْ
كُلَّ شَيْءٍ لَان الشَّيْءَ اذا اتصف بالرحمة
الرحمانیة التي هی عبارة عن نفس الرحمن
وهو تجلی الوجود الواجب تعالی
فلا یلیق ابتلاءه بالقهر والعذاب
لان صفة الرحمة ثابتة لحق
سبحانہ بالذات وبالقصد
وصفة القهر بالعرض وبالتبع

ہوتا ہے۔ اور اسد جل شانہ کے سوا کسی دیگر مطلوب کی طرف
متجاوز نہیں ہوتا کیونکہ غیر اسد کا مطلوب بنانا جائز نہیں ہے
کس واسطے کہ شان مطلوب یہ ہے۔ کہ وہ نفس الامر میں ضرور
موجود ہو۔ مگر طالب کے نزدیک اُس کے اعتبار سے مفقود ہو
اور غیر اسد اور ما سواہ الہدی نفس
معدوم ہیں۔ لہذا اُن کی شان میں یہ بات داخل نہیں ہے
کہ مطلوب بنائے جاوین۔ پس ہرگز یہ بات سزاوار نہیں ہے۔ کہ
کوئی شخص ہی اللہ جل شانہ کے سوا کسی اور شے کو مطلوب بنائے
اس صورت میں اگر حال۔ لفظی سوال کا مقتضی ہو۔ تو
عبودیہ کی راہ سے سوال کرے۔ اور اگر حال تفویض اور سکوت
عن الدعاء کا مقتضی ہو۔ تو دعا سے سکوت کرے۔
پھر مخا خیال سوال کے ساتھ ہی تمیز
تفریق کے طور پر میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا
کہ اگرچہ تمام موجودات بمقتضائے رحمتی وسعت کل شے
رحمتہ رحمانیہ کے ساتھ متصف ہیں۔ اور دلیل اس کی
یہ ہے۔ کہ جب کوئی شے رحمتہ رحمانیہ کے ساتھ متصف ہوگی
جو عبارت نفس الرحمن سے ہے۔ اور نفس رحمانی بعینہ وجود واجب
تعالی کی تجلی ہے۔ تو یہ بات کب موزون ہو کہ وہی شے تہراؤ
عذاب میں مبتلا ہو۔ لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ موجود واجب طرح
رحمتہ رحمانیہ کے ساتھ متصف ہوئی ہیں۔ اسی طرح وہ
رحمتہ رحیمہ کے ساتھ بھی متصف ہوئی ہوں۔ کیونکہ
حق سبحانہ کے واسطے صفت رحمتہ بالذات اور بالقصد
ثابت ہے اور صفت قہر بالعرض اور بالتبع

وَعَلَىٰ هَذَا مَا قَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي
قَوْلِهِ تَعَالَىٰ إِنَّ تَعَدُّ بِهَمٍّ فَإِنَّهُمْ
عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ
أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَعَدَمُ
غُفْرَانِ الشَّرِكِ مُقْتَضٍ لَوَعِيدٍ فَلَا مَنَاجَ
فِيهِ لِذَاتِهِ لِمَقْنَعِ التَّرْدِيدِ ۝ وَالتَّغْلِيْقُ بِأَنَّ
تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ بِالْحُسْنَىٰ

اور اسی اصول پر مبنی ہے۔ یہ جو قاضی بیہقاوی نے فرمایا ہے
اسد جل شانہ کے قول پاک اِنْ تَعَدُّ بِهَمٍّ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ
وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
الحکیم کی تفسیر میں عدم غفرانِ شرک مقتضی
الوعید (ترجمہ) یعنی شرک کا نہ بخشا مقتضی ہے وعید ہے۔ اس
بیان میں بذاتہ کوئی تناقض نہیں ہے۔ کہ جس کی وجہ سے ترویج
اور کلمات تمت کلمۃ ربک بالحسنی کے ساتھ تعلیق ممتنع ہو۔

آپ کی تصنیفات کا شمار یہ ہے (۱) روضۃ الحسنی (۲) اور عین المعانی یہ دونوں وصائے نو و نہ نام آملی
کی شرح ہیں۔ اول اول ہے۔ اور ثانی کا ثانی نہیں ہے۔ (۳) انوار الاسرار۔ قرآنی تاویلات کے بارہ
میں دوسری ذی تاویل اور حقائق نام تفسیر دن پر نظر کر کے ثانی نقش ہے جس کو آپ کی فطرت کے نقاش نے
معانی کے دریغ نگار قلم سے لکھا اہل زمانہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ (۴) رسالہ جو اس پنجگانہ۔ جس میں
آپ نے حضرات خمس کے ساتھ مطابقت دی ہے۔ شیخ صدر جہان دہار وال۔ آپ کے برگزیدہ خلفائے
سے ہیں۔ ان کی التماس قبول فرما کر لکھاتا۔ (۵) حاشیہ براشارۃ غریبہ کتاب انسان کامل جو شیخ عبدالحکیم
جلی قدس سرہ کی تصنیفات میں سے ہے۔ یہ حاشیہ اپنے اُس وقت تحریر فرمایا تھا۔ کہ جب آپ
شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے خلیفہ سید احمد دکنی کی شاگردی میں داخل تھے۔ (۶) مخرج فارسی برقصیدہ
برودہ (۷) رسالہ قبلۃ المذہب الاربعہ مع اشارات اہل النصوص (۸) حاشیہ برشرح ضیائیہ۔ ایک مخرج ہے
جس کو حقائق آگاہ مولانا عبد الرحمن جامی نے کافیہ لکھاتا۔ اس شرح پر آپ نے حاشیہ چڑھایا ہے۔ اس
وقت کی بات ہے۔ کہ جب آپ اپنے بڑے صاحب زادہ شیخ عبد السلام کو درس دیتے تھے۔ مولانا
عبد الغفور اور مولانا عصام الدین کے حاشیوں کے مقابلہ میں بڑی میٹھی میٹھی باتیں لکھی ہیں۔ (۹) فتح محمدی
در علوم ما يتعلق بہ التفسیر۔ یہ کتاب شیخ فتح محمد کے واسطے تالیف فرمائی تھی۔ جو آپ کے چھوٹے فرزند

علیہ اگر دامن کو مذابوے۔ تو ہم کو اختیار ہے۔ یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو اُن کو معاف کرے۔ تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں کچھو سکتا
کیونکہ) بھشک تو (ہی سب پر) غالب (اور) حکمت والا ہے ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲

ہین (۱۰) متمم شرح ماتہ عامل جبکو میر فتح اللہ شیرازی نے آغاز فرمایا تھا۔ مگر زمانہ کی بیوفائی کے سبب سے انجام کو نہیں پہنچی تھی۔ اس کتاب کو اپنے میر سید علی ابن عم قاضی نور اللہ کی آرزو پر انکساف فرما کر آغاز کی طرح انجام کو پہنچایا ہے۔ قاضی نور اللہ۔ عرش آستان اکبر شاہ کے لشکر کے قاضی تھے۔

(۱۱) رسالہ عقود جس کو سب سے زیادہ مختصر عبارت میں لکھا ہے۔ ارباب حدیث گنیون کا شمار اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر رکھتے ہیں۔ اس کو عقود کہتے ہیں۔ (۱۲) در باعی کی دو شرح (۱۳) ترجمہ اسرار الہمی بھی آپ ہی کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ تقدیری کرشمون سے اسید ہے۔ کہ ان سر تا پاکشف سے برے ہوئے سالون کے نام سننے والے کو اگر ان کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوگا۔ تو میرے ستائش نمایان کو لاف و گزاف نہ سمجھے گا۔

اس میں شک نہیں۔ اگر تمام معاملہ ذی انصاف گروہ کے ساتھ ہی ہوتا۔ تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں تھی۔ لیکن کیا کیا جادو سے چند غریب منش اور صافی طینت لوگوں سے بھی کام پڑنے والا ہے۔ اس واسطے ہر ایک رسالہ میں سے نمونہ کے طور پر ایک ایک نقل تحریر کرتا ہوں۔ تاکہ جن اصحاب نے دعوت قبول کر لی ہے۔ وہ میری ستائش نامائے خوان پر سے صرف چاشنی چکھ کر نارمنہ نہ اٹھ جاویں۔ یہ انوار الاسرار کے دیباچہ کی نقل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لک الحمد یا من دعوتہ لطالبیہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے مقدس اور بابرکت خداوند کجۃ بیج قہام اور اشکال تیرے ہی لئے شایان اور موزون ہیں جس ذات والا صفات کی دعوت (طلب) اس کے جمال عزت کے طالبین کے واسطے اس کے خزانوں کے دروازوں کی کنجی ہو سکتی ہے۔ نیز جس کی دعوت (طلب) نہایت زیادہ ہے وہ تو ہی ہے۔

ولک الشکر یا من لا وسیلۃ
لے اظہار نعمہ لا بسیعی
اور اسے کثیر النعم منعم۔ شکر کے جملہ افراد اور انواع تیرے ہی لئے زیبا اور سنوار ہیں جس نعم کی نعمتوں کے اظہار کے واسطے سوائے قلبی سعی کے کوئی وسیلہ نہیں ہو سکتا ہے بیا منعم تو ہی ہے۔ اور عیسم ہے۔ کہ جو شخص دل کے ساتھ دعا کرتا ہے۔ وہ دیکھ لیتا ہے۔ کہ اس کی سعی مشکور ہوتی ہے۔

بقلب۔ ومن کان ساعیا بقلبه
یری کان سعیه مشکورا

وعلیک الصلوٰۃ والسلام
یا من حقیقتہ فجمع حقائق
جميع المراتب والمجالی وحر
منبع العوالم والمعالی و
وجودہ لحضرة العوالم رحمۃ اللہ المتعالی کا
کتابہ مشورہ

وعلى الذين فضلوا بالصحة
الرفیعة الصوریة والمعتق
وكان صحبته به صلعم وعلى
اله مسرورا

وبعد فہذہ مشاعل
انوار الاسرار فی المشاہید
الابکار لتنفیر عیون الفحول
الاحرار عن رقیۃ الثقلیہ
والاکدار قد لاحت من حضرة
القدیر علی المذنب الفقیر
من غیر تامل وکسب بل الحمد للہ بعین
غایتہ عند الکتابۃ ومرار ینقول النفس
ایھا الفضول الی ابن تہذیب اندیش الکتمان
وما الا یمان بظاہرہ وباطنہ قنق
عندہ وتقول ما ادرک ما یفعل کیا ہے۔ اور ظاہر و باطناً ایمان کیا ہے۔ کہ اس تک

اور نامی رود صلوٰۃ و سلام آہی نازل ہو آپ پر اسے ذات
پاک محمدی۔ جس شخص کی حقیقتہ جملہ مراتب اور مجالی کی حقیقتہ
کا مجمع۔ جس کی روح پر فتوح۔ عوالم اور معالی کا پشیرہ جس کا
وجود باجود۔ ظہور عوالم کے واسطے۔ اللہ جل شانہ کی رحمت
اور جس کی کتاب۔ منشور (واضح) ہے وہ آپ ہی کی ذات
عالی درجات ہے۔

اور ان اصحاب پر بھی صلوٰۃ و سلام نازل ہو۔ جو صوری
اور معنوی رفیع الشان صحبت کے ساتھ فضیلت رکھے گئے
ہیں جن کی صحبت رسول مقبول صلعم کے ساتھ رہتی تھی۔
اور رسول مقبول صلعم کی اولاد امجاد پر بھی صلوٰۃ و سلام نازل
ہو۔ اور یہ نزول صلوٰۃ و سلام حمایہ آل و اصحاب کے مسرور الوقت
ہونے کا باعث بنے۔

بعد حمد و صلوٰۃ التماس یہ ہے۔ کہ یہ رضائین گویا انوار
اسرار کی شعلیں ہیں جو دست نارسیدہ محلوں میں ان جوان
مردوں کی آنکھیں منور کرنے کے واسطے رکھی ہوئی ہیں۔
جو تقلید اور کدورتوں کی قید سے آزاد ہیں مذکورہ بالا اسرار جناب
باری عز و جہ کی طرف سے۔ فقیر مذنب پر بغیر تامل اور کوشش
کے وارد ہوئے ہیں۔ بلکہ یہ کنائب محل نہیں ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنی عین عنایت سے کتابت کے
وقت صدر الذکر اسرار کو الہام فرمایا اور ایسی حالت میں
الہام فرمایا۔ کہ فقیر مذنب (میں) اپنے نفس سے بار بار کہتا تھا
اے بو الفضول کدہر جاتا ہے۔ کہا تو جانتا ہے۔ کہ کتاب
کیا ہے۔ اور ظاہر و باطناً ایمان کیا ہے۔ کہ اس تک

بِ فَالْهَمْنِ اللَّهُ تَعَالَى فَتُؤَدِّتُ مِنْ
سَرَى - مَا كُنْتَ تَدْمُرُ مَا
الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ
نُورًا تَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ
عِبَادِنَا إِنَّكَ لِنَهْدِي إِلَى
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي
لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
آلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ لِبَيَانِ

بعض اسرار الكتاب البشير النذير
غير مبينة فیہا اسرار الفصاحتہ و
انوار البلاغۃ ولا مشرحة فیہا غرائب
اللغة والعربیۃ لما قننت الوطر
من تنبیر العلماء الراسخون فی الظاہ
ومن قرءہ واولہ علی الباطن ولم
یلتفت الی ظاہرہ اصلا کاذہب
إِلَى فِرْعَوْنَ أَنَّهُ طَغَى بِرَادِهَا
أَنْ مُوسَى رُوحَهُ وَفِرْعَوْنَ نَفْسَهُ
مَنْ غَيْرِ مِلَاحِظَةِ الْمَعْنَى الْأَصْلِ
الَّذِي لَا جِلْدَ نَزَلَ فَهُوَ بَاطِنِي
لِبَطُونِهِ فِي أَحَدِ مَعَانِيهِ وَمَنْ فَسَّرَ
عَلَى الظَّاهِرِ الصَّرْفَ مِنْ غَيْرِ إِيْمَانٍ وَاقْرَأَ
بِالْإِشَارَاتِ وَالنُّكْتِ الْخَفِيَّةِ
عَيْنَ الْبَلَاغَةِ إِلَى سِرِّهِ وَفَحْضِ

پہنچ کر تجکو وقوف حاصل ہوگا اور نفس مجکو جواب دیتا تھا۔
کہ میں "نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا" ایسی
حالت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مجکو الہام فرمایا۔ یعنی
میرے باطن سے آیت کریمہ ما کنت قد ساری ما الكتاب
ولا الايمان ولكن جعلناه نوراً تھدی بہ من
نشاء من عبادنا واذنک لتهدی الی
صراط مستقیم۔ صراط اللہ الذی لہ ما فی
السموت وما فی الارض الا الی اللہ نصیر الامور

کی نذر مجکو ہوئی۔ اور یہ ندا اس واسطے ہوئی کہ میں بشارت دینی
والی اور نیز ڈرانے والی کتاب (قرآن کریم) کے ایسے بعض
اسرار بیان کروں جن کے اندر فصاحت کے اسرار اور بلاغت
کے انوار بیان نہ ہوں نہ غریبہ اور عربیہ لغات کی تشریح
کی جاوے۔ کیونکہ یہ ضرورت بڑے بڑے علمائے ظاہر
کی کوشش سے پوری ہو چکی ہے۔ نیز جس شخص نے قرآن
پڑھ کر اس کی تاویل صرف باطن پر کی۔ اور ظاہر کی جانب قطعی
ملتفت نہیں ہوا۔ جیسے آیت کریمہ اذہب الی فرعون انه طغی
میں بغیر لحاظ اصل معنی کے۔ جس کے واسطے یہ آیت کریمہ نازل
ہوئی ہے۔ یہ معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ کہ موسیٰ۔ روح
انسان ہے۔ اور فرعون نفس انسان ہے ایسی تاویل
کرنے والا شخص باطنی ہے۔ کیونکہ وہ منجملہ دو معانی کے
صرف ایک معنی کے اندر گہا ہے اور جس شخص نے
تفسیر قرآن صرف ظاہر پر کی۔ اور جو اشارات اور نکات اس
میل شانہ کی طرف نگاہ کر کے عین بلاغت۔ اور نفس انسانی

الفصاحة من نفسه فهو حشوی کی طرف نظر کر کے محض فصاحت ہیں۔ ان اشارات اور خارجی لائری من جلال قرعته نکات پر وہ شخص نہ ایمان لایا۔ نہ اقرار کیا۔ وہ حشوی خارجی الاسرافات عزته ولم یظفر ہے۔ کہ جلال قراۃ میں سے صرف پرواہ سے عزت کے بدخولہ فی مجلس وقوفہ علی سوا۔ کچھ نہیں دیکھ سکا ہے۔ اور جو خوبیان قرآن مجید کے جمالہ المندرج فیہ والمندرج تحتہ ومن جمع بینہما فهو العارف الکامل الواقف بالکتاب وبمل نزولہ ولذا اکثر ما یدکر من الاشارات بلعل ویجمل لا دب ادب اللہ سبحانہ العلماء الواقفین بجمیع مراتب التثنی والتشبیہ واسال اللہ ان یجعلنی ومن سلك طریقہ من الذین لیس للشیطان علیہم سبیل

اندریا اُس کے ذیل میں نرج ہیں۔ اُن کی واقفیت کی مجلس میں داخل نہیں ہو سکا ہے اور جس شخص نے ظاہری اور باطنی دونوں معانی جمع کئے۔ وہی عارف کامل ہے جو کتاب سے۔ اور نزول کتاب کی مراد سے واقف ہے۔ اسی واسطے جہان کہیں اشارات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لفظ "لعل" کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ "لعل" کے ساتھ ذکر۔ ادب کے خیال سے کیا گیا ہو جس کی تعلیم اللہ سبحانہ نے اُن علما کو فرمائی ہے جو تشبیہ اور تشبیہ کے جمیع مراتب سے واقف ہیں۔ اور میں اللہ جل شانہ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھ کو اور میرے بے رواسحاب کو اُن لوگوں کے گروہ میں داخل کر دیں۔ جن پر شیطان کا زور نہیں چل سکتا ہے۔

اعوذ باللہ من اللہ تعالیٰ جل شانہ کی پناہ چاہتا ہوں جو جمال اور جلال کی صفت کے ساتھ آراستہ ہے۔ میں شیطان سے یعنی بعد سے۔ بعد سے مراد وہ بعد ہے جو عبد اور اُس کے رب کے درمیان میں دھما واقع ہے۔ مگر فی الحقیقت کچھ نہیں ہے۔ یا بعد سے مراد وہ سوہوم بعد۔ اور متوہم خلا ہے۔ جو وجود عالم کے محل میں پایا جاتا ہے۔ یعنی عالم وہ ظاہری مقام ہے۔ جو حضرت غیب سے خارج۔ اور

اعوذ باللہ المتحلی بصفۃ الجمال والجلال من الشیطان البعد وهو البعد الذی وقع بین العبد وربہ وهما ولیس فی الحقیقۃ او البعد الموهوم والخلاء المتوہم فی محل وجو العالم یعنی العالم ظاہر خارج عن حضرۃ

الغیب المتصل فی الخلاء المتوهم۔ الرحیم المودد۔
عن حد الوجود الاصلی فی الحقیقة وان
ظہر بالاعتبارات الوجودیة۔
کی رو سے ظاہر ہے۔

بسم الله ملتبساً باسم الله الذي
تجلی بالاسماء والصفات المقتضية
لحقائق الاسماء الكونية بعلم اليقين
یعنی شرعت فی حال التحاق علم
باسماء الله بالذوق والوجدان
او قل متحققاً باسم الله الذي تجلی
بالاسماء الالهية والصفات الربانية
بعین اليقين یعنی شرعت فی حال
تحقق بالاسماء والصفات
یعنی معہا۔ او قل متلبساً باسم
الله الذي تجلی بالنسب الوحداني
ولا وصف الفعلية بحق اليقين
یعنی شرعت بحال اظہاری و تحقیقی
الاسماء الالهية الفعلية على الحقائق
الكونية الانفعالية بالخلافة لا بالانفصال
فان لا قدم للممكن كائنات
ما كان فی الوجوب الذاتی
ولا یكون هذه الا للمکمل
والتي فوقها للکامل والتي
فوقها للواصل المبتدئ

بسم الله۔ میں اللہ تعالیٰ شانہ کے نام پر شروع کرتا ہوں۔
کہ میں علم یقین کے ساتھ اللہ پاک کے نام سے متلبس ہونا ہوتا
جسے ایسے اسماء و صفات کے ساتھ تجلی فرمائی ہے جو اسماء کونیہ
کی حقیقتوں کے مقتضی ہیں۔ یعنی میں نے ایسی حالت میں شروع
کیا ہے۔ کہ جس حالت میں میرا علم۔ الہی اسماء کے ساتھ ذوق
اور وجدان سے ملحق ہوا ہے۔ یا یون کہئے۔ میں اللہ جل شانہ
کے نام پر شروع کرتا ہوں۔ درانحائے کہ میں عین یقین کے
ساتھ اللہ پاک کے نام سے متحقق ہوتا ہوں۔ جس نے اسماء
الوہیہ اور صفات ربانیہ کے ساتھ تجلی فرمائی ہے۔ یعنی میں نے
ایسی حالت میں شروع کیا ہے کہ جس حالت میں میرا عین
(ذاتی) تحقق اسماء الوہیہ اور صفات ربانیہ کے ساتھ
ہوا ہے۔ یا یون کہئے۔ میں اللہ جل شانہ کے نام پر شروع کرتا ہوں
درانحائے کہ میں حق یقین کے ساتھ اللہ پاک کے نام
سے متلبس ہوتا ہوں جس نے وجوبی نسبتوں اور فعلی اوصاف
کے ساتھ تجلی فرمائی ہے یعنی میں نے ایسی حالت میں شروع
کیا ہے۔ کہ جس حالت میں اسماء الہیہ فعلیہ کا فعل۔
حقائق۔ کونیہ انفعالیہ پر بالخلافة ظاہر اور تحقیق کرتا ہوں
نہ بالانفصال کیونکہ ممکن کو خواہ وہ کسی وقت تک رہے
وجوب ذاتی کے اندر قدم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور تلبس
بس کمال کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور جو تلبس اس سے

فی العرفان بالاحدیة الذاتیة

بالا تر ہے۔ وہ کامل کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جو تلبس اس کی
بالا تر ہے۔ وہ اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ جو دھل ہے۔ اور
اوس نے احدیہ ذاتیہ کے عرفانی مقام میں قدم رکھا ہی ہے
آغاز کیا ہے۔

والاسم باصطلاح اهل
التصوف ليس هو اللفظ بل هو
الذات المسماة باعتبار صفة وجود
كالعليم والقدير او عدسية
كالقدوس والسلام واتحام الاسم
بين الباء والله لرفع الالتباس
بالقسم عند اهل الظاهر والامر
اخر وهو المشهور في كتبهم
اما عندى فوجه الاتحام ان
التحقق والتلبس والالتباس
والتبرك انما هي عبرة لاهوية
المقتضية بذواتها حقائق العالم
المعبر عنها باسم الله فاذا لم يفهم
توهم التحقيق وغيرها بذات الله سبحانه
وذات الله متعالية من ان
ينسب اليه وصف او يلحقه
حدا او يقيد رسم فانه
هو الوجود المطلق والعين البحت
ومتأينة من ان يحيط به علم

اسم۔ اُن کی یعنی اہل تصوف کی اصطلاح میں صرف
لفظ نہیں ہے۔ بلکہ ذات ہے۔ جو وجودی صفت کے
اعتبار سے مثل علیم اور قدیر کے اور عدمی صفت کے
اعتبار سے مثل قدوس اور سلام کے نام زد کی جاتی ہے
حرف (ب) اور لفظ (اسم) کے درمیان میں لفظ۔ (اسم)
داخل کرنا اہل ظاہر کے نزدیک تو واسطے نفع التباس کے
ہے جو یا سے قسم کے ساتھ ہوتا اور نیز ایک اور وجہ سے
ہی ہے۔ جو کتب صوفیہ میں شہرت کے ساتھ مذکور ہے
لیکن میرے نزدیک لفظ (اسم) داخل کرنے کی وجہ یہ ہے
کہ تحقق۔ تلبس۔ التباس اور تبرک جو کچھ ہی ہوتا ہے محض
مرتبہ الوہیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو بذاتہ۔ حقائق عالم کا
مقتضی ہے۔ اسی کی تعبیر اسم سے کی جاتی ہے۔ پس
اگر لفظ (اسم) داخل نہیں کیا جاوے گا۔ تو وہم پیدا ہوگا۔ کہ
تحقق اور تلبس وغیرہ غیر اسم سبحانہ کی ذات کے ساتھ
ہے۔ حال آنکہ اسم جل شانہ کی ذات اس امر سے عالی
ہے کہ اُس کی جانب کسی وصف کی نسبت کی جاوے
یا اُس کو کوئی حد لاحق ہو۔ یا اُس کو کوئی رسم مقید کرے
کیونکہ اسم پاک کی ذات۔ وجود مطلق اور عین بحیث ہے اور
حال آنکہ اسم جل شانہ کی ذات اس امر سے بالا تر ہے۔ کہ اُس کو

او عقل او کشف و متذکرہ من ان
 ینزه منزہ بالاطلاق والافتقار
 والتعین او یجددہ مشبہ فی حجتہ
 من البہات تعالی اللہ عن ذالک
 علواً کبیراً و هو اخفی من کل شیء حق
 وحقیقۃً و اظہر من کل شیء انبیۃ
 و تحقیقاً ولہ مراتب باعتبار انبساط
 علی اعیان الممكنات و ظہورہ بمزاج
 الالہیات والکائنات فاول تعین
 یتعین منہ بذاتہ فی ذاتہ ہوالوحدۃ
 ثم الوحدۃ تنقسم بقوسین قوس
 الاحدیۃ وقوس الواحدیۃ ثم
 الواحدیۃ تلشع بسہمین ظاہر
 الوجہ و ظاہر العلم والحقیقۃ
 الجامعۃ بینہما والحد الفاصل
 بینہما حقیقۃ الانسان لا غیر و
 من واجبات الاول الوجود
 الذاتی والتاثیر والفعل وغیرہا
 المسمی باللہ وبلا اشتراك المفظی یطلق
 لفظہ اللہ علی ہذا المرتبۃ و علی الوجود
 المطلق ایضاً۔ من غیر ملاحظۃ مفہوم
 من المفہومات ومن لوازم الثا
 الاستعداد والقابلیۃ والانفعال

کوئی علم یا عقل یا کشف احاطہ کر سکے۔ اور حال آنکہ اللہ جل شانہ
 کی ذات اس امر سے پاکیزہ تر ہے۔ کہ کوئی تنزیہ بیان کرنے والا
 شخص۔ اطلاق افتقار۔ اور تعین کے ساتھ اس کی تنزیہ کر
 یا کوئی تشبیہ بیان کرنے والا شخص منجمد جہات کے کسی جہت میں
 اس کو محدود کرے اللہ تعالیٰ جل شانہ ان تمام باتوں سے بالاتر ہے
 نیز وہ ہر ایک شے سے ہوتیہ اور حقیقۃ کے اعتبار سے
 مخفی تر۔ اور انبیۃ اور تحقق کے اعتبار سے ظاہر تر ہے
 اور نیز چونکہ ذات باری عز اسمہ کو اعیان ممکنات پر انبساط
 اور مراتب الہیات و کائنات پر ظہور حاصل ہے۔ اس
 اعتبار سے اس کے کئی درجہ ہیں۔ پس اول تعین جس کے
 ذریعہ سے اللہ عز اسمہ بذاتہ اپنی ذات کے اندر متعین ہوتا ہے
 وہ وحدۃ ہے۔ پھر اس کے بعد وحدۃ دو قوسوں پر منقسم ہوتی
 ہے۔ ایک قوس احدیۃ ہے۔ اور دوسری قوس واحدیۃ۔
 اس کے بعد واحدیۃ کی دو شاخیں ہوتی ہیں۔ ایک ظاہر الوجود
 اور دوسری ظاہر العلم۔ ان دونوں شاخوں کے درمیان میں
 حقیقۃ جامعۃ یا یون کہتے۔ ان دونوں کے درمیان میں حد قال
 بس انسانی حقیقۃ ہے۔ نہ کچھ اور۔ اولین قسم کے واجبات
 میں وجوب ذاتی۔ تاثیر۔ اور فعل وغیرہ داخل ہیں۔ اسی
 کا نام اللہ ہے۔ لفظ اللہ کا اطلاق اس مرتبہ پر تو آتا ہی ہے
 مگر لفظی اشکاک کی وجہ سے یہ لفظ وجود مطلق پر بھی بولا جاتا
 ہے۔ بدون ملاحظہ کسی مفہوم کے اور دوسری قسم
 کے لوازم میں استعداد۔ قابلیۃ۔ انفعال۔ اور
 تاثر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اسی کا نام اصطلاح میں غیر اللہ

والتاثر وغيره بالاسم بالغیر للسنن الاصطلاح ثم
للتبليغ الموثرة اذا ظهرت تفصيلا لیسمی رباً۔

الرحمن الذي تعين بمراتبه وكما لا
في جميع ممكناته ثم اذا تجل الواحدية
بالاحكام والآثار بالفيض المقدس
والنفس الرحمانی لیسمی رحمانا والنفس
الرحمانی عبارة عن انبساط وجود تعالی
وامتدادہ علی مراتب ممکناته فكما
ان كلمات الانسان عبارة عن انبساط
نفسه علی مخارجہ ویظهر من كل مخرجه
بحسب استعدادہ حروف ثم اذا اجتمعت
الحروف لیسمی كلمات كذلك النفس الرحمانی
سبب موروثة وظهورہ علی مراتب يظهر
من كل مرتبة بحسب استعدادہا تعینات
کلیة وجزئية ثم باجتماعها لیسمی مرتبة
کلیة اولیة روحا ومثالا وشهادة
وشخصا جامعا وليس لها فی الخارج وجود
یتمیز عن تعیناتها خارجا کالسلطنة
مثلا فان تعین كل سلطان متعین
فی السلطنة وليس للسلطنة
وجود ممتاز عنہ

الرحیم الذی تجلے علی المؤمنین

اور سوی اللہ رکھا گیا ہے۔ ہر جب موثر درجہ تفصیلا ظاہر
ہوا۔ تو اس کا نام رب ہوا۔

الرحمن جو رحمن ہے۔ یعنی جس نے اپنے مراتب اور
کلمات کے ساتھ اپنی جمیع ممکنات میں تعین فرمایا۔ جانا
چاہیے کہ جب واحدیت نے احکام و آثار کے ذریعہ سے
فیض مقدس اور نفس رحمانی کے ساتھ تجلی فرمائی۔ تو اس وقت
میں اس کا نام رحمن رکھا گیا۔ وجود باری تعالی نے اپنے
مراتب ممکنات پر جو انبساط اور امتداد فرمایا ہے۔ نفس
رحمانی اسی سے عبارت ہے جس طرح کلمات انسانی عبارت
ہے مخارج حروف پر نفس کے انبساط سے۔ اور ہر مخرج سے
بحسب استعداد اس کی استعداد کے موافق حروف ظاہر ہوتے ہیں
اور ہر جب حروف جمع ہو جاتے ہیں۔ تو ان کا نام کلمات
ہوتا ہے۔ اسی طرح نفس رحمانی کا حال ہے کہ مراتب ممکنات
پر اس کے مورو اور ظہور سے حسب استعداد ہر ایک مرتبہ
سے کلی اور جزئی تعینات ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر ان کلی و جزئی
تعینات کے جمع ہونے سے مرتبہ کلیہ اولیہ کا نام روح۔
مثال۔ شہادۃ یا شخص جامع رکھا جاتا ہے۔ اور اس مرتبہ
کلیہ کا وجود خارج میں نہیں ہوتا ہے۔ جو اپنے تعینات
سے باعتبار خارجی وجود ہونے کے متمیز ہو سکے۔ جیسے
مثلاً سلطنت۔ کہ ہر ایک سلطان کا تعین سلطنت
کے اندر ہوتا ہے۔ اور با اینہم سلطنت کا اس سے
کوئی علیحدہ وجود نہیں۔

الرحیم جو رحیم ہے۔ یعنی جس نے مؤمنین پر اپنی

برحمتہ الخاتمة

(الف) باعلام ایاہم هذه المراتب والجلال
التي ظهرت من كمال الاسماء الالهية^{المقتضية}
للظهور بانه هو سائر بكنية في جميع
مراتبه ومراياہ۔

(ب) او باعلام علم الرجوع عن النفس^{نیت}
المد مومنة الى الحقيقة في مقام
العبودية۔

(ج) او باعلام ان هذه المراتب باسرها
كلها وجزعها سارية بالوجود في الكل
باعتبار كل شئ في كل شئ او ظاهرة^{عط}
في الشهوة في حقيقة الانسان
الكامل المنزاج كمالية عن
مآثر المكنونات۔

(د) او باعلام ان الانسان الكامل
اذا بلغ غاية الكمال الممكن في
حق البشرية ذاته مدبرة لجميع
العوالم والراتب ویری اوصافه
سبحانه اوصاف نفسه سوى الوجوب
الذاتي بمرتبة جمع الجمع + وهذا سر لا يحو
كشفه الا لاهل الكمال البالغ مرتبة
الرجال

الحمد لله الذي نوري وجوه

خاص رحمت سے تجلی فرمائی۔

(الف) یا تو اس طرح بکہ رحیم نے مومنین کو ان مراتب اور
تجلی سے آگاہ کیا۔ جو اسماء الہیہ کے کمال سے ظہور پذیر
ہوئے ہیں اور اسماء الہیہ خود مقتضی ظہور ہیں باین طور
کہ ذات باری تعالیٰ اپنے تمام مراتب اور مراتب میں کلیہ ساری ہے
(ب) یا اس طرح برتجلی فرمائی کہ رحیم نے مومنین کو مذموم
نفسانیت سے مقام عبودیت میں حقیقت کی طرف رجوع کرنے
کا علم تسلیم کیا۔

(ج) یا اس طرح برتجلی فرمائی کہ رحیم نے مومنین کو آگاہ کر دیا
کہ کلیۃً اور جزئیۃً یہ تمام مراتب وجود کے ساتھ کل کے اندر
ساری ہیں۔ اس طور پر کہ ہر ایک شے ہر ایک خے میں
ساری ہے یا کلیۃً اور جزئیۃً یہ تمام مراتب انسان کامل
کی حقیقت میں مشاہدہ کے اندر ظاہر ہیں۔ اور انسان کامل
اپنی کمایت کے اعتبار پر تمام کوئی اشیا سے ممتاز ہے۔

(د) یا اس طرح برتجلی فرمائی کہ رحیم نے مومنین کو آگاہ فرمایا۔
کہ جب انسان کامل۔ غایت کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ جو حق
بشر میں ممکن ہے۔ تو اپنی ذات کو جمع عوالم اور مراتب کا مدبر
دیکھتا ہے۔ نیز اسے سچانے کے اوصاف کو سوائے وجوب
ذاتی کے اپنے ذاتی اوصاف دیکھتا ہے مرتبہ جمع الجمع
میں۔ اور یہ ایک ایسا راز ہے جس کا کشف اہل کمال کے
سوا۔ دوسرے پر جائز نہیں۔ اہل کمال ہی وہ ہونا چاہیے۔
جو مرتبہ رجال کو پہنچا ہوا ہو۔

الحمد لله الذي نوري وجوه

للممكنات بنى رذاته وتلافى لوج
وجو دة سر سوز رتہ ولما كان
الحسن والثناء مترتباً على الكمال و
الكمال الحقيقي ليس الا الله
سبحانه كان الحمد كله
لله خاصة

ف عند اهل الظواهر تعریفہ
هو الثناء باللسان على قصد التعظيم و
له مراتب اربع عند ^عهم اما ان يكون
ثناء العبد على حسن اقواله وافعاله
او يكون ثناء العبد له سبحانه على
کمالاته ^عالواصله اليه من الوجوه
والبقاء او يكون ثناء له كقولہ لغا
الحمد لله رب العالمين
او يكون ثناء العبد للعبد
على کمالاته الظاهره فيه
بأذن الله سبحانه فكل المحامد
رابعة اليه

اما عند اهل السلوك فستة لقوا
فعل وقول وحالی من كلا الجانبين فاما
القولی من العبد فيان يقول الحمد لله ^{فقا}موا
للقلب عند القول به واما الفعلی فهو
الاتيان بالاعمال البدنيه من العبادات

کے لئے شایان ہیں۔ جس نے ممکنات کے وجود کو اپنی قدرت
کے نور سے منور فرمایا۔ اور اپنے وجود کی لوح میں اپنے
شرف و منزلت کے اسرار مطالعہ کئے۔ اور ہر گاہ کہ حمد
اور ثنا کمال کے اوپر مرتب ہوتی ہے۔ اور حقیقی
کمال سوائے اللہ سبحانہ کے کسی فرد کو حاصل نہیں ہے
لہذا حمد محض خصوصیات الہیہ میں سے ہے۔

پس حمد کی تعریف اہل ظاہر کے نزدیک یہ ہے۔ کہ
زبان کے ساتھ بارادہ تعظیم ثنا کی جاوے۔ اور بات کے
نزدیک اس کے چار مرتبہ ہیں (۱) ایک یہ کہ اللہ سبحانہ
کی ثنا اپنے بندہ کے لئے ہو اُس کے حسن اقوال اور حسن
افعال پر۔ (۲) دوسرے یہ کہ بندہ کی ثنا۔ اللہ سبحانہ کے
لئے ہو۔ اُس کے کمالات پر جو بندہ کی طرف مائل ہو تو ہیں
جیسے وجود اور بقا۔ (۳) تیسرے یہ کہ اللہ سبحانہ کی ثنا
خود اپنے لئے ہو جس طرح خود اللہ تعالیٰ شانہ فرماتا ہے
الحمد لله رب العالمين۔ (۴) چوتھے یہ کہ بندہ کی ثنا بندہ کے
لئے ہو۔ اُس کے اُن کمالات پر جو اُس کی ذات میں ہیں
سبحانہ کے حکم سے ظاہر ہیں۔ اس مذکورہ بالا بنیاد پر
کل محامد راجع اللہ سبحانہ کی ہی طرف ہیں۔

تعریف محامد اہل سلوک کے نزدیک چہرہ قسم پر ہے
فعلی۔ قولی۔ اور حالی۔ اور یہی تین قسمیں طرفین کے اعتبار سے
چہرہ قسمیں ہو جاتی ہیں۔ (۱) بندہ کی طرف سے قولی حمد اس
طرح پر ہے۔ کہ بندہ "الحمد لله" ایسی حالت میں کہے کہ الحمد لله
کتے وقت اس کا قلب اس کے موافق ہو۔ (۲) بندہ کی

والخیرات ابتغاء لوجه الله ولتجتأ
 الی جنابه الکریم لان الحمد کما
 یجب علی العبد باللسان یجب بحسب
 کل عضو وذلك لا یمکن الا باستعمال
 کل عضو لما خلق لاجله علی الوجه
 المشروع عبادة للحق سبحانه و
 انقياد الاوامر لا طلبا للمحفوظ
 النفسانية من اللذة العجیبة
 فی الدنیا ومن الجنة والنعم فی الآخرة
 واما الحالی فهو الذی یکون بحسب
 الروح والقلب کالاتصاف
 بالکمالات العلمیة والتخلق
 بالاخلاق المملکیة والربانیة
 من الرضا فی الطاعات والجود
 عند العطیات اما التقوی من
 سبحانه بان حمل نفسه فی کتبه الانبیاء
 الی منزلة عن النقائص والفعل منه
 سبحانه بان یسلم افعاله من الشر
 نفسه ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم
 وعسی ان تحبوا شیئا وهو شر لکم
 والحالی منه سبحانه بان یتظاهر
 فی کل من الممكنات بالکل
 من المحامد والخیرات

طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے کہ وہ عبادات اور خیرات
 وغیرہ بدنی اعمال محض لوجه اللہ اور اُس کی جناب کریم کی طرف
 متوجہ ہو کر عمل میں لاوے۔ کیونکہ بندہ پر حمد جس طرح زبان کے
 ساتھ واجب ہے۔ اسی طرح ہر ایک عضو کے ساتھ واجب
 ہے اور ہر ایک عضو کے ساتھ حمد کرنا ممکن نہیں ہے جب
 تک بندہ ہر ایک عضو کو جس کام کے واسطے وہ پیدا
 کیا گیا ہے۔ اُس کام میں مشروع طور پر استعمال نہ کرے۔ یہ
 استعمال محض حق سبحانہ کی عبادت کے واسطے۔ اور احکام
 الہی کی بجا آوری کے واسطے ہونا چاہیے۔ نہ نفسانی حظ
 کی غرض سے۔ جس سے مراد دنیا میں عجیب و غریب لذتیں
 اور آخرت میں جنت اور نغیم جنت ہیں۔ (۳) بندہ کی طرف
 سے حالی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ وہ روح اور قلب کے
 ذریعے ہو۔ جیسے کہ علمی کمالات کے ساتھ موصوف
 ہونا۔ اور ملکی اور ربانی اخلاق سے مزین ہونا ہے
 طاعات کے اندر رضا۔ اور عطیات ملنے پر جود کام میں لانا
 اس اتصاف میں داخل ہے (۴) اللہ سبحانہ کی طرف
 سے قولی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ اُس نے خود اپنی کتب
 میں اپنی انبیاء کو مخاطب کر کے اپنی ذات کی تعریف کی ہے
 کہ میں نقائص سے منزہ (پاک) ہوں۔ (۵) اللہ سبحانہ
 کی طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے کہ وہ اپنے افعال
 تر محض سے منزہ قرار دینا ہے۔ نفسه ان تکرهوا شیئا
 وهو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا
 وهو شر لکم (۶) اور اللہ سبحانہ کی طرف سے

حالی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ وہ کل ملکات میں کل بحامد اور خیرات
خیرات کے ساتھ ظہور کر رہا ہے۔

حمد کی تعریف اہل معرفت کے نزدیک ہی چہہ قسم پر
ہے۔ قول۔ فعلی۔ اور حالی۔ کون اہل معرفت جس کا سفر
اور سیر اس کے نفس سے اس کے رب کی طرف ہو۔ اور
حمد کی تعریف ارباب معرفت کے نزدیک کمالات خلائوزی
کا ظہور ہے۔ (۱) عبد کی طرف سے قولی حمد اس طرح پر ہے
کہ عبد ہنگام نطق خواہ وہ نطق ایسی کے نفس سے ہو۔ یا
اس کے غیر سے۔ علم الیقین کے ساتھ یہ سمجھے۔ کہ یہ تمام
کمالات صفت کلام کے ذریعہ سے منجانب حق ظاہر ہوتے
ہیں (۲) عبد کی طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ جب
ہنگام تصرف و تعریف (کام میں لاتے وقت) اعضا حرکت
کریں تو یہ حمد و فعل خواہ عبد کے خود نفس سے ہو۔ یا
اس کے غیر سے عبد اپنی ذات سے عین الیقین کے ساتھ
باجہزم یہ سمجھے۔ کہ یہ تمام کمالات سالک کے حواس اور جوارح
کے ذریعہ سے حسب حصول قرب نوافل منجانب حق
ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔
بی یسمع و بی یمنطق الحدیث (الحديث) عبد کی طرف سے
حالی حمد اس طرح پر ہے کہ بندہ کلیتہً اور کامل توجہ سے حق
الیقین کے ساتھ اپنی ذات کو اس طور پر اپنے رب کی
طرف پٹ دیوے۔ کہ عبد کی ذات میں هیچ حواس۔ قوی
اور جوارح کے ذریعہ سے حسب حصول قرب فرائض
الہ سبحانہ ہی متصرف ہے جیسے خود اسد بل شانہ کا

واما عند اهل المعرفة الذي
سفرة وسيرة من نفسه الى ربه
فايضاً ستة اقسام وتعريف الحمد
عندهم ظهورات الكمالات لله
تعالى فهو قولی وفعلی وحالی
فاما القولي من العبد فبان يعلم
عند المنطق اي نطق كان من
النفس او من غيره ان هذه
كمالات ظاهرة من الحق بصفة
الكلام بعلم اليقين واما الفعلی
منه فبان يتمكن عن نفسه بجرکات
كل عضو من اعضائه عند المتصرف
والتعريف، اي فعل كان سواء
من نفسه او من غيره ان هذه
كمالات ظاهرة بجوارح السالك
و بجوارحه بحسب قرب النوافل بعين
اليقين كما ورد في الصحيح بي یسمع و بی
و بیمنطق (الحديث) واما الحالی منه فان
يقول عن نفسه بالكلیتة وبکل التصرف الى ربه
لان يتصرف به بجميع حواسه وقواه و
جوارحه بحسب قرب الفرائض بحق اليقين

اقوله تعالى وارميت اذ رميت ولكن الله
 رمى واما القولى من الله سبحانه فبان
 يظهر كالاته الوجودية عن نفسه يقول
 هو الاول والاخر والظاهر والباطن
 الباطن وهو بكل شئ عليم واما الفعل
 منه سبحانه فبان ينسب اليه كل فعل
 والله خلقكم وما تعملون ما كان لهم
 الخيرة سبحانه الله وتعالى عما يشركون
 من نسبة الفعل الى الغير واما الحالى
 منه سبحانه فبان يلتزم بكل لذة عجيبة
 الممكن بظهوره في مرتبة التفرقة
 ولطائف تقول ان الحق منزلة واللذ
 من لوازم الممكنات المحذات
 فكيف يضاف اليه نجوابه النشائي
 انه من المتشابهات ستقف
 عليه قريبا في اول البقرة
 انشاء الله تعالى ولعلك
 لم تجد احدا سبق لبيان
 هذا الاقسام الستة الخ
 عبارة وان سبق وحيد

کہ قول پاک ہے۔ وارمیت اذ رمیت ولكن الله
 رمى (۱۴) اسد سبحانہ کی طرف سے قول خدا اس طرح برہے کہ وہ
 اپنے وجودی کمالات خود بہ نفس نفیس ظاہر فرماتا ہے اور
 کہتا ہے ہوا الاول والاخر والظاهر والباطن و
 هو بكل شئ عليم (۱۵) اسد سبحانہ کی طرف سے
 نقلی خدا اس طرح برہے کہ وہ کل افعال اپنی طرف منسوب
 کرتا ہے (قرآن کریم میں اس قسم کی متعدد آیتیں موجود ہیں) م
 والله خلقكم وما تعملون۔ ما كان لهم الخيرة
 سبحانه الله تعالى عما يشركون۔ من نسبة الفعل الى الغير
 (۱۶) اور اسد سبحانہ کی طرف سے حال خدا اس طرح برہے کہ
 حق سبحانہ ہر اس لذت سے لذت پاتا ہے جس کے
 ظہور سے مرتبہ تفرقہ میں ممکن پاتا ہے۔ اور اسے مخاطب
 غالباً تو یہ کہے گا۔ کہ حق سبحانہ منزہ (پاک) ہے۔ اور
 اور لذت ممکنات محذات کے لوازم میں سے ہے۔ پھر
 لذت حق سبحانہ کی طرف کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے۔
 اس کا شافی جواب یہ ہے۔ کہ یہ بات تشابہات میں سے
 ہے انشاء اللہ العزیز تو عنقریب سورہ بقرہ کے اول
 میں ہی اس رمزیہ آگاہ ہو جاوے گا۔ اور اسے مخاطب
 تو غالباً کسی ایک کو ہی ایسا نہ پاوے گا۔ کہ جس نے ان
 اقسام سے اخیرہ کے بیان کی طرف قبل ازین عبارتہ سبقت

لے (ترجمہ) اور اے پیغمبر! جب تم نے تیر چلائے۔ تو تم نے تیر میں چلائے۔ بلکہ اسد نے تیر چلائے ۱۲ لے (ترجمہ) وہی شروع ہو گیا
 اور وہی آخر تک رہے گا۔ اور وہ (قدرون سے) ظاہر اور (ذات صفات سے) پوشیدہ ہو۔ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے ۱۳ لے (ترجمہ) ہم
 اور جن چیزوں کو تم بناتے ہو (سب کو) اس ہی نے پیدا کیا ہے ۱۴ لے (ترجمہ) لوگوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ لوگ جیسے جیسے فرما
 کرتے ہیں اس سے یعنی فعل کی نسبت غیر کی طرف کیونکہ خدا نے اسے (ذات پاک اور اس کی شان بہت) بلند ہے۔

واشارۃ

وہ ہمارے آخر کمالیچونہ

کشفہ لایحوز کشفہ من اہلہ و

ہو ان فی الحمد القولی والفعلی والحق

معنی آخر اما فی القولی فیان یطلق

العارف الخلیفۃ بکل من یتکلم بالکلام

الانزلی وغیرہ فی الفعل بان

یفعل ویسمع ویبصر بکل من

یفعل ویسمع ویبصر فی الحالی

بان یتلذذ بکل من یتلذذ

من اللذات الملائمۃ للطبع

ولعلہ لم یسبق بیان ہذہ

الاقسام الثلاثۃ من الحمد

ایضاً احد من قبلہ اوسبق

ولم یبلغ لنا واللہ اعلم

بالصواب

وللجہور من الصوفیۃ

رضی اللہ عنہم فی بیان معنی الحمد

اربع معانی جمع بجمع او تفرقۃ بتفرقۃ

او جمع بتفرقۃ وتفرقۃ بجمع

فاما الجمع علی الجمع فیان یتعین

و یتجلی بالتعین والتجلی الاول

والثانی وما اشتمل علیہ من الشیون

کی ہو۔ اگرچہ وجداناً اور اشارۃ سبقت کی ہے۔

اس مقام پر ایک اور اشارہ ہے۔ جس طرح اُس کا کشف

جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اُس کے اہل سے اُس کا اخفا

بھی جائز نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قول۔ فعلی۔ اور حالی

حمد میں ایک اور معنی نکلتے ہیں۔ یعنی (۱) قول حمد اس طرح

پر سمجھی جاوے۔ کہ عارف خلیفہ ہر اُس شخص کے ذریعہ

سے تکلم کرتا ہے۔ جو کلام انزلی وغیرہ کے ساتھ تکلم کرے

(۲) فعلی حمد اس طور پر سمجھی جاوے۔ کہ عارف خلیفہ ہر اُس

شخص کے ذریعہ سے فعل کرتا۔ سنتا۔ اور دیکھتا ہے جو

فعل کرے۔ سنے۔ اور دیکھے۔ (۳) اور حالی حمد اس طرح

پر سمجھی جاوے۔ کہ عارف خلیفہ ہر اُس شخص کے ذریعہ

سے لذت پاتا ہے جو لذات ملائم طبع سے لذت پاسکتا ہے

اور غالب یہ ہے۔ کہ حمد کے ان اقسام ثلاثہ کے بیان کی

طرف ہی مجہد سے قبل کسی نے سبقت نہیں کی۔

یا سبقت کی ہو۔ تو وہ بیان مجہد تک نہیں پہنچا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

جمہور صوفیہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک

معانی حمد کے بیان میں چار صورتیں ہیں۔ جمع بجمع

تفرقۃ بتفرقۃ جمع بتفرقۃ۔ اور تفرقۃ بجمع۔ (۱) حمد

جمع علی الجمع۔ اس طرح ہے۔ کہ حق سبحانہ کی ذات پاک

اولین اور ثانوی تعین و تجلی کے ساتھ متعین اور

متجلی ہوتی ہے۔ اور نیزہ تعین و تجلی فیض باقدس کے

ذریعہ سے جن شیون اور اعتبارات پر اولاً۔ اور جن حقائق

والاعتبارات اولاً والحقائق الالهية
والكونية ثانياً۔ بالفيض الاقدس
والفرقة على التفرقة كاظہار الخلق
بكمالات الخلق وتبيين الاحد
بجمال الآخر بعلہ بان هذا الجمال ظل
من جمال لله تعالى بل عينه والجمع على
التفرقة بان يفيض نور وجوده
على حقائق الممكنات واعيان الموجودات
بالفيض المقدس والتفرقة على الجمع بان يكون
جميع مراتب الوجود رُحاً ومثالاً وشخصاً
جما حاملاً لخصرة الحق سبحانه قوله وفعله
حالا بحسب استدلالهم

وعندى حمد الجمع على التفرقة
بان يرى الحق سبحانه ذاته وصفاته
مفصلاً من رتبة الغيب في مراتب جميع
العوالم المراتب جماعاً وفرداً في عالم الشهادة
وحد التفرقة على الجمع بان يرى التفرقة الجمع في
المراتب والمجالی

وههنا وجوه اخر القیت من
القدیم القدیر علی العدیم الفتیر
بمحض العناية والتقدير اُحداها
حمد الجمع في تفرقة الكل على
نفسه بان يرى الحق سبحانه كمالاً

الہیہ اور کونسیہ پر ثانیاً شامل ہیں۔ ان کے ساتھ تعین اور
تجلی فرماتی ہے (۲) حمد تفرقة على التفرقة اس طرح ہے کہ مخلوقات
کا اظہار کمال خلقت کے ساتھ اور ایک کا ظہور۔ دوسرے
کے جمال میں حق سبحانہ کے علم سے ہے باین طور کہ جمال
اسد تعالیٰ جل شانہ کے جمال پاک کا ظل ہے۔ بلکہ
عین وہی ہے (۳) حمد جمع على التفرقة اس طرح ہے۔ کہ
وجود باری تعالیٰ کا نور۔ حقائق ممکنات اور اعمیان
موجودات پر فیض مقدس کے ذریعہ سے فالض ہوتا
ہے (۴) اور حمد تفرقة على الجمع اس طرح ہے۔ کہ وجود
کے جمیع مراتب کیا روح۔ کیا مثال۔ اور کیا شخص۔ تولاً
فعللاً۔ اور حالاً۔ حسب استعداد خود ہا۔ حضرت حق
سبحانہ کے ثنا خوان حسب بنین۔

اور میرے نزدیک حمد جمع على التفرقة اس طرح ہے
ہے۔ کہ حضرت حق سبحانہ اپنی ذات اور صفات کو
مرتبہ غیب سے جمیع عوالم اور مراتب کے آئینوں میں
بالتفصیل مجموعی طور پر۔ اور فرداً فرداً عالم شہادۃ کے اندر
دیکھے۔ اور حمد تفرقة على الجمع اس طرح ہے کہ تفرقة
مراتب اور محالی میں جمیع کا مشاہدہ کرے۔

اس مقام پر کچھ وجوہ اور بھی حسین جو
قدیم اور تدریج حق سبحانہ کی طرف سے
عدیم اور فقیہ (مصنف) کے دل میں محض
عنایت اور تقدیر سے اتقا ہوئے ہیں بیجملہ ان کے
(۱) حمد الجمع في تفرقة الكل على نفسه اس طور پر ہے

مع ذاتہ فی حقیقتہ جمیعہ
مظہریۃ تفریقہ کلیۃ اشائیۃ
وثانیہا حمد تفرقة الكل
على عين الجمع بان يرى الانسان
الكامل جميع التعيينات مع النفس
عين الواحد وثالثها حمد
تفرقة الكل على التفرقة المطلقة
بان يرى الانسان الكامل كل
الكمال ذاته مدبرة لجميع
التعيينات والاعتبارات جامعة
بكلية جميعها بحسب استدلالها
ورابعها حمد التفرقة
المطلقة على عين تفرقة الكل بان يفهم جميع
الممكنات والموجودات في ذات الانسان
الكامل لسالك فافهم انت

تنبيه

الحمد مصدر الحمد والمحمود بالمحور
والمجهول فالحمد قد يكون من مرتبة الجمع
على عين التفرقة فيكون الله سبحانه جل
لمرتبة الجمع والمحمود التفرقة وقد يكون
بالعكس فهو الحمد والمحمود في الحقيقة
فصلت تسعة وعشرون قسما من الحمد
فان ضربت هذه الاقسام في الاسماء

روح سبحانہ اپنے کمالات کو مع اپنی
ذات کے ایسی حقیقت کے اندر دیکھے۔
جو صفات جمعہ۔ مظہریہ۔ تفرقیہ۔ کلیہ
اور انسانیہ کو شامل ہو۔ (۲) حمد تفرقة
اکل علی عین الجمع اس طور پر ہے کہ انسان
کامل جميع تعيينات کو مع نفس کے عین واحد۔
دیکھے (۳) حمد تفرقة اکل علی التفرقة
المطلقة اس طور پر ہے۔ کہ انسان جو کمال کا کامل
ہے۔ اپنی ذات کو جملہ تعینات اور اعتبارات
کا مدبر۔ اور نیز ان تعینات اور اعتبارات کی ہتھکڑی
کے موافق۔ ان تمام کا بالکل جامع سمجھے
(۴) اور حمد التفرقة المطلقة علی عین تفرقة اکل اس
طور پر ہے۔ کہ جميع ممکنات اور موجودات
انسان کی ذات میں جو کامل اور سائلک ہے محسوس ہو جائی
سے اسے مخاطب تو اس کو سمجھئے۔

تنبيه

الحمد حامد اور محمود کا مصدر ہے معروف اور
مجهول دونوں صیغوں پر۔ اس بنیاد پر حمد کہی تو مرتبہ جمع
عین تفرقة کی نسبت ہوتی ہے۔ اس صورت میں الحمد سبحانہ
مرتبہ جمع کا حامد اور مرتبہ تفرقة کا محمود ہوگا۔ اور کہی اس کے
برعکس ہوتا ہے۔ اس صورت میں فی الحقیقتہ حق سبحانہ ہی حامد و
سبحانہ ہی محمود ہوتا ہے پس حمد کی انتیس قسمیں ہوئیں۔ اور
اگر یہ انتیس قسمیں دنیاوی ناموں میں ضرب دی جائیں

التسعة والتسعين حصلت احد سبعين
 زمان فائة والفاقم من المحامد وان فض
 في الاسماء الالف والواحد حصلت تسعة
 وعشرون احاد وتسعة وعشر والفا
 ومعنى الاسم ما ذكرت انفا لا تغفل عنه
 حق لم يشكل عليك في الضرب لصفات
 علامتك السلام والقدوس
 ان دو - تین نقلوں کے بعد ایک نقل عین المعانی میں سے ہدیہ ناظرین ہے۔ اسم الولی کی
 شرح میں آپ لکھتے ہیں۔

عالی شان امام اسوۃ المحدثین شیخ محی الدین عربی کے کلام سے ایسا مفہوم ہوتا ہے۔ کہ
 ہمارے نبی کو جو خاتم الانبیاء علیہ وسلم السلام کہتے ہیں۔ اس معنی کر کے ہے۔
 کہ آنحضرت صلیم کی بعثت کے وقت تک انسانی نوع کے افراد میں سے جو کوئی شخص کمال
 کے وہیہ کو پہنچ جاتا تھا اس کو نبی کہا کرتے تھے۔ کہ یہ نام اسمائے الہی کے مغائر ہے۔ مگر
 آپ کی بعثت کے بعد آپ کی امت میں سے جو اصحاب کمالات کے درجات کو پہنچتے ہیں
 ان کو اس نام کے ساتھ نام زد نہیں کہتے۔ کیونکہ آنحضرت صلیم کی بعثت نے خاقیت کی ہر
 اس نام کی گویائی کے منہ پر لگا کر رکھ کر نام کی تجویز جو اسم الہی کے موافق ہے۔ فرمائی ہے۔
 اور وہ ولی ہے۔ یعنی آنحضرت صلیم کی بعثت کے بعد کامل کو ولی کہتے ہیں۔

جو اصحاب انفس و آفاق (عالم ارواح اور عالم اجسام) کے رموز فہم اور مشنگاف ہیں۔ وہ
 سد را لہذا کلام کی اصل اور خلاصہ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلیم کی بعثت کے زمانہ تک
 کالمون کو نبی یا رسول کے نام کے ساتھ نام نہ کرنے میں اسمی اور رسمی مغائرت باقی تھی۔ لیکن جب سے
 نور معرفت کا اولین چراغ روشن ہوا ہے۔ جس سے مراد حقیقت محمدیہ ہے علیہ السلام تب سے
 اس چراغ کی روشنی کی بدولت۔ مغائرت اور منافات کی تمام تیرگیوں اور تاریکیوں دنیا کی اعتباری سر
 سے عالم عدم کو ستر باندہ گئیں۔ بیان تک کہ اسمی مغائرت بھی باقی نہیں رہی۔ جس سے اعتبار و ولی

دہم ہوتا ہے۔ یعنی جب سے آپ کے عنسری وجود کے زیرِ اعظم نے جمال و جلال کے افق سے آگے آسمان کے آسمان اور کون مکان کی منزل میں طلوع فرمایا ہے۔ تب سے آپ کی اُمت اور ملت کے خاص بزرگوں کو لے کر عند و صولہ والی درجۃ الکمال دل کتے ہیں۔ جو نزدی اسم اقدس کے مطابق ہے۔ اور خلیفہ اور خلیفہ کرتے والہ کی درمیانی مغائرت و در کرنے کا واجب التعمیل زبان اسما اور سنا خاتم النبوة علیہ السلام کی مہر اور نام ولایت کے نگینہ سے کمل کر کے عطا فرمایا گیا ہے۔ کہ آج سے پیچھے۔ کسی شخص کے واسطے مغائرت کا کاغذ نہیں لکھا جاوے گا۔

اللہ۔ رحمن۔ اور رحیم یہ تین جلیل اشان اسماء۔ تمام امور کے دروازوں کی کنجی ہیں۔ ان کی شرح جہان پر ختم کی ہے۔ اُس مقام پر آپ لکھتے ہیں۔

حدیث ابتدا کے بموجب کمل ارذی بال الخ ہے۔ ان تینوں اسماء کی تقدیم کے بدو اقوال و افعال میں شروع کرنا۔ حسن ادب سے دور ہے۔ اور تمام ارباب نقیصت خواہ عربی ہوں یا نزولی۔ دریائے توحید کے خواص ہوتے ہیں۔ ان کی اصطلاحات کے جواہر ان تینوں اسماء کے ڈبہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ واضح ہو۔ کہ اسم اللہ کا جیسا اطلاق مرتبہ الوہیت پر آتا ہے۔ اسی طرح مرتبہ لائقین پر بھی آتا ہے اور لائقین سے۔ تعین اول پیدا ہوتا ہے۔ اور جب تعین اول کی تعیین ہو گئی۔ تو یہی فیض اقدس ہے۔ اور فیض اقدس کی دو طرفین ہوتی ہیں۔ ایک احدیۃ دوسری واحدیۃ۔ انہیں دونوں طرفوں کے اعتبار سے فیض اقدس۔ وحدت فانی و ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ احدیۃ جو وحدت کی باطنی طرف ہے۔ یہاں دلیں درجہ اور باطنی سمت قبول کر کے اسماء اور صفات کے علاقہ سے بالکل مجر د ہو گئی اور واحدیۃ جو وحدت کی ظاہری طرف ہے۔ یہ دوسرے درجہ میں ہے۔ اور یہی ظاہری سمت کے میدان میں سیر و سلوک کرتی ہے۔ اور نیز الہی کمالات کو اپنی پوش کا مقدمہ بناتی ہے۔ کیونکہ صفات فعلیہ کا تعلق اسی مقام سے ہے۔ ہر جب صفات فعلیہ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ سلطنت کے لوازم اور اپنی مقتضیات کو ظاہر کریں۔

لے درجہ کمال پر ان کے فائز ہونے کے وقت ۱۲ لکھ پوری حدیث ہے۔ کل ارذی بال لم یبدء بسم اللہ فواخذ حقہ (ترجمہ) جو ختم با نشان کلام بسم اللہ کے ساتھ شروع نہ کیا جاوے۔ وہ ناقص اور ابر ہوتا ہے۔ ۱۲

تو وہ فیض مقدس کی امداد سے نفس رحمانی کے درمیان حصہ شکر کو ترتیب دیکر آگے
روانہ کرتی ہیں۔ اور عدم کی فوجوں کو درہم برہم کر دیتی ہیں۔ تاکہ سلطان وجود کا علم فیروزی
نفس ہو۔ یعنی صفات فعلیہ ماہیات کو وجود خارجی کی شان میں لاتی ہیں۔ اور اسماء
مقابلہ کو جلوہ گر کرتی ہیں۔ جب صورت فتح نمایان ہو جاتی ہے تو لوازم اور مقتضیات
جو اسماء کے زبردست شکر کا پچھلا حصہ ہے ہر طرف سے سر اٹھا کر ظہور کرتے ہیں۔ اور جس
راستہ سے منزل بمنزل آئے تھے۔ اُسی راستہ سے وحدت کی دار السلطنت کو بازگشت
کر جاتے ہیں۔ کیونکہ جیمی تجلی۔ اس گروہ کے حال کی پاسبان ہے۔ اس وقت میں کسی
شخص کو غنیمت۔ اموال۔ انفال۔ خود رائی۔ اور خود داری میں مشغول نہیں ہونا چاہیے
کیونکہ ایسے امور میں مشغول ہو جانے سے عظیم شکست پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے جنگ
احد میں بعض اصحاب کو خود رائی کی وجہ سے پیش آ یا جو کچھ پیش آیا۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ نبی
علیہ السلام یا نائب نبی (ولی) کے قرارداد کے جو صراط مستقیم ہے۔ اوپر استحکام کے
ساقہ قدم جا کر اپنے مقام سے تجاوز نہ کریں۔ اور نیز ان کے حکم سے ایک قدم بھی
آگے پیچھے نہ رکھیں۔ کام کی حقیقت ان اشعار کے مضمون سے معلوم کرنے چاہیے

اشعار

قائل سطور الکائنات فانها وخطیفها لو تاملت خطها	من الملك الاعلى اليك رسائل الاكل شيء فاخل الله باطل
---	--

اور پروانہ وار اُڑ کر اپنے تئیں اُس بزم میں پہونچا دینا چاہیے۔ جس میں اسماء اور صفات کے
اجتماع کی شمع روشن ہے شاید لیس فی جہنتی سوی اللہ کا ہی نغمہ تحت الذکر
پردہ میں گایا جاتا ہے ۵

ہم ازین رو گفت آن بحسب صفا	نیت اندر دلق من غیر از خدا
----------------------------	----------------------------

۱۵۔ اے مخاطب تو کائنات کی سطور پر تامل کی نظر ازل یہ سطرین ملک اعلیٰ کی طرف سے تیرے نام رسائے میں۔ اودان میں ایک خط ہے
اگر تو اس خط میں تامل کر کے دیکھے۔ تو معلوم ہو جاوے کہ اللہ جل شانہ کے سوا تمام اشیا باطل ہیں۔ ۱۲۔ میرے جیہ
کے اندر راسخ کے سوا کچھ نہیں ہے ۱۲

آپ کے حالات کا کسی قدر بیان اس طرح پر ہے۔ کہ جن پردوں کے سبب اخفا اور امتیاز تھا۔ اُن پردوں کے اٹھ جانے سے جب آپ کے وجود شریف پر ذات احمدی علیہ السلام کی حقیقت جامعہ کا عکس پڑا۔ تو قرآن مجید جس شان کے ساتھ لوح محفوظ پر عالم غیب میں تھا۔ اُسی شان کے ساتھ آپ کے یاد کرنے سے پھر عالم شہادت میں آپ کے دل کی لوح محفوظ پر جاگزین ہوا۔ بلکہ ایزدی اسما اور الہی صفات کے سبب سے آثار و احکام جو کمالات اسمائی کے حصول کے واسطے عالم امکان میں آئے تھے۔ اور اُن آثار و احکام کو مایتوقت علیہ المعاد کے نہ ملنے کی وجہ سے اپنے وطن کی طرٹ بازگشت میر نہیں ہوتی تھی۔ وہ آپ کے وجود عزیز میں عالم قید سے نکل گئے اور اپنے مدعا کو پہنچ کر عالم اطلاق کی طرٹ رجوع ہونے کی استعداد اُن میں پیدا ہوئی۔ جس کے سبب سے وجوبی اور امکانی مرتبہ میں اتصال نمایان ہوا۔ اس سخن سرائی کا حاصل یہ ہے کہ جواہل سفر۔ الہی علم کی آباد بستی سے نکل کر امکانی مخلوق آباد کی قید میں مقید تھے۔ یہ تمام اصحاب۔ آپ کی ولایت و ارشاد اور ہدایت و تلقین کے زمانہ میں از روئے دانش و نبیش عروجی اور نرذلی سیر و ساوک کا سرمایہ فراہم کر کے فرق کے صحرا سے جمع کے شہر میں آمد و رفت کرنے لگے۔ یہ عجیب و غریب لطیفہ ہے۔ کہ مذکورہ بالا واقعہ لکھتے وقت جب میں یہ بات کہ آپ کا دل قرآن مجید کے نور سے لوح محفوظ ہو گیا۔ اور قرآن ہی اپنے اصلی وطن میں پہنچ گیا۔ جو عالم صورت میں مسافر تھا۔ لکھ ہی رہا تھا۔ کہ یکایک شیخ صدر جہان دہار و آل کے بیٹے شیخ فرید برہان پور سے راقم کے مالان میں آکر اترے اور مسیح الاولیا کا گرامی نامہ مجھ کو دیا جب میں نے خط کی تہ کمولی تو اُس کے عنوان میں یہ بیت لکھی تھی۔ بیت

است دروے سر جانان آشکار

لوح محفوظ است پشانی یار

اور خاتمہ میں نسخہ گلزار ایمان کی خواہش کا مضمون تھا۔ امید ہے کہ آپ کے ساتھ میری کچھ بتی احاطہ کا راز اور المؤمن مرآة المؤمن کی رموز اس سرگزشت کے چڑھنے سے ارباب دانش کو روشن ہو جاویں گے۔
تم کلامہ۔

جو اصحاب۔ تاویل۔ اور توجیہ کے جوہر شناس ہیں۔ اُن کو واضح ہو۔ کہ الولاية افضل من النبوة اس قول کے معنی اگرچہ تاویل نگاروں نے بہت کچھ وجوہ کے ساتھ دائرہ اشکال سے نکل کر

جواز و صحت کے درجہ کو پہنچائے ہیں۔ لیکن منجملہ توجہات کے اس توجہ سے نوادہ کوئی توجہ اقرب بہ حق اور شاداب نہیں ہے۔ کہ نبی کی نبوت پر نبی کی ہی ولایت کی تفصیل مراد ہے۔ کیونکہ ارباب تحقیق کے لطیف و ماخون کو تمام توجہات میں متبوع پر تابع کی۔ اور اصل پر فرع کی ترجیح کی ہوا کرتی ہے۔

کمالِ خجستہ

طعم چنان بہ نکست زلف تو شد لطیف | اگر یاد شکبوسے تو دم در در شود

اور تمام وجوہ سے دلی ولایت نبی کی ولایت کے تابع پائی جاتی ہے۔ البتہ نبوت پر ولایت کی تفصیل کی وجہ یہ ہے۔ کہ ولایت عبارت قرب حق سے ہے۔ اور نبوت حکم رسانی ہے۔ معجزہ۔ قدرت مطلق کا اثر ہے۔ اور نبی۔ حق سبحانہ اور خلق کے درمیان میں برزخ ہے۔ پس یہ بات ظہورِ حلی کہ جب تک بندہ کو قرب نہیں ہوتا ہے۔ تب تک قدرۃ مطلق کے مقنیات کا اظہار نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ اس وقت تک فیض مطلق۔ مقید کو نہیں پہنچا سکتا ہے۔ اور مقید کو ہدایت کی امداد سے عالم مطلق کا راستہ نہیں دکھا سکتا ہے۔ نیز قوم کی اصطلاح میں نبوت ایک واسطہ ہے رسالت اور ولایت کے درمیان میں اس معنی کر کے۔ کہ نبوت صرف حقائق الہی کی خبریں اُست کی طرف پہنچانا ہے۔ یعنی ذات صفات۔ اور اس کی معرفت سے بہرہ یاب کرنا ہے۔ یہ خبر رسانی دو طرح پر ہوتی ہے۔ (۱) صرف علم دیدینا۔ اور معرفت مذکور کے طریق سے محض خبردار کر دینا۔ اور یہ قسم۔ ولایت مطلق کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۲) تمام خبریں دینا جن کے ساتھ احکام شرعیہ پہنچانا۔ اخلاق سکھانا۔ اور حکمت تعلیم کرنا وغیرہ وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ اور یہ خاصہ رسالت کا ہے۔ اس دوسری قسم کو نبوت تشریعی کہتے ہیں اور اولین قسم کا نام نبوت تعریفی ہے، چونکہ تشریعی نبوت بعثت احمدی علیہ السلام والصلوٰۃ کے سبب ختم ہو گئی۔ تو حضور نے فرمایا لا نبی بعدی اور تعریفی نبوت جو مطلق ولایت کو لازم ہے۔ باوجود خاتم النبیین ہونے کے باقی رہی۔ کیونکہ حضور نے فرمایا ہے۔ علماء امتی کا بنیاء بنی اسرائیل اس تہذیب سے بہ بات مخوم ہوئی۔ کہ ولایت تو رسالت اور نبوت سے عام ہے۔ اور نبوت۔ رسالت سے عام اور ولایت سے خاص ہے۔ کیونکہ ہر ایک رسول نبی ہے۔ اور ہر نبی ولی ہے۔ اور لازم نہیں ہے کہ ہر ولی

۱۔ میرے بعد نبی نہیں ہے ۲۔ اے میری امت کے علماء۔ بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثل ہیں ۳۔

نبی ہو۔ پس لفظ نبی کا اطلاق انسان کامل پر ہوتا۔ منسوخ ہوا۔ اور نبوت کا دعویٰ۔ کفر شریعت قرار دیا گیا اور اسم دلی کا اطلاق۔ حق سبحانہ کے بندگان خاص پر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ بندگان خاص۔ اخلاق انہی کے ساتھ تہذیب یافتہ۔ فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ کے مرتبہ کو پہنچے ہوئے۔ اور محو کے بعد صحو کے درجہ میں ہوتے ہیں۔ اور ولایت عبارت ہے حق کے ساتھ بندہ کا قائم ہونا۔ اور یہ ایک عظیم نعمت اور بڑی سعادت ہے دیکھا جائے کس دردمند کو نصیب ہو۔

کیفیت ست عشق بتان تا کراد ہند

بیدر در اشراق محبت کجا دہند

نیز دلی کا اطلاق قوم کی اصطلاح میں اُس فرد پر آتا ہے۔ جس کو حق سبحانہ کی حفاظت۔ عصیان اور مخالفت کے ارتکاب سے باز رکھے۔ تاکہ وہ اُس فرد کو ہستی مہموم کی جنگ سے بچا کر ولایت کے انتہائی درجہ کو پہنچا دیوے۔ جو حق سبحانہ تک پہنچتا ہے۔ اس اعتبار سے دلی فعلی مفعول کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ دلی ایک بندہ قائم بحق ہوتا ہے۔ فعلی فاعل کی معنی میں ہے اس بنیاد پر مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ دلی قرب فرائض کے اندر اولین معنی میں سمجھا جاوے۔ اور قرب نوافل کے اندر دوسرے معنی میں تصور کیا جاوے۔ دوسرے یہ کہ نبی کے تصرفات کا مرجع اور ماخذ اپنی ولایت کے اندازہ پر ہوا کرتا ہے۔ نبی کا قرب حق کے ساتھ ہی نبی کی ولایت ہے۔ **هَذَا لَكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ** اصولی کا تصرف اس مقدار پر ہوا کرتا ہے کہ جس مقدار پر اُس کو اپنے نبی کے ساتھ قرب ہو۔ اور یہی اُس کا قرب اپنے نبی کے ساتھ اُس کے اُس قرب کی میزان ہے۔ جو حق کے ساتھ ہے۔ **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** پس آفتاب کو ماتہ نبی سمجھنا چاہیے۔ جو اپنے ذاتی نور سے منور ہے۔ اور وہ کو مانند دلی تصور کرنا چاہیے۔ جو آفتاب کے فروغ سے نور کا اقتباس کر کے روشن ہوتا ہے والاعلم **عند اللہ**

یاد شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد

بنی۔ حضرت محمد

آپ فاروقی سرہندی ہیں۔ محبوبیت۔ وحدانیت۔ اور فردیت کی محفلوں میں بالانشینی کا مرتبہ آپ کو حاصل ہے صوفی محمد صدیق ہدایت تخلص۔ ظہیر الدین حسن کسمی کے فرزند۔ اور مولانا خواجہ باقی نقشبندی **۱۵**۔ یہیں سے معلوم ہوا۔ کہ سب اختیار خداے برحق کو ہی ہے۔ **۱۵**۔ اے پیغمبر کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ کہ اللہ ہی تم کو دوست رکھے **۱۲**۔

اویسی کے مرید ہیں۔ انہوں نے ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ میں دہلی سے سیاحی کے اہم قدم اٹھایا۔ تاکہ
 خیر بلا و بھلائی خدا اللہ وایک دہلی فہر کی زیارت سے۔ اور ہر ایک سرزمین کے مشائخ کی صحبت سے فیض
 حاصل کیا جاوے۔ جب معونی صاحب ملک خاندیس میں پہنچے۔ تو آگے بڑھنے کی توفیق بہراہ میں
 ہوئی۔ بلگشت کے وقت منڈو (مانڈو) کے عبرت کدہ میں جہان غوثی کی زاد بوم ہے۔ چند روز توقف
 فرمایا۔ ایک روز شیخ احمد کے بالکمال حالات میں دریافت کئے۔ تو معونی صاحب نے آپ کی تصنیف
 کا ایک رسالہ جس کے اندر مصنف نے اپنی خاص واردات اور مکاشفات کو درج کیا ہے۔ راقم کے
 مطالعہ کے واسطے دیا۔ سالہ کا حاصل خلاصہ یہ ہے کہ

دویش کے دل میں جب خدا شناسی کے سلوک کا شوق پیدا ہوا۔ تو از دی عنایت نے
 سلسلہ نقشبندیہ کے ایک خلیفہ کی خدمت میں مجکو پہنچایا۔ اور اُن کی دانش تفریہ
 سے اس خاندان کے بزرگوں کا طریقہ اختیار کر کے چند روز اُن کی خدمت میں
 بسر کئے۔ اُن کے انفاس اور توجہ کی برکت سے۔ اور بزرگوں اور خواجوں کے جذبہ سے
 جو قومیت کے وصف میں اپنے تئیں فنا کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ طالب کا حال
 پٹ گیا۔ اور اندراج النہایت فی البدایہ کی بھی چاشنی چکھی۔ جب صدرالذکر جذبہ مستحق
 ہو گیا۔ تو زہدیت بہ سلوک پہنچی۔ سلطان ولایت محمدی امیر مردان علی ابن ابی طالب
 کرم اللہ وجہہ کی روحانی پرورش نے مجھے اُس اسم کے مرتبہ کو پہنچایا۔ جو اُن بزرگوں اور
 خلیفہ کا رہتا۔ اور اُس اسم سے خواجہ بہار الدین نقشبند کی روحانی امداد اور رہنمائی
 کی بدولت قابلیت ادلی کو عروج کیا۔ جس سے مراد حقیقت محمدی ہے علی صلیا
 افضل الصلوٰۃ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی روحانی امداد ہونے پر اس قابلیت ادلی
 سے بھی ترقی میسر ہوئی۔ پھر حضور خاتم النبۃ علیہ السلام کی روحانی پرورش کا فیض
 ہوا۔ تو سابقہ قابلیت اور مرتبہ سے ایسے مقام کی طرف صعود ہوا۔ جو اقطاب محمدی
 کے واسطے مخصوص ہے۔ سابق کا مقام گویا اس مقام کی تفصیل ہے۔ اور جس وقت
 اس مقام پر رود ہوا تھا۔ تو اس وقت میں کسی قدر امداد خواجہ علاء الدین عطار کی
 روحی حقیقت سے بھی اس درویش کو پہنچی تھی۔ خواجہ علاء الدین عطار خواجہ بزرگ

نقشبند کے بڑے خلیفہ ہیں۔ اور اپنے وقت کے قطب ہدایت تھے۔ اقطاب کے
 عروج کی نہایت اسی مقام تک ہے۔ اور ظلمت کا دائرہ بھی اسی جگہ منتهی اور تمام
 ہو جاتا ہے۔ اس کے آگے یا تو اصل خالص ہے۔ یا مترج بہ ظن ہے۔ افراد کی جماعت
 کو اس مرتبہ پر پہنچنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور افراد کی صحبت کے ذریعہ سے
 بعض اقطاب کو بھی مقام مترج تک عروج میسر ہوتا ہے۔ اور مترج کے مرتبہ سے
 اصل پر بھی نظر پڑتی ہے۔ لیکن اصل خالص کو پہنچنا۔ یا اس پر نظر کرنا۔ باعتبار تفاوت
 درجات۔ افراد کا ہی خاصہ ہے۔ **لَا ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ**
الْعَظِيمِ پہلے اقطاب کے مقام پر پہنچنے کے بعد اس درویش کو دین و دنیا کے
 سردار علیہ السلام نے قطبیت ارشاد کا خلعت عنایت فرما کر اس مبارک
 منصب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد ازل عنایت نے دستگیری فرمائی۔ کہ اس مقام
 سے ایک دفعہ ترقی اصل مترج تک عطا کی۔ قیام بقا جیسی اور جس طرح سے ہر ایک
 سابقہ مقام پر پیش آتی تھی۔ اس جگہ بھی پیش آئی۔ اور بیان سے اصل کے مقام پر
 صعود حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ اصل الاصل تک پہنچ گیا۔ اس آخرین عروج میں جو اصل
 کے مقامات میں واقع ہوا۔ اسوۃ العرفان غوث الثقلین شیخ محمد الدین عبدالقادر جیلانی
 کی روحانیت سے مدد ملی۔ انہوں نے کامل تصرف کی طاقت کام میں لاکر ان مقامات
 سے عبور کر دیا۔ اور اصل الاصل سے آگاہ کر کے بیان سے عالم شہادت کی طرف
 مراجعت کا حکم فرمایا۔ اس طرح سے۔ کہ میں ہر ایک مقام سے دو سے مقام کو نزول
 کے طور پر بازگشت کروں۔ اگرچہ اس درویش کو فردیت کی نسبت جو عروج اخیر سے
 مخصوص ہے۔ اپنے پد بزرگوار سے اثراتی۔ اور پد بزرگوار کو ایک قوی الجذبہ
 عزیز سے۔ اور نیز ایک بزرگ سے جو خرق عادات میں نامور تھے حاصل ہوئی
 تھی۔ لیکن منازل سلوک قطع کرنے سے بیشتر اپنی ضعیف بصیرت کے سبب یا قنات جسا
 کے سبب سے اس نسبت کا اپنی ذات میں قطعاً ظہور نہیں پایا تھا۔ اور نیز عبادت نافذ خصوصاً

تاز فضل کی توفیق۔ پذیر بزرگوں کی امداد سے ہے۔ اور پذیر بزرگوں کو اپنے شیخ سے تھی۔ چھوٹی
سلسلہ میں تھے۔ اس درویش کو علم لدنی خضر علیہ السلام کی روحانیت کے فیض سے
حاصل ہوتا رہا اس وقت تک کہ قطاب کے مرتبہ سے آگے نہیں بڑھا۔ لیکن جن عالی مقامات
کا حال صدیقین کا گیا ہے۔ ان مقامات سے عروج اور عبور کے بعد تمام وہی اور کسی علوم
یہ مددیں ہمیشہ اپنی حقیقت سے اخذ کرتی ہیں۔ یعنی تمام علوم اپنی ذات میں خود بخود پاتا ہے
کسی غم کو کوئی غل نہیں ہے۔ نیز اس درویش کو نزول کے وقت جو عبارت السیر میں اللہ
یا اللہ سے ہر مقام کے سلسلوں کے مشائخ کے مقامات پر عبور حاصل ہوا۔ اور ہر ایک
مقام سے کچھ نہ کچھ حصہ ہاتھ آیا۔ اور ہر مقام اور سلسلہ کے مشائخ سے بے شمار امداد ملی۔ اور
ہر ایک صاحب نے اپنی نسبتوں کے خلاصہ سے کچھ آگاہ اور محرم فرمایا۔ اولاً بزرگان خانوادہ
چشتیہ قدسنا اللہ تعالیٰ بذکرہم۔ کے مقام پر گزر ہوا۔ اہل اس مقام سے اہل صاحب
مقام سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور منجملہ ان کے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی روحانیت
نے سب سے زیادہ اتفاقات فرمایا۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ خواجہ کی ذات شریف کی شان
اس مرتبہ میں نہایت رفیع ہے۔ جب بیان سے آگے بڑھا۔ تو اکابر سلسلہ کبرویہ کے
مقام کی طرف روحنا اللہ تعالیٰ بریا حدین اسرارہم راستہ ملا۔ یہ دونوں مقام
عروج کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لیکن مقامات مذکورہ بالا سے نزول کے وقت۔ اولین
مقام۔ اس صراط مستقیم کے بائیں جانب اور دوسرا مقام داہنی جانب رہتا ہے۔ اور
یہ شاہراہ ایسا راستہ ہے کہ بعض اکابر دین یعنی اقطاب ارشاد فرمادیتے کہ مقام کو اسی
راستہ سے جاتے ہیں۔ اور نہایت نہایت کو پہونچتے ہیں۔ تنہا افراد کا راستہ دوسرا ہے۔
بدون قطبیت کے اس شاہراہ پر ہو کر گزرنے میں ہو سکتا۔ اور یہ مقام ایک قسم کا برزخ ہے
اس شاہراہ کے اور مرتبہ صفات کے درمیان میں۔ یعنی دونوں طرف سے بہرہ یاب ہے
اولین مقام۔ اس مبارک راستہ کی دوسری جانب میں واقع ہوتا ہے۔ جس کو مرتبہ صفات
سے تمیز میں اور مناسب بہت کم ہے۔ سلسلہ کبرویہ کے مقام سے آگے بڑھ کر ان مشائخ
کا دوسرا درجہ کے مقام پر لغنا اللہ ہر کات حقاً یقیم عہد ہوا۔ جو شیخ الشیوخ

شہاب الملک والدین شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے اس جانب ہیں۔ یہ مقام پیروی
سنت نبوی علیہ السلام کے فروغ سے آراستہ۔ اور جمال فوق الفوق کے مشاہدہ سے
پیراستہ ہے۔ عبادات کی توفیق۔ اور خدا پرستی کی طاقت اس مقام کے ساتھ ساتھ ہے
بعض نرسیدہ سالک جو عبادات نافلہ میں سخت تنہک ہیں۔ اور اسی خشک پرستش سے
آرام پارہے ہیں۔ ان کو فی الجملہ حصہ عجب مناسبت اسی مقام سے ملتا ہے۔ غرض یہ ہے
کہ نفل عبادت سے یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ المقصد یہ ایک بے نظیر مقام ہے۔
ایزدی فروغ جو اس مقام پر نظر آتا ہے۔ دوسرے مقامات پر نظر نہیں آتا۔ اور اس
مقام کے لوگ کمال متابعت اور پیروی سنت کی وجہ سے۔ دوسرے عالی مقام خدا
شناسوں سے قدر اور شان میں اعظم اور ارفع ہیں۔ اگرچہ عروج اور فوقیت کے اعتبار
سے دوسرے مقامات بلند زیادہ ہیں۔ لیکن جو کچھ اس مقام والوں کو حاصل
ہے دوسرے مقامات والوں کو میسر نہیں ہے۔ سہروردیہ مقام کے بعد۔ جذبہ کے
مرتبہ پر اتر آیا۔ یہ مقام بے شمار جذبات کے مقامات کو جامع ہے۔ پہر مجکوار اس مقام
سے بھی اترنا پڑا۔ مراتب نزول کی نہایت۔ مقام قلب تک ہے۔ جو حقیقت جامع
ہے۔ اور ارشاد تکمیل اسی مقام پر اترنے سے ثابت ہے۔ اس مقام پر تکمیل حاصل
ہونے کے بعد پہر ایک دفعہ عروج واقع ہوا۔ اس دفعہ اصل کو بھی غل کی طرح سے چھوڑنا پڑا
جب پہر نزول ہوا۔ تو اس دوسری دفعہ میں مقام قلب پر تکمیل حاصل ہو گئی۔ الحمد للہ
علی کل حال و مقال۔

ایک کتاب معارف لدنیہ آپ کی تصنیفات سے ہے۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

خدا شناسوں کی جماعت کو کامل توجہ اور خاص حصہ کے اعتبار سے یکم ^{فطر} فطرۃ اللہ العالی
الناس علیہا ایسا عالی درجہ حاصل ہے۔ کہ جس میں سالکوں میں سے کسی سالک کا
نہ گزر رہے۔ اور نہ نظر ہے۔ اس تفرقہ کا اصلی راز یہ ہے۔ کہ جب تک ادراع کا تعلق اور
تعلق بدن کے ساتھ نہیں ہوتا۔ تب تک ادراع کو حق سبحانہ کے ساتھ معنوی حال حق۔ ہر جب
حب فطن ایمان ثابتہ ادراع کا تعلق اور تعلق۔ ابدان کے ساتھ ہوا۔ تو وہ حقین پیدا ہوئے۔ (۱) بعض کا فہم

بالکل موقوف ہو گیا۔ اور توجہ تو دو۔ اور اُس کے لوازم۔ صرف پیکر کے ساتھ رہ گئے (۲)
 اور بعض کی سابقہ توجہ جو مبدوء کے ساتھ تھی۔ بالکل فراموش نہیں ہوئی۔ یعنی عالم
 اجسام کے ساتھ وابستگی ہونے کے بعد بھی اُس نسبت کا اثر باقی رہا۔ اس بنیاد پر
 جب قدیمی توجہ کا فراموش کرنے والا اولین گروہ۔ پہو مبدوء کی طرف عروج کرتا ہے۔ تو
 اُس کو حق کے ساتھ ایسی خاص نسبت اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ کہ پچھلے گروہ کو عروج
 اور سلوک کے ذریعے سے اگرچہ ترقی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن اُس خاص مرتبہ کی ہوائ تک
 اُن کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ کیونکہ صد الذکر معاملہ اور مقول سے ایسا مفہوم ہوا۔ کہ اولین
 فرقہ کا طریقہ استعداد اس طور پر ہے۔ کہ جس شے کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اُسی کا رنگ
 پکڑ لیتا ہے۔ اور احوال۔ بت کا کوئی اثر اُس کے ساتھ باقی نہیں رہتا ہے۔ اور
 دوسرے فرقہ کی صورت علمیہ کا اقتضا اس طرح پر نہیں ہے۔ بلکہ جس امر کی طرف رخ کرتا ہے۔
 حالت سابقہ سے کچھ حصہ اپنے ساتھ محفوظ رکھ کر لائق لباس میں ظہور کرتا ہے۔ اس
 عقلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس گروہ کی سرشت۔ قصور توجہ پر۔ اور دوسری جماعت
 کی خلقت کمال معشوق پر واقع ہے۔ باہی معشوق کا۔

ارباب معرفت جو دور میں نظر رکھتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اس تفرقہ کے
 راز کی بنیاد۔ کشفی شہادت کے بدون۔ صرف عقلی دلائل پر قائم کرنا۔ کوئی استحکام کی بات
 نہیں ہے۔ دران حالے کہ عقل اس مدعا کے خلاف اس قضیہ اور تفرقہ میں اس طور پر
 دلیل قائم کرتی ہے۔ کہ مبدوء کو بالکل فراموش کرنے سے۔ اور عنصری ابدان کے لوازم کی
 طرف ہمہ نوع متوجہ ہونے سے۔ ایسا پایا جاتا ہے۔ کہ عالم و جوب کے ساتھ مناسبت
 قلیل۔ اور عالم کون و مکان کے ساتھ خصوصیت زیادہ ہے اور جہان امکان کی طرف نزول
 کرنے کے بعد۔ حضرت باری تعالیٰ کے ساتھ فی الجہد تعلق باقی رہنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے
 کہ ذات باری عز و آئمہ کے ساتھ حد درجہ پر القصال۔ اور عالم امکان کی طرف سے بالکل
 بے تعلقی ہے۔ لیکن اس گروہ کے حقائق کا عالم امکان میں نزول بمقتضائے حکمت
 آتی ہے پس اس تقدیر پر عقل کی رو سے عروج اور صعود کے بعد مقام خاص کو دوسری

وجہ والا شخص پہنچ سکتا ہے۔ نہ پہلی وجہ والا واللہ اعلم بحقیقہ الحال
خلاصہ کلام یہ۔ کہ دونوں توجہ میں باہم ایک دوسرے کو ہٹاتی ہیں۔ لہذا ان دونوں
فرقوں میں سے کسی فرقہ کو عقیدہ دلائل کی رو سے۔ صدر الذکر وجہ وحدت کے ساتھ
مخصوص نہیں کر سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تخصیص کی پہلی وجہ میں از رو
تحقیق۔ علم ازلی کی شان پیدا ہے یہ وہو اعلو بن ضل عن سبیلہ و هو
اعلم بالملہ تدبیر اور دونوں گروہوں کو افراد میں مذکورہ بالا خاص مرتبہ کے عام کرنے
اور دائرہ رکنے کے ساتھ اعتقاد رکنا۔ اقرب بہ صواب ہے۔

دوسرے ظاہر حال پر۔ اور مایشاہد من الا فرادہ پر قیاس کر کے ایسا
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام نوع انسان چار قسم پر منقسم سمجھی جاوے اس طور پر۔ کہ مذکورہ اقسام
دو گروہوں میں سے جو گروہ ابدان کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کے بعد اپنے تئیں مع
تمام گزشتہ حالات کے بھول جاتا ہے وہ نجد چار قسم کے قسم اول میں شمار کیا
جاوے۔ اور اس مقام واسطے عام لوگ اور اہل تقلید ہیں۔ اور ترکیبی صورت کے
ساتھ تعلق پیدا ہونے کے بعد جن اصحاب کا حضور اپنے مبدی کے ساتھ باقی رہتا
ہے۔ یہ اصحاب مقدار تعلق کے اعتبار سے تین اقسام پر منقسم ہیں۔ یعنی ان لوگوں
کا تعلق دونوں طرف برابر ہے یا نہیں ہے۔ جن لوگوں کا تعلق طرفین کے
ساتھ برابر نہیں ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ کیونکہ راجع تعلق یا تو قدم کی طرف ہوگا
یا حدوث کی طرف ہوگا۔ پس جو لوگ حدوث کی طرف تعلق راجع رکھتے ہیں۔ وہ
اصحاب استدلال۔ اور ارباب براہین علمیہ و عقلیہ ہیں۔ اور جو لوگ قدم کی جانب
زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ذاتی احدیۃ کے اندر مستغرق اور اہل جذبہ ہیں۔ اور
جو لوگ دونوں طرف برابر تعلق رکھتے ہیں وہ صاحبان کشف و تحقیق ہیں۔ اور

۱۔ حقیقت حال کو اللہ جل شانہ ہی خوب جانتا ہے ۱۲۔

۵۲۔ جو شخص خدا کے راستہ سے ہٹکا۔ اُس کو وہ خوب جانتا ہے۔ اور نیز وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے

جو راہ راست پر ہیں ۱۲۔ ۵۳ افراد میں سے جو نظر آتے ہیں ۱۲

اسی شکل کی تقسیم آیہ کریمہ **ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ** سے ہی مفہوم ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ اولاً

اصطفیٰ کے لفظ سے جمہور انام کی دو تہیں کیں۔ ایک جماعت غیر مختار۔ دوسری

جماعت مختار۔ اور ہر مختار جماعت کو تین اقسام پر تقسیم کیا **لَقَوْلِهِمْ ظَالِمُو لِنَفْسِهِمْ**

مُقْتَصِدًا وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ پس غیر مختار قسم اول ہے کہ وہ گرفتار ان تقلید

ہیں۔ ظالم لنفسہ وہ اصحاب ہیں جو جذب اور استلاک کے دریا میں مستغرق ہیں۔ اور

مقتصد وہ لوگ ہیں جو اعتقاد اور استدلال کے پرفضا محل میں آسودہ ہیں۔ اور

سابق بالخیرات وہ جماعت ہے جو شاہدہ اور معائنہ کے گلزار کی تماشائی ہے۔

اس میں شک نہیں۔ نقل کی کمزوری۔ نظر اور عقل کی امداد سے جس قدر تائن کرنا

ہو سکتی ہے۔ اُس بُنے ہوئے کپڑے کا طول اور عرض اس سے زیادہ نہیں ہوگا۔ اگر

کسی شخص کے دل میں اس مقام کی تحقیق کا درد ہو۔ اور وہ چاہے۔ کہ مجرب علاج سے

کمال شفا پا کر تن دست ہو جاوے۔ تو اُس کو سیح الاولیاء کی خدمت اور ارشاد سے چارہ جوئی

کرنی چاہیے۔ کیونکہ آج کل دراصل ایسے درویشوں کے حاذق طبیب ہی ہیں اور خلفائے

حضرت غوث الاولیاء میں سے ایک اور جماعت بھی اس شطاریہ سلسلہ میں پہنچی ہے۔

جس کی ولایت اور ہدایت کے آثار باقی ہیں۔ جیسے حبیب الملہ والدین علوی گجراتی

شیخ شکر محمد عارف شیخ شمس الدین شیرازی۔ شیخ صدر الدین محمد شمس برودہ (برودہ)

گجرات۔ شیخ عبدالحی جوشیج جیوہ کر کے مشہور ہیں۔ اور نیز دیگر بزرگوار اصحاب ان ارباب

شہود اور اصحاب یقین کے کسی قدر حالات اس مختصر کتاب کی گنجائش کے موافق ہر ایک بزرگوار

کے ذکر خیر میں لکھے گئے ہیں۔ حافظ

ہزار نکتہ باریک ترز موائیج است	نہ ہر کہ سر بر ترا شد قلم دری داند
--------------------------------	------------------------------------

۵۔ پوری آیہ اس طور پر ہے۔ **ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا** ظالم لنفسہ مقتصدًا سابقًا بالخیرات

ترجمہ۔ پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو اس کتاب کا وارث نہیں کیا۔ جنکو ہم نے (اہل سمجھداری کی خدمت کے

لئے) منتخب فرمایا۔ (یعنی مسلمانوں کو پہچان میں سے بعض تو اس پر عمل نہ کر کے) اپنی جانوں پر ہم کو ہے ہیں۔ اور بعض

ان میں سے سچ کی چال چلے جاتے ہیں۔ اور بعض اُن میں سے (ایسے بھی ہیں جو) خدا کے حکم سے نیکوین میں (اندون سے) ہم

یاد شیخ خدابخش مستطوی

آپ کے آباد و اجداد ہجری آٹھویں صدی کے منوات میں عربستان سے ہند میں آئے تھے۔ آپ کے پیر بیعت شیخ فضل اللہ ابن شیخ حسین ملتان چشتی ہیں۔ آپ تنہائی اور گناہی کے محب۔ گوشہ نشینی اور خلوت کے مشاق۔ مراقبہ اور محاسبہ کے دیار میں متغرق اور آثارِ سجدہ گزار کے مجموعہ ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ علوم مستداوہ کی مختلف فروع اور اصول کے میدان یا نخلستان میں آپ کی عنذ لیب طبع پر واز نہیں کرتی ہے لیکن اعتقادات کے معانی اور عبادات کے ارکان کی اصلاح کے واسطے جیسے کمانے میں نمک اس قدر علم فقہ سے آگاہی ضرور ہے۔ آپ کی تجرید کا بیان۔ تفریہ کا اظہار۔ مخلوق کے ساتھ بیگانگی اور حق کے ساتھ بیگانگی کی تحریر ان میں سے کوئی چیز۔ عبارت۔ اشارت۔ بیان۔ یا زبان میں نہیں آ سکتی۔ محض معانی اور معقول ہیں۔ لہذا ان کا اور رک اہل حال و عرفان اور اصحاب ذوق و وجدان کے حوالہ کر کے آپ کے ماجرا میں سے چند باتیں لکھا ہوں اور یہ چند باتیں وہی ہیں۔ جو راقم کو بلاد واسطہ معلوم ہوئی ہیں۔

ابتداً ابتدا میں آپ کا پیشہ مذہبانی تھا۔ حریر فروش کی بھی دوکان کر رکھی تھی۔ اور الکاسب حبیب اللہ کے لباس میں یکتا درویش تھے۔ سرمایہ میں سے روزانہ محنت کا فائدہ حاصل کر کے ایک حصہ توسیع فقر کی نذر کر دیتے تھے۔ ایک حصہ عیال و اطفال کی معاش کے نام زد کرتے تھے۔ اور ایک حصہ اپنی فوت اور مہمانوں کی ضیافت کے نام سے اٹھاتے تھے۔ اس درویشانہ انتظام کے ساتھ پندرہ سال کی عمر سے چالیس سال تک بسر کی اور ترک خانہ نشینی اور اختیار گوشہ گزینی کی آرزو کو اپنے دل کے اندر پرورش دیتے تھے۔ اسی کشش میں جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہو گئی۔ نو تجرید گزینی کا نشہ ادھرا۔ ایکسارگی خدا طلبی کا جوش۔ اور حق شناسی کی خواہش کا سیلاب آیا۔ اور اوسے آپ کے صنوبری دل کو شوق کا فوارہ بنایا۔ جو کچھ گزرا اوقات کے واسطے بٹا میں تھا۔ وہ تمام و کمال آپ نے بے اختیار ہو کر عام محتاجوں پر ٹا دیا۔ اور خود خاص درویشی کا جامہ پہن کر مقصد اور الہی معرفت کی یافت کے واسطے ہر ایک دل سے اور ہر ایک دروازہ سے گناہی کرنے لگے ایک مدت تک اس طریق میں ہی عمر گزاری۔ پھر آخر کار ہجری سنہ نو سو اکیاسی میں خضر سیرت مرشد کی بابرکات محبت سے کسی قدر گوناگون اضطراب کا جوش متکین اور تکلیف کے ساتھ دل میں فرو ہوا۔ ساگر تالاب کے کنارہ ایک پستہ پر ایک کہنہ مسجد تھی۔ اُس کی مرست فراز قبر کی طرح ایک چوٹا سا حجرہ اُس کی چپت کے

پیچھے بنایا۔ یہ حجرہ آبادی سے ایک کوس دور ہے۔ اس تاریخ سے ہجری سنہ ایک ہزار بائیس تک
 انزلی عنایت سے حجرہ مذکور میں استقامت کے ساتھ تنہا بیٹھ رہے۔ اور آخر کار فقر و سبوائی کے
 بارہ میں جس درجہ کے آپ متلاشی تھے۔ وہ درجہ آپ کی استعداد کے موافق حاصل ہوا یا منت اور
 شناخت کی بجیہ جو آپ کی گدڑی پر لگی۔ تو گدڑی مذکور شاہی سوزنی بن گئی۔ اب آپ کی زبان حال نے
 لیس فی جلیبی سوی السد کا تراء گانا شروع کیا۔ گوچند سال سے آپ کا آستانہ اکابر اور اصاغر
 کا مرجع ہو گیا ہے۔ لیکن آپ کی ملازمت حاصل ہو جانا۔ عالی شان سلاطین اور سپہ سالار امرائے عظم
 کے بھی اختیار اور قبضہ قدرت میں نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی عنایت اور ارادت کے متعلق ہے۔ تنہا بیٹھ
 رہتے۔ اور لوگوں سے غلنے کی عادت جو ابتداء زمانہ ترک سے تھی۔ وہی عادت آج تک روز افزون ترقی
 پر ہے۔ یعنی ملاقات چاہنے والوں سے ایک لمحہ کا بھی ملنا آپ اپنے اوپر جائز نہیں رکھتے ہیں۔ ضرورت صرف
 بمقدار ایک فاتحہ پڑھنے کے۔ باخلاص آنے والوں کے نزدیک بیٹھ جاتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات کھڑے
 ہی رہتے ہیں۔ اور جو کچھ خشک و تر اس وقت ہاتھ میں موجود ہوتا ہے۔ پیش کر کے رخصت کر دیتے ہیں
 زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ آپ محملات سے علیحدہ رہنے کو تنہائی اور گمنامی کا جز جانتے ہیں۔ بالآخر یہی
 شیوہ آپ کی ناموری اور شہرہ کا باعث ہوا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ یہ ظاہری اور باطنی موجودات کا مبد
 ہی ہے۔ جو تنور سے طوفان کا نکلنے والا ہے۔ اور ہیشہ تقدیر سے تدبیر منفعیل رہتی ہے۔ **لَا تَكُنْ مِمَّنْ
 تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ يُحِبُّهُ لَكُمْ وَأَنْتُمْ كَارِهُونَ**
 الحکمہ والمنتہ کہ بائینہ۔ ازلی محافظت۔ مصاحبت چاہنے والے اور خدمت کرنے والے امور
 کی لوٹ سے آپ کی ہوقات شریف کی نگہداشت فرماتی ہے۔ اور آپ کو صرف یاد حق کی طرف متوجہ اور مشغول
 رکھتی ہے۔ سبحان اللہ سوائے گوشہ نشینی کے۔ مرید کرنا۔ خالقانہ بنانا۔ خادم رکنا۔ ہنگامہ عرس کو رونق دینا۔ اور
 سرود و سماع کی مجلس گرم کرنا وغیرہ سلسلہ دست مشائخ کے کسی طور اور طریقہ سے آپ کی آزاد اور
 تنہائی پسند طبیعت مقید نہیں ہے۔ اس پر بھی آپ اپنے نفس مطمئنہ سے خطاب کر کے اس مضمون
 کے ساتھ مترجم رہتے ہیں سزہت

باین صفت کہ توہاری بدان صفت نبرد

بجران طریقت جماعتے دیگر اند

عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو مری لگے۔ اور وہ ہمارے حق میں تھی۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بلی لگے۔ اور وہ ہمارے حق میں تھی۔

ان تمام حقائق کے بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آپ شیخت کا بناؤ سنگھار بے تعینی کی سادگی کے عوض فروخت کر کے میدان فنا کے شہسوار اور رسوم شکنی کے معرکہ میں صفت شکن ہیں **لَا تَقُو لَوْلَا لِمَنْ هُوَ فَا نِي فِي اللّٰهِ وَعَاشْ فِي لَمَزَاجِ اَنْدِجِي عَلٰی مِثَالِ اَنْفُسِكُمْ بَلْ هُوَ غَرِيقٌ فِي بَحْرِ الْفَنَاءِ وَانْتُمْ كَالشَّعْرِ وَن**

آپ کی سعید اولاد میں اڑ کے اور دولہا کیان ہیں۔ بڑے شیخ عبدالرحیم ہیں۔ جنہوں نے اپنے تئیں عین جوانی میں پیری کے کمالات سے آراستہ کیا ہے۔ اور جو مشائخ اور طبقہ صوفیہ علیہم الرحمۃ کی اصطلاحات میں فہم درست اور استعداد روشن رکھتے ہیں۔ منجملہ اڑ کے عبداللطیف ہیں۔ حسن سیرت۔ اور حسن صورت و دنوں میں متوسط ہیں۔ سب سے چوٹے تیسرے محمد لطیف ہیں۔ باادب جہان ہیں۔ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت با عظمت میں قبولیت کا قرب پائے ہوئے ہیں۔ چوٹی اڑکی مریم نام راقم کے فرزند۔ برخوردار عبدالاول کے حوالہ نکاح میں ہے۔ **قَالَ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ** نے ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں بہ شب غرہ صفر **ختم اللہ بالخیر والظفر** ایک اڑکا برخوردار عبدالاول مد عمرہ کے گھر عطا فرمایا۔ اور ہر آپ کی بے پردائی۔ اور ایدہر ولادت کی خوشی۔ اس میں راقم کی غفلت سے کچھ ایسا ہوا۔ کہ جد ماری کے اتفاق کے بدون اس مبارک نوزاد کا نام شیخ ملہ رکھ دیا بدین وجہ شیخ کی خدمت سے کمال خجالت ہوئی۔ پھر جب واجب العطا یا کی عنایت سے تاریخ بنیوین رمضان المبارک ہجری سنہ ایک ہزار اکیس کو دوسرے فرزند کی علیہ صورت۔ عینی وجود کے لباس میں ظہور پذیر ہوئی۔ تو شیخ کی ملازمت میں راقم نے حاضر ہو کر مبارک باد کے کمر اسم ادا کئے۔ اور تجویز نام کے واسطے اتنا س کیا۔ آپ نے فرمایا نام رکنا آپ کو ہی مبارک ہے۔ اور تصدیق کرنا۔ اور مبارک باد دینا ہمارا حق ہے۔ حسب الارشاد **يُنِيْ عِيْسٰی نَامَ تَجْوِيْزِیَا**۔ آپ نے مسکرا کر دعا دی اور فرمایا **اَلَا سَمَاءُ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ** بہت ہی مناسب اور خوب واقع ہوا۔ کیونکہ اس کی مان کا نام ہی مریم ہے لہٰذا جو شخص اسم کی ذات میں فنا اور از رو سے فرائع زندہ ہو۔ اس کو یہ نہ کہو۔ کہ وہ تم لوگوں کی طرح قید حیات ہے۔ بلکہ وہ دریا سے قائمین مستغرق ہے۔ مگر تم نہیں سمجھ سکتے ہو ۱۲ **ع** میں مٹی سے ایک انسان بنائے والا ہوں ۱۲ **ع** اسد تھائے اوس کو بخیر اور ظفر کے ساتھ ختم کرے ۱۲ **ع** اسما آسمان سے اترتے ہیں ۱۲۔

پہر فرمایا۔ کہ شیخ ماہ آپ کا ہے۔ اہ شیخ عیسیٰ جانا۔ اہ یہ مکہ و نون کو سعادت بخش و عاؤن کے
ساتھ سر بلند فرمایا۔ خدا کرے سب کو علم سے اہ عمر سے بہرہ دہی نصیب ہو۔ بحرمۃ النبی والہ
الاحباد صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین الی یوم الرشاد۔

یاد شیخ عبد القادر

آپ۔ ابی محمد۔ ابن ابی احمد۔ ابن ولہامون بغدادی کے فرزند رشید۔ اہ سید جمال ستہری کے
مرید ہیں زاد بوم باب اللزج۔ جس کو اہل زمانہ بغداد جدید کہتے ہیں۔ اسی میں قطب الاقطاب سید محی الدین
عبد القادر جیلانی کی خواب گاہ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ اور پل کی اُس طرف والی آبادی کا نام بغداد قدیم ہے
اس میں امام موسیٰ کاظم کی آسائش گاہ ہے رضی اللہ عنہ اور اہل بغداد اسی کو برج اولیا کہتے ہیں
جس کے اندر ایک روایت سے چوبیس ہزار نامدا ارشاد شیخ سوئے ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔
جب باحقیقت خدا شناس لوگ۔ چاند سورج کی طرح سالک درویشوں کے رہنما ہیں تو اس با فروغ گروہ کی
آسائش گاہ کا نام برج قرار دینا اہل مذاق سخن آفرینوں کو بہت کچھ مزہ دیتا ہے۔ عیوٹی اگرچہ اس نغمہ میں
دل ربانی کی طرز ضرور ہے۔ لیکن یہ نغمہ۔ پردہ آغاز کے ہم آواز نہیں ہے۔ لہذا ایسی نئے اُٹاؤ جس کا
راستہ اصل مقام کی طرف پست جادے۔ ایک روز آپ کے حالات راقم نے دریافت کئے تو فرمایا۔

ایزدی شیتک جب بین اپنی زاد بوم میں ڈھائی برس کی عمر کو پہنچ کر بے باپ ہو گیا۔ لہذا عم مکرم نے
میری پرورش اپنے ذمہ لی۔ نو برس کی عمر میں کلام ربانی حفظ کر لیا۔ جب گیارہویں سال کا آغاز
ہوا۔ تو عم مکرم مجھ کو اپنے ہمراہ بند گود کو لے گئے۔ وہاں برعم مکرم سامان سفر باندھ کر اُس
جہان کو روانہ ہوئے۔ میں جب تک سولہ برس کا نہیں ہو لیا تب تک اُس بندر سے باہر نکلا
نہیں ہوا۔ القصۃ ہجری ستہ سو چیا سٹہ میں کہ یہی سال سلطان مظفر ابن محمود کے
جلوس کا ہے احمد آباد گجرات میں آیا۔ یہاں پر چند روز سرکچ کے مدرسہ میں فقیہ حسن عرب کی
ملازمت میں علوم ادب کی تحصیل کی فقیہ صاحب۔ داہولی کر کے مشہور ہیں۔ اس کے بعد

لف۔ بنی۔ اور بنی کے بزرگ اولاد کی عزت کے طفیل میں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بنی پر اور اولاد بنی پر غرض کہ سب پر
یوم قیامت تک رہے ۱۲۔

شیخ حسین بغدادی کی شاگردی سے عقلی علم حاصل کیا۔ اسی اثنا میں قاضی علاء الدین
عسی احمد آبادی کی خدمت میں علم کلام کی کتابیں نکالیں۔ بالآخر اپنی جلد تحصیل کو شیخ
وجیہ الدین علوی شطاری کی خانقاہ میں رہ کر کمال کے درجہ پر پہنچا ہجری سنہ نو سو بیس
میں جب کہ عرش آستان اکبر شاہ نے گجرات فتح کیا ہے۔ میں نے تحصیل علم کے واسطے
دارالسلطنہ آگرہ کی طرف سامان باندھا۔ چند روز بعد شرح تجرید کا قدیم حاشیہ تحریر اقلیدس
مبطلی۔ شرح تذکرہ مولانا نظام اعرج۔ اور نیز دیگر بعض عربی علوم۔ علامی میر فتح اللہ شیرازی
کے درس میں سکر شہرستان خاطر کی آئینہ بندی کی۔ پورے ایک ہزار سال ہجری میں ملک اشعرا
شیخ فیضی فیاضی ابن شیخ مبارک غفر۔ نہایت خواہش کر کے مجھے اپنے ہمراہ دکن کو لے گئے

راقم ہی اپنے وطن سے جو دکن کے عین راستہ پر واقع ہے۔ طوغاؤ کرنا ہمراہ ہو کر اس جانے
میں شریک تھا۔ جب بازگشت ہوئی تو آپ اُجین کے اندر ملک اشعرا کی ہمراہی سے رہ گئے تھے۔ بیان
پر اس شہر کے طالبان علم کی فیض رسانی شروع کی ہجری سنہ ایک ہزار اکیس تک آپ کے وجود سے مسند
فیض رسانی رونق پر ہے۔ اسی جگہ عقد بھی کر لیا ہے۔ دو لڑکے۔ اول ایک لڑکی اس بیوی سے ہیں۔ ابو غنی
اور اباحسن فیاض نام ہیں۔ اور نیز ان دونوں تاج دانش کے گویہ رون کی تاریخ ہائے ولادت ہی ہیں۔
ادبین فرزند نے ہجری سنہ ایک ہزار اسیس میں عالم روحانی کو کونج کیا۔ دو سکر فرزند بقید حیات ہیں۔ اللہ کا
جل شانہ عطر طبعی کو چو پچا دے قصائد مثنوی کا ایک دیوان سببیانہ طرز پر۔ ہر ایک فن کی کتابوں پر حبت
جستہ حاشئے۔ عربی عبارت کا ایک رسالہ جو نہایت بنجیدگی اور تازگی کے ساتھ ملک اشعرا کے بعض
حالات کے بیان میں ہے۔ اور ایک رسالہ علم کی تعریف میں متکلم اور حکیم کی طرز پر جو شیخ ابوالفضل مبارک
کے نام سے معنون ہے۔ اس قدما آپ کی تصنیفات ہیں۔ ناظرین پر مخفی نہ رہے۔ ایصد رالذکر نایشی حالات
بعض تو خود صاحب حالات کے بیان پر۔ اور بعض راقم کی معلومات پر لکے گئے ہیں۔

مصرع آب حیوان تو امان علم ابست

حضرت یاسید احمد رافقان اولیٰ بجواروی

پنجاب کے پرگنات میں ایک بستی قصبہ بجوارہ ہے۔ اُس میں آپ گوشہ نشین تھے۔ شیخ محمد ابن یاس

شیون غشتی کے فرزند ہیں۔ صدی اور معنوی فضیلت کی تحصیل میں اپنے اپنی استعداد پوری کر لی تھی۔ جب آپ کے پدر بزرگوار ہجری سنہ ایک ہزار ایک میں فرق کے دیران گوشہ سے جمع کے آباد محن میں چلے گئے۔ توجا نشینی کی سند کو آپ کے وجود سے شرف حاصل ہوا۔ آپ نے آباد اجداد کے مراسم سلوک کو اپنا دستور العمل بنایا۔ کہتے ہیں۔ آپ نے دانش و نبش زیادہ تر۔ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت سے۔ اور کتر شیخ الہد اولاہوری کی شاگردی سے حاصل کی تھی۔ جب ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ میں شہنشاہ کشورستان اکبر شاہ نے اقلیم زندگانی کے تصرفات۔ اور عنصری کشور کے تمتعات و خصت فرمائے۔ تو اس کے پورہ نور نور الدین جہانگیر شاہ سے تلج و تحت سلطنت کو رونق ہوئی۔ جس کے گرامی نام پر اس کتاب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس اثنا میں شہنشاہ نور الدین کے بیٹے سلطان خسرو کو چند امرا جو عقل میں جوان مگر بے قوت تھے۔ دار السلطنت سے نکال کر لاہور کی طرف چلے گئے۔ پیچھے سے ہوشیار فرزانہ دریا بھی تعاقب کیا۔ جاہو پچا۔ اس غرض سے کہ نصیحت کو کام فرما کر اس کو ناہموار بے راہی سے باز رکھے۔ اور ادب اور فرمان برداری کے راستہ میں لے آوے۔ مگر سلطان خسرو نے حقوق کا کچھ بھانا نہ کر کے جنگ کی طرح ڈال۔ بالآخر اس کی سپاہ نے شکست کھائی۔ المقصد اس فتنہ انگیز سال میں ہر ایک تقریب سے شہنشاہ کی محفل میں باوجود کمال انسانی کے اسی قسم کی گفت و گو کا رخ بڑھ گیا تھا۔ ایک روز ایک ندیم نے سادات صفویہ کے سلسلہ میں سلطنت ایران کے انتقال کا باعث عرض کیا۔ اس اثنا میں ایک اور شخص بول اٹھا کہ اس وقت میں ہی چند دلالتیں صورت اشخاص ایسے ہیں۔ جو ایک ولایت کی فوج کی برابر اپنے فرمان بردار معتقدین رکھتے ہیں۔ انہیں میں سے اس جماعت کے سرگروہ سید احمد افغان ہیں۔ جو بجوارہ کی افغان قوم کے اندر جنگ و شورش کا باعث ہوتی ہے۔ اور تمام جماعت آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی ہے۔ فرمان صادر ہوا۔ کاچھا سید احمد افغان دربار معلیٰ میں حاضر کئے جاوین۔ قصہ کوتاہ جب آپ شاہی حضور میں پہنچے۔ تو ملازمت شاہی کے آداب بجا نہیں لائے۔ بادشاہ نے فرمایا۔ اس دیوانہ کو چند روز قلعہ گوالیار کے اوبستان میں محفوظ رکھو۔ بیان تک کہ حسن سلوک کے گلو بندین اپنی گردن دینا گوارا کرے۔ تین برس تک آپ اس عالی شان قیخانہ میں کشادہ پیشانی سے خد کے ساتھ مشغول رہ کر زندہ رہے۔ اور ولایت کے متعلق بہت سی نتوہات اور پہلو نشین دشمن پرفیزی حاصل کی۔ اتفاقاً ہجری سنہ ایک ہزار انیس میں خان عجمان جن کا قدیمی نام پیرخان ابن دولت خان لودی ہے۔ صوبہ خاندیس اور دکن کے حاکم مقرر کئے

گئے۔ اور انہیں حدود کی لشکر کشی ان کے ذمہ کی گئی۔ جب خان جہان قلعہ گوالیار کے نیچے پہنچے۔ تو واجب العرض بجنور شاہ ملکہ کے پاس گیا۔ کہ سید احمد اس پیش من فدوی کے ہمراہ دئے جادوین۔ یہ گزارش حضور شاہنشاہی میں قبول ہوئی۔ اس سبب سے آپ خان جہان کے ہمراہ خاندیس تک گئے۔ اور چند روز برہان پور میں رہے۔ آخر کاریہ ہوا۔ کہ خان جہان کے واسطے دار السلطنت سے فرمان طلبا در ہوا۔ اور وہ برہان پور سے دار السلطنت آگرہ کو روانہ ہوئے۔ آپ بھی ہمراہ تھے۔ جب تاریخ چبیسویں شعبان ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں اپنے اپنی قدوم کی برکات سے مشدو (مانڈو) کو سرفراز کیا۔ تو راقم حروف بھی آپ کی ملاقات سے بہرہ یاب ہوا۔ جب راز کی باتیں ہونے لگیں۔ تو آپ کی گفتگو کا سلسلہ اس تقریب پر مائل ہوا۔

”ایک روز خان جہان پسر دولت خان لودھی احمد کے مکان میں آئے۔ اور شیخ علاء الدین سمنانی کی چل مجلس ان کے ہاتھ میں تھی۔ اس کتاب میں شیخ محی الدین عربی کی یہ روایت درج تھی کہ رایت ربی جالساً علی الکرسی وقام باین یدی واجلس وقال انت ربی وانا عبدک۔ یہ روایت مجھ کو دکھائی۔ اور میرا دامن پکڑ لیا اس مشابہ قول کے معنی ذہن نشین کئے جادوین۔ لاچار احمد نے جواب دیا کہ رب اول سے مراد نفس امارہ ہے۔ جب یہ۔ عالم کالبدر پرفضہ پالیتا ہے۔ تو قوی۔ حواس۔ اعضا۔ اور جوارح کا ملک و ملکوت اس کے زیر حکم آجاتا ہے۔ دل کی کرسی پر نشست کرتا ہے۔ جو روح کی نشنگاہ ہے۔ اور علی الاعلان ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور عنصری اقلیم کے دیگر باشندوں کی طرح روح کو بھی اپنی عبودیت میں لینا چاہتا ہے۔ پر جب صوفی مجاہدہ اور ریاضت کی بدولت نفس پر فتح پاتا ہے۔ تو ناچار کرسی نشینی روح کی طرف عود کر آتی ہے۔ اور نفس اطاعت اور پرستش کے مقام پر کھڑا ہو کر انت ربی وانا عبدک کلمہ اسم بندگی بجا لاتا ہے اور روح کے اوپر نفس کی طرف سے رب کا اطلاق اور اقرار یہی شیطان حیم کافر ہے“

”اے میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ کہ کرسی پر بیٹھا ہے (مجھ کو دیکھا) میرے سامنے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مجھ کو بٹھایا۔ اور کہا۔ تو میرا رب ہے۔ اور میں تیرا بندہ ہوں ۱۲۔“

یہ تاویل بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

”میں نے مکاشفہ ابن عربی کی عبارت شیخ عیسیٰ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ شیخ عیسیٰ نے بھی اپنا مافی الضمیر کئی طرح کی توجیہ اور تاویل کے ساتھ لکھ کر میرے پاس روانہ فرمایا۔ چونکہ ان تاویلات کی نامقبولیت کا حرف میری زبان سے نکلا۔ اور یہ حال شیخ عیسیٰ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا نوشتہ مکرر واپس طلب فرمایا۔ اور پیغام طلب کے ساتھ اُس کے چاک کر دینے کی بھی التماس کر کے آزدگی ظاہر فرمائی۔ لیکن باوصف چند تلاش کے اُس نوشتہ نے واپسی کی راحت یا چاک ہونے کا رنج نہیں دیکھا۔ اب وہ نوشتہ میرے ہمراہ ہے۔ اگر آپ کہیں تو منگاؤں گا“

میں نے جواب دیا۔ آپ کو اختیار ہے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ مسیح القلوب کا نوشتہ میں نے بڑا۔ اس میں شک نہیں مسیح القلوب کا جامع ذل۔ وحدیت وجود کے فروغ سے منور ہے۔ جس کے کمال کا شاہد عدل یہ توجیہ نامہ ہے۔ اس توجیہ نامہ کے مطالعہ نے خوانندہ کے حسن اعتقاد کی بنیاد میں گویا استحکام کا سیسہ پلا دیا۔ اور جو اعتراضات تاویل کی ہوئی ظاہر روایت پر از رو سے شریعت و طریقت وارد ہوتے تھے۔ ان اعتراضات کو عقلی و نقلی دلائل۔ اور کشفی و یقینی براہین کے ساتھ دفع کرنے سے ابن عربی کے کشف کی صحت پر ایک محبت قاطع اور اکابر سلف کے ساتھ مشارالہ کی پیروی پر ایک دلیل واضح ہاتھ آئی۔

الحمد لله الذي هدانا لهذا	جميع اقسام والنوع حمد اسی اسد جل شانہ کو منزاوار ہیں جس نے ہم کو
ما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله - اعلم ان	یہ ہدایت دی۔ اگر اسد ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والے نہیں
توجيه السيد احمد ناظر الى ان قائل هذا	تھے۔ واضح ہو۔ کہ سید احمد کی توجیہ سے یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ اس
القول للتشابه امر مبتدئ في السلوك	تشابہ قول کا کہنے والا۔ ایسا شخص ہے۔ جو راہ سلوک میں مبتدی
فارغ عن تركية النفس متصف بتهفئة	ہے۔ تزکیہ نفس سے فارغ ہے۔ تصفیہ قلب کے ساتھ متصف
القلب شاعر في تجلية الروح و تخلية	ہے اور جس نے روح کی جلا۔ اور اسرار کے چھپانے کا کام شروع کیا
وتاديل مسيح قلوبنا ناطق باره من مدبر	اور ہمارے مسیح القلوب کی تاویل یہ کہتی ہے۔ کہ جس شخص سے یہ مبتدئ
هذه العبارة هو رجل كامل واصل	سار ہوئی ہے۔ وہ شخص کامل ہے۔ اور درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے

بدرجۃ الکمال فی الفناء من
لوازم الامکان فی البقاء
بحقیقۃ الربوبیۃ فی مقام
الجمع فی الخلق باخلاص
الذی علی العرش استوی ثولا یخفی
علی ذائق عیلة انراب الکلام فی
خلوات التشابه بفحولیتہ التأویل
فافی هذا التبین والتفریق من
نکتہ وہی ان الکلام المتشابه
سواء نزل من اللہ المرسل الی
المرسل الیہ۔ او صدر منه الی الصحاب
او وقع منهم بالتابعین۔ او وصل
منہم الی مشائخنا ومنہم الینا مرآۃ
ینطبع فیہا حقائق مراتب المترجمین
بمفہوماتھا۔ وھو ک یظہر عیان معارج
الترجمین بمعانیہ لا یأید بہ من تکلم
الکلام لان مرادہ لا یعلی الاھو بدلی
قوله تعالی فی حق الایات المتشابھات
لا یعلمنا ویلہ الا اللہ فظہر بعد بن
التأویلین ما ظہر من حقیقۃ من تتما
سلمہما اللہ تعالیٰ وضمہما من لہ
رحم اللہ من انصف۔

فنا کے اندر درجہ کمال کو پہونچا ہوا ہے اسکا فی لوازم چہ کر بقاء کے اندر
درجہ کمال کو پہونچا ہوا ہے حقیقت ربوبیت کے ساتھ جمع کے مقام
پر۔ اور تہذیب اخلاق میں درجہ کمال کو پہونچا ہوا ہے۔ اخلاق رحمن
کے ساتھ۔ جو عرش پر بران رہا ہے جو اصحاب متشابہات کی خلوت
میں۔ تاویل کی جو غری کی ساتھ۔ دوشیزگان کلام سے لذت پانے
دائے ہیں۔ ان پر وہ نکتہ مخفی نہیں ہے۔ جو اس عقین اور تفریق کے
اندر ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کلام تشابه خواہ بھیجے دار اللہ تعالیٰ جل شانہ
کی طرف سے مرسل الیہ بندہ پر نازل ہوا ہو۔ یا مرسل الیہ بندہ کے
صحابہ کو پہونچا ہو۔ یا صحابہ سے یا تابعین کو پہونچا ہو۔ یا تابعین سے
ہمارے مشائخ کو اور مشائخ سے ہم کو پہونچا ہو۔ غرض کہ تشابه کلام ایک
آینہ ہے جس کے اندر مترجموں کے درجات کی حقیقتیں مفہومات کلام
کے ذریعہ سے منعکس ہوتی ہیں۔ اور نیز تشابه کلام ایک کسوٹی ہے
جس سے طبع آزمائی کرنے والوں کی انتہائی پرواز کی مقدار۔ معانی کلام
کی رو سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ تشابه کلام سے وہ مراد نہیں ہے۔ جو
یہ کلام کے ساتھ تکلم کرنے سے ارادہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تشابه
کلام کی مراد اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے اس کی
دلیل خود اس جیل شانہ کا ارشاد آیات متشابہات کے بارہ میں ہے۔
لا یعلمنا ویلہ الا اللہ پس ان دونوں تاویلوں سے جو کچھ ظاہر
ہوا۔ وہ صدر الذکر دونوں اصحاب کے درجات کی حقیقت ہے
اللہ تعالیٰ ان دونوں صاحبوں کو سلامت رکھے۔ اور اس بات
کو سمجھنا بھی وہی شخص ہے جو منصف ہے۔ جس نے انصاف
کیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

معدرت پذیر اصحاب کو واضح ہو کہ مسیح القلوب کے خفا کی نقل اس واسطے جزر گزار زمین

آگئی۔ کہ یہ ماجرا سید احمد کی خدمت میں اخیر صحبت کے وقت پیش آیا تھا۔ اور رات زیادہ گزر جانے کے
 سبب یہ خواست مجلس کے مقدمات کا آغاز ہو گیا۔ تکلیف دہی کا خیال ہی مانگیہ ہوا۔ اگرچہ نقل کر لینا
 ممکن تھا۔ لیکن دوبارہ مجلس کی نوبت پہنچنے کا ہی گمان تھا۔ اس گمان نے کوشش کے چہرہ پر یوں
 ہی سستی کا نقاب ڈالا۔ اور مسافر عزیز کا کوچ علی الصباح ہی ہو گیا۔ اس سبب یہ اندیشہ جودل کے اندر تھا۔
 پورا نہ ہو سکا۔ ایک مدت تک یہ دور اندیشی دل کے اندر کھلتی رہی۔ (۱) ایک سوچ اقلوب کے خط کی نقل :-
 لینے کی پشیمانی (۲) اس خط پر سید احمد کا اعتراض اکھڑ لہو کہ غیبی صفائی اور ارادت کی برکت
 سے مذکورہ بالا خس و خاشاک۔ سلوک کے راستہ سے دور ہوا۔ بلکہ اس تجربہ کے سبب یہ ہوش اول سے
 بھی زیادہ ہوا۔ کہ جو شخص۔ زمانہ حال کی قدر نہ جانے۔ شک میں رو کر نیک کام کرنے کو زمانہ استقبال پر
 موقوف رکھے۔ اور آج کا کام کل پر چھوڑے۔ وہ شخص جلد عظیم نقصان کی پشیمانی اٹھا دے گا۔ بقیہ الامر
 اس کو نایاب کی حسرت میں گزارنا پڑے گی۔ اور الوقت سیف قاطع کا زخم کھا کر۔ مرہم نہ ملنے کے سبب
 اس کے انتیام کی آرزو میں۔ ہمیشہ گرفتار رہے گا۔ اور وقتاً فوقتاً ہیٹھ آگاہی ملے گی۔ یہ ہدایت ہوئی کہ
 جس کسی کے قول و فعل کا مضمون تجھ کو ناگوار گزرے۔ اس کو مبذول کی طرف سے تصور کر کے۔ نکتہ چینی
 اور اعتراض کا ذریعہ نہ بنانا۔ اور عقیدت بازار میں جو فروش گندم مانہ بنا۔ کیونکہ ماہد باب علی الاذن
 تمام۔ الہی تقدیر کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ حرکات اور سکونات میں خود کوئی اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ بالخصوص
 آدمی زاد۔ جو کمال اسمانی کا منظر ہے ہر جو بزرگوار اصحاب ایزدی اخلاق کے ساتھ تہذیب یافتہ ہیں
 اس کے حالات اور افعال کو الہی شان اور الہی اوامر سمجھ کر دل کے اندر روگردانی کا خیال نہ آنے دینا۔ کیونکہ
 باحقیقت خدا شناسوں کے اقوال اور افعال۔ مخاطبین کے مختلف ادراکات اور استعدادات پر لحاظ کر کے
 بعض کی نسبت جان گزا۔ اور بعض کے حق میں جان بخش کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کی مثال قرآن مجید کی جیسی
 ہے۔ جس کے منصوص احکام بعض کے اعتبار سے نافع۔ اور بعض کے اعتبار سے ضار واقع ہوئے
 ہیں۔ **يُصَلِّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْكِيْ بِهٖ كَثِيْرًا** پس اس جگہ کسی قدر دور بینی کو کام فرمانا چاہیے۔ تاکہ جلد
 معلوم ہو جاوے۔ کہ جس قدر اوراق فرقانی کے اندر وعدہ اور وعید کی آیتیں آج کے روز موجود ہیں۔
 تمام خاتم النبوة علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے پروردگار جبریل اسمہ کی بھی
 ۱۲ وقت شمشیر بران کا حکم رکھا ہے۔ ۱۲ جو تھمک زمین پر چلتا ہے ۱۲

ہوئی ہیں۔ اب انصاف کے گریبان میں سہجہ بکا کر معلوم کرنا چاہیے۔ کان لکھے ہوئے قرآنوں کے دشمن ماننے سے۔ امدان کا جڈنا۔ اور دھونا دل میں لانے سے کس قدر کفر اور ضلالت کا نتیجہ پیدا ہوگا۔ اور اس کا ثمرہ کیا ہے۔ اسی طرح سمجھنا چاہئے۔ کہ ہر ایک شخص کے حالات کی حقیقتیں۔ اس کی صورت علیہ کے موافق ہوتی ہیں۔ یا اینہم لوگون کے اقوال اور افعال کی عیب گیری کی جالی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس سے کس قدر گمراہی اور سیاہ دل پیدا ہوگی۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیونکہ صاحبان نبوت کی آیات اور معجزات کا نزول۔ ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی وحی سے ہوا ہے۔ اور اسباب ولایت کے معاملات اور مکاشفات کا درود مرت باطنی وحی سے ہوتا ہے۔

اب حروف پچکس منہ انگشت اعتراض ؛	آن نیست کلاب منع کہ خطا خطا شد
---------------------------------	--------------------------------

کتے ہیں۔ سلطان سادات۔ اور برہان مشائخ شاہ محمد بخاری۔ جن کی اخروی خوابگاہ دارالاسلام لاہور میں ہے ایک دفعہ شیخ محمد افغان کی ملاقات کے واسطے قصبہ بجوارہ میں آئے تھے۔ جب معرفتوں کے بیانات کا ہنگامہ گرم ہوا۔ تو ایک تقریب سے اس قسم کی بات نکلی۔ کہ باوجود شرف سیادت حاصل ہونے کے اپنے تئیں قوم غرغشتی سے ظاہر کرنا۔ کس غرض سے ہے۔ اور یہ بھی دریافت کیا کہ یہ نوید اس جانب کی ہے۔ یا اُس جانب کی۔ جواب دیا۔ کہ فقیر دو جانب جاننے سے ایک طرف ہے۔ کل امور جانب حق سے بیان کر لیجھتی کا لول بوتا ہے۔ اور آج کے بعد جو لڑکا پیدا ہو۔ اُس کا نام سید احمد رکھا جاوے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یہ خدا پرست بزرگوار اس لقب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کسی قدر اجمال بیان آپ کے حالات کے متعلق یہ ہے۔ کہ آپ وحدت وجود کے باغ کی فضا سے اپنے عقیدہ کے گہڑے کی باگ کشیدہ رکھتے ہیں آپ کے سلوک کا طریقہ شیخ علاء الدولہ سمنانی کی پیروی ہے۔ اور اپنے تئیں اولیٰ سلسلہ میں سے شمار کرتے ہیں۔

یاد سید ابراہیم نوری

آپ کا سابقہ نام شیخو ہے۔ زاد بوم غیاث پور۔ جو کبھی نہ کر کے مشہور ہے۔ حویلی حصار کے تعلق ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سولہ میں بلاہ ربیع الثانی ایک روز راقم نے آپ کے مکان پر جا کر آپ کے حالات کی حقیقت دریافت کی تھی۔ تو فرمایا۔

”ابراہیم کی بارہ سال کی عمر تھی۔ کہ مکتب کے اندر کلام ربانی کی تصحیح کرتا تھا۔ ناگاہ سیاحی
 کی شورش اور اہی طلب کی خلش۔ سودائی دل میں پیدا ہوئی۔ لہذا وطن چھوڑ کر دیوالون کی
 طرح چل کھڑا ہوا۔ دہلی میں پہونچ کر بارہ اولیا بخاری کے صوفیوں کی ایک جماعت کے
 ساتھ لاہور چلا گیا۔ بیان پر مولانا اسحق کا کو کے درس میں کسی قدر فقہ سیکھی۔ بیان سے
 ملتان کو گیا۔ شیخ کبیر بخاری کی خدمت میں مراسم ارادت بجا لا کر پیر دہلی چلا آیا۔ اور حضرت
 غوث الاولیا کی ملازمت سے شرف یاب ہوا۔ حضرت غوث الاولیا نے مجھ کو شیخ مبارک
 مغلش مند کے حوالہ فرمایا۔ جو ادن کے بڑے خلیفہ ہیں۔ شیخ مبارک کے نزدیک جو اہر
 خمسہ بڑھ کر کمالات طریقت حاصل کئے۔ پھر حجاز کے ارادہ پر لاہور۔ ملتان۔ ایران
 توران۔ اٹھ تیراڑ ہوتا ہوا۔ لار کے راستہ سے بغداد کو چلا گیا اس جگہ سید زین العابدین
 امام اور متولی روضہ محی الملہ غوث العرفا جیلانی کے دیدار سے بہت کچھ فیض حاصل
 کیا۔ بیان سے مرسل میں پہونچ کر یونس علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کی اور شام کے
 اندر جتہ النساء میں شیخ حسن چشتی کے دیدار سے باطنی فروغ لیا۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ
 السلام کے روضہ کی زیارت کر کے تحت رب العالمین کی طرف نکل گیا۔ بیان سے قدس
 خلیل کی طرف جا کر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد تمام حصہ جات زمین کی سیاحی کرتا
 ہوا اسکندریہ کے راستہ سے مصر میں جا پہونچا۔ بیان پر چند روز رئیس المحدثین شیخ محمد مبری
 کی ملازمت سے حدیث اور تفسیر کا استفادہ کیا۔ پھر مصر سے دریائے شور میں فارم رکھا۔
 اثنائے راہ میں شیخ ابوالحسن شاذلی کی خاک پاک کی زیارت کی اس کے بعد دریائے
 شیرین پر سے عبور کر کے۔ مدینہ مکرمہ میں حضور کے آستانہ کی خاک پر ناک رگڑی پھر میانستہ
 قافلہ کے ہمراہ مکہ معظمہ کو روانہ ہو کر ارکان حج ادا کئے۔ شیخ علی متقی کی ملازمت سے بھی بیان
 مشرف ہوا۔ چونکہ کوہ نور میں بارہ سال خلوت کے اندر رہ چکا تھا۔ لہذا شیخ نے جلدی ہی
 خرقہ خلافت پہنا دیا۔ اور ابراہیم نوری خطاب ملا۔ بعدہ جدہ کے راستہ سے روپار بل حجاز
 پہونچ کر باب منہب کے خبریہ میں جا اترے۔ بہن دیکھنے کا شوق ہوا۔ تو اس سرزمین کی
 ہی سیر کر کے عدن کے جہاز میں سوار ہوا اور اکیس روز کے اندر دیوبند میں جا پہونچا چند

سورت کی سیر کی اس سیر کے اندر شیخ جمال نوری اور سید حبیب کی ملازمت سے جو نگہ
مین فیض پایا۔ قصبہ لاٹھی مین ایک بزرگ سید کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر سلطان خواجہ احمد دانش
سے بھی ملاقات کی۔ جو سید محمد گیسو ددار کے با واسطہ خلفائے اعظم مین سے ہیں۔ بیان
غیبی اشارہ ہوا۔ تو ان کی تلقین مین داخل ہو کر بہت کچھ فائدہ حاصل کیا۔ پھر ٹونگر پور
کے راستے سے بانسواڑہ ہو کر مند سوار کو دیکھا۔ اور ہجری سنہ نو سو اٹھتر مین اجین مالوہ
کے اندر آ گیا۔ اور مین بویا پچھا کیا۔ اس کے بعد تین دفعہ بیان سے اپنے قدیمی
وطن کو قدم بڑھایا ہے۔ ایک دفعہ والدین کی پابوسی کے واسطے۔ دوسری دفعہ مان کی
رحلت کے بعد فاتحہ کے واسطے۔ تیسری دفعہ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد۔ ان کی خاک
پاک کی زیارت کے واسطے۔ ان تین سفرون کے سوا کبھی اپنے خلوت مکان سے
نکل کر کسی شخص کے گھر جانے سے پانون خاک آلود نہیں کیا۔

اسد تعالیٰ جل شانہ کا شکر ہے۔ کہ دل اور پانون دونوں شکستہ ہیں۔ اور سید رغال
رمعین وجہ معاش کے طور پر حاکم صوبہ اور گماشتگان حاکم کی طرف سے کوئی چیز قبول نہ کر کے۔ روزی
کی طرف سے تمام عمر آسانی کے ساتھ بوری کر دی۔ آپ کی دل افروز باتوں مین سے یہ بات بھی ہے۔
خداوند اقبلہ کی طرف یا قید (پدری خاندان) کی طرف قدم فرسائی کی توفیق عطا فرما۔ اور اس کے
سوا دوسری جگہ جانے سے بندہ کے پانون مین تنگ پیدا کر دے گا۔ آپ نسب کے اندر سید شاہ
اجلی سامانی ترمیزی کو پہونچتے ہیں۔ اور یہ بات تحقیق ہے۔ کہ سید شاہ سادات ترمیز مین سے ہیں
آپ کے بزرگوار آبا و اجداد کے انساب اور حالات کی تفصیل تاریخ اشتر دشتی مین لکھی ہے۔
خدا عمر دراز کرے۔

یاد شیخ عبد اللطیف

آپ شیخ نور محمد احمد آبادی کے بیٹے ہیں۔ جب پانچ چھ سال کی عمر تھی اس وقت مین حضرت
غوث الاولیاء نے شیخ نور محمد کو خدمت کے طور پر ۱۰ اپنے فرزند شیخ منیار اسد کی پرورش کئے۔ شہر
نہرہ مین بھیج دیا تھا۔ کہتے ہیں۔ شیخ عبد اللطیف کی ولادت۔ فقر و فاقہ کے زمانہ مین ہوئی تھی۔

جب آپ کے ہوش کا زمانہ آیا۔ تو وہ ایام طفولیت میں مفروضہ کے اندر پائی ہوئی پرورش آپ کے سلوک کے واسطے۔ اختیاری مقررین معین ہوئی۔ اور اس نے آپ کے پانوں میں ثابت قدمی پیدا کی۔ یاں کی گردش اور نفس نافر جام کی رنگ آمیزی ہی اپنے فریب اور انہوں سے آپ کے استقامت پسند پانوں کے لئے سنگ راہ یا باعث لغزش نہ ہو سکی۔ الحمد للہ علی نعمۃ جمال صورتہ العلیۃ ہوش اور اختیار و رویشی کے وقت سے ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ تک کہ اس وقت میں آپ کی عمر لطیف چوبیس سال کی میزان کو پہنچی ہے۔ اپنے حجرہ سے وجہ معاش کی تجویز کے لئے۔ باہر نکل کر نصف قدم ہی تردد کے راستہ میں نہیں چلے۔ اور معین وجہ معاش کے طور پر۔ اُس نواح کے والی اور امرا سے کوئی روپیہ قبول نہیں کیا۔ کتے ہن۔ آپ کے عیال اور اطفال کی یومیہ قوت جب تک شیخ ضیاء مسند حیات پر جلوس فرما رہے۔ تب تک فتوحات ضیاء سے متعلق تھی یعنی دار السلطنت آگرہ سے دارالاسلام احمد آباد میں پہنچتی تھی۔ اس کے بعد کے چند سال کا حال معلوم نہیں ہے۔

شیخ داؤد شطاری بیان کرتے ہیں۔ ایک روز شیخ عبداللطیف نے فرمایا۔ چونکہ قوت ہم پہنچانے کے واسطے میں ظاہری بے سببی کی گمائی کے اندر نشیب و فراز بہت سے ہیں۔ اس وجہ سے چند روز تک آزمائش کا پلہ بہاری ہو گیا تھا۔ اور میں بدستور اپنی ہمت کا پانوں صبر و شکیبائی کے دامن میں سمیٹے ہوئے تھا۔ لیکن متعلقین کی بے طاقتی پر رحم آتا تھا۔ ایک رات عالم خواب میں حضرت غوث الاویا نے فرمایا۔ عبداللطیف۔ فلان طاق میں ایک سکر دار شے ہے۔ وہ لے لو۔ جب عبادت صبح کے وظیفوں سے فارغ ہوا۔ تو اس طاق کو جا کر دیکھا۔ فقرہ ایک درم ملا۔ جس سے دو تین روز کی قوت نکل آئی۔ اس تاریخ کے بعد پر کبھی آزمائش نہیں کی گئی۔ اور روزمرہ خرچہ میں تنگی نہیں آئی پس معلوم ہوا کہ روزی آسمان میں ہے وَ قَامِنْ دَآبَّتِہِ فِی الْاَرْضِ مِنَ الْاَعْلٰی اللّٰہِ یَرْزُقُہَا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّہَا وَ مَسْوَدَّہَا کُلِّ فِی کِتَابٍ مُّبِیْنٍ روئے زمین پر کوئی جنبش کرنے والا ایسا نہیں ہے۔ جس کی روزی پروردگار کی جامع الکلمات ذات پر اس کے فضل سے اور اس کے وعدہ کے بموجب نہ ہو۔ وہ ہر جنبش کرنے والے کی فرار گاہ کو جانتا ہے۔ کہ زمین میں کمان پیدا ہوا ہے۔ اور کمان آرام کرتا ہے جب مڑتا ہے۔ تو کمان مڑتا ہے۔ کس صورت سے اور کس حالت سے اس کی پیکر تبدیل ہو جاتی ہے۔ نیز جانتا ہے۔ کہ استقرار سے پہلے کمان رکھا گیا تھا۔ آیا دواب کے صلب میں۔ رحم میں۔ یا اللہ سے

امتنق - استقرار - اور استیداع - تمام چیزیں لوح محفوظ کے اندر کہی ہوئی ہیں۔

دافع ہو۔ کہ لفظ علی لانے سے کچھ تفصیل کی منافاة نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ وعدہ کی ایفاء اور نفی کے ایصال میں مبالغہ ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کُتِبَ رُزُقُكُمْ عَلَی نَفْسِ الرَّحْمٰنِ اور ایسے لفظ کا لانا جس سے وجوب کا مفہوم پیدا ہو۔ اس غرض سے ہے کہ بندوں کو اعتماد ہو۔ وصول رزق کا یقین ہو۔ اور اُن کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو۔ اور اس میں اشارہ توکل کی طرف ہے۔ اور استیداع کے علم کا جو ذکر ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایصال رزق یقینی طور پر ہوگا۔ اور کتاب جمیع میں ان تمام امور کے لئے ہونے کا جو ذکر ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ بڑھنے۔ گھٹنے۔ اور کم و بیش ہر جانے کا وہم نہیں آنے پاوے گا۔ کیونکہ ایک تو وَمَا یُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَیْ وَاقِعِ دُورِ حِفْظِ الْقَلَمِ مَا یُؤَدِّی کائن موجود ہے بیت

جامی لمن اندیشہ کہ تغیر نیاید در روز ازل انچه مقدر شدہ باشد

قال بعض المحققین اسراح
القلوب عن تعب التقسیم والافکار
عن نصب الترحم فی باب الرزق
قال الاعلیٰ علی الله رزقها فسكنت
القلوب لما تحققت ان الرزق
على الله ويقال اذا كان الرزق
على الله فمن المحال طلبه من
غير الله ويقال اذا كان الرزق
على الله فصاحب الحانوت فی
غلط من حسابانه۔ ثمران الله
بسحانه بلین الرزق الذی علیہ
ما حاله فقال وفي السماء رزقکم
وما کان فی السماء لا یوجد فی السوا
بعض عارفین نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے رزق کے
بارہ میں رحم کو کام فرما کر تقسیم اور افکار کی تکلیفات سے قلوب کو راحت
دی ہے جب کہ ارشاد فرمایا ہے الاعلیٰ علی الله رزقها
یعنی مخلوقات کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس واسطے قلوب نے
تسکین پائی۔ جب کہ تحقیق کر لیا۔ کہ رزق بے شک اللہ تعالیٰ کے
ذمہ ہے۔ اور بعض کا کناہ ہے۔ کہ جب رزق اللہ جل شانہ کے ذمہ ہے
پایا۔ تو غیر اللہ سے اس کا طلب کرنا محال ہے۔ اور بعض کا کناہ
ہے۔ جب رزق اللہ جل شانہ کے ذمہ قرار پایا ہے تو وہ کا شمار رزق
کے حساب کی وجہ سے غلطی میں پڑا ہوا ہے۔ ہر جو رزق اللہ سبحانہ
کے ذمہ ہے اس کا کیا حال ہے۔ یہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
کر فی السماء رزقکم یعنی تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ اور جو شے آسمان
میں ہوگی وہ بانا میں نہیں پائی جاسکتی ہے۔ اور نہ مشرق و مغرب
کے اندر گشت لگانے سے مل سکتی ہے۔ اور بعض کا کناہ ہے۔

ولا في التطواف في الغرب و
الشرق ويقال الا دراق
مختلفة فزق كل حيوان
على ما يليق بصفته ويقال
للفوس رزق وهو غذاء
طريقه الحلق والقلوب
رازق موحدة الحق - و
لم نقل ما يشترطه ومقدار
ما يكفيه بل هو موكول الى مشيئة
فمن موعده عليه من مقرر عليه

ارزاق مختلف ہیں۔ پس ہر ایک حیوان کا رزق اُس طور پر ہے جو اُس
کی شان کے مناسب ہے۔ اور بعض کا کنا یہ ہے۔ نفوس کا رزق علیحدہ
معیں ہے اور یہ ایک غذا ہے جس کا راستہ حلق ہے۔ اور قلب کا رزق
علیحدہ ہے جس کا موجد حق سبحانہ ہے۔ اور ہم نے وہ شے بیان نہیں کی
ہے جس کی خواہش رزق کمانے والا کرے۔ اور نہ وہ مقدار بیان
کی ہے جو رزق کمانے والے کو کفایت کرے۔ بلکہ یہ دونوں باتیں
مشیت الہی کے سپرد ہیں۔ پس ذی مقدور کا رزق اُس کی مقدار
کے موافق اور غیر ذی مقدور کا رزق اُس کی مقدار کے موافق اللہ تعالیٰ
کے ذمہ ہے۔

یاد شیخ عبدالستار

آپ علم و عمر سے برخوردار۔ ربانی دانش کے حاکم پسندیدہ افعال۔ اور مسیح القلوب کے بڑے
بیٹے ہیں۔ امرایجاد کی رہنمائی سے عالم جوانی میں ہی ترک اور تہ کی توفیق ہوئی تھی۔ آپ کا طریقہ سلوک
خدا طلب ریاضت مندوں کے واسطے دستہ العمل ہوا ہے آپ کے چوٹے بہائی شیخ فتح محمد ہیں۔
فتح اللہ علیہ ابواب کل خیر کما فتح علی اولیائہ برخورداری۔ کامیابی۔ اداک۔ اور فراست
کے آثار و احکام ان کی پیشانی سے بہت کچھ نمایان ہیں۔ مصرع بادشاہ عمر شیخ المرسلین۔
ایک شخص صوفی کر دلی عرب مسیح الاولیاء کے برگزیدہ درویشوں میں سے ہیں۔ ایک روز کہتے تھے
ایک مدت تک شیخ عبدالستار نے۔ ریاضت کی غرض سے کمانے پینے کا راستہ اپنے اوپر روک دیا تھا۔ جب
یہ خبر آپ کے والد ماجد کو پہنچی۔ تو ایک پیالہ شوربا کا دیکر محکوم کے پاس بھیجا۔ اور دَما جَعَلْنَا هُمْ جَسَدًا
لَا يَأْكُلُونَ الْقُلْعَامَ کے مضمون سے متنبہ کیا۔ اور سنون ریاضت کے واسطے پیغام فرمایا۔ جو
افراط اور تفریط کے درمیان میں ہے۔ ناچار ہو کر اپنے یہ ارشاد قبول کیا۔ اور تھوڑا تھوڑا کانا شروع کر دیا
تاکہ تن گدازی کی مشق بھی قائم رہے۔ جو خاص آپ کی نیت تھی۔ اپنے ظاہری علوم۔ اور معنوی معارف
کی اکثر تحفیں تو اپنے پدر بزرگوار کی خدمت سے کی ہے۔ اور ریاضی کے بعض فنون میں نیز اشکرا

شیرازی کے شاگرد ہیں۔ جب میرزا شکر اللہ ملک فارس سے ہندوستان میں آئے تھے۔ تو چند سال
برہان پور میں افاغہ اور افادہ کی انجمن گرم رکھی تھی۔ عبدالرحیم خان خانان ان ایام میں صوبہ دکن کے
حاکم۔ اور چارون ارکان فضیلت کے ملک تھے۔ ایدہ مسیح الاولیا۔ ولایت معرفت کے والی۔ اور رسوم
کثرت کے مٹانے والے موجود تھے۔ ان دونوں اصحاب کی محبت اور ہمسائیگی کے ذوق نے میرزا کو
قیام برہان پور پر مجبور کیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں سپہ سالار کے ہم کاب دار السلطنت آگرہ کو چلے گئے
اور بیان فرمان رواے زمانہ کی ملازمت میں جو بچکر ان کے اقبال کا درجہ۔ ترقی پا گیا۔ خدا عمر کرے۔

یاد شیخ فیض اللہ ناولی

آپ نے جب تک ترک و تجرید اختیار نہیں کی تھی۔ تب تک آپ خوراک حمالی کے ذریعہ سے ہم
پہنچاتے تھے۔ ایک بارگی۔ آپ کو توفیق شیخ نظام ناولی جشی کے دربار میں موکشان لے گئی۔ بیان پر
آپ لوازم ارادت بجا لاکر شیوہ درویشی میں گرم ہوئے۔ اور پیر کی روشن تلقین کی امداد سے اپنے آباد اجداد
کا پیشہ ترک کر کے توکل کا خرقہ پہن لیا۔ ناگاہ ایک کبھی کے جمال سے دل بستگی پیدا ہوئی اور بڑھتے بڑھتے آخر کار
اوس کے سودا میں بے خودی گرفتاری۔ اور عاشقی کی نوبت بیان تک پہنچی۔ کتنی گونا گوس کا خیال
بھی پس پشت ڈال دیا۔ کبھی کا طبع اور سارنگی کند سے پراٹھا کر ہمراہ رہنا لازم کر لیا۔ الف قصہ اسی شکل کے
ساتھ آپ ایک روز پیر بزرگوار کی خدمت میں بھی پہنچے۔ چونکہ آپ عشق کی شورش میں محو۔ اور حسن کے
تلاطم میں مضطرب تھے مجلس کی کیفیت معلوم نہ ہوئی۔ اور یہ نہ جانا۔ کہ میں کون ہوں۔ کہاں آیا ہوں
کس کے ہمراہ ہوں۔ کس کے سامنے کھڑا ہوں۔ میرا کیا طریقہ تھا اور اب کیا حال ہو گیا ہے۔ پیر بزرگوار
یہ محویت دیکھ کر حیرت میں ہوئے۔ اور کہا۔ فیض اللہ۔ تم دور چلے گئے۔ اندیر کر دی۔ اور بول گئے
لوٹ آؤ۔ ہماری یاد تم کو۔ اب ہمارے اوپر نہیں رہنے دیگی۔ یہ دل آویز گفتار سن کر معنوی دلدار کے
قدموں پر سر رکھا۔ اور ایک عرصہ دراز تک خودی سے گزرے رہے۔ جب پیر ہوش آیا۔ تو سر اٹھا کر ارشاد
پیر کے گردیدہ ہوئے۔ اور سلوک کا قدم بزرگون کے راستہ میں اتھکام کے ساتھ رکھ کر فریبی نفس کی لڑائی
اور ہوسناک تن کے گھلانے میں مشغول ہوئے۔ رہنما پیر نے ابن الفاظ کے ساتھ آپ کی دلاسا فرمائی
جس گروہ والا معشوق کے ساتھ تم کو دل بستگی تھی۔ وہ گروہ واپسین نفس تک تمہارا مطیع فرمان رہتا گا۔

چنانچہ آج کے روز تک کہ ہجری سنہ کچھ اوپر ایک ہزار ہین۔ گروہ مذکور آپ کی پرستاری میں اپنا مال و
منال صرف کر کے آپ کی خوشنودی کا جویان رہتا ہے۔ خدا عمر کرے۔

یاد شیخ نعمۃ اللہ شیخپوری

آپ۔ وحید العصر شیخ فرید بخشکر کی نسل سے ہین۔ نیز قرآن مجید کے حافظا۔ ارباب توحید میں منتخب
اور ظاہری و معنوی مسالک کے واقف کار ہین۔ آغاز جوانی میں حرمین شریفین کی زیارت کا شوق آپ کی
آئینہ نما صاف طبیعت میں پیدا ہوا۔ تو والدین کی اجازت سے توکل اور تسلیم کو زاد راہ بنا کر دریا کے
راستہ سے روانہ ہوئے۔ اور طواف حرمین سے نزاد و صفا اللہ شرفا سعادت حاصل کر کے قبول اہ
مقابل دونوں پائے۔ چند سال بعد خبر یہ واہول کے جہاز میں سوار ہو کر ہند کی طرف لوٹ آئے۔
مذکورۃ الصد رہنڈ میں مسیح الاولیا کے خلیفہ شیخ محمد نامی اس نواح کے لوگوں کی رہنمائی کے واسطے نام
تھے ادن کے دیدار سے آنکھوں کو منور کیا۔ جب مرشد کے اوصاف کا حسن شیخ محمد خلیفہ کی پر اثر تقریر سے
از راہ گوش۔ مہمان کے دل میں جاگزین ہوا۔ تو دولت ملازمت اور سعادت پا بوسی حاصل کرنے کا
و لولہ شورش میں آیا۔ بے اختیار صاحب خانقاہ سے۔ سفر پران پور کی اجازت چاہی۔ جہاں مسیح الاولیا
کا ہدایت خانہ ہے۔ مقیم نے اس خیال سے۔ کہ چند روز کا توشہ ضرور ہونا چاہیے۔ کچھ نقد مسافر کی ہمت
میں پیش کش کیا آپ کی ہمت نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور کہا۔ مجھ کو آپ درویشی کے با سعادت گھر کی
طرف رہنمائی فرماتے ہین۔ جہاں سب چیزوں سے زیادہ پسند چیز فقر اور نیستی ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے
کہ آپ میرے ہمراہ جو کرین۔ وہ تناعت کا توشہ اور توفیق کا نقد ہونا چاہیے۔ نہ کہ چند پتھر کر من باندا کر
دل کو دنیا کا صنم خانہ بناوین۔

القصد۔ و ارستگی اور آزادی کی رفاقت میں آپ چل کر مسیح الاولیا کی خدمت میں پہنچے
اور نشاط دیدار پایا۔ چند روز گرامی صحبت میں رہ کر از کار اور اشغال کی مشق کی۔ اور دانش و نبیشت۔ اور
ظاہری و باطنی صفائی کا سرمایہ فراہم کر کے اپنے وطن کی اجازت لی۔ بالآخر حسب اجازت پیر۔ اپنا
کمالاتی سامان بے شمار بیکر قافلہ معرفت کی معیت میں اپنے ملک کو چلے اکھڑے۔ والمنتہ کہ ایسی
آراستگی اور پیراستگی کے ساتھ ایک عمر کے انتظار کے بعد پیر بزرگوار کی قدم پوسی حاصل کر کے بہرہ یاب

ہوئے۔ اور اسی قدیمی باپ دادوں کے گہرین ایک حجرہ تجویز کر لیا۔ کتے ہیں۔ بہت سے ذی استعداد اور صاحب حوصلہ لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ چونکہ لوگوں نے آپ کی ذات میں آثار گنجشکری مشاہدہ کئے اس واسطے اس نواح کے تمام چوٹے بڑے آپ کی ولایت کے گرویدہ ہوئے اور فرید ثانی لقب دیا۔ خدا کرے۔ مبارک ہو۔

یاد شیخ صالح حافظ

آپ خان محمد ابن تاج کے بیٹے۔ اور شیخ نور الدین ضیاء الدین ابن حضرت غوث الاولیاء کے مرید ہیں۔ زاد بوم جانبانیر گجرات صلیح اور صلح۔ نگہداشت اور برگزیدگی۔ طریقت کی طلب۔ اور طبیعت کی طرب۔ یہ تمام خوبیان آپ کے خمیر میں داخل۔ اور سرشت کے اعتبار سے ملک کا حکم رکھتی ہیں۔ ملک علام کے کلام کی عبارت حفظ یاد ہے۔ اوراد۔ اذکار۔ اشغال۔ اور مراقبہ کی مداومت رکھ کر اپنے اوقات عمر زندہ رکھتے ہیں۔ ہمیشہ ربانی کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ جس کے سبب سے موسیٰ کی طرح کلیم اللہی خلعت زیب بدن ہے۔ روایت ہے۔ آپ کلمات علیوی کے حافظ لافظ۔ اور ولایت موسوی کے والی ثانی ہیں۔ جبکہ آپ نے عاقل باغ ہو کر خدا طلبی کے راستہ میں قدم رکھا ہے۔ تب سے ہمیشہ سفر اور حضر میں شریعت کی صراط مستقیم پر چلتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ استقامت کے ساتھ توکل۔ اور قناعت کے ساتھ تسلیم۔ مد نظر رکھی ہے۔ چالیس سال تک عالم تجرد کا تماشا کیا۔ اس کے بعد محمود العاقبتہ شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت میں رہ کر منڈو۔ (مانڈو) میں تاہل اختیار کر لیا۔ لڑکے ہو گئے۔ اور سامان خانہ داری بھی ہم پونچ گیا۔ تقریباً پندرہ سال تک دار السلطنت آگرہ کے اندراج پر کی ملازمت میں رہ کر فقر و درویشی کے اسباب تھیل کئے۔ جب پیر بزرگوار کا وصال ہوا تو روح پرفتوح سے اجازت لیکر منڈو (مانڈو) میں چلے آئے۔ بیان پر مسافرت کا خیال دل سے نکال دیا۔ گوشتہ نامزدی اختیار کیا۔ آپ کو چند اولیاء اللہ سے خرقہ ہائے خلافت حاصل ہیں انہیں میں تین خرقے حضرت غوث الاولیاء کے فرزندوں سے ہیں۔

(۱) اپنے پیر سے (۲) شیخ اکمل الدین برہان سے (۳) شیخ اویس سے (۴) شیخ محمود جلال سے۔ (۵) مسیح القلوب کی خدمت سے ان اصحاب کے علاوہ دوسرے مشائخ کی طرف سے بھی درجہ مقبولیت

آج کے روز تک اٹھائیس سال ہوئے۔ توکل پر گناہان کی امیر یا فقیر جو کوئی آپ کی ملازمت میں جاتا ہے ایک پیالہ چای پیش کرتے ہیں۔ اس مدت میں کبھی دولت مندوں کے دروازہ پر نہیں گئے۔ لکڑی اور گمال جنگل سے لاکر فروخت کرتے ہیں۔ اور اس سے اپنی عیال و اطفال کا مصروفہ نکالتے ہیں۔ تمام سال روزہ رکھتے ہیں اور افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑہ سے روزہ کو وصل سے جدا کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بہت سے آثار ولایت آپ میں موجود ہیں۔ راقم ادکار مشائخ کے ہم عمر اور ہم ہم ہیں۔

مصرع خدا بر عرش افزونی فرستاد

یاد شیخ بابو ابن جیون ابن بھائی خان بھلیم

آپ سید راجن ابن شاہو کے مرید ہیں۔ نیز شاہ عالم بخاری گجراتی کے پوتوں میں سے ہیں۔ حقیق فروش کے لڑکے ہیں برہان پور میں چند روز اسی پیشہ سے زندگی گزارے۔ اس کے بعد ایزدی جذبات کے سبب سے فقیری لباس پہن لیا۔ جو گہرے رنگ کے پڑے رکھتے تھے۔ کمانے کی قسم کی کوئی چیز اپنے کچلول میں بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ نیت کی کھلیاں۔ تواضع کے بارے میں ہوتا ہے از روئے تعظیم کئے سے بھی لفظ جمع کے ساتھ ہی خطاب کیا کرتے تھے۔ ذرات کائنات کے ساتھ ادب سے رہتے تھے۔ ایک روز آپ سے ایک سحر مہ نے اعتراض کیا۔ جب آپ گفت و گو میں کتے اور آدمی دونوں کو لفظ جمع کے ساتھ بولتے ہیں۔ تو بس ان دونوں کے مرتبہ میں آپ کے نزدیک کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس طرز سے حفظ مراتب کی رعایت نہ رکھنے کی بو۔ سننے والوں کو آتی ہے فرمایا جمع کے مقام پر کوئی فرق نہیں ہے۔ حفظ مراتب کی رعایت جو کچھ ہے فرق کے ہی مقام پر ہے ہیئت۔

اگر در نقش خوابان چین و چگل

محقق همان مہیت۔ اندر ابل

اور یہ اعتراض صرف لفظ جمع پر وارد ہوتا ہے۔ اگر دونوں کلام کے مجموعہ پر۔ اور ادن کے مقاصد پر نظر کی جادی۔ تو لامحالہ کوئی فرق نہیں ہے۔ حسین مظاہر کے نظارہ میں آپ کو فرد آیا کرتا تھا۔ ادنیٰ عین صودت پر آپ کا دل ٹھکانے نہیں رہتا تھا چند سال تک آپ سفر میں اور حضرتین راقم کے ہم دم رہے تھے۔ عرس و سماع کے ہنگامہ سے۔ رقص و جشن کے معرکہ سے اور حسینوں کی مجلس سے آپ کو بڑا ہلاک کر یا زنجیر دن میں باندھ کر بھی ہم باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کی صحبت سے دست

خوش وقت رہتے تھے۔ مصرع وقت او خوش باد وقت ما خوش ست۔

یاد زندہ حاجی

آپ ذی عقل مجذوب شیخ معروف دہار وال کے مرید۔ اور پاک راج کے بیٹے ہیں جو بیجا نگر کا راجہ تھا۔ بیجا نگر ایک بڑا شہر ہے اخیر حد کن پر ملک سرانند سیب سے ملا ہوا۔ جس سال میں شاہ احمد نگر حسین نظام الملک نے راج کو مار ڈالا۔ اور ملک لوٹ لیا تھا اس سال میں آپ خرد سال تھے قید میں جا پڑے۔ اور مشیت ایزدی نے آپ کی پرورش چند گہروں کے ذریعے مقرر کی جب آپ حد بلوغ کو پہنچے۔ تو بند و قچیوں میں نوکر ہو گئے۔ یہاں محنت معلوم ہوئی تو فقر کی پناہ میں باگ کر گس بیٹھے۔ دار الملک گجراتی کی آستانہ بوسی سے شرف پایا۔ قصبہ دہار مالوہ میں آئے شیخ معروف سعد اللہ حشیتی کے مرید ہوئے۔ پہر پیر سے آسودگان ہند کی زیارت کے واسطے اجازت لی۔ اور اس شرف سے مشرف ہو کر لوٹ آئے۔ ہجری سنہ نو سو ستاون میں پیر کے ساتھ سفر حجاز میں جانے سے معذور رہے۔ لہذا پیر کی اجازت سے راقم کی ہمراہی قبول کی۔ ایک عجیب مزہ دار آدمی ہے۔ اپنے تئیں ساتون ولایت کا بادشاہ سمجھتا ہے۔ اور اس سمجھنے پر ناز کرتا ہے۔ کسی شخص کو مرتبہ میں اپنے سے بڑا تصور نہیں کرتا۔ سب کو پست نظر سے دیکھتا ہے دنیاوی سربراوردہ لوگوں کے سامنے سر نہیں جھکاتا ہے۔ کسی طرح سے ہی لقمہ ہم پہنچاتا ہے۔ گفتار کبھی وحشت اور کبھی نشاط پیدا کرتی ہے۔ پریشان گوئی میں بھی نفس الامر کی خبر ملتی ہے۔ بے نیازی میں بناوٹ نہیں ہے۔ جب راقم آپ کے حالات قلم بند کر رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ لکھے جانے کے قابل بزرگوں کے حالات ہوتے ہیں۔ حالات لکھے جانے سے ہم بزرگ نہیں ہو سکتے۔ اور کاغذ پر سوار ہو کر شمسواروں کے ہم رکاب نہیں ہو جاویں گے۔

مصرع نصیبش باد پندارے کہ دارد

یاد شیخ عبداللہ مجذوب سا دری بغدادی

آپ کے اقوال اور افعال۔ ہوش اور دیوانگی کے ہاتھوں کشاکش میں رہتے ہیں اور آپ کا دلغ مستی اور ہوشیاری کی آمد و رفت کے لئے سرا ہے۔ آپ دولت پرست زمانہ ساز لوگوں سے کوئی تقدیر

بار اسلمن نہیں اٹھاتے۔ اور اپنی نیاز و آرزو کے چہرے سے نقاب نہیں اٹھنے دیتے۔ کلام مجید کی تلاوت میں خوشی کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ قرآن کا ترجمہ سیدہ تو ایسی عبارات میں جو نظم قرآنی سے نزدیک ہیں۔ اور کسی قند ایسے اشاروں میں جو فہم سے بالکل دور ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ شیخ محمد برقع پوش کے مرید ہیں۔ جو سید محی الدین جیلانی قدس سرہ کی نسل سے تھے۔ جب بغداد سے ہند کی طرف آئے۔ تو ایک مدت تک سیالکوٹ میں۔ اور چند روز فتح پور میں بسر کی۔ سخن کو تادم ہجری سنہ نو سو پچاسی کے اندر قصبہ دسور (مندسور) میں پہونچ کر حجرہ اقامت تجویز کیا۔ کہتے ہیں۔ ایک رات ایک حسین و جمیل عورت اس بارادہ پر۔ آپ کے مکان کے صحن میں پہونچی۔ کہ شیخ کی خلوت میں جاوے۔ اور ہوا دھوس کا پیانا۔ شہوت کی شراب سے لبریز کر کے کام دل حاصل کرے۔ کیا دیکھتی ہے۔ ہر ایک سمت سے کچھ لوگ بالکل کشتہ اور چند اشخاص نیم کشتہ۔ خون نشان زخم کھائے ہوئے پڑے ہیں۔ سر سے پانوں تک لرزہ پیدا ہوا۔ بیان تک کہ ٹوک کر کے بدون صحن کے اندر ایک قدم بھی نہ رکھ سکی۔ پھر دس روز آئینہ سے رنگ صاف کر کے۔ پاک دل کے ساتھ آپ کی ملازمت میں لگئی کسی قسم کی رحمت نہ دیکھ کر مجلس میں جا پہونچی۔ ۴۰ دنے فرمایا۔ کل کی رات جو وحشت ادباً شوب کا سامنا تھا۔ یہ نغسانی دسواں عکس تھا۔ اور آج کے روز جو دیار کی ملاوت۔ اور خاطر کا آرام حاصل ہے۔ یہ تو بہ ادب شیمانی کی صحت ہے۔ لہذا حکم ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ تک آپ کے دھود سے شہر والوں کے دل سعادت کے ساتھ آباد ہیں آرزو یہ ہے۔ کہ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَنَكْتُبُهُ لَكَ مِنْ

آپ کی حیات میں اثر بخشنے۔ بیت

نیمی بدست مستی و نیمی بدست ہوش

خوش قسمت است ہستی اور ابد در عشق

یاد شیخ چندن

آپ کی زاد بوم لاہور ہے۔ شروع شروع میں صابون فروشی سے آپ اپنی قوت بہم پہونچاتے تھے۔ جب خطاطی کی روشنی روز افزون بڑھتی گئی اور اوس نے بالآخر دل کو سر سے پانوں تک گھیر لیا۔ تو آپ نے صابون فروشی سے قطعی ہاتھ اٹھا کر درویشی اور بے سببی کا گریبان پکڑا۔ لیکر ایک لکھن جو لوگوں کے کام آتا ہے وہ زمین میں ٹھیرا رہا ہے ۱۲

ایسا اتفاق پیش آیا۔ کہ ازل ہدایت اور آسمان کرشمہ کے بموجب آپ وطن سے کوچ کر کے شہر بردوان میں چلے آئے۔ جو سوہ بنگالہ کا باعث رونق گویا انگینہ ہے۔ اور شیخ ہرام سقا کے روضہ کے برابر میں ایک مسکن کے اندر عبادت کے واسطے مقیمانہ بیٹھ گئے۔ لیکن ہمیشہ دل میں یہ آرزو آیا کرتی تھی۔ کہ میان پر کوئی درخت ہوتا۔ جس کے سایہ کے اندر کبھی آفتاب کی گرمی سے بچنے کا موقع ملتا۔ چند روز بعد اس سرزمین میں ایک پودہ اُگا۔ اور وہ زمانہ کی پرورش سے سایہ دار درخت ہو گیا۔ آپ نے اُس کی جڑ میں ایک دالان بنایا۔ پھر اسی طرح ایک ایک درجہ کے دالان کی عمارت بلند ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ اب بنیٹل سیڈھیان چڑھ کر اوپر پہنچتے ہیں۔ آپ نے اُس جگہ اپنی قبر بنالی ہے۔ اور ہر شب جمعہ کو اہل کے اندر گتے ہیں اس اُمید پر۔ کہ اسی شب کے اندر جانا نصیب ہو جاوے۔

رفیق دہاے راست روان۔ عزیز خاطر ہاے خدا جو یان میر فروغی کا بیان ہے۔ ایک روز میں آپ کی ملازمت میں پہونچا زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ دوسرے روز وہاں جانے سے میں اپنے تئیں ضبط نہیں کر سکا۔ لہذا بے ارادہ اُس جگہ گیا۔ چونکہ صدر الذکر مقام منطہ ہر جیلہ اور شاہد ان دل ربا کا گرگاہ ہے۔ لہذا نظریں گرمی پیدا ہوئی۔ اس اثنائ میں آپ نے فرمایا۔ شروع زمانہ میں جب میں نے یہ گوشہ اختیار کیا تھا۔ تو بہت سے نظر باز بوالہوس لوگوں کو درویش کے موجود ہونے سے اس چستان میں آنے کا ہمانہ ہو جاتا تھا اور بندہ کو ہمیشہ اس سبب سے خجالت ہوتی تھی۔ کہ میں ایسا نہ ہو۔ تا شائی آنے والوں سے کوئی نامناسب حرکت سرزد ہو جاوے۔ جو آخری حساب گاہ کے اندر جواب دہی اور گرفتاری کا سبب ہو۔ چونکہ مسدود کے ساتھ خیر لگی ہوئی ہے۔ نسبتی شر کو باز رکھ کر مجازی نظر بازوں کو توبہ اور نیکی کی توفیق نے شرف سعادت بخشا۔ راوی کا بیان ہے۔ یہ تقریر شکر انفعال کے سبب سے میرے چہرہ پر آثارِ پشیمانی ظاہر ہوئے جب میری صورت حال سے آپ نے اندرونی مخفی بات معلوم کی۔ تو فرمایا۔ سخن معترضانہ نہیں کہی گئی ہے۔ اور دیکھنے دیکھنے میں بہت فرق ہے مصرع نازنین جسد نازنین مہینہ :

القصدہ اس طرز کے ساتھ تسلی بخشی۔

کم و بیش چالیس سال اسی گوشہ میں توکل تسلیم۔ طاعت۔ اور طہارت کے ساتھ گزارے۔ کسی شخص سے کسی قسم کا نقد۔ اپنے اختیار سے نہیں لیا۔ اس سبب سے لوگ نذر کا نقد اور جنس

والان کے صحن میں ڈال آیا کرتے تھے۔ اُس کو اگر کوئی اٹھا لیتا تھا تو کچھ پوچھ گچھ نہیں ہوا کرتی تھی اگر اتفاقاً آپ کو بھی کوئی ضروری احتیاج پیش آجاتی تھی۔ تو والان پر نظر ڈالتے تھے۔ اور وہاں کی چڑی ہوئی چیز سے مایحان رفع کر لیا کرتے تھے۔ خدا عمر کرے۔

یاد شیخ تلج

آپ کی زاد بوم فتح آباد ہے۔ تقدیری کرم سے آپ شہر ٹانڈہ میں سامان اقامت لے گئے سلطان محمود فتح آبادی کی نسل سے اور سلطان غیاث بنگالہ کے ہم عصر ہیں۔ اور سلطان غیاث شہر ہیں۔ جن کے نام خداوند سان الغیب شیرازی نے ایک غزل بھی تھی یہ دوست اسی غزل کی کہ

اکش کاروانِ حرمِ بیدبالِ میرود

آن چشم جادو اذ عابد فریبِ بین

ازین قند فارسی کہ بہ بنگالہ میرود

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند

آپ کے کسی قدم حالات اس طرح پر ہیں راہ و روش سنجیدہ۔ اور ماند لود پسندیدہ ہے۔ مشائخ زمانہ کی بارگشت آپ کی تلقین و رہنمائی کی طرف۔ اور دلدادگی۔ آپ کی مصاحبت اور ملازمت پر بہت کچھ ہے۔ توکل کو ایشا کے ساتھ اس طرح فراہم کیا ہے کہ آپ کا تمام زمانہ ان دونوں طریقوں کے بار و بین خرق عادت سے منسوب ہے۔ خدا عمر کرے۔ مصرع توکل جنت داتا ج سرش باد

یاد شیخ ہمایون مجذوب باری

آپ۔ افغانانِ سور کے گروہ میں سے ہیں۔ عمر انشی سے اوپر نکل گئی ہے۔ آپ کی بودگی میں بہت ہی شرمینی ہے۔ گفتار تقدیری نسخہ ہے۔ اور موثر انقاس میں اثرات اُس سے زیادہ ہیں جو محرمین اسکین۔ بحری سند ایک ہزار پندرہ میں انفع روزگار مقبول دلہا کے کامگار میر محمد اشرف فروغی ابن نفیر الدین علی اشرف بلخی کا گزشتہ (مانڈ) کی طرف ہوا تھا۔ ایک روز بیان کیا۔ فروغی شہر ہار میں اکی مجذوب کی خدمت میں گیا تھا۔ آپ ایسی مہربانی اور عطوفت سے پیش آئے۔ جس کی امید مجذوبوں سے نہیں ہو سکتی ہے۔ میرے دل میں سفر کا ارادہ معم تھا۔ اپنے صلحت کے ساتھ منع فرمایا۔ آپ کے پیر جمیع لوگوں کی زبان زد نہیں ہیں۔ اکثر حالات میں آپ مدناک نغمہ کرتے رہتے ہیں۔ جس سے

عام سننے والوں کے ہوش جاتے رہتے ہیں۔ اور محویت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا عمر کرے۔

یاد شاہ عمر خوشنشاہی

آپ چشتیہ سلسلہ میں مرید۔ اور اصلی و رسمی علوم کی کوٹھی ہیں۔ خانقاہ و مدرسہ ہی رکھتے ہیں جس صوبہ کے اکثر لوگ علمی اور عملی معاملات میں آپ کے فرمانے پر کام کرتے ہیں۔ آپ کے جاذبہ کے زور سے شہر والوں کے دل کی کشش ہمیشہ آپ کی مجلس کی طرف رہتی ہے۔ جو لوگ آپ کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں وہ آپ کی بزرگی اور خرق عادت کی بہت سی باتیں بیان کرتے ہیں۔ دیروزہ گرازاہ دلاں میر فروغی اشرف کہتے تھے۔ مولانا مغیث کا کوئی نسل کا ایک جوان میرے ہمراہ تھا۔ جب شاہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کی ملازمت سے اُس کو ایسا ذوق حاصل ہوا۔ کہ وہ میری ہمراہی سے رہ گیا۔ تھوڑے عرصہ میں آپ کی فیض رہنمائی سے انسان کمالات حاصل کر کے بہرہ یاب ہوا۔ خدا عمر کرے۔

یاد شیخ جمال سیابانی

آپ اعلیٰ پور بنگالہ میں گوشہ گزین ہیں۔ دنیا کے علم اور زبانی محاورات سے اس قدر وقفیت ہے۔ کہ دینی مطالب اور دنیادی مقاصد۔ صحیح صورت کے ساتھ ذہن میں آجاتے ہیں۔ بہت مدت تک آبلوی سے علیحدہ ہو کر صحرائی جان داروں کے ساتھ نشست برخواست رکھی۔ بیان تک کہ ہر ایک کے ساتھ باہم آرام کا داد و ستد تھا۔ اور نیز وہ آپ کے رام تھے۔ جب ایزدی اسما کی تجلیات سے حسب فرمان صورت علیہ۔ یہ جذبہ ہوشیاری کے ساتھ تبدیل ہو گیا۔ تو آپ نے سلوک کے راستہ میں قدم رکھا۔ اور لوگوں کے ساتھ محبت رکھنے سے جو ناگوارائی تھی۔ وہ دور ہوئی۔ اس سبب شہر کے کنارہ آپ نے مکان تجویز کیا۔ میر فروغی اللہ جل شانہ اپنا فروغ ان کے راستہ کی شمع بنا دے۔ ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ میں رات سہ گھنٹہ سے ملائی ہوئے تھے۔ جب یہ خبر میر صاحب کو ملی۔ کہ میں خدا پرستوں کے حالات لکھ رہا ہوں۔ تو جن چند باصفاء و ریشون کی ملازمت سے میر صاحب اٹھاے سیامی میں بہرہ یاب ہوئے تھے۔ ان کے حالات بیان کرنے کی تحریک میر صاحب کو ہوئی۔ بیان کیا۔ شیخ سیلاب نے ایک خوش رنگ بلی بچھو دی تھی۔ جس کو میں سفرادہ حفر کے اندر اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا ایک سال تک

غازی کہتے کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ اس راستے میں شیر کا خوف بہت تھا۔ پشیمان ہوا۔ رات کو خواب میں دیکھا شیخ نے مجھ کو چند نصیحتیں ایسی نصیح البیان سے فرمائیں۔ جس کو فصحی سے زمانہ کی عبارت آرائی میں پہنچ سکتی ہے۔ پھر فرمایا۔ آزمودہ کار قافلہ والوں سے یہ بات کان میں پڑی ہوئی ہے کہتے ہیں۔ جس راستے میں شیر کا خوف ہو۔ اُس راستے میں بلی کو ہمراہ رکنا چاہیے۔ جب تم کو یہ فہم حاصل ہے۔ تو شیر کی طرف سے خوف نہیں کرنا چاہیے۔ آخر کار میں اُس کے دو سکر روزہ راستہ امن کے ساتھ طے کر کے خیر و عافیت سے مقصد کو پہنچ گیا۔

یاد شیخ الہدایہ ساکن ٹانڈہ

آپ چشتیہ سلسلہ میں سے ہیں۔ کتابی علوم کی سمجھ آپ کو اُس قدر حاصل ہے۔ جس سے اعتقاد اور عبادت کی درستی ہو جاوے۔ ابتداء سے حالات میں آپ کو جذبہ تھا۔ اب سلوک میں اگر شریعت اور طریقت کے عقائد سے آراستگی ہو گئی ہے۔ لوگوں کو آپ کی صحبت میں دلچسپی ہے۔ اور آپ کو لوگوں کے اوپر مہربانی بہت کچھ ہے۔ خدا عمر کرے۔

یاد شیخ کرم اللہ ملتانی

آپ سہروردیہ سلسلہ میں شیخ داؤد ملتانی کے مرید ہیں۔ شروع شروع میں آپ کا سلوک جذبہ کے لگاؤ سے خالی نہ تھا جس میں مظاہر پر نظر رہتی تھی۔ صورت دارون کی خوشی بیان تک مد نظر ہوتی تھی۔ کہ اپنی شیخی کی طرف قطعی نظر نہیں کرتے تھے۔ بالآخر آپ اپنی نادبہم سے شہر ٹانڈہ کی طرف چلے گئے۔ بیان کے لوگوں کی دوستی دامنگیر ہوئی۔ ناچار سامان اقامت کھول دیا۔ اس صوبہ کا جاگیردار راجہ مان سنگھ کچھواہہ تھا۔ اس نے آپ کی بہت کچھ عزت اور تعظیم کی۔ اس وقت آپ کے پاس شہر مذکور میں اکابر و اصاغر کی رجوعات تھیں آپ کے شیریں حالات بہت سے ہیں قلم ان کے بیان سے عمدہ برائیں ہو سکتا ہے۔ خدا عمر کرے۔

یاد شیخ گدائی پانی پتی

آپ کو آغاز جوانی میں خدا جلہی کی شورش۔ اور دریافت پیر کا شوق ہوا جس نے آپ کو وطن سے

جہان پیاؤ کے جنگل میں نکال کٹا کیا۔ جب آپ کا گرجا میر میں ہوا۔ تو جس کسی کے منہ میں زبان گویا تھی۔
اُس سے آپ کے کان میں یہی آواز پہنچی۔ کہ آج کے روز رہنمائی اور خدا شناسی کی روشنی سید حسین کے
حالات سے عیاں ہے جو خواجہ عمرال ہدی کے جانشین ہیں۔ رحمہما اللہ

بے با شد شنیدن تخم دیدن

بدین میلش افتاد از شنیدن

آپ نے نہایت خواہش کے ساتھ ملازمت میں پہنچ کر اولین دیدار میں ہی رسم ارادت ادا کی۔ چند روز
پیر کی خدمت میں رہے آخر کار پیر کی اجازت سے سفر کے واسطے کربانہی۔ کم و بیش بیس سال ہوتے ہیں
کہ قصبہ برادرہ کی مسجد میں آگر گوشہ گزین ہیں۔ قصبہ برادرہ دسور (مندسور) کے پرگنات میں ہر راقم نے
ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے آخرین حصہ میں آپ سے ملاقات کی تھی۔ اور حالات بھی ٹوٹے تھے
ایک مجذوب پایا محفوظ الاوقات لیکن گانون واسطے آپ کی خرق عادات بہت کچھ بیان کرتے ہیں نبیوں کے
یہ بھی بیان کیا۔ ہمارے آسمان کے باغ میں ایک درخت جس نے چالیس سال کے اندر ایک پہل ہی نہیں
دیا تھا۔ ایک روز ہم لوگ نمبردار کی کنے سے اُس کے کاٹنے کے واسطے گئے شیخ کو بھی خبر لگی۔ کہلا بیجا۔
کہ اس سال کا ٹنا ملتوی رکھو۔ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حکم سے یہ درخت اس سال پہل نہ لاوے۔ تو آئندہ
سال کاٹ ڈالنا کہتے تھے۔ اس درخت نے اُسی فصل میں دو سو درختوں سے زیادہ پہل دئے۔ اُس
تاریخ سے اس درخت کے آم فقرا کے واسطے وقف ہیں القصہ جو بات باشد گان دید کی زبانی سنی تھی
لکھ دی۔ بیت

از نسیم فیش تا بابد خرم باد

نخل وجدان و نہال طلب و شاخ بقا

یاد شیخ برخوردار گجراتی

آپ۔ صاحب تجرید و تفرید ہیں ہمیشہ سیاحی میں زمانہ گزارتے ہیں۔ اکثر مختلف ادیان کے
اصول اور فروع سے واقف ہیں اور دیگر مذاہب والوں کی تحقیقات کے اندر سوچ سمجھ کے ساتھ
آمدورفت رکھتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو بانوین کے آغاز سے راقم کے دل میں اس باصفادات کی ہشائی
کی بنیاد احکام کے ساتھ رکھی گئی ہے۔ اتفاقاً ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں آپ حاجی پور پٹنہ سے میر
کرتے ہوئے شہر بہان پور کی طرف جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں ماہ صفر کی چاند رات کے روز آپ کا گور

مٹو (مانڈ) میں ہوا۔ قدیمی یگانگی کے سبب فقیر کی مسجد میں اترے۔ محبوب القلوب شیخ داؤد شطاری
 ہی ان ایام میں اسی حجرہ کے اندر عبادت اٹھایا صفت میں مشغول تھے۔ ایک رات چند تو نگر اور
 ودیش حجرہ مذکور میں حاضر تھے۔ چونکہ شیخ پر خوردار پنجگانہ فرائض ادا کرنے کے پابند نہیں تھے۔ لہذا
 حاضرین میں سے ایک شخص نے نصیحت آغاز کر کے بہت کچھ بیوقوفی باتیں کہیں۔ آپ نے جواب
 دیا۔ کہ مجھ کو اپنی حالت معقول بنانے کی طاقت نہیں ہے۔ اور تم کو بھی ان مقدمات کی قابلیت
 کی قوت اور طاقت نہیں ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے۔ کہ اس قسم کی گفت و گو کا دروازہ مقفل رہے میرے
 گناہ پر تمہاری گرفت نہیں ہوگی۔ اور آئیہ کریمہ دلا زلہ و اذیۃ و دسرا خرمے کا ترجمہ اس ذیل
 کے مطلع میں پڑ کر سنایا حافظاً۔

عیب زندان کن ای زاہد پاکیزہ شرت | گناہ دگران بر تو نہ خواہند نوشت

فقیر ہی اس باب میں زبان حکمت بیان سے معترض ناصح کی تقویت کرتا تھا۔ القصہ اگر چہ ظاہری
 صفائی اور شگفتگی کی نگہانی بہ تکلف کی گئی۔ لیکن حاضرین انجمن کے دل میں دوسرا ہی رنگ پیدا ہو گیا
 تھا۔ بقیہ شب شورش میں گزری۔ علی الصباح اس ارادہ پر کہ دل کا میل صاف کیا جاوے۔ راقم نے
 تذکرہ شلخ علیہم الرحمۃ کو لکر پڑھنا شروع کیا۔ اولین صفحہ کے آغاز میں شیخ شرف الدین ابو علی قلندر
 کا ماجرا نکلا۔ جس کو شیخ شرف نے اپنے مقامات کے بارہ میں اس طرح پر لکھا ہے۔

ایک روز شیخ نظام الاولیا سے میری ملاقات ہوئی۔ اتفاقاً اس روز شیخ کی ایک نماز
 فرض قضا ہو گئی تھی۔ اور اس سبب شیخ کے مزاج میں عفتہ اور غم کی موجیں کی موجیں
 آتی تھیں۔ یہ آگاہی دینے کے واسطے کہ میری فرض نماز قضا ہو گئی ہے۔ شیخ نظام الاولیا
 نے ایک ہندی بیت اس مضمون کی پڑھی کہ مجھ کو محبوب کے ساتھ ایک لحظہ کی بھی جلدی
 بے انتہا بے آرامی کے شکنجہ میں دباتی ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں کی جان پر۔ جو
 ہمیشہ دوری میں خاک خواری پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور جنہوں نے بیکاری کو اپنا شعا
 بنا لیا ہے۔ چونکہ ہمدرد آشنا کی طرف سے رخ پیر لپٹا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لہذا شورش
 عشق سے مجبور ہو کر مینے ہی ہندی عبارت میں ایک بیت کہی۔ جس کا مضمون

یہ ہے۔ کہ تمہاری انگشت۔ خون وصال کے نمک سے آشنا نہیں ہے۔ نہ تمہاری نگاہ

کا آئینہ اُس جہاں سے انعکاس قبول کرتا ہے۔ کیونکہ ایسے صاحب کمال کی باتوں کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ روئی کی پو و جدان والوں کے دماغ میں نہیں آتی ہے۔ میں اُمیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ اصل شانہ تم کو ذرہ برابر اپنی محبت کا سوز عطا فرما دے۔ اُسی رات آتش عشق مشتعل ہوئی۔ میان تک کہ سوختگی کے آثار شیخ کے جسم اقدس پر دیکھے گئے۔ اور کسی تدبیر سے دل میں صبر نہیں آیا۔ میر خسرو یہ حال دیکھ کر سخت بیتاب ہوئے۔ معذرت کے طور پر ایک رنگین غزل کہی۔ اور اس بچارہ کو سنا کر دعا کے لئے عرض کیا۔ بالآخر اُسی دم ایزدی بخشش نے شیخ کے باطن میں تلکین اور ظاہر میں تسکین بخشی۔“

باقی شیخ شرف کے حالات فریفت اُن کے ذکر میں لکھے گئے ہیں مطالعہ میں آدین گئے۔

اس ہوش آفرین بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیے۔ اولاً اپنی آنکھوں کو دوسروں کی عیب بینی سے بند کرے۔ پھر ہر بینی کی عینک اُن آنکھوں پر لگا کر چھوٹا سا ہنر ہی۔ جو خط غبار کی طرح افعال کے ورقوں پر لکھا ہوتا ہے۔ خط جلی کی مانند بڑا کر کے دیکھے۔ بالخصوص اُس گروہ کے حالات کا مشاہدہ جو پیشینہ پوش اور از خود رفتہ معلوم ہوتا ہے۔ تجسس کی نظر سے نہ کرے بلکہ اعتقاد اور حسن ظن کی نظر سے دیکھے۔ اور دکھا دے۔ اُمید ہے۔ کہ ایسی نظر برادران طریقت کی اندرونی اور بیرونی شست و کا سر پایہ ہو کر عقل اور اعتبار کی جلا اور رونق کا باعث ہوگی۔ اور جو شخص سوختگان ایزدی محبت کے اسرار کی نسبت حسن عقیدت اپنے دل کے اندر استواری کے ساتھ قائم کرے گا۔ وہ شخص توفیق کی برکت سے۔ اپنی دو جہان کی مرادات میں کامیاب ہوگا جس کسی کے دل میں اُنجھے ہوئے بالوں والے درویشوں کی نسبت ناقص اندیشہ پیدا ہو۔ اُس کو چاہیے۔ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے پناہ مانگتا رہے۔ اور پناہ باطن اس تیرگی سے توبہ کے پانی اور پشیمانی کے آنسوؤں سے دھوتا رہے تاکہ یہ فعل سورخا تہ سے اُس کی نجات کا سبب ہو۔ اور اس عذر پذیر گروہ کے مقابلہ میں۔ قیامت کے روز عذر گوئی کے دست آویز ہاتھ آوے۔

طالبانِ صحبت کو واضح ہو۔ کہ گدڑی پوشوں کی مصاحبت میں سلامتی کے ساتھ رہنے والوں کی

شاہراہ یہ ہے کہ اگر خاکسارانِ نیتی کے ساتھ نشست و برخاست کی خواہش کسی شخص کے دل میں استحکام کے ساتھ قائم ہو۔ تو اُس کو چاہیے۔ کہ اولاً محبت کی فروع کو عقل اور خیال کے شکر پر غائب اور فتح مندر کرے۔ جس کو حقیقی تمیز پر مطلق نگاہ نہیں ہے۔ اس فروع کشی میں خیر اندیشی کے شکر سے کمک مانگے اور اس فروع پر نگرانی بھی درکار ہوگی۔ سو یہ کام۔ لوگوں کے اخفائے حالات سے بیوے و دوسرے ^{۱۰}حُبُّكَ الشَّيْءُ نَبِيٌّ وَيُفِئُّمُ کے دریا میں غریق ہو کر دوست ہم نشینوں کے عیب دیکھنے اور سننے سے اپنی آنکھوں اور کانوں کو بینائی اور شنوائی کے فعل سے معزول کرنے۔ کیونکہ یہ جماعت باطن میں جلال۔ اور ظاہر میں جمال رکھتی ہے اور ایسے مظاہرین جلال ظہور کو۔ اور جمال بطون کو چاہتا ہے۔ دراصل ان کی صحبت کی مثال۔ پتھر اور لوہے کی مانند ہے۔ کہ اگر کوئی رگڑ یا ٹکڑ۔ درمیان میں نہ لگے۔ تو شعلہ نہ اُٹھے۔ اور العیاذ باللہ اگر صورت صحبت برعکس پیدا ہوئی تو جل جانے کے خوف کے سوا۔ کوئی فائدہ کسی قسم کا نہیں ہے۔ حافظ

خاکسارانِ جہان را به عقارت سنگر	توجہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد
---------------------------------	----------------------------------

پس مصاحبت کے اندر صحیح و سالم رہنے کی صورت اگر ہے۔ تو اصحابِ مجلس کی رضا اور تسلیم میں ہی ہے۔

آتش را کند گئے تسلیم	دارغ غرود و بارغ ابرائیم
دل قوی کیے کند ز رحمت و بیم	جز شراب و فسخ تسلیم

آن شرابے کہ اولیا سازند
از شفا خاند رضا سازند

القصہ اگر دو مصاحب باہم موافق ہو جادین تو الحمد للہ و المنة ان اگر مقابل ہوں۔ تو اس صورت میں نجات کی شکل یہ ہے۔ کہ انصاف کر کے اپنی حقیقت حال پر واقف ہوں۔ اس میں میلان میں جو رشت ہے۔ اُس کو شکر خدا بجا ناچاہیے۔ کہ ایسے پسندیدہ ہدم کی نعمت سے مشرف ہے۔ اور جو خوب ہے۔ اُس کو صبر کرنا چاہئے۔ کہ وہ الکی مشیت سے ہم نشین کی بلا میں مبتلا ہے۔ اس طریقہ سے دونوں مصاحب۔ ایک دوسرے کی صحبت سے خوش اور نیز سود مند رہیں گے۔ اسی قسم کی ایک حکمت جو مناسب مقام ہے۔ مبارک سے نقل کی جاتی ہے۔

کان عمران الخادجی من آدم بنی آدم نزلت
من اجلهم فلما نظرت الیه فقالت
انی و انک من اهل الجنة قال فکیف
قلت انک درخت مثلے و شکرت
وانی درخت مثلك و صبرت و الجنة
مودة للشاکرین و الصابرین -
ایمان خارجی گندمی رنگ وال نبی آدم تھا۔ اور اس کی عورت
جمیل ترین نبی آدم تھی۔ جب اس عورت نے اپنے شوہر
کو دیکھا۔ تو کہا۔ میں اور تم دونوں اہل جنت ہیں۔ عمران نے
کہا۔ یہ کیونکر عورت نے کہا۔ مجھے جیسی سینہ تم کو دی گئی اور
تم نے شکر کیا۔ اور تم جیسا گندمی رنگ والا شوہر مجھ کو
دیا گیا اور میں نے صبر کیا اور جنت کا وعدہ شاکرین اور صابرین
کے واسطے کیا گیا ہے۔

شعر

اور جزت فکری و فی الایجاز فائدة
وللکرام من القلوب نقد یع

ضمیمہ

ضمیمہ جس کو اس کتاب کا خاتمہ۔ تکمیل۔ نیز تتمہ کہہ سکتے ہیں۔ اس طور پر ہے۔ کہ حمد و ستائش کے
پہول صورت علی کی چمن بندی کرنے والہ کی حکمت اور قدرت پر شمار ہیں۔ جس نے اس خاکسار کی طبیعت
کی نو بہار میں۔ کتاب گلزار کے آغاز کا گلہ استہ۔ مقامات مشائخ کے باغی پھولوں سے۔ ازلی عنایت
کے تاگہ میں پرو کر۔ ترتیب دیا۔ جن کو عالم شہادت کی سیر کے وقت۔ یہ خاکسار تلاش کے ہاتھ سے
چمن کر۔ دامن اداک میں فراہم لایا تھا اور اسی طرح جس نے صورت بنانے والے قلم کو جو درویشوں کے
حالات کے چار چمنوں کا انجمن آرا ہے۔ عنصری عالم میں روان کیا۔ تب کہیں قلم۔ غیبی تصور خانہ میں
بہشتی نامعلی گلہ استہ کی تقاشی کر سکا ہے۔ اور نیز عالم عبرت و عبارت کا تماشا کرنے والوں۔ اور عالم
غیب و شہادت کے سیاحوں کی چشم شہود کو مالاعین رات کا ہنگامہ دکھا سکا ہے۔ اب یہ
خاکسار ایزدی تقدیر ام آہی توفیق سے یہ اُمید رکھتا ہے کہ اس گلہ استہ کے انجام میں اپنے حوال
کے تصویر۔ بقدر گنجائش۔ اور بانداہ فرصت آغاز کے رنگ میں۔ کینچن کر دکھائے۔ اور ہر فراغ البالی
اور آنا دی کی نعمت ملنے کی شکر گزاری۔ ابداً آباد ملک کرتا رہے۔

چونکہ دفتر کا تتمہ۔ بجائے خود۔ ایک جداگانہ رسالہ ہوتا ہے۔ لہذا اس خوف سے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کوئی انتخاب دوست نکتہ بیخ۔ گل کی طرح۔ اس تتمہ کو گلزار سے جدا کر کے۔ جمہور اہل ولایت (اور دیگر) کی نیک رکابی سے محروم کر دیوے اور اس سبب سے یہ تتمہ تنہائی کے ہولناک جنگل میں۔ بے رہبر۔ بے سر و سامان۔ اور بے دانہ پانی رہ جاوے۔ اس واسطے میں نے اپنے حالات کی تحریر کو۔ ایسے چند سو حد بزرگان و مشائخ کے اذکار کے تابع کیا ہے۔ جو بعض تو عالم عنصری سے ہستی جان کی سیرگاہ کو چلے گئے ہیں۔ اور بعض زمانہ کے خلوت خانہ میں۔ شاہد زندگانی کے ساتھ ہم آغوش ہیں۔ خدا کرے۔ تابع ہی رہیں۔

یاد شیخ نظام انبیٹھی

آپ۔ عالم۔ عامل۔ عابد۔ عاشق۔ اور عارف تھے۔ خواجہ مودود چشتی کی پاک نسل سے اور شیخ معروف کے بامراد مریدین میں سے ہیں۔ آپ ہمیشہ اخلاق کی درستی میں انروی حفاظت اور اخلاق کی جلا میں لمعطفائی بصیرت کام میں لاتے تھے۔ اور نیز ہمیشہ تمام حرکات و سکنات کے آغاز میں بسم اللہ خیر الاسماء و بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھاتے تھے۔ ہمیشہ اس طرح مستعد اور مہیار تھے۔ کہ جیسے کوئی سفر پر ہمہ وجوہ تیار ہو۔ وہاں کی خدمت گزری انجی ذات خاص سے کرنا۔ یہ آپ کی تواضع کا طریقہ تھا۔ بلکہ تمام اہل دنیا کے ساتھ۔ آپ شفقانہ عام مہربانی۔ اور مرشدانہ خاص عنایت فرماتے تھے۔ اور معروف حرمت کی شان میں۔ اور نہی منکر مروت کے لباس میں کیا کرتے تھے۔ القصد آپ کی صحبت کی چاشنی میں ربودگی کا بے شمار ذوق ہوتا تھا۔ اور آپ کی خدمت کی حلاوت میں اکیس کی حبیبی بے انتہا تاثیر ہوتی تھی۔ آپ کے باصفا حالات کی شروع۔ عبارت کے حوصلہ میں نہیں آسکتی ہے۔ آپ کے اوصاف کی حقیقت دانستنی ہے۔ گفتنی اور نوشتنی نہیں ہے۔ بیت

چون یارے دانستن ندارم

بہ گفتن یا نوشتن چون سپارم

امیر سید شاہ محمد ایک بزرگ تھے۔ اکثر کتب متداولہ محقق استادان کو درس میں پڑھتی تھیں اور کیا عرب کیا عجم۔ کیا ہند۔ دسویں دور کے تمام مشائخ کی فیض بخش صحبت سے پورا حصہ لیا تھا۔ ظاہر اور باطن دونوں آراستہ تھے۔ حیب حرمین شریفین کی زیارت سے لوٹ کر آئے۔ تو چند روز ملک گجرات

میں افادہ استفادہ کے طور پر گزرا وقت کی انہیں ایام میں اطراف ہند کی سیو سیاحت کر کے منڈولہ میں آئے۔ وہاں کے اندر قیام کا شوق جاگزیں ہوا میر جمال الدین ترکستانی پیر عاک کر کے مشہور۔ اور شہر منڈولہ (مانڈو) کے قاضی ہیں۔ ان کی لڑکی کے ساتھ عقد کر لیا۔ کم و بیش سات سال راقم کی مسجد میں درس دیا۔ فقیر نے بھی کشف منار اور تلویح اصول فقہ یہ کتابیں اس عرصہ میں سید کی با عظمت خدمت میں نکالی ہیں۔ سید صاحب ایک روز فرماتے تھے۔

”مسافرت کے زمانہ میں قصبہ انبٹھی میں گھر ہوا تھا۔ جوشیخ نظام کا وطن ہے۔ میں آپ کی خدمت میں گیا۔ جب شام ہوئی۔ تو نماز میں خود امام ہو گئے۔ پہلی رکعت میں سورہ کافرون ملائی۔ میرے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ جو دوسری صورتیں نسخ سے سالم ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی سورہ تلائے۔ تو اہل ہوتا اپنے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ سید۔ اگرچہ یہ سورہ نسخ کو شامل ہے۔ لیکن قرآن کی رو سے چوتھائی قرآن کا ثواب اس کے پڑھنے میں ہوتا ہے۔ اگر اس نکر سے یہ سورہ نماز میں پڑھی جاوے۔ تو اہل معلوم ہوتا ہے۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ آپ کی پیشانی میں ایسا نورست کا نور۔ اور مصطفائی کرامت کی صفائی پائی جاتی تھی۔ **تَحْسَنُوا بِاخْلَاقِ الشُّعْرَاءِ** کا دروازہ آپ کے چہرہ پر کشادہ تھا“

ہجری سنہ نو سو نوے میں اس عالم سے اخروی سفر اختیار کیا۔ قبر اسی قصبہ میں بنائی گئی۔ اس سے زیادہ آپ کے با صفا حالات پر اطلاع نہیں ملی ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ آپ کے مفصل حالات معلوم کرنے کی تشنہ ہے۔ ناچار یہ خدمت خیال کے سپرد کی۔ کہ کسی آشنا یا بیگانہ کو پیدا کرے۔ جو دل کی یہ پیاس بجھا کر حصول آرزو سے سیراب فرماوے۔ بہت سے غور کرنے کے بعد یہ بات خیال میں آئی کہ شیخ علم السنہ سلمہ الشہر حنظلہری دباطنی علم کے عالم عبدالرزاق کے فرزند۔ اور شیخ نظام کے سالر ہیں۔ شاید شیخ نظام کے حالات سے واقف ہوں۔ ان کی خدمت میں دو کلمہ لکھ کر تحقیق احوال کرنی چاہیے۔ جب نامہ اتنا اس شیخ علم السنہ کے مطالعہ میں پہنچا۔ تو جواب دیا کہ اس درویش کو ابتداء سے زمانہ ہوش سے کتاب دانی کا شوق۔ اور خدا شناسی کا جوش تھا۔ جس نے مجھ کو اپنے وطن سے نکال کر جہان چہائی کی سرگردانی گوارا کر دی تھی۔ بالآخر کامل اٹھارہ سال عربستان میں رہ کر دینی علوم اور یقینی معرفتیں تحصیل کرنے میں افادہ استفادہ و مصلحت ملی پر گزارے۔ جب وہاں سے معاودت نصیب ہوئی۔ تو گجرات کے راستہ سے

طاندیس میں آیا۔ اس وقت میں علی عادل شافاروقی والی برمان پور تھا۔ بیت

چنبست دار فاروق ست بادا جادوان عدلش

ہماہل خوردکان مسلم راتریاک فساروقی

اس کی ملاقات کی گرمی اور اخلاق کی شیرینی نے دارالاسلام برمان پور کے قیام کے لئے پانون
میں زنجیر ڈالی۔ جب بہت کچھ حیلہ و حوالہ سے وطن کی اجازت لیکر جس حالت سے وطن میں پہنچا۔

اس حالت میں ایسی تلاش کا خیال بھی نہیں آیا۔ اس میں شک نہیں کہ زبانوں پر رسمی حکایتوں
کے سوا۔ کوئی حرف نہیں ملا۔ اہمیت سی ہندی باتیں ناگفتہ رہ گئیں۔ اب کہ آپ کو اس قسم کا
خیال دامن گیر ہے۔ تو اس نواح کے آنے والوں سے جو اس قسم کے حالات سے واقف ہیں۔

تحقیق کر کے خدمت میں لکھوں گا، سبحانہ اللہ یہ وعدہ بھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ ان سنو است میں
سفر حجاز کا خیال شیخ علم اللہ کے دل میں پیدا ہوا۔ اور اس کی تیاری میں بالکل اپنے تئیں منہمک
کے جس طرح سے ممکن ہوا۔ بند رہے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سال ہجری سنہ ایک ہزار

بائیس ہے چونکہ حجاز کا موسم گر گیا تھا۔ لہذا بیجا پور دکن میں قیام فرمایا۔ بیان کا حاکم آپ کی تشریف
آوری کو اپنے پرگنہ کی سعادت سمجھ کر معتقدانہ پیش آتا ہے مصرع و طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر است

یاد شیخ جلال محمد دھانیسری

آپ۔ عالمانہ کمالات۔ اور درویشانہ مقامات کے جامع۔ دریائے توحید کے خواص۔

اور کشتی تحقیق کے معلم تھے شیخ عبدالقدوس حنفی کے مرید ہیں۔ رسمی علم کی فروع و اصول میں
آپ کے مطالعہ کو ید بیضا حاصل تھا۔ اکثر کتب متداولہ پر شکل کشا حاشیے لکھے ہیں۔ اور تعلیقات

لگائی ہیں۔ روز۔ روزہ میں گزرتا تھا۔ اور شب نماز میں گزرتی تھی۔ نماز تہجد ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا
کرتے تھے۔ ہر روز رات دن میں خانقاہ کے حافظوں کے ساتھ دود فہ قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

نماز طہر سے فارغ ہونے کے بعد درس میں مشغول ہو جاتے تھے۔ آپ کی صحبت باطنی فروغ۔

اور ظاہری فیض زیادہ کرتی تھی۔ آپ درویشانہ سلع کے حریص تھے۔ آپ کے نواجد میں آپ کی

سوزناک حالت سے حاضرین کے دل کو بھی حصہ پہنچتا تھا۔ جب در عمر ضعیفی کو پہنچا۔ استغفر

اور استہلاک کی حالت آپ کے تمام اوقات پر حاوی ہو گئی۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا۔ توجو

اپنا ہاتھ نہ ہوتا تھا وہ بلند آواز سے حق حق کہتا تھا۔ اُس وقت آپ عالم استغراق سے سر ہونچا کر کے نماز کی تیلہی کیا کرتے تھے۔ جماعت کے ساتھ فرض ادا کر کے۔ پھر سابقہ حالت کی طرف پلٹ جاتے تھے۔ کہتے ہیں۔
اکم ویش ایک سو دس سال کی عمر پائی ہجری سنہ کچھ ادا پر نو سو میں عالم صورت سے معنوی روضہ کی سیر کو چلے گئے۔

آپ کے پیر بزرگوار۔ حضرت شیخ الاسلامی بہاء الاولیاء ملتانی کو پھر بختہ ہیں اس ترتیب کے ساتھ شیخ عبدالقدوس شیخ درویش قاسم بن شیخ برہان الدین اودھی شیخ۔ شیخ بدین بڑا بچی شیخ۔ شیخ سید اجمل شیخ۔ مخدوم بہا نیان سید جلال بخاری شیخ۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح شیخ۔ ابوہ شیخ صدیق الدین عارف شیخ۔ ابوہ بہاء الاولیاء۔ قدس است اسرار اہم شیخ عبدالعزیز شیخ جلال کے فرزند رشید ہیں۔ والد ماجد کے سجادہ نشین یہی ہیں۔ اور آپ کے مریدان کامل میں سے شیخ بہاء الدین احمد سہروردی ہیں جو اراکت مندوں میں اقدم تھے۔

یاد شیخ نظام تھانی سری

آپ۔ صاحب توکل و تسلیم ہیں۔ علم لدنی سے تعلیم پائی ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں اپنے وطن سے سفر حجاز کو دریا کے راستے سے کیے تھے۔ اور وہیں محترمین کا طلبہ کر کے سعادت دارین حاصل کی تھی۔ پھر ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں بندہ دکن کے جہاز پر سوار ہو کر شہر جالپور میں پلٹ آئے۔ بیان کے سہاگم نے۔ اور نیز دیگر بزرگان دین و دوست نے آپ کی تشریف آوری کو مبارک سہم کر۔ نہایت تعظیم اور تواضع کی۔ جب یہاں سے روانہ ہوئے۔ تو اپنے وطن ملوٹ میں چو پٹے۔ پھر ملک عجم اور بلاد شمال کی سیر و سیاحت کا شوق دل سے اٹھ کر اٹھا ہوا۔ بے اختیار بلخ اور بدخشان کی طرف روانہ ہو گئے۔

مصرع ہر کجا دست خدا یا سلامت دادرش

یاد شیخ درویش قاسم

کہتے ہیں۔ آپ چشتیہ سلسلہ میں شیخ سعد الدین بدایونی کے مرید تھے۔ نیز اپنے پیر بزرگوار اصاون کے پیر شیخ فتح اللہ بابونی سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ شیخ فتح اللہ کو خلافت کا ظمت شیخ سعد الدین احمد شہاب قریشی نگری سے حاصل ہوا تھا۔ اور نیز شیخ صدر الدین احمد کے پیر شیخ نصیر الدین محمود جلا فیل

کی صحبت سے ہی باطنی روشن کر کے فروغ خاطر پایا تھا۔

القصہ درویش قاسم تین واسطے سے حضرت چراغ دہلی کو پہنچتے ہیں قدس سرہم
درویش خانوادہ چشتیہ اور سرور دیہ بانیہ میں ایک بلند اور بیش بہا شان رکھتے تھے۔

یاد شیخ کمال الدین کمال مالوہ

آپ شیخ بایزید ابن شیخ نصیر الدین نصر اللہ کے بیٹے ہیں۔ معرفتِ میثقت۔ کشف و کرامت
فنیات۔ اور فراست۔ یہ جملہ صفات آپ کی ذات میں موجود تھیں۔ آپ کے جد امجد حضرت گنجشکر
کے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ کو شیخ نظام الاولیا نے خلعت خلافت عطا فرما کر۔ مردان مالوہ کی رہنمائی کے
واسطے دہلی سے بھیجا تھا۔ ہجری سنہ کچھراہ پر نو سو نوے میں جب کہ پیکر پرست راجہ پورنل نامی حاکم صوبہ مالوہ
تھا۔ شیخ قصبہ ہارمین تشریف لائے۔ عبادت اور ریاضت کے واسطے حجرہ تجویز کر کے۔ اقامت کا بستر
بچھایا۔ مجاہدہ اور مراقبہ کا سلسلہ شروع کیا۔ ہمیشہ مناجات میں رہتے تھے۔ بحکم **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا**
فِيْنَا لَنَقْلَنَّهُمْ مِّنْ حَبْلِنَا۔ غیبی فیض اور فتوح کے دروازے آپ کے چہرہ پر کشادہ ہوئے۔ بالآخر
گناہی کا نقاب۔ شہرت کے ہاتھ نے۔ آپ کے حالات کے چہرہ پر سے حیات میں اور نیز رحلت کے
بعد ایک مدت تک نہیں اٹھایا جب ملک مالوہ کی حکومت غوری اور غلجی سلاطین کے قبضہ میں آئی۔
تو بہت اچھے اچھے لوگ فراہم ہوئے۔ اسلام نے قوت اور رونق پکڑی۔ چوٹے اور بڑے سب نے
آپ کے مرقد قدس کی طرف توجہ کی آپ کے فرزندان کرام کے اعزاز اور تعظیم کا درجہ ترقی پا چلا۔ اور نزلات و فتوحات
کے بازار میں گرمی پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ حکومت کی نوبت سلطان محمود ابن ناصر الدین غلجی کو پہنچی۔ اور
پھر سلطنت خلیج کا زمانہ اخیر ہو گیا۔ اپنے زمانہ میں سلطان محمود نے شیخ کی قبر پر ایک گنبد۔ ایک خانقاہ۔
اور صوفیوں اور فرہنگوں کے واسطے ایک بڑا دالان بنوا دیا بیت

اکہ جز نکوبی اہل کرم مخواہد مساند

اورین رواق زبردنوشتہ اند بزر

آپ کی نسل میں سے کچھ لوگ تو مرحوم ہیں۔ اور کچھ لوگ ماؤت قصبہ ہارمین اپنے آبا۔ بگراہم کے قبضہ خواہ گاہ
پر بنجاور ہیں۔ شروع نزلات اور نفقات کے مصروف اور محل مقبول ہیں۔ دیکھیں۔ توفیق کون سے دو تمند کو

۱۲ اور جن لوگوں نے ہمارے دین (کے کام) میں کوششیں کی ہیں ہم (یہی) ان کو ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے

رہنمائی کے ذریعہ سے ان تک پہنچا کر سعادت کو نین بخشے۔

یاد شیخ محمد ابن شیخ عارف حقیقی

آپ معروف و محمود۔ اور احمد و عارف تھے۔ آپ کی صورت اور سیرت سے خرق عادات کی جھلک۔ اور برق حالات کی دھمک عیان تھی۔ مسند جانشینی کا منصب اپنے والد ماجد کی خدمت کی برکت سے پایا تھا۔ احوال اور مراقبات ایسے مشابہ اور مناسب تھے کہ ان کے اعتبار سے آپ اپنے باپ کے بہائی ہو گئے تھے۔ بھری سناٹا سواٹھاسی میں معنوی ولایت اور خلافت کا ڈنکا بجاتے تھے۔ ان ایام میں سلطان بہلول لودی۔ دارا بخلافہ دہلی کے شہرون میں ظاہری سلطنت کر رہا تھا۔ آپ کے کلمات میں عیسوی معجزات کا اثر تھا۔ تحت الکرچند جملے آپ کے مکتوب میں سے ہیں۔

”اے عزیز۔ ارادہ۔ سالک کی سواری ہے۔ یہ ارادہ جس قدر زیادہ قوی اور مستحکم ہوگا۔ اسی قدر طریقت اور طریق شریعت کا سلوک اور اس کے پیچھے پیچھے۔ منزل حقیقت کو وصول زیادہ آسان اور جلد ہوگا۔ سالک کو چاہیے کہ کشش کے بعد کوشش کرے۔ اپنے تئیں۔ مرشد و انا کے پاس پہنچا دے جس کو انسان کامل کہہ سکیں اور جو حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال۔ اور احوال سے آگاہ۔ اور ان کے ساتھ متحقق ہو۔ سالک ایسے مرشد کے تحت فرمان ہو جاوے۔ اپنی ظاہر و باطن کو مرشد سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور تقویٰ۔ بہوک۔ بیداری۔ قلبی خاموشی۔ اور باطنی تنہائی کو عمل میں رکھے۔ تاکہ ابرار کے مقام اور احرار کے درجہ کو حاصل ہو جاوے“

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل و عنایت سے شیخ عارف کو خرقہ خلافت اپنے پدر بزرگوار شیخ محمد عبدالحق ردولی سے ہے۔ جن کا علم اور معرفت میں پایہ۔ اور استقامت و کرامت میں سرمایہ بہت بڑا تھا۔ ہمیشہ اپنا سر۔ مراقبہ فنا کے گریبان میں رکھا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تھا۔ تو خدمت گزار صوفی لوگ کا حق حق لکرا ان کو آگاہ کیا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔ تو پیر بدستور وحدت کے قعر عمیق میں غرق ہو جاتے تھے شیخ احمد خلیفہ شیخ جلال یانی پتی کے ہیں جو ایسے آفتاب تھے۔ جس کی شعاع۔ کمالات تھے۔ ادب۔ الہی جمال۔ اور شرف۔ انبوی جلال تھا۔ نیز اپنے وقت میں

عالیشان و روشیون مرکز تھے۔ خوابگاہ پانی پت میں ہے۔ کہتے ہیں۔ خوابگاہ کے طواف سے اس قدر فیض اور فتوح دلون کو پہنچتا ہے۔ کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ لراسمہ

بعد از وفات تربت من از زمین مجو با در سینہ ہائے مردم دانا مرا راست

شیخ جلال کے مفید کلام میں سے کسی قدر نمونہ یہ ہے۔ فرماتے تھے۔

”طریقت میں منزلیں اور مقامات ہیں۔ اور ہر منزل اور مقام کی ایک ابتدا اور ایک انتہا ہے۔ نہایت کو پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ جب تک ابتدا صحیح نہ ہو۔ اگر اصول ضائع ہو جاوے گی۔ تو وصول سے بھی حرمان ہو جاوے گا۔ اور اصول بعض کے نزدیک پایہ پر ہیں۔ اور بعض کے نزدیک سات ہیں“

عوارث میں لکھا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ اللہ کے واسطے قومی طریق اختیار کرے۔ اس کے اندر اگر مرید قومی طریق کی غایت کو پہنچ جاوے گا۔ تو منزل کو پہنچ گیا۔ اور اگر اس کو منزل پر پہنچنے سے پہلے موت نے آلیا تو اس کا اجر اللہ عزوجل کے نزدیک بڑا ہے اور جس شخص کی ابتدا زیادہ محکم ہے۔ اس کی انتہا تمام ہو جاوے گی۔

فَالْمُرِيدُ يَنْبَغِي أَنْ يَخْرُجَ إِلَى طَرِيقِ الْقَوْمِ
فَإِنَّهُ إِذَا وَصَلَ إِلَى غَايَاتِ الْقَوْمِ فَقَدْ لَحِقَ بِالْمَنْزِلِ
وَأَمَّا مَنْ كَانَ قَبْلَ الْوَصُولِ إِلَى الْمَنْزِلِ فَاحْزَنٌ عَلَى
اللَّهِ وَكُلِّ مَنْ كَانَتْ بَدَأْتُهُ أَحْكَمَ كَانَتْ نَهَايَتُهُ تَمَّ

ابو زرعة سے روایت ہے۔ جن کو اجازت ابن خلف سے ابن خلف کو ابی عبدالرحمن سے ابو عبدالرحمن کو ابی العباس بغدادی سے۔ اور ابوالعباس کو جعفر حلدی سے ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے جنید رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے۔ اکثر عوائق۔ عوائق عوائق۔ اور موانع۔ فساد ابتدا سے ہوتے ہیں۔ لہذا مرید کو اس طریق کی ابتدائی حالت میں استواری نیت کی احتیاج ہے۔ اور نیت کی استواری۔

ابن ابی زرعة اجازة عن ابن خلف عن ابی
عبدالرحمن عن ابی العباس بغدادی عن جعفر الحلدی
قال سمعت الجنید یقول اکثر العوائق والعلائق
والحوائل والموانع من فساد الابتداء فالمرید
أول سلوك هذا الطريق يحتاج إلى أحكام
وأحكام السنية تنزيها من دواعي الهوى
وكل ما كان فيه للنفس حظ عاجل
حتى يكون خروجه خالصا لله تعالى۔

ہوا دہوس کی مقتضیات سے۔ اور ہر اُس شے سے اُچکا دیتی ہے جس کے اندر نفس کے لئے فوری حظ ہو۔ اس قدر اُچکا دیتی ہے کہ مرید کو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے خروج حاصل ہو جاتا ہے۔

وَلْتَبَسَّالْمُؤْمِنِينَ عِندَ اللَّهِ إِلَى عَمْرِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَعْلَمَ بِأَعْمَارِ عَوْنِ اللَّهِ لِلْعَبْدِ فَقَدَرُ النِّيَّةِ فَمَنْ هَمَّتْ نِيَّتُهُ تَوَعَّوْنُ اللَّهُ وَمَنْ قَصُرَتْ عَنْهُ نِيَّتُهُ قَصُرَ عَنْهُ عَوْنُ اللَّهِ بِقَدَرِ ذَلِكَ

سالم ابن عبداللہ نے عمر ابن عبدالعزیز کے پاس ایک دفعہ اس مضمون کی تحریر بھیجی تھی۔ سنو عمر۔ بندہ کو اللہ جل شانہ کی مدد بقدر نیت ہوتی ہے۔ جس شخص کی نیت کام کا قصد کرے گی۔ اُس کو اُسی مدد پوری ہوگی۔ اور جس شخص کی نیت کام میں قصور کرے گی۔ اُس کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہی کوتاہی کرے گی بقدر تصور نیت ایک صالح شخص نے اپنے بہائی کو لکھا تھا تم اپنے اعمال میں خلوص نیت سے کام لو۔ تم کو خلوص نیت کا توڑ اس عمل ہی کفایت کرے گا۔ اور جو شخص خلوص نیت کی طرف خود ہدایت نہ پاوے۔ اُس کو چاہیے کہ اُس شخص کی صحبت اختیار کرے جو حسن نیت کی تعلیم کر دیوے۔

قَالَ سَهْلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْفَسْرِيُّ أَوَّلُ مَا يَوْمِرُ بِهِ الْمُرِيدُ الْمُبْتَدِئُ التَّابِرِيُّ مِنَ الْحَرَكَاتِ الْمَدْمُومَةِ تَمُّ الْقِفْلُ إِلَى الْحَرَكَاتِ الْمَحْمُودَةِ۔ ثُمَّ التَّفَرُّدُ لِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى ثُمَّ التَّوَقُّفُ فِي الرِّشَادِ لِمُتَابَعَةِ الْقُرْبِ الْحَاصِلِ مَتَى تَسْلُكُ الْمُرِيدُ بِالْصَّدَقِ وَالْإِخْلَاصِ بَلَّغَ مَبْلَغِ الرِّجَالِ وَلَا يَتَحَقَّقُ مَدَّةً وَاعْلَامُهُ الْبَشِيعَتَيْنِ مُتَابَعَةُ أَمْرِ الشَّرْعِ وَتَقَطُّعُ النَّظَرِ مِنَ الْخَلْقِ وَكُلِّ الْأَفَانِ وَخَلَّتْ

سہل ابن عبداللہ تستری کا قول ہے۔ مبتدی مرید کو جن باتوں کی نسبت امر کیا جاتا ہے ان میں اولین بات یہ ہے۔ کہ مذمومہ حرکات سے بچے۔ پھر محمودہ حرکات کی طرف انتقال کرے پھر صرف ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کا ہی ہو جاوے۔ پھر راہ راست پر توقف کرے۔ پھر اس پر ثابت قدم ہو جاوے۔ پھر اس کے بعد قرب حاصل ہے جب مرید صدق اور اخلاق کو مضبوط پکڑے گا غرور درجہ رجال کو پہونچے گا اور صدق و اخلاص کے ساتھ تحقیق مرید کو وہی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) شرعی امور کی متابعت (۲) خلق کی طرف سے قطع نظر کرنا۔ اور جس قدر آفتیں مبتدیان کو عارض ہوتی ہیں سب خلق کی طرف توجہ رکھنے سے عارض

علی اهل البدایات لموضع نظرهم
 الی الخلق وبلغنا عن رسول الله
 صلی الله علیه وسلم - حدیث - انه
 قال لا یكمل ایمان المرء حتی یکون
 الناس عنده کالاباعشار ذرة الی
 قطع النظر عن الخلق والخروج بهم
 وترك التقید بعاداتهم ونقل فی معنی
 اصدق ان عاید امن بنی اسرائیل
 راودته ملکة من نفسہ فقتل
 اجعلوا لی ماء فی الخلاء تظف
 به ثم سعد عن موضع فی القصر
 فرحی بنفسه فاوحی الله تعالی
 الی ملک الهواء الزم عبدی
 قال فلزم وومعه علی الارض
 ومنار نیقا فقتل لا یلس الا
 اغویته فقال لیس لی سلطان علی
 من خالف هواه وبذل نفسه لله
 عز وجل - تم

ہوتی ہیں۔ اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
 پہنچی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انسان کا
 ایمان کامل نہیں ہوتا ہے جب تک اُس کے نزدیک تمام لوگ
 دشمنوں کی مثل معلوم نہ ہوں۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ مخلوق
 سے قطع نظر کی جارت۔ مخلوقات میں اپنے تئیں خارج کرے۔
 عادات مخلوقات کی پابندی سے آزاد ہو جاوے اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے صدق کے بارہ میں ایک نقل فرمائی کہ نبی اسرئیل
 میں ایک عابد تھا جس پر ایک ملکہ عاشق تھی۔ اُس عابد نے کہا
 میرے واسطے خالی مکان میں پانی رکھ دو تاکہ میں اُس سے
 صفائی جسم کروں۔ پھر عابد کو رحل کے اندر ایک مقام سے
 دیوار پر چڑھ گیا۔ اور وہاں سے نیچے کودا۔ تو اللہ تعالیٰ نے
 ہوا کے فرشتہ کو حکم فرمایا۔ میرے بندہ کو تمام
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اُس فرشتہ نے اُس کو تمام لیا
 اور اُس کو زمین پر نہایت سہولت کے ساتھ لاکر کھڑا کیا۔
 پھر ابلیس کو کہا گیا۔ کیا تو اس کو گمراہ نہیں کر سکا۔ اُس نے
 جواب دیا۔ میرا کوئی زور اُس شخص پر نہیں چل سکتا ہے جو
 اپنی خواہش نفسانی کی مخالفت کرے اور جس نے
 اپنا نفس اللہ عز وجل کے واسطے وقف کر دیا ہو۔

یہ چند باتیں بھی شیخ جلال کے اقوال میں سے ہیں۔ یہ عمل بے علم سقیم ہے۔ علم بے عمل عقیم ہے۔
 اور علم باعمل صراط مستقیم ہے۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔ شیخ جلال۔ خلیفہ شیخ شمس الدین
 ترک پانی پتی کے ہیں۔ حالات کے شغلون کو مخفی رکھنا۔ اور ظہور کے اسباب کو برہم کرنا۔ شیخ شمس الدین
 کا مشرب تھا۔ شیخ شمس الدین سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں مفقود انجیر ہو کر شہر دہلی میں سرایہ مفت

جمع کرتے تھے۔ چونکہ ان کی خدمت میں سلطان وقت کی آمد و رفت زیادہ ہوتی۔ تو لوگوں کے
ہجوم سے ان کی گنہامی اور خاموشی میں خلل واقع ہوا۔ بیت

پہنچ کئے بے دود بے دام نیست | جز بہ خلوت گاہ حق آرام نیست

بالآخر اپنے مرشد شیخ علی صابر کی اجازت لیکر وہلی سے قصبہ پانی پت میں چلے گئے۔ اور وہاں
پر گوشہ گنہامی اختیار کیا۔ باقی ماجرا شیخ شمس الدین کا جیسے سرزمین پانی پت کے مشائخ۔ علما۔ اور حکما
کا حلقہ بگوش ہونا۔ ایام زندگی ختم ہونا۔ اُس جگہ خواہ گاہ ہونا۔ اور نیز دیگر سوانح کسی قدر مولانا علی کاہلی
گلہساری کے تذکرہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں سے مطالعہ کر لئے جاویں۔

شیخ علی صابر۔ خلیفہ۔ اور بہن کے بیٹے حضرت گنجشکر کے ہیں۔ وصال شیخ علی صابر کا ہجری
سنہ چہ سو نوے کے کسی مہینے میں ہے۔ خواہ گاہ کوہ پایہ کے توابع میں سے کسی مقام پر ہے۔

یاد سید عبدالواحد

آپ۔ سید ابراہیم قنوجی اور بلگرامی کے بیٹے ہیں۔ صاحب مجاہدہ و شاہدہ تھے صحت حال اور
نصاحت مقال ہی رکھتے تھے سید حسینی کی نزہۃ الارواح پر ایک شرح لکھی ہے۔ جو قابلِ متن ہے۔
بہت سی توجہات اور تاویلات کام میں لاکر عبارت کے تمام مقاصد کو حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے۔
آپ شیخ حسین اسکندر آبادی کے مرید ہیں۔ جب ایک بار گئی ترک و توبہ کی توفیق نے مال و منال اور
عروج و جاہ کا رد فرمایا۔ شیخ حسین اسکندر آبادی کے اعتقاد کے نذر کیا۔ تو آپ کسی عالی مرتبہ صاحب معرفت
کی تلاش کرتے ہوئے شیخ صفی الدین عبدالصمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مراسم ارادت بجا لاکر ذکر و
فکر۔ مراقبہ۔ اور تصور میں مشغول ہو گئے اور اپنے مطلوب پر کامیابی چاہی۔ شیخ صفی۔ شیخ محمد قطب لکھنوی
کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ جو اس وقت کے لوگوں کی زبانوں پر شیخ مینا کر کے مشہور تھے۔ سہروردیہ اور چشتیہ
سلسلہ میں لوگوں کو کلام ارادت۔ اور مریدوں کو خلعت خلافت بخشا کرتے تھے اور طالبوں کو ایزدی
وصول کے کمالات پر پہنچا دیا کرتے تھے۔

یاد امیر سید صبغۃ اللہ

آپ بڑی مولد۔ شطاری مشرب۔ اور وجیہ الملت احمد آبادی کے حالی فطرت شاگرد صاحب

ولایت خلیفہ ہین۔ فضیلت اور فصاحت کے قرآن کا آغاز۔ کشف و کراست کی کتاب کا خاتمہ۔ انس و قرب کی نفحات کا کلمہ۔ اور صدق و صفا کی رشحات کا حشر پہ تے۔ چند سال تک مرشد کی اجازت سے اپنے وطن میں رہ کر اہل معرفت اور اہل فکر کی ہدایت اور علوم کی تعلیم میں مشغول رہے۔ حجاز کے مبارک سفر کی توفیق۔ حرمین شریفین کی زیارت کا سبب ہوئی۔ جب آپ کو حرمین کی بہشت نماز میں بے آب دانہ کی کشش۔ صلہ رحم کی رعایت اور فرزندوں کی اور وطن کی محبت کے پردہ میں آکر ہند کی طرف لوٹا لائی۔ تو اس پر آپ ہمیشہ دل ہی دل میں رویا کرتے تے۔ بیت

کے بود یارب کہ رود شرب و بطحی کنم	اگر بکد من نزل و گد در مدینہ جا کنم
-----------------------------------	-------------------------------------

اتفاقاً ہجری سنہ نو سو نیا نوین میں اپنے وطن سے تمام چہرہ داروں کو اور تمام لوگوں کو خیر باد کہہ کر بے اختیار تنہا حسب مشیت ایزدی ملک مالوہ میں چلے آئے۔ اسی اثنائے میں ایک بار گئی۔ مدینہ مصطفویہ کی زمین بوسی کا شوق علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ آپ کی آرزو مند خاطر سے جوش کراٹھا۔ عنان اختیار ہاتھ سے نکل گئی۔ ہند یورش کر کے ہجری سنہ ایک ہزار میں خاندیس کے راستہ سے احمد نگر دکن میں پہونچے۔ اس ملک کے فرمان روا برہان الملک نے عرض کیا تو کچھ کم ایک سال تک یہاں پر توقف فرمایا زمانہ کے حسن اتفاق سے یہ بات ہے۔ کہ راقم ماجرا سے درویشان ان ایام میں اس مقام پر فقر اور فضل کی خدمت سے فیض حاصل کر رہا تھا۔ نیز شعرا اور ظرفا کی صحبت میں بھی شامل نشاط و طرب ہوا کرتا تھا۔ القصہ آپ کے تشریف لانے۔ اور درویش کے موجود ہونے نے دونوں کو غریبی اور تنہائی کے اندوہ سے نجات بخشی۔ اور چند روز مصاحبت غنیمت سمجھی گئی بیت

چند روزے کہ غمت مونس جان بود مرا	خاطر جمع ددل شاد مہسان بود مرا
----------------------------------	--------------------------------

دو سال حزیں رہا۔ دریا کے عزم پر سامان باندھ کر تیار ہو گئے۔ جب بیجا پور پہونچے۔ تو یہاں کے حاکم نے نہایت تواضع کے ساتھ دل ہاتھ میں لے کر اور تعظیم مالا کلام سے پیش آکر کچھ مدت تک ٹھہرایا۔ پھر سفر مبارک کا سامان کر دیا۔ اور جہاز خاصہ پیش کیا۔ تاکہ صوفیوں اور درویشوں کی جماعت فراغ خاطر کے ساتھ جمع کر کے۔ وَمَنْ دَخَلَ بَاغًا آمِنًا کی بشارت سے کامیاب

۱۲۔ جو شخص اس میں داخل ہو گیا۔ دو اس میں آگیا ۱۲

اوجب حسب دلخواہ مشائخ آنکھیں مدینہ الحرام کے دیدار سے منور ہوئیں۔ تو آپ نے بقیۃ العمر میں رہنے کی نیت کر کے اسی نبوت کے شہر میں گہرا اور خانقاہ بنالی۔ ہرچند سلطان روم کی جانب سے نامہ و پیام آیا اور منت و معذرت کی گئی۔ مگر آپ نے سیورخال (معاش کی وجہ معین) قبول نہ فرمائی۔ اور بقیۃ العمر توکل اور تسلیم میں گزار دی۔

کہتے ہیں۔ آپ کی زیادہ خواہش پر نظر کر کے ایک رات خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والسلام نے اپنے خدام حرم کو اجازت فرمائی۔ کہ سید صبغۃ اللہ۔ ہمارا فرزند ارجمند ہے۔ عرب اور عجم کے دیگر تمام زائرین کی طرح نہ سمجھ کر اس کو ہمارے حرم سے باہر نہ کرنا۔ چوڑ دینا کہ شب جمعہ کو ہماری خدمت میں رہ کر صلوٰۃ اور صلوات صبح کی سفیدی نمودار ہونے تک ادا کرتا رہے۔ یہ بھی ہم نے اجازت دی ہے۔ کہ اپنے یاروں میں جس کسی کو چاہے اپنے ہمراہ حرم شریف میں رکے۔ جس روز سے کہ حضور نبوی نے خاک یون کی نظر سے عنصری بیکر کا ظاہری چہرہ حجاب اور عزت کے برقع میں چپا کر مدینہ و حدت میں خوابگاہ اختیار فرمائی ہے۔ اُس روز سے آج تک کسی زرد بشر کو ایسی خاص عنایت کا خلعت عطا فرما کر سردراز بنین فرمایا ہے۔

احمد لد علی ذلک۔

آپ کے کمالات۔ حالات۔ اور خرق عادات کتابت کی امداد سے انجام پذیر نہیں ہیں۔ اور اس کتاب کا اختصار مفصل حالات کی برداشت کر ہی نہیں سکتا۔ اس وجہ سے ان معانی کا ادا۔ ایما۔ اشارات اور اجمال کے سپرد کیا جاتا ہے۔ بالآخر اسی تفویض اور توکل پر استقامت اختیار کر کے ہجری سنہ ایک ہزار و پندرہ کے کسی مہینے میں مدینہ معظمہ کی زمین امین کے اندر دفن کئے گئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یاد شیخ شمس الدین جالندری

آپ ہندوستان کے اندر مشائخ نامدار کے سردفر۔ اولیاء کا مگار کے سرگروہ۔ دانش مندان روزگار کے سر حلقہ۔ اور صلحائے تقویٰ شعار کے سردار تھے۔ جس وقت انسانی منظر۔ مراتب الہی کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ تو باعتبار کمال اس کے مدارج مختلف ہوتے ہیں اس کمال کے جامعیت کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں۔

الکون متحقق ببعض الصفات والاعمال صوفی کچھ ایسا اور صفات کے ساتھ تو خصوصیت رکھتا ہے

فَاَمَّا لَا يَلِيْقُ بِجَنَابِ الْغُرَّةِ تَعَالَى وَقَدْ
 وَمُتَخَلِّقٍ بِالْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ الْهَيْتِ
 فَانَ الصَّوْقِ مَكَانَ خَزِيْنَةٍ فِي الْقَلْبِ
 عَلِيْلًا فِي الْبَدَنِ وَامْعَانِ الْعَيْنِ
 خَالِصًا فِي الْعَمَلِ جَاهِدًا فِي الدَّعَاءِ
 خَلْقًا فِي الثَّوْبِ بَانِيًّا فِي الْمَسْجِدِ نَزِيْهًا
 مَعَ الْفُقَرَاءِ بِاَكْيَافِ الذَّنْبِ مُنْصِبًا
 بِالرَّبِّ مَزِيْنًا بِالزُّهْدِ أَكْلًا لِلْغَضَبِ هَادِيًا
 لِّطَالِبِ قَابِلًا لِلْقُرْآنِ كَرِيْمًا عَلَى الْخَلْقِ
 عَالِمًا بِأَحْكَامِ الشَّرْعِ وَدَقَائِقِهَا
 رَاحِمًا عَلَى النَّاسِ رَحِيْمًا عَلَيْهِمْ نِسْتَرُ
 عِيُوْهُمْ مَا لَكَ عَلَى النَّفْسِ الْاِمَارَةُ
 مُتَكَبِّرًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ خَالِقًا لِاخْلَاقِ
 الْحَمِيْدَةِ بَادِيًا لَهَا بِالرَّتْبَةِ خَلَاقًا
 لِاخْلَاقِ الْحَسَنَةِ الْكَلِيَّةِ مَصُوْرًا
 لِأَفْعَالِهِ وَاقِيًا لِلَّهِ فِي بَاطِنِهِ غَفَّارًا
 لِّلذَّنْبِ رَعِيْتَهُ مِنْ عَبِيدِهِ وَاقَانَةً
 وَهَابًا عَلَى النَّاسِ رَزَاقًا لِأَوْلَادِهِ
 وَلَمْ يَكُنْ فِي عِيَالِهِ فِتْنَةً عَلَى الْخَلْقِ اَمَّا هُوَ
 عَلِيْمًا لِعِيُوْبِ نَفْسِهِ قَابِضًا عَلَى الظُّلْمَةِ
 بِاسْطِطَاعِ الطُّلْبَةِ خَافِضًا لِلْجَهْلَةِ
 دَافِعًا لِأَبَابِ الْعِلْمِ مَعْرِالِاِمْوَابِ الْحَقِّوْقِ قَدْ
 فَكَفَرَةٌ وَلِلْمَلَأَةِ سَمِيْعًا لِّذِكْرِ اللَّهِ بَصِيْرًا

کہ وہ جناب باری قدس و تعالیٰ شانہ کی شان کے لائق
 نہیں ہیں اور باقی اسماء صفات الہی کے ساتھ تہذیب
 یافتہ ہوتا ہے۔ پس صوفی وہ ہے جو دل کے اندر حریم
 ہو۔ بدن کے اعتبار سے علیل ہو۔ آنکھوں کے اعتبار سے
 روتا ہوا ہو۔ عمل کی رو سے خالص ہو۔ دعا کے اندر گوش
 کرنے والا ہو۔ کپڑے پٹے پرانے رکھتا ہو۔ رات کو مسجد میں
 رہتا ہو۔ فقر کا رفیق ہو۔ گناہوں کے خیال سے روتا ہو
 رب کا مونس ہو۔ زہد کے ساتھ زینت یافتہ ہو۔ غصہ کھاتا ہو
 طالب الہی ہادی ہو۔ قرآن کا پڑھنے والا ہو۔ مخلوق پر کریم ہو۔
 احکام شریعہ اور ان کے دقائق کا عالم ہو۔ لوگوں پر رحم
 کرنے والا ہو۔ اور ان پر ان کے عیوب کے چھپانے سے
 رحیم ہو۔ نفس امارہ پر مالک ہو۔ سوال کرنے سے تکبر کرتا ہو۔
 اخلاق سیدہ کا خالق ہو۔ نیز رتبہ کے اعتبار سے ان کا
 آفرینندہ ہو۔ تمام اخلاق حسنہ کا خالق ہو۔ اپنے باطن کے
 اندر اپنے افعال اور اقوال کی تصویر کھینچنے والا ہو۔ اس کے
 اوڈی غلام جو اس کی رعیت ہیں ان کے گناہوں کو معاف
 کرتا ہو۔ لوگوں کے اوپر بخشش کرتا ہو۔ اپنی اولاد کا۔ اور جو
 اس کے عیال میں ہے۔ اس کا رزاق ہو۔ خلقت پر
 اس کی مشکلات کا حل کرنے والا ہو۔ اپنے نفس کے عیوب
 کو جانتا ہو۔ ظالموں کے حق میں قابض اور ظالموں کے
 حق میں باسط ہو جاہلون کا درجہ پست اور ارباب علم کا درجہ
 بلند کرنے والا ہو۔ اصحاب حقوق کو عزت اور کافروں اور
 مہین کو ذلت دینے والا ہو اسمعیل شانہ کا ذکر سنئے۔

لاحسانہ حکماً علی الخلق بالحق عدا
 فی احوالہ واقوالہ لطیفاً فی غایۃ
 خبیراً عن احوال الفقلاء حلیماً
 عن جواز الناس غفورا والتعدي
 الخلق وظلمهم شکوراً عن نعم
 الباری علیہا بالھمة حفیظاً عن
 ارتکاب المعاصی حبیباً لانفالہ
 واقوالہ جلیلاً متنزهاً عن
 اصحاب الدول رقیباً لرعیۃ
 من ظلم الظالم حبیباً لبسوال
 السائلین واسعاً بقوۃ من فی
 عیالہ حکیماً فی امرہ ودوداً
 لاصحاب الزحمۃ حمیداً فی ورعہ
 باعثاً لانفالہ واقوالہ الحسنۃ
 شہیداً علی الناس بالصدق حقاً
 فی الطاعة وکیلاً فی اوامر الدنیا
 والدین قیوفاً فی الذات متیناً فی
 العبادات ولیاً لارباب الخیرات
 حمیداً فی الصفات محصیاً
 للحركات والسکنات الواردة
 من النفس الامارة فی الیوم
 واللیلۃ معید الصیام والصلوۃ
 باعتبار تحقق الشہات حبیباً

اور اُس کا احسان سمجھے۔ مخلوقات کے اوپر حق کے ساتھ
 حکم ہو۔ اور اُس کے احوال اور اقوال کے بارہ میں عادل ہو۔
 غایت درجہ لطیف ہو۔ فقر کے احوال سنے باخبر ہو لوگوں کے
 جو تجاوز ہو جاوے۔ اُس پر حلیم ہو۔ خلقت کے تعدی اور ظلم کا
 بخشنے والا ہو۔ اللہ جل شانہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرے۔
 بہت عال رکھے ارتکاب معاصی سے محفوظ رہے۔ اپنے
 افعال اور اقوال کا حساب کرتا ہو۔ صاحبان دولت سے
 بڑا اور علیحدہ رہتا ہو۔ ظالم کے ظلم سے اپنی رعیت کا محافظ ہو
 سائلین کے سوال کا مجیب ہو۔ جو لوگ اُس کے عیال میں ہیں
 اُن کے رزق میں اپنی قوت سے وسعت دلوے۔ اپنے بارہ
 میں حکیم ہو۔ تکلیف والوں کا دوست ہو۔ اپنی پرہیزگاری میں
 بزرگ ہو۔ اپنے نیک افعال اور اقوال کا باعث ہو۔ صدق
 کے ساتھ لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو۔ طاعت کے اندر درست
 ہو۔ دنیا اور دین کے کاموں میں کھیل ہو۔ اپنی ذات سے قائم
 ہو۔ عبادت کے اندر متین ہو۔ ارباب خیرات کا دوست ہو۔
 صفات کے اندر محمود ہو۔ جو حرکات اور سکناات دن اور رات
 میں نفس امارہ سے صادر ہونے والے ہوں۔ اُن کا ضبط
 ہو جب شہوات کا درود ہو۔ تو روزوں کے واسطے اور
 نماز کے واسطے تیار ہو۔ اخلاق حمیدہ کا زندہ کرنے والا
 ہو۔ افعال رویہ کا نیست و نابود کرنے والا ہو۔ روح کے
 ساتھ زندہ ہو۔ عبادات باقیات کے واسطے قوی ہو جنت
 کا حاصل کرنے والا ہو۔ اغنیاء کے سوال سے مستغنی ہو۔
 گوشہ کے اندر اکیلا رہتا ہو۔ خلق کے اندر ایک ہو کر رہے

لَا خَلْقَ الْحَمِيدَ مِثْلًا لِّأَفْعَالِ الرَّبِّ حَيًّا
بِالروحِ قُبُولًا لِلْعِبَادِ الْبَائِسِينَ وَاجِدًا لِّلْحَمْدِ الْبَاقِي
عَنْ سَوَالِ الْأَغْنِيَاءِ أَحَدًا بِالْعَزَلَةِ أَحَدًا
فِي الْخَلْقِ سَمَدًا فِي حَوَائِجِ الرِّعْيَةِ مُقَدَّرًا
بِالْقُدْرَةِ الْهَيْمَةِ مُقَدَّرًا لِّحَوَائِجِ النَّاسِ مُؤَخَّرًا
لِّحَوَائِجِ النَّفْسِ وَلَا فِي الْإِتْيَانِ بَلَا وَامْرَأَةً
فِي الْخُرُوجِ عَنْ الْمَسْجِدِ ظَاهِرًا فِي الْفَرَائِضِ بَاطِنًا
فِي النَّوَافِلِ عَالِيًا عَلَى النَّفْسِ مُتَعَالِيًا عَلَى الْخَلْقِ
بِكُرَّةِ الطَّاعَاتِ بِرَافِي الْمَعَامِلَاتِ تَوَابًا فِي عَصِيَانِ
الْعَصَا مُنْتَقِمًا مِنَ النَّفْسِ عَفْوًا مِنَ النَّاسِ تَوَفًّا
عَلَى الصِّغَرِ أَمْلِيكَ عَلَى النَّفْسِ كَجَمْعِ أَوَامِرِ
هَادِيَ الْخَلْقِ الطَّاعَاتِ غَنِيًّا عَنِ النَّاسِ مُعْطِيًا
لِلْمَسَائِلِ سِوَا الْحَمْدِ مَا نَالَتْ لِنَفْسِ غَرَارَتِهَا
الْمَعَاصِي بَدِيْعًا فِي الْخَيْرَاتِ نَافِعًا لِلْغَيْرِ نَوْرًا
لَا مَحَا ضَلَالَةٍ بَلَا أَفْعَالِ الْحَمِيدِ وَادِّافِي الْأَعْمَالِ
بِالْمَدْحِ رَاشِدًا لِّلْمَعَالِ الْأَرَادَةِ شَدِيدًا لِّلْهَمِّ
عَنْ ظُلْمِ الْخَلْقِ حَافِظًا لِّلْحَقِّ وَصَحَّاحًا لِّلْعَطَا عِنْدَ
ظَهْرِ السِّرِّ تَخْلُقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ وَهَذَا مَعْنَى
مِنْ الْأَمَامِ الْفَرَاغِ أَقْدَسُ لِلَّهِ تَعَالَى وَهَذَا
لِلْعِبَادِ شَرِكَةٌ فِي كُلِّ اسْمٍ وَصِفَةٍ مِنْ أَسْمَاءِ
الرُّبُوبِيَّةِ وَصِفَاتِهَا وَدَعْدًا مِنْ غَيْرِ وَاصِلٍ
بِاللَّهِ تَعَالَى شَاهِدٌ مُتَعَالٍ أَيْانَةً وَ
تَقْدُسُتِ اسْمُهُ وَصِفَاتُهُ

رعیت کی کار براری میں مرجع ہو۔ الہی قدرت کے اندر صحت
مقدرت ہو۔ لوگوں کی ضروریات کو آگے رکھے۔ اپنی
ذاتی ضروریات کو پیچھے ڈالے اور امر کی تعمیل میں اول ہو۔
مسجد سے باہر نکلنے میں آخر ہو۔ فرائض کو ظاہر ظہور ادا
کرے۔ نوافل معنی بڑھے۔ اپنے نفس کے اوپر غالب ہو
خلق کے اوپر کثرت طاعات میں در ہو۔ معاملات میں
نیک ہو۔ عاصیوں کے عصیان پر توبہ قبول کرے۔ اپنے
نفس سے انتقام لیوے۔ اور لوگوں کو معاف کرے۔ چھوٹا
کے اوپر مہربان ہو۔ اپنے جمیع امور میں نفس کے اوپر مالک
ہو خلق کو طاعت کی طرف ہدایت کرے۔ لوگوں سے غنی
ہو۔ مساکین کے سوال پورے کرے۔ نفس کو اور کتاب
معاصی سے باز رکھے۔ خیرات کا عمل نئی نئی طرح سے کرے
غیر دن کو نفع پہنچا دے۔ گمراہوں کے واسطے اعمالِ حمید
کے ذریعہ سے نور ہو۔ زمین پر مصالحت کے ساتھ وارث
ہو۔ اصحابِ ارادہ کا مرشد ہو۔ اون کو ظلم خلق سے نیک ہوتا
دیوے اصحابِ وعظ کے حقوق کا محافظ ہو۔ اور مذکورہ
بالا اعمال پر عمل کرنے سے ایسے اسرار ظاہر ہو۔ کہ میں جن
کے سبب سے اہل تصوف الہی اخلاق سے متصف ہو گئے
ہیں۔ اور یہ معنی امام غزالی سے پہنچے ہیں۔ قدس القلوب
روحہ کہ بندہ ربوبیت کے اسما اور صفات میں سے ہر ایک
اسم و صفت میں شرکت رکھتا ہے۔ اور نیز بعد ہی اس
اعتبار سے رکھتا ہے۔ کہ اللہ جس کی شان اور آیات عالی میں
اللہ جس کے اسما اور صفات پاک ہیں اُس کو بوجہ نہیں سکتا ہے۔

یاد شیخ جلال واصل رحمہ اللہ

آپ کا پی کے باشندہ - مولانا خواجگی بخوی کی نس سے - اور حضرت غوث الودیاء کے خلفائین سے ہیں۔ آپ کے دل کا سویا - مشاہدہ اور مراقبہ کا مرکز اور آپ کا باخبر ضمیر معارف اور مواجید کا مرکز تھا۔ آپ کی باصفا آنکھوں کو انکشاف کے روضہ میں احسنت کے آفتاب سے اور استعار کی رات میں وحدت کے چراغ سے بینائی ملتی تھی۔ سرود و سماع کی بزم پر آپ عاشق تھے۔ آپ کے وجد اور حالت کا سوز - قلوب کی استعداد اور قابلیت کے موافق - حاضرین انجمن میں سرایت کر کے ان کو خود بینی سے رہائی دیتا تھا ہجری سنہ ۱۳۶۷ء کو آپ کا جسمانی آئینہ میں اسٹیمپ کے جمال انعکاس کے جگہ اسٹیمپ کا جلال عکس نمودار ہوا۔ عیال کا مسکن عبارت کا حجرہ - اور عاقبت کا مرکز میں کا پی میں ہے۔ آپ کا فاضل اور اہل فصاحت فرزند موجود ہیں - خدا کرے - ان کو آبائے کرام کے مکاشفات کی ترقی نصیب ہو۔ سب سے بڑے شیخ افضل تھے - درحقیقت یہ اپنے وقت کے علمائین افضل تھے - پیر بزرگوار کے بعد ان کو عالم فرق میں قیام کے لئے دو سال کی مہلت ملی - پھر ہجری سنہ ۱۳۶۸ء میں عالم جمع کی جمعیت آباد کو کوچ فرمایا۔ دو سالہ فرزند شیخ اجل جمیلی تخلص ہیں - فارسی شعر میں ان کی مشق بختگی کے درجہ کو پہنچ گئی ہے - تیسرے فرزند شیخ معین الدین ہیں - فضیلت اور دانش مندی کا فروغ ان کی پیشانی میں تابان ہے - درویشی کے طریقہ میں ثابت قدم ہیں متوکل - تسلیم - عزت - خلوت - گزشتگی - اور بے نیازی کے طریقے کمال کے ساتھ رکھتے ہیں - خدا کرے - اکمیت کے درجہ کو پہنچیں -

یاد شیخ بابو سندی

محبت اور حیرت کے بیابانوں میں تنہا قدم اپنے ہی کہا ہے - فنا کے صحرا - اور بقا کی شاہراہ کے اندر چلنے میں آپ کو آندھری یا بگولہ کمانا موزون نہیں ہے - شیخ لشکر محمد عارف شطاری کے اچھے مرید ہیں - شہر برہان پور کے اندر سندھیوں کے محلہ میں آپ کی عبادت کا حجرہ تھا - جب حجرہ منکوردونوں طرف سے گر گیا - اور اس کی مرست کا ارادہ دل کے اندر مستحکم ہوا - تو اپنے چاہا - کہ راقم کلزار سے اس بارہ میں شواہد لے لے انکشاف اور استتار - اصطلاحات صوفیہ میں مقامات کے نام ہیں ۱۲ -

طور پر کچھ بات چیت کریں۔ اور اس ذریعہ سے پریشانی خاطر دور فرما دیں اسی خیال کے اندر ناگاہ یا بندہ
ہوا۔ کہ اولاً اس باب میں استخارہ کرنا درویشوں کی حالت کے اعتبار سے بہتر ہے۔ ثنوی منطلق الطیر
ہاتھ میں تھی۔ اُس کو تفاؤل کے طور پر کہولا۔ یہ ابیات برآمد ہوئیں۔ ابیات

گلخن ست این جملہ دنیا سے دون	قصر تو چند ست ازیں گلخن کنون
قصر تو گر خلد جنت آمدست	باجل زندان محنت آمدست
اگر بودی مرگ را بر خلق دست	لا لوق افتادے درین منزل نشست

ان واقعات کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے۔ کہ اس کے بعد چند تعمیر درو دیوار کے واسطے التماس کی
آوازیں بلند کی گئیں۔ لیکن قبولیت کا درجہ نہ ملا۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار تین سے لیکر ہزار کی عمارت تیار
ہونے تک جس کا سنہ ایک ہزار پندرہ ہے بے درو دیوار اُسی دیوان گمرن عمر گزاری۔ بیت

اور این خانہ بے لوح مست غوثی از خرد نبود	بے پاس متاعش رخنہ دیوار بر بستن
--	---------------------------------

یاد شیخ بدھا طیب بھاری

آپ اپنے زمانہ میں ظاہری معلومات کی۔ اور رسمی علم کی مجلس کے ہم نشینوں میں سر حلقہ۔ اور معنوی
و حقیقی محفل کے محرموں کے اندر قطب تھے۔ محقق دانشوران ہند۔ مولانا حاتم سیہلی فرماتے تھے شیخ بدھا
کی بزرگی اور شان کے بارے اکثر بزرگان وقت کی طاقت کی پشت خم تھی۔ ان میں سے چند بداندیش سیاہ باطن
لوگ۔ آپ کی خدا داد رونق توڑنے کے واسطے ہمیشہ فلک سے بہانہ دریافت کرتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی خسیگی
پشت میں اس جماعت کی مثل ہے۔ اور فرمان روایان ملک۔ دولت کے نشہ اور خود بینی کی مدہوشی میں
سرشار ہوتے ہی ہیں۔ ان کے ساتھ وہ لوگ موافق ہو کر قرار دیتے تھے۔ کہ امتحان کی انجمن ترتیب
دیجیادے تاکہ جو دعویٰ بلا برہان رکھتے ہیں۔ وہ الزام اور انفعالات کے گوشہ میں خاموش ہو کر بیٹھیں اور
اور ہر ایک کی حقیقت کا جو ہر کس جاوے۔ چاہتے تھے کہ اس حیلہ سے شیخ کی بات میں فرق پیدا کریں۔
ہر چند یہ منصوبے۔ زمانہ پرستوں کی خواہش کی بساط پر مکر رہائے گئے۔ لیکن کسی شخص کو کسی مجلس میں آپ
کے متین کلام میں معارضہ اور نقص کے طور پر بات کرنے کی گنجائش نہیں ملی بلکہ معرفتوں کے بیان کرنے کی
قوت۔ آپ کی ذات شریف کے سوا۔ دوسرے کو میری نہیں ہوئی۔ اور تمام امتحانات کے مقامات سے

آپ نے فتح اور زخمتِ دلی کے ساتھ اپنے مکان کو بازگشتِ فرائی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا۔ کہ حاضرین انجمن نے آپ کی گفتار کے شاہوار سوتیوں سے سمعنا و اطعنا کا گوشوارہ بنا کر ارادت اور اطاعت کے کان میں پہنا۔ اور ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگائی۔ حافظ

باوردگشان ہر کہ در آفتاد بر افتاد

بس تجربہ کریم درین دیر مکافات

یاد شیخ بدھا حقانی جوہوری

آپ شیخ بدھا طیب بہاری کے ہم نام ہیں۔ علوم متعارفہ کے اندر آپ کے مطالعہ سے فنون کے اعتراضات اور مشکلات حل ہو کر بالکل روشن ہو جاتی تھیں۔ چونکہ آپ کی صحبت سے حق ثابت اور باطل سعد دم ہو جاتا تھا۔ آپ سخن حق کو غلامِ ملائین پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ ادب بلند آواز کے ساتھ۔ نماز کی اذان کی طرح لوگوں کے کان میں پہنچاتے تھے۔ اس واسطے آپ حقانی لفظ کے ساتھ مشہور ہوئے۔ باطنی کلام کا کسب شیخ محمد عیسیٰ جوہوری کی خدمت با عظمت سے کیا تھا۔ آپ کا امرِ مطب کو قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا قَاہُ تہا۔

ادباً الحق ہر ہذا الاسلام والدین و
بالباطل للکفر والشرع والحق المطلق هو الموجود
والحق المقید ما کان حسناً فی العقیدۃ والفعل
والنطق والباطل نقیض الحق واللہ حق علی مہفی
موجود وانہ فی الحق وانہ محقق الحق یقال الحق ما
کان للہ والباطل ما کان لغير اللہ ویقال
الحق من الخواطر ما دعی الی اللہ والباطل
ما دعی الی غیر اللہ

اس مقام پر فقط حق سے مراد اسلام اور دین ہے۔ اور
باطل سے مراد کفر اور شرک مطلق حق موجود ہے اور
مقید حق وہ ہے جو عقیدہ میں فعل میں۔ اور نطق میں
نیک ہو۔ اور باطل نقیض حق ہوتا ہے اور اللہ حق ہے
اس اعتبار پر کہ وہ موجود ہے۔ اور وہ ذوالحق ہے۔ اور وہ
حقاق حق کرنے والا ہے۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ حق وہ ہے جو
اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ اور باطل وہ ہے جو غیر اللہ کے
واسطے ہو۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ نجلہ خواطر حق وہ ہے
جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور باطل وہ ہے جس کا رخ غیر اس کی طرف ہو

لہ۔ سمجھئے سنا۔ اور قبول کیا۔ اور لکھ (اے پیغمبر لوگوں سے) کہدو۔ کہ (بس دین) حق آیا اور (دین) باطل
نہیں رہا اور ہوا۔ اور (دین) باطل نیست و نابود ہونے والا ہی تھا ۱۲

یاد شیخ دولت ابن شیخ عبدالملک منیری

آپ علم آموز - عمل اندوز - دانش گستر - اور نبیش پرور تھے۔ جب آپ حروف کی اور کتابی نقوش کی شناسائی مسائل اور مقاصد کتب کی تحصیل - میان بدن منیری سے کر کے - ظاہری آراستگی کمال درجہ پر کر چکے۔ تو رسمی ارادت کے مراسم ہی میان بدن کی خدمت میں ہی ادا کئے۔ جب رہنمائی کی بدولت سلوک کے پافون سے - طریقت کا راستہ چل کر - درویشی کی منزلین اور مقامات طے فرمائے اور تلوین احوال کے گرداب سے نکل کر ساحل تکین کے عالی مقام کو پہنچے۔ تو خلافت کا فرقہ - اور اجازت کا فرمان بھی ملا۔ آپ کی مانند فطرت میں - فراست میں - فنائین اور نفس پر فیروزی پانے میں - میان بدن کے ہاں دوسرا کوئی خلیفہ اور شاگرد نہیں تھا آپ کے درس کے حلقہ میں یہ اصحاب حاضر ہوتے تھے۔ شیخ اجمل - شیخ عبدالکیم - سید احمد باری - شیخ احمد حشمتی جو حضرت گنجشکر کی نسل سے ہیں شیخ خلیل پٹنی - جن کے نام سے موضع نوادہ منسوب ہے شیخ حافظ سارنی - شیخ یعقوب - جن کے نام ایک مدت تک دارالسخلافۃ اگرہ کی قضا کا عہدہ رہا۔ اور نیز اس جماعت کی مثل دیگر بزرگان نامور بھی حاضر ہوتے تھے۔ اس حلقہ میں آپ شمال مرکز تھے۔ شاہ ابوالفتح ہدیۃ المدرست ابن شیخ قاضی شطاری کی خدمت اور ملازمت سے بہت کچھ کامیابی اور فیض حاصل ہوا تھا۔

آپ کی ایک سرگزشت بطریق اختصار اس طرح پر ہے۔ کہ ایک روز ایک مشروع کی تقریب کے آپ قلعہ رہتاس کی طرف گئے تھے۔ اثنای راہ میں ایک شخص ملا۔ اُس نے کہا۔ میری (ہو) کی کار خیر (شادی) کا وقت نزدیک آگیا ہے۔ جس نے مجھ کو سوال پر مجبور کیا ہے۔ اور آپ کے چہرہ سے میں الہی بخشش کا فروغ مشاہدہ کرتا ہوں۔ لہذا آپ میرے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے مرحبا لکھ خادم کو فرمایا۔ جس قدر نقد جیب میں موجود ہو۔ اس سائل کے سامنے رکھ دو۔ خادم نے عرض کیا۔ ایک سو دو روپے مسکوک موجود ہیں۔ اگر ارشاد ہو۔ تو کل کے لائق بچا کر باقی اس سائل کو دے دوں۔ آپ نے فرمایا۔ غم نہ کرو۔ کل کا آنا اور روزی کا پہنچنا۔ دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ کوئی فردا سے روزی کے نہیں

ہوگی۔ تمام نقد بغیر توڑے ہوئے اس شخص کو دیدو۔ ہنوز وہ شخص نقد مذکور لیکر ایک تیر کے فاصلہ پر نہیں گیا تھا کہ دوسوا اسی طرف سے دوڑتے ہوئے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ادب میں دینار زر سرخ۔ یومیہ فردا کے نام سے پیش کئے۔ اور کوئتی ہوئی بجلی کی طرح چمک کر نظر سے غائب ہو گئے۔

دیگر قاضی عبداللہ نامی ایک عالم قصبہ منیر میں رہتے تھے۔ مشائخ طریقت کی راہ و روش۔ بیعت خلافت۔ اور غرقہ پوشی ہے۔ اس سے انکار رکھتے تھے۔ ایک رات قاضی صاحب کو عالم خواب میں معلوم ہوا کہ کوئٹہ کے اوپر محمد شیع شرف الدین شیخ احمد چرم پوش مولانا عبدالرحمن جامی۔ اور امیر خسرو بیٹے ہوئے معرفت کی باتیں کر رہے ہیں۔ اور فقیر اور شیخ دولت ہم دونوں نیچے کڑے ہوئے ہیں۔ مولانا جامی نے ہم نشینوں سے شیخ دولت کے اوپر چڑھ آنے کے واسطے اجازت لے لی۔ جب شیخ دولت اوپر چلے گئے۔ تو انہوں نے کہا۔ قاضی عبداللہ بھی حاضر ہیں۔ حضور کی خدمت کی ان کو آرزو ہے۔ شرف الادویا نے فرمایا۔ یہ ازل سے سائل کے حوالہ ہیں۔ اپنا مرید کر لینا چاہیے۔ چنانچہ شیخ دولت نے نخب اشارہ میرے سر کے تھوڑے سے بال مقراض سے کتر لئے۔ اور مراسم ارادت ادا کئے صبح کو جب میں مراسم ارادت بجالانے کے لئے شیخ کی ملازمت میں گیا۔ تو مسکرا کر فرمایا۔ عبداللہ تکرار بیعت کی حاجت نہیں ہے۔ اس بارہ میں مشائخ کی رسمیں جو کچھ تین رات کو ادا ہو چکی ہیں۔ یہ پوشیدہ بات سن کر سخت حیرت میں رہا۔ بالآخر شجرہ اور ٹوپی جو ظاہری ارادت کا قاعدہ ہوتا ہے۔ لے کر اعتقاد اور اخلاص سے خوش اور سیراب ہو گیا۔

کہتے ہیں شیخ دولت کی تمام عمر آسمانی روزی پر گزری۔ اس ملک کے حکام اور فرمان روا۔ آپ کے ساتھ معتقدانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ اور بار بار سیور غال (معین وجہ معاش) قبول فرمانے کے لئے التماس کرتے تھے۔ لیکن ان سے آپ کی فاقہ دوست اور فقر پرور طبیعت نے لینا گوارا نہیں کیا۔ اور مضمون التماس پر کان ہی نہیں دئے۔ بلکہ زمانہ سابق کے فرمان اور اسناد جواب دہی کے بارہ میں آپ کے آباد اجداد کے پاس تھیں۔ ان سب کو لپیٹ کر اپنے آگ و کھادی۔ اور دل کو دافون اصرار لے لے اللہ کے سپرد کر کے اس سرچشمہ سے شاداب کیا۔ کہتے ہیں۔ جب آپ کے گوشہ خلوت میں اسم القابض کی تجلی سے دل کے اوپر۔ تنگی اور تیرگی کا پرتو پڑتا تھا۔ تو دور و دراز جنگل بیابان کی طرف جو آپ کی عمر کے اعتبار سے زیادہ دور ہوتا تھا۔ تنہا چلے جایا کرتے تھے۔ اور چند روز ایسی جگہ میں جہاں سداغ

نہیں لگ سکتا تھا۔ واقعہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ تاکہ سابقہ تجلی اپنے مقابل کی طرف تبدیل ہو جاوے۔ بہت

اس کے جو گنج غوثی ویرانہ دوست باشی	شد سودہ در رہ تو پاسے سرخ مردم
------------------------------------	--------------------------------

جب کامل طور پر انشراح پیدا ہو جاتا تھا۔ تب آپ اپنے مقام کو معاودت فرماتے تھے جب آپ کو پیری نے آدبایا تو استغراقی حالت نے آپ کے تمام اوقات کو گیر لیا۔ لوگ نماز کے وقت کلمہ حق حق کہتے تو تب کہیں بستی کا ادراک لا لعلین کے مرتبہ سے نزول فرما کر اس تعینی منظر کے ساتھ تعلق پکڑتا تھا۔ اور اس وقت ماہو المکتوب کے ادا کرنے میں مشغول ہوتے تھے۔ ایک سو سات برس کی عمر اسی مستقل نشست و برخاست کے ساتھ پوری کر کے ہجری سنہ ایک ہزار اٹنیس کے کسی جینے میں ربانی بہشت کی سیر کے واسطے چلے گئے۔ خواجگاہ منیر۔

یاد شیخ محمد ابن فضل اللہ

آپ کی زاد بوم گجرات ہے نشوونما دارالامان احمد آباد میں پایا ہے تسلیم۔ توکل۔ تقویٰ۔ اوطاہری و معنوی علم کی نفسیلتوں کے مالک ہیں۔ رسمی علم میں وجہ المذاہم آبادی کے شاگرد۔ اور طریقت میں شیخ ماہیر پوری کے مرید اور خلیفہ ہیں جن کو خلافت کا خلعت اور اجازت کا فرقہ شیخ من السعری شیخ ادہن۔ ابن شیخ نبی الدین جو پوری کی خدمت سے ملا تھا شیخ محمد۔ محمد شاہ ابن مبارک شاہ فاروقی کے دور دولت میں گجرات سے خاندیس میں آئے ہیں۔ ادہرمان پور میں مسجد اور خانقاہ بنائی ہے۔ ہمیشہ حدیث۔ تفسیر۔ اور دیگر دینی علوم کو درس میں مشغول رہتے ہیں۔ بہت سے طالب آپ کی رہنمائی کی برکت سے حق شناسی کے درجہ کو پہنچ گئے۔ آپ کے کسی قدر حالات اس طرح ہیں۔ آپ از بس کریم بنوی علیہ السلام کی زیارت پر والاد شیفہ ہیں۔ اس واسطے ہر سال اپنے وطن سے ہماز کے موسم پر دیوانہ وار اٹھ کر دیہ کے کناروں پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر کوئی مانع پیش آ جاتا ہے۔ تو آئندہ موسم تک صبر کرتے ہیں۔ مدہ اپنے مطلوب مقصد کی طرف متوجہ ہو کر روانہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طریق سے اکی دن سفر حجاز کو دریا کے راستے سے گئے۔ اور حرمین شریفین کے طواف سے دنوں جہان کی سعادت حاصل کر کے اپنے وطن کو لوٹ آئے۔ بہت کا قدم سنت کے راستہ میں استواری کے ساتھ رکسکر

صلوات مستقیم پر چل رہے ہیں۔ سماع دس سو دو کی طرف میلان نہیں کرتے ہیں۔ اور ماہ ربیع الاول کے اولین بارہ روز میں روزمرہ رات کو حدیثیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت میں عربی اور فارسی قصیدے۔ ذاکرین کی جماعت۔ آواز مزین کے ساتھ پڑھتی ہے۔ اور جو کچھ آپ کی بساط میں ہوتا ہے وہ اُن ایام میں حلوے۔ عطریات۔ اور صلیحا۔ فقرا۔ مجلس سیلاؤ کے ذاکرین اور حاضرین ان اصحاب کی خدمت کرنے میں عزم ہو جاتا ہے۔ اور کوڑی پیسہ جو کچھ آپ بچاتے ہیں۔ اُس کا سبب ان چند روزوں میں انہیں چند مبارک ایام کا خرچہ ہے۔ یا کسی معتد شخص کے ہاتھ حرمین محترمین کو بھیج دینا۔ جو بیجا کراؤں ملک کے فقرا کو تقسیم کر دیوے۔ ان دو اہم کاموں کے سوا دوسری آرزو۔ اشیاء کے جمع کرنے اور لینے کی عین ہوتی ہے آپ کی عمر عزیز اس ہجری سنہ ایک ہزار بائیس میں ستر کو پہنچ گئی ہے۔ امید ہے۔ کہ باقی ماندہ مسنوات گذرے ہوئے مسنوات سے زیادہ ہونگے۔ آپ کے کامگار اور ذی معرفت متعدد فرزند اور مرید ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سب کو رشد کے بلند مرتبہ پر پہنچا دے۔

شیخ ادہن جو شیخ ماہ کے پیر تھے۔ مشائخ وقت کے انیس۔ اولیائے زمانہ کے جلیس اور بزرگان دین دوست اندر رئیس تھے۔ کہتے ہیں۔ مولانا علاء الدین محمد لاری۔ نوع انسانی کے بڑے جوہر شناس اور دقائق سخندانہ کے بال کی کمال نکالنے والے تھے۔ فرماتے تھے شیخ ادہن۔ اپنے زمانہ میں بے نظیر ہیں۔ مولانا محمد برغلی کے بہائی مولانا حافظ برغلی کو جنت آشیانی کی رکاب میں جب ہجرت کی توفیق نہیں ہوئی۔ اور جو بنور میں رہ گئے۔ تو ارادت مند ان شیخ ادہن کے حلقہ میں داخل ہو کر ہمیشہ ان کی خدمت کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ علی ہذا القیاس جنت آشیانی کے امیر اعظم اور عالی فطرت خان تہان علی قلی نے جب ہجری سنہ نو سو پینسٹھ میں جو بنور کو الغانون کے قبضہ سے نکال لیا تھا تو شیخ ادہن کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ مراسم عقیدت مندی ادا کئے تھے۔ القصہ سبب تم کے لوگوں نے اپنی گردن شیخ ادہن کی ارادت کے طوق میں دے رکھی تھی۔ تمام اقسام عمر کے حقوق کافی طور پر حاصل کر کے اطوار زندگانی کی حقیقتیں معلوم کی تھیں۔ بعدہ ہجری سنہ نو سو پینسٹھ میں حقیقی محبوب کے وصال کی مجلس میں جادو داخل ہوئے۔ خواہنگاہ جو بنور۔

یاد شیخ عبدالحق حقی تخلص

آپ حقی تخلص۔ قادری مشرب۔ دہلوی مسکن۔ علوم متداولہ و لدنون متعارفہ کے دقیقہ شناس۔

عالم ارواح کی اور کتاب اور عالم اجسام کے موالید نامہ کی رموز سے واقف ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کے کسی قدر مجتہد حالات۔ جو کسی تذکرہ نویس کی سابقہ گزارش کے بدون راقم گلزار کی صورت علیہم۔ عیان کے تختے پر لکھتا ہوں۔ ہجری سنہ نو سو پچانوین کے آغاز میں سفر حجاز کے شوق کے جذبات آپ کو اپنے وطن سے نکال کر مالوہ کے راستہ سے بندر گجرات کی طرف لے آئے۔ ان ایام میں مرکز دار مردمی و مروت۔ مہر پر محمد و مکرمت۔ مروج مراسم ملک و ملت۔ بزرگ کو کہ عرش آستانی اکبر شاہ۔ حاکم ممالک صوبہ مالوہ۔ مرزا عزیز محمد الملقب بہ خطاب اعظم خان مدظلہ۔ شہر اجمین میں بطریق قیام تشریف رکھتے تھے۔ جب آپ مرزا کی ملازمت اور اجازت سے راستہ چل کر دار العبرۃ مشہد (مانڈو) میں آئے۔ تو اون ایام میں راقم گلزار نے بھی آپ کے با فروغ دیدار سے بہت کچھ فیروزی اور فرخندگی کے فوائد حاصل کئے تھے۔ بالآخر آپ گجرات میں ایسے وقت پہنچے۔ کہ موسم حجاز گزر چکا تھا۔ میرزا نظام الدین احمد اُس صوبہ کے بخشی تھے۔ انہوں نے بے حد التماس کر کے آئندہ موسم تک ٹھہرایا اور نہایت خواہش کے ساتھ آپ کی خدمت میں انجام دین۔ پر جب دوسرا سال آیا۔ تو اُسی مشیت کی کار سازی سے آپ حرمین شریفین کے طواف سے مشرف ہوئے۔ وہاں پر مکہ معظمہ میں شیخ علی متقی کے خلیفہ اور جانشین شیخ عبدالوہاب رہتے تھے۔ ان کی سعادت تلقین سے خلعت پایا۔ اور نیز اس محل مقام کے دیگر عالی اسناد بزرگوں سے بھی کتب احادیث کی تصحیح فرائی۔ القصۃ بطولہا جب آپ مراجعت کر کے اپنے وطن مالوف میں پہنچے۔ تو خلوت اور وحدت کی حلاوت نے سیر و سیاحت کا اندیشہ عزم کے مذاق میں تلخ کر دیا۔ آج کے روز نک کہ ہجری سنہ ایک ہزار بائیس ہے۔ آپ ہمیشہ صبر و سکون کا ہلون۔ آسودگی کے دامن میں پٹا ہوا رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ طالبان علم و عرفان کے درس اور تلقین میں مشغول رہ کر اپنے بابرکات اوقات کے عامر ہیں۔ اور بایں ہمہ الحکم رشداً اپنے اس فرصت کے اندر عالم باطن کی پردہ نشینوں کی تصویر بھی قلم کی نقاشی سے کینچ کر کتب تصنیف کو معرفت بیانی کے تصویر خانہ میں جگہ دی ہے۔ بالخصوص تذکرہ مشائخ جواخیار الاخیار کے نام سے نام زد ہے۔ اس کتاب کی خوبیان۔ تعریف کے قالب میں نہیں سما سکتی ہیں۔ چونکہ آپ نے اس تذکرہ کے ضمن میں اپنے آبائے کرام و اقربائے عالی مقام اور حضرات مرشدین کے با حقیقت حالات تحقیق اور تفصیل کے ساتھ لکھی ہیں۔ اس واسطے راقم نے اس حامل الاختصار نسخہ میں صمد الذکر حالات کا اعادہ نہیں کیا۔ بلکہ تمیناً نہرست کے طور پر۔

اور عنوان کی طرح۔ اس عزیز ماجرا میں سے چند حرف لکھے ہیں آپ کے عالی فطرت فرزند ان رشید سب کے سب دانشوری اور سخندانہ کے درجہ کو پہونچ کر راہ طریقت پر چل رہے ہیں۔ خدا کرے۔ پدربزرگوار کی مشاطگی سے سب کی عمر دن کی نو عروس۔ علم و عمل کے زید ہے۔ ہمیشہ روز افزون بناؤ سنگھار کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

یا مولانا محمد رضا

آپ شکیبہی تخلص۔ اور خواجہ عبدالصغمانی کے فرزند ہیں۔ فنون حقولہ کے مسائل کے ذاکر اور طبقات سلف کے اُن حالات کے بیان کرنے والے ہیں جو اصحاب سیوناریج کی کتب میں مسطور ہیں۔ آپ فارسی شعر کو اعلیٰ درجہ پر پہونچا کر فن انشائین آثار استادی۔ ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو کچھ آپ کی معنوی خوبیاں ہیں۔ وہ الفاظ اور تعبیر کے کاسب میں نہیں آسکتی ہیں۔ کسی قدر آپ کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ آپ کے مورخان عسلی خواجہ عبداللہ نامی کی پاک نسل سے ہیں۔ جن کے باکمال حالات۔ نفحات الانس میں حقائق پناہی مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی نے لکھے ہیں۔ خواجہ عبداللہ امامی خواجہ امین الدین حسن کے فرزند ارجمند تھے اور خواجہ امیر الدین حسن وہ ہیں۔ جن کے مبارک نام پر سان الغیب خواجہ حافظ شیرازی نے ایک غزل موشح کی تھی۔ یہی غزل اسی غزل میں سے ہیں حافظ

نیل لالہ نسرتی نہ برگ نسرین دارم

چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

چو در گلزار تاباش خراما غم محمد اللہ

برندی شہر شد حافظ پس از چندین درعین

دوسرے یہ ہے۔ کہ اجری سنہ ایک ہزار چار کے آغاز میں آپ خانخانان مدظلہ کی سپہ سالاری کی ملازمت میں دکن کی پیدش پر عازم ہو کر آئے تھے۔ مولانا نظیری پشاپوری۔ بویقلی بیگ انیس ملاج علی سندھی۔ شریف کاشی۔ ملا کامی ہندواری ملا بقائی۔ یہ تمام اصحاب۔ اور نیز اہل سخن کی دیگر جماعت بھی۔ رفاقت میں تھی۔ یہ جدا اصحاب منڈو (مانڈ) کے راستے گزرے جو راقم کا غریب خانہ ہے۔ روحانی شناخت تو اول ہی سے تھی بلکہ اکثر دلائل جنود فجداتہ قیادف منہا ایتلف یہ موقع آیا۔ تو صدر النکر شناسائی۔ غیب کے ترخانے سے نکل کر وجود کے جلوہ گاہ میں آئی۔ اور ہر دونوں جانب سے ہوئی اس کی پیدش۔ لفظ نواوگی کے درجہ سے اوہر کمال کے درجہ کو پہونچی نیکن اس تربیت کی معین

معرفت کے جسم پر مفارقت کی بیماری مکرر عارض ہوئی۔ اس کا مدد کہ بغیر آفت دیکھے ہوئے۔ ہر دفعہ مرض مفارقت صحت قرب کے ساتھ تبدیل ہوتا رہا۔ القصۃ لبطولہما ہجری سنہ ایک ہزار سترہ میں پیر آپ کا عبور منٹو (مانڈو) پر ہوا۔ چونکہ ایک مدت کے بعد اوبت ملاقات پہنچی۔ اور یہ وقت وہ وقت تھا کہ راقم مشائخ وقت اور بزرگان عرصہ کے بامضا حالات لکھ رہا تھا۔ لہذا گریہ ہوئے خاص خاص واقعات دریافت کئے گئے۔ فرمایا۔

”ہجری سنہ نو سو چوٹھمہ میں میری علمی صورت۔ عالم عین میں آئی۔ جب زمانہ ہوش آیا۔ تو کچھ علوم تو شیراز میں۔ اور کچھ اپنی زاد بوم میں تحصیل کر کے۔ مطالعہ کے ذریعہ سے عبارت پڑھنے میں مہارت پیدا کی۔ جب عمر نے چونتیس سال کی بساط پر قدم رکھا۔ تو کلام کا وزن برابر کرنے کا ملکہ پیدا ہوا۔ اور جوانی نے قوت جسمانی بخشی۔ اس بیاد پر یہ بند وستان کی ہوا۔ سر میں بری۔ زبان دل کی اطاعت کر کے اپنے مکان سے لار ہو کر ہرمز میں آیا۔ سرزمین بند چوہا کی کشتی میں مٹی کر دریا پار کے کنارہ آ۔ اوترا۔ بیان سپہ سالاری کی ملازمت کا شوق مجھ کو کشان احمد آباد گجرات میں لے گیا۔ ان ایام میں نواب کام بخش دار الخلافہ شاہشاہی میں تشریف رکھتے تھے۔ لہذا جس طرح سے ممکن ہوا۔ احمد آباد سے روانہ ہو کر اپنے تئیں نواب مظفر کی گرامی خدمت میں پہنچایا۔ ہنوز میں اپنے دامن سے گدراہ نہیں جھاڑنے پایا تھا۔ کہ ہمراہ دلدل تہ کے لشکر میں فوراً جانے کا عزم باجزم ہو گیا۔ اسی تائید شامل حال تھی کہ فتح کا چہرہ نظر آیا۔ اور اس صوبہ کا دالی میرزا جانی جوتا۔ اس کو ہمراہ لیکر شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ انہیں ایام میں دکن کی لڑائی بھی حسب مشیت ایزدی نواب کی خدمت میں ہگتنی تھی۔ سو با توقف اور ہر روانہ ہونا پڑا۔ قصہ کوتاہ ہجری سنہ ایک ہزار چہمہ میں سہیل مقنود کی لڑائی کے بعد حسب قرارداد بیان سے فارغ ہو کر لشکر سرخ زمین آیا۔ ناگاہ خون شکم کی بیماری عارض حال ہوئی۔ بیان تک کہ دوست زندگی سے ناامید ہو کر اخوی سفر کے سامان میں مشغول ہوئے۔ اس حالت میں یہ ارادہ مصمم ہوا۔ کہ اگر صحت حاصل ہو جاوے تو آئندہ دنیا کے کام کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا اور اخروی سامان کو راہ حجاز میں صرف کروں گا۔ اسی بعد سے شفا کا ستارہ طلوع ہو کر اونچا ہونا شروع ہوا۔ چونکہ تعلقات کا سلسلہ بے انتہا مستحکم تھا۔

اس واسطے شمسی چٹہ دور میں تدبیریں کرتے کرتے بتدریج منقطع کیا۔ اور دل کو کامل طور پر دنیا کی گرفتاری اور آلائش سے نجات دی۔ پھر ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں حجاز کے مبارک سفر کا ارادہ ہوا۔ تین سال کے اندر دشواریاں اور سختی کی گھاٹیاں طے کر کے۔ اس باسعادہ سفر کو انجام دیا۔ وہاں سے مراجعت کر کے بندر سورت کے کنارہ پر آترا۔ جب بہان پور میں پہونچا۔ تو وہی خانخانان کی محبت کی زنجیر آزادی کے پانون میں پڑ گئی۔ بے اختیار ایک مدت تک ملازمت میں جس طرح مقدر تھا۔ بسر کیا۔ چونکہ یہ بات تجربہ میں آچکی ہے کہ جو کام صفائے طبیعت کے ساتھ کیا جاوے۔ اُس کی تاثیر ضرور ہوتی ہے۔ لہذا ہجری سنہ ایک ہزار انیس میں نواب نے میری گوشہ نشینی کی درست خواہش پر اطلاع پائی اور آزادی کی اجازت دیکر اندوہنا سو پر مرہم رکھا۔ اور جہانگیری عالی شان دربار سے سید غاں جو درویشانہ معیشت کے واسطے مکتفی ہو۔ لیکر دہلی میں گوشہ اختیار کر لیا ہے گا۔

اب آپ صدارت کا خلعت پہن کر فقراے دہلی کی خدمت میں فراغ دل سے خدا کے ساتھ مشغول ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو نشاط حضوری نصیب فرماوے ایہا السامعون ان ایام میں خانخانان انجمن کے اندر۔ اور سپہ سالاری کی مسند پر صاحب مجلس کی توجہ سے سخن بیج اور عالی فطرت آدمیوں کا ایک ایسا دائرہ فراہم ہوا تھا کہ اگر ایران اور توران جیسے بڑے بڑے ملکوں کے سلاطین کوشش کریں۔ تو ایسی غریبی اور خوشی کی جامع مجلس کو بہن میں ہی منقذ نہ کر سکیں۔ آپ لوگ۔ اس راست کلام کو صرف آواز اور مدح کا نقش نہ سمجھیں۔ کیونکہ اگر آپ لوگ منی صمانہ معاملہ پیش کریں گے۔ تو اس مدعا پر عادل شاہ۔ قاضی وقت کے حضور میں بہت سے پیش کئے جاسکتے ہیں بالخصوص یہ سربراہ دون کی جماعت جس کے نام اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ اس جماعت کی گفتار۔ اور اس کا شعار۔ اپنے خداوند دن کی فضیلت اور فصاحت پر خود گواہ ہے۔ بہمدان اصحاب کے مولانا نظیری نیشاپوری ہیں۔ حاجی اکبرین درویش طبیعت۔ صوفی سیرت۔ اور مہذب الاخلاق تھے۔ آپ کے کلام کی ہجون میں تاثیر کی تلقین۔ سوشگی کی شورش۔ اور چوٹ کھائے ہوئے دل کا تالہ۔ یہ صفات۔ فصاحت کی شیرینی۔ اور عبارت کی ترتیب سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے زندگانی کے آخرین حصہ میں نظم کا رخ۔ موصوفیوں کی گفتار کی طرف بہرہ دیا تھا۔ اولاً عربی عبارت میں مہارت راقم کلمہ

کی مصاحبت سے پیدا کی تھی بعدہ بارہ سال جو بقیہ عمر کا حصہ رہتا اس کے اندر احمد آباد میں قیام کر کے دینی علوم تحصیل کئے تفسیر و حدیث کی تصحیح۔ مولانا حسین جوہری دائرہ والکی خدمت میں کی تھی۔ ۱۰۷۰ ہجری۔ ایک ہزار بیس میں عالم قدس کو کوچ فرما گئے بیت

لا ینفع العلم والاداب والہجے وصاحبہا عند الکمال یوت

یاد شیخ فرید

آپ شیخ عبدالحکیم ابن شاہ باجن چشتی برہان پوری کے فرزند ہیں تفصیل و فراست کی فصل کی فوہبار رفقا دریا ضست کی بسیج کے نوروز۔ کشف و کرامات کی کتاب کے شاگرد۔ اور حالات و مقامات کے خداوند ہیں۔ شروع ہوش کے زمانہ سے آپ سیح القلوب کی خدمت پر شیفۃ ہیں۔ علوم ستاد اور تحصیل ان کے درس میں کر کے عیانی اور بیانی علوم کے کمالات کو پہنچے ہیں۔ فارسی اور عربی کی بیت سی مبسوط کتابوں کا اختصار اور انتخاب اس طرح سے کیا ہے۔ کہ وہی انتخاب ان مبسوط کتابوں کے معانی کا فائدہ دیتا ہے۔ آپ فارسی شعر و دیشانہ کہتے ہیں۔ آپ کی حالت دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ فکر کی زبان۔ شعر کو ذکر میں اور کرتی ہے۔ یعنی ذکر ہونا شاع ہونے سے بہتر ہے۔ اکثر سرد کی مجلسوں میں دیکھا گیا ہے۔ کہ جب سماع کے وقت آپ تواجد کے ہاتھوں کو جنبش دیتے ہیں۔ تو اہل انجمن کے لب پر شوق کا لغرہ۔ اور سر پر حیرت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ آپ کی ظاہری صفائی اور باطنی نور سے آبا سے کرام کی معرفت کے چراغ میں باز سر نور و شنی پیدا ہو گئی ہے مصحح کجا حدت حسنش را ہنوز آغاز می بینم۔

سیح القلوب اپنے بڑے بیٹے شیخ عبد الستار کی پرورش۔ اور آپ کی تربیت یکسان فرماتے ہیں۔ اور آپ ہی اپنے مرشد کی نسبت نہایت اطاعت اور ادب کے مقام میں رہتے ہیں بیت

میان عاشق و معشوق صحبت عجب است اگر فرشتہ بود غیر در نمی گنج

خدا کرے۔ ان دونوں اوج شرف کی نیرن۔ اور دونوں برج سعادت کے قمرین کی تربیت کا پرتو۔ ابن الاشفاق کے سر پر ابدال آباد تک رہے۔

یاد خواجہ علی مسیحی تخلص

آپ کی زاد بوم احمد آباد ہے۔ قادری سلسلہ حسین رومی کے فرزند۔ اور گجرات کے بڑے دولت مند

مین سے تھے طریقت کی تلقین مسیح الاولیا سے تھی۔ راقم گلزار کے ساتھ بہت کچھ رسم دوستی رکھا کرتے تھے۔
 رسمی علوم کی کلیات سے آگاہ تھے فارسی زبان میں صوفیانہ اشعار لکھا کرتے تھے۔ آزاد خاطر۔ فلغ ابال
 نوعی خیر کا سے بے نیاز قسام لاشریک لہ کے دئے ہوئے حصہ پر خوشنود تھے۔ اپنے مرشد کے
 فرق عادات کے متعلق حالات کے چند اوراق لکھ کر راقم کے پاس بھیجے تھے۔ منجملہ ان کے چند بیانات
 کا خلاصہ تو عبارت میں لاکر راقم نے اپنے گلزار کی بہار بنایا۔ باقی چند بیانات کو عند اختصار کر کے دیگر تذکرہ
 نویسوں کی کتابت پر موقوف رکھا۔

رومی نگار خانہ میں سے ایک بات ہے۔ کہ سید محمد قادری کے بیٹے۔ سید عبداللطیف نے شیخ عبدالرحیم
 چشتی عادل پوری کی روایت کے حوالے سے فرمایا ہے۔ کہ شیخ عبدالرحیم کہتے تھے۔ ایک رات اعتکاف کے
 اندر خواب اور بیداری کے درمیان مجھ کو ایسا معلوم ہوا۔ کہ چار نورانی اشخاص نے مسیح الاولیا کے بیٹے کے واسطے
 ان کے مکان میں ایک تخت آستانہ کیا ہے اور ان کے نام سے قطبیت کا ترانہ گاتے ہیں۔ اور مسیح الاولیا
 سکر تے ہوئے فرماتے تھے۔ مجھ جیسے شخص کو اس تخت کی نشست کے لائق نہ سمجھو۔ قصہ کوتاہ۔ ان چاروں
 شخصوں نے مسیح الاولیا کے بہانہ پر خیال نہ کر کے تخت کے اوپر بٹھایا۔ اور سب ازراہ طرب سامنے ادب
 ہاتھ باندھ کر مبارک بلو میں خوشی اور نشاط کی آوازیں بلند کیں۔ جب میں صبح کے وقت مسیح الاولیا کی خدمت
 میں گیا۔ تو میرے بشرہ سے رات کی دیکھی ہوئی حالت کے آثار معلوم فرمائے۔ اجازت کے واسطے لب نہ ہلایا۔
 اور مجھ کو کہنے سے روک دیا۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد جب خلوت ہوئی۔ تو وہی خواب کی سرگزشت
 مجھے بے کم و کاست خود ظاہر فرمائی۔ میں اسے جل شانہ کا شکر بہت زیادہ کیا۔ کہ میری خواب اضغاث
 احلام (پریشان خوابوں) میں سے نہ تھی۔

یاد شیخ کا جا

آپ کا نام الہداد ہے۔ اور نسل اغوان سے ہیں۔ بے خودی۔ بے نیازی۔ اور آزادی۔ آپ کا
 شہر ہے۔ جب جوانی تھی۔ تو آپ نے ایک عمر سپادگری میں ہی گزاری۔ انہیں ایام میں ایک حسینہ عورت پر
 بھی نظر جا پڑی تھی۔ اور آپ اس پر نگاہ ہو گئے تھے۔ مجازی محبت کا غلبہ ظاہری اسباب روزگار چھوڑنے کا
 سبب ہوا۔ اور رفتہ رفتہ نوبت یہ جذبہ پہنچی۔ سارنگ پور ماوہ میں رہتے ہیں حصار دور و دور لوگ ہمیشہ اپنی

خدمت میں جاتے ہیں۔ اور آپ کے ایسے عجائبات دیکھتے ہیں جو خرق عادات تو نہیں۔ البتہ قریب بہ خرق عادات ضرور ہیں۔ القصۃ آپ شرب جذبات سے مست۔ اور خفا کی آزادی میں مدہوش ہیں جب راقم نے آپ کے حالات تحریر فرمانے کے واسطے عارف وقت اور عارف تخلص صورتہ اور معنی سید مولانا محی الدین سازنگ پوری کے خدمت میں مدظلال افادۃ یاد دہانی کی۔ تو مولانا نے آپ کے اسرار کچھ ایسے لکھے کہ کانوں سے سن کر سخت تعجب ہوا۔ باوجود پانچ منزل کی مسافت کے۔ اور باوصف غلبہ شوق کے۔ آپ کی صورت جدول کے اندر ہے۔ آنکھوں کی منزل میں نہ لاسکا۔ اس میں خشک نہیں جو شے مرہون وقت ہوتی ہے۔ اس کا انفکاک نقد وقت خرچ کرنے کے بدون۔ صرف کوشش سے نہیں ہو سکتا ہے۔

یاد شیخ داؤد شطاری

آپ کے پدر بزرگوار کا نام شیخ خان محمد ہے۔ آپ کی حقیقت حال۔ صبر اور شکر کے مرتبہ سے بڑی ہوئی ہے راقم آپ کی از خود رستگی۔ اور شگفتگی کا حال کیا لکھے آپ شہر اور جنگل کو بے تفاوت ایک سمجھتے ہیں۔ درویش اور توکر میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ آباد اور ویرانہ کو یکساں جانتے ہیں۔ سب کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔ اظہار احتیاج کو کفر طریقت شمار کرتے ہیں۔ ایثار (دوسروں کی مصالحت کو اپنی منفعت پر مقدم رکھنا) اور نثار کو فرض سمجھتے ہیں۔ آپ کے کسی قدر حالات اس طرح پر ہیں۔ آپ کے پیر فرقہ اور صحبت محمود العواقب شیخ جلال محمود شطاری ہیں۔ عین جوش شباب میں ترک وتوبہ کی توفیق نے آپ کے آرزو مند دل کی فریاد رسی کی۔ اور رہنما بزرگ کی تلاش کے ارادہ پر گھر سے نکال کر مسافرت میں ڈال دیا۔ ہر ایک آبادی اور ویرانہ میں پہونچ کر۔ ان بزرگوں کی ملازمت حاصل کی۔ جو ارشاد کی عام شاہراہ پر بیٹکر طالبوں کی ہدایت کا سامان فرماتے تھے کسی شخص کے دیدار سے اپنی پرورش کا کاغذ آپ نے مطالعہ نہیں کیا۔ اسی طریقہ پر قدم لگائی کرتے کرتے شہر منڈو (مانڈو) میں آئے ازل عنایت کے پر تو سے راستہ محمود العواقب کی خدمت میں ملا۔ اور اولین مشاہدہ میں ہی دبستگی کی توڑی سی چمک نابان ہوئی۔ بہر حق شناسی کے آثار روز افزون چڑھنے شروع ہوئے چنانچہ بہت تھوڑے عرصہ میں اذہمروا اشغال کی تعلیم اور مراقبات صوفیہ کے تصورات کا نشیب و فراز طے کر کے شطاری راہ درویش سے آشنا ہو گئے تین سال بعد محمود العواقب نے صورت کا برقع حقیقت کے چہرہ پر سے دور کیا۔ اور ان کا آفتاب عمر خردی مغرب میں ڈوب گیا۔ آپ نے

یہ تقاضا ہے وقت مکان مرشدین جب تک مقید رہے۔ گزراں کی۔ جب حضرت غوث الاولیا کی زیارت اور عالی قدر مخدوم زادوں کی ملازمت کا شوق هجوم کر کے آیا۔ تو باطنی جذبات کے ساتھ روانہ گواہ ہوئے۔ گوالیار پہونچ کر بہت برسوں تک شیخ عبداللہ۔ اور شیخ ضیاء اللہ کی صحبت سے انہی معرفت کا فیض حاصل کیا۔ اس درمیان میں صوبہ دہلی۔ اور ممالک شرقی و شمالی کی سیر و سیاحت کر کے۔ شہر نشین دانشوروں اور صحرانگزمین خدا پرستوں کے دیدار باطن کی تشنگی کو دبا یا۔ اور صفائی قلب کی بدولت سرخسہ وحدت کے کنارہ سے۔ کامیابی کے ساتھ سیراب ہوئے۔ کم و بیش بیس سال بعد ہجری سنہ ایک ہزار اٹھیس میں ہجر گوار کی زیارت کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ منڈو (مانڈو) کی طرف آئے۔ یہاں پر کچھ اور ایک سال بسر کرنے کے بعد۔ پھر شوق گوالیار۔ گوالیار۔ کو لے گیا۔ جب بمقام گوالیار پہونچے۔ تو حضرت غوث الاولیا کے جانشین شیخ عبداللہ کو مرض الموت میں مبتلا پایا۔ چنانچہ شیخ عبداللہ دس روز بعد آخر دی سفر کو روانہ ہوئے۔ آپ نے چند روز تو شیخ عبداللہ کے فرزندوں اور ملازموں کے ساتھ افسوس اور تاسف کے اظہار میں شریک رہ کر مراسم تعزیت ادا کئے۔ پھر اجازت لیکر منڈو کی طرف مراجعت فرمائی ہجری سنہ ایک ہزار اکیس میں باہ ذی قعدہ اپنے شہر مالوت میں داخل ہوئے۔ جو کچھ آپ کے ظاہری ماجرا کا خلاصہ تھا۔ اختصار کے طور پر لکھا گیا۔ لیکن آپ کی باطنی حقیقت جو کچھ ہے۔ اس کے بیان کرنے کی طاقت عبارت میں نہیں ہے۔

یاد شیخ اولیس پور غوث الاولیا

آپ نے ہنگام جوانی میں عزنی زبان کی مہارت پیدا کر کے ظاہری علم تحصیل کیا تھا۔ نیز سلوک کے راستہ میں قدم رکھ کر پانچون جوہروں کو کوہ یہین۔ عبادات۔ اوراد۔ دعوات۔ اذکار۔ اور اشغال عمل میں لاکھے ہیں۔ اور اپنے تمام اوقات کو مشائخ کے معمولی کاموں پر تقسیم کر کے ایک لحظہ بھی بیکار نہیں جانے دیتے ہیں۔ احمد آباد کی خانقاہ اور مسجد آپ کے پدربزرگوار کی تعمیر کرائی ہوئی ہے اس کو ظاہری اور باطنی مرتبہ سے معمور رکھتے ہیں۔ آپ کی طبیعت اخلاص و دست واقع ہوئی ہے۔ اس نے شہرت کے مقابلہ میں گناہی کو اختیار کیا ہے۔ ظاہر کرنے والی رسمیات کو دل میں گھسنے نہیں دیتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ افضلہ اعلم روزگار امیر شاہ میر شیرازی کی سادات نسل سے ہیں۔ جنہوں نے بزرگ سلطان محمود کی سلطنت کے زمانہ میں گجرات میں آکر جانا پیر میں قیام فرمایا تھا۔ امیر شاہ میر۔ صدر الدین محمد شیرازی۔ اور مولانا جلال الدین

دوانی یہ تینوں بزرگ ایک ہی زمانہ کی مجلس میں صدر نشین تھے۔ جب راقم گزرا ہجری سنہ ایک ہزار تین
 میں وجیہ الملتہ کے مقدس روضہ کا طواف کرنے کے ارادہ پر خاندیس سے احمد آباد گیا تھا۔ تو اس وقت
 میں شیخ ادیس سے ملا تھا۔ حالات بیان کرنے کے ضمن میں ایک تقریب سے گزارش کیا۔ کہ علی العموم
 مشائخ اور بالخصوص اسودگان ہند کے بالکمال احوال کی جمع اور تالیف کا خیال ایک مدت سے دل میں
 ہو رہا ہے۔ دعا سے امداد فرمائیے تاکہ ذہن کی خلوت میں بیٹھنے والیاں تحریر کے کلمے ہوئے میدان
 میں نکل کر اپنا جلوہ دکھائیں۔ آپ نے دعا دیکر فرمایا۔ اگرچہ یہ منصوبہ دیر سے ظہور پذیر ہوگا۔ لیکن بہت اچھا
 ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ دس سال تک اس مسودہ کے تیار کرنے کے واسطے قلم اٹھانے کی توفیق ہی نہیں ہوئی
 بالآخر جب ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں شیخ ابوالخیر مبارک خضر جن کی پیشانی سے فلاح اور اخلاق کے
 بہت سے آثار نمایاں تھے۔ بطریق سفارت میرزا شاہ رخ والی ملک بدخشان کی ملازمت میں جانے کے
 واسطے اجین مالوہ میں آئے تو غوفی شہی ان ایام میں مولانا کمال محمد عباسی کے عرس کے واسطے اجین
 کو گیا تھا۔ چونکہ شیخ ابوالخیر مبارک خضر کو راقم کے مذکورہ بالا ارادہ پر۔ اور اس کے آغاز اور انجام پذیر ہونے پر
 اطلاع تھی۔ تو ہنگام ملاقات کمال آرزو اور اخلاق کے ساتھ زمانہ کی بیوفائی۔ عمر کی کوتاہی۔ اور مافی الغیبت
 معلوم ہونے کے متعلق بہت سی باتیں کر کے اس کے اہتمام کے واسطے غایت درجہ راقم کو آمادہ
 کیا چونکہ اہتمام پر آمادہ کرنے والی شیخ ابوالخیر کی گفتار الہی تقدیر کے موافق تھی۔ تو کوشش کا دامن خدیت
 گزاری کے ہاتھ نے پکڑ لیا۔ اور شیخ کی ہمت اور امداد کی برکت سے اولین نسخہ دو سال کے اندر کتابت کی
 صورت میں آیا لیکن اس کی تصحیح اور صاف کرنے میں ہزاروں کا کی شکل پیدا ہو گئی۔ آخر کار سچ القلوب
 کے پیامی اور زبانی تازیانے جو غیبت اور حضور میں وقتاً فوقتاً لگتے رہے یہ تازیانے نلم تسبیح کی روانی
 کا باعث ہوئے۔ اور سچ القلوب کے با تاثیر نفاس کی برکات سے بیاضی نسخہ ہجری سنہ ایک ہزار یکم
 کے رجب مہینے میں اتمام کو پہنچا۔ اس ماجرا کے بیان کرنے کی علت غائی یہ ہے۔ کہ فرزند غوث الاولیاء
 (شیخ ادیس) کے فرمانے کے بموجب اس مجبوعہ کے فراہم کرنے کا تخم نامدیشہ۔ نوہار زبان کی امداد۔
 کلک بیان کے سینچنے۔ اور دستوں کی مددگاری سے۔ کاغذی صفحوں کے باغچہ میں اٹھارہ سال بعد
 درخت کی مانند بارور ہوا۔

الحمد لله المعین وحسن لقاءہ | جمیع اقسام محمد اسد جل شانہ کے واسطے ہی میں جو معین ہے اور اس کا حسن

لن سعوافیه قوله تعالى ومن اراد
 الآخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن
 فاولئك كان سعيهم مشكورا - علاقة
 من اراد الآخرة على الحقيقة ان
 يسعى لها و ارادة الآخرة اذا تجر
 عن العمل لها كانت غنيا
 لا ارادة

ان اصحاب کے واسطے ہے جنہوں نے اُس کے واسطے سعی کی ہے
 قوله تعالى ومن اراد النجى فخص طالب آخرت ہو۔ اور آخرت کے واسطے
 جیسی کوشش کرنی چاہیے ویسی کوشش ہو کرے اور دایمان بھی
 رکھتا ہو۔ تو یہی لوگ ہیں جن کی محنت خدا کے ہاں مقبول ہوگی۔
 جس شخص نے فی الحقیقتہ آخرت چاہی۔ اُس کی علامت یہ ہے کہ
 آخرت کے واسطے کوشش کرے اور ارادہ آخرت جب عمل آخرت
 سے خالی ہوگا۔ تو یہ صفت متمناى ارادہ ہے۔

قوله تعالى وهو مؤمن اى فى المال
 كما انه مؤمن فى الحال ويقال
 وهو مؤمن بان نجاة بفضل
 لا بسعي

قوله تعالى وهو مؤمن۔ ترجمہ۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو۔ یعنی عاقبت
 کے بارہ میں جیسے کہ وہ ایمان رکھتا ہے حال میں۔ نیز کہا جاسکتا ہے کہ
 وہ ایمان رکھتا ہو اس طور پر کہ اُس کی نجات نفس الہی سے وابستہ ہے نہ
 اُس کی سعی سے۔

قيل السعي المشكور المقبول ومع القبول
 يكون فى التضعيف موفورا كما
 ان صدقة العبد يربها ويكثرها
 فذلك طاعة العبد اذا شكرها۔
 يقيمها ويكثرها۔

کتے ہیں۔ سعی مشکورہ ہے جو مقبول ہو۔ اور قبول کے ساتھ دوچند
 ہونے میں زیادہ ہو۔ جیسے کہ بندہ کا صدقہ مقدار صدقہ کو بڑھاتا ہے
 اور زیادہ کرتا ہے۔ اسی طرح بندہ کی طاعت۔ جب بندہ شکر گزار ہو
 تو نتیجہ طاعت کو بڑھاتی ہے۔ اور زیادہ کرتی ہے۔

یاد شیخ حسن ابن موسیٰ احمد آبادی

آپ راقم کلزار کے پدر بزرگوار ہیں۔ کلام مجید کے حافظ۔ اور رسمی علم کے عالم تھے۔ آپ کے والد ماجد
 نے چار سال کی عمر ہونے کے بعد آپ کو استاد کے سپرد کیا تھا۔ اہم ترین سال میں ربانی کلام حفظ کر لیا۔ اور رسمی علوم
 کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ ان ایام میں آپ کے پدر بزرگوار کی موسوی روح۔ عیسوی کالبد کی طرح۔ آسمان کو
 چلی گئی جس کے سبب آپ کی بہت جمیعت۔ فراغت اور کوشش کی چار دیواری میں رخنہ پڑ گئے۔
 میں آپ کسی قدر نحو۔ فقہ۔ اور حدیث کے سوا کچھ تحصیل نہ کر سکے۔ مراسم اداوت سید جلال ابن سیامہ
 جعفر رفاعی کی خدمت میں ادا کر کے خانقاہ میں رہتے تھے۔ ہجری سنہ ۱۲۵۰ کو سو اکتالیس میں جب آپ کی

عمر جو بیس سال کی تھی۔ جنت آشیانی ہمایون شاہ نے گجرات فتح کرنے کے واسطے لشکر کشی کی تھی۔ اور سلطان
 خیمے احمد آباد میں آکر لٹھب ہوئے تھے۔ صوبہ مذکور کا حکمران سلطان بہادر دیاپار کے سواصل کی طرف بھاگا۔
 ان حوصلہ آزما اور خرد ربا حادثات کے پیش آنے سے گجراتیوں پر پریشانی کی نوچیں بولش کر کے آئیں۔ قاعدہ
 کی بات سہراں الملوک اذ اخلوا قویۃ افسد وھا بیان تک کہ تریا کے متصل چہ ستارون کی طرح جو
 لوگ اجتماعی حالت میں آباد تھے۔ وہ نبات النعش کے منتشر سات ستارون کی طرح متفرق ہو کر تمام ہند کے
 شہروں میں پراگندہ ہو گئے۔ موسیٰ کے فرزند کا دل خانان کی خرابی۔ اور ہزار صوفیوں کی مفارقت کے سبب
 جو پریشان خاطر تھی۔ اُس سے پہلے ہی باختہ تھا۔ اب یہ تنہائی کا درد۔ اور اہل قبیلہ کی جدائی کا رنج۔ مذکورہ
 بالاداعات پر فرید ہوا۔ جس نے نہایت حسرت کے ساتھ گہرے ہی آوارہ کر دیا لہذا آپ ہمایونی باظفر شکر کے
 ہمراہ خاندیس سے چل کر مالوہ کی طرف آئے۔ ایک موضع لونہرہ نامی شہر منڈ (مانڈو) سے شمالی سمت میں
 تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اس موضع میں قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ چند روز تک رسمی اسباب کو ہاتھ نہیں لگایا
 صرف ظاہری توکل پر گزاران کی۔ اور دوبارہ نامی ایک عمارت قصبہ اور آبادی کی حدود سے دور ہے۔ اس عمارت
 میں آپ قیام فرما کر تن کے گھلانے۔ اور جان کی پرورش کرنے میں راتوں کو صبح کیا کرتے تھے اور دن کے
 اندر آبادی میں آکر آزادگان زمانہ کی صحبت میں گزارتے تھے۔ جو قلم بے سوال ہم پوچھتا تھا۔ چونکہ اُس کے
 روا۔ و ناروا۔ اور حلال و حرام کی تمیز ادھیچان میں قوت شناخت کا رگ نہیں ہوتی تھی۔ اور دل شریعت
 پسند کمانے کو چاہتا تھا لہذا اپنے فتوحات لینے سے ہاتھ آستین میں کھینچ لیا۔ اور روزی کے واسطے
 ناچار یہ تجویز نکالی۔ کہ آپ کی شب باشی کے گنا م گوشہ کی ہمسائی میں کاغذیوں کا ایک محلہ تھا۔ وہاں جا کر چند
 کاغذ قرض خریدے۔ اور کاغذ فروشی کے پردہ میں روزی دہندہ پروردگار کے کمال کا مشاہدہ کر کے اپنی
 حقیقت بین آنکھوں میں بصیرت کا سرمہ لگایا۔ اس پیشہ کے ذریعہ سے وسعت رزق کا دروازہ آپ کے
 چہرہ پر کشادہ ہوا۔ بیان تک کہ اس ملک کے تمام سوداگروں کے معاملات کا انحصار آپ کے مشورہ پر ہو گیا
 اور آپ رجال لا ینھم تجارۃ ولا بیع عن ذھب اللہ کے حلقہ میں سرگروہ قرار دے گئے۔ اور بہت
 مدت تک ایک جگہ رہنے سے ایسا ہوا۔ کہ بلخ دوستی کے تازہ کیلے ہوئے بیولون کے ہاتھ آپ نے اپنا
 ملہ بادشاہ جب کسی شہر کو بزرگ فتح کر کے اُس میں داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو اُن کا دستور یہ کہ اُس کو خراب کر دیا کرتے ہیں
 ۱۵۔ ایسے لوگ جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کرتے پاتی ۱۲۔

دل اور آنکھیں فروخت کر دیں۔ اور اس حالت کے اقتضا سے کہ خدا ہونے کا مہولی ضمیر کے اندر
اٹھ کھڑا ہوا۔

جب اس ناشگفتہ بول کی ہلک - دلسوز ہمدون کے دماغ کو پہونچی - تو انہوں نے اس اندرونی
خیال کو عمدہ سے عمدہ صورت کے ساتھ تکمیل کو پہونچایا۔ اور تنہائی کے وحشت کدہ سے رہائی دیکر خانہ باوی
کا سامان دیکر سعید کہ خداؤں کی طرح کیا۔ آخر کار سمد ہیانہ والوں کی کشش اور کوشش کے اثر سے آپ
نورہ میں رہنے سے دل تنگ ہو کر مندو (مانڈو) میں رہنے لگے۔ چند روز بعد ایک بوکا پیدا ہوا جس کا نام
نور محمد رکھا گیا۔ ہنوز دو سال کی عمر میں ہونے پائی تھی۔ کہ اُس بچہ کی ہستی کا سامان آسمانی ہوا۔ پہر ایک مدت
ہزار تک کسی فرزند کی ولادت کی نوید۔ گوش امید کے کان میں نین پہونچی۔ ہجری سنہ نو سو ساٹھ میں
شیخ میان حبیب جو سید جلال ابن سید احمد جعفر کے مرید شیخ عبداللہ زاکر کے خلیفہ۔ اور راقم
گلزار کے مامون ہیں تجارت کے طور پر احمد آباد گجرات میں گئے تھے۔ ایک دفعہ شب جمعہ کو اپنے پیروں کے
روضہ میں گئے۔ دو مراقبہ کے زانو پر۔ جو آرزو مندوں کے اونگھنے کا تکیہ ہے۔ اس ارادہ پر سر رکھ کر محو ہو گئے
کہ میری فلان ہمیشہ جو بچہ ہونے سے ناامید ہے۔ ان بزرگوں کی برکت سے نشاط خوشحالی کے ساتھ
امیدوار ہو۔ الحاصل عالم مثال میں ایسا نظر آیا۔ کہ ایک نہایت منور فائوس میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے
جس کی روشنی کے اندر میں اُس جگہ بآسانی پہونچ گیا ہوں۔ کہ جہان کا غم تھا۔ اور جہان راستہ کی تنگی و
ناہمواری اور رات کی تاریکی اور خوف سے نہیں پہونچ سکتا تھا بیدار ہو کر اسد جل شانہ کا شکر حد سے زیادہ کیا۔
شیخ میان حبیب وطن کو لوٹ کر آئے۔ تو اس بشارت سے ہمیشہ کے مغموم دل کو مسرور کیا۔ اور اسی واقعہ
کی تعبیر سے جو تقدیر کے موافق تھا۔ راقم گلزار کی علمی صورت نے اطوار سبعہ پر سے عبور کر کے جمعہ کی رات
تاریخ گیارہویں رجب ہجری سنہ نو سو باسٹھ میں عنصری پیکر کا لباس زیب بدن کیا۔

اس خوشی کی روح فزا ہوا سے گھر کے درو دیوار شگفتہ ہوئے۔ اور تمام خوشیوں اور عزیزوں کے
گہروں میں نوروزی اور آرائش کی صورت پیدا ہوئی۔ جس طرح باغ - ہزار داستان کے ترنم سے براہنگ

۱۔ اطوار سبعہ صوفیہ اصطلاح میں یہ ہیں۔ قلب۔ نفس۔ سہر۔ خفی۔ اور خفی اور بیان پر اطوار سبعہ
سے مراد مضمون آیہ قرآنی ہے۔ جو اٹار ہوین پارہ کے اول رکوع میں ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم
جعلنا نعلقة فی قرار مکن ثم خلقنا النطقه علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکنا العظام لحما
ثم افشانا فذا متجانسا الخ ۱۲

ہوتا ہے۔ اسی طرح نشاط اور خوشی دل کے نعمتوں سے مکان مالا مال ہو گیا۔ سعادت لگاؤ انجموں نے زائچہ کے اعتبار سے محمد نام رکھا۔ پرستار ان خانہ محبت اور تعظیم کی راہ سے راہ محمد کئے گئے۔ (راجہ ہندی لغت میں شاہ کو کہتے ہیں) اور پربزرگوار نے یعقوبی محبت سے یوسف نام رکھا جس قدر نقد و جنس قنبدہ میں تھا۔ نیز جس قدر نقد اور کپڑا و منسوسہ جو بیچ سکا۔ تمام کٹاواہ پیشانی سے۔ اور عذر و معذرت کے ساتھ معزوں کی تواضع اور تکریم میں۔ آزادہ دلوں کی تدرین۔ عزیزوں کی خلعت میں۔ مسطربوں کے گانے بجانے کے انعام میں۔ اور بادفروشن کی سخن آرائی کے صلہ میں صرف کیا عقد کوتاہ۔ ہر ایک گروہ کے ساتھ جس طریقہ سے کہ مناسب معلوم ہوا خدمت گزاری کرنے میں نیم قدم ہی پیچھے ہٹا کر نہیں رکھا چنانچہ صدالذکر لاف و گداز کی صورت راقم کے وطن میں گوناگون رنگ کے ساتھ شہرت رکھتی ہے اس ہمت آزما خوشی کے امد مال ٹٹا نے میں جو ڈھیلی چٹکی سے کام لیا گیا۔ اس سبب اپنے پر دوبارہ مال و منال فراموش کرنے میں کبھی تنگ و دور کے اپنا پائون غبار آلود نہیں کیا۔ صرف توت کی مقدار سے ضروری الوقت خیرین پسند ہیں۔ بالخصوص جب راقم کی عمر و پیش پانچ سال کی ہوئی۔ تو گردش زمانہ سے سلطنت میں صورت تحویل پیدا ہوئی۔ اس شورش کے سبب سے کیا سوداگر۔ اہ کیا سپاہی۔ جملہ ارباب و دوست ہجرت اور فرار کر گئے۔ اور نہ بیان زدگی کی ترقی ہونے کے سبب سے تہی دستی کا بازار گرم ہوا۔ چونکہ خدا طلبی اور دوشی کی سابقہ عادت پدید بزرگوار کی ذات میں استحکام کے ساتھ قائم تھی۔ اس واسطے کام کرنے والا ہاتھ بیکاری کی آستین میں اور پائون گوشہ گزینی کے دامن میں کہینچ لیا۔ آپ کا واپسی سفر شب جمعہ تاریخ چودھویں صفر ہجری سنہ ۱۰۵۸ ہجری میں ہوا ہے۔ اس وقت تک کسی حاجت اہ کسی کام کے واسطے اپنے مکان اور مسجد سے بازار کی طرف یا کسی کے مکان کی طرف باہر نکل کر نہیں گئے۔

مصنف گلزار کے حالات

تقریب کی تلاش میں کرنی پڑی۔ اور اس کے بدون سخن کا گھر۔ درویش کی سرگزشت پہنچا جس کو سنگلاخ کنانا سوزن عین ہے۔ پانچویں سال میں انہیں میرے امون (شیخ میا نجیو) نے مجھ کو شیخ کمال علی قریشی کے مکتب میں داخل کیا۔ ان دنوں بزرگوں کا کسی قسم بحال چوتھے چہن میں گزارش ہو چکا ہے۔ آٹھویں سال کے آغاز میں تجوید قرآن کی صفائی کی۔ چہرناہی خوان میں کوشش کی گئی۔ جب زبان دانی کے

کوچہ میں نورنار طفل کی مانند چلنا سیکھا۔ اور عمر نے گیارہ سال کے دائرہ میں قدم رکھا۔ تو پدیدہ بزرگوں کی حیات کی حرکی تمام ہوئی۔ کوچہ کے وقت فرمایا۔ میرے دل میں ایسا خیال تھا۔ کہ تیس سال تک اس خرد سال لڑکے کو جس کے خرد و ذرا زدن ترقی پر ہے۔ ہوشیار دانا دلون کی خدمت سے۔ اور اہل علم عالی فطرتوں کی ملازمت کے وہ مہینے ہونے دوں گا۔ تاکہ گوناگون درستی فنون اور انواع و اقسام کے ملکی اور انسانی علوم کی تحصیل میں ہر گرم ہو کر اپنا تقدیری جو ہر اونچے درجہ پر ظاہر کرے۔ لیکن اُخروی سفرِ عجلت پیش آ جانے کے سبب یہ اندیشہ اندرونِ باطن سے ظہور میں نہیں آیا۔ اور دل کے ارمان دل میں ہی رہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اپنے اپنے قلبی نقش کے قرارداد کو زبانی تقریر میں ایسی خوش سلوبی سے ادا کیا۔ کہ سننے والے کو نئے کی طرح اندر سے خالی کر کے۔ اپنے با اثر تر تم سے ملامت کر دیا اور راقم کے دل میں استحکام کے ساتھ یہ بات جمی۔ کہ اگر تقدیر بتیر کے ساتھ موافق آوے۔ تو والد ماجد کے قائم کئے ہوئے خیال کے موافق کار بند ہو کر اس کام کو میں اس طرح انجام دوں گا۔ کہ جس طرح این و آن کی صورت علیہ عینی لباس میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اور پدیدہ بزرگوں کی روح اس تعلق سے آزاد ہو کر بے رنگی اور آسودگی کی بہشت میں خرامان خرامان پھرے گی۔

بالآخر۔ سوائے اُن چند روزوں کے جو پابندی رسم و عادات کے لحاظ سے۔ لوازم سوگواری ادا کرنے میں گزرے راقم نے ایک سانس بھی طلب علم کا راستہ چلنے کے بدون نہیں لیا۔ اور بقربان من استغفر اللہ فہو مضنون ہر ایک دن کو اس کے آگے آنے والے دن کے ساتھ ایک حالت پر نہیں ملایا۔ بلکہ روز بروز دریافت مطالب کی فتوحات دوڑنے کے اندازہ سے سو حصہ زیادہ اپنی ذات میں پاتا تھا والدہ ماجدہ ہر چہ پیچھے ناخوش اور رنجیدہ وار دل تنگ رہتی تھیں کہ شاید یہ حال دیکھ کر میں دردِ شون کی خدمت اور مدرسوں کی ملازمت سے دل برداشتہ ہو کر دنیا داروں کے کام اور کسب میں ادبجہ جاؤں اور اسی خیال سے مجھ کو سترہ سال کی عمر میں کد خدا ہی کر دیا۔ اس امید پر کہ اس زنجیر کے سبب سے جو پانچوں دانش و نبش طلبی کے کوچہ میں آمد و رفت رکھتا ہے وہ سست قدم ہو جاوے گا۔ اور اس کندہ کے ذریعہ سے ہماری اور نیز دیگر اپنے عزیزوں کی طرف کینچ آوے گا لیکن اس جہنم تر کرنے پر ہی اُس استغراقی حالت سے جو تحصیل معرفت کے غرقاب میں حاصل تھی۔ ایک بال برابر ہی کمی نہیں آئی جب بیس سال کی عمر ہوئی۔ تو کسی قسم تو نگری جو ظاہر میں تھی۔ ہزار حصہ زیادہ ہو کر تعمیرِ باطن کی طرف لے۔ جس شخص کے دودن برابر ہوں۔ وہ نقصان میں ہے ۱۲۔

متوجہ ہوئی۔ اور تمام فقر و نیستی جس نے دل کے اندر۔ اور اک اور علم کا دامن ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا۔ صرف
 دسواں حصہ باقی رہ کر جب معاش کے گریبان سے شک گئی۔ یہاں تک کہ دن میں تنہا اور مخفی طور پر جنگل میں
 جا کر پتے اور خود روگھاس سے آتا تھا۔ اور اس ذریعہ سے درگزرنگی کا علاج کرتا تھا۔ اور رات میں گھر کے اندر دل
 کی رومشنی چراغ کا کام۔ اور ہاتھ کی ٹٹول بینائی کی نیابت کرتی تھی۔ کیونکہ میری طبیعت کو ماہر الواقع کے
 اظہار میں تنگ معلوم ہوتی تھی۔ اور زبان کو بہت فروشانہ گفتار سے آشنا نہیں کرتا تھا۔ آخر کار یہ شیوہ
 بڑھتے بڑھتے۔ اس درجہ پر پہنچا۔ کہ میری استغنا اور بے نیازی کے سبب چند لوگ ارباب تجارت کے
 ساتھ میری ملاقات دیکھ کر مجھ کو مال دار تاجر کہتے تھے۔ بعض لوگ میری سوزون طبیعت پر نظر کر کے۔
 صلہ لینے والا شروع جانتے تھے۔ بعض لوگ جوہر لون کے ساتھ میری ہمراہی دیکھ کر مجھ کو کمیاگر تصور کرتے
 تھے بعض لوگ دولت مندوں کے ساتھ میری آشنائی دیکھ کر میرے اوپر ان سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرتے
 کا گمان کرتے تھے۔ بعض لوگ عمال اور پرگنات کے کلان افسروں کے ساتھ میری امداد دہی دیکھ کر۔
 مال گزاری کے کاموں میں شریک سمجھ کر مجھ کو مرثی کہتے تھے۔ القصہ لباس بہت لوگوں کے نزدیک
 سب قسم کے لوگوں سے ان کی صورتوں میں میری آمیزش اس قسم کے خلافت ظنون اور خیالات کا منشا
 ہوتی تھی۔ اور نیز لوگ اسی طرح کے مختلف تصورات میری تو نگری کے بارہ میں۔ ظاہری دہم سے قائم کر کے
 ہمیشہ مجھ کو ذی ثروت دینا دار جانتے تھے۔ مردت اور جو امردی کے ساتھ پیش آنے سے جس کی کچھ قدر
 و قیمت عوام کے نزدیک نہیں ہے۔ مجھ کو اور نیز خود کو شرمندہ نہیں کرتے تھے۔ خشک و خالی آشنائیوں کو
 خدا فی صحبت اور ربانی مجلس قرار دیکر کبھی اجازت کے ساتھ۔ اور کبھی تغافل کے ساتھ ہم ایک دوسرے
 سے خوش و غرم جدا ہوتے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک بحسب ظاہر خوش دماغ کے ساتھ اپنے اپنے کام کا
 راستہ لیتا تھا لیکن جو اصحاب محرم ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ ہمیشہ رازداری کی بائیں رہا کرتی تھیں۔ اور
 میں ہمیشہ اپنی خاطر کو رضا و تسلیم کا گلستان۔ اس تصور کی بہار سے بنائے رکھتا تھا۔ **اللہ الملمم بالصفا**
 جس نے اس گزرے ہوئے واقعہ میں اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف کے ساتھ مجھ کو متصف فرمایا
**آیہ کریمہ لِلْفَقْرِ الَّذِیْنَ اٰمَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَعِیْضُوْنَ فَرَبًّا اِلَّا فِی الْاَدْنٰی یَحْبِبُهُمُ الْبَہٰلُ اَغْنِیَاہُمْ
 مِنَ التَّعَفُّفِ طَعْرِفُہُمْ بِسِیَّآہُمْ لَا یَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافَا ط**

ای خیرات (تو) ان حاجت مندوں کا حق ہے۔ جو اللہ کی راہ میں گھر سے بیٹھے ہیں ملک میں کسی طرف کو

کے عام مفہوم میں اتباعاً شامل کیا۔ اور جس نے صدر الذکر سربہ نکتہ سمجھا کر اہل زمانہ کے سداک کو چہمت
 سی شکایتوں کا سبب بنا۔ ہزاروں شکر کا باعث بنایا۔ القصۃ زیادہ تر تعجب کی بات ہے۔ کہ
 ہمان دہری۔ مروت۔ اور تقلیدی داد ستد میں خویش و ہمسایہ کے ساتھ برتاؤ۔ اور آشنا و بیگانہ کے
 ساتھ معاملہ جس طرح سے اور جس درجہ پر پختہ گوار کے زمانہ میں اور فرخ دستی کے وقت تھا۔ بالکل بے
 کم و کاست اسی طرح سے اور اسی درجہ پر عمل میں آتا تھا۔ ایزہی پوشش کی وسیع پردہ داری کی ستایش سے
 کیونکہ عمدہ برا ہو سکتا ہوں۔ کہ اس نے وقت بے وقت کام پیش آنے پر۔ کمال ضرورت کے موافق
 نقد و جنس میں حیثیت لایحسب عطا فرما کر عادت کار برای فرمائی۔ کیونکہ اگر سابقہ طریقہ پر کوئی کام
 نہیں کیا جاتا ہے۔ تو نلاداری اور درویشی کے چہرہ پر سے نقاب دور ہوا جاتا ہے۔ اکیا ذبا لشد
 کہ میں اس حالت کی مشق کو غنیت نہیں جانتا تھا اور قدیم ڈلگا جاتا تھا۔ کہ عزیزوں کی طرف بازگشت کرتا
 تھا۔ اگرچہ معاش میں تنگی نہیں آتی تھی۔ لیکن من یثوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا کے
 پیچھے سے تھک کر دڈ نہ اسفل سافلین کی گراہی کے گڑھے میں سرنگون جا پڑتا تھا۔ بہر تقدیری
 کرشمہ سے اس دشوار زمانہ میں والدہ ماجدہ کی خوشنودی کا باعث ہے کہ مقلب القلوب نے مدد فرمائی اس
 طوط پر۔ کہ مان نے اپنے بیٹے کو مویشی اختیار کرنے پر دلا دیا۔ جس کے سبب ستودل کی قوت یکہ لی بڑھا کر
 خدا شناسی اور تحصیل علم کی شاہراہ میں پہلے سے زیادہ استواری کے ساتھ قدم رکھا۔ اور اس لغزش گاہ
 سے بہت جلد آگے بڑھ کر ساز و سامان والی عزیزوں کو مشرق میں۔ تو خود کو مغرب میں سمجھا۔ اور ظاہری
 توجہ کو ان کی طرف محال جان کر اپنے تئیں برگزیدہ کام میں تیز رو کیا۔

اللہ تعالیٰ اصل شانہ کی عجب شان ہے۔ جس خسوف و ما شورش نے۔ والدہ ماجدہ کی
 دل تنگی کے سبب سے بیٹے کی خاطر کے آفتاب کو سر سے پانون تک گیر لیا تھا۔ اس کا ہنوز پورا پورا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۴ - (جنا چاہیں۔ تو) جانیں سکتے۔ (جو شخص ان کے حال سے) بے خبر ہے وہ) ان کی
 خوداری (کی وجہ سے) ان کو غنی سمجھتا ہے۔ (لیکن اسے مخاطب) تو (ان کو کیسے۔ تو) ان کی صورت سے ان کو صفات
 پہچان جائے (کہ محتاج ہیں مگر ان) لگ بھٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے ۱۲
 ۱۵۔ جس کو بات کی سمجھ دی گئی۔ اور بے شک بڑی دولت پائی۔ ۱۵ پر ہم اس کو (بوڈا کر کے) کترے کے مخلوق
 کے درجہ میں لوٹا لائیں گے ۱۶۔

انکشاف نہیں ہونے پایا مگر ابخلاے باطن کے آغاز میں ہی۔ ایک وبال میں گرفتار ہو گیا۔ یعنی ہمیں
کی آنکھ ایک نورانی صورت جمیلہ کے دیدار سے گرم نگاہ ہوئی۔ اور ایک زمانہ دراز تک طرفین سے
سوال و جواب کا کام۔ گوش و زبان کی نیابت کی حیثیت سے نگاہ کرتی رہی۔ بوستان ۵

حکایت کنانند و لبہا خموش

دوکس راکہ باشد ہم جان و ہوش

اس آفت کے نازل ہونے سے کوفین کے اسباب اور معنوں جان کی کامیابی حاصل کرنے سے
دل سرور ہوا۔ تہذیب النکاحین شیخ صدر الدین محمد شمس ذاکر۔ برودرہ (پڑوہ) گجرات سے حضرت غوث الاولیاء کی
استاذ بوسی کے واسطے گواہیہ گئے ہوئے تھے۔ بیان سے ان ایام میں تلج العرفا شیخ سراج الدین خان
اپنے پیر صدر الزکون کی خدمت سے واپسی کی اجازت لیکر براہ مالوہ اپنے وطن کو جاتے تھے۔ جب
شہر مندو (مانڈو) میں گزر ہوا۔ تو راقم گلزار کے مکان میں نزول فرمایا۔ راقم کو سوز عشق اور شور شوق میں
بالکل مستغرق پایا۔ ایک رات میر بہتہ پکڑ کر اپنی ارادت میں لینے کے واسطے دعوت دی۔ میں نے
جی قبول کر کے اَنَّا الَّذِیْنَ یُبَایِعُونَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰهَ پڑا۔ اور رسمی بیعت انجام کو پہنچائی۔
میری دیکھا دیکھی میرے بہت سے ہم عمر اور دوست بھی مرید ہوئے۔ تاج العرفاء عرض معروض کرنے پر
دو تین روز مہمان رہ کر۔ روانہ وطن ہوئے۔ عوثی کا غدی نقوش والوں کی دیرینہ رسم حرکت ہر ایک نامہ نگار
تقریبی واقعات درسیان میں لا کر بیان کا اولین سلسلہ توڑ دیتا ہے۔ اور جب تقریبی واقعہ سے
فراغت ہو جاتی ہے۔ تو اُسی سابقہ ناتمام تقریر کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جیسے کوئی راہ رو۔ راستہ چلا جا رہا ہے
راستہ کے درمیان میں اگر دائیں بائیں دیکھنے کے قابل کوئی چیز نظر آ جاتی ہے۔ تو فوراً اُس طرف نگاہ
اٹھا کر دیکھنے لگتا ہے۔ اور اُس دلکش منظر کے دیکھنے سے ایندھی آفرینش کے عجائبات پر عبرت کی نظر
ڈال کر سمت مقصود کو چل نکلتا ہے۔ علیٰ ہذا۔ اب تم کو بھی اسی سابقہ واقعہ نگاری کی طرف رخ کرنا چاہیے
ایک سال نہیں ہوا تھا۔ کہ اُس جمیلہ کے شوہر کا ارادہ۔ دار السلطنہ آگرہ کے سفر کا ہوا۔ راقم کو ایسا کوئی
بہانہ نہیں ملا۔ جس کے سبب سفر کرنے کی صورت میں سفر کی اصلیت پر نکتہ چینیوں کی رسائی کا تہ
پونچنے سے کوتاہ رہے۔ ناچار ہمراہی سے باز رہا۔ صبر و سکون کی دیوار پر تکیہ لگا کر۔ اور تحمل کے زانو پر
سر لکڑ جھان کے غم کا بے انتہا بار۔ جو صمد کے دوش پر اڑھاتا رہا۔ جو گھاس کے تنکے کا وزن بھی
۱۵ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ تودہ (تم سے نہیں بلکہ) خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں ۱۲

(دادا پیر) کے ساتھ ارادت معنی رکھتا ہے۔ اور حب وہ مرید شیخ (دادا پیر) کی صحبت میں پہنچ جاتا ہے تو ظاہری تصرف ہی انسی شیخ (دادا پیر) کی طرف بازگشت کر جاتا ہے۔ اور وہ شخص (مرید کا اصلی پیر) اس معاملہ میں محض سفیر رہ جاتا ہے۔

درویش کے اعیان ثابتہ (صور علیہ) کی عجب سعادت ہے۔ کہ وطن کی طرف جانے والا مسافر کو جن کا ایک روز کا مقام ہی ذی عزت اصحاب کی التماس سے۔ یا کسی مانع کے پیش آنے سے ہی۔ ظہور پذیر ہو سکتا ہے سبب الاسباب نے بدون اس بیان کے ایک سالہ قیام کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اُن کی زبان کو اس دل نواز بیان کے ساتھ شکر نشان کیا۔ کہ اس شہر کا قیام۔ اس نیک فرائج جوان کی خوش قسمتی نے میرے حق میں عزیز کیا اور مسافر کے معنوی تصرف کی عجب کرامات ہے۔ کہ کوچ کا ارادہ کرنے والا مجبور کو جو اپنے سفر کو گئے ہوئے دلدار کے پیچھے آوارگی کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس قدر عرصہ دراز تک اپنی ملازمت کے اندر کام میں لگائے رکھا۔ اور باوجود اس قدر پرانگندہ دلی اور پریشان خاطری کے اُس کے ادراک کے ڈبہ کو نہ بچکانہ جواہر کے اسرار سے مالا مال کیا۔ جو حضرت غوث الاولیاء کی عمدہ تصانیف میں ہے چند روز بعد جب ایک دل پر چوٹ مارنے والی خبر صدر الزاکرین کو پہنچی۔ تو گجرات جانے کا پرانا عزم جو ضمیر کے تہ خانہ کے اندر خواب فراموشی میں تھا۔ بیدار ہوا۔ مرغ دل بھر بڑایا۔ اور دماغ چکر کھا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کالسبد کے قفس کو جنبش ہوئی۔ ناچار سکون کا پلہ سفر کے پلہ سے ہلکا پڑ گیا۔ صدر الزاکرین نے محمود العواقب سعود المآرب شیخ ظہور الدین محمود جلال کو درویش کی باطنی پرورش کے واسطے جو اُس وقت تک اتمام کوہین پہنچی تھی۔ ہمیشہ منڈو (مانڈو) میں رہنے کی اجازت دی۔ سبب الاسباب کے الطاف کی ستائش سے کیونکہ عمدہ برا ہو سکتا ہوں۔ کہ جن ایام میں ظاہری و باطنی حواس کے بے یون نے میری روح کے یوسف کو۔ نفسانی ہوا و ہوس کے کنوئین میں ڈالا تھا۔ اُن ایام میں صدر الزاکرین کے دل میں اپنے وطن سے حضرت غوث الاولیاء کی زیارت کا عزم بالجرم قائم کر کے روانہ گواہ کیا۔ اور ہر قافلہ الون کی طرح گواہ کیا۔ براہ مالوہ لوٹا کر اس تباہ کاری کے کنوئین میں ڈوبے ہوئے شخص کے سر پہ پونچایا۔ تاکہ صدر الزاکرین۔ توجہ کے ڈول میں تلقین کی رسی کے ساتھ غریق کو مجازی گرفتاری کے کنوئین سے نکال کر مصحفیت کی طرف رہنمائی فرمادین۔ اب راقم امیدوار ہے۔ کہ وہی سبب الاسباب۔ پہر مالک نشائین۔ اور صاحب ریاستین کو مہربان کر دیوے۔ کہ اس گرفتار کے حق میں تھوڑی سی توجہ کو کام فرما کر انانیت کے قید خانہ سے

رہائی بخشین۔ اور تحت خلافت کی کرسی پر پونچا دیوین۔ اور مذکورہ بالا بہائیوں کا سجدہ بنا دیوین۔ سبحان اللہ
اس قدر کلام کے واسطے کس قدر اسباب انگیزی اور پردہ داری کام میں لائی گئی ہے۔ اسی معنی میں ہی جس
کسی نے کہا ہے رَبِّ سَاعِ لِقَاءِ عَدُوِّ تَرْجُمَہ۔ ایک بیٹھنے والے کے لئے۔ کئی خدمت
کنندہ ہوتے ہیں۔

دارِ نعم
بعض محققین نے قورنٹا۔ وجاءت سیارۃ فارسلوا
فادی دلوا کی آیت کی تفسیر میں ایسا کہا ہے۔ ہر گاہ کہ اللہ تعالیٰ
جل شانہ نے کنوین میں سے یوسف علیہ السلام کی رہائی کا ارادہ
فرمایا تو ارباب قافلہ کے قلوب کو قصد سفر پر براگینختہ کیا۔ اور پھر
ان کے پاس سے پانی معدوم کر دیا۔ یہاں تک کہ قافلہ واسے
پانی ہم پونچانے پر مجبور ہوئے۔ اور یہ سب سامان اللہ تعالیٰ
نے اس واسطے کیا کہ قافلہ والوں کو یوسف علیہ السلام کے پاس
تک اون کی رہائی کے واسطے پونچا دیوے۔ اسی معنی میں
شعری کہا گیا ہے۔ ترجمہ

قال بعض المحققین فی تفسیر قولہ تعالیٰ
وجاءت سیارۃ فارسلوا وارادہم فادی
دلوا الایۃ۔ لما اراد اللہ خلاص یوسف
عن الحب از جمخ واطر السیارۃ فی قصۃ
السفر واعدہم الماء حق اختلجوا الی
الاستسقاء لیصل یوسف علیہ السلام
الی خلاصہ ولہذا قبل

الارب تشویش یقع فی العالم
والمقصود منہ سکون واحداۃ

سنوچی بعض متعدد تشویشیں عالم میں ایسی واقع ہوتی ہیں۔
جن سے سکون واحد مقصود ہوتا ہے

بیت

از صلوات بان یکے خوش کنند

بجلا پزی سدلس آتش کنند

یہ سب کچھ تو ہوا۔ مگر وہ دیرینہ پریشان۔ جس نے دل کو کبھی کی طرح عنکبوت تانے بانے میں بیٹھا
کہا تھا اُس پریشان کا ہر ایک تار۔ آزادی کی گردن کے واسطے بہانسی کی رسی ہو گیا۔ اور وہ بُرائی آگ
جو شوق و جدائی کی بجلی سے ہستی کے خرمن میں آٹری تھی۔ اُس آگ کو پیر بزرگوار کے مرشدانہ تصرف نے
خاکستری کیا۔ (راکہ میں دبایا) انجام یہ ہوا۔ کہ مفارقت کی ہوا جو دور دیو چلی۔ تو اُس نے اُس آگ کے
جو گیانہ رخسارہ پر شعل ہوئے کا او بٹنا ملا۔ اور بدن کے ہر ایک سام سے پسینہ کی جگہ شعلے نکلنے لگے۔
طاقت یکمیا ہوئی۔ اور صبر سکون عنقا ہوا۔ ہر چند اس مجازی عشق سے اپنے تئیں باز رکھنے کے لئے

جواہر خیمہ کے اوراد - اذکار - اشغال - اور نیز تمام اعمال عمل میں لایا - لیکن جمعیت حاصل نہیں ہوئی
 ہر خیال کیا - کہ اگر پریشانی کے چہرہ پر نقاب ہو الکر اس دیوانگی کے ساتھ تگے سر - اور اس آشفٹگی کے
 ساتھ آبلہ پا - اپنے سفر کو گئے ہوئے دلدار کے راستہ میں چل کھڑا ہوتا ہوں - تو ناتوان والدہ کی زندگانی
 کا سرمایہ جو کچھ ہے - لڑکے کا ہی دیدار ہے - بیشک لڑکے کی آوارگی کا وقت والدہ کے واسطے
 واپسین نفس ہوگا - ناچار اس ملک سے نکل بہا گئے کی تدبیریں رفتار زمانہ سے تلاش کرنے لگا - سو اس
 اس کے کوئی راستہ نہیں ملا - کہ اپنے تئیں سابقہ طرز معیشت اور اولین راہ و روش سے لوگوں کے نزدیک
 پیشانِ ظاہر کرنا چاہیے - اور قبیلہ قرابت کی طرف توجہ کر کے ہر تجارت کرنے اور سامان تجارت ہم پہنچانے
 کی آرزو پیش کرنی چاہیے - جب اس فریب دہ بازگشت پر اطلاع ہوئی - تو تمام لوگوں کے دل دیرینہ
 پشیمانی سے نکل کر - تازہ اور شگفتہ ہونے لگے - اور خواہش کی مقدار سے زیادہ سوداگری کا سامان فراہم
 ہو گیا - ہجری سنہ نو سو تراسی میں دیار یار کی طرف کوچ ہوا - اور بجلی کی طرح دوڑ چلنے کو زحل کی دہیمی رفتار
 کے عوض فروخت کر کے اُس بیل کی مثل جاتا تھا جس کو قفس کے اندر بند کر کے باغ کی طرف لے جائیں
 اور - بات بڑھ گئی - جب دارالسلطنۃ آگرہ میں پہنچا - تو سراغ لگانے میں سخت انقباض پیدا ہوا - ناگاہ عشق
 کے شعلہ نے آفتاب کی شعاع جیسی روشنی سامنے کی ایک آشنا ملا - اور یکے با دیگرے پر شش حالات
 میں اہل مدعا سے محروم رہا - آشنائے کہا - بروز فردا جست و جو کی پریشانی یافت مقصود اور دیدار کی
 تسلی سے دور کر دی جاوے گی - چونکہ عجاست کرنے سے مستندانہ شوق کی پردہ کشائی ہونے کا خیال
 تھا - لہذا اپنے تئیں قرار داد کے حوالہ کر کے صبر کے ساتھ لوٹ آیا - دوسرے روز علی الصبح خواہش کا
 نقد ہاتھ پر لئے ہوئے - سراغ رسان کے گھر گیا - وہ جی کشادہ پریشانی اور شگفتگی کے ساتھ پیش آیا - اور
 اس نے رہنمائی کر کے منزل مقصود کو پہنچایا خدا سخن کی عمر دراز کرے - جس کی امداد کے ذریعہ سے
 طرفین کی سرگزشت ظاہر ہو کر دل دہی - دل بری - دلسوزی - اور دل آویزی کے ساتھ یکے با دیگرے
 واقفیت حاصل ہوئی - اور خوشی و خرمی کے ساتھ ملاقات - اور ملاقات کے ساتھ دلاسا اور دیدار
 نصیب ہوا - اسی طریقہ پر ہلالی پانچ دور تک راز و داریاں روز افزون رہیں - اور آمد و رفت کی کمی - جو ہجران
 کی اندرونی گذارش سے تھی - یہی بالکل حصول مراد - اور کامیابی کا سرمایہ ہوئی - جدائی کے داغ جو دل اور
 جگر میں فراہم تھے - یہی اخیرین درخت آسودگی کا ہیول ہوئے جس نے رنگین سے زیادہ رنگین شان میں

یک رنگی کے پہول۔ خفیہ رازداری کے واسن میں ہرے۔ **یُوجِ الْاَیْلَ فِی الْهَارِ** نے تمام اُفق بائے
ہاند کو چکی کی طرح چکر دیکر ہجران کے قوس اللیل کو تہامہ وصل کے قوس النہار میں داخل کیا۔ اندھ
نزا الفاظ۔ اس نقد معانی حاصل ہونے کی نشاط میں لٹائے گئے۔ اور ہم دو تن کی ہم کلامی کی بلند
پاگلی کے مقابلہ میں الفاظ غم کا گروہ بالکل سست ہو کر مجھوری کے غار میں گرا گیا۔

مدت پانچ سال تک مجازی محبت کی رونق افزائی رہی۔ اس عرصہ میں طبیعت طبع کی شقائق
نظمیں ترتیب دیتی تھیں۔ اس سبب بیشتر کہ میں دل ہنسا دھوکا کوشش میں اپنے تئیں ڈالوں۔

سخندانی۔ اور عبارت بنی کے سامان سے منظر کا علمی مکان چپت تک بھر گیا۔ یہاں تک کہ ناطقت

سخن آفرینی کے درجہ پر پہونچا۔ اور بہت کو اس درجہ تلاش میں ڈالا۔ کہ کلام۔ قد یا نہ قابون میں نہ ڈالا جاوے
غور و فکر کی چلنی میں چہان کراسترا می غالب ہونے پر پہونچا یا جاوے۔ اور اس میں رنگ برنگ کی ریختہ گری کام

میں لائی جاوے۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں۔ عنقا طلب اندیشہ ہمیشہ باد بہت ہوتا ہے۔ یہ بھی جانا

ہوں کہ استعارہ دوست اصحاب کے کلام کی تدر و عننا گرم رفتار ہے۔ اور اس قسم کی اشعار کوئی کی قوت

راقم حروف کے عجائب نگار قلم میں بہت کچھ ہے۔ لیکن **اَلْاَسْقَافَةُ فَوْقَ الْکَرَّافَةِ** کے ذوق میں صدر الذکر

فطری خیال سے باز نہیں آیا۔ کیونکہ برگزیدہ کام کے سرانجام کے واسطے آستین کے اندر سے ہاتھ خواہ

نکلے ہی نہیں۔ مگر فی نفسہ ایسے کامرے یشیان ہونا۔ عقل مند کے نزدیک علامت بے استقامتی

کی ہے۔ بالاخر۔ اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ فکر اور شعر کا راستہ چلنے والے مسافر۔ ہمراہی چوڑ دینے کو

پہچے رہ جانے کے سبب گمان کرین دو بین قدم پہچے ہٹ کر وسط سخن کی آبادی میں نظم گوئی کا گرسپد کیا

تاکہ مجوزہ گھر سخنوران عہد کے محلہ سے ایک کنارہ پر نہ رہے۔ نیز بابواہم صنفیرون کا آشیانہ۔ اس شخص کی گفتار

کے ترنم سے۔ بوجہ اپنی نے اُٹانے کے بے میل اور پستی میں واقع نہ ہو۔ اور جیسے مجنون گروہ کے ہجوم میں

عقل والا آدمی صرف اکیلا اور مستہم بنادانی ہوتا ہے۔ اس طرح میر اسال نہ ہو۔ اس واسطے زیادہ تر غزل کی

نساہی (بناوٹ) مینے دوسروں کے بنے ہوئے ردیف و قافیہ کے تانے بانے سے نہیں کی ہے۔

غزلی شاعرانہ تقریر کو لات و گراف کے منصف سے مغزول کرو۔ اور دقائع نگار قلم کو درست نویس راستی کی

انگلیوں میں دو۔ اس انسانہ کا تمہ۔ ایسے الفاظ کے ساتھ جو تھوڑے ہوں مگر معنی بہت رکھتے ہوں۔

پیوند دیکر خوشی کے ساتھ پورا کرو۔ اور دوسرے واقعہ کی شلخ پر عند لیبا نہ آئین سے ضروری نوا کے ساتھ

تازگی پسہ کرو۔ اس مجازی طفلانہ کھیل میں کمان تک بھاگ دوڑ کر گے۔ اپنے کلام کو لڑکوں کی اصطلاحی باتوں کے ساتھ جو کھیل کے وقت باہم بولتے ہیں۔ کمان تک برابر رکھو گے۔ دیکھو۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔ حیا اور خجالت کو بلانے کے واسطے آواز دینے کا وقت ہے۔

القصہ جب دارالسلطنت آگرہ سے اپنے وطن کو لوٹ کر آیا۔ تو محمود العواقب کی صحبت کے دل ربانی کی بنیاد ڈالی جس کے سبب اس خام سودا سے دماغ نے اور اس سخت پریشان حالی سے سر نے نجات پائی اب راقم نے ایندھی معرفت کے دروازہ کی زنجیر ہلائی۔ ناطقہ کو آراستہ کرنے والے انواع و اقسام کے جبری ذکر و نئے زبان کو کام میں لگایا۔ اور شطاری مشرب کے اشغال و افکار کی مشق نے دل کی تمام وسیع آبادی پر قبضہ کیا لیکن مینے تبا کو گوڑی کے عوض فروخت کر کے۔ اور صورت کو دگرگون بنا کر سیرت کی پردہ دری نہیں کی۔ البتہ یہ ضرور چاہا۔ کہ میں خدا شناسوں کا سا باطن۔ اور دنیا پرستوں کا سا ظاہر اپنا بناؤں اور اس بربخ نادرنگی سے۔ صلح کل کے باغچے کے لئے شگفتہ و شاداب کرنے والی نسیم بنوں۔ تاکہ اگر اہل دل لوگوں کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہو۔ تو باطن کے ذریعہ سے آشتی کی بزم آرائی کروں۔ اور اگر صورت پرست آدمیوں کے ساتھ چلنے کا موقع پیش آوے تو ظاہر کے ذریعہ سے موافقت کی صورت قائم رہے اس عالم کو جس کا ظاہر خلق اور باطن حق ہے۔ معکوس کر کے جیسا ہو ویسا دیکھوں اور **أَحْسَنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ الْمَلُوكَ** کے فرمان پر کار بند ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ حل شانہ کے ساتھ احسان کرو۔ اسی طرح کہ جس طرح اللہ تعالیٰ حل شانہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔ یعنی تمہاری علمی صورت عینی لباس پہنا کر اپنے تئیں تمہارے اندر چھپایا ہے تم بھی اپنے اندر چھپی ہوئی شے کو عیان کرو۔ اور دیکھنے میں اپنے تئیں نہان کرو۔ تاکہ **كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَىٰ أَصْلِهِ** کا مشاہدہ نور بصیرت عطا فرماوے۔

گجرات کی لڑائی کا بیان

جب راقم گلزار کی عمر چھبیس سال کی ہوئی۔ تو ایک نوزاد وہمان کا راقم کے ظاہری پرورش خانہ لے تھان کر بیٹا تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے **۱۲** ہر ایک شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے **۱۲**۔

مین درود ہوا۔ عبدالاول نام رکھا۔ میرے دو جہانی دوستوں کو مبارک ہو۔ جب عمر کا ستائیسواں سال ہوا۔ جو ہجری سنہ نو سو نوے کی برابر تھا۔ تو علوم کی بقیہ تحصیل سے فراغت پانے کے واسطے احمد آباد کو گیا۔ دو سال بعد سلطان محمود گجراتی کا بیٹا سلطان مظفر اپنے صوبہ پر قابض ہو گیا۔ شہاب الدین محمد خان حسینی نیشاپوری جاگیر دار احمد آباد تھا۔ وہ تلاش اور پر خاش سے پہلے ہی اپنی دار الحکومت سے رخصت ہو کر پٹن کی طرف چل دیا۔ قطب الدین محمد خان۔ عرش آستان اکبر شاہ کا انکے۔ اور قلعہ بڑپچ و برودرد (بڑودہ) وغیرہ کا جاگیر دار تھا۔ اس کے لشکر کے تمام سردار۔ اور امرابذ نصیبی سے روگردان ہو کر سلطان مظفر کے لشکر میں جا ملے۔ جب یہ ناگوار خبر دار السلطنہ آگرہ میں اکبر شاہی تخت پر پہنچی تو فوراً انکے مذکور کے بڑے بیٹے نورنگ خان کو اور قلیج خان کو گجرات جانے کا حکم دیا گیا۔ اور مالوہ کی تمام سپاہ اور خواتین کے نام فرمان صادر ہوا۔ کہ ان دونوں امیران اعظم کے اتفاق سے ملک گجرات کی یورش پر دوش لے جا دیں۔ قلیج خان ایک شخص انسانی اور ملکی کمالات کے جامع۔ اور ارضی و فلکی جواہر کے حقیقت شناس ہیں۔ تمام علوم مستداولہ اور غریبہ کا کئی دفعہ درس دیا ہوا ہے۔ اور بہت سے طالبان علم ان کی ملازمت سے مدرسے کے عالی درجہ کو پہنچ چکے ہیں۔ نیز قلیج خان۔ عرش آستان اکبر شاہ کے خواتین اعظم میں سے ہیں۔ عمر شریف اسی کے خانہ سے متجاوز ہو گئی ہے۔ ہمیشہ صوبہ کے مالک اور چند ہزار سوار کے سردار رہتے ہیں۔ قلیج خان کی دولت۔ سعادت۔ سامان۔ اور دینیوی شوکت کی تعریف ان کی معنوی بزرگیوں اور ذاتی خوبیوں کے مقابلہ میں کرنا۔ ایسا ہے۔ کہ جیسے آفتاب کے مقابلہ میں ستارہ کی تعریف کرنا۔

صدر الذکر واقعہ کا بقیہ بیان اس طور پر ہے۔ کہ تیر گروں کی سرہمی کے راستے سے ایک لشکر اور بھی ہرزاشا ابن بیرم خان خانخانان کی سرداری میں اسی مذکورہ بالا شورش کے فرو کرنے کی غرض سے صوبہ گجرات کے نام سے نام زد کیا گیا۔ چونکہ ملک کے سرداروں کو ایک دراز راستہ درمیش تھا۔ اور اس سبب سے مقصد پر پہنچنا فرصت چاہتا تھا۔ لہذا یہ ضروری توقف اتنے مذکور پر بہت زیادہ معلوم ہوا۔ کیونکہ انکے کو کمال انتظار تھا۔ بیان تک کہ توقف کا خیال بلکہ قطعی نہ آنے کا اندیشہ۔ انکے دل میں کامل طور پر جاگزین ہوا۔ چونکہ تنگی کی نوبت حد درجہ کو پہنچی تھی۔ اور گجرات والوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جانے کا دہم زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اس واسطے انکے نے اپنی برائی سلطان مظفر کی ملازمت کر لینے کے اندھ ہی سوچی۔ اور کم بخت یہ نہ سمجھا۔ کہ اس ناصواب تریاق نما اندیشہ میں

جانستان نہر ملا ہوا ہے۔ خیر۔ جب آئکہ۔ منظر کے دربار میں داخل یافتہ مدد یوں میں سے ہو گیا۔ تو
 گجراتیوں کی رائے۔ آئکہ کے ماڑا لئے میں ہوئی۔ اور اس کے نابود کر دینے میں ملک کی بہتری سمجھی
 لہذا خمیر تیز سے گردن مار کر خاک نیستی میں ملا دیا۔ اور اس بات کی تہ کو نہیں پہونچے۔ نہ کسی نے اُن کو
 آگاہ کیا۔ کہ فرمان پیر کا مار ڈالنا بہت بُرا نتیجہ نکالتا ہے۔ خلاصہ اس پورس کی سرگزشت کا یہ ہے۔ کہ
 مذکورہ مصدر دونوں اشخاص نورنگ خان اور قلیچ خان سرداران مالوہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے۔ گجرات
 کی طرف سلطان پور کے راستے سے روانہ ہوئے۔ آدھے راستے پر پہونچے تھے۔ کہ گجراتیوں کے غالب
 اور آئکہ کے مارے جانے کی خبر سننے میں آئی۔ جس کے سبب سے ان کی تیز روی کے گھوڑوں کے بغل
 مگر گئے۔ اور ہر ایک کا دل بہاری پڑ کر گویا کہ شتر خانہ ہو گیا۔ ولوں کے اندر جو آگے بڑھنے کی ایک اُمنگ
 تھی۔ وہ رُک کر سکون کے مقام پر بیٹھ گئی۔ دو سو سپہ سالار (میرزا خان) نے عجلت کی درش
 اور قاعدہ کو باہم ملا کر درمیانی رفتار کے ساتھ جنگل اور گھاٹیاں قطع کرنا۔ شروع کیں۔ اور احمد آباد سے
 اس طرف بیس کوس کے فاصلہ پر شہاب الدین احمد خان (جاگیردار احمد آباد) اور نیز گجرات کی دیگر سپاہ
 نے ملحق ہو کر تعداد شکر بڑھائی۔ کار سازی تقدیر سے اس جوانمرد کی ہمرکابی میں شتر ولوں کا جگر شیرازہ
 ہو گیا۔ تمام سپاہ نے یک دل اور یک رو ہو کر۔ دلیرانہ دوا دوش کی۔ دریا سے سانہر متی قلعہ احمد آباد کے
 نیچے ایسی خوشنماں سے روان ہوئے۔ جس نے قلعہ کو جھٹ بھری من تھتہا لافسار بنا دیا ہے
 اس دریا کے کنارہ سلطان مظفر سے جنگ کا موقع پیش آیا۔ اگرچہ دشمن کا لشکر ساٹھ ہزار سوار سے زیادہ ہی
 زیادہ تھا۔ اور شاہنشاہی سپاہ کی تعداد دس ہزار سے بھی کم تھی۔ لیکن گھمٹ میں فیتہ قلیبات غلبت فستہ
 کثیرۃ بآذن اللہ ط کی اُمید پر لڑائی کا آغاز کیا تھا۔ چنانچہ فتح اور فیروزی کے ساتھ سرفرازی
 نصیب ہوئی۔ گجراتی سلطان نے قلعہ بڑوچ کی جانب ہٹا جانے کو چند روزہ زندگانی کا ذریعہ سمجھا۔ قدم
 بڑھایا۔ اور یہ فتح یاب شکر۔ آرتگی کے ساتھ لتاقب میں جاتا تھا۔ اس فتح کی خوشخبری سننے سے مالوی سپاہ
 کے دل۔ بظاہر تو بڑھے۔ مگر باطن میں تنگ اور شرمساری سے گھٹ گئے۔ بہر حال مالوی سپاہ
 کو بیج کر کے عجلت سے روانہ ہوئی۔ اور کلال باڑی میں جو برودہ (بڑودہ) کے حدود میں ہے۔ فیروز سپہ سالار
 کے لشکر سے آملی مجلس شوریٰ میں۔ ایسا قرار پایا۔ کہ مالوی سپاہ نے جنگ کی تکلیفات نہیں اُٹھائی
 ہیں۔ اور اس کا سامان بھی اچھا ہے۔ لہذا یہ سپاہ سغور وون کے لتاقب میں جاوے۔ اور جنگ کر کے

اُن کو نیستی کی گماٹیوں میں ٹھکانے سے لگا دیوے۔ اور فتح یاب لشکر بازگشت فرما کر دارا خلائفہ احمد آباد میں قیام کرے۔

مذکورہ الصدر سال میں اس بستی داستان کا مجمل نویس۔ اور سکندری واقعات کا مختصر نگار استاد شیخی وجیہ الملہ احمد آبادی کی خالقاہ میں دینی علوم کی تکمیل۔ اور حکمی فنون کی سماعت کے لئے ناوانشگی اور بے علی کی تیرہ و تار یک رات کو صبح سعادت بنا رہا تھا۔ اور جنگ احمد آباد کے تماشا بینوں میں سے تھا۔

القصد جب اکتیسواں سال عمر کا آغاز ہوا۔ تو اپنے وطن کو لوٹ کر آیا۔ اُس کے دس برس سال کہ عمر کا بیسواں سال تھا۔ تاریخ اکتیسویں ماہ صفر ختم یا خیر والظفر ہجری سنہ نو سو پچانوین کو الہی علم کے خلو تخانہ سے عین (وجود) کی بزم میں۔ ایک فرزند نے کمال سعادت کے ساتھ درود کیا۔ اور وہ اپنے ساتھ ساتھ خوشی لایا۔ ہر طر سے مبارک باد کی آوازیں آئیں۔ کامگار پیروں کی بشارت کے بموجب۔ حسن محمد نام رکھا۔ علم عسر۔ عزت۔ اور عرفان سے خداوند تعالیٰ برخوردار اور بہرہ یاب فرما دے۔

واقعہ گجرات کا تہہ اس طور پر ہے۔ کہ جب اس فتح کی خوشخبری اکبر شاہ کے حضور میں پہونچی۔ تو سپہ سالاری اور خانخانانی کے خطاب کا طعرا۔ جو پانچ کرسی سے اُن کا موردی ہے۔ صوبہ گجرات کی جاگیر نام زد ہونے کی خوشخبری۔ اور فرید بران کئی طرح کی دیگر لوازشیں۔ یہ تمام لوازم۔ میرزاخان کے نامی نام پر صادر ہوئے۔ اور شاہنشاہی التفات سے۔ نیز اس شجاعت و سنگاہ کے استحقاق سے روز افزون ترقیات نصیب ہوئیں اور تمام امراے اعظم جو ہم رکاب تھے۔ اپنی کوشش اور کارگزاری کے موافق۔ نیز سپہ سالار کی سفارش کے موافق۔ منصب کی ترقی۔ جاگیر کی بیشی۔ اور خسروانی بخشش سے ممتاز ہوئے۔

میرزاخان خانان کی تعریف

سبحان اللہ تقریب طلب خاطر کو مدت دراز سے اس بات کی آرزو تھی کہ اس گلزار ابرار میں قدیمی ہوا خواہی کے اعتبار پر میرزاخان سپہ سالار کے کسی قدر حالات ظاہر کروں۔ جن کے ذریعہ سے ملک و ملکوت (عالم شہادت اور عالم غیب) کی آرایش ہے۔ چنانچہ اب اس خواہش کا دہن

ہاتھ میں آگیا ہے۔ منہ چند دل آویز جملے لکھ کر قلم گو ہر فردش بناتا ہوں۔

اولاً۔ یہ کہ دسویں اور گیارہویں صدی کے دور میں ہر چند ملک عدم کو گئے ہوئے لوگوں کے حالات جست و جو کرنے والے کان اور آنکھ نے ٹٹولا لیکن محمدی کمالات کے ساتھ متصف۔ اور یزدی اخلاق کے ساتھ موصوف ہونے میں کسی شخص کو آپ کی مثل صاحب سعادت پایا۔

ثانیاً۔ یہ کہ آپ کے سوا کسی دوسرے کو ایسا پایا۔ جس نے دولت کی عالی دستگاہ کو۔ اخروی نشاط بہم پہنچانے کا بازو معنوی فقر کا پردہ دار۔ اور حقیقی تاجر کا چشم بند۔ (آنکھ باندھنے کی پٹی) بنایا ہو۔ آپ اُن لوگوں کے بالکل برعکس ہیں۔ جو بیٹھے ہوئے تو خلوت میں ہیں۔ مگر دل بازار بنا ہوا ہے۔ اور جو زہد و درویشی کی گرمی گودری کو دنیاوی سامان کی تحصیل کہانہ بنا کر باطن کے بر خلاف ظاہر کا چہرہ دکھاتے ہیں بیت

کجا این اختلاف آئین کجا آن پردہ آرائی	تماشا کن تفاوت در دو رنگیہا تماشا کن
---------------------------------------	--------------------------------------

ثالثاً۔ یہ کہ نظم و نظمین تمام مفرد و مرکب کی۔ اور ان اقسام کی فصاحت کی جو ہر شاسی۔ اور حقیقت و مجاز میں انواع و اقسام کے لطائف مدلولات۔ اور بلاغت ترکیب کی عیار دانی۔ جس قدر آپ کی فطرت اور فکر کی نوع و س کا زیور بنائی گئی ہے۔ اس میں سے ہزاروں حصہ ہی اس شخص کو نہیں مل سکتا ہے۔ جو تمام سخن آرائی۔ اور نکتہ طرازی کے دریائے فضیلت میں خواصی کیا کرے۔

رابعاً۔ یہ کہ بیان کے ذریعہ سے مدحا کی تصویر کینچنے کے وقت جو عبارت کی رنگینی۔ آپ کی معجزہ نما بول چال کی زبان و دہان سے پیدا ہوتی ہے۔ بہتر ہے۔ کہ جمہور اصحاب بلاغت۔ اور ارباب معانی۔ اپنے صنائع و بدائع کی قلم سے اس کی نقل لیکر سخن سنج و صلہ کا سرمایہ بناوین تاکہ قنبیانہ فطرت کے لوگ جو آئندہ آنے والے ہیں۔ ان کے ناطقہ ادگویائی کے واسطے وہ نقل قانون بن جاوے۔ بیت

مہارت آفرین سعدی برین خیرین سخن گفتن	مسلم نیست در عمد تو طوطی را شکر خالی
--------------------------------------	--------------------------------------

خامساً۔ یہ کہ آپ کی خاص بہت امد عام عطا کے ہاتھ کو بخشش اور بخشائیش میں جو مرتبہ زرد جو اہر ٹانے کا حاصل ہے اگرچہ خار اور گل پوری کے مقام پر بلا لحاظ تفاوت ابرہی سرمایہ ثمرات عطا کرتا ہے مگر آپ کے سامنے خرم سار ہے۔ قطعہ

من نگویم کہ ابرمانند ی	کہ نگو تا یاد از خرم و دمنند ی
------------------------	--------------------------------

تو بھی بخشی دہی خندی

ادھی بخش دہی گرید

ساو سگا۔ یہ کہ دشمن کشی خصم انگنی۔ خبر آزمائی۔ اور جہان کشائی کے میدان میں دلیری اور لاوری آپ کی شمشیر اہلکان کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اور تیزی و تندی۔ آپ کے حملہ و شوکت کے برابر برابر لگے ہوئے ہیں۔ اس طرح پر۔ کہ زمانہ قدیم کے کسی شجاعت شعار کے کارنامہ میں اس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔

سوالجا۔ یہ کہ آپ حبیبہ سعد عام مخلوق اور رعایا کی۔ اور ادن کے ولوں کی پاسبانی اپنے ذمہ واجب سمجھ کر ہر ایک کے ساتھ اس طرح مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ کہ زبون ترین مخلوق کی بال برابر آزر دگی بھی آپ کے ہر آگین دل پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ وزن دار معلوم ہوتی ہے۔ اور حال و مقال کی زبان سے اس مضمون کے ساتھ آپ کا ترنم ہے۔ بیت

اکرمی ترسم درو جائے تو باشد

نیاز ارم ز خود گر دے را

ثامشا۔ یہ کہ تمام موجودہ جو اہر سے آپ کی بے نیازی اور بیخودی حد کمال کو پہنچ گئی ہے۔ اس مدعا کے ثبوت کی ادنیٰ دلیل یہ ہے کہ میں کئی طرح کے زیور اخلاص کے ساتھ۔ جو ساخت اور ریاضے معرا ہے۔ اور ہزاروں قسم کے لباس خدمت کے ساتھ جو تصنع اور خود نمائی سے مبرا ہے اپنے باطن اور اعتقاد و باطن کی نوعوس آراستہ رکھتا ہوں۔ با اینہم مجھے جیسے دعا گو کو اس طرح نظر سے گراہ کہا ہے۔ کہ میرا وجود۔ عدم کی برابر ہے۔ پھر دوسری چیزوں کے ساتھ آپ کی دلہنگی کا خیال کب ذی ہوش اصحاب کی تصور میں آسکتا ہے۔ اور اسباب تجمل۔ کو کبہ شمت۔ و بدبشوکت۔ سامان منازل۔ اور ساز و نعت۔ غرض کہ جو کچھ بھی دنیاوی لوازم۔ آپ کی عشرت اور خدمت کی بارگاہ میں ازلی سپردگی کے بموجب ہمارے ہتھے ہیں۔ یہ آپ کے منصب اور مرتبہ کے اقتضا سے ہیں۔ اور انسان مصارف کی اشیاء کا موجود ہونا۔ کچھ صاحب تصرف کے تعلق خاطر کی دلیل نہیں ہے۔

ثاسعا۔ یہ کہ آپ کی قوت حافظہ کے آئینہ کی صفائی اس درجہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ کہ اگر انعکاس کی شرطیں مفقود بھی ہو جاویں۔ جو دیکھ کر ایسے عکس اور آئینہ میں معتبر ہیں۔ تاہم آپ کی قوت حافظہ کے آئینہ میں نور اور معانی کا عکس پڑنا زائل نہ ہو۔ اور آئینہ حافظہ۔ عالم مثال کی طرح۔ پیش شدہ مثال۔ معقولات اور محسوسات کی نگہبان کرے۔ بیت

اور ہر عرض کردن النوع منع خویش

از ذات او ساخت قضا بہتر آئینہ

چنانچہ آپ کے با فروغ دل کا صحیفہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی یاد کر لینے سے ثانی لوح محفوظ ہے
غوثی جن جو اہر اوصاف کا شمار عقل بنین کر سکتی ہے۔ ان کے شمار سے اپنے عجز کا اقرار کرنا۔
صواب اندیش عقل مندوں کا شیوہ ہے۔ لہذا تم ہی بجا کہ **اَنْ تَعْلَمُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ** کا تحقق صا آپ کے
اوصاف محصور نہ کر سکنے کا اہد اپنے قصور کے وجود کا اقرار صحیح کرو۔ کیونکہ تمہارا ممدوح **وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ**
الصُّدُوْرِ کا منظر ہے اب چند صفو ان لکھے ہوئے اوصاف کی برابر میں سفید سادہ چوڑو۔ تاکہ ممدوح اپنے
اوصاف میں سے جو کچھ مناسب جانے۔ اس کے لکھنے کا حکم فرمادے۔ قطعہ

چہ فر کشی بادستِ سخن

کہ بیع توار خزینہ اوست

اگرچہ تو بردگان لب واری

آن ہمہ از دوعاے سینہ اوست

یہ تمہارا معاملہ **اِنَّ اللّٰهَ اشَارِیْ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ بِاَنْ لَّهْمُ الْجَنَّةِ**
کے بازار میں راست آنے والا ہے۔ کیونکہ بیع اور ثمن کا مالک ان دونوں معاملوں میں ایک ہی طرح پر
معلوم ہوتا ہے۔

قال للمفسرون في هذه الآية

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔ ہر گاہ کہ بیکم اس

كان من المؤمنين تسليم انفسهم واموالهم

تبارک و تعالیٰ مومنین کی طرف سے ان کے نفوس اور اموال کی

للمك الله تطلق ومنه ينشأ الثواب الجزاء

سپردگی۔ اور اللہ سبحانہ کی طرف سے ثواب اور جزا عطا فرمایا جانا۔ اس

شبه الشراء الذي فيه العوض للعوض

شری کے مشابہ ہے جس کے اندر عوض اور معوض دونوں پاسے جاتے

فيما بينهما من المشابهة اطلق لفظ الاشتراء

ہیں اور وجہ شبہ وہی ہے جو ان دونوں کے درمیان میں ہے۔ لہذا

وما قال هل ادلكم على تجارة وقال فاز

لفظ اشترے بولا گیا۔ اور نیز اس سبب سے لفظ اشترے بولا گیا۔

تجارتكم وفي الحقيقة لا يصح في وصف

کہ اللہ سبحانہ نے ایک جگہ فرمایا ہے۔ **هَلْ اَدْلِكُمْ الْاَنْخِ** اور دوسری

الله سبحانه لا اشتراء لان لا مال

جگہ فرمایا ہے۔ **فَمَا رَجَعَتِ الْاَنْخِ** در نہ فی الحقیقت اللہ سبحانہ کے وصف

۱۵ اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرتا چاہو۔ تو ان کو پورا پورا شمار نہ کر سکو ۱۲ ۱۵ اور اللہ (لوگوں کی) دل خیالات (تک) سے

(بھی) واقف ہے ۱۲ ۱۵ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال (اس وعدہ پر) خرید لئے

ہیں۔ کہ ان کی بدلے ان کو جنت دے گا ۱۲۔

سواہ وہو مالک لا عیان کلہا
ومن لم یستحدث ملکاً لا یقال
انہ فی الحقیقۃ اشترے
وللمقال فی ہذہ الایۃ ہمال

میں اشترے کا لفظ صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی
مالک نہیں اور تمام اعیان کا مالک وہی ہے اور جو شخص جدید طور پر
کسی شے کا مالک نہ بنے۔ اس کی نسبت نہیں کہا جاسکتا ہے۔ کہ
اس نے فی الحقیقۃ وہ شے خریدی۔ اور اس آیت میں گفت وگو کے
لئے گنجائش ہے۔

فیقال البائع لا یستحق الثمن اذا
امتنع من تسلیم المبیع فکذلک لا
یستحق للمعاجزاء اللوعود الا بعد تسلیم
للمال والنفس علی حب او امر الشرع فمن
اور شرط فہو غیر مستحق للجزاء

پس بعض کہتے ہیں کہ بائع قیمت کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔ اگر بازار
مبیع کے سپرد کرنے سے۔ اسی طرح عبد۔ جزا سے موعود کا مستحق نہیں ہوتا ہے
مگر اپنا مال اور نفس بموجب احکام شرع سپرد کرنے کے بعد۔ اگر کسی
شخص نے حکام شرعی کی شرط میں کمی کی۔ یا زیادتی کی۔ تو وہ جزا کا مستحق
نہیں ہو سکتا ہے۔

وفی التوریت الجنۃ جنتی والمال مالی
فاشتر واجنتی مالی فان یحکم فلکم
وان خسرتم فعلی

اور توریت میں آیا ہے۔ جنت میری جنت ہے۔ اور مال میرا مال
ہے پس تم میری جنت میرے مال کے عوض میں خریدو۔ اگر تم نے
تجارت میں فائدہ اٹھایا۔ تو وہ تمہارا ہے اور اگر نقصان اوٹھایا
تو وہ مجھ کو رہا۔

وقال لا یبع للمومن ان یتنصب لنفسه
عالم لا یخلیست لہ والدی شراھا
اولی بھا من ما جہا الذی ہو
اجنبی عنہا لانہ باعہا

اور بعض کہتے ہیں۔ کہ مومن کے واسطے یہ صحیح نہیں ہے کہ اپنے
نفس کے دینے میں کسی طرح بخل کرے کیونکہ نفس مذکور اس کا نہیں
ہے اور جس نے اس کو خریدا ہے۔ وہ اس کے قابض کی
بنسبت اولیٰ ہے۔ کیونکہ وہ نفس سے اجنبی ہے۔ اور اس نے
نفس کو بیچ دیا ہے۔

وقال اجرانہ اشترھا لاشلا
یدعی العبد فیہا ولا یساکنھا
ولا یلا حظھا ولا یجب بھا

اور بعض کہتے ہیں۔ خبر دی گئی ہے کہ عبد جل شانہ نے نفس کو
خرید لیا۔ تاکہ عبد اس کی بابت دعویٰ نہ کر سکے نہ اس کے
ساتھ مل جل کر رہے۔ نہ اس کا ملاحظہ کرے۔ نہ اس کی بنیاد
پر غور کرے۔

وَيَقَالُ اِنَّمَا قَالِ اشْتَرِي مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اَنفُسَهُمْ
وَلَمْ يَقُلْ قُلُوبَهُمْ لِانَ النَّفْسَ مَحَلَّ الْاَفَاتِ
فَجَعَلَ الْجَنَّةَ فِي مَقَابِلَتِهَا وَالْقُلُوبَ مَحَلَّ اسْتَوَاءِ
الرَّحْمَنِ فَجَعَلَ ثَمَنَهُ اَجَلَ مِنَ الْجَنَّةِ - وَهُوَ
مَا يَخْضَرُ بِهِ اَوْلِيَاءُ ۚ فِي الْجَنَّةِ مِنْ عَزِيزٍ
رَؤُوفٍ -

بعض کہتے ہیں۔ اس جہل شانہ نے اشیاء کو اللہ کے لئے
اور قلوب ہم نہیں کہا۔ کیونکہ نفس محل آفات ہے۔
لہذا جنت کو نفس کے مقابلہ میں قرار دیا۔ اور قلب محل
قیام رحمن ہے۔ لہذا اس کی قیمت جنت کی بہ نسبت
زیادہ شاندار قرار دی۔ اور وہ جناب باری عز و جہ کا عزیز و دیدار ہے
جو جنت کے اندر بالخصوص اُس کے اولیاء کو نصیب ہوگا۔

وَيَقَالُ لِنَفْسٍ مَوْضِعٍ الْعَيْبُ الْكَرِيمُ يَرْغَبُ فِي
شَرَاءِ مَا لَا يَرِيدُ فِيهِ غَيْرُهُ -
وَيَقَالُ مَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لِيَنْتَفِعَ بِهِ - اشْتَرَى
خَيْرًا فَلْيَجِدْهُ وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لِيَنْتَفِعَ
غَيْرُهُ فَلْيَشْتَرِ مَا رَوَى عَلَى صَاحِبِهِ
فِي نَفْعِهِ بَثْمَةً -

بعض کہتے ہیں۔ نفس بزرگ عیب ہے۔ اور کریم آدمی اُس شے کی
خرید کی طرف رغبت کرتا ہے جس کی خرید کا ارادہ کوئی نہ کرے۔
بعض کہتے ہیں۔ جو شخص کوئی شے اس غرض سے لینا چاہے
کہ خود کو اُس سے نفع حاصل ہو۔ اُس کو ان سب چیزوں میں سے
بہترین چیز خریدنی چاہیے جو ہم پر بخشن اور جو شخص کوئی شے اس
غرض سے لینا چاہے۔ کہ غیر شخص اُس سے نفع پاوے۔ تو اُس کو
وہ شے خریدنی چاہئے۔ جو اُس کے مالک کی طرف پلٹ جاوے
تاکہ یہ شخص غیر کو اُس شے کی قیمت سے نفع پہنچاوے۔

وَقَالَ لِسَيِّحِ ابْنِ اَبِي الدَّقَاقِ لَمْ يَقُلْ اشْتَرِ
قُلُوبَهُمْ لِانَ الْقُلُوبَ وَقَفٌ عَلَى هِجْتِهِ وَالْوَقْفُ
لَا يَشْتَرَى -

شیخ ابو علی دقاق نے کہا ہے کہ اس جہل شانہ نے اشتری
قلوب ہم نہیں کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ قلب اُس کی محبت میں
وقف ہے۔ اور وقف کا بیع و شری نہیں ہو سکتا۔

وَقَالَ الطَّيْرُ فِي الْمَاءِ وَالْمَاءُ فِي الْمَاءِ
يَصِحُّ شَرَاءُ ۚ لَئِنْ غَيْرُهُ كَانَ التَّسْوِيمُ كَذَلِكَ
الْقُلُوبَ صَاحِبًا لَا يَكُنْ تَسْلِيمًا فَلَمْ يَقُلْ
اشْتَرِ قُلُوبَهُمْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَاعْلَمُوا
اِنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقُلُوبِهِ

کہتے ہیں۔ ہوا میں پرندوں کا۔ اور پانی میں مچھلی کا شری صحیح
نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ ان کی پسندگی ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح
صاحب قلب کو قلب کی پسندگی ممکن نہیں ہے لہذا اشتری
قلوب ہم نہیں کہا۔ اس جہل شانہ نے فرمایا ہے۔ یہ جان لو۔ کہ اللہ
تعالیٰ انسان اور اُس کے قلب کے درمیان میں
حائل ہے

جو اصحاب تشبیہ و مجاز کی فصاحت محل کی تعمیر کرتے والے ہیں۔ اُن کے ریاضی دان ضمیر کو واضح ہو۔ کہ حدیث اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ عَلَيَّ بَابُهَا اس مستعار قول کے محل کی بنیاد ہے۔ یعنی عبارت کا جہان جس کی حسی صورتیں کا ہیولی احرورت تہجی ہیں۔ مرکبات اور موالید کے جہان کی بہ نسبت فی الواقع بہت زیادہ اور بہت بڑا ہے۔ اولین جہان کے قطر اور ضلع جو انواع و اقسام کے فنون اور مختلف علوم ہیں۔ دوسرے جہان کی نواح اور ولایتوں کی بہ نسبت کہ عرب اور عجم ہیں۔ زیادہ خوش ہوا۔ اور شاداب ہیں۔

اولین جہان کی شہر اور قریے کہ مبسوط کتابین اور مختصر رسالے ہیں۔ دوسرے جہان کے شہروں اور موضعوں کی بہ نسبت کہ روم کا استنبول۔ اور ہند کا احمد آباد ہے۔ مقبولیت اور تحصیل محصول میں زیادہ ہیں اولین جہان کے کوشک۔ قصر۔ ریاض۔ اور رباط۔ کہ مقاصد اور مسائل کے ابواب اور فصول ہیں دوسرے جہان کی منازل۔ محلات۔ باغ۔ اور بازار کی بہ نسبت کہ طلائع چار دیواریں۔ رنگین چتھیں۔ راحت دینے والے اشجار۔ اور ضلع دار دوکانیں ہیں۔ زیادہ خوش وضع۔ زیادہ رعنا۔ زیادہ روشن۔ اور زیادہ اپنے پختے ہیں۔

عالم کلام کے مکانات کے مکین۔ کہ اشیا کے معانی اور حقائق ہیں۔ کہ خاک کے باشندوں کی بہ نسبت کہ آدمیوں کی اقسام اور حیوانات کی انواع ہیں۔ زیادہ دیرپا۔ زیادہ لطیف۔ زیادہ موزون اور زیادہ نازک ہیں۔

اور عالم کلام کے سلاطین کہ اصحاب دانش و نبیش ہیں۔ کہ خاک کے بادشاہوں کی بہ نسبت کہ ارباب جاہ و شہرت ہیں۔ زوال کے غم۔ اور انتقال کے اندیشہ سے زیادہ فارغ۔ اور زیادہ آزاد ہیں۔

یہ سچ بلکہ بالکل سچ ہے۔ کہ عالم اول کے تمام کواکب اور تمام لواحق۔ عالم ثانی کی بہ نسبت زیادہ بخیدہ و پسندیدہ اور منفعت و درجہ میں اعظم و اعلیٰ ہیں۔ تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ جب ظاہری آفتاب اپنے اتق سے طلوع کرتا ہے۔ تو رات کی تیرگی۔ زائل ہو جاتی ہے۔ اور دن کی روشنی سے ظاہری آنکھ میں مخلوقات کے دیکھ سکنے کا فروغ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب سحائی کا آفتاب حکمت بیان کرنے والی زبان کے مشرق سے طلوع فرماتا ہے۔ تو جہالت کی رات صغیری قلب کے کرہ سے بستر باندہ جاتی ہے۔ اور ادراک کی

صبح کی سب سے پہلی آہر کر دل کی آنکھوں کو حق شناسی کا نذر بخشی ہے۔ بہت۔

امجد آباد آفتاب طلعت جانان کجا

آن شب ست این روز روشن این کجا قاتن کجا

ایک روز چند خوبان صورت و معنی - بزرگان ظاہر و باطن - اور خاصان مسافر و مقیم کی جماعت درویش کے مہل خانہ میں گفت و گو کر رہی تھی - اور ہر ایک قسم کی باتیں گرا گری سے ہو رہی تھیں - منجملہ ان کے حضرت غوث الاولیاء کے بزرگ خلیفہ شیخ شمس الدین زندہ دل نے اُس مجمع میں معرفت کے متعلق کچھ بیان کرنا شروع فرمایا - جس قدر باتیں کرنے والے کیمیا بیان لوگ انجمن میں بیٹھے ہوئے تھے - وہ سب زبان کو خاموش کر کے - سراپا گوش ہوئے - زندہ دل کے باعجاز کلام پر عاشق ہو کر سننے سے سینہیں ہوتے تھے - اور اسی طریقہ پر ان کا کلام کرتے رہنا دعا کے ساتھ خدا سے مانگتے تھے - اور اس بیت کا ترانہ گانے لگتے تھے

وحدت تنے یا سعد عنہا فردستی

جودۂ نازدنی من حدیثک یا سعد

صدرالذکر انجمن کی تقریر درمیان میں لانے سے غرض یہ ہے - کہ زندہ دل نے فرمایا - کہ علوم - معارف - حقائق اور معنی کا ملک فتح کرنے کی نشاط بیان میں نہیں آ سکتی ہے - کیونکہ جب مشکلات ننون کا عقدہ - مطالعہ اور تامل کی امداد کے بدون حل ہو جاتا ہے - تو چاروں طرف سے بے حد فوشی اس طرح سے میر سے متجسس دل پر نثار ہونے کو آتی ہے - کہ مجھ کو یقین ہو جاتا ہے کہ اتنی خوش دلی اور خوشحالی - کسی بادشاہ کی خاطر عاظر کو کسی جدید ملک فتح کرنے سے بھی نہیں ہوتی ہوگی - بہت اچھا ہے وہ گردہ - جو سخنوری اور سخن شناسی کے ملک میں صاحب خطبہ اور صاحب سکہ ہے - اور بہت ہی اچھی ہے وہ جماعت جو عرفان اور علم کی اقلیم فتح کرنے کے واسطے کمر بستہ ماندہ کربہا داکبر میں مشغول ہے - نہیں نہیں - دولت مندی میں عالی مرتبہ وہ صاحب خانہ ہے جو سلیمانی طالع اور سکندری زناچہ کے ساتھ علم (عدم) کے آسمان سے عین (وجود) کی زمین پر آیا ہے - اور یہ دونوں زیر باد نسیم (اہل سخن اور طالب عرفان) جس کے عشرت خانہ تہف کی دل ربا بیبیاں ہیں - اکھبر لہو و المہ کہ ہمارے زمانہ کا شہنشاہ ابوالظفر نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ ابداً ان دو بہاد سلطنت کی سعادت سے اور جن صدرالذکر و دوسوں کو ارشاد استحقاق کی آرزو نے ناز کے ساتھ پرورش کیا ہے ان کے ہم خواہی کی نشاط سے کامیاب اور کامران ہے - اور نیز تمام مقاصد کے حصول میں تمام

۱۵۔ سعد نے اُس کی بات مجھ سے کر کے میری حیات زیادہ کر دی ہے - پس تو پھر بیان میری حیات زیادہ کرتا رہے -

تواریخ اذکار ابرار من نتائج افکار گہر بار الوالاعجاز منشی سید

محمد احسان علیخان صنا احسان شاہ جہانپوری

فقرات نثر تاریخی

مخزن المشرح
۱۳۲۶ھ

صحیفہ نیک بختان
۱۳۲۶ھ

روضہ شہود
۱۳۲۶ھ

قطع تواریخ

(۱) مکرم زیدچہ امثال و افراد بڑے
بھرے تھے اس میں اچھے اچھے اوراد
کیا یہ کام اوکھون نے تباہ داد
تھا گراون کے مہین عباد و زہاد
بیان منزل اقطاب و او تا و
خوشی سے روح شبلی نے کیا صاد

(۱) فرید العصر حافظ فضل احمد
(۲) نقوٹ میں تھانسی فارسی کا
(۳) لباس اردو کا پٹیا جو اس کو
(۴) بڑی محنت بڑی کوشش کا ہی کام
(۵) حقیقت میں ہے وہ اذکار ابرار
(۶) مکمل طرح دیکھا جو اس کو

(۷) ہوئی محبت کو جو نکر سال احسان

کیا میں نے رقم الضلع ارشاد
۱۳۲۶ھ

دیگر

آن زکوار بر آورد اذکار
باد این نسخہ قبول اختیار

(۱) فضل احمد کبر و فضل خداست
(۲) ترجمہ کرد زسی دانہ

(۳) بہر تاریخ حسان تاب احسان

آسان گفت خجستہ الوار
۱۳۲۶ھ

دیگر سال طبع

فضل احمد خجستہ تقریر
نظار گیان شدند تسخیر

(۱) آن حافظ مصحف المصنف
(۲) اذکار نوشت چون بہ اردو

(۳) احسان ہے سال طبع ہاتف
خوش گفت مآثر المشاہدہ

مصرع سال طبع

چھپ گیا صحف ابرار تقفہ آگین

فقہ نشر تاریخ

روضہ نوزانی

تواریخ از کار ابرار اردو ترجمہ گلزار ابرار از محمد عزیز الدین رخشان انصاری چوری

قطعہ تاریخ

سلف میں ہوا ہے مشائخ کافرقا
جو گلزار ابراہیم نام اس کا
زبانِ عجم اس کی آسان نہیں تھی
مضامین تھے مشکل عبارت ادق تھی
رہبانِ اچھین میں دو برادر
ملی اتفاقاً وہیں نقل اس کی
اکرم ترجمہ اس کا اردو زبان میں
مسلمان بھائی پڑھیں اور سمجھیں
اسی دھن میں اک روز یہ دونوں بھائی
سرداروں کے گلزار ابرار کر کے
مرے قبلہ نظر اہرو پیر باطن
اگر ان منزلت مولوی فضل احمد
اگرچہ مشاغل کی تھی اتنی کثرت
مگر عرض کی میں نے حضرت سلامت

سوانح میں ادن کے کوئی تذکرہ ہوتا
ہزار ادس کے مانند بے بس تھے شیدا
زبانِ عرب تھی بلاغت یلین و دوی
عظیم الوجود اس کا علقہ اصل نسخا
خدا یا رخاں اور الہ یا رخاں ہیں
جسے دیکھ کر ادن کے دل میں یہ گزرا
لطیف و سلیس و نفیس اور آسان
شریعت - طریقت - حقیقت کا رستا
لے میرے خال معظّم سے آکر
کہا ترجمہ کیجئے آپ اس کا
حمیدہ خصائل گرامی محاسن
وہ حافظ کلام اعلیٰ کے یکتا
نظمی تھی ادن کو کسی وقت فرصت
مناسب نہیں پاس سے انکار مہلا

یہ بجز حقیقت کے خوش آب موتی
 زمانہ چھپائے گا کب تک اب انکو
 خدا کا نہیں کام حکمت سے خالی
 نہیں قابل اس کام کے اور کوئی
 ادھر تھیں رجز خوانیاں میری پیہم
 بڑھایک بیک جوش خصال معظم
 جو دشواریاں ہوتی ہیں ترجمہ میں
 مگر حضرت فضل نے یہ تو یہ ہے
 وہ علم دیانت کے جوہر دکھائے
 مرے اہل علم و تصوف کو آئے
 مرا منہ نہیں داد دون ترجمہ کی
 غرض ترجمہ کی تو ہے صرف اتنی
 بعیرت جب ذات وحدت کو دیکھیں
 نہ کیوں اپنی ہستی کو ہم پہنچ سمجھیں
 یہ اب خاتمہ پر خدا سے دعا ہے
 زمانہ میں یہ ترجمہ پاس شہرت
 یہ توفیق دے اپنے بندوں کو یارب
 ترا ذکر لب پر تری منکر دل میں
 قبولیت عام دے ترجمہ کو
 مظاہرین جلوہ نمائے ہر سو
 بالآخر یہ کی منکر ہی میں بخشان

یہ کان طریقت کے انمول جوہر
 اٹھا دیجئے ان کے چہرے سے پردا
 سعادت یہ ہے حصہ ذات سامی
 کرینگے اسے آپ ہی ختم چھپا
 ادھر خان ذی شان کا اصرار ہر دم
 اٹھایا قلم ترجمہ اس کا لکھا
 ادھین جاننے والے ہی جانتے ہیں
 کیا ترجمہ نادر و صاف و زیبا
 فصاحت سلاست کے کئے چھائے
 غل احسن احسن کا خوب اٹھا
 کرے گا تعجب پڑھے گا جو کوئی
 کہ کھینچ جائے اصلی مقاصد کا نقشا
 خدائی کا جلوہ نمودار پائیں
 قدیم وابد ہے وہی ذات یکیتا
 کہ جب تک زمین و فلک کو بقا ہے
 کرے اس کی ہر ایک دل سے تمنا
 نہ تیرے سوا کچھ کسی سے ہو مطالب
 نظرمین ہو تو سر میں ہو تیرا سودا
 سبق ہم تصوف کا پاتے ہیں اس سے
 مگر پہر ہی ثانی نہیں کوئی تیرا
 کہ تاریخ ہو ترجمہ کی نمایان

ملی مجبہ کو امداد فیض بزرگان

نیا نام اذکار ابرار نکلا

مقدس کیوں نہ ہو گلزار ابرار
عبارت فارسی کی ہے سراسر
لباس اُردو کا بنایا ہے اس کو
بہت خوش ہون گے اس کے پڑھنے والے

وہ ہے اک تذکرہ خاصانِ حق کا
بڑی دلکش بڑی دلچسپ و زیبا
جناب فضل خوش گو نے سراپا
کہ ایسا ترجمہ دیکھا نہ ہوگا

ہوئی محبت کہ جو فکری سال رخشان
تو شوقِ دل سے ذکرِ شوق لکھا

رباعی

یہ ترجمہ ہے نشانِ خاصانِ خدا
برجستہ سینن عیسوی میں رخشان

دل سے پڑھیں طالبانِ خاصانِ خدا
تاریخ ہے گلستانِ خاصانِ خدا

رباعی

سب کے لئے واسطہ باطنِ خدا
نکلا ہے یہ سال طبع موزونِ رخشان

نایاب ہے یہ کتابِ خاصانِ خدا
گلستانہ لا جوابِ خاصانِ خدا

آئیہ قرآنی متضمن تاریخ اذکار ابرار کہ مولوی اکبر حسن صاحب مجب طریٹ

درجہ اول شہرِ احبین را در عالم خواب القاشدہ

ذِکْرُ مُبَارَکِ اَنْزَلْنٰهُ

۱۳۳۶ھ

پانے